

CHECKED 19

مکتبہ اسلامیہ

Checked  
1987

۲۶۵۲۹  
فنا

مطالعہ شام  
۲۱۹  
CHECKED 1995

جناب خان برادر الحاج محمد عبد الرحیم صاحب نقشبندی  
اکبر

احمد

محمد رحمن بن جناب غلام محمد صاحب کتب تاجرتب  
مکتبہ مطبع شوکت الاسلام بنگلہ

# معنون

میں نہایت ادب و احترام کیساتھ اپنی اس  
ناچیز تالیف کو میرے پیرو مرشد جامع درجات و  
وارث کمالات نبوت قدوة السالکین بدتہ العارین  
عالی جناب حضرت مولانا مولوی حاجی عطاء صوفی پیر  
سید جماعت علی شاہ صاحب بندہ بندہ  
علیہ پیروی ادام اللہ فیوضاتہم و برکاتہم کے نام نامی پر معنون  
کرتا ہوں ع کہ قبول افتد نے ہے عز و شرف

خاکسار بندہ انیم عبد الرحیم عفا اللہ عنہم



# فہرست مضامین سفر حرمین الشریفین حصہ اول

صفحہ	احوال	صفحہ	احوال	صفحہ	احوال
۱	روانگی سفر	۲۷	جہاز میں پانی اور لکڑی	۷۰	قرنطینہ کیمپ
۳	دکھن ریہ ٹرنس یا پوری بندر بھئی	"	جہاز کے عمل خانے	۷۲	قرنطینہ میں چار پائیان
"	شاہجہان پالیس ہوٹل	۲۸	جہاز میں وزنی اسباب	۷۳	قرنطینہ کے بیت الخمار
۴	بھٹی میں کھانے کی دوکانیں	۲۹	درجہ اعلیٰ کے بستر	۷۵	قرنطینہ کے دوکانیں
۵	تھامس کوک ایڈسنز	۳۰	جہاز کی ہاسٹیل	"	قرنطینہ میں پانی اور لکڑی
۶	کوک کمپنی کے سرکھوٹ	"	جہاز خسرو کے آفسر	۷۷	قرنطینہ کی قطار
۷	بھٹی میں حاجیوں کی کثرت	"	جہاز میں جائے نماز	"	قرنطینہ کا عمل خانہ
۹	اشیاء و منوعات	۳۱	جہاز کی صفائی	۷۸	قرنطینہ کا ڈاک خانہ
"	بھٹی کے سفر خانے	۳۲	بغیر ٹکٹ کے دو آدمی	"	قرنطینہ میں آسائش کیونکر مل سکتی ہے
"	حاجیوں کیلئے جہاز کی کمپنیاں	"	بھٹی سے عدن تک کے حالات	۷۹	قرنطینہ کی پابندی
"	جہاز کے درجے	۳۳	جہاز خسرو میں ایک حادثہ	۸۰	قرنطینہ کے بیمار
۱۱	ادویات ضروری سفر جہاز	۳۶	جہاز میں چوری	۸۲	وایس کونسل جدیدہ
"	چھک کا ٹیکہ	۳۷	عدن اور اسکے حالات	۸۳	قرنطینہ کی مسجد
۱۲	پاسپورٹ	۳۹	جہاز پر نئے بیمار	۸۵	افسران خسرو کیلئے سرٹیفیکٹ
"	ہزار گنسٹری ٹرکس کانسٹرول کی ملاتا	۵۰	عدن کا نرخ	۸۶	قطار
۱۳	تاریخ روانگی جہازات	"	عدن کی سیر	۸۷	جہاز کے ٹکٹوں کا واپس لینا
۱۷	بھپارہ گھر	"	جہاز دن کی آمد و رفت	"	شفاف خانہ کا مران
۱۹	میرا ذاتی تجربہ	۵۳	انتظام سامان جہاز پر روانگی کا مران	۸۸	جنرل ڈاکٹر قرنطینہ
۲۲	جہاز کی روانگی	"	کیوت	"	قرنطینہ سے رہائی
"	گورنمنٹ گزٹ کا اقتباس	۵۴	مولوی محمد عبدالباری صاحب کی مضمون	۸۹	ایڈی ڈاکٹر قرنطینہ
۲۶	انتظام شفا خانہ	۵۷	شہر عدن	۹۱	مقبرہ شیخ اعراقی بن حسن
"	ٹریکل اسٹورس	۵۹	عدن کے قدیم تالاب	"	یلم
۲۸	اجرائیات تک	"	عدن کے مزارات	۹۳	ساحل جدہ
۲۹	مران گورنمنٹ کا اعلان	"	عدن میں کشتی اور گاڑی کا کرایہ	۹۵	معلم جدہ
۳۲	میری رائے میں کیا انتظام ہونا چاہیے	۶۰	عدن کے شمالی غوطہ زن	۹۷	قلیوں کا کرایہ
۳۳	جہاز میں کیا انتظام ہونا چاہیے	۶۳	باب الذب	۹۸	جدہ میں ہندی رباط
"	جہاز میں کیا انتظام ہونا چاہیے	۶۵	کامران	"	عرب کا مختصر جغرافیہ
۳۶	جہاز میں کیا انتظام ہونا چاہیے	"	قرنطینہ کامران کے مجموعی حالات	۱۰۰	ملک عرب کے حدود اور بعد و قدرتی تقسیم

صفحہ	حوالہ	صفحہ	حوالہ	صفحہ	حوالہ
۱۰۰	تقسیم صوبہ جات	۱۱۲	تاریخ برقی	۱۱۲	مکہ میں گھر کی تلاش
۱۰۱	نریان	۱۱۲	تعلیم	۱۵۲	مکہ منظمہ کی اقامت
۱۰۲	نہرین	۱۱۳	اخبارات و مطابع	۱۵۵	شیخ الدلائل کی
۱۰۳	وادیان	۱۱۳	شفا خانہ	۱۵۵	پیر سید جماعت علی شاہ صاحب
۱۰۴	منظر	۱۱۴	جدہ کے مکانات	۱۵۶	قافلون کی آمد
۱۰۵	مذہب	۱۱۵	زیارت ام البشر حضرت اے	۱۵۶	مکہ کا نرخ
۱۰۶	قبائل عرب	۱۱۶	جدہ کا قبرستان	۱۵۷	بیت اللہ یعنی کعبہ
۱۰۷	آب و ہوا	۱۱۷	جدہ کا پانی	۱۵۸	گھر خانہ کعبہ
۱۰۸	شکار	۱۱۸	جدہ کا درود	۱۵۹	حرم شریف
۱۰۹	جنگل	۱۱۹	جدہ کی صفائی	۱۶۰	حرم شریف کے دروازے
۱۱۰	ریت	۱۲۰	جدہ کی کھیاں	۱۶۱	حرم شریف کے مناسک
۱۱۱	بارش	۱۲۱	جدہ کے گلی کوپے	۱۶۲	حرم شریف کے قیام
۱۱۲	پھاڑ	۱۲۲	جدہ کی ترکی نو	۱۶۳	حرم شریف کے ستون
۱۱۳	کنوئین	۱۲۳	ساحل جدہ پر اطلی دہکی	۱۶۴	حرم شریف کا صحن
۱۱۴	باشندے	۱۲۴	روضہ اقدس رسولیم در مکہ منظر	۱۶۵	حرم شریف کے مصلے
۱۱۵	زبان	۱۲۵	پراخالیہ کی چڑیا	۱۶۶	حرم شریف کے کنگورے
۱۱۶	لباس	۱۲۶	جدہ میں ترکی ان کی بردباری	۱۶۷	حرم شریف کے چراغ
۱۱۷	پیداوار	۱۲۷	جدہ کے مساجد	۱۶۸	حرم شریف کے کبود
۱۱۸	آبادی	۱۲۸	جدہ کے قریب کا منظر	۱۶۹	خدا م حرم
۱۱۹	شہر اور گاؤں	۱۲۹	جدہ کی بونی و بنی	۱۷۰	حرم شریف کا نام
۱۲۰	بیاری	۱۳۰	جدہ کے رو	۱۷۱	حرم شریف کے آب
۱۲۱	خوراک	۱۳۱	یورپ میں تیار کردہ	۱۷۲	مقام ابراہیم
۱۲۲	میشی	۱۳۲	مقام بحیرہ	۱۷۳	مصلے ابراہیم
۱۲۳	سنگ	۱۳۳	جدہ	۱۷۴	منبر
۱۲۴	معدنیات	۱۳۴	متبرک کی ضحہ	۱۷۵	چاہ زمزم
۱۲۵	صنعت و حرفت	۱۳۵	حدیثات	۱۷۶	حجۃ اسود
۱۲۶	تجارت	۱۳۶	داخلی مکہ	۱۷۷	در کعبہ
۱۲۷	حکومت	۱۳۷	حرم شریف کا داخلی	۱۷۸	میزاب رحمت
۱۲۸	ریلوے	۱۳۸	آج ہم ہیں	۱۷۹	طہیم
۱۲۹	سنگین	۱۳۹	طواف	۱۸۰	حجۃ انبیاء
۱۳۰	ڈاک خانہ	۱۴۰	جہاں میں کافین	۱۸۱	حضرت



صفحہ	احوال	صفحہ	احوال	صفحہ	احوال
۱۷۱	رکن	۲۰۶	مکہ میں ماہ شوال	۲۴۳	خطبہ فضیلت احکام حج
۱۷۲	مطاف۔ قبتہ انعامین	"	عید الضحیٰ کا چاند	"	روانگی جانب منیٰ
"	سیڑھیاں	"	مساکین و فقراء مکہ	۲۴۶	منا اور مکہ کے زیارات
۱۷۵	غلاف کعبہ	۲۰۸	مکہ میں موت و نماز جنازہ	۲۴۷	سجد خیف
۱۷۶	اوقات نماز	۲۰۹	مکہ منظمہ کے مکانات	۲۴۸	سجد النحر
۱۷۷	حرم شریف میں نمازیوں کی تعداد	۲۱۱	مکہ کے بازار	"	فار و سلاط
"	حرم شریف کا زندہ میجرہ	۲۱۲	مکہ میں کہانے کی دکانیں	۲۴۹	مقام کبش
۱۷۹	نماز میں عورتیں	۲۱۳	مکہ میں تہود خانہ	۲۵۰	سجد العقاب
"	حرم شریف میں نماز عید	"	مکہ مدرسہ کے محلے	"	حاجوں کی قیام گاہیں
۱۸۰	فصل بیت اللہ	۲۱۶	دار الحکومت	۲۵۲	زاویہ شاذلیہ
۱۸۱	داخلی کعبہ	۲۱۷	دارس مکہ	"	دوئی مسرورہ و زلفہ
۱۸۲	زمزمی	۲۱۸	یونیورسٹی اور صفائی	۲۵۳	میدان وفات
۱۸۳	معدن کی جالائیاں	"	مکہ کی یونیورسٹی	۲۵۴	مسجد نمرہ
۱۸۴	حرم شریف میں اپنے حصول کا بچانا	۲۱۹	مکہ منظمہ کے کتے	۲۵۱	مسجد نمرہ میں پھر دھرم
۱۸۷	قبولیت و ماکیلے مقامات	"	ڈاک خانہ اور تار گھر	"	جبل رحمت
۱۸۸	جنت المعلیٰ	۲۲۰	اخبار کے ساتھ سلوک	۲۶۰	دایس مزدلفہ
۱۹۰	مسجد الحن۔ مکہ منظمہ کے اور مساجد	۲۲۳	ترکش فائر پارٹی	۲۶۳	مقام منا اور جہرات
۱۹۲	مولد النبی	"	ترکی فوج	۲۶۵	اداسے قربانی
۱۹۳	مولد صدیق	۲۲۵	محل مصری	"	سنا کے حمام
"	مقام عمر فاروق	۲۲۶	محل شامی	۲۶۶	جرۃ اوی
"	مولد علی	۲۲۷	زاویہ شاذلیہ	"	جائے قربانی
"	مولد فاطمہ	۲۲۸	مکہ میں بیماری	۲۶۷	گورنٹ کو کیا انتظام کرنا چاہئے
۱۹۵	دار ارقم	۲۳۰	مکہ میں تولد	۲۷۰	قربانی کا گوشت اور پھل و کوسے
۱۹۶	جبل زور	"	ڈسپنسری	"	سنا میں بیضہ اور پیمیش
۱۹۷	جبل یونس	۲۳۱	مکہ میں بادشہ	۲۷۱	سنا کی حفاظت
۱۹۸	جبل ثور	۲۳۳	بخشش	۲۷۲	شریف مکہ کا عدل و فیاضی
۲۰۱	صفاء و مروت	۲۳۵	ریم و شادی و نکاح	۲۷۴	شریف صاحب کا دوبارہ سنا میں
"	مکہ میں ماہ حصر	۲۳۸	شاہ سید بالہ پر کعبہ کی ممانعت	"	توپوں کی سلاخی
۲۰۲	مکہ میں بیسی الاولیٰ	۲۳۹	مکہ منظمہ کے تبرکات	۲۷۵	خطبہ عید الضحیٰ
۲۰۳	عمر و حب	"	مکہ میں ملوٹین مکہ	"	سنا سے واپسی
۲۰۵	مکہ میں رمضان المبارک	۲۴۳	مکہ منظمہ کا مسخ	۲۷۶	بقعات حرم

صفحہ	حوال	صفحہ	حوال	صفحہ	حوال
۲۷۷	شرف مکہ کے اقتدارات	۲۸۲	تجارت عرب	۲۹۳	جرائم و تعالیم عرب
۲۷۹	طایف شریف	۲۸۵	توسیع ریلوے	۲۹۹	ایک مقابلہ بین ہند کے جرائد
۲۸۱	مقام تنہا	۲۸۸	سفر حجاز میں تکالیف بچنے کی تدابیر	۲۹۷	دربار ہند اور ہندی دور پارلیمانی
۲۸۳	رہائش مکہ کے صرف کا اندازہ و تجویز	۲۹۲	مرین شریفین کے اوقاف		

## فہرست مضامین و ذکر مدینہ منورہ

۱	کہ منظر سے روانگی	۳۰	سلام جای علیہ الرحمۃ	۵۶	حرم نبوی کے حصے
۲	وادی فاطمہ	۳۱	مسجد نبوی و روضہ سرور عالم	۵۷	مقام اصحاب صفہ
۳	بیر عسفان	۳۲	حرم نبوی کے مناسبت	۵۸	مصارف حرم نبوی
۵	نتوغہ یا آدھ	"	حرم نبوی کے دروازے	"	خزانہ حرم نبوی
۶	قصیدہ	"	حرم نبوی کے ستون	"	عدائی حرم نبوی
۷	رائی یا رابی	۳۲	حرم نبوی کے محراب	۵۹	السلوات حرم نبوی
۱۱	ستورہ	"	روضہ خضرا	"	دار مشربہ مبشرہ
۱۳	بیر الشیخ	۳۳	روضہ منورہ میں شیرخوار بچے	۶۰	حرم نبوی میں دو شب
۱۴	بلسان اور اسکی شناخت	۳۷	مصحف عثمانی	۶۲	مدینہ منورہ کی برکت
۱۶	ایپار احسانی	"	فلان روضہ منورہ	۶۳	مدینہ منورہ کی کسی چیز کو برائے
۱۸	الحجرار	۳۸	حرم نبوی کی نماز	"	کی تاکید
۲۲	ایک اونٹ کی سزا	"	زمزمی	"	حرمین الشریفین کی باہم فضیلت
۲۳	بیر عباس	"	حرم نبوی کا فرش	۶۳	مدینہ منورہ کے سکانات
"	قصیدہ برصیہ	۳۹	رہنشی حرم نبوی	۶۵	مدینہ منورہ کی گھیاں
۲۶	زیارت عبدالرحیم برہی	۵۰	عبادہ کی نماز حرم نبوی میں	"	مدینہ منورہ کے بنام
۲۹	بیر روحار	۵۲	غیر نبوی	"	مدینہ منورہ کے رہائین
۳۰	حرار	"	عورتوں کی جای نماز	۶۶	مدینہ منورہ کے عداویں
۳۱	فار	"	بیر اباب	۶۷	مدینہ منورہ کے کتب خانے
"	بیر رویش	۵۲	باغ فاطمہ	۶۸	مدینہ منورہ کے تاریک گھر
۳۲	قصیدہ امیر منیائی	"	روضہ ریاض الجنۃ	۷۰	مدینہ منورہ کی کاشتکاری
۳۴	مدینہ منورہ کی اقامت اور اس کا	"	حجرہ شریف اور حرم نبوی کے خدام	"	مدینہ منورہ میں سواری کھانا
	مفصل بیان	۵۵	خوجگان حرم	۷۱	مدینہ منورہ کے محلے
۳۹	حرم شریف نبوی	۵۶	حرم شریف کا مخزن	"	مدینہ منورہ کے بازار



صفحہ	حوال	صفحہ	حوال	صفحہ	حوال
۷۲	مدینہ منورہ کے معلم	۹۶	عرب کے کچور	۱۲۷	منافقہ
۷۳	مدینہ منورہ کی حکومت	۹۸	عرب کا قہوہ	۱۲۸	اسماعیلی مکہ منظمہ و مدینہ منورہ
۷۴	مدینہ منورہ کا پانی	۹۹	مدینہ منورہ کا منیخ	۱۲۹	مہاجرین و عربین شریفین
۷۵	مدینہ منورہ کے تبرکات	۱۰۰	عرب کے گھوڑے	۱۳۰	زیادتی گزائیہ کی شکایت
۷۶	مدینہ منورہ مہرکن	۱۰۱	عرب کے اونٹ اور بکری	۱۳۱	راہق سے مدینہ منورہ
۷۷	مدینہ منورہ میں خیراتی شفاخانہ	۱۰۵	صنعت و حرفت	۱۳۲	مقام بیرغبرک
۷۸	مدینہ منورہ میں انگریزی دواخانہ	۱۰۶	عرب کا پردہ	۱۳۳	مقام طبر
۷۹	مدینہ منورہ کی ترکی فوج	۱۰۷	عرب کے مرد	۱۳۴	مقام بیرغبال اللہ
۸۰	مدینہ منورہ میں بارش	۱۰۸	عرب کی عورت	۱۳۵	مقام سطح فایر
۸۱	مدینہ منورہ کی آب و ہوا	۱۰۹	عربوں کی ہمان نوازی	۱۳۶	مقام بیرغباشی
۸۲	مدینہ منورہ کا رمضان	۱۱۰	عرب شہروں کی غذا	۱۳۷	مقام بیرغعلی
۸۳	مدینہ منورہ کی محفل میلاد	۱۱۱	بدون کی غذا	۱۳۸	مدینہ منورہ
۸۴	مدینہ منورہ کے شہور مساجد	۱۱۲	بدوی خانہ بدوش	۱۳۹	راہق میں چوری
۸۵	مسجد شایا	۱۱۳	شہری عربوں کا حال	۱۴۰	دلو سے
۸۶	مشہور واقعات	۱۱۴	تدن و معاشرت	۱۴۱	راہق سے کی حالت اور گورنمنٹ عثمانیہ
۸۷	آنحضرت کا تاجین پہنچنا	۱۱۵	لباس	۱۴۲	کی کم تو جی
۸۸	مسجد قبا	۱۱۶	علم موسیقی	۱۴۳	مکہ منظمہ سے مدینہ طیبہ کی راہیں
۸۹	مسجد المعادہ	۱۱۷	رسم مہک	۱۴۴	مدینہ منورہ سے یثرب کا سفر
۹۰	مسجد قبلتین	۱۱۸	برودہ فروشی	۱۴۵	یثرب سے جدہ
۹۱	زیارت اہل قبور کا جوار	۱۱۹	عرب کا محل وقوع	۱۴۶	جدہ سے بمبئی
۹۲	جنت البقیع	۱۲۰	عرب کا خرافیہ	۱۴۷	بحری مسافت کا فاصلہ
۹۳	زیارت سیدنا عبد اللہ	۱۲۱	عرب کے طبقت ارضی کی ساخت	۱۴۸	امرای ہندوستان اور فریڈرک
۹۴	زیارت سیدنا مالک بن سنان	۱۲۲	گیحون کی پیداوار	۱۴۹	ایشیا رتھ کی کے بعض مشہور مقامات
۹۵	دیگر زیارات مدینہ منورہ	۱۲۳	باغات	۱۵۰	کا ذکر
۹۶	مدینہ منورہ میں گناہ جنازہ	۱۲۴	سکجات مالک غیر	۱۵۱	قصبہ زبیر
۹۷	مقام احد	۱۲۵	مدینہ منورہ کے مجموعی حالات	۱۵۲	قصبہ فاؤ شہر بھرہ
۹۸	قار احد	۱۲۶	خندق الرصاص	۱۵۳	مقام قرنا
۹۹	عرس سیدنا حمزہ	۱۲۷	قصبہ الحضر	۱۵۴	مقبرہ عزیز
۱۰۰	مقام بدر	۱۲۸	قصبہ الردس	۱۵۵	قریب سلمان فارسی
۱۰۱	مدینہ منورہ کے میوہ جات	۱۲۹	مقام حرہ و اقم	۱۵۶	بستان کسری
۱۰۲	عرب کے ترکاریاں	۱۳۰	مدینہ منورہ کے مشہور کنوئین	۱۵۷	نجداد شریف
۱۰۳	عرب کے پیداوار	۱۳۱	مدینہ منورہ کی نہر	۱۵۸	نجداد شریف کی تجارت

صفحہ	احوال	صفحہ	احوال	صفحہ	احوال
۱۴۷	عبدالرشید کے حمام	۱۵۸	شہر صنعاء	۱۹۰	وادیان واسامی وادیان عرب
"	حالات بخود	۱۵۹	نامعلوم اطوار عرب	۱۹۱	اسما سے صحرائے عرب لینے رشت
۱۴۹	حائل	۱۹۰	قدن سے اندرون عرب کا سفر	"	عرب
"	الریاض	"	حدیدہ تک	۱۹۲	اسما سے جبال عرب
۱۵۱	بریدہ	۱۹۵	کپتان جی اے پیس میاں کا کچر	۱۹۶	اسما سے قبائل بدویہ سے مردم
۱۵۳	عنیزہ	۱۹۴	نامعلوم عرب	"	شماری
۱۵۵	ہنوف یا ہنوف ہف	۱۸۲	نامعلوم عرب کا دوسرا حصہ	۲۰۰	بڑے شہروں کی آبادی
۱۵۶	جوف	۱۸۵	باد سموم	۲۰۲	گورنمنٹ ہند کی خوبیاں اور کچھ اپنی
۱۵۷	حدیدہ	۱۸۷	عرب کی حالت قبل ہجرت	"	تعریف

## فہرست مضامین احوال حرم ثالث حصہ دوم

۱	۲۳۰	سنتہ ہجری کا یاقانون	۲۰	بیر الاخضر	۳۱	خطرانا
"	"	نویات الوداع اور حرم نبوی صحت	۲۱	قرنطینہ تبوک	۳۲	بنجر زمین میں بدوؤں کا زراعت کرنا
۳	۲۲	مدینہ منورہ کا ریلوے اسٹیشن	۲۲	محور نعت بے کی بے چینی	"	عمان
۴	۲۶	اسٹیشن کا وینٹنگ روم	۲۶	قرنطینہ کا ملان اور تبوک کا موازنہ	۳۴	عمان کی سرکیشن آبادی
۸	"	چھار ریلوے کی اسٹیشن	"	یورپین کا قرنطینہ میں نہ اترنا اور	۳۵	قدیم عمارات عمان
۱۱	"	مدینہ منورہ سے روانگی	"	اسپرڈ اسے	۳۶	درعا جنگشن
۱۳	۲۸	پہلی وحدہ غیر مسلم العلاء	۲۸	زیارت تبوک و موضع تبوک کا	۳۷	مختصر جغرافیہ شام و فلسطین
۱۳	"	فاوہ شود کی منتقلی بیتیان	"	مفضل حال	"	قدیم تاریخ
۱۴	۲۹	قدیم اشیاء کا دستیاب ہونا	۲۹	معجزہ کاکنواں	۳۹	پیدائش حضرت مسیح
۱۵	۳۰	راستہ کا منظر	۳۰	تبوک کی مسجد	۵۰	قدرتی تقسیم
"	۳۱	ن صالح	۳۱	غزوہ تبوک	"	پھاڑ
"	"	مہرکہ نمانہ	۳۲	درسہ تبوک	"	ندیان
۶۱	۳۳	راستہ کا منظر	۳۳	تبوک سے روانگی	۵۱	شطر
۷۱	۲۵	دار الحجاز	۲۵	زمین کی جغرافیائی حالت	"	تالاب اور جھیلین
"	۲۷	العظم	۲۷	انجن کایل سے نیچے اترنا	۵۲	مورندے اور چوپائے یا شکار
۱۸	۳۹	ایک یورپین جاہلی	۳۹	معان	"	ملک شام میں پہلا اسلامی لشکر
۱۹	۴۰	اخراجات سفر پر بحث	۴۰	اطالیہ کی پیش قدمی پر ایک ترکی	۵۳	مشہور واقعات
۲	"	تایید	"	فوجی انٹر کی راستے	"	مذہب



صفحہ	حوال	صفحہ	حوال	صفحہ	حوال
۵۴	زبان	۸۰	دار الکبریٰ	۱۰۵	مسافت بحری بحساب انگریزی میل
	لباس اور زبان	۸۳	دشق سے روانگی	۱۰۶	کراہیدہ دیویل میل کمپنی کے جہازات کا
۵۶	سیاحت شام کیلئے دعوہ موسم	۸۴	ریاق بخشش	۱۰۷	ٹائم ٹیبل جہاز کا
	ملک شام و فلسطین کے مشہور شہر	"	حلب دیلو سے اور اسکا مال	"	عکہ
۵۷	ریت	۸۵	بعلبک	۱۰۹	حیفا
"	میوہ جات	"	حمص	۱۱۰	حیفا و درعا کی حجازریلو کی شاخ
"	حالات دشق	۸۶	سیدنا خالد رضہ	۱۱۱	حیفا سے روانگی
۶۱	دشق کی نہرین	۸۷	حاما	۱۱۲	بندر یافہ
"	دشق کا رہبر یا گائیڈ	۸۸	حلب	۱۱۳	یافہ اور اسکی مجموعی حالات
۶۲	حمام و مشق	۹۰	جبل لبنان کا منظر	۱۱۴	خانقاہین
"	جامع اموی اور نماز جمعہ	۹۴	بیروت اور اسکے حالات مجموعی	۱۱۵	مساجد یافہ
۶۷	زیارت سیدتنا بحیثی	"	موٹل اور لوکندے	"	زیارات یافہ
"	مصلیٰ سیدنا امام زین العابدین ؑ	۹۵	ڈاک اور تار گھر	"	یافہ کی نازکیان اور میوہ جات
۶۸	مقام راس مبارک سیدنا حسین ؑ	۹۶	آبادی	۱۱۶	کانسٹیٹ
"	قبہ عایشہ صدیقہ ؑ	"	قدیم تاریخ	"	درسہ زراعت
۶۹	ہوٹلین اور لوکندے	"	بازار اور دوکانین	"	یافہ کا بندر اور طلاطم
۷۰	کھانے کی دوکانین	۹۷	گاڑیان	۱۱۷	یافہ میں ہندوستانی تہوار کی ضرورت
"	ریلو سے اسٹیشن	"	ٹراموے	"	یافہ سے روانگی
۷۱	برقی ٹراموے	"	کالج اور مدارس	۱۱۸	اہل جو تہنہ کا طریقہ
"	بازار اور مکانات	۹۸	بیروت کی یونیورسٹی	"	عثمانی تہنہ شریف ریلوے
۷۳	دشق کا پانی	۹۹	کتب خانے	۱۱۹	مقام علی رح
"	دشق	"	اخبارات در سالہ	"	مقام لد
"	دشق کی مساجد	"	تہذیب و اخلاق	"	بیرد جبال
"	شہر دشق کے دروازے	"	نماز جمعہ جامع سیدنا یحییٰ ع	۱۲۰	رملہ
۷۴	زیارات دشق	۱۰۰	حاجو نیکی شکلات	"	رملہ کا ہوٹل
۷۶	محلہ صالحہ	۱۰۱	توفصل خبرل بیروت کی ملاقات	۱۲۰	سجد
"	نزہ بابا کردی رح	۱۰۲	بیروت کے حمام	۱۲۵	بیت المقدس بیروت شلم با قدس شریف
۷۸	جبل قاسیون	۱۰۳	بیروت کا ناچ گھر	۱۲۷	بیت المقدس پر حملے
۷۹	جبل الریوہ	"	بیروت سے روانگی	۱۲۸	امیر المومنین سیدنا عمر فاروق کا خط
"	منزہ	"	جہاز اصوانی و قوادخ دیویل کمپنی	"	ایمن الامتہ کے نام
۸۰	قصیدہ راویہ	۱۰۴	بریک جرنی	۱۳۰	بیت المقدس پر حملے

صفحہ	اقوال	صفحہ	اقوال	صفحہ	اقوال
۱۳۱	مخاربات صلیبیہ	۱۵۲	مین سلوانی	۱۴۹	بیت المقدس سے روانگی
۱۳۲	پہلا حملہ	۱۵۳	امطیل سیمانی	۱۵۰	حاجی درویش کے اخلاق
۱۳۳	دوسرا حملہ	۱۵۴	لسانی الصخرہ	۱۵۱	پورٹ سعید
۱۳۴	تیسرا حملہ	۱۵۵	بیرالارواح	۱۵۲	قاہرہ
۱۳۵	چوتھا حملہ	۱۵۶	فارسیلیمانی	۱۵۳	سیر مصر کیلئے عمدہ موسم
۱۳۶	پانچواں حملہ	۱۵۷	جبل طور	۱۵۴	مصر کی آب و ہوا
۱۳۷	چھٹواں حملہ	۱۵۸	زاویہ ادھیہ	۱۵۵	قاہرہ کے ہوٹل
۱۳۸	ساتواں حملہ	۱۵۹	مریم حمام	۱۵۶	اسلامی لکندہ
۱۳۹	آٹھواں حملہ	۱۶۰	بیت المقدس کے بازار	۱۵۷	کھانگی دوکانین
۱۴۰	نواں حملہ	۱۶۱	کتب خانہ خاندیہ	۱۵۸	سکہ
۱۴۱	دسواں حملہ	۱۶۲	مدرسہ روضۃ المعارف	۱۵۹	لمراموس
۱۴۲	زادیۃ الہندیہ یا تکیہ بابا	۱۶۳	محکمہ قضا	۱۶۰	مردم شماری
۱۴۳	شیخ فرید شکر گنج کا زاویہ	۱۶۴	حوض سلیمانی	۱۶۱	مساجد
۱۴۴	شہر بیت المقدس کے دروازے	۱۶۵	کلیساے سینٹ اینینی	۱۶۲	ازبکیہ
۱۴۵	حرم شریف کی زیارات اور اسکا	۱۶۶	ہولی سپرک باغیاؤں کا مقدس گرجا	۱۶۳	العلقہ
۱۴۶	مفصل حالی	۱۶۷	مرقد مسیح	۱۶۴	بیروسیف
۱۴۷	آبادی اور رقبہ	۱۶۸	روسی گرجا	۱۶۵	جامع اتق طولونی
۱۴۸	قنۃ الصخرہ	۱۶۹	قید خانہ مسیح	۱۶۶	جامع ازہر
۱۴۹	ہیکل کی تعمیر	۱۷۰	برکت السلطانی	۱۶۷	جامع الحاکم
۱۵۰	ہیکل کی بربادی	۱۷۱	قبر میرد	۱۶۸	جامع سلطان حسن
۱۵۱	ہیکل کی دوبارہ تعمیر	۱۷۲	شفافانہ امراض چشم	۱۶۹	جامع رفاعیہ
۱۵۲	تبرکات سلیمانی کاراز	۱۷۳	بیت لحم	۱۷۰	جامع سید زینب
۱۵۳	مسجد الاقصیٰ	۱۷۴	خلیل الرحمان	۱۷۱	جامع سیدہ رقیہ
۱۵۴	غازیہ مسجد اقصیٰ میں	۱۷۵	روضہ سیدنا ابراہیم	۱۷۲	جامع سید نسیم
۱۵۵	درخت زمیتون	۱۷۶	درخت ابراہیم	۱۷۳	جامع امام شافعی
۱۵۶	مقام جبل ابدال	۱۷۷	مین کیم	۱۷۴	شہر مصر کی مجموعی حالت
۱۵۷	بیرالورقہ	۱۷۸	مقبرہ سلطان حسن	۱۷۵	سینی
۱۵۸	مرقد سیدنا مریم	۱۷۹	روضہ ائمہ یوسف	۱۷۶	حمام
۱۵۹	قبر سیدنا عکاشہ	۱۸۰	روضہ سیدنا موسیٰ	۱۷۷	مصر کا عجیب خانہ
۱۶۰	روضہ سیدنا داؤد علیہ السلام	۱۸۱	بیت المقدس کے اجمالی حالات	۱۷۸	فرعون کی لاش
۱۶۱	عجائب وفات سیدنا مریم	۱۸۲	امریکن کلونی	۱۷۹	قدرت خدا کا تماشا
۱۶۲	بیرالیوب	۱۸۳	بیت المقدس کی آب و ہوا	۱۸۰	اس کا کیا ثبوت کہ یہی فرعون کی لاش ہے



صفحہ	اقوال	صفحہ	اقوال	صفحہ	اقوال
۲۰۲	قدیم مصری تحریر	۲۰۹	ابو الہول	۲۱۳	مصر میں اخبار بینی کا شوق
"	عجائبات عرب کتب خانہ خدیوہ	"	فقہ ابو الیث عمقندی	۲۱۴	سکہ مصر
۲۰۴	مصر القدمیہ	"	اسکندریہ	"	مصر سے روانگی
"	جامع عمرو	۲۱۰	ازبکیہ	۲۱۸	جہاز میں ایک عجیب واقعہ
۲۰۵	جامع ابن طولونی	۲۱۱	مصری عورات	۲۱۹	فہرست الفاظ عربیہ ضروریہ
"	المقیاس	۲۱۲	میلیو پولیس	۲۲۹	نظم خاتم از مولف
۲۰۶	قبہ عباسیہ	"	جامع سیدنا حسین	۲۳۲	تاریخات طبع سفرنامہ ہذا
"	اہرام مصری	۱۱۳	عس مصطفیٰ کمال پاشا	"	"

## تقریر

مترجم کلام بابی و محدث لاثانی ذوالمجد و المتفاخر حضرت مولانا مولوی الحاج  
حافظ عالیجناب حیدر خان صاحب ہاجر الملحق نواب فاروق جنگ بہادر سلمہ

میں نے اس سفرنامہ کو چیدہ چیدہ مقامات سے سنا اور خود بھی دیکھا حقیقت میں ایسا عادی اور جامع سفرنامہ  
اب تک میری نظر سے نہیں گذرا مضامین ایسے دلانیز اور دلکش ہیں کہ جب تک ساری کتاب مطالعہ نہ کر لیا جائے  
چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا اسکے علاوہ حسن طبع اور عمدگی کا فائدہ علیٰ نور ہے ہر سفرنامہ کے مولف اور مورخ کے  
جو فرائض منصبی ہیں وہ سب بوجہ احسن اس میں ادا کئے گئے ہیں اور نقشہ جات بڑی لطافت اور خوبی کے ساتھ  
دلانیزی کو بڑھا رہے ہیں حقیقت میں میرے عنایت فرمای صمیم حاجی عبدالرحیم صاحب نے تمام ہندوستان کے  
مسلمانوں پر ایسا احسان عظیم کیا ہے جس کی قدر وافی ارباب شوق اور زائرین حرمہای شریفہ پر واجب اور مستحکم  
ہی اور محکومین کلی ہے کہ ہند کے سلطان عموماً خصوصاً شاہین زیارت حرمین شریفین اس سفرنامہ کو بغور

حزبِ جان بنا کر حالتِ سفر میں اپنی پیش نظر کہیں گے اور سبہ بجا فرائض اور لذائذ سے متمتع ہوں گے  
 وعلینا الا البلاغ الخیر میں اس قدر عرض کرنا اپنا فریضہ منسوب و لازمہ مسلمانی خیال کرتا ہوں کہ دولت علیہ  
 اعلیٰ حضرت سلطان المعظم نے اب تک صفائی اور درستی شوارع و طرق کے طرف سے بہت کچھ اعراض  
 فرمایا ہے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ دونوں مقاموں میں پندرہ چالیس اپنی فرائض سے محض غافل ہے اور اسی  
 وجہ اور سبب سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ دولت علیہ کو خارجی حروب کے اندر دینی انتظامات کے طرف توجہ کرنے کی  
 بہت کم ہمت ملی ہے مگر حق تعالیٰ سے امید ہے کہ اب دولت علیہ کو ایک مدت دراز تک خارجی حروب کے  
 فرصت ملے گی اور رستوں کی درستی اور صفائی کے طرف توجہ کا ملہ مبذول ہوگی خدا ہیچین کند۔  
 راقم خاکسار

وقار نواز جنگ

نفا اللہ رحمہ

تقریظ علی جناب مولانا مولوی سید شاہ غلام شرف الدین صاحب لمخی الفردوسی بجاوہ  
 نشین خانقاہ فتوحہ ضلع پٹنہ

جناب خان بجاوہ حاجی عبدالرحیم صاحب نقشبندی مدحیہ و اخلاص نے اپنے سفر کی پوری حالت و حقیقت  
 معنی بہ سفر حرمین الشریفین اتمام فرمایا اور وہ سفر نامہ عرب میری مشتاق و تجسس نظر سے بھی مقتضائی  
 میلان طبع گذرا اور چونکہ جھکوکت سیر و تاریخ و سفر نامہ سے بالعموم ذوق ہے اور بالخصوص سفر نامہ عرب  
 سے کہ موجب حصول سعادت ابدی ہے شغف ہے کمال غور و تامل سے دیکھا اور جو خط اوٹھانا تھا  
 اوٹھایا، جزاک اللہ خیر الجزا۔

میری نظر سے بہتر سے سفر نامے گزرے مگر حق یہ ہے کہ اس قابل مصنف میری ماہ ضرورت  
 فی السفر اور مشاہدات و واقعات اپنے الفاظ درمثور سے حسب مواقع جن خوبیاں اور خوش اسلوبیوں  
 سے مزین و مرتب فرمایا ہے کم دیکھنے میں آیا اس کتاب کے کن کن باتوں کی تو بیان لکھی جائیں بیان جس کی  
 شان میں ان البیان لکھا ہے جس سے سچے لفظوں میں اتمام و تفہیم کا کام لیا جاتا ہے اور مقاصد و اغراض



کا پورا پورا اظہار و ادا ہوتا ہے اور جو انہاے جنس کو جلب مضار۔ سلب۔ نساو۔ طرز معاشی۔ جہاں سے اخلاق حسنہ تہذیب ارتکاب و امر۔ اجتناب نواحی۔ اصلاح معاد کیلئے اپنی طرف پہنچ لیا کرتا ہے۔ خشکان خواب غفلت کو جگا دیا کرتا ہے و سرگشتگان بادیہ ضلالت کو سید ہی راہ پر لگا دیتا ہے ایسی جاد و بیانی کا اعزازی تمغہ مصنف ہی کو عطا ہوا ہے ایسی کتاب بے نظیر و رشتگی مکارم اخلاق و عادات و اصلاح حال کیلئے ایک نعمت غیر مترقبہ نہیں ہے تو کیا ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ عبارت سلیس و معانی نفیس گویا گنگا قطرہ میں اور سمندر کو زہ میں۔ کاغذ بھت ہی اچھا چھپائی بھی بہت ہی صاف موقع موقع سے جو عکسی تصویریں دی گئی ہیں گویا گھسٹریٹھ کی زیارت ہے سبحان اللہ ناظرین باتمکین کے رنگ و مذاق کے مطابق خط و افر لینے کے الفاظ فصیح و معانی بلیغ کے ساتھ بے بجا ذخیرہ پیش نظر ہے جسکا لطف کچھ اسکے دیکھنے ہی پر پھر ہے۔ فی الواقع اس قابل مصنف نے عجیب مفید خلائق کتاب لکھی اور خوب ہی داد قابلیت دی ہے اور توشہ آخرت خرید اسے۔ خداوند عالم لائق مصنف کو نعم البدل عطا کر کے اس کتاب کو مقبول عام کرے۔ آمین ثم آمین ۛ این دعا از من و از جملہ جہان آمین باد۔

عالم جناب مولانا مولوی الحاج محمد اسماعیل صاحب خطیب جامع مسجد و مدرس  
عربی و محکم مدرسہ متعلقہ جامع مسجد سربہ ضلع حصار تحریر فرماتے ہیں

برابر باب خبروت و بصیرت مخفی نہ ماند کہ کتاب لا جواب الموسوم سفر حریم الشریفین و احوال حرم ثلاثہ  
برای سیاحان عرب حجاز و شام و مصر بنزلہ رہنمائی کامل و پئی عازمان حریم الشریفین و لیل مفید از نتائج انکشاف  
طبیعت ذکیہ جناب مستغنی عن القاب خان بھادر حاجی الحرمین الشریفین مولوی عبد الرحیم نقشبندی درین  
ایام فرخندہ فرجام برائے خاص و عام و بحسن سعی مالا کلام انطباع یافت۔ ۹۱۵۵  
۲۵  
۱۵۵

قطعات تاریخ طبع سفر حریم الشریفین منجانب عالم جناب علی القاب مولانا مولوی  
خان بھادر محمد عبدالرحمن صاحب التماض بہ خاکی معزز بہ تمغہ قبضہ منہد مجاہد

سیول اینڈ ملٹری اینڈ نیکورادام اللہ افضا لکم

## قطعات تاریخ

تبرک کتاب ال طرب و کتاب بیت السور و زو تعالی شانہ کتاب جواب  
۳۲ ۱۳۶ ۳۲ ۱۳۶ ۳۲ ۱۳۶

۵

جناب خان بہادر محمد عبد الرحیم  
شرف ست - عرب دیدہ و مالک غیر  
پے رکھیشن سرحد ترک و ایرانی  
نواح کشور تاتار و چین راہیمو و  
شرف و عاقل و منشی و اہل تجربہ ایت  
زکر بلا و نجف نیز شد شرف اندوز  
پہ شرح و بسط نوشتہ کتاب لائش  
نصاب سلسلہ نگاشت حذاتالیف  
بانکشاف ہمہ حال ملک شام و حجاز  
خدا بہ اجر موفق کنادور دارین  
برائے مصرعہ تاریخ طبع از خساکی

کہ حاجے حرمین از سیاحت است اقلیم  
بکار فن مساحت بود شال و نیم  
شتافت جانب بغداد ہم چو باد نسیم  
بالفراغ بہ مدراس بازگشت مقیم  
سزوبہ افسری محکمہ زستہ تعلیم  
بہ دید نصف جهان را بقلب و لمع سلیم  
شواد سعی او مشکور اسے خدای کریم  
کتاب پاک بہ سہ حصہ ساختہ تقسیم  
کشید محنت بسیار صاحب تکریم  
دعای خاکی فانی پیے محب صمیم  
ہزار و سہ صد و سی و دو سال شد ترقیم

ایضاً

رحیم و بہرہا و ترک ایران سفر کنان سرفراز آمد  
بہ باب اقصی و قد ای شرف بفرق عجز و نیاز آمد  
مراحت از عرب خود بہ دولت امتیاز آمد

چو حاجی عبد الرحیم صاحب معاون افسر مساحت  
مدینہ بغداد و بصرہ دیدہ بہ کربلا و نجف رسیدہ  
بہ حج شرف شدہ ستودہ سعاد زاری فرودہ

۵ پیمائش ۵ اشارہ بطرف دیوار چین



نخستہ تالیف آپ تالیف نوشتہ حالات در کتابے  
چونکہ تاریخ بود بجز بحث خاک کی حساب ابجد

ز سلطنت یافته خطابے کہ مایہ فخر و ناز آمد  
بطبع تاریخ شکر ایند و کتاب شام و حجاز آمد

قطعه تاریخ تختیت بر حصول شرف سعادت حج و زیارات اماکن مقدسه  
بعد معاودات از نتیجہ طبع جناب مولینا مولوی قاضی حضرت محمد عبداللہ حسین صاحب  
تحلیل و ظلم عالمی صدر مدرس و سفیر سیہ قوۃ الاسلام معتمد کربلا

جناب خان بجا و شفق خوش خلق و ذی رتبت  
شرف حج بیت اللہ سے ہوئے مدینہ میں  
زہرے قسمت گزار ی شب رسول اللہ کی مجیز  
وہ پائی دولت سرمد کہ شاہوں کو نہیں حاصل  
خلیل خوش نوانے سال حج باتھنیت لکھا

عزیز محترم عبد الرحیم مکرمت منظر  
وہاں سے قدس شام و مصر جا بالآخر پہنچے گھر  
طفیل حضرت مرشد قریب روضہ اطہر  
نہو کیون قدسیوں کو رشک انکے بخت بعد پر  
سبارک آپ کو حج و زیارت ای ہمایون فر

ایضاً قطعہ تاریخ  
طبع این سفرنامہ حرمین شریفین و اماکن  
مقدسہ قدس شریف و مصر

خان بجا و جناب عبد رحیم  
کرو تالیف این سفرنامہ  
ہر کہ دیدش گفت برصہ قش

زایر و حاجی خدا آگاہ  
خوب و مرغوب و کامل و دلخواہ  
جدا مر حسب جزاک اللہ

بالبدایه سال طبع خلیل

گفت بالنیچه ج بیت ۱۲  
۳۲

ایضا قطعه تاریخ تکمیل سفرنامه از جناب ششی محمد عبدالباست صاحب خلیل  
تمتخلص به طرب درین رسمه خطی معکوس نگار

حاجه عبدالرحیم مراد سیلیم  
لوحش اللہ این سفرنامه  
سال اتمام آن طرب گفت

نمان بهادر فروغ علی وارث  
خوب بنوشت این طرب  
رسمه بهرہ مند تمام و عرب  
۱۳

قطعه تاریخ در صنعت زبر و بیدیه از نتیجہ طبع متانت توفیق جناب ششی  
ابو محمد عبداللہ شریف صاحب تصدیق سلا اللہ تعالی نائب میر مدرس  
فارسی مدرسه قوۃ الاسلام معکوس نگار

خان بہادر عبدالرحیم  
حاجی و زائر نیک آئین  
از حرمین و قدس شریف  
خوب سفرنامه بنوشت  
از بی سیاحین عرب  
سال ختمش از تصدیق

نظم و ششش روح نواز  
سایر مصر و شام و حجاز  
آمدہ چون با صمد اعزاز  
بہتر و کامل خوشش انداز  
سہل نموده راہ و راز  
خواست بحب عقل طراز

گفتش اینک بیت زبرد

بہر صادق راہ حجاز



## ولہ

خان بہادر مولوی عبدالرہیم  
 کردتالیف این سفرنامہ خوشا  
 بھرستیا میں وجہ حاج کرام  
 ہست پیش مسلمان ملک ہست  
 سال ختم و طبع آن تصدیق گفت

ذی خود فرخندہ طہیت خوش بیان  
 کس چنین نوشت در اردو زبان  
 کہد آسان راہ و شواروگران  
 بہتر و ناورد معزز ارمنان  
 بار تقوید کلمہ سے حاجیان  
 ۳۲ ۱۳

## ولہ

خان بھادر بدین سفرنامہ  
 بھر تاریخ طبع آن تصدیق

رہ نمودہ برہروان حجاز  
 زور تم طبع ارمنان حجاز  
 ۳۲ ۱۳

قطعة تاریخ از جناب حضرت غلام محمد صاحب شوکت مالک مطبع

شوکت الاسلام

خان بہادر جناب عبدالرحیم  
 سائر مصر و روم و تبت و شام  
 چون سفرنامہ عرب بنوشت

حاجی بیت خالق الکوین  
 زائمر و ضہ شہر ثقلین  
 طبع در مطبع شدہ بازمین

سال طبعش گفتہ شوکت

روح افزائے توکسہ حرمین  
 ۳۲ ۱۳

# بایکینج تاریخ لاجپور

۳۲ هـ ۱۳

## از نتیجہ قیاس طبع تصدیق

۳۲ هـ ۱۳

ہست مساح مدبرک ممتاز

۳۲ هـ ۱۳

خان بہادر سیم عبد الرحیم

۳۲ هـ ۱۳

بصفا سیم خوش انداز

۳۲ هـ ۱۳

کرو تالیف تحفہ بے عیب

۳۲ هـ ۱۳

گفت تصدیق سال آن نیکو

۳۲ هـ ۱۳

نقش مسعود شام و مصر و حجاز

۳۲ هـ ۱۳



بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

مقدور مہین کب تیرے صفوں کی رقم کا حقا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا

نحمدہ ونستعینہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد خاکسار مولف کمال ادب ناظرین ستودہ

آئین کی خدمات بابرکات میں گزارش پرداز ہے کہ عموماً تصنیف اور تالیف کا کام نہایت

مشکل اور دشوار گزار ہے بھہ وہ کہشن راستہ ہے کہ جس میں قلم کا سانپ بھی باوجود فولاد کا کلیجہ رکھنے کے

ہر ہر قدم پر ٹھوکرین کھاتا ہے۔ اور بھیکسی بزرگ کا قول عذر من صنف فقد استمدت ہمیشہ لغین

و مصنفین کے پیش نظر رہتا ہے اس بنا پر میرا ارادہ سفرنامہ لکھنے کا ہرگز نہ تھا دوسری وجہ بھہ بھی

تھی کہ ان مقدس و مبارک مقامات کے متعدد سفرنامے اب تک شایع ہو چکے ہیں اور ہوتے رہیں گے جنہیں

میری نظر سے بھی بہت سے گزر چکے جو کچھ کہ ادنین لکھا گیا ہے وہ ہماری رہنمائی کیلئے کافی ہے مگر سدی

علیہ الرحمہ کا یہ قول ہر کہ آمد عمارت نو ساخت بذ رفت منزل بدیگرے پرداخت۔ مینے بھی دوران سفر

میں کچھ حالات اپنی یادداشت کیلئے جمع کرتا رہا جب میں مصر سے واپس آ رہا تھا تو راستہ میں جناب مولانا

مولوی حاجی محمد سمیع صاحب سرسوی سے میری ملاقات ہو گئی۔ برسیل تذکرہ مینے اپنی یادداشت سفر

کو سنایا تو آپ نے بہت پسند کیا۔ اور جب میں وطن کو واپس آیا تو چند میرے معزز مخدوم و مکرم دوستوں

نے بھی میرے حالات سفر کو سنکر اس بات پر زور دیا کہ ضرور ایک سفرنامہ لکھا جائے اور انہیں میرے

قدیم عنایت فرما راخوئم فی الطریقیت جناب مولانا مولوی محمد عبدالرحمن صاحب خلیل نقشبندی خلیفہ جناب

مرشدنا و مولانا مولوی حضرت سید جماعت علی شاہ صاحب قبلہ محدث علیپوری مدظلہ العالی نے بہت

ہی زور دیکر قلمی امداد بھی عطا فرمایا۔ میں نے اپنی کچھ سیدی کچھ عیدم الفرضتی اور ناقابلیت کا اظہار کر کے

بہت کچھ عذرخواہی کی لیکن میرے معزز مخدوموں اور مکرم دوستوں نے نہ مانا پر نہ مانا۔

آخر کار مجبور ہو کر مینے اپنے اوراق پریشان کو جمع کرنا شروع کیا میرے مکرم دوستوں کا یہ اصرار

رہا کہ سفرنامہ ایسا لکھا جائے جس میں علاوہ جغرافیائی حالات کے کچھ صحیح نقبشات ارض مقدس بھی شامل ہوں

اور چند مقامات متبرکہ کے عکسی فوٹو بھی جا بجا لگائے جائیں بظاہر اسکی تمیل میرے لئے سخت مشکل تھی مگر خدا کا

لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مینے ایک حد تک اپنے مکرم دوستوں کی آرزو پوری کر دیا۔ جتنے سفرنامے اب تک شایع

ہو چکے ہیں انہیں اگر کمی ہے تو نقشبات عکس تصاویر کی ہے ورنہ یہ سفرنامہ میرے خیال میں اگلے سفرناموں سے کوئی فوقیت نہیں رکھتا ہے۔

میں نے اس سفرنامہ کو سوم ربیع الثانی روز جمعہ ۱۳۳۱ھ ہجری بمقام دیلور (ملک مدراس) شروع کر کے دو جمعہ تاریخ ۸ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ کو مقام نگبور (ریاست میسور) میں بادبود اپنی خدمت کی ذمہ داریوں کے ختم کیا ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ بھی میری سرگزشت کہاں تک ناظرین کیلئے دلچسپ ثابت ہوگی اور اہل نظر چشم قبولیت سے دیکھنے کیونکہ نہ اس میں وحشت کی داستان ہے نہ ہجرو و دل کا انسانہ نہ حکایت اشتیاق ہے نہ شکایت فراق مگر سید ہے سادہ ہے ملک کے جغرافیائی حالات و قابل دید زیارت کا وہ بھی ٹوٹی پھوٹی اردو میں (بیان ہر جس سے مذہب اسلام کو خاص تعلق ہے۔

قاعدہ قدرت ہے کہ جو چیز عزیز ہوتی ہے اس کے کثرت ذکر سے قلب کو فرحت اور تسکین پہنچتی ہے اس کے برعکس جس چیز سے نفرت ہوتی ہے اسے اس طرح اس کے بیان سے دلکو وحشت معلوم ہوتی ہے علاوہ بریں سرزمین حجاز سے اب تک کوئی اخبار یا رسالہ نہیں نکلا جو واقفیت عامہ کیلئے رہنمائی کا کام دے ایسی صورت میں بقدر حالات وہاں کے لکھے جائیں کم ہیں۔

سفرنامہ میں جس قسم کی اطلاعیں لازمی اور ضروری ہیں یعنی ملک کی اجمالی حالت مع جغرافیہ نقشبات و نو مقامات تبرکہ، قدیم تاریخی واقعات کا اختصار، گورنمنٹ کا طریق انتظام وغیرہ و غیرہ جہاں تک مجھے ہو سکا میں نے اس سفرنامہ میں لکھ دیا ہے۔

مجھے اس سفرنامہ کی تحریر سے کچھ اظہار لیاقت و فصاحت، طلاقت لسانی یا ناموری یا شہرت دنیاوی فی نظر نہیں ہے میری نیت خالصاً اللہ نقطہ اظہار حالات سفر میں الشیرفین و زیارات اماکن مقدسہ و حرم ثالثہ یعنی بیت المقدس و شام و مصر وغیرہ و غیرہ جنکی عازمان بیت اللہ و تباہین رسول اللہ و زائرین رضی اللہ عنہم کو ہنگام سفر میں ضرورت پڑتی ہے بحث کرنی منظور ہے یہ بھی دیکھا گیا کہ جن بزرگواروں نے سفر حجاز کے بعد جس قدر حالات پہلک کے پیش کئے ہیں ان میں اکثر بجز معیتوں و قوتوں اور پریشانیوں کے باقی حالات اور ضروری واقعات کو نظر انداز کر دیا ہے تجربہ بتا رہا ہے کہ یہ مقدس سفر جو ایک دلپذیر اور دلکش ہجرا و بنا چاہئے تھا انوس ہے کہ وہ حیرت و وحشت کی نظر و دن پہلے ہی سے دیکھا جاتا ہے۔

میں نے اگرچہ اس کتاب میں عربوں اور ترکوں کی تمدنی یا ملکی حالت پر بحث نہیں کی ہے اور نہ اس قسم کی بحث میرے منصب حالت کے لحاظ سے مناسب تھی تاہم اس سفرنامہ کو پڑھکر ناظرین کے دلوں میں ایک حد تک عربوں اور ترکوں کی تہذیب و تناسلیتگی کا حال معلوم ہو جائیگا۔

شمس العلماء جناب علامہ شبلی کا عید قول آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ سفرنامہ اگرچہ تاریخی سلسلہ کا ایک دلچسپ حصہ ہے لیکن مستند و دلچسپ ہے اوسقدر غلطیوں کے احتمالات سے ملو ہے ایک بڑی غلطی جو عموماً سفرنامہ لکھنے والوں کو واقع ہوتی ہے جزئیات سے کلیات کا قائم کرنا ہے سفر میں انسان کو ہر شے کا سے سابقہ پڑتا ہے وہ اس کے اخلاق عادات و خیالات کے تمام قوم کی نسبت عام رائے قائم کر لیتا ہے حالانکہ ممکن ہے کہ وہ امور انہیں چند اشخاص کیساتھ مخصوص ہوں اسی طرح ہر واقع سے وہ ایک عام نتیجہ نکالنا چاہتا ہے اور واقعہ کے خاص اسباب کی جستجو میں نہ وہ اپنا وقت صرف کرنا چاہتا ہے نہ اوسکو اسقدر فرصت مل سکتی ہے۔ غلطی کا بڑا سبب یہ ہے کہ جو شخص کسی ملک کا سفر کرتا ہے اوسکی نسبت پہلے سے اس کے خیالات دوستانہ یا مخالفانہ ہوتے ہیں وہ ان بھونچکر اول اول جو کچھ وہ دیکھا ہے وہ محض سرسری ہوتا ہے اور چونکہ ایسی اجمالی واقفیت استنباد و نتائج کیلئے کافی نہیں ہوتی اور وہ نتیجہ کے قائم کرنے میں دیر تک انتظار نہیں کر سکتا۔ اس لئے وہ ہر واقعہ کیساتھ قیاسات کو دخل دیتا جاتا ہے ان قیاسات کے وقت وہ من ظن یا سوچ کر جو پہلے سے اوسکے دلوں میں موجود تھا چپکے چپکے اپنا کام کرتا ہے اور اوسکو خبر تک نہیں ہوتی۔ اور ایک بڑا سبب یہ ہے کہ سیاح کو چونکہ حالات کے دریافت کا نہایت شوق ہوتا ہے اس لئے وہ ہر شخص سے جو اوسکو ملتا ہے کچھ نہ کچھ معلومات کا سراپہ محال کرنا چاہتا ہے اس تسلیم میں وہ ان تحقیقات کی کہ وہ شخص ثقہ ہے یا غیر ثقہ روشنفکر یا سادہ دماغی و دقیق النظر ہے یا ظاہر میں کچھ پرواہ نہیں کرتے اور برکت بھی چاہتے تو کامیابی نہیں ہو سکتی۔ میں نے علامہ شبلی کا یہ مضمون ہمیشہ مد نظر رکھا اور جہاننگ مجھے ہوسکا میں نے اپنے سفرنامہ کو ان باتوں سے پاک و صاف رکھا کہ جو کچھ لکھا ہے وہ میرا ذاتی تجربہ و مشاہدات پر مبنی ہے بجا و شام و تعلق سے قطعی پرہیز کیا گیا ہے۔ اتفاق منہ سے مجھے چند ایسے معقول ذرا بیہ میرے جن سے دریافت حالات میں کافی مدد ملی تاہم یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس سفرنامہ میں بیت المقدس شام و جزیرہ وسط و غیرہ کے حالات و زیارات و روایات کے متعلق بجز شہرت اور ضروریات کی حکایات یا اپنے چشم دید واقعات کے قرآن و حدیث یا تاریخ کوئی ایسا ثبوت نہیں ہے جو وثوق



کیسا حقہ بیان کیا جائے۔ گو میں نے اپنے خیال میں بہت کوشش اور تحقیق سے کام لیا ہے اس پر بھی کہیں اگر غلط روایت لکھ دی گئی ہے تو یہ تباہی دہانگی غلطی پر دلالت ہے واللہ اعلم بحقیقت الحال بعض اصحاب کی نظر میں شاید اس سفرنامہ کا سب سے بڑا نقص اسکی طوالت ہوگی۔ میں نے عمداً بعض مقامات کو نہایت تفصیل کے ساتھ مع تاریخی واقعات و جغرافیائی حالات کے لکھا ہے۔ بہر حال اس طوالت کا سب سے بڑا فائدہ میرے نزدیک یہ ہے کہ جن جن مقامات کو میں نے لکھا ہے وہ ان کے حالات استدرک و نظائر کے ذہن نشین ہو جائیں۔ کہ اگر وہ خود بھی ان مقامات تہرکہ کو جا کر دیکھیں تو شاید اتنی قلیل مدت میں انرا جاکر کثیر کا بار اٹھا کر بھی اس سے زیادہ دلچسپ اور پر لطف حالات نہ معلوم کر سکیں اور میرا سفرنامہ یقیناً انکو رہنمائی کا کام دیگا۔

میں نے اپنے سفر میں امیر دون یاد و لتندون سے ملاقاتیں کرنے کی کوشش نہیں کی اور نہ مجھکو اسکا شوق رہا۔ با این خدا ساز اتفاق سے حجاز ریلوے میں ایک معزز امیر ترک سے ملاقات ہو گئی جو شام شریف کے مقامات تہرکہ میں میرے رفیق راہ رہے۔

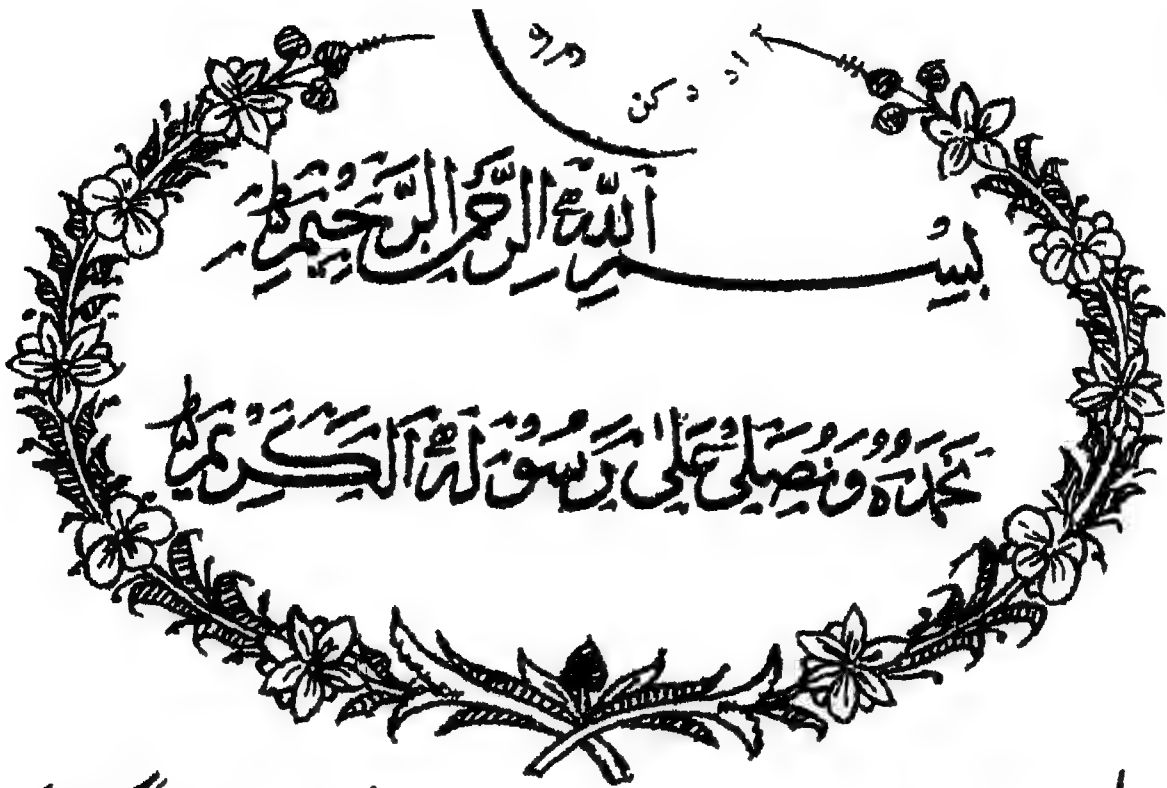
آئینہ میں اول بزرگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنکی قیمتی تالیفات و تصنیفات سے میرے سفر نامہ کو مدد ملی ہے۔ و نیز حضرات اہل زبان سے اپنی نغز شون کیلئے معافی کا خواستگار ہوں اس کتاب کے ناظرین ستودہ آئین سے التماس ہے کہ مجھ خاکسار کے حق میں دعائے خیر فرمائیں اور اگر بشرط یادری تست روضہ اقدس و اشرف حضرت سرور کائنات علیہ افضل التحیۃ و التسلیات پر شرف اندوز زیارت کا اتفاق ہو تو اس کینہ غلام کی طرف سے بھی سلام عرض کر دیوں۔

درگاہ مجیب الدعوات سے امید قوی ہے کہ اس ناچیز تالیف کے کار آمد ہونیکی آرزو کو پوری کریگا

راقم

خاکسار عبد الرحیم

روز جمعہ ۸ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ ہجری مقام نگبور



## روانگی سفر

خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے کہ مجھے جیسے گنہگار کو ایک ایسے مبارک سفر کا خیال عطا کیا جو بڑے بڑے دولتمندوں کو بھی نصیب نہیں ہوتا ہے۔ میرے دل میں حج بیت اللہ و زیارت روضہ رسول اللہ کا خیال دو سال سے موجزن تھا جو بات چند در چند یہ سعادۂ شہدۃ ۱۳۲۸ھ میں نصیب نہوسکی۔ میرے سفر نامہ کے نام سے صاف ظاہر ہے کہ یہ مادۂ تاریخی و حج اکبر خاص اسی سال کے لئے قدرت نے میرے لئے مقرر کر دیا تھا۔ میں پندرہ ماہ کی رخصت حاصل کر کے ۱۰ اکتوبر ۱۹۱۱ء بروز شنبہ مطابق ۱۶ شوال المکرم ۱۳۲۹ھ مقدسہ کو حسبی اللہ لا الہ الا هو علی ما توکلت وھو رب العرش العظیم پڑھتا ہوا اپنے گھر قبضہ دیلو سے روانہ ہوا۔

میرے والد بزرگوار و برادران عقیدت شعار و احباء صادق المحبت نے ریلوے اسٹیشن تک آکر اپنی مخلصانہ دعاؤں کے ساتھ مجھ کو رخصت فرمایا۔ دو بجے دن کا چلا ہوا دس بجے شکوہ بنگلور کنٹونمنٹ اسٹیشن پر پہنچا۔ اتفاق سے اس روز بنگلور میں بہت زور شور کی بارش ہو رہی تھی باوجود کثرت بارش کے اسٹیشن پر بہت سے احباب مجھے لینے کیلئے حاضر تھے۔ میں میرے دوست جناب خاں صاحب نشی محبت جمد الحق سروے آف انڈیا کے مکان پر اترا۔

میرے بنگلور آنے کی وجہ یہ تھی کہ اندون بنگلور میں قدودۃ السالکین زبدۃ العارفین جامع شریعت و طریقت واقف رموز معرفت و حقیقت مولانا و مرشدنا حاجی حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب قبلہ

نقشبندی قادری محدث علیپوری مدظلہ العالی رونق افروز تھے مین بہت دنوں سے ارادہ رکھتا کہ اگر موقع ملا تو حضور پر نور کے دست حق پرست پر توبہ کر لوں۔ ایسا موقع پھر مجھ کو نہیں مل سکتا تھا۔  
روز چہار شنبہ ۱۱ راکو بمطابق ۱۰ ارشوال المکرم کو مین پیر و مرشد کے دست حق پرست پر توبہ کر کے سلسلہ نقشبندیہ مین داخل ہونے کا فخر حاصل کیا۔ **فَلْتَدِ الْخَمْدُ وَالْمَنَّةُ**

پنجشنبہ ۸ ارشوال المکرم کو مین ظہر سے عصر تک اپنے پیر و مرشد کے حضور مین بیچارہ اور بہت سے ارشادات دینیہ سے مستفید ہوا۔ آپ مجھ کو ضروری ہدایات سفر حرمین لکھوا دئے اور نماز عصر کے بعد مجھ کو دعائی خیر کے ساتھ رخصت فرمایا۔ اور یہ شعر زبان مبارک پر لائے **بِغُرْفَتِ مَبَارِکِ** سلامت روی و باز آئی۔

مین اسی شب دس بجے بنگلور شی ریلوے سٹیشن سے بمبئی کی جانب روانہ ہو گیا ہفتہ کی صبح کو ۷ بجے گاڑی پونہ پہنچی ۷ بجے پونہ سے روانہ ہو کر سوا گیارہ بجے دن کے بمبئی داخل ہو گیا۔ پونہ سے جب گاڑی روانہ ہوتی ہے تو درجہ اول و دوم کے مسافروں کا اسباب مثل ٹرنک یا بستہ وغیرہ مسافروں سے علیحدہ کر کے دوسری گاڑی مین بحفاظت رکھ کر ایک رسید دیدی جاتی ہے بمبئی پہنچ کر رسید دکھلانے سے اپنا مال مل جاتا ہے۔ یہ سامان اُس سے علیحدہ ہے جو چلتے وقت جسکی بٹھی کرائی تھی جو بریک مین زیر حفاظت گاڑاؤ تھا۔

راستہ مین بسبب بارش کے جا بجا پانی ہی پانی اور کچھ نظر آ رہا تھا۔ کھیت باغات سرسبز دکھائی دے رہے تھے۔ کلتھی اور راگی کی پیداوار نظر آ رہی تھی۔ پہاڑ دور دور تک صاف اور خوشنما دکھائی دے رہے تھے۔ مگر صبح صادق کے وقت انکی بلند چوٹیاں کیسے درابر مین ڈبکی ہوئی تھیں۔  
راستہ مین یہ منظر کیسے رافسوس کے ساتھ دیکھا گیا کہ پونہ اور بمبئی کے درمیان سورتی عورات پردہ کی زیادہ پابند نہیں مین عمدہ لباس و نین پلاٹ فارم پر بغیر نقاب کے بے دھڑک دکھائی



دیتے ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ مسلمان تھے یا اہل ہندو۔

پونہ اور بمبئی کے درمیان ریل ۲۴ وقت بھویار سے گزرتی ہے یعنی پہاڑوں کو نکتہ مار کر راستہ نکالا گیا ہے۔ درجہ دوم کی گاڑیاں نہایت عمدہ ہیں کوچن دودو آدمیوں کے بیٹھنے کے لئے علیحدہ علیحدہ ہیں۔ رفرشمنٹ کار یعنی کھانے کی گاڑی بھی ہمراہ لگائی جاتی ہے جس میں چائے اور روٹی لیمونیز اور کھانا ملتا ہے۔ اکثر مسافر اس میں ٹھیکر چائے نوشی میں اپنا وقت گزارتے ہیں۔

**وکتوریہ ٹرنس ریلوے اسٹیشن بمبئی** | یہ عالیشان اسٹیشن سمندر کے کنارے شہر کے

درمیان بوری بندر پر واقع ہے۔ عمارت قابل دید ہے متعدد پلاٹ فارم بنے ہیں۔ مسافروں سے ایک اسٹیشن آگے ہی ٹکٹ وصول کر لیا جاتا ہے۔ بہت سے کوچ اور وکتوریہ گاڑیاں اسٹیشن پر موجود رہتی ہیں۔ کرایہ بہ نسبت اور شہروں کے یہاں کچھ زیادہ ہے۔ میں نے اپنا اسباب ایک وکتوریہ گاڑی میں ڈاکر شاہجہان پالیس ہوٹل کو جو سیتارام بلڈنگ میں ریلوے اسٹیشن سے تقریباً ۳ فرلانگ کے فاصلہ پر جانب شمال واقع ہے روانہ ہو گیا جس کا کرایہ ۸ روپيا پراسیٹھ سماعیل حبیب کے مسافر خانے میں ٹہرنے والے مسافروں کے لئے بہائیکہ کا اسٹیشن اور کوسیٹھ کے مسافر خانہ میں اترنے والوں کو وکتوریہ ٹرنس نزدیک ہے مگر مناسب تو یہی ہے کہ تمام مسافر وکتوریہ ٹرنس ہی پر اتریں۔

موسم حج میں اپنی غرض کے لئے حاجیوں کے لائسنس یافتہ دلال با انکے ملازم ریل کی آمد کے وقت وکتوریہ ٹرنس اور گرانٹ روڈ ریلوے اسٹیشن پر موجود رہتے ہیں۔

**شاہجہان پالیس ہوٹل** | یہ ہوٹل سیتارام بلڈنگ میں متصل کرا فورڈ مارکٹ عمارت

کے دوسرے منزلہ پر واقع ہے جس کا پر وپراٹھ ایک پنجابی مسلمان پروف شاہ نامی ہے جیسا کہ ہوٹل کا ظاہری نام تاج محل پالیس ہوٹل کے مقابلہ پر شاہجہان پالیس ہوٹل رکھا گیا ہے اس طرح

اوسکا اندرونی انتظام بہت کچھ قابل اصلاح ہے۔ تاہم ممبئی جیسے اُمّ الدیار یا باب الہند میں  
یہ بھی غنیمت ہے متعدد کمرے میں ہر ایک کمرے میں دو سے لیکر چار بلکہ پانچ اور چھ چار پائیا  
تک بچھی ہیں۔

عسلخانہ فقط کل ہوٹل کے مسافروں کے لئے ایک ہے پانٹخانے دوہین جو اس ہوٹل کے لئے میری رائی میں کافی نہیں ہیں۔ کھانا ملتا ہے عمدہ چانول دئے جاتے ہیں کرایہ درجہ اول بمیہ تین روپیہ مع خوراک اور غیر بنیر خوراک۔ درجہ دوم کا یومیہ کرایہ عاصم مع خوراک اور عہدہ بغیر خوراک مقرر ہے لباس بدلنے کے لئے کوئی ڈرسنگ روم نہیں ہے نہ ڈرائینگ ہال ہے۔

ناظرین کو آگے چلکر معلوم ہوگا کہ ملک شام اور مصر میں اعلیٰ درجہ کی ہوٹلیں اس سے کم کرایہ پر ملتی ہیں۔ بہت سے مسافر اس ہوٹل میں کھانا باہر کسی ہوٹل میں کھایا کرتے ہیں چنانچہ میں بھی باہر ہی کھانا کھایا۔ اس ہوٹل میں دن کا کھانا اندرون ایک بچے اور شب کا نو بچے کے بعد ملتا رہا۔ جبکہ ایک بچے دن تک فاقہ کرنیکی عادت ہوا البتہ یہاں کے کھانے پر صبر کر سکتے ہیں۔

شہر بمبئی میں اور بھی عمدہ ہوٹلین ہیں۔ کاشمیر ہوٹل اسی سیتارام بلڈنگ میں ہے میں اندر جا کر نہیں دیکھا مگر میرے چند دوستوں کی زبانی معلوم ہوا کہ اس ہوٹل کی حالت اچھی ہے میری رائے میں پرس آف ویلز ہوٹل اچھلے ہے سنا گیا کہ امرتسر ہوٹل میں عمدہ انتظام ہے۔ اگر زیادہ دن رہنا ہو تو قیام کرنے سے پہلے ہوٹل کو بحشم خود دیکھ کر اترنا مناسب ہے۔ علاوہ ان کے بہت بڑے بڑے انگریزی ہوٹل موجود ہیں انہیں یوٹیہ فیس زیادہ ہے اور ان ہوٹلوں میں اسلامی طرز کا کھانا نہیں ملتا حاجیوں کو دیکھ سمجھ کر اپنے قیام و طعام کا انتظام کرنا چاہئے۔

بہی مین کھانے کی دوکانیں | بہی مین بہت سی کھانے کی دوکانیں ہن۔ جہان میر  
و غریب سب کھاتے ہن۔ میرے تجربہ مین صرف دو دوکانیں پسند آئیں ایک کرا فورڈ مارکٹ

کے روبرو والی حسین صبح سے شام تک اقسام کے کھانے موجود رہتے ہیں امیر و غریب ہر دو کیلئے موزون ہے ۲ روپے لیکر عہ روپیہ تک ایک وقت آدمی کھا سکتا ہے۔ صفائی یہاں نہیں ہے دوسری دوکان گرانٹ روڈ کے موڑ پر ہے وہاں بھی عمدہ اور اقسام کے کھانے ملتے ہیں۔ آئین کسید رضا ہے اور انگریزی وضع سے کھانا دیا جاتا ہے علاوہ ان دوکانوں کے بھنڈی بازار میں چند دوکانیں عمدہ ہیں مناسب قیمت پر کھانا ملتا ہے۔

معمولی دوکانوں میں جو عام طور پر بازار میں غذا ملتی ہے ان میں اکثر گائی اور بھنسیں کا گوشت استعمال ہوتا ہے جو مضر صحت ہونیکے علاوہ امراض پیش یا اسہال میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے موسم گرما میں تو ضرور ایسی غذا بھی میں نقصان پہنچا دیگی۔ مگر یہ بات بھی اپنی اپنی مزاج اور طبیعت پر موقوف ہے جہاں تک ہو سکے سفر میں ایسی غذاؤں سے پرہیز کرنا اچھا ہے۔

**تھامس کوک انڈسٹری** | ۴۱ اکٹوبر کو جب شاہجہان ہوٹل میں اپنا اسباب غیرہ رکھ کر

کوک کمپنی کے دفتر کو گیا دفتر مذکور اسپلینڈر وڈ پر واقع ہے۔ اس کمپنی کے ذریعہ رومی زمین پر کسی حصہ کا ٹکٹ جہاں ریل اور جہاز ہو مل سکتا ہے کمپنی مذکور کی تعریف کرنے کی ضرورت نہیں ہے کل تعلیم یافتہ اصحاب اس کمپنی کو جانتے ہیں اسکی شاخیں رومی زمین پر بڑے بڑے شہروں میں موجود ہیں۔ اسکی معرفت ٹکٹ لینے سے بہت آسانی ہوتی ہے اور ہر کو کچھ زیادہ روپیہ دینا نہیں پڑتا اس تکلیف سے بھی نجات ملتی ہے جو عموماً ریل یا جہازی کمپنیوں میں جا کر ٹکٹ خرید کرتے وقت ہوتی ہے جسقدر معزز انگریز یا ہندوستانی یورپ وغیرہ کو جاتے ہیں انکا زیادہ حصہ اسی کمپنی کی معرفت جہاز اور ریل کے ٹکٹ خرید کرتا ہے۔ چنانچہ میں بھی قبل روانگی بیت اللہ شریف کے کوک کمپنی کی معرفت خط و کتابت کر کے اپنا ٹکٹ بمبئی سے جدہ تک درجہ اول کا خرید کر چکا تھا۔ قانون کمپنی کے بموجب ٹکٹ خریدنے سے پیشتر نصف کرایہ روانہ کرنا چاہئے میں نے بھی حسب دستور



نصف قیمت ٹکٹ کی روانہ کر چکا تھا باقی نصف قیمت ادا کر کے جہاز خسرو جو بمبئی پر شیا اسٹیم ناؤنگیشن کمپنی کا ہے دیرہ سو روپیہ میں درجہ اول کا ٹکٹ لے چکا۔

کارکنان کوک کمپنی نہایت پر اخلاق و بامروت ہیں جو کچھ دریافت کر خوشی سے بتاتے ہیں جہان تک ہو سکتا ہے مسافروں کے سوالات کا جواب دینا اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔ میں اپنے ناظرین کو سفارش کرتا ہوں کہ بروقت روانگی جہاز مقدس یادگیر سیاحت کے لئے موقع ہو تو یہی کی معرفت اپنا ٹکٹ خریدیں بہت آرام ملیگا۔

**کوک کمپنی کے سرکلر نوٹ** | اس کمپنی کی معرفت اپنا مبلغ حفاظت سے لیجا سکتے ہیں

سرکلر نوٹ پانچ دس یا بیس پونڈ کے روپیہ ادا کرنے پر ملجاتے ہیں۔ رومی زمین پر کل کوک کمپنی کے آفسوں یا مشہور بینکوں میں یہ نوٹ پیش کرتے ہی بلا عذر ایک منٹ کے اندر روپیہ ملجا تا جیسا کہ یہاں ان مقامات کے نام لکھتا ہوں جہاں میں نے اس قسم کے نوٹ بھنائے ہیں۔ دمشق، حلب، بیروت، حیفہ، بیت المقدس، اسکندریہ، پورٹ سعید اور مصر۔

میں حفظاً مقدم کے طور پر لکھتا ہوں کہ نقد روپیہ یا سونے وغیرہ لیجانے کے عوض کوک کمپنی کے سرکلر نوٹ لیجانے میں بہت آرام ہوگا۔

میں بیت اللہ شریف کو جانے سے قبل دیرہ ہزار روپیہ کے سرکلر نوٹ فی نوٹ ۵ پونڈ کے حساب سے لیگیا تھا۔ یہ نوٹ ایک سال کے اندر جہاں کہیں بھنا نا چاہیں بھنالیں۔

روپیہ لیتے وقت دلائی کیسج کے موافق روپیہ ملیگا۔ مجھ کو دیرہ ہزار روپیہ نہیں گل بار بار بڑھ لگا تھا جو آرام کہ میں نے ان نوٹوں سے اٹھایا اسکے مقابلہ میں یہ معاوضہ کچھ تھا۔

اگر نوٹ گم جائے تو معقول ذمہ داری پر روپیہ واپس مل سکتا ہے۔

ان حاجیوں کو جو ارض مقدس ہوتے ہوئے مصر وغیرہ کی سیاحت کرنا ہو ضرور اس کمپنی

کے سرکلر نوٹ فائدہ دینگے۔ نقد روپیہ لیجانے میں بہت مشکلوں کا سامنا اور ہر وقت چوریکانہوت بدوٹکاؤں کا رہتا ہے علاوہ اس کے روپیہ کی حفاظت کرنا بھی بڑی مشکل ہے مگر میں ہیبانی کے اندر اثر فوٹو نگار کھنا بھی حجاز مقدس میں خطرہ سے خالی نہیں ہے۔

**بہی میں حاجیوں کی کثرت** | اس سال حج اکبر کی وجہ سے بہی میں بہت حاجی جمع ہو گئے ہیں جن کی صحیح تعداد معلوم کرنا بہت مشکل ہے نہ علمہ محافظ حجاج ہی کو خبر ہے کسی اور کو کہ اس وقت بہی میں کتنے حاجی موجود ہیں اور کتنے واپس چلا گئے۔ البتہ ان حاجیوں کا پتہ تو محافظ حجاج کو رہتا ہے جو ساحل بہی سے جدہ شریف کو روانہ ہوئے۔

۱۴ اکتوبر کو میں شام کے وقت مسافر خانہ کو سٹیج اور سہیل سٹیج کو جا کر دیکھا میری راہ میں دونوں مسافر خانے اسلامی ہوٹلین اور سرکاری کیا مپ وغیرہ میں ملا کر تقریباً چھ ہزار حجاج موجود تھے اور ہر روز حاجیوں کی آمد برابر جاری تھی مسافر خانے اور ان کے قریب کے راستہ سب حاجیوں سے بھرے تھے جو راستوں کے اوپر پڑے تھے انکو دنگی گرمی اور رات کی خنکی کو بچانے کے لئے بجز قدرتی نیلگوں چادر کے اور کوئی چیز نہ تھی۔ سرکاری قوانین کی پابندی چپک کے ٹیکہ کا لگانا۔ جہاز کے ٹکٹوں کا نہ ملنا۔ دلالوں کا عین وقت پر یا پوسانہ جواب دیکر ٹکٹ کے دام دو گئے بلکہ تگئے وصول کرنا نفسی نفسی کی حالت تھی۔ اس وقت ان کی حالت بمصداق اس شعر کے تھی کہ کون سنتا ہے فغان حجاج + ہجر حجاج بجان حجاج +

۱۵ اکتوبر بروز اتوار مطابق ۱۲ شوال المکرم میں صبح کے وقت مشی کرتا ہوا ریلوے اسٹیشن کی جانب چلا گیا۔ اسٹیشن پر معمول سے زیادہ لوگ جمع تھے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آج بہت سے حجاج بسبب نہ ملنے ٹکٹ اور زائد ہو جانے کرایہ جہاز کے اپنے اپنے وطن کو واپس چلا جا رہے ہیں جنہیں زیادہ تر بنگالی تھے۔

آج حسن اتفاق سے علامہ ابو الفضل محمد احسان اللہ صاحب عباسی مصنف تاریخ اسلام و مترجم قرآن سے نیاز حاصل ہوا علامہ موصوف بلند خیال اور عالی دماغ بزرگ ہیں مولانا موصوف سے ملکر مجھے بڑی مسرت حاصل ہوئی مختلف معاملات و سیاحت چین و بڑی دیوار چین کی نسبت گفتگو ہوتی رہی۔ آپ بغرض علاج و تبدیل آب و ہوا بمبئی تشریف لائے تھے شام کو مولانا موصوف کے ہمراہ پولو بندر پر جا کر دریا کی سیر کرتا رہا مولانا صاحب یہاں سے غار الورا کے دیکھنے کو اورنگ آباد کی طرف دوسرے روز چلا گئے۔

اس سال کرایہ ترقی کا یعنی جہاز کے درجہ پنجم کا اس قدر بڑھ گیا تھا کہ گذشتہ دس سالوں میں اس کی نظیر کہیں نہیں ملیگی۔ کہاں چالیس اور پچاس روپیہ گذشتہ سال کا کرایہ کہاں اس وقت تو بلکہ ایک سو پچاس روپیہ تک لوگوں سے دلالوں نے لیکر ٹکٹ خریدا۔ اس سال کرایہ کی حالت تقریباً یہ تھی۔ کرایہ درجہ اول ۵۰ روپیہ سے ۲۰۰ تک۔ درجہ دوم ۲۰ سے ۵۰ تک۔ درجہ سالو ۸ سے ۱۱۰ تک۔ درجہ پوپ یعنی عرشہ ۶۰ سے ۱۱۰ تک۔ اور ترقی ۵۰ سے ۱۰۰ تک بلکہ موقع پر ۱۱۰ تک ہو گیا تھا۔

بہت سے لوگ اس سال وہی دقیانوسی خیالات اور حساب کے موافق ۳ سو روپیہ ہم سو تک ہمراہ لیکر ج کے لئے چل کھڑے ہوئے انکو بمبئی داخل ہو کر اپنی غلطی پر سخت ندامت اٹھانی پڑی اسی ندامت سے آج تقریباً دیرہ ہزار حجاج اپنے وطن کو واپس چلا گئے۔

بمبئی کے مسافر خانے کیامپ اور ہوٹلین سب بھرے تھے بخاری بلوچی اور افغانیوں نے تو سڑکوں ہی پر اپنا بستر اجا دیا تھا جبکو ٹکٹ جہاز کے مل گئے وہ تو خوش تھے اور جنہیں ٹکٹ نہیں ملا تھا جو دلالوں کے ہاتھ میں پھنسے ہوئے تھے بڑی بیتابی سے ٹکٹ کا انتظار کر رہے تھے۔ جہاز کے ٹکٹ کے ہمراہ خوراک نہیں ملتی ہے خوراک کا انتظام آپ خود کرنا چاہئے خواہ کسی درجہ کا ٹکٹ ہو



خوراک نہیں ملتی ہے۔

## اشیاء ممنوعات | مذکورۃ الذیل وزن سے زیادہ اشیاء ممنوعہ کا بمبئی میں یا حجاز

مقدس کو لانا یا لیجانا بالکل خلاف قانون ہے اگر بروقت تلاش زیادہ شئی برآمد ہو تو مسافر مبتلائے مصیبت ہوگا۔ تمباکو ۴ سیر خچہ۔ آفیون ۳ تولہ۔ چاندو ۱ تولہ۔ مک ۱ تولہ۔ گانجہ ۵ تولہ۔ بھنگ ۲۰ تولہ۔ چرس ۲۰ تولہ۔ گوکین ۶ گرین۔ ایرانی آفیون کی ممانعت کلی۔ دسی ریاستوں سے آنے والوں کے لئے گانجہ اور اوسکی ساختہ اشیاء کے لئے تولہ سے زیادہ لانے کی ممانعت ہے (منقول از باب مکہ)

## بمبئی کے مسافر خانے | حاجیوں کو ٹہرنے کے لئے بمبئی میں دو مسافر خانے ہیں ایک

مرحوم سیٹھ اسماعیل حبیب کا۔ دوسرا کو سیٹھ کا۔ آخر الذکر فقط حاجیوں کے لئے مخصوص ہے داؤدی بھونرون کیلئے سرآمد جی پیر بھائی کا جماعت خانہ حضرات اثنا عشریہ کیلئے میر سیر علی کا امام بارہ و جماعت خوبہ کیلئے احمد دیو جی کا مسافر خانہ موجود ہے۔ میری رائی میں اگر زیادہ دن ٹہرنے کا اتفاق ہو تو گرانت روڈ یا بھنڈی بازار میں کوئی مکان کرایہ پر لیکر ٹہرنا اچھا ہے ایام حج میں مسافر خانوں کی حالت اچھی نہیں رہتی ہے۔ مسافر کو زیادہ تر صفائی کا خیال رکھنا چاہئے۔

## حاجیوں کے لئے جہازی کمپنیاں | (۱) مغل لائن (۲) جرمن ایٹ آفریقی لائن

(۳) بمبئی اور حجاز لائن (۴) برٹش انڈیا لائن کے جہازات حاجیوں کو موسم میں لایا اور لیجا کر لے ہیں۔ میری رائی میں تمھامس کوک انڈسٹری کی معرفت خط و کتابت کر کے ٹکٹ کا انتظام کر لینا مناسب ہے۔ اگر ایک شہر یا قصبہ سے دو چار آدمی جائیں تو ایک کے نام سے بندوبست کر سکتے ہیں مگر ٹکٹ علیحدہ ہر ایک کے نام کا لینا چاہئے۔

## جہاز کے درجے | سوائے برٹش انڈیا لائن کے شاید دوسری کمپنیاں پانچ درجے

ہوتے ہیں میرے خیال میں سالون کا ٹکٹ دوسری کمپنیوں کے جہاز میں اور دوسرے درجہ کا ٹکٹ برٹش انڈیہ کے جہاز میں لینا کافی ہے۔ مغل کمپنی میں درجہ اول دوم۔ سالون عرشہ اور تنق یعنی ڈک جملہ ۵ درجے ہیں۔

اول و دوم میں کوئی بین فرق نہیں ہے۔ نہ عرشہ اور تنق میں خاص امتیاز ہے میری رائی میں مغل لائن کے جہاز دن پر جو جہدہ شریف جاتے ہیں سالون یا عرشہ کا ٹکٹ لینا کافی ہے مجھ کو سینکڑوں دفعہ بحری سفر کا اتفاق ہوا ہے میں مختلف یورپین کمپنیوں کے جہازوں پر سفر کیا ہوں جن میں فقط تین ہی درجے ہوتے ہیں۔ مساجری مارٹیم کے جہازوں میں تیسرے درجے کو بھی کمرہ ہے جو برٹش انڈیہ کمپنی کے دوسرے درجے سے کیس قدر بہت حالت میں ہوتا ہے لیکن منہ دھونیکا برتن۔ آئینہ سمجھی کچھ ہوتا ہے فرق یہی ہے کہ ۹ سے ۱۲ مسافر تک ایک کمرے میں رکھے جاتے ہیں۔

جہاز می کمپنی کے درجہ اول و دوم کی تشریح کرنے کی ضرورت نہیں ہے سالون وہ درجہ جہان پر درجہ اول کے مسافروں کو اور جہازوں میں کھانا کھلایا جاتا ہے۔ مغل کمپنی والوں نے وہاں کے میز اور کرسیوں کو ہٹا کر ۵۰ سے ۹۰ تک کوچین اسیمین بچھا دی ہیں اور اسکو درجہ دوم سے کم سمجھا جاتا ہے عرشہ وہ ہے جسکو پوپ بھی کہتے ہیں یہاں پر کا ڈک یعنی تختہ صحن ہے یہ جگہ ہوا دار ہوتی ہے مگر ساتھ ہی جہاز میں اگر صفائی کا انتظام باقاعدہ رہا تو روزمرہ اسباب وغیرہ کے انتھائے میں بہت تکلیف ہوگی۔ اور برسات میں پانی کی بو چھاڑا اور طوفان کے سمندر کا پانی آکر بہت سخت مصیبت گذرتی ہے تاہم یہ درجہ متوسط اشخاص کے لئے نہایت موزوں ہے۔

تنق سب سے کم درجہ اور ہوا کا گذر اس میں ذرا کم ہوتا ہے گرمی کے سوا اگر صفائی روزمرہ نہ ہو تو بدبو پھیل کر بیمار ہونے کا اندیشہ ہے۔

## ادویات ضروری سفر حجاز

کونین کی گولیان یا باٹلی ولے کا بخار کا مکسچر۔ فنامین  
پسینہ آور دوائی۔ کھانسی کی گولیان یا چیمبرلین کاف ریٹیدی کلورڈین یعنی پچش کی دوا۔ اپرٹ  
پلس یعنی دست لانے والی دوا۔ کالراپس یعنی ہبضہ کی گولیان یا کوئی مجرب دوا۔ موم روغن کی  
شیشی۔ امرت دھارا لاہوری نمک گنیشیا۔ مرہم زخون کے لئے۔ پیرمنٹ پلس۔ برمن کا عرق پودینہ  
بدھمی کے لئے۔ امراض چشم کے لئے آئی ڈراپس۔ تھوڑی لنٹ اور کپڑا پٹی باندھنے کیلئے بورک  
لنٹ حسین دوائی ملی ہوئی ہوتی ہے۔ مقراض اور نمپنے کا پیمانہ۔ ایک آلہ مقیاس الحرات یعنی  
بخار آزما نیکا آلہ۔ اسکے علاوہ اپنی اپنی طبیعت و مزاج کے موافق یونانی ادویات بھی ہمراہ رکھنا چاہئے  
یا انگریزی دوائی ہی لیجائیں۔ میرے تجربہ میں زیادہ تر بدھمی و پچش کی دوائی کی ضرورت ہے۔  
اگر موسم گرمین حج ہو تو تشنگی دفع کرنے کے لئے کئے قسم کی شربتین ضرور رکھ لئے جائیں۔ یہ  
کل ادویات بمبئی کرسی دوائی خانے سے خرید کر لیں۔ سرزمین حجاز میں یونانی ادویات کا استعمال  
اور پرہیز ذرا مشکل ہے۔

## چچک کا ٹیکہ

عازمان حجاز مقدس پر ضروری ہے کہ وہ گھرون سے نکلنے کے قبل یا بمبئی  
میں جہاز سوار ہونے سے پہلے چچک کا ٹیکہ لگوا لیں بغیر ٹیکہ لگوائے جہاز پر سوار ہونے کی اجازت  
ازروی قانون نہیں ہے۔ اس سال بہت سے لوگ بغیر ٹیکہ لگائے ہوئے بھی سوار ہو گئے  
میری رائی میں ٹیکہ لگانا ضروریات سے ہے اگر سرکاری حکم بھی نہ ہو تو اپنے حفظ و تقدم کے لئے  
اچھا ہے مناسب تو یہی ہے کہ اپنے گھر سے نکلنے کے پہلے ان سب باتوں سے فارغ ہوں  
اگر بمبئی میں ٹیکہ لگایا جائیگا تو ممکن ہے کہ بخار آئے اور سفر میں تکلیف ہو۔ میں بیت اللہ شریف  
جانے سے ۵ ماہ پہلے طاعون کا ٹیکہ اور دو ہفتہ پہلے چچک کا ٹیکہ لگا کر سریفکٹ حاصل  
کر لیا تھا۔



محکمہ محافظہ حجاج بھی چھپک کا ٹیکہ لگانے میں مدد کرتا ہے۔ پہلی میں ہر دو مسافر خاتون کے پاس بچہ ٹیکہ لگایا جاتا ہے اگر اتفاقاً کوئی مسافر مرض چھپک میں مبتلا ہو جائے تو اسے تھپڑ دیا ہسپتال میں روانہ کر دیا جاتا ہے۔ جہان پر ہر طرح کا آرام و بندوبست ہے۔

**پاسپورٹ** | عازمان حجاز مقدس کو لازم ہے کہ سفر سے پہلے اپنے ضلع کلکٹر سے پروا یعنی پاسپورٹ حاصل کر لے۔ در صورت نہ ملنے اپنے ضلع سے بھیجی میں جب جہاز کا ٹکٹ خریدو تو پاسپورٹ بھی عملہ محافظہ حجاج سے اس مقام پر مل جاتا ہے جہاں ترکی کا نسل جنرل کا نائب کلرک پروانوں پر ترکی کا نسل کا دستخط ہمراہی ثبت کرتا ہے جسکی فیس نئے قانون کے رو سے تین روپے دینی پڑتی ہے۔ بغیر پاسپورٹ کے حاجی جدہ میں اگر اترینگے تو انکو جیسے روپیہ ہزارہ دینا ہوگا۔ جدہ میں پاسپورٹ کی ادھی نقل نائب کونسل گورنمنٹ برطانیہ کا لے لیتا ہے جس سے اسکو صحیح تعداد ہندوستانی حجاج کی معلوم ہو جاتی ہے۔

مفسر حاجی اگر اپنے شہر کے میجر یا میونسپل سے اپنے فلاح اس کی شہادت لکھوا لائینگے تو گورنمنٹ عثمانیہ ایسے حاجیوں سے کوئی فیس تصدیق کرنے کی نہیں لیتی۔ لیکن ایسے مفسر لوگوں پر حج کب فرض ہے۔ پر وہ نشین خاتونین جنکے ہمراہ خوش و اوارب ہوں۔ محکمہ حجاج تک پاسپورٹ کے لئے جانیکی ضرورت نہیں۔ انکے پاسپورٹ انکے عزیز یا رشتہ دار تیار کر سکتے ہیں۔ پاسپورٹ میں نام عمر ولادت و سکونت و نام وارث وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے اور جو لوگ حج سے پہلے بیت المقدس و مصر وغیرہ کا سفر کرنا چاہتے ہیں تو وہ سکرٹری مدر اس گورنمنٹ یا بمبئی گورنمنٹ کے سکرٹری سے پاسپورٹ لے سکتے ہیں جسکی فیر شاید ہم دینا ہوگی۔

**ہزارہا کسلنس ٹرکش کا نسل جنرل کی ملاقات** | میرے ایک دوست کپتان ہزارہا نے مہربانی سے ایک خط ٹرکش کا نسل جنرل ہزارہا کسلنس جعفریہ کے نام دیکر مجھے تعارفی کرایا تھا۔

مین کو سلیٹ مین جا کر اپنا کارڈ اور خط اندر روانہ کیا۔ ہنر کسٹنس کی طبیعت کی قدرنا ساز تھی میرے پاسپورٹ پر آپ نے دستخط کر کے مہر لگا دی اور میرے ساتھ بہت مہربانی سے پیش آئے اور بغیر میری درخواست کے ایک سفارشی خط گورنر جنرل حجاز کے نام لکھ دیا اور میرے ہاتھ میں خط دینے سے پہلے اسکا مضمون پڑھ کر سنا دیا خط ترکی زبان میں تھا اور میرے روبرو ہی لکھا گیا۔ حسن اتفاق سے فرید بے ایک معزز آفسر شطرنجیہ سے بھی آئے ہوئے تھے جو انگریزی بہت اچھی طرح بولتے تھے انھوں نے مہربانی سے میرے اور حفر بے کے درمیان میں ترجمی کا کام کیا۔ میں خط لیکر ہنر کسٹنس کا شکریہ ادا کیا اور اجازت حاصل کرنا چاہا تو آپ نے نہایت مہربانی سے مجھ کو قہوہ پلایا اور میرے ساتھ کمرے کے باہر تک آکر خدا حافظ کہہ کر پھر شعر پڑھا۔ سفر رفت مبارک باد و سلامت روی و بازاری + میں نے ہنر کسٹنس کو ایک فرشی سلام کر کے رخصت لیا۔ یہاں پر میں عالیجناب فرید کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے ازراہ مسافر نوازی اپنا پتہ شطرنجیہ کا لکھ کر مجھے دیا اور تاکید کی کہ اگر شطرنجیہ آنا ہو تو ضرور میرے یہاں رہنا۔ آنے سے قبل ایک تار روانہ کر دینا میں گودی پر آکر حاضر ہوں گا۔ اسوقت ترکی اور اطالیہ کی جنگ چھڑ گئی تھی اسلئے میں ان سے کسی قسم کی گفتگو پوٹیکل معاملات میں کرنا نہیں چاہا۔

**تاریخ روانگی جہازات** | جہازوں کی تاریخ روانگی کا پتہ سوائے خدا کے اور کیسے نہیں تھا۔ نہ محکمہ حجاج ہی کو معلوم تھا نہ جہاز والے بتاتے تھے نہ تھا مس کو کہ کہنی کو تاریخ روانگی کی اطلاع تھی۔ محکمہ حجاج اور کہنی کی آفس میں برائے نام تختوں پر مرقوم الذیل جہازوں کے نام مع تاریخ روانگی حسب ذیل درج تھے۔ کوئی جہاز ان مقررہ تاریخ پر بمبئی سے روانہ نہیں ہوا۔

تاریخ روانگی بطرف جدہ

۱۲ اگست ۱۹۱۱ء

نام جہاز

شاہجہان

تاریخ روانگی بطرف جدہ

نام جہاز

۱۶ اکتوبر ۱۹۱۱ء

سایبریا

۱۸ اکتوبر ۱۹۱۱ء

خسرو

۲۰ اکتوبر ۱۹۱۱ء

مجیدی

۲۵ اکتوبر ۱۹۱۱ء

فخری

۲۸ اکتوبر ۱۹۱۱ء

رحمانی

۳۰ اکتوبر ۱۹۱۱ء

اسلامی

۱ نومبر ۱۹۱۱ء

صیفی

۵ نومبر ۱۹۱۱ء

ہمایون

۴ نومبر ۱۹۱۱ء

شاہ میر

جہاز خسرو کو اپنی تاریخ مقررہ پر چھوٹنے کا یقین نہیں تھا۔ ٹکٹ پر تو تاریخ ۱۸ درج ہے

اور لوگ کہتے ہیں دو یا چار روز کے بعد روانہ ہوگا۔ سخت حیرانی ہے کہ ٹکٹ پر جو تاریخ درج ہے

اوس کا اعتبار کریں یا لوگوں کا کہنا صحیح مانیں جس قدر مسافر حجاز مقدس کو جانے والے تھے

ان کو سخت پریشانی تھی۔ ہر شخص فکر میں پھرتا تھا کوئی مالکان جہاز کو باتیں سناتا تھا کوئی محظ

حجاج کی تلاش کرتا تھا۔

یقیناً ہماری عادل و مہربان گورنمنٹ کو اس بات کا پتہ نہیں ہے کہ اون حجاج کی

حالت جو حرمین الشریفین کو جاتے ہیں تھوڑے سے وقت کے بھی ضایع ہونے پر کسی بھیچین

ہو جاتی ہے یہاں پر مجھے محض بنظرِ فہام عام صاف طور پر یہ کہنے میں ہرگز دریغ نہیں کہ جس

غرض کے واسطے کہ گورنمنٹ صرف کثیر کا بار اٹھا کر پروڈکٹر اور اس کے معاون مقرر فرمائی ہے۔



اس مقام پر اوسکا ہونا یا نہونا برابر ہے جبکہ حجاج کو صحیح خبر روانگی کی نہیں ملتی اور وہ غلط افواہوں سے مغالطہ میں ڈالے جاتے ہیں تو ان کو بجائے حفاظت کے جسکے لئے محکمہ حجاج قائم ہے زحمت و مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

تاریخ مقررہ سے ایک ہفتہ کی میعاد تک جہاز کار و کنا گوانا جائز ہو مگر بہ لحاظ محافظت حجاج سخت مضرت رسان ہے کیونکہ تاریخ معینہ سے تجاوز کرنا اور بار بار نئی تاریخ کا اعلان دینا اون لوگوں کو جو جہازی کمپنیوں کے سوداگرانہ چالوں سے محض ناواقف ہیں بالخصوص اوس صورت میں جبکہ محکمہ محافظ حجاج کے دفتر سے بھی صحیح اخبار اونکو نہیں مل سکتی سخت پریشانی اور مصیبت میں ڈالتا ہے۔ چونکہ ہماری رحمدل گورنمنٹ اپنی رعایا کی دل سے حامی ہے اسلئے امید ہے کہ وہ ضرور اس مسئلہ پر غور فرما کر آئندہ مصائب سے محفوظ رکھنے کی کوشش فرمائے گی۔

گذشتہ شب کو جناب ابوالفضل محمد احسان اللہ صاحب عباسی کے چلے جانے پر میں تنہائی سے گہرا روتا تھا کہ جناب سید نذیر علی صاحب وکیل ریاست نابھہ بغرم سفر حرمین الشریفین تشریف لائے کچھ تسلی ہو گئی۔

۱۴ اکتوبر کی صبح انگلش میل میں ہرمانیس جناب بیگم صاحبہ بھوپالی ویرمائی ٹیس ہمارا جگان ہولکر واندورا انگلستان سے مراجعت فرمائے نہیں ہوئے۔ اونکے استقبال اور انتظام کے لئے اونکی ریاستوں سے بمبئی میں معزز عہدہ دار موجود تھے۔ پولو بندر پر جا کر اپنے اپنے والیان ریاست سے ملے۔

خدا کا شکر ہے کہ آج شام کو مغرب کے وقت جہاز خسر دی روانگی کی گنتھی بج گئی اور مجھ کو ک کمپنی کی معرفت ایک چٹھی ملی کہ کل ۲۰ اکتوبر کو برابر ۱۲ بجے دن کے اپنا سامان

وغیرہ لیکر بھپارہ گھر کے پاس حاضر ہو جہاز خسرو ۲۱ کو روانہ ہو جائیگا۔ اس خبر سے جیسی کچھ خوشی ہوئی اوس کا بیان کرنا خارج از امکان ہے۔ عصر کے قریب میں محافظ حجاج کے ایک کلرک سے جو مسافر خانہ اسماعیل سیٹھ کے پاس پاسپورٹوں پر نمبر لکھا کرتا ہے جا کر اپنے پاسپورٹ پر بھی نمبر وغیرہ درج کرا لیا۔ بازار سے میوہ اور ضروری کھانے کا سامان جو ہم کو جہاز میں کام آنے والا تھا خرید لیا۔

میرے دوست سید نذیر علی صاحب کو ابھی تک ٹکٹ نہیں ملا تھا مگر محافظ حجاج ٹکٹ کے ملنے کی امید دلا دی تھی۔ اس امید پر میر صاحب بھی سامان جہاز کے لئے خرید کر لئے ہم دونوں بہت دیر تک بمبئی کی سیر کئے۔

۱۲ اکتوبر روز جمعہ مطابق ۲۶ شوال المکرم ۱۳۲۹ میرے اور کل مسافرین خسرو کے لئے نہایت خوشی کا روز تھا۔ آج ہم اوس مقدس میزبان کے مہمان بن کر جانے والے تھے جس کے لئے اس قدر دور و دراز سے سفر کی مصیبتیں اٹھا کر آئے اور یہاں آجکی تاریخ کے فتنہ بیٹھے ہیں تھے۔ صبح کو اور تھوڑا میوہ راستہ کے لئے خرید کر لیا گیا۔ ۱۲ بجے دن کے ہوٹل کا کرایہ اور بل ادا کر کے اپنا سامان اٹھا کر بھپارہ گھر کو جو داری بندر پر واقع ہے روانہ ہو گئے۔

میرے اور سید نذیر علی صاحب کے سامان کو جو تقریباً ۱۵ من وزن تھا ہوٹل کے دو در منزلہ سے نیچے اوتار کر گاڑیوں پر لا کر بھپارہ گھر کو لیجانے اور بعد بھپارہ وغیرہ کے جہاز کے اندر پہنچا دینے کے لئے گاڑیوں کی اجرت مؤفرد ورنے تین روپیہ مقرر ہوئی۔ میری دانست میں یہ اجرت زیادہ تھی۔

میں سامان کو گودی پر روانہ کر کے سرسری نظر سے بمبئی کی سیر ٹراموے میں بیٹھ کر کیا۔ اور ٹراموے ہی پر بھپارہ گھر کو چلا گیا۔ جہاں پر کل عازمین جہاز جو خسرو جہاز پر جانے والے

تھے معہ سامان اور جنکے ساتھ اہل و عیال تھے وہ معہ عورت بچوں کے بھپارہ گھر کے پاس منتظر حکم کے بیٹھے تھے وہ وہاں سخت تھی سایہ وہاں کافی تھا۔

**بھپارہ گھر** | بغیر طبی معائنے کے کسی حاجی کو جہاز پر سوار ہونے کی اجازت نہیں ہے مکان برای معائنے طبی و بھپارہ کو سیٹھ کے مسافر خانے سے گزرتے ہوئے فریورڈ کے شمالی حصہ پر پرسٹاک کے مقابل واقع ہے مستورات معائنے کیلئے مغربی دروازے سے بھپارہ گھر کے اندر داخل ہوتی ہیں۔ اور مرد شمالی دروازے سے داخل کئے جاتے ہیں۔

حاجیوں کو لازم ہے کہ بھپارہ گھر میں داخل ہوتے وقت تمام صندوق کی کنجیان اور جہاز کا ٹکٹ اپنے ساتھ رکھیں پہلے اسباب معائنے گھر میں لیا جائیگا اور اُسکے ساتھ اون کے مالٹ لئے جائینگے لازم ہے کہ معائنے کیلئے وہی حاجی اندر جاوے جنکا اسباب بھپارہ گھر میں داخل ہو چکا ہو جو حاجی اپنا اسباب چھوڑ کر اندر داخل ہونگے اونکے اسباب کے کھوجانیکا احتمال ہے۔ نئے یا صاف دسے ہوئے کپڑے و کتب کا غزو چرمی اشیاء علیحدہ صندوق میں بند کرنا چاہئے ایسے صندوق کو بعد معائنے بھپارہ گھر میں لجا کر بھپارہ میں نہیں ڈالے جائینگے بستر رستی سے باندھن بستر باندھنے کی رسیاں بھپارہ گھر میں طلب کرنے پر عاریثا ملتی ہیں۔ چمڑیکے بستر بھپارہ میں خراب ہو جاتے ہیں۔ اناج یا ادویات خور و دنی کے بورون کے ہمراہ میلے کھیلے کپڑے یا بستر یا تکیہ ہرگز نہ باندھا جائے۔

اسباب کے صندوق اور پلندے کھول کر ڈاکٹر کو دکھائے جائیں اور صندوق یا پلندے پر مہر لگائی جائے میلے کپڑے اگر صندوق میں ہونگے تو تمام کپڑے بھپارہ میں ڈالے جائینگے الغرض بغیر مہر شدہ اسباب اور ایسا اسباب جو بھپارہ گھر میں داخل نہوا ہو اور باہر ٹپا ہوا ملیگا تو لاوارث سمجھ کر پولیس کمشنر صاحب بہادر کے دفتر میں داخل کیا جائیگا جسکا نتیجہ فضول تکلیف کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ درجہ اول و دوم و سالون کے مسافر و نکو اگر وہ بروقت موجود ہوں تو اونکا معائنے سب سے اول



علیحدہ کیا جائیگا اور انکا اسباب سے پہلے بیمار گھر میں داخل کیا جائیگا۔ مستورات کے معائنہ کے لئے لیڈی ڈاکٹر مقرر ہے۔ پردہ کا خاص خیال رکھا جاتا ہے محکمہ ممانظ حجاج کی پور وین اور ویسی لیڈی خادمہ بھی مدد دیتی ہیں۔ ڈاکٹر کی رائی میں کوئی حاجی مہینہ یا طاعون یا اور کوئی متعدی بیماری میں مبتلا ہو یا کسی خطرناک پھیلنے یا چھوت والی بیماری میں گرفتار معلوم ہو یا اس میں اس کے آثار نظر آئیں یا مشتبہ علامتیں پائی جائیں تو ایسے حاجی کو سوار ہونے کی اجازت نہ دیا جائیگی۔ حاجی معائنہ کیلئے اگر انکی صحت جسمانی اچھی ہو تو کسی قسم کا اندیشہ نگرین بروقت معائنہ شبہ پر ہی حاجی فی الفور سوار ہو بیسے باز نہیں رکھے جاتے بلکہ الگ کر کے دوبارہ انکا معائنہ کیا جاتا ہے اس پر بھی اگر ڈاکٹر کی رائی قائم ہو تو مجبوراً روک دیا جاتا ہے۔ بعد از معائنہ پاس شدہ حاجی کے ہاتھ کے پیچھے سینہ پر کے کپڑے اور ٹکٹ طبری معائنہ کی مہر لگائی جاتی ہے اس مہر کے بغیر کسی حاجی کو جہاز پر چڑھنے کی اجازت نہیں جہاز پر سوار ہونیکے قبل ہاتھ ہرگز دھو یا نہ جائے۔

بعد از حاجی بیمار گھر کے مشرقی دروازے سے باہر کئے جاتے ہیں گودی میں جہاز کے مقابل جو جگہ ہوتی ہے اور کٹھریکے ذریعہ بند کی جاتی ہے اور اس احاطہ کے دروازے کے بعد نگر حاجی اندر لئے جاتے ہیں اس گنتی کے وقت افسران کٹم وڈیکل آفسر ہاتھ اور سینہ اور ٹکٹ پر لگا ہوا نشان دیکھ کر اندر چھوڑتے ہیں اگر ہاتھ یا سینہ یا ٹکٹ پر مہر چسپان ہو تو حاجی ہرگز جہاز کے اندر داخل نہ کیا جائیگا اور متلائے مصیبت ہوگا۔ ہر حاجی کو لازم ہے کہ اپنا ٹکٹ اس وقت اپنے پاس رکھے۔


مستورات کیلئے علیحدہ دروازہ رکھا جاتا ہے جہاں لیڈی ڈاکٹر اور ویسی خادمہ انکے ہاتھ اور ٹکٹ کا ممانظہ کرتی ہیں۔ ضرور ہے کہ اس وقت عورتوں کے ٹکٹ انکے پاس ہوں۔ مستورات کے ساتھ چھوٹے بچے بھی اسی دروازے سے داخل کئے جاتے ہیں۔ اس احاطہ کے اندر کسی حاجی کے

رفیق یا رشتہ دار کو ہرگز داخل نہیں کیا جاتا۔ اس احاطہ میں داخل ہونے کے بعد حاجی پھر واپس باہر نہیں جاسکتا۔ (منقول از باب مکہ)

**میرا ذاتی تجربہ** جیسا کہ میں آگے بیان کر چکا ہوں بھپارہ گھر میں داخل ہونے کے لئے دو دروازے ہیں۔ درجہ اعلیٰ کے حجاج یا وہ معززین جو اپنی دریا دلی سے کچھ نذر و نیاز کرتے ہیں اونکو تو بڑے دروازے سے داخل کیا جاتا ہے۔ عام مسافر و نکو دی تنگ راستہ جہان دہنگا مشتی ہوا کرتی ہی داخل کرتے ہیں۔ انتظار کرنے والو کو نہ بیٹھنے کیلئے جگہ ہے نہ کھڑے ہوئی سے آرام۔ دھوپ کی سختی اور گرمی کی شدت سے نہ روی ماندن و نہ پائے فرس کا معاملہ ہے۔ میں تو ایک پولیس کی چوکی میں کچھ بیٹھ گیا۔ ادھر میں اپنے اسباب کو بھپارہ گھر میں پہنچانے کی فکر میں تھا کہ ایک فٹ کلاس کے مسافر کی زبانی معلوم ہوا کہ درجہ اول کے مسافر و نکا سامان اگر پاک و صاف ہے تو بغیر بھپارہ دئے ہوئے جہاز پر چڑھایا جاتا ہے مجھے یہ سن کر تعجب ہوا کہ خلاف قانون ہے مگر جب انھوں نے یہ کہا کہ میں اپنا سامان جہاز پر پہنچا آیا ہوں تب تو میں فوراً اٹھا اور اپنا اسباب کیمر سیدھا جہاز پر چلا گیا وہاں جو عہدہ دار وغیرہ تھے میرے اسباب کو پاک و صاف دیکھ کر بلا کسی روک ٹوک کے جہاز میں جانے کی اجازت دیدئے۔ میں اپنے اسباب کو جہاز میں اپنے کمرے کے اندر پہنچا آیا اور بھپارہ گھر کے پاس ڈاکٹر صاحب محافظ حجاج کا منتظر بیٹھا رہا۔

۳ بجے دن کے بھپارہ گھر کھولا گیا آن کی آن میں دہنگا مشتی شروع ہو گئی۔ ایک پر ایک گرنے لگا ہر کوئی یہی چاہتا تھا کہ میں ہی سب سے پہلے بھپارہ گھر میں داخل ہو جاؤں غرض ایک آدھ گھنٹے کے اندر بہت سے آدمی اندر داخل کئے گئے جو لوگ اپنا اسباب پہلے جہاز پر چڑھا آئے تھے وہ تو بہت بیقرار رہے اور جب کاسا سامان باہر ٹپا تھا اور خود بھپارہ گھر میں جلدی کے باعث داخل ہو گئے تھے انکی حالت ادنکا دل ہی جانتا ہو گا کہ کیا تھی۔

بھپارہ گھر کے اندر فقط ایک بچ پڑا ہوا تھا اور سپر جسکا قابو بنا وہ بیٹھ گیا اور دوسرے ادھر ادھر کھڑے ہوئے تھے۔ پولیس کے سپاہیوں نے لوگوں کی قطار باندھنی شروع کی بلا امتیاز مدارج سب صف باندھے کھڑے ہو گئے جیسی نماز میں صفین سیدھی کرتے ہیں اسی طرح پولیس کے سپاہی یہاں صفین سیدھی کر رہے تھے۔

جب صفین تیار ہو چکے تو ڈاکٹر صاحب کا حکم ہوا کہ اپنا اپنا شکم کھولو یعنی کڑتا اتار کر پیٹ دکھاؤ۔ حکم کی دیر تھی کہ سبھوں نے اپنے شکم کھول کر دکھائے ڈاکٹر صاحب نے اچھی طرح سے لوگوں کو دیکھا کہ کوئی مبتلائی امراض متعدی نہ ہو اسکے بعد ایک پولیس کانسٹبل جسکے ہاتھ میں ایک برکی مہر تھی جس پر یہ نشان  تھا حاجیوں کے بائیں ہاتھ اور سینہ اور ٹکٹ پر چپا کر تاک گیا۔ گویا کہ تم خوش نصیبی تھا جو ہمیں مل گیا۔ اسکے بعد ڈاکٹر نے گفتی کی اور باہر جانے کی اجازت دیدی۔ جتنے اندر تھے وہ ایک پر ایک گرتے ہوئے دوسروں کو ڈھکیلتے پھاندتے باہر نکلے۔

باوجود اس قدر عجلت کے کسی کو جہاز پر جانے کی اجازت نہ تھی سب ایک جگہ باہر جہاز کے مقابلہ میں کھڑے ہو گئے اور یہ سنا گیا کہ ڈاکٹر صاحب معہ عملہ پولس کے بعد فراغت بھپارہ گھر سے جب یہاں آوینگے تو کل مسافروں کو بلا امتیاز مدارج ایک ہی راستہ سے چھوڑا جائیگا اب وہاں پر نہ بیٹھنے کیلئے جگہ تھی نہ کھڑے ہی رہنے کا ٹھکانا تھا غرض اسی طرح سے ادھر ادھر ٹھیکر گزرا۔ ہم بچے کے بعد ڈاکٹر صاحب معہ عملہ پولیس کے اس مقام پر آ گئے جہاں سب حاجی منتظر تھے اجازت ملے ہی آدمی پر آدمی گرنے لگے ہر کوئی یہی چاہتا تھا کہ میں ہی سب سے پہلے کو کر معہ سامان کے سوا ہو جاؤں۔ اللہ اکبر سو آدمیوں کیلئے ایک چھوٹا سا مختصر تنگ دروازہ نہ مسافران درجہ اول و دوم کا امتیاز نہ سالون و عرشہ کا لحاظ سب کو ایک ہی راہ سے جانا پڑا۔ اس ڈھکلا ڈھکی میں بوڑھوں کی پکار بچوں کے رونے کی آواز عورتوں کا ایسے جم غفیر میں مردوں کے ساتھ رہنا ایک عجیب سا منظر تھا۔



باوجود اس قدر تشدد کے خدا کے مہمان اپنے دینی فرائض کے ادا کرنے میں ایسے ثابت قدم تھے کہ انکو یہ تمام تکالیف اللہ جل شانہ کی رحمتیں نظر آتی تھیں۔ ایک نو دس سالہ بوڑھا کسیکے دھکے میں آکر ایک چنچ ایسی مار کر بہوش ہو گیا اور بہت دیر کے بعد ہوش میں آیا۔ خیر بھید عرشہ اور تنق والوں کی حالت تھی کہ وہ جلدی کرتے تھے اور ایسا کرنا بھی انکو فطر تا ضروری تھا ورنہ جگہ کے ملنے میں ضرور تکلیف ہوتی بر خلاف اسکے مسافرین درجہ اول و دوم جنکے جہاز میں کمرے مخصوص ہو گئے تھے وہ بھی اسی غول کے ہمراہ جلدی کرتے رہے انکی جلدی تنق والوں سے بھی بڑھ کر تھی دراصل یہ سارا اضطراب و تعجیل جہاز کے حالات کی عدم دانستگی کا باعث ہے۔

غرض خدا خدا کر کے کل حاجی جنکی تعداد ۹۰۹ تھی ۶ بجے تک جہاز پر سوار ہو گئے۔ سامان جو بھپارہ گھر میں چھوڑا گیا تھا سرکاری قلیون کے ذریعہ جہاز پر آ گیا اور ایک طرف رکھا گیا جن جن کا اسباب تھا وہ ڈھونڈ کر اٹھا لیا کرتے تھے بعضوں کا سامان دو روز تک نہیں ملا ایسے وقت پر بہت احتیاط لازم ہے ورنہ ہمیشہ کیلئے سامان کو الوداع کہنا ہو گا اس وقت بہت سامان گم ہو جاتا ہے جہاز ہی کے اندر ایک دوسرے کا مال اٹھا کر رکھ لیتے ہیں باوجود خدا کے گھر کو مہمان بن کر جانے کے دوسرے کے مال پر تصرف کر لینا راستہ کی آسانی سمجھتے ہیں۔ میرے دو بوتل شربت کے اور میوہ کی ٹوکری ایسی ہضم ہو گئی کہ پھر اسکا پتہ ہی نہ لگا۔ جہاز پر مسافر جب تک سوار ہو رہے تھے کسی رشتہ دار یا کوئی ملاقاتی کو جہاز کے نزدیک پہنچانے کی اجازت نہ تھی جب کل مسافر سوار ہو چکے اور سیر ہیان گرا دی گئیں اور جہاز کے تختے اوپر کو لگ گئے تب ملاقاتیوں کو اندر کمرے کے آنیکی اجازت ملی جن جن کے دوست رشتہ دار یا ملاقاتی تھے اپنے حاجیوں کو حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے بعضوں نے تو اپنے لئے دعا و مغفرت اور روضہ مبارکہ پر سلام عرض کر نیکا اقرار لیا اور پھر سمجھوں نے بالاتفاق دعائیں الفاظ کہتے ہوئے خدا حافظ کہا۔ اس وقت کا بھی ایک عجیب منظر رہا۔

## جہاز کی روانگی

جہاز خسرو جب حاجیوں کو لے چکا جنگی تعداد نو سو نو تھی ۲۰ اکتوبر بروز جمعہ سو آٹھ بجے ساحل ممبئی کو الوداع کہا۔ میں بسم اللہ، مجرمیہا و عرسہا پڑ بکر عرشہ پر جا بیٹھا۔ جہاز کی رفتار اول اول فی گنٹھ ۷۰ اور میل کے درمیان ہی دوسرے روز ۹۰ اور ۱۰۰ میل کے درمیان چلنے لگا۔ تنق کے مسافروں کو بوجہ گرمی اور غلاظت کے فی پرتی ہونا شروع ہوئے اور کسی کو متل ہوتی رہی مگر عموماً جہاز کی حالت ایام سفر میں اچھی رہی بسندرتا لاس کے مانند تھا کسی قسم کی بھی خفیش یا ظلم نہ تھا نہ سمندر میں زور و آرمو جین ہی نظر آتی تھیں۔

قبل اسکے کہ میں یہاں کچھ اور لکھوں گورنمنٹ گزٹ کا اقتباس آگاہی کے لئے ترجمہ کرنا مناسب سمجھتا ہوں جس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری عادل و مہربان گورنمنٹ کو اپنے مسلمان عایا کا کس قدر خیال ہے گورنمنٹ تو ہمارے لئے اس قدر سہولتیں پیدا کرے اور مالکان جہاز گورنمنٹ قوانین کی پابندی نہ کریں کہان تک انصاف طلب ہے۔ میں نے ترجمہ میں فقط وہی دفعات لکھے ہیں جو ہمارے مطلب کے ہیں باقی کو چھوڑ دیا گیا ہے۔

گورنمنٹ گزٹ کا اقتباس | جنرل ڈپارٹمنٹ ممبئی کیا سل مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۰۲ء

نمبر ۱۹۰۲۔ مقام شملہ۔ مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۰۲ء

دفعہ ۱۳۔ جہاز ساحل کو چھوڑتے ہی کمانڈر کو لازم ہے کہ کل حاجیوں سے بھکے اڑھنے والی اشیاء مثل ماچس یا بارود کے صندوق یا اس قسم کی دوسری اشیاء لیکر جمع کر لیوے۔

دفعہ ۱۴۔ بغیر کسی خاص نگرانی کے مخزن یا گودام گھریا ڈک پر کھلا ہوا چراغ ہرگز استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ کسی شخص کو اپنے بستر پر چراغ رکھ کر پڑھنے کی اجازت نہیں دینی چاہئے چرٹ یا جھنڈی بھی ڈک پر سخت منع ہے۔

دفعہ ۱۹۔ انسپکٹر کو اسکا دیکھنا ضروری ہے کہ ہر ایک حاجی کیلئے ہوا دان سے کافی طور پر ہوا

آتی ہے یا نہیں پہلے ڈک مین اوسکا طول و عرض ۵ مربع انچہ اور دوسرے ڈک مین ۱۰ مربع انچہ رہنا چاہئے۔ اور یہ دریچے ہوا دان اسطور پر لگائے جائیں جس سے بغیر کسی روک ٹوک کے ہوا آیا کرے اور نیچے کے ہوا دانوں میں بھی ہوا بغیر کسی روک ٹوک کے آئے اس کام کیلئے انشیکٹر جو ہوا دان مناسب سمجھے وہ استعمال کرے۔ انشیکٹر کو بید بھی دیکھنا ہوگا کہ ہوا کے سوراخ اسطور پر رکھے جائیں جس سے گندی ہوا نکھر دوسری طرف کو پھیلنے نہ پائے۔ اور ایسی ہوا باہر سیدھی چلی جائے اور بید ہوا دان بالکل علیحدہ علیحدہ ہوں کسی سے کسی کا تعلق نہ ہے۔

واقعہ ۲۲۔ ایسا سامان ہیا کیا جائے کہ جس سے نیچے کے (ڈک کے) مسافروں کو معقول طور پر ہوا اور روشنی ملے۔ اور انشیکٹر کو ضرور بید دیکھنا لازم ہے کہ حاجیوں کو ہوا اور روشنی کافی طور پر ملے یا نہیں اور انکو دھوپ اور بارش سے بچنے کا کافی انتظام ہے یا نہیں۔

واقعہ ۲۸۔ حاجیوں کی جگہ بالکل صاف اور خشک رہنا چاہئے اوس جگہ سوائے لائف بلٹ (ڈوبنے سے بچنے کا کر بند) کے وہ بھی اوپر لٹکتی رہے دوسری کسی قسم کی چیز وہاں نہیں رہنا چاہئے۔ روزانہ جب حاجی ڈک پر یا اور کہیں ہوتے ہیں تو ان کی جگہ پانی سے اچھی طرح صاف کی جائے۔ صاف کرتے وقت بدبو کو دفع کرنے والی دوائی چھڑکی جائے اور اوس مقام کو خشک کیا جائے۔ اوپر کے ڈک (یعنی عرشہ) پر سوای معمولی روزانہ استعمال کی چیز دن کے اور کوئی فالتو سامان نہ رکھا جائے۔

واقعہ ۳۱۔ پانی کی ٹاکیاں اور بالٹیاں اور وہ برتن جس میں خاص کر کے بہتروں کے استعمال کے لئے پانی رکھا جاتا ہے جو بیت الخلا یا استنجے وغیرہ کے استعمال میں آتا ہے اون پر چھپے ہوئے شہتار لگانا چاہئے تاکہ حاجیوں کو معلوم ہو کہ پانی پکانے یا پینے کیلئے نہیں ہے۔

واقعہ ۳۲۔ ہر ایک جہاز میں جو حاجیوں کو لیجا تا ہے فی حاجی بلا لحاظ عمر و مندرجہ ذیل شیاؤں کو



کا ذخیرہ روزانہ حساب سے موجود رہنا چاہئے۔ چانول ایک پونڈ۔ آٹا یا جہازی بسکوٹ ۴ اونس  
وال ۴ اونس۔ پیاز ۲ اونس۔ نمک ۱ اونس۔ اٹلی ایک اونس۔ مرچ دہلیان ۱ اونس۔ گھی ایک  
اونس۔ ترکاری ۲ اونس۔ لکڑی ۲ پونڈ۔ آب شیرین ایک گیلن۔ ان مذکورہ بالا اشیاء میں پانی بلالفا  
عمر ہر ایک کو ایک گیلن دینا چاہئے۔

ایک تختہ پر بھیہ شہارار دو گجراتی اور فارسی زبانوں میں لکھا ہوا چسپان رہے یہ  
اوس مقام پر چسپان ہونا چاہئے جہاں مذکورہ بالا رسد کا ذخیرہ رکھا ہو اوس پر قیمت بھی درج ہو تاکہ  
مسافروں کو خرید کرنے کے قبل شرح قیمت معلوم ہو جائے۔ و نیز کون کون سی اشیاء برائے فروخت  
موجود ہیں۔

دفعہ ۳۳۔ اون حاجیوں کے لئے جو اپنی غذا ہمراہ رکھتے ہیں سوای پانی لکڑی یا کولہ کے اور کوئی  
شیء مذکورہ بالا اشیاء میں سے رکھنے کی ضرورت نہیں ہے مگر بھید بند بست سپکڑ کی رائے پر موقوف  
ہے کہ وہ اسکا اطمینان کر لے کہ اوسکے پاس کافی غذا موجود ہے یا نہیں۔

دفعہ ۳۴۔ ہر ایک حاجیوں کے جہاز کو اسپکڑ کی تجویز پر غذا کا کافی ذخیرہ رکھنا چاہئے تاکہ وہ اسوقت  
کام آئے جب کوئی حادثہ سے جہاز کو غیر ضروری توقف کرنا پڑے۔

دفعہ ۳۵۔ ہر ایک حاجیوں کے جہاز میں دو مقام ایسے سلسلہ دار کھانا پکانے کے لئے پاک و صاف  
رکھنے چاہئے جنہیں بخوبی کل حاجیوں کیلئے صبح کے ۶ بجے سے رات کے ۹ تک کھانا پکانی کی تکلیف  
ہو۔ یہ جگہ بالکل کھلی ہوئی مگر سایہ دار ہو ہر ایک مقام پر ۵ یا ۶ عدد چولہے لگے ہوں ہر سات سو حاجیوں کے  
لئے ایک ایسا مقام علیحدہ ہونا چاہئے۔ یہ بادرچی خانہ کی جگہ ڈک پر لوہے کے تگر سے بنائی جائے جس پر ٹین  
بچھائی ہوئی ہوں۔ اور یہ مقام کم از کم ڈک سے ۴ انچ بلند ہو اور ٹین دھوان نکلنے کیلئے چمنیان لگی ہوں  
اور کپتان جہاز کو لازم ہے کہ وہ دیکھے کہ چولہے صبح کے ۶ بجے سے رات کے ۹ بجے تک برابر سلگتے ہیں یا کسی

حاجی کو اپنے چوٹھے یا اسٹوپر کچھ بچانے کی اجازت نہیں ہے فیصدی ۲ مسلمان باورچی سے زائد نہ مقرر کئے جائیں۔ سوای اون مسافروں کے جو اپنا انتظام آپ کر لیں باورچیوں کا تقرر مالک جہاز انیسٹر کی رائے سے کرے۔

وقفہ ۳۶۔ خلاصیان اور دیگر ملازمان جہاز کو ان چوٹھوں اور حاجیوں کے پاخانوں کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے ملازمان جہاز کیلئے پھر ہر دو مقامات الگ ہونا چاہئے۔

وقفہ ۳۷۔ ہر ایک حاجی کے جہاز میں ایک آلہ پانی صاف کر نیکا ہونا چاہئے جس کے ذریعہ روزانہ ایک گیلن عمدہ پانی بلا لحاظ عمر ہر ایک حاجی اور ملازم جہاز کیلئے مہیا ہو سکے۔

وقفہ ۳۸۔ انیسٹر کو اس وقت تک سٹریٹکٹ وقفہ ۲ کے موافق نہ دینا چاہئے کہ فی مسافر ایک گیلن کے علاوہ ہر ۲ گھنٹے میں ۵ سو گیلن عمدہ اور تھنڈا پانی آلہ مقطر کے ذریعہ مہیا ہو۔

وقفہ ۳۹۔ ٹاکیاں جنہیں پانی رکھا جاتا ہے بیت النخلار سے دور ہونا چاہئے اور سین کسی قسم کا کچر اکوڑا نہ ہو اور بقدر نزدیک ہونا چاہئے کہ پانی کو بذریعہ پمپ یا اسکر کے آسانی سے لیا جاوے اور بیٹاکیاں ہمیشہ بند رہ کرین اور تالا لگنا چاہئے۔

وقفہ ۴۰۔ اگر ٹاکیوں کے پانی کو ٹیگل آفسر خراب بتائے تو فوراً پانی نکال دینا چاہئے اور ٹاکی یا تالاب کو قبل بھر نے پانی کے صاف کرنا چاہئے۔

وقفہ ۴۱۔ جہاز ساحل کو اس وقت تک نہیں چھوڑ سکتا ہے جب تک کہ اوپر کے ڈک سے تمام سامان گھاس وغیرہ یا اس قسم کے دوسرے اشیاء جو حجاج کی تکلیف کا باعث ہوں اٹھا لی نہ جائیں۔

وقفہ ۴۲۔ حاجیوں کا وزنی سامان نیچے گو دام میں رکھنا چاہئے اور صرف ضرورت کا سامان اوپر ادن کے ساتھ رکھنے کی اجازت ہے اور ایسا اسباب جو اوپر رکھا جاوے وزن میں ایک

من سے زائد نہ ہو مگر ادن حاجیوں کیلئے جو اپنی خوراک کا آپ بندوبست کر لیتے ہیں ان تک

رکھنے کی اجازت ہے۔

### انتظام شفا خانہ

دفعہ ۵۴۔ دفعہ ۲۱ کے بموجب اسپتال اس جگہ رہنا چاہئے جہاں سب اور آرام کا مقام ہو۔ اس اسپتال میں جلے سے بچا ہوا پانی چاہئے کہ تمام حاجیوں کی تعداد سے ۵ فیصد کی بیماریوں کے لئے کافی ہو اور ہر بیمار کے حصہ میں ۳۶ مربع فٹ جگہ آوے۔ اگر جہاز پر مستورات ۵ یا اس سے زائد ہوں تو ان کے لئے ایک علیحدہ شفا خانہ بنایا جاوے جس میں سوائے عورتوں اور ۱۲ سالہ لڑکوں تک کے اور کوئی نہیں رہ سکتا ہے اس اسپتال کو بخوبی ہوا ہونی چاہئے اور ٹیکٹرکس بات کا یقین ہونا چاہئے کہ ہوا کا گذر آسین اچھی طرح سے ہے۔ اور یہ شفا خانہ اگر لوہے کے ٹنگر سے بنائے جائیں تو ہم اچھے تختے سے اونچے ہوں۔ ان شفا خانوں میں ہمسفہ۔ طاعون۔ چیچک۔ یازد بخار کے بیماروں کو ہرگز نہ رکھیں۔ ایسے بیماروں کیلئے ایک عارضی اسپتال دوسرے مقام پر بنائی جائے۔ مدامی شفا خانہ معمولی امراض کیلئے مخصوص ہے۔

### مڈیکل اسٹورس

مندرجہ ذیل شرح کے موافق بیمار حاجیوں کو جہاز پر کھپنی کی طرف سے مفت خوراک ملنی چاہئے اور یہ خوراک مڈیکل آفس کی تجویز پر مقرر ہوگی۔ ہر سو حاجیوں کے شمار پر مقدار سامان جہاز میں ہونا لازم ہے۔ ساگو ۵ پونڈ۔ اراروٹ ۱۰ پونڈ۔ دودھ کے ٹن ایک درجن۔ مارا لحم ایک پونڈ۔ شکر ۵ پونڈ۔ رم ایک بوتل۔ علاوہ اسکے ادویات ضروری جسکی فہرست بہت طویل ہے اسپتال میں وہ بھی رکھنی ہے جو کچھ کہ لکھا گیا ہے وہ حاجیوں کے لئے ہے سو سے ۲۵ تک کی مقدار کو اس کا دیرہ حصہ ہونا چاہئے۔ ۲۵ سے ۳۵ تک اس کے دو حصے۔ ۳۵ سے ۵۰ تک اس مقدار کے تین حصے۔ ۵۰ سے ۵۵ تک چار حصے۔ ۵۵ سے ۶۵ تک پانچ حصے علیٰ ہذا القیاس اسی قدر تعداد جملہ کے موافق مڈیکل اسٹور بھی زیادہ رہنا چاہئے۔ جہاز ساحل سے روانہ ہونے سے قبل دوسرے ٹیکٹ اس قسم سے لکھنا چاہئے۔



(1) Certified that we have supplied medicines etc for..... pilgrims proceeding to..... in the s.s..... according to the above scale dated..... Chemists.

(2) Certified that I have carefully compared the above list with the medicines etc examined by me on the board the pilgrim ship and am satisfied that they are correct

..... Medical officer

Dated..... ship.... Health officer

دفعہ ۶۰۔ حاجیوں کو اپنے کپڑے بستر رضائی وغیرہ کو ہوا میں ڈالنے کی اجازت دینی چاہئے  
دفعہ ۶۱۔ حاجیوں کیلئے کھانا پکانے کے بڑے برتن بھی جہاز میں ہونا چاہئے ہلکی فہرست بھی بہت  
طول ہے مگر سب سے زیادہ ضروری کارآمد ہیں۔

دفعہ ۶۲۔ سو حاجیوں کیلئے دو پاخانے اگر اونہیں عورت دہن تراون کے لئے ایک پاخانہ  
مخصوص کر دیا جائے۔ ہر سو حاجیوں یا حجابیوں کیلئے ایک پاخانہ علیحدہ ہونا چاہئے۔ اور ہر بیت الخلاء  
میں ۳۰ شخصوں کو بیٹھنے کی جائے رہنا چاہئے یعنی ۳۰ اشخاص علیحدہ علیحدہ ایک وقت جائیں۔ اور پاخانہ  
ہمیشہ ایسے مقام پر ہونا چاہئے کہ اسکے لئے موزوں ہو اور نظر آیا کرے کسی حالت میں پاخانہ نیچے کی طرف  
اور اندر تنق کے ہونا چاہئے۔

تمام بیت الخلاء اچھی حالت میں رکھنا چاہئے اور روزانہ تین وقت اونکو پاک و صاف

کرنا ضروری ہے ہر جہاز میں کم از کم دو بہتر رہنا چاہئے اور سو حاجیوں کیلئے ایک بہتر گھر سے زیادہ کسی جہاز پر بہتروں کی ضرورت نہیں ہے جو ہزار حاجیوں کو دیکھ سکتے ہیں ہزار سے اوپر بھی بیٹھا ایک بہتر کی ضرورت ہے۔

ہر حاجی کے جہاز میں ۱۲ استنجے کی جائی ضرور ہونی چاہئے۔

دفعہ ۶۳۔ دو جائے جہاز پر دھونے اور غسل کرنے کے واسطے ضرور ہونا چاہئے۔ انہیں نل کے ذریعہ پانی سمندر کا ہمیشہ آتا ہے اور اس جگہ کو کیا نولس کے پردوں سے اچھی طرح گھیر کر رکھنا چاہئے۔

**اجرائی ٹکٹ** | دفعہ ۶۴۔ ٹکٹ ایک کتاب سے جسکی نقل مثنیٰ بھی ہو دینی چاہئے۔

نام خریدار مع شرح قیمت اردو یا انگریزی میں یا اس زبان میں جسکو گورنمنٹ منظور کرے درج ہو مستورات کے نام لکھنے کی ضرورت نہیں ہے مگر جنکے ساتھ وہ ہوں اونکا نام لکھنا کافی ہے ٹکٹ پر پرمہ خوراک یا بلا خوراک لکھنا چاہئے ٹکٹ میں سوائے نفیس قرظینہ کا مران اور جدہ کے اور کوئی محصول شامل نہیں کرنا ہوگا۔

دفعہ ۶۸۔ اگر کوئی حاجی ٹکٹ خریدنے کے بعد جہاز مقدس کو جانے سے قائل نہ ہوگا جادے تو اویسے ٹکٹ کی قیمت واپس کرنی ہوگی۔ اگر کوئی حاجی قبل اترنے کا مران کے جہاز پر انتقال کر جادے تو نفیس قرظینہ اور جدہ اویسے وارٹون کو واپس ملیگا۔

اگر کسی حاجی کو کسی بیماری کے باعث ارض مقدس کو جانے سے روک دیا جائیگا تو اس کے ٹکٹ پر اس طرح لکھا جائیگا ”دریائی سفر کی اجازت نہیں ہے“ اور اس ٹکٹ کو حاجی مالکان جہاز کو محافظ حجاج کی وساطت سے تہلا کر روپیہ واپس لے سکتا ہے اگر مالکان جہاز یا دلال وغیرہ روپیہ کے واپس دینے میں عذر کریں گے تو انکو سزا ہوگی جو دو سو روپیہ تک بطور جرمانہ کے دینا ہوگا اور اس تاریخ

سے یومیہ پچیس روپیہ کے حساب سے اور اگر نا پڑیگا جس تاریخ کو حاجی نے واپسی روپیہ کے لئے درخواست دی ہے۔

یہ قوانین ہیں جو ہماری عادل اور مہربان گورنمنٹ نے حاجیوں کے آرام اور فوائد کے واسطے جاری کئے ہیں روئی زمین کی کسی گورنمنٹ میں ایسے قوانین جو مسلمانوں کے آرام کے لئے ہوں نہیں ہونگے دنیا کی اور گورنمنٹ اس قسم کا انتظام اپنی مسلمان رعایا کے لئے ہرگز نہیں کرتی ہوگی خواہ وہ اسلامی ہی گورنمنٹ کیوں نہ ہو۔

اب ہم کو یہاں یہ دیکھنا ضروری ہے کہ گورنمنٹ کے قوانین کی پابندی کہاں تک مالکان جہاز خصوصاً مغل کمپنی کے جہازوں میں ہوا کرتی ہے غور طلب ہے۔ میری تحریر سے ناظرین آگے چلکر خود نتیجہ نکال لیں۔

ہماری مہربان گورنمنٹ کے انصاف پسند حکام آئندہ ان باتوں کا خیال رکھ کر اس کا انتظام کریں گے تو ضرور گورنمنٹ کی مسلمان رعایا جو اپنا فرض مذہبی ادا کرنے کو ہر دور دراز کے مقام پر صرف کثیر کا بار اٹھا کر جاتی ہے ہمیشہ دعا و خیر کرتی رہیگی۔ یہ کل باتیں قابل توجہ محافظہ حجاج حج کمیٹی کے لئے ہیں اور مالکان جہاز بھی ان کا ضرور خیال کریں گے اور آئندہ کو کسی قسم کی شکایت کا موقع نہ دیں گے۔

مدرس گورنمنٹ کا اعلان | (۱) فورٹ سنٹ جارج مورخہ ۲۸ دسمبر ۱۹۱۰ء میں

گورنمنٹ کا اعلان دوبارہ مشتہر کیا جاتا ہے۔ جنرل ڈپارٹمنٹ ۱۱ نومبر ۱۹۱۰ء

نمبر ۵۶۱۶ بمبئی کی انجمن حج نے جو شہر کے عیان اہل اسلام سے مشتعل ہے گورنمنٹ

بمبئی کو حال ہی میں مطلع کی ہے کہ حاجیوں کی تعداد کثیرہ مکہ سے سفر پر پابین امید کہ واپسی کیلئے ضروری

خرچہ بہ طور کفاف ملے گا اس قدر رقم لیکر روانہ ہوتے ہیں جو مکہ تک پہنچنے کے لئے کافی ہوتی ہے



بہمی کو تو اکثر واپس ہوتے ہیں مگر اندرون ہندوستان یا اور مقامات کو جہان انکے گھر دار ہوا کرتے ہیں روپیہ کے نہونے کی وجہ سے جا نہیں سکتے انہیں کی سفارش یہ ہے کہ انہیں اس امر کی ہدایت کی جائے کہ جہاز سوار ہونے سے پہلے یہ لوگ واپسی کا ریل ٹکٹ خرید لیں یا محافظ حجاج بہمی کے پاس ہندو رقم امانت رکھیں جو بوقت واپسی کرایہ ریل کیلئے کافی ہو۔ ہذا کسنسی گورنر صاحب بہادر باجلاس کونسل کو اس سفارش کے مقاصد سے دلی ہمدردی ہے کیونکہ کسی ایک طریقہ کے مذکورہ کے اختیار کرنے سے ممکن الرفع تکالیف سے تولوٹنے والے حاجیوں کو پناہ ملیگی۔

(۲) ہذا کسنسی باجلاس کونسل کا بہر حال یہ خیال ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق جو احکام قرآنی ہیں اور خصوصاً اودن سے (جن سے اس سفر کیلئے کافی سرمایہ ساتھ رکھنے کے لئے ہدایت کی گئی ہے) حاجیوں کی یاد دہانی کی جائے لہذا آپ نے خواہش ظاہر کی ہے کہ مسلمانوں کی توجہ ذیل کے احکام قرآنی اور دیگر مستند کتب حج کی جانب کی جائے تاکہ انہیں ائمہ اسلام کی تحریرات سے واقفیت حاصل ہو۔

(۱) قرآن پاک سورہ ۲ (ترجمہ سیل) زاوراہ ہتیا کرو (متممات سفر کیلئے) لیکن بہترین زاوراہ تقویٰ ہے اور ای ار باب دانش مجھ سے خوف کرو۔ اور اس آیت کا شان نزول جلد سادس صحیح بخاری باب ۱۴۱۰ اور جلد ثانی مشکوٰۃ حدیث ۲۶ میں اس طرح ہے کہ "ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں والے حج کو کھانے پینے کے کافی سامان کے بغیر جایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم خدا پر متوکل ہیں مگر مکہ جا کر بھیک مانگنے لگتے تھے اسلئے خدائی کریم نے اوکو (آسمان سے) نازل فرمایا۔"

(۲) قرآن پاک سورہ ۳ (ترجمہ سیل) اور وہ بھی خدا کی اطاعت ہے (فرض) اودن چھبیں طواف بیت اللہ کے سفر پر استطاعت ہے۔ ترجمہ سیل میں یہ معاشیہ دیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کو زاوراہ اور سواری کے جانور پر استطاعت ہو وہ حج کو جائے (حضرت شافعیؒ)

نے فتویٰ دیا کہ اگر باب دول بالذات اگر حج نہ کر سکیں تو اپنے عوض اور کسی سے حج بدل کرائیں۔ مالک بن انس کی رائے میں جو شخص تندرست اور توانا ہے اور جس کو سواری کے جانور کے موجود نہ ہونے سے پیدل چلنے کا بار نہ ہو اور جو راستہ میں اپنی قوت پیدا کر سکتا ہے وہ حج پر قادر ہے۔ مگر (امام) ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے عندیہ میں جب کافی رقم اور صحت جسمانی ہو تو میسر ہوں تو اوس وقت حج فریضہ ہو سکتا ہے۔

جلد ثانی مشکوٰۃ۔ حدیث ۲۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سفر کے لئے کیا ضروری سامان ہے۔ ارشاد فرمایا کافی قوت اور سرمایہ۔ حدیث ۲۹ میں عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کن باتوں سے حج فرض ہوتا ہے ارشاد فرمایا کہ ”اوپر فرض ہے“ جسکو سفر کیلئے کافی زادہ راہ اور سواری میسر ہو۔

(۳) علاوہ برین نور الہدایہ (کتاب الحج) جس پر احناف کا دار و مدار ہے اور مطالع المنہج شافعی پر شافعیوں کا دار و مدار ہے دونوں سے یہ بات ثابت ہے کہ حاجی پر اپنے سفر کے زاد راہ کیلئے کافی رقم رکھنا واجب ہے۔

(۴) حج سے واپس آنے والے حاجیوں میں جو فلاکت و مفلسی کہہ سکتی ہے اوپر نظر کرئیے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مقدس عازمین حج بطور کفایت ان حکام کی نسبت خبر داری نہیں کیا کرتے ہیں اور یہ سے ہر سال بڑی سختیاں اور تکالیف سہا کرتے ہیں اور فلاکت زدہ عازمین حج کی تعداد بڑھتی جاتی ہے اور اونسے جو ابدار حکام پر جنکا کام یہ ہے کہ انکے وطن کو واپس ہونے کیلئے ضروری سرمایہ ہم پہنچا دے ایک ایسا بار پڑتا ہے جو فی الحال غیر قابل برداشت ہو رہا ہے۔ ہر کسٹنسی باجلاس کو نسل بید بات معلوم کرتے ہوئے کہ حج بیت اللہ کے متعلق احکام شریعت کیا ہیں اور عازمین حج کی غفلت کی وجہ سے

کبھی کسی سختیاں اور تکالیف پہناتی ہیں ظاہر فرماتے ہیں کہ اس بڑے کام میں کسی طرح مداخلت کرنا نہیں ہے فقط صحت کے متعلق جو احتیاطیں لازمی ہیں اور علاوہ برین جو خاص کر حجاج کی صحت و تندرستی کیلئے نہایت مناسب ہیں ایسی احتیاطوں کے سوائے اون احکام کے رو سے اون مقدس مسلمانوں پر کوئی قید لگانی مقصود نہیں ہے جو مکہ کو بنا برج جانا چاہتے ہیں بغرض یہ ہے کہ عازمین حج کو یاد رہے کہ قرآن شریف اور احادیث نبوی میں اور اسلام کے بڑے بڑے مفسرین سے یہ بات قرار پا چکی ہے کہ کل عازمین حج کا فریضہ یہ ہے کہ اس سفر کیلئے مکلفی زاد راہ لیجائیں۔

(۵) جیسا کہ حج کیٹی والوں نے دی ہے ویسا ہی عازمین حج بمبئی میں جہاز سوار ہونے سے پہلے سفر واپسی کو ٹکٹ خرید کر لین یا محفوظ حجاج کی معرفت بمبئی کے پولیس کمشنر کے پاس اتنی رقم امانت رکھا دیں جو بمبئی سے اپنے اپنے گھروں کو واپس جانے کیلئے کافی ہو۔

**میری رائی میں کیا انتظام ہونا چاہئے | گورنمنٹ سے باادبالتماس ہے کہ وہ**

محکمہ حجاج کو ایما کرے کہ بھپارہ گھر میں جس وقت جانا ہو اس کا وقت بذریعہ اہتمام ہر حاجی کے ٹکٹ ساتھ دیدیا جائے جس میں داخلی بھپارہ کا وقت اور سامان کی نقل و حرکت کی نسبت ضروری احکام ہوں جس طرح گورنمنٹ مدراس چیمبر پوسٹ اہتمام کے ذریعہ برٹش انڈیا اسٹیم ناؤنگیشن کمپنی کے جہاز کے مسافروں کو جو مدراس سے برہما وغیرہ جاتے ہیں عموماً اور درجہ علی کے مسافروں کو خصوصاً اون کے ٹکٹ کے ہمراہ ڈاکٹری ملاحظہ کا وقت اور تاریخ روانگی اور گنٹھ اور منٹ سے اطلاع کرتی ہے جس سے مسافروں کو بہت آرام ملتا ہے اس طرح بنا دیکھی اور کراچی میں بھی انتظام کیا جائیگا تو بہت رحمت ہوگی اور قبل از وقت لوگ جمع ہو کر دھوپ کی گرمی اور جلجلی کی تنگی کی تکالیف برداشت نہیں کریں گے سب سے پہلے درجہ اول و دوم کے حاجیوں کو بھپارہ گھر میں علیحدہ رستہ سے لیجانا چاہئے بعد میں کل امتحان کے اونکا اسباب الگ راستہ سے جہاز پر چڑھایا جائے اور اون کے اسباب کے



نقل و حمل میں بہ نسبت تنق والوں کے خاص امتیاز رہے۔ بھپارہ گھر سے نکلنے کے بعد جہاز کے قریب ڈاکٹر وغیرہ کا انتظار جو ایک تکلیف دہ امر ہے اس کا انتظام بھپارہ گھر کے دروازہ پر ہی ہو جائے تو حجاج کو بڑی سہولت ہو جائیگی۔ صرف حجاج کی گنتی جہاز کے سیر ہیون پر ہوئے۔ جہاز چڑھنے کیلئے جیسے اور انگریزی کمپنیوں کا دستور ہے کہ درجہ اول و دوم کے مسافر ایک طرف سے موان کے اسباب کے چڑھتے ہیں اور تیسرے درجہ کے مسافر دوسری جانب سے سوار ہوتے ہیں اس میں ہر دو قسم کے مسافروں کو آرام و راحت ہے۔

اعلیٰ درجہ کے مسافروں کا سامان بغیر بھپارہ ٹکٹ جہاز پر لیجانے کی اجازت ہونی چاہئے البتہ اگر کوئی سیلی یا خراب چیزیں جو قابل اعتراض ہوں بلا شک بھپارہ کے قابل ہیں۔ مہر جو لگائی جاتی ہے وہ ٹکٹ اور بائین ہاتھ کی پشت پر کافی ہے مہیض یا کمرہ پر لگانی زیادتی ہے۔

پاسپورٹ اگر ممکن ہو تو جہاز کے نزدیک مسافر سوار ہوتے وقت دینا چاہئے اور اسی جگہ ٹرکش کو نسل کا کلرک تصدیق کر دیا کرے۔

بھپارہ گھر کے پاس ایک سیل سرد پانی کی گورنمنٹ کے طرف سے یا کسی چندے سے ضرور ہونی چاہئے حاجیوں کو جہاز پر چڑھتے وقت جب دیر ہو جاتی ہے تو سرد و شیرین پانی کی بہت ضرورت ہوتی ہے اور حسب دلخواہ پانی نہیں ملتا۔

پولس کے ملازم حاجیوں کے ساتھ جو جہاز پر سوار ہوتے وقت بڑی بے ادبی سے پیش آتے ہیں میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے کہ ایک صاحب بہادر جو حاجیوں کی گنتی پر مقرر تھے افسوس ہے بہت سے غریب حاجیوں کو لکڑی سے مار مار کر دوڑ کرتے تھے اور کئے بیچاروں کی گردن پر ہاتھ رکھ کر زور سے آگے کو ڈھکیلا کرتے تھے یہ اونکے لئے ایک تماشہ یا مذاق تھا جو بالکل

تہذیب کے خلاف ہے۔ محکمہ حجاج کو چاہئے کہ آئندہ اسکا خیال رکھے۔ محافظ حجاج کو مین نے دیکھا کہ وہ بھی بھپارہ گھر کے اندر تشریف لائے ہوئے تھے اور حتی المقدور لوگوں کی دلدہی کیا کرتے رہے اور جو ضرورت پڑتی رہی اوسمین اونھوں نے امداد کی۔

جہاز پر کیا انتظام ہونا چاہئے | مالکان جہاز کو لازم ہے کہ ادل و دوم درجہ کے جاہلو

کے نام جہاز کی روانگی سے قبل اون کے پلنگوں پر لکھ کر لگا دے جیسا کہ اور کمپنیوں میں دستور ہے اس میں نہ مسافروں کو تکلیف ہوتی ہے نہ ملازمان جہاز کو وقت اوٹھانی پڑتی ہے جیسے مسافر اپنے اپنے کمرہ میں چلا گئے۔ یہاں اوسکے برخلاف دیکھا گیا۔ کمپنی والوں نے نہ معلوم کس مصلحت سے بعض مسافروں کے ٹکٹ پر اونکے کمرہ کا نمبر دیدیا تھا۔ طرہ یہ کہ وہی نمبر دوسروں کے ٹکٹ پر پر بھی تھا۔ جو پہلے آیا اوس نے قبضہ کر لیا جو رادیر میں آیا وہ جائے ڈھونڈتا رہا گیا۔ جب اپنے ٹکٹ کے نمبر کے کمرہ میں دوسروں کو دیکھا تو بہت کچھ شور مچانا شروع کیا۔

۱۲ آدمیوں کی ایک جماعت رنگون سے آئی تھی وہ جہاز خسرو کا نام سنکر اور پہلے آنکر جہاز پر اچھا سا ہوا اور کمرہ دیکھ کر گئے اور اسی کمرہ کا نمبر کمپنی والوں سے لکھا لیا۔ آدمی متمول تھے ذرا دیر میں آئے۔ بارہ آدمیوں نے ۱۷۵ روپیہ کے حساب سے اپنا ٹکٹ خریدا تھا۔ جب آکر دیکھا تو دوسرے حاجی صاحب سمین بیٹھے ہوئے تھے پس رپورٹ ہوئی تو دونوں کے نمبر اوسی کمرے کے تھے اتفاق سے انھیں جہاز پر موجود تھا جس نے پہلے قبضہ کیا تھا اسکو نکال کر رنگون کی متمول جماعت کو وہ کمرہ دلا دیا۔ اس قسم کے اور دو ایک واقعات ہوئے ہیں کہ ان تک تحریر کیا جائیگا۔ کیا یہ انصاف ہے۔

کمپنی والوں کو لازم ہے کہ نمبر دیتے وقت جہاز کا پلان اپنے روبرو رکھیں جو کمرہ بھرتی ہو چکا ہو اوس کا نمبر دوسروں کو دیکر آپس میں لڑائی جھگڑا نہ ہونے دین۔

جہاز خسرو اور اوس کی مجموعی حالت | جہاز خسرو کا رجسٹر شدہ وزن ۱۰۴۱۰ اور

سوداگری حساب سے ۳۷۹۰ ٹن ہے اسکی رفتار فی گنٹھ ۸ اور ۹ میل کے درمیان ہے جہان  
مین ۳۴ درجہ اول اور ۲ درجہ دوم ۴۰ سالون اور باقی کل عرشہ اور تنق کے مسافر تھے جسکی  
مجموعی تعداد ۹۰۹ تھی۔ اکثر حجاج جنکو سفر کا اتفاق ہوا تھا وہ اپنے اپنے درجہ مین جگہ لیکر جہان جیکا  
جی چاہا بیٹھ گئے اور جنکو پہلے اس مقدس سفر کا اتفاق ہوا تھا اور جہاز کی بیقاعدگی سے وقفے تھے  
اور نھون نے جگہ کی پرواہ نہ کی اور وقت وقابو کے منتظر رہے جیسے جسکو قابو ملا اور موقعہ ہا تھا آیا  
اپنے درجہ سے بڑھ کر درجہ مین بیٹھ گئے مین نے بعضون کو جو عرشہ کا ٹکٹ تھا درجہ اول کے مسافرو  
کی تفریح کی جائے مین بستر لگائے ہوئے دیکھا۔ دوسرے جہازون پر یہ غیر ممکن ہے کہ عرشہ والا  
مسافر درجہ اول کے مسافروں کے مخصوص ڈک پر بیٹھے رہے اور اپنا بستر اجمادے او سکو کوئی  
نیو چھہ کہ تم کسٹے یہاں بیٹھے ہو۔ جہاز خسرو مین جیسا مین اور پر بیان کر آیا ہوں ۳۴ درجہ اول کے  
حاجی تھے اور اپر ڈک جو تفریح گاہ تھا وہ بالکل بھرا ہوا تھا یعنی اسمین سو سے زائد لوگ اپنا بستر  
جمائے ہوئے تھے پس اگر تکلیف ہوئی تو اون لوگون کو ہوی جو اول و دوم درجہ کا ٹکٹ پورا پیا  
دیکر خرید کئے تھے۔ تھوڑے روز کے بعد کل حاجی اپنے کو جو اپر ڈک پر تھے درجہ اول مین شمار  
کرنے لگے۔

جہاز خسرو مین درجہ اول کے کمر دن کے نزدیک کل ۴ بیت الخلاء تھے دو مردانہ اور دو  
زنانہ۔ اسمین سے ایک پاخانہ کو کسی خود غرض نے اپنے آرام کا خیال اور دوسروں کی تکلیف کو محسوس  
نکر کے اسکی چابی کمانڈر جہاز سے ہیکر لے لیا تھا اور آخر وقت تک اسکی چابی اوسی کے پاس ہی  
دوسرے شخص کو وہ اپنے مقبوضہ بیت الخلاء مین ہرگز جانے نہیں دیتا تھا حالانکہ وہ سالون کا پانچ  
تھا جو درجہ اول و دوم سے بھی کم ہے۔ اگر وہ اعلیٰ درجہ کا مسافر ہوتا تو بھی او سکو یہ حق ہرگز حاصل نہ تھا  
کہ وہ اپنے اور اپنے متعلقین کے لئے ایک پورا بیت الخلاء پر قبضہ کر لیتا۔ ناظرین اور محکمہ حجاج و لگان



جہاز کو ادھر توجہ دلائی جاتی ہے کہ آئندہ اس طرح کی حرکت حاجیوں کے جہاز میں ہونے دین اس طرح کی حرکت کرنا ایسے مقدس سفر میں زیبا نہیں ہے۔ اب رہا یہ کہ اس نے کس طرح سے ایک پورے پاخانہ پر اپنا قبضہ کر لیا میں اس کو کہہ نہیں سکتا۔ یہ تو ملازمان جہاز ہی جانتے ہیں یا دشمن جس نے قبضہ کیا۔ میں نے اس بجا قبضہ کی شکایت چیف آفسر اور کمانڈر جہاز سے کی تھی مگر دونوں نے میری فریاد کو جو و آہی اور کل حاجیوں کے طرف سے تھی نہیں سنا اور یہی کہہ کر مالدیا کہ اگر تم بھی ہم سے یہ کہہ کر چالی مانگتے کہ ہمارے پاس بہت سے عورات اور مرد ہیں ایک پاخانہ کی ضرورت ہے تو میں بلاشبہ مکو بھی ایک چابی دیدیتا۔ اس سے یہی پایا جاتا ہے کہ اگر اس طرح سے ۴ یا ۶ اہل ثروت کمانڈر جہاز سے کہہ کر ایک ایک چابی لے سکتے ہیں تو بھلا بتلائے کہ اور ہر قدر حجاج جو درجہ اعلیٰ میں سفر کرتے ہیں وہ کہاں اپنی ضرورت رفع کرنے لگے۔ میں نے بہت غور سے دیکھا کہ ان ہی ۴ یا ۶ پاخانوں میں درجہ اول و دوم سالوں بلکہ عرشہ کے مسافر بھی رفع حاجت کیلئے آیا کرتے تھے میں ۱۲ روز جہاز میں سفر کیا مجھ کو کسی وقت دس یا پانچ منٹ انتظار کئے بغیر پاخانہ میں جگہ نہیں ملی خاص کر اول درجہ کے مسافروں کیلئے جو گنتی میں ۳۴ یا ۳۵ تھے کس قدر افسوس کا مقام ہے اونکار و پیہ کس بد انتظامی کے ساتھ کمپنی والوں نے لیا۔ کبھی کسی نے نہ سنا ہوگا کہ درجہ اول والوں کو جہاز میں پاخانے اور استنجے کیلئے تکلیف ہوئی ہو درجہ اول کے مسافروں کیلئے کھانا کا سالن ہی ندارد۔ اسی کو اکھاڑ کر درجہ سالن بنا دیا گیا تھا۔ اسی سالن میں تقریباً ۴۰ یا ۵۰ مسافروں کیلئے کوچین بچھا کر فی حاجی ۱۱۰ روپیہ کمپنی نے وصول کر لیا۔ یہ خیال بھی نہیں کیا کہ درجہ اول کے مسافر کہاں کھانا کھاؤنگے آیا اپنے اپنے کمرون میں یا اوپر کے عرشہ پر جہاں تمام مسافر نماز پڑھا کرتے ہیں یا تفریح کیلئے آن بیٹھتے ہیں۔

جہاز کے باورچی خانے | یہ تو میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا ہوں کہ جہاز خسرو میں کتنے باورچی خانے کمپنی کے طرف سے بنے تھے مگر جہاں تک میں نے دیکھا اپنا اپنا آہنی چولہہ

لئے ہوئے جہاز کے عرشہ پر لوگ روٹی پکا رہے تھے بلکہ بعض خود غرض لوگوں نے جنکو کسی قدر روپیہ کا گھنڈ تھا اور جو قوانین حجاج و جہاز کے سفر سے محض ناواقف تھے اپنے گیس کے چوٹوں میں اپنے کمروں کے اندر علانیہ روٹی وغیرہ پکایا کرتے تھے۔ میرے کمرے کے روبرو ایک حیدر آبادی صاحب تھے اور انھوں نے تو اپنے خیال میں پورے کمرے کو باورچی خانہ بنا رکھا تھا اس کمرے میں فقط وہ اکیلے ہی تھے کمرے میں ہم پلنگ تھے ایک پر تو خود سوار تھے باقی تینوں پر میوہ اور ڈبل روٹیاں پیاز وغیرہ پھیلا دیا تھا کہ خراب نہ ہو اور کمرے کے درمیان گیس کا چولہہ سلگا کر اس سے برابر دو وقتہ روٹی پکا کرتی تھی میں نے ایک وقت چیف آفسر سے کہا بلکہ اون کو لا کر دکھلا دیا آفسر کو نے اپنی آنکھوں سے دیکھ کر چشم پوشی کر لی۔ فرض کرو کہ اگر کمرے میں کسی بے احتیاطی سے آگ لگ جاتی یا غیر واقعہ حادثہ ہو جاتا تو اس میں شک نہ تھا کہ جہاز جل جاتا اور یہ مسافر ۹۰۹ کہاں جاتے اور پھر اس کا جواب دہ کون ہوتا۔ کیا یہ سب باتیں گورنمنٹ سے اصلاح طلب نہیں ہیں کیا گورنمنٹ مالکان جہاز کو اس معاملہ میں چشم نمائی کر کے آئندہ کے لئے ایسی بیجا حرکتوں کو روک نہیں سکتی۔

**جہاز میں پانی اور لکڑی** | جہاز میں ہر درجہ کے مسافروں کو پانی اور لکڑی کمپنی کی طرف

سے مفت ملا کرتی تھی۔ مگر یہاں بھی جس نے کچھ اسٹور کیپر کو دیدیا اسکو لکڑی پانی برابر بلکہ ضرورت سے زائد ملا کرتی تھی جس نے زرا کجیوسی کیا وہی ایک گیلن پانی اور معمولی لکڑی اسکو ملتی رہی۔

**جہاز کے غسل خانے** | جہاز خسرو میں فقط تین غسل خانے تھے ان ہی تینوں میں رانا مردانہ

شمار کئے جاتے تھے اور درجہ اول و دوم و سالون کے مسافروں کی تعداد تقریباً سو کی تھی جن میں ایک

تھائی مستوراتین تھیں۔ علاوہ اسکے وہ مسافر جو کچھ دسے دلا کر ڈک پر بستر اجائے تھے اگر انکو بھی

ملا لیا جائے تو کل کی تعداد دیرہ سو سے زائد ہو جائیگی اس میں بھی ایک ڈاکٹر جہاز کے لئے بندر ہارٹا

تھا۔ غسل خانے جہاز میں زیادہ تعداد میں رہنا چاہئے چونکہ مسلمان اپنی پاکی کا زیادہ خیال رکھتے ہیں

اور مذہباً بھی اذکو ہمیشہ پاک و صاف رکھنا چاہئے کیونکہ غسل و وضو تو اسلام کا جزو اعظم ہے وضو اور استنجے کیلئے ضرور جہاز میں لگے ہوئے چاہئے۔ لیکن استنجے کیلئے تو جہاز خسرو میں کہیں جگہ نہ تھی۔ پاخانوں میں ہی لوگ اس حاجت کو رفع کیا کرتے تھے جو سخت تکلیف کا باعث تھا۔ اکثر ناواقف حجاج جنھوں نے پہلے جہاز کا سفر کبھی نہیں کیا تھا وہ غسلخانوں کو استنجہ گھر سمجھ کر وہیں جایا کرتے تھے غسلخانے جیسے تھے ویسے رہے مگر پاخانے اس قدر غلیظ اور ناپاک تھے کہ میں بلا مبالغہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ درجہ اول و دوم کے پاخانوں میں جا کر پیشاب کرنے کی بھی کپڑا پاک نہیں رہ سکتا تھا۔ جبکہ اعلیٰ درجہ کی یہ حالت ہے تو درجہ ادنیٰ کے پاخانوں کا موازنہ اس سے خود ناظرین کر سکتے ہیں حاجیوں کے جہاز میں پاخانوں کی تعداد بڑھانا زنا نے غسلخانے وغیرہ مردوں سے علیحدہ رکھنا وضو کیلئے علیحدہ مقام کا ہونا نہایت ضروریات سے ہے۔ اون بیچاری عصمت مآب بی بیوں کو جبکہ غسل کی ضرورت جہاز پر ہوتی ہو غالباً تکلیف ہوتی ہوگی۔ زنا نے غسلخانے نہ صرف اعلیٰ درجہ میں علیحدہ ہونے چاہئے بلکہ عرشہ اور تنق کے مستورات کیلئے بھی متعدد اور وضو کرنے کی جگہ ہونا چاہئے۔ ان دونوں ضروری باتوں کے نہ ہونے بہت سے مرد و عورت اپنے فرائض بھی کے ادا کرے مجبوراً قاصر رہ جایا کرتے ہیں۔

### جہاز میں وزنی اسباب | جہاز خسرو میں یہ بات بھی خلاف قانون دیکھی گئی کہ جتنے

اہل ثروت حجاج درجہ اعلیٰ میں تھے وہ سب اپنا اسباب بڑے بڑے صندوق تھیلے بستر وغیرہ ضروری وغیرہ سب اپنے اپنے پاس کمروں میں اندر اور باہر رکھے ہوئے تھے لیکن غریبوں کا سامان قانون کی پابندی کے لحاظ سے نیچے جہاز کے گودام گھر میں پہنچا دیا گیا تھا۔ اہل ثروت جو اپنا سامان اوپر آمد و رفت کے راستہ میں رکھ دئے تھے اوس سے ہوا رک کر ایک قسم کی عفوئٹ آمیز بدبو جو بالعموم سامانوں کے انبار سے آیا کرتی ہے آرہی تھی جس سے صحت عامہ میں خلل ہو گیا



اندیشہ تھا کوئی مسافر یہ نہیں چاہتا تھا کہ میرا اسباب نیچے گودام گھر میں رکھا جاوے۔ نہ کمپنی والوں نے ہی کچھ تشدد کر کے بڑے بڑے صندوق کو گودام گھر میں رکھوایا۔ چاہئے کہ سامان غیر ضروری حاجیوں سے قانوناً لیکر گودام گھر میں رکھ دیا جائے۔ علاوہ اسکے ایک اور طوفان بے تمیزی یہ تھا کہ جتنے درجہ اعلیٰ کے مسافر تھے ہر شخص دس سے لیکر بیس مرغیوں تک جہاز میں لائے تھے ان مرغیوں کے ٹوکرون کو جہاز کے اوپر جہان درجہ اعلیٰ کے لوگ بطور تفریح بیٹھتے تھے وہیں ایک سمت میں رکھے تھے جنکی وجہ سے بدبو دینر و زمرہ صفائی نہونے کی وجہ نفاست پسند طبیعتوں کو سخت ناگوار ہوتا تھا۔ اگر کمپنی کی طرف سے مرغیوں کے رکھنے کیلئے علیحدہ جگہ بنا دی جائے یا مرغیان کمپنی کے طرف سے مناسب قیمت پر جہاز میں فروخت ہو کرین تو زیادہ مناسب ہوتا۔ کمپنی کو بھی فائدہ رہیگا اور حاجی بھی اس رحمت سے بچے رہینگے۔ اون مرغیوں کو نہ دانہ دیا جاتا تھا نہ پانی۔ شاید ہی کسینے مہربانی سے کبھی کچھ چانول وغیرہ ڈال دیا ہو۔

درجہ اعلیٰ کے لیٹر | جہاز خسرو میں درجہ اعلیٰ کے مسافروں کو نہ بستر دیا گیا نہ تکیہ۔ وہ بستر جو زمانہ قدیم سے پڑے ہوئے تھے جنکا رنگ بسبب میلے ہو جانے کے تبدیل ہو گیا تھا۔

روپیہ تو معمول سے زیادہ اس سال لیا گیا لیکن نہ سفید چادرین بسترون کی بدلی گئیں نہ تکیوں کا غلاف ہی دیا گیا۔ نہ کسی کمرے میں منہ ہاتھ دھونیکا صابون تھا نہ ٹولیہ جھبھون نے اس سے قبل کسی اور یوروپین کمپنیوں میں جہاز کا سفر کیا تھا انکو یہ تمام بد انتظامیاں بہت بُری معلوم ہوئیں جنکے شکایت کرنے پر ایک چادر اور ایک پرانا غلاف تکیہ کا دیا گیا جو آخر سفر تک اونکا ہمدرد رہا۔ برٹش انڈیا اور پی۔ انڈیا اور دیگر ولایتی کمپنیوں میں جنکو بحری سفر کر نیکا اتفاق ہوا ہوگا وہ میری اس تحریر کی تائید کریں گے کہ مغل کمپنی کے انتظام میں اور انہیں کیا فرق ہے۔ کیا یہ سب شکایتیں صلاح طلب نہیں ہیں گورنمنٹ اعلیٰ کی ایک وفادار رعایا کا حصہ اپنے فرائض دینی کو ادا کرنے اسقدر دور دراز مقام کو سفر

کثیر کا بار اٹھا کر جاوے اور اون پر پتہ نکالیف گزرین اور محکمہ حجاج کو اوس کی خبر تک نہو کہان تک اسناد طلب ہے۔

**جہاز کی ہاسپٹل** | جہاز میں ہاسپٹل ایک مقام میں بنائی گئی تھی جو درجہ دوم کے نزدیک

تھی۔ جائے اچھی اور وسیع تھی اور سین بیماروں کیلئے بستر اور پاک و صاف چادرین بھی نہیں تھیں۔ اس کا بہت چرچا ہوا تھا اس چرچے کی نسبت ہاسپٹل کا ایک مسلمان کمپنڈر بدنام کیا گیا اور وہ شخص اپنے کو سمندر میں گرادیا جس کا ذکر اور کہیں کرڈنگا۔ صرف ایک ڈاکٹر پاسی تھا اور جہاز میں تقریباً دو سو زاید عورات تھیں اونکے واسطے کوئی لیڈی ڈاکٹر یا نرس نہ تھی۔

**جہاز خسرو کے آفسر** | جہاز خسرو کا کمانڈر مشرے۔ ہانا *J. Hana* اور حیف

جے۔ ڈبلیو۔ کاٹل *J. W. Cottrell* بڑے خلیق انگریز تھے اور دوسرے انجینر وغیرہ جو انگریز تھے وہ بھی نہایت نیک خلق اور مہنسا رہتے کبھی کسی قسم کی شکایت انکی نہ سنی گئی خصوصاً مشرے ہانا نہایت خلیق اور اونکا برتاؤ تمام سفر میں کل حاجیوں کے ساتھ اچھا رہا۔ اگر کچھ عیب تھا تو یہی تھا کہ کسی حاجی کی وجہی فریاد کو سنتے تو تھے مگر اونکی ہر دلعزیزی قانون کے پابندی کو کسی قدر دور کر دیتی تھی۔

**جہاز میں جائے نماز** | جہاز میں ایک طرف نماز کے لئے کچھ جگہ ضرور مخصوص کرنا چاہئے

اوس حصہ میں بحر اوقات نماز کے کسی مسافر کو ہمیشہ رہنے کی ہرگز اجازت نہیں دینی چاہئے۔ اس بندوبست سے عام رحمت میں خلل نہیں آویگا۔ اور پنی کو کچھ زیادہ تکلیف بھی اڑھانی نہ پڑیگی۔ حجاج آسائش سے اپنی نماز نہ چکانہ ادا کیا کریں گے۔ جہاز خسرو میں درجہ اول کے مسافر جہان بیٹھا کرتے تھے اور جہان پر اکثر مسافر اپنا بستر اجمائے ہوئے تھے اوس مقام پر نماز کے وقت لوگ عرشہ اور تن سے اور درجہ سالون وغیرہ سے آنکر جمع ہو جایا کرتے تھے اول اول پنجوقتہ نماز میں تقریباً چالیس یا پچاس

آدمی تک برابر آیا کرتے رہے بعد کو جب احرام باندھ لیا گیا تو تعداد سو کے اوپر ہو گئی اور باقی لوگ اپنی اپنی جگہ نماز ادا کر لیا کرتے رہے۔

بعض وقت اس قسم کی تکلیف ہوتی رہی کہ سوتے ہوئے حاجیوں کو اڑھادیا کرتے تھے کوئی سوتا ہی رہتا تھا او سکور و برور کھکر نماز پڑھ لیا کرتے تھے اسکی دوجہ تھی ایک تو نماز میں شرکت کی غرض سے متق والے اور عرشہ والے بھی اوپر آجایا کرتے تھے کوئی منع تو کر ہی نہیں سکتا تھا کہ تم متق سہان کیونکر آئے۔ نماز کا بہانہ کافی تھا جماعت کی شرکت کو کوئی منع ہی نہیں کر سکتا تھا اور اچھی ہوا کے ملنے سے لوگ ظہر کے آئے ہوئے عشا کے بعد ہی واپس جایا کرتے تھے۔ کون کہہ سکتا تھا کہ اب نماز ہو چکی چلے جاؤ۔ اگر کوئی شکایت کمانڈر جہاز سے کرتا تو وہ یہی کہہ کر مالدیتا تھا کہ جب تم نماز کیلئے سب اکٹھے ہو جاتے ہو تو میں کیونکر علیحدہ کروں۔ اگر میں ایسا کروں گا تو لوگ مجھے مطعون کریں گے یہاں اسکا اعلیٰ درجہ کا اخلاق تھا۔

**جہاز کی صفائی** | مجھے بہت ملازمت بارہا بحری سفر کرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ رنگون

چین۔ کلکتہ۔ آندمان وغیرہ کو گیا اور آیا ہوں۔ کل روئی زمین کے جہازی کمپنوں کے جہازات پر ہر روز صفائی اور دہلائی ہوا کرتی ہے۔ صبح ہوتے ہی ملازمان جہاز صفائی کے کام میں لگ جاتے ہیں۔ مگر جہاز خسرو کو صفائی سے بہت پرہیز بلکہ عار تھا۔ جہان پر درجہ اول و دوم کے مسافر اوپر تیر جائے تھے جہان نماز پڑھی جاتی تھی بمبئی سے کامران تک تو نہیں دہویا گیا۔ ہمارے کامران کو جانے کے بعد اگر صاف کیا گیا ہے تو واللہ اعلم۔ عرشہ پر کبھی کبھی لوگوں کو بچا کر سمندر کا ٹمکین پانی گرا دیا جاتا رہا جس سے اور غلاظت جمع ہو جاتی تھی۔ شاید یہ خیال کر کے کہ حاجیوں کو تکلیف ہوگی۔ مالکان جہاز نے صفائی کرنے کو بند کر دیا ہو مگر میری رائی میں صفائی کا ہونا صحت عامہ کے لئے از حد مفید ہے۔ آئندہ کمپنی کو صفائی کا خیال ضرور رکھنا چاہئے۔ اس قدر سیلاب جہاز میں نے کبھی کسی گزیر



کمپنی کا نہیں دیکھا ایسے میلے کھیلے جہازوں میں امراض و بایئہ کا ہونا کوئی تعجبات سے نہیں ہے  
جدہ ہر جاؤاد ہر استغنے کی بدبو جسکی وجہ سے مسافر کو تے پرتے کا ہونا اور پھر فوراً اسکی صفائی کا خیال نہ کرنا  
ناظرین خود سمجھ سکتے ہیں کہ کہاں تک صحت کیلئے مضر ہے۔

**بغیر ٹکٹ کے دو آدمی** | باوجود اس قدر دیکھا بھالی اور سخت نگرانی کے دو آدمی بغیر ٹکٹ

کے جہاز خسرو پر داخل ہو گئے سنا گیا کہ دو روز قبل یہ لوگ جہاز کو دیکھنے کے بہانہ سے اندر جا کر  
گودام گھر میں چھپے رہے انکو کسی نے نہیں دیکھا۔ جہاز خسرو کو روانہ ہوئے دو روز ہو گئے تو یہ لوگ  
بھوک اور پیاس کے غلبہ سے گودام گھر کے منہ کو مارنے لگے جو لوگ اوپر تختوں کے بیٹھے تھے انھوں  
نے اس آواز کو سنا اطلاع دی اور ملازمان جہاز نے انکو نیچے سے باہر نکالا اون کے پاس سوائے  
بدن کے میلے کھیلے کپڑوں کے اور کچھ نہ تھا۔ انکو پکڑ کر جہاز والوں نے اول تو بندر کھا جب دیکھا کہ  
اس بندر کھنے سے کوئی نتیجہ نہیں ہے تب انکو ساتھ لیکر لگے بھیک مانگنے چند محنت حرجیوں نے  
اون کو چندہ دیکر اون کا کرایہ پورا کر دیا۔ مگر میں اس کاروائی کے سخت خلاف تھا مجھ سے بھی  
لوگوں نے چندہ دینے کو کہا میں نے انکار کر دیا میری رائی میں عدن پہنچ کر انکو پولیس کے حوالے کر کے  
عبرت ناک سزا دلانی ضرور تھی تاکہ آئندہ ایسی بجا حرکت کوئی نہ کرے۔ حاجیوں نے تو اون کو جدہ تک  
پہنچا دیا اب وہ آگے چل کر کیا کریں گے یہ خود ناظرین سمجھ سکتے ہیں اون پر فرض نہ تھا کہ وہ ایسی کسی  
کی حالت میں حج کو جاتے مسلمانوں نے خود چندہ دیکر انکو سرزمین مقدس میں لوگوں کو مزید تکلیف  
دینے کیلئے پہنچا دیا۔ جہاز والوں کو کیا پڑا تھا کہ وہ سرکار کے سپرد کرتے انکو تو روپیہ سے غرض  
تھی جو کچھ چندہ سے وصول ہو گیا وہ انکا مال ہو گیا۔

**بمبئی سے عدن تک کے حالات** | بمبئی سے عدن ۱۶۶۰ میل کے فاصلہ پر

جانب عرب بحر عرب و بحیرہ قلزم کے دہانہ پر واقع ہے۔ ڈاک کا جہاز بمبئی سے عدن پانچویں دن

پہنچتا ہے مگر ہمارا جہاز خسرو نوین دن داخل ہوا۔

۲۱ اکتوبر روز شنبہ مطابق ۲۷ شوال المکرم آج تمام دن آپس میں لوگوں کی ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ بہت سے دوست اور احباب نئے پیدا ہو گئے مختلف ملک و ضلع مثلاً برہما پور بمبئی۔ پنجاب۔ مالک متحدہ۔ مدراس۔ بنگال وغیرہ کے لوگ موجود تھے چند طبیباری بھی سوار تھے میرے ہمراہ یعنی اوس کمرے میں حسین مجھے جگہ ملی تھی بنگلور سے حاجی عبدالغفور صاحب تاجر پارچہ موہ اپنے فرزند حاجی زین العابدین و متعلقین کے سوار تھے عبدالغفور صاحب کے ساتھ مسفورات ۲ بچے اور ۴ مرد جملہ ۱۵ آدمی تھے عبدالغفور صاحب بڑے نیک بزرگ ہیں۔ میں نے اونکی بزرگی کا خیال کر کے اپنے کمرے میں اونکا سا ان رکھوا کر ٹھہرایا اونکے ۳ درجہ اول کے ٹکٹ تھے او باقی سب ترقی کے ۳ بچوں میں ایک بالکل سال بھر کا تھا دوسرا ۲ سال کا اور تیسرا بھی شاید ۳ سال کا ہوگا۔ افسوس کہ کمپنی والوں نے سوای اوس ایک شیرخوار بچے کے باقی دو کا کرایہ برابر پورا لے لیا دوسری کمپنیوں میں کچھ دستور نہیں ہے ۱۲ سال کے اندر کے بچوں کا کرایہ نصف لیا جاتا ہے بڑی رعایت اور بچوں کے ساتھ کچھ رکھی گئی کہ فیس کا مران وجہ معاف کر دی گئی۔

**جہاز خسروین ایک حادثہ** | ایک ایرانی مسلمان مٹھی محمد علی کپسوڈر کی ڈیوٹی پر مامور تھا

اوس نے کہیں کپتان جہاز سے یہ کہہ دیا کہ جو دو شخص جہاز میں چھپے بیٹھے تھے اون سے کرانی جہاز کا ایک نوٹ دس روپیہ کا اور نقد چھ روپیہ لیا ہے۔ اس بات کا تدارک تمام دن ہوتا رہا آخر کار محمد علی کا بیان جھوٹا نکلا۔ چھپے ہوئے لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ ہم نے کوئی روپیہ نہیں دیا۔ اس بات پر محمد علی کو نوکری سے برخاست کرنے کا تحریری حکم منجانب کمانڈر جہاز صادر ہوا۔ علاوہ اوسکے محمد علی پر پھر الزام بھی لگایا گیا کہ یہ شخص امن عامہ میں خلل ڈالنے والا ہے اس حکمنامہ پر دو چار معزز حاجیوں کے دستخط بھی کر لئے گئے آجکا دن اسی جھگڑے اور فساد میں طی ہوا۔

۲۴ اکتوبر بروز شنبہ مطابق یکم ذوالقعدہ ۱۳۲۹ھ سمندر بہت خاموشی کی حالت میں تھا۔ اب ہماری نمازین باجماعت ہونے لگیں۔ جہاز پر ۴ یا ۵ جگہ جامعین ہوا کرتی تھیں مگر سب زیادہ کثرت ہمارے درجہ میں تھی۔

جناب مولانا مولوی محمد عسکری صاحب لکھنؤی فرنگی محلی بھی اسی جہاز پر ہمراہی سکیم صاحبہ جہانگیر آباد سوار تھے مولانا موصوف بھی دوسری جگہ جماعت سے نماز پڑھا کرتے تھے۔

مین عصر کے وقت غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ٹہلتا ہوا جہاز کے پیچھے کی جانب چلا گیا۔

جہان جہاز کا کرانی یعنی منشی رہتا تھا۔ مین اوس سے باتیں کرتا ہوا بیٹھ گیا۔ اوس وقت سوای میرے

اور اوس کھر کے اور کوئی شخص اوس جگہ پر نہیں تھا مگر اور دو آدمی عصر کی نماز میں مشغول تھے اتنے

میں محمد علی آیا جسکا ذکر مین اوپر کر آیا ہوں۔ اور بڑی تیزی کے ساتھ اوس منہام پر گیا جہان پر آئیہ پائش

جہاز کا لگا رہتا ہے جو جہاز کی رفتار بتاتا ہے وہ ایک گھڑی کے طور پر ہوتا ہے اوسکا آلہ تو جہاز پر

رہتا ہے مگر ایک لائبنی ڈوری کے ذریعہ ایک چھوٹے لوہے کے ساتھ لگا کر سمندر میں گرا دیتے

ہیں دوری جب جہاز کی رفتار کے ساتھ حرکت کرتی ہے تو اوپر کے جانب وہ آلہ فاصلہ بتاتا ہے

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اتنے میل جہاز آیا۔ اور پھر ناپ ہر روز ۱۲ بجے دن کے برابر ملاتے ہیں اور

شمار جہاز کی رفتار کا ۱۲ بجے دن سے دو سکر ۱۲ بجے دن تک ہوا کرتا ہے محمد علی اوس آلہ کے

پاس آیا۔ تو میرا خیال یہ ہوا کہ شاید اوسکو دیکھتا ہو گا یا اسکے متعلق کوئی صفائی وغیرہ کرنے کا کام

بھی اوسکے ذمہ رہیگا۔ مین یہ سمجھ کر کرانی سے باتیں کرتا رہا محمد علی نے ایک پیرا پنا لوہے کے

بار پر سے نکال کر اپنے ہاتھوں سے لوہے کی سلاخ کو مضبوط پکڑا اور دوسرا پیر بھی باہر نکال کر

میرے طرف مخاطب ہو کر سلام کیا اور کہا کہ خالص صاحب تم جاتے ہیں اور دھرم سے سمندر میں کود پڑا۔

اوسکی نظر میں اوسنے بہت جواہر دانہ کام سمجھا ہوا اور شاید اپنے زعم میں یہ شعر بھی پڑھا ہو۔



کہ کوہِ اسمندرین کوئی دہم سے نہوگا۔ جو کام ہوا ہم سے وہ رستم سے نہوگا۔  
 مگر میری رائی میں وہ بہت بجا حرکت کا مرتکب ہوا۔ میں نے فوراً کلرک سے کہا۔ وہ وہاں سے  
 اٹھ کر کپتان جہاز کی جانب دوڑا۔ اور ایک لائف بٹ جسکو پکڑنے سے انسان سمندر میں ڈوبنے سے  
 بچتا ہے فوراً سمندر میں پھینک دیا۔ اسوقت جہاز تقریباً ۱۰ فرلانگ آگے نکل گیا تھا اور لائف بٹ ایک  
 طرف اور محمد علی دوسری جانب تیر رہا تھا۔ رپورٹ ہوتے ہی جہاز کی رفتار ڈیڑھ گئی اور چیف آفسر  
 نے فوراً پھرتی سے ایک کشتی جہاز سے اوتا کر دو چار جہازی خلاصیوں کو لیکر سمندر میں اوتر گیا اور  
 کشتی کو اسکی طرف چلایا وہ بہت اچھی طرح سمندر میں تیر رہا تھا۔ کشتی کو لیجا کر اس مردود کو اسیمن  
 ڈال کر دوبارہ جہاز پر لایا گیا اس کاروائی میں تقریباً ۵۴ منٹ جہاز رک گیا۔ وہ مرا تھا مگر ہوش  
 بالکل بجا نہ تھے بے دم ہو گیا تھا پانی وغیرہ نہیں پیا تھا منہ سے کف جاری تھا اسنے اقدام خودکشی کا  
 جرم کیا تھا۔ اسکو زیرِ حرست رکھا گیا۔ نہ معلوم عدن پہنچ کر کیوں چھوڑ دیا گیا۔ میری رائے میں بہوجب  
 قانون کے جو واجب سزا ہو ضرور ملنا چاہئے تھی۔ مگر اسکو سزا نہ ملی تو ہر ملازم جہاز زراذی بات پر  
 سمندر میں کودا کر نیگے۔ جہاز کو بھی بلا سبب تاخیر کرنا پڑتا ہے۔ اور ملازمان جہاز کو بھی سخت تکلیف  
 ہوتی ہے۔

۲۶ اکتوبر بروز جمعرات۔ آج پھلیان بہت نظر آئیں شام کو ساحل مکہ (محلہ) کا کنارہ  
 اور پہاڑ نظر آئے۔ سوڈا اور لیمپنڈ کی بوتلیں مع برف کے اہل و دوم روزہر میں ملجایا کرتی تھیں  
 آج ۵ رہو گئے۔ برف بھی جہاز کا قریب الختم تھا۔ پانی کا رنگ گذشتہ دور سے سبزی مائل نیلگون  
 رہا۔ خلیج بنگال کی طرح گہرا سیاہی مائل رنگ تھا۔ آج ہی لوگوں نے اپنے دوست احباب کو خطوط  
 لکھنے شروع کئے جو عدن سے روانہ کئے جائینگے۔

۲۷ اکتوبر بروز جمعہ۔ آج میں نے بہت سے خطوط ہندوستان، برہما اور چین کو لکھے

گذشتہ شب کو رنگون کے سینٹھون نے محفل میلاد جہاز پر منعقد کی تھی۔ نماز جمعہ شائع امام کے پیچھے  
 باجماعت چند لوگوں نے پڑھی ایک جہاز ساحل آفریقہ سے جانب ہندوستان جاتا ہوا نظر آیا۔

**جہاز میں چوری** اکثر لوگوں کو شاید یہ سن کر تعجب ہو گا کہ حاجیوں کے جہاز میں سرقہ کے  
 جرائم۔ مگر میں جو کچھ لکھ رہا ہوں وہ بالکل صحیح ہے۔

جب سے جہاز خسرو ساحل بمبئی کو چھوڑا متعدد چوریاں ہوئیں نہ معلوم کچھ چور کون ہیں  
 پہلے روز تو میرے ایک دوست کا برف جو ایک من تھا اڑا لیا گیا۔ اسکی تلاش ہی میں تھے کہ دو  
 ایک حاجی کا بستر اکھو جانے کی آواز سنائی دی۔ میرے دو بوتل شربت کے اور میوہ کی ٹوکری ختم ہوئی  
 ہر روز کہیں نہ کہیں کچھ نہ کچھ چوری ہونے کی خبریں ملتی تھیں۔

یہ تو کوئی بادرنگیگا کہ جو مسلمان حج کو جاتے ہیں وہ چوری کرینگے اور بوجہ عقلی یہ  
 بھی کہا نہیں جاسکتا کہ ملازمان جہاز یا خادمان حجاج سرقہ کے مرتکب ہوں۔ ان سب وجوہ پر نظر کرنے  
 سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ضرور کوئی سارق بہ لباس حاجی یا ملازم حجاج بنکر ہمیشہ ایسے جہازوں پر سفر کرتے  
 ہیں جسکو ہم پارسائی کے لباس میں دیکھ کر فریب کھاتے ہیں۔

ایسے بھی بندہ خدا بہت ہیں کہ گناہوں کا خیال نہیں کرتے نہ اپنی حالت کو دیکھتے ہیں  
 اور نہ اوسکے پاس کافی سرمایہ ہی ہوتا ہے بس حج کو چل کھڑے ہوتے ہیں جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں  
 اسی جہاز میں دو شخص ایسے موجود ہیں جنہوں نے باوجود اس قدر سخت نگرانی کے بغیر ٹکٹ و پاسپورٹ  
 حاصل کرنے کے جہاز پر دور و قبل ہی سے آکر چھپے۔ مالک جہاز کو اپنے دخل نصیب سے  
 محصول جائزہ کے لینے سے محروم کیا۔ اور خود بھیک کے ٹکڑوں پر گذر کر رہے ہیں۔ خدا جانے ہکا  
 کیا حشر ہوگا۔ خداوند کریم ان چوروں کو نیک توفیق عطا کرے۔

۲۸ اکتوبر روز شنبہ مطابق ۵ شوال المکرم۔ آج تمام دن کنارہ شمالی نظر آتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ جہاز بہت نزدیک کنارے کے جانب ہے۔ ولایتی جہاز اس قدر نزدیک سے نہیں جاتے ہیں۔ اور بمبئی چھوڑے بعد ولایتی جہاز دن میں سوائے عدن کے اور کہیں کنارہ نہیں ملتا۔ دور دور کے پہاڑ بھی نظر آ رہے تھے۔ دو ایک جہاز بھی آئے اور جاتے دکھائی دئے۔ لوگوں نے ابھی سے کامران کیلئے اسباب باندھنا شروع کر دیا اور ہمارا جہاز قریب بکے راست کے ساحل عدن پر پہنچ گیا۔ نماز مغرب اور عشا کی ہم نے آج شمال مغرب طر پر ہی بعض تو بالکل شمال ہی کے طرف کھڑے ہو گئے جنگے پاس نامے تھے اور عدن نے سفر نامہ کی تحریرات کو بالکل سچی جان کر نماز میں اپنی سمت بھی خراب کر دی مجھے چونکہ نقشہ سے پوری وقیفیت حاصل ہے اور یہ معلوم تھا کہ مکہ مکرمہ کدھر ہے اور طرف نماز پر ہی ہکو تو کعبہ کی سمت نماز پڑھنا ہے نہ مغرب یا شمال یا رخ پر آسانی نماز کے لئے میں نے ایک نقشہ نماز بھی اس سفر نامے کے آخر میں لگا دیا ہے جو بالکل ٹھیکٹ ہر جگہ سے مکہ معظمہ کی سمت دکھا دیگا۔

**عدن اور اس کے حالات** | عدن باب المندب سے ۹ میل۔ کامران سے ۲۰ میل

جدہ سے ۷۰۰ میل۔ بمبئی سے ۱۶۵۵ میل اور سویرے سے ۳۰۰۰ میل کے قریب ہے۔ حساب سے جہاز کی رفتار معلوم ہو جائے تو ناظرین خود نکال لے سکتے ہیں کہ کب اور کس وقت کون مقام آویگا۔ جہاز کی رفتاری گنتہ منحل کمپنی کے جہاز دن کی ۱۹ اور ۱۰ دس میل کے درمیان ہے اور ولایتی ڈاک کے جہاز کی ۱۵-۱۶ میل کے قریب قریب ہے۔ ہر روز ۱۲ بجے دن کے رفتار کا حساب ہوتا ہے جو کمانڈر دریافت کرنے پر کہہ دیتا ہے۔

جہاز بندر عدن پر داخل ہوتے ہی ایک انگریز آیا اور خیر و عافیت حجاج اور ملازمین جہاز کی دریافت کر کے روانہ ہو گیا۔

۲۹ اکتوبر و یکشنبہ ہم لوگ نماز صبح پڑھ رہے تھے کہ جہاز خسرو کی رفتار ذرا دیر ہوئی



شروع ہو گئی۔ ختم نماز تک خسرو جو تمام شب خواب راحت میں تھا ساحل عدن کے قریب لنگر انداز ہوا۔ شہر عدن اور اسکی عالیشان عمارات معہ پہاڑ و پلوں کے ایک عمدہ منظر میں دکھائی دے رہے تھے۔ ہوٹل دی یورپ۔ ہوٹل دی یونیورسل کی عالیشان دو منزلہ عمارات دور سے نظر آ رہی تھیں بہت سے عمارات دو منزلہ اور پختہ تھیں کسی کسی موقع پر لکڑی کی عمارتیں سہ منزلہ بھی نظر آئیں۔ پہاڑ بالکل صاف مین درخت کا نام و نشان انہیں نہیں۔ نہ کہیں سبزی یا باغات ہی دکھائے دئے۔ مقابلہ پر دو بڑے اونچے پہاڑ نظر آتے رہے اور پھر بھی عمدہ اور پختہ عمارتیں دکھائی دیتی ہیں۔ ایک پہاڑ کی چوٹی پر نشان (جسپر جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں جو جہازوں کی آمد و رفت کا پتہ دیتا ہے) نصب تھا ظاہر پہاڑ بڑے اور اونچے نظر آتے ہیں اون پر راستے گھومتے ہوئے گئے ہیں۔ بیل گاڑیاں گھوڑی گاڑیاں اور اونٹوں کی گاڑیاں شہر عدن میں ہیں۔ جہاز پر سے عدن کا منظر معہ پہاڑوں کے بہت ہی شگونا معلوم ہوتا ہے۔

چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں بہت سے افریقی عرب اسباب فروخت کرنے کو لائے تھے۔ مچھلی۔ آٹا۔ انار۔ سیب۔ لیمو۔ آلو۔ بیگن اور حلوائے مسقط وغیرہ مناسب قیمت پر فروخت کرتے تھے حاجیوں کے اضطراب کی بھی کوئی حد تھی۔ ہر ایک حاجی یہی چاہتا تھا کہ سارا سامان میں ہی خرید کر لو اور دوسرا محروم رہ جائے۔ ایسے ٹوٹ پڑتے تھے کہ ایک پر ایک گرتا تھا۔

امیرون نے جلدی کر کے زیادہ قیمت پر چیز و نکو خرید لیا وہی چیزیں زرا دیر کے بعد غریب حاجیوں کو سستے داموں مل گئیں۔ اول اول گوشت ۶ پونڈ ملا بعد وہی گوشت ۳ پونڈ فروخت ہوا۔ بازار کی گرم بازاری دس بجے تک رہی اس کے بعد کل اشیاء کی قیمت نسبتاً کم ہو گئی۔ اور ہر چیز نصف قیمت پر فروخت ہونے لگی۔

یہاں کے لوگ عمدہ طور سے اردو بول لیا کرتے ہیں۔ خرید و فروخت میں لوگوں کو

کوئی تکلیف نہیں ہوتی ہے۔ گرمی عدن میں زیادہ معلوم ہوتی تھی۔ اس سیاہ فام لوگ زیادہ نظر آتے  
جہاں ہمارا جہاز کھڑا تھا اس جگہ سمندر کے اندر ایک بالکل چھوٹا جزیرہ ہے اور سین امرض و باریہ کے  
مریضوں کو اتار کر فرطینہ کیا جاتا ہے اور اون کے کپڑے وغیرہ بھپارہ سے گرم کئے جاتے ہیں۔

ایک کلاک ٹاؤر بھی چھوٹی پہاڑی پر نظر آ رہا تھا جس سے بہت حاجیوں نے اپنی اپنی  
گھڑیوں کو درست کیا۔

عدن ایک خشک مقام معلوم ہوتا ہے پیداوار کا حال مجھے کچھ معلوم نہوا اگر عدن کو  
باب الہند کہا جائے تو موزون ہے کیا مجال کہ بروقت کسی غیر کا جہاز بلا اجازت گورنمنٹ علیہ برطانوی  
بیان سے گذر سکے۔ سنا گیا ہے کہ پانی یہاں اس قدر گراں ہو جاتا ہے کہ فی ٹن پچاس روپے پر ملتا ہے  
جہاز پر سٹے بیمار | جہاز پر پیش اور اسپہال کا ہونا میری دانست میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ  
بہت سے حاجی مہی سے عدن تک وقت پر کھانا نہیں کھاتے اور نہ کوئی انتظام جہاز پر کمپنی کے  
طرف سے کھانیکا ہوتا ہے۔ وہ مجبوراً اپنی کاہلی سے چنے یا ستویا ایسے ہی مختصر اشیاء کھا کر گزاران  
کرتے ہیں۔ جب جہاز عدن آتا ہے اور عرب لوگ اشیاء فروختی لاکر فروخت کرتے ہیں تب یہ  
لوگ جو آٹھ روز سے وقت پر خوراک نہیں کھاتے تھے جو کچھ الا، بلاطتا ہے خرید کے کھانا شروع  
کرتے ہیں۔ تربوز کے ساتھ چانول بھی کھا جاتے ہیں جس سے اسپہال کی بیماری میں مبتلا ہو جاتے  
ہیں۔ کوئی کسی کو منع تو کر ہی نہیں سکتا۔ اور کرنے پر سننا کون ہے جبکہ حاجی جو چاہا لیا اور کھا لیا  
اگر پورٹ آفسر یا مالکان جہاز اور گورنمنٹ کا محکمہ حفظانِ صحت اس بات کا خیال رکھے  
کہ اس سے اکثر بیمار یاں نمود ہونے کا احتمال ہے تو اس خرید و فروخت کو یکدم موقوف کر دے  
یا کم از کم اون اشیاء کا طبی معائنہ ہو جایا کرے جو اندیشہ و شبہ ہوں اور کو فروخت کرنے کی اجازت  
ہرگز نہ دیا جائے۔ گوشت جو آتا ہے وہ بہت چرب دار ہوتا ہے۔ کہاں ان بھوکے حاجیوں کا خالی معدہ

جو اس چربدار گشت دنبہ کھا کر مضم کر سکے۔ مگر کھانے میں ہرگز نہیں چوکتے۔ کچا پکا جیسا بنا پکایا اور کھا گئے۔ کوئی نہیں خیال کرتا کہ اس کھانے میں یا برابر مضم نہونے میں کیا فائدہ اور نقصان ہے مگر انکو تو فقط حکم پُری سے کام ہے۔ جب ہمارا جہاز عدن چھوڑا تو بیمار بھی زیادہ ہو گئے۔ اسہال اور بخار کی شکایت بھی عدن کے بعد ہی رہی۔ اس سے میں نے یہی نتیجہ نکالا کہ عدن کی غذائیں مضر صحت ہیں

**عدن کا نرخ** | جہاز پر جو اشیاء فروخت کیلئے لائے گئے اور ان کا نرخ حسب ذیل تھا بعد کو کم ہوا

گدشت دنبہ پونڈ ۱۰۔۔۔ آلو پونڈ ۲۔۔۔ سیگن فی عدد ۸۔۔۔ پیاز پونڈ ۶۔۔۔ انڈے درجن ۸۔۔۔ مچھلی ۴ عدد خور  
انار فی عدد ۱۰۔۔۔ تریبوز فی عدد ۸۔۔۔ سے نہ تک۔ پھوٹ فی عدد ۶۔۔۔ سیب خور و فی درجن ۶۔۔۔ انجیر سوکھے  
پونڈ ۸۔۔۔ اناس کاٹن ۹۔۔۔ دودھ کاٹن معمولی قسم ۸۔۔۔ حلوا مسقطی فی ٹن ۸۔۔۔ سرگٹ سو عدد ۴۔۔۔ تیل  
کرشن کا نمہ بوتل ۳

**عدن کی سیر** | ہم کو عدن میں اترنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ مگر جہاز کے ملازم اس حکم سے مستثنیٰ تھے۔ جہاز کا کپتان اور اسکی بیوی اور جتنے جہاز کے آفسر و ملازم تھے وہ سب برابر عدن کی سیر کر کے آئے فقط حاجی ہی گنہگار تھے جو سیر عدن سے محروم رکھے گئے۔ حاجیوں کو اترنے کی سخت ممانعت تھی میں اور دیگر حاجیوں نے جو درجہ اول کے مسافر تھے بہت کوشش کی کہ عدن میں اتر کر سیر زیارت کر لیں بلکہ میں نے کپتان جہاز سے بھی دریافت کیا تو انھوں نے کہا افسوس ہے کہ حاجیوں کو اتارنے کی اجازت نہیں ہے۔ جب میں واپس سفر حج سے آیا تو ایک فرنج جہاز میں سوا تھا اور سوقت کوئی نہیں پوچھتا تھا کہ کون ہو جس کا جی چاہا اتر اور خوب سیر کی۔

**جہازوں کی آمد و رفت** | ساحل عدن پر ہر وقت کوئی نہ کوئی جہاز ڈاک۔ مال یا خنکی آتا ہی رہتا ہے بہت سے جہازات ہمیشہ لنگر زن رہا کرتے ہیں اور جہاز کے جہازات کیلئے تو قانوناً ٹھہرا لازم ہے۔ حجاج کا جہاز یہاں ٹھہرے بغیر آگے نہیں جاسکتا ہے۔



جتنے جہازات یہاں آتے ہیں وہ تقریباً سب کے سب کوئیلہ اور لکڑیاں لیا کرتے ہیں۔  
 گورنمنٹ عالیہ کوئیلہ سے بہت فائدہ ہے۔ اگر یہ مقام انگریزوں کے ہاتھ نہ ہوتا تو ولایتی جہازوں کو  
 کوئیلہ کے اسٹیشن کیلئے سخت تکلیف ہوتی۔ رات کے وقت سرخنگ لائٹ کے ذریعہ سے دور دور تک  
 دیکھا جاتا ہے۔ آج ایک جرمن جنگی جہاز آیا۔ اسکی سلامی روسی جنگی جہاز نے دی۔ توپین چھوڑی گئیں  
 جب روسی جنگی جہاز عدن سے روانہ ہوا تب اسکی سلامی جرمن اور برٹش جنگی جہازوں نے دی۔  
 کسی نے ۲۱ توپین چلائیں کسی نے ۹ کسی نے کچھ۔ شام کو ۵ بجے کے قریب انگلش میل بسٹن  
 آیا۔ جہاز بہت بڑا تھا۔ رات کو شہر اور ساحل عدن پر اسقدر روشنی نظر آرہی تھی گویا دیوالی کا سماں معلوم  
 ہوتا تھا۔ ڈاک کے جہاز کی روشنی تمام دوسری روشنیوں پر سبقت لی جا رہی تھی۔ صبح کی نماز کے  
 پہلے ڈاک کا جہاز جانب ہند روانہ ہو گیا۔ جہاز خسر دہشت کے جو سامان لایا تھا اتوار کے روز اتار دیا  
 ہوا مختلف پہلو پر چلا کی شکو بھی ہو سکتی رہی۔

۳۱ اکتوبر ۱۹۱۱ء روز و شبہ مطابق، ذوالقعدہ ۱۳۲۹ھ صبح سے جہاز پر آنے کی  
 بوریاں لڈنے لگیں جو جدہ اور عرب کے لئے تھیں۔ سنا گیا کہ یہ مال پہلے جہازوں میں کماران اور جدہ  
 کے لئے لایا گیا تھا۔ سبب جنگ ترکی و اطالیہ کے ہی مقام پر اتار دیا گیا۔ اسبنا گیا ہے کہ لڑائی  
 کچھ موقوف ہے۔ اور مال لیجانے کا حکم ہو چکا ہے۔ گرمی آج زیادہ رہی۔ میرے کپڑے جو میلے ہو گئے  
 تھے جہاز پر مہتر کے ہاتھ سے دھووائے فی کپڑا ۴ دیا گیا۔ مگر صاف نہیں ہوئے میل تو کچھ کم ہو گیا مگر کرا  
 اور بڑھ گئی۔ چونکہ مہتر کے دھوئے ہوئے تھے مجبوری تھی کوئی چارہ نہ تھا۔

آج شام کو حاجیوں نے بہت شور مچایا اور کہنے لگے کہ جہاز کو اسقدر دیر یہاں کیوں ٹہرایا  
 گیا۔ جتنے حاجی تھے اونہی بائین کرتے تھے۔ مجھ سے چند دوستوں نے کہا کہ تم ہماری نیابت قبول  
 کر کے کپتان جہاز سے اس معاملہ کی شکایت کرو۔ میں نے اجبات کو منظور نہ کیا۔ بہت کچھ ٹالا مگر میرے

انکار کو کسی نے نہیں سنا۔ وہاں ایک طوفان بے تمیزی کا سمندر پھیل ا ہوا تھا۔ آخر یہ امر طے پایا کہ ہم مغرزا شخاص کپتان جہاز کے پاس جا کر ان باتوں کی شکایت کریں (۱) یہ جہاز حاجیوں کا ہے نہ کہ مال کا۔ (۲) ہم سب بمبئی میں لیون بھٹہ لایا گیا کہ عدن میں اس قدر دیر ہوگی اور مال لا دیا جائیگا (۳) ہم عبادت کیلئے جاتے ہیں نہ کہ اپنا وقت غنائے کرنے کو۔ ہمارا ایک گنٹھ فضول کسی اور مقام پر ضائع کرنا ایک لاکھ گنٹھ فضول گزارنے کے برابر ہے (۴) مال کی ہکو زرا بھر پرواہ نہیں۔ جہاز یہاں سے فوراً روانہ ہو جانا چاہئے (۵) اگر مال کا لیجانا اشد ضروریات سے ہے تو ہکو کا مرن یا جدہ پہنچا کر پھر مال لایا جائے۔ اس وفد میں رنگون کے متمول پیشہ حاجی محمد اسماعیل صاحب آنریری محبٹ حاجی پیرا محمد سیمہ تحصیلدار حسین علی شاہ صاحب اور میں تمام حاجیوں کے طرف سے نائب نکر کپتان جہاز کے پاس گئے اور اسکو بہت سمجھایا۔ اسوقت تقریباً ہم سو حجاج نیچے سے اوپر کی طرف آگئے اور کپتان جہاز کے کمرے کے طرف صطرابی سے بڑھنے لگے کہ سن تو لین کپتان صاحب کیا کہتے ہیں اور حکم کیا ملتا ہے اور اپنی مختلف آوازوں سے ہکو اور کپتان جہاز کو چونکا بنا دیا۔ کپتان جہاز نے اسوقت ایسی شرافت برتی اور ہکو اعتراف کرنا پڑا کہ وہ بہت ہی شریف اور خلاق مجسم انگریز ہے مجھے ایسا سابقہ تمام عمر میں کسی سے نہ پڑا تھا۔ اسنے بہت بردباری کو کام فرمایا سمجھایا کہ حاجیو! میں میرا کیا قصور ہے میں کمپنی کے احکام کی تعمیل کر رہا ہوں۔ نہ وہ صاف یہ کہتا تھا کہ بغیر سامان چڑھائے چلا جاؤ نہ ہکو یہ جرات تھی کہ کمپنی کی حکم عدولی کرے۔ مگر بہت سوچہ سمجھ کر اسنے ہمارے سوالات کا یہ جواب دیا کہ میں ضرور کل یعنی منگل کے روز ۱۲ بجے جہاز کو ساحل عدن سے چلا دوں گا خواہ مال لے لے یا نہ لے۔ مگر حجاج اس نرمی کے جواب کو کب ماننے والے تھے پھر شور مچا کر بچا کرے کپتان کو عاجز و لاچار کر دیا تب اسنے ۱۲ سے ۱۰ بجے دن کا وعدہ کر لیا پھر چھڑایا۔ میں نے اسوقت ایک ایسا مسئلہ چھیڑ دیا کہ کل امیر و غریب حجاج میرے سوال سے خوش ہو گئے

انتظام سامان جہاز پر روانگی کا مہران کی وقت میں نے کپتان جہاز سے کہا کہ جب ہم کامران میں قنطنینہ کے لئے اتار دئے جائینگے تو ہمارا سامان کہاں رکھا جائیگا۔ تب کپتان صاحب نے کہا کہ جہان جسکا سامان اس وقت رکھا ہے اُسی جگہ حفاظت کے ساتھ چھوڑ دو جنکے پاس کمری ہیں وہ اپنا سامان کروں میں بند کر دیں جو عرشہ اور تنق کے حاجی ہیں وہ اپنے سامان کو ایک جگہ جمع کر کے ڈھیر کر دیں ملازمان جہاز اسکی نگرانی کریں گے بلکہ میں (یعنی کپتان جہاز) خود اسکو دیکھتے رہوں گا۔ تب ہم نے دریافت کیا کہ اس رکھائی کا کچھ معاوضہ جیسا کہ سنا جاتا ہے فی صندوق ۸ راہرونی بستہ یا سترام دینا ہوگا۔ تب اسے کہا کہ ہرگز نہیں کیونکہ ایک پیسہ مت دو۔ یہ سن کر سب حاجی بہت خوش ہو گئے اور کپتان صاحب کے جان و مال کو دعا مانگتے دیتے ہوئے اس کے کرے نیچے اور ترائے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو روپیہ ملازمان جہاز اس سے قبل وصول کیا کرتے تھے وہ کپتان کی مرضی سے نہیں تھا۔ واقعی جہاز خسرو کا کپتان سردار بابا ایسا شریف اور عظیم الطبع تھا جسکا بیان نہیں ہے۔ اسکی نسبت کسی قسم کی بدگمانی کرنا میری رائے میں گناہ ہے کیونکہ کپتان کو میں نے اخلاق مجسم اور خیر خواہ حجاج پایا ہے۔ لوگوں سے پانی کے پاک صاف ہونے کی شکایت نہ کر سکی تلافی کا بھی اقرار کیا۔ آج نماز عشا کے بعد مولانا مولوی محمد عبد الباری صاحب لکھنؤی فرنگی محل کا وعظ بھی ہوا۔ رنگون کے حاجیوں نے جنمیں محمد اسماعیل صاحب شامل ہیں اپنی دریا دلی سے سامعین کو چار اور سکوت سے توجہ کی۔

۱۳ اکتوبر روزہ شنبہ مطابق ۸ ذوالقعدہ صبح سے بڑی پھرتی اور جلدی کے ساتھ جہاز پر نال لدا شروع ہو گیا کپتان نفیس نفیس مہ دیگر افسران جہاز مال کے لدو لے من سعی کرتے تھے۔ عین پشیم اندہ مغل کنبی کا مسٹر کو اس جی بھی جہاز پر آیا ہوا تھا۔ کپتان جہاز اس وقت کنارے پر چلا گیا تھا۔ اب کیا تھا جہاز پر ایک طوفان نے تیزی چلنے لگا۔ کشتی پرستی سامان سے بھری ہوئی جہاز



پر لدوانے کی غرض سے آرہی تھی جنگو دیکھ کر حاجیوں کو مایوسی ہو گئی کہ افسوس آج بھی جہاز کی روانگی  
میں اندیشہ ہے۔ جیسے جیسے اونکو مایوسی ہوتی گئی اونکا جوش فطرتاً بڑھتا گیا۔ آخر سمبھون نے بالاتفاق  
ایجنٹ جہاز کے پاس جا کر قسم قسم کے سوالات کرنے لگے۔ بہتوں نے تو غریب کو برا بھلا بھی کہا اس  
وقت واقعی بہت سے حاجی لوگ حد اعتدال سے بڑھ گئے تھے۔ آخر یہی بات طے ہوئی کہ دس بجے  
سے زائد ہم اسباب لانے نہیں دینگے۔ ایجنٹ نے بہت کچھ امید دلائی مگر کسی نے اسکی ایکٹ سنئی۔  
اور وہ بھی اس قدر مجمع کو دیکھ کر بہت گھبرا گیا۔ حاجی ایسے پر جوش ہو گئے تھے کہ خدا کی پناہ۔ یہ حالت دیکھ کر  
جہاز کا ایجنٹ مسٹر کو اس جی جہاز پر سے نیچے چلا گیا۔

مولانا مولوی محمد عبدالباری صاحب لکھنؤی نے ایک مضمون جو قبل ہی سے تیار کر کر  
رکھا تھا کو اس جی کے رد برد ہی لوگوں کے عام مجمع میں پڑھ کر سنانے لگے اور اسکی نقلیں فوراً لوگوں  
نے کرنی شروع کر دیں۔ میری پاس بھی ایک نقل جو اس مضمون کی تھی ہدیہ ناظرین کرنا ہوں۔

مولوی محمد عبدالباری صاحب کا مضمون | الحمد للہ دت العالمین والصلوة والسلام

علی سیدنا رسول محمد والدہ واصحابہ اجمعین۔ اگرچہ فریضہ حج ادا کرنے میں عموماً اہل سلام  
اپنے اعتبار سے زیادہ بردبار اور متحمل ہو جاتے ہیں اور دلائف و لافسوق و لاجدال فی الحج  
کے امتثال کی کوشش کرتے ہیں اور اہل بصیرت اس سفر مبارک میں مصیبت کو رحمت اور رحمت کو  
تکلیف تصور کرتے ہیں پھر شکایت کرنا ایک خلاف مقصود فعل ہو جاتا ہے۔ مگر شارع علیہ السلام نے  
ایمان کے شعبے امانۃ الایداعن الطریق راہ سے موذی چیز کے دور کرنے کو شمار کیا  
ہے اس کے خواہ سے ضروری ہو اور تکلیف اور اذیت رسا امور جو حجاج بیت اللہ عظیمہ و دارین روضہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آتے ہیں اونکے دفعیہ کے بابت امکانی کوشش کی جاوے کیونکہ  
اس سال کے تجربے سے معلوم ہوا کہ وہ دشواریاں جو عازم حجاز مقدس کو ہوتی ہیں انسانی تحمل کے

حد سے باہر ہیں۔ اپنے اعزاء اور اقارب اہل و عیال اور اپنے عزیز وطن سے جسوقت وہ جدا ہوتا ہو  
 تو مصائب کے گھٹا ٹوپ آندھی کی طرح اسکی ہر جانب سے اسکو گھیر لیتے ہیں۔ اور یہ آفات محض  
 اہل ملک کی بے توجہی سے ہیں جو اونکی توجہ سے دفع ہو سکتے ہیں۔ اقصائے ہندوستان کی شمالی پہاڑ  
 بخارا اور کابل تمام جانب سے حجاج ایک بندر بمبئی میں مجتمع ہوتے ہیں اور انکو جائے قیام کی تنگی اور خوراک  
 کی گرانی اور دلالوں کی پوش اور خود غرضی و غا اور فریب و خلاف وعدگی کمپنی کی طمع اور خود غرضی  
 قرظینہ کی دقت گرمی اور دھوپ کی تپش اور پانی کی تکلیف اور ایک دروازے سے تمام حاجیوں  
 کا داخل ہونا مثل بے زبان موشی کے جہاز میں گنجائش سے زائد حجاج کا بھر دیا جانا اور ان کی رحمت  
 اور آرام کا لحاظ نہ ہونا فٹ اور سکیٹ کی تمیز نہ کرنا اور اسکی صحت اور تندرستی کے اسباب کو نظر انداز  
 کرنا ہسپتال میں چند بے کار و دایونیکا برائے نام موجود رہنا اور معیہ اور کارآمدادیہ کی عدم  
 موجودگی۔ ملازمان جہاز کی حجاج سے بے اعتنائی اور لاپرواہی اور کس نپرسی اور بقدر ضرورت پانی  
 اور لکڑی کا میسر نہ آنا اور مضر صحت بودار بد رنگ پانی کا دیا جانا اور اکثر حجاج کو قطعی پانی نہ دینا  
 اور اونکی نشستگاہوں کو مال لادنے اور اتارنے کی ضرورت سے معطل رکھنا جس سے عورتوں کی  
 بے پردگی حوائج ضروری سے خارج ہونے کی تکلیف اور باقی لوگوں کو دھوپ کی تپش برداشت  
 کرنے کی زحمت اور بے احتیاطی بوریان مال لانے میں حاجیوں کو چوٹ لگنے کا خوف اور زرا  
 چوک جانے پر چوٹ کھا جانا اور مال کے بوریوں سے آٹا اور بکرناک اور مونہ اور پانی میں جانا  
 جس سے امراض سینہ و شش میں مبتلا ہونے کا قوی خطرہ بلا وجہ معقول محض اپنے نفع بار بردار  
 کی غرض سے جہازوں کا واہ میں وقت معین سے زیادہ ٹھہرنا سب ایسے امور ہیں کہ جنکو خوشی  
 سے کوئی باجمت اور باغیرت عزت و اشخاص مسلمانوں کے لئے پسند نہیں کر سکتا۔ لہذا ہم اہل جہاز  
 جنکو خود اور تکالیف کا سامنا ہو چکا ہے تجویز کرتے ہیں کہ ایک مجلس بغرض دفع تکالیف حجاج

بالفعل قائم کیا گئے اور جو لوگ اس مجلس کے ممبر ہونا چاہیں وہ اپنی دستخط کر دیں اور اپنا فرض منصبی سمجھیں کہ رفع تکالیف حجاج کے تاجہ امکان کو شان و ساعی رہیں گے اور اس غرض کو وطن پرستوں کو فراموش کر دینگے بلکہ اسکی جانب دیگر اہل اسلام اور خصوصاً بااثر لوگوں کو متوجہ کرینگے تاکہ سب متفقانہ کوشش سے تکالیف حجاج کو دور کرنے میں کامیابی حاصل کریں۔ عدن

۳۱ اکتوبر ۱۹۱۱ء

مضمون مندرجہ بالا مولانا موصوف کے قلم سے نکلا تھا جس سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا موصوف نے بھی کل تکالیف کو محسوس کیا ہے مگر اس لکھنے کے بعد کوئی عملی کارروائی نہیں کی گئی۔ جب ایجنٹ جہاز نے دیکھا کہ اس قسم کے مضمون پڑھے اور لکھے جارہے ہیں اس نے کپتان جہاز سے کچھ کہا۔ کپتان صاحب نے اپنی خوش خلقی سے مولانا صاحب کو سمجھا دیا اور یہ کارروائی پھر لوگوں کے جی ہی میں رہ گئی۔ وہی کاغذ جو لکھا ہوا میرے پاس موجود تھا میں نے یہاں لکھ دیا ہے۔ واقعی اگر مسلمانان ہندوستان مختلف مقامات میں ایک ایک کمیٹی رفع تکالیف حجاج کے لئے مقرر کر کے اپنی قیمتی رائے سے جج کیٹی پاپولس کشمیری کو اطلاع کریں تو بہت سی بے جا تکالیف رفع ہو سکتی ہیں کوشش شرط ہے۔

دس بجے کے قریب چند افغانی ہندوستانیوں کی مدد سے یکجا جمع ہو کر اسباب کے بیچ پڑ گئے اور اس مشن کی رسی کاٹ دی جس سے سامان آٹہ جڑ ثقیل سے چڑھایا اور اتارا جاتا ہے اکدم سمجھوں نے بلکہ سامان چڑھانے کو روکا۔ آفسران جہاز نے سرخ نشان جہاز کے مسطول پر چڑھا دیا جس سے پولس کی امداد ضروری تھی۔ مگر فوراً نیک اور رحمدل چیف آفسر کے حکم سے نشان سرخ اتار دیا گیا۔ اس درمیان میں کپتان جہاز بھی بلایا گیا جو شہر عدن میں گیا ہوا تھا۔ پابلیک کی درخواست کی گئی۔ اسباب کی بھری ہوئی کشتیاں ساحل عدن کو واپس کر دینگیں۔ کپتان جہاز بھی جہاز پر آگیا



پابلیٹ نے ارکائی جو بندرون کے قریب جہازوں کی آمد و رفت کی نگرانی کرتے ہیں جہاز پر پہنچ گیا۔ مسٹر کو اس جی جہاز سے اتر گیا۔ اور ہمارا جہاز خسرو ساحل عدن پر ۶۳ گنٹھے ٹھہر کر جانب کامران روانہ ہو گیا۔ عدن سے جب جہاز روانہ ہوا تب ۱۱ بجکر دس منٹ ہوئے تھے جہاز کی روانگی سے حاجیوں کو جو خوشی حاصل ہوئی وہ اونکا دل ہی جانتا ہے۔

بات تو اتنی ہی تھی جتنی میں نے اوپر لکھی ہے نہ معلوم ایجنٹ کمپنی یا دیگر اخبارات نے اسکی نسبت کیسی خبریں ہندوستان کو روانہ کی ہیں واللہ اعلم۔ میری رائے میں نہ تو کمپنی کو لازم تھا کہ اس قدر جہاز کو روک رکھے اور نہ حاجیوں کو حق حاصل تھا کہ تجارتی معاملات میں دست اندازی کر کے اسباب کی روانگی کو روکین۔ اگر کوئی انگلش کمپنی کا جہاز ہوتا تو ایسی انتظامی ہرگز نہ ہوتی۔

تمام دن باتوں میں گذرا کسی نے کہا کہ اگر ہم ایسا کرتے تو جہاز اور دور دریاں ٹھہرتا۔ غرض جتنے آدمی تھے اتنی ہی باتیں تھیں۔ اُس دن سے آفسران جہاز بھی کل حاجیوں سے بدظن ہو گئے۔

**شہر عدن** | اس شہر کو ۸۴۰ ع میں انگریزوں نے سلطان المعظم سے مانگ لیا تھا جسے اون کے قبضہ میں آیا ہے اسکی حالت بدل گئی ہے تجارت کو روز بروز ترقی ہو رہی ہے یہ مقام پر پختہ ٹرکین ننگی ہیں باغات کثرت سے نظر آتے ہیں۔ عدن کی آبادی گذشتہ مردم شمار کی کے ۳۵ سے ۳۵ ہزار نفوس کے قریب ہے مسلمان یہودی اور کچھ نصرانی بھی ہیں بمبئی کے پارسی بھی یہاں تجارت کرتے ہیں قوم سمالی کے لوگ بھی یہاں بہت ہیں۔

ہوٹلون کے علاوہ انگریزی ہندوستانی پارسی اور انگریزوں کی عالیشان دوکانیں ہیں۔ یہ بازار نہایت خوشنما بنا ہوا ہے جہاں پر تارا در ڈاکخانہ بھی ہے۔ ہمارے کل خطوط کپتان

جہاز کے ذریعہ عدن کے ڈاکھانے کو روانہ کر دئے گئے۔ جن حاجیوں نے ہندوستان کو تار  
دینا چاہا وہ بھی انجیل جہاز کی محنت روانہ کیا گیا۔ محصول تار کا بہت زیادہ ہے فی لفظ چار سو روپے  
لاکھوں میں گوئیہ جہاز میں جلا نیکا عدن میں جمع رہتا ہے۔ میٹھا پانی اور برف بنانے کی  
ٹھکانیں بھی ہیں۔ کپڑا دھونے کی مشین بھی ہے۔ صہین بہت جلد کپڑے دھو کر صاف ہو جایا کرتی ہیں  
وجہ یہ ایک کپڑے کو ۳۰ لیجاتی ہے۔

جہاں شہر عدن بندر گاہ سے تقریباً ۱۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اعلیٰ درجہ کے وکٹوریہ  
کرایہ پر ملتا ہے۔ کرایہ کچھ ایسا زائد نہیں ہے۔ گدھے اور اونٹ گاڑیاں بھی ہر وقت کرایہ پر ملکتے  
ہیں۔ میٹھا پانی انھیں اونٹ گاڑیوں کے ذریعہ دور دور لایا جاتا ہے۔ عدن کے چاروں طرف  
پہاڑوں کا قدرتی حصار قائم ہے۔ گورنمنٹ عالیہ نے بندر گاہ کی جانب پہاڑوں کو کاٹ کر نہایت عمدہ  
اور مضبوط دروازہ بنایا ہے اور کھڑک ایک عالیشان پل تیار کیا گیا ہے جس سے دونوں جانب  
آسکتے اور جاسکتے ہیں۔ بمقام پرتو پونکا مورچہ بھی ہے۔

عدن میں بہت سے بازار ہیں سب سے زیادہ خوشنما وہ بازار ہے جہاں دنبہ بکری  
کا گوشت۔ مچھلی مرغیان اور انڈے وغیرہ فروخت ہوتے ہیں۔ ہر چیز کی دوکانیں علیحدہ علیحدہ ہیں میوہ  
فروش الگ ہیں اور سبزی فروش الگ۔

یہاں شہر مرغ کے سفید پر اور شہد بہت اچھا ملتا ہے جب لاتی جہاز آتا ہے تو یہاں  
کے لوگ اکثر ایسی چیزیں لاکر فروخت کرتے ہیں جب میں پورٹ سمیٹے واپس آیا تو فریج میل کے  
جہاز میں سوار تھا۔ اس وقت مجھ کو سیر عدن کا خوب موقع ملا۔ جہاز پر بھی بہت سے لوگ شہر مرغ کے پر  
اور دیگر شیا جو انگریزوں کی خواہش کے ہوتے ہیں لیکر آئے تھے۔ یہاں کلاتھ اور عمدہ دسترخوان بھی یہاں  
بکتے ہیں جن پر زری کا معمولی کام ہوتا ہے۔

یہاں کی عام زبان عربی ہے بازار میں لوگ کچھ کچھ اردو بھی بولتے ہیں ہندو اور دیگر لوگوں کی زبان سے جو عربی الفاظ نکلتے ہیں انہیں سنکر دلکو ایک مسرت آمیز کیفیت معلوم ہوتی ہے۔

### عدن کے قدیم تالاب | زمانہ قدیم کے تالاب خشک پڑے ہیں انکو ٹانکیاں کہتے ہیں

ان میں اکثر بارش کا پانی جمع رہتا ہے اور یہی پانی پینے کے کام میں لایا جاتا ہے ہر ایک تالاب پر پانی کا وزن (یعنی اسمیں اتنے گیلن پانی جمع رہ سکتا ہے) لکھا ہوا ہے۔ ایک ٹانگی پر لکھا دیکھا گیا کہ اسمیں ۳۲ لاکھ اسی ہزار گیلن پانی آتا ہے۔ گورنمنٹ کے قبضہ میں بار ٹانکیاں ہیں ان میں جو پانی برسات کا جمع ہوتا ہے وہ فروخت کیا جاتا ہے۔ باقی جو ٹانکیاں عربوں اور دیگر اقوام کے ہیں ان میں جو پانی جمع ہوتا ہے وہ فروخت نہیں ہوتا بلکہ ہر شخص مفت حسب قدر چاہے لے جاسکتا ہے۔ عدن میں پانی کی قیمت زیادہ ہے علاوہ ان ٹانکیوں کے سمندر کے نکمیں پانی کو میٹھا بنا کر بھی فروخت کرتے ہیں۔

### عدن کے مزارات | یہاں دو چار مشہور زیارات بھی ہیں جن میں سیدنا ایدروس رحمۃ اللہ

علیہ و شیخ ابان رحمۃ اللہ علیہ و شیخ عبداللہ و شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہما مشہور ہیں۔ اول بالذکر بزرگ کو ابو بکر بن ایدروس بھی کہتے ہیں روضہ کے قریب ایک مسجد ہے جہاں قبلہ شمالی رخ پر ہے اندر روضہ اونکے بڑے فرزند اور اہل خاندان کے مزارات ہیں۔ انکا عرس ربیع الاول میں اور آخر الذکر بزرگوں کا ماہ رجب میں ہوتا ہے۔ اطراف و اکناف کے لوگ دور دور سے اس عرس میں حاضر ہوا کرتے ہیں۔

### عدن میں کشتی اور گاڑی کا کرایہ | کشتی کا کرایہ جہاز سے کنارہ تک آمد و رفت کے لئے

فی کس ۸ رگھوڑا گاڑی فی یوم ضابطہ کے رو سے ۷ روپیہ ہے مگر اس سے کم میں بھی آجاتے ہیں۔ میں نے دو گنٹھے کیلئے ۷ روپیہ دئے تھے جس میں ۴ آدمی بخوبی بیٹھ کر سیر کر سکتے ہیں فی کس ۱۰ روپیہ کے



حساب سے بڑی خوشی سے لے لیتے ہیں

**عدن کے شمالی غوطہ زن** | جہاز کے قریب بہت سے شمالی لڑکے آجاتے ہیں جو سمندر

میں دوڑتی یا چوٹی ڈالنے سے غوطہ مار کر نکالتے ہیں فن پیر کی مین خوب ماہرین گاتے ہیں بغلین  
بجا کر عجیب غریب مضحکہ خیز حرکات کرتے ہیں مسافروں کو جو کچھ دینا ہوتا ہے وہ دریا میں ڈال دیتے

ہیں اور پھر لڑکے وہ دوڑتی یا پسیدہ جو کچھ کہہ کر آجاتا ہے تہ نشین ہونے کے پہلے غوطہ لگا کر نکال لاتے

ہیں۔ ہماری روانگی کے وقت تو پھر لڑکے نہیں آئے تھے مگر واپسی کے وقت فرنج جہاز اربداہیک

پر بہت سے آگئے تھے۔ مولانا مولوی حاجی محمد سمیع صاحب سرسوی نے دیکھ کر انکی حرکات پر

سخت ہنس ظاہر کیا۔ اکثر انگریز انکی لیڈیوں کے ساتھ اس تماشہ میں مشغول تھے لیکن میری اور مولوی

صاحب کی کچھ اور حالت تھی ہم سمجھتے تھے کہ یہ لڑکے مسلمان اور قوم عرب سے ہیں اور وہ انعام لینے کے

لئے ایسی ہوسل حرکتیں کرتے تھے کہ کسی طرح طبیعت کو گوارا نہیں ہو سکتا تھا۔ عبرت ہوتی تھی کہ عرب

کی اب یہ حالت ہے کہ غیروں کے سامنے اس قسم کی حرکات سے انکو شرم نہیں آتی۔ مگر بعد کو تحقیقات

سے ثابت ہو گیا کہ یہ قوم عرب نہیں ہے شمالی ملک کے جاہل لوگ ہیں۔ روپیہ پیسہ تو درکنار ایک

روٹی کے ٹکڑے پر سنیکڑوں لڑکے گر پڑتے تھے۔ انکا افلاس انتہا درجہ کا تھا۔ یہاں کا موسم ہمیشہ

گرم رہتا ہے جسم کو تمازت آفتاب سے بچانا لازمی ہے۔

عدن میں ہمارے جہاز پر فقط ایک شخص پنجاب کا رہنے والا سوار ہوا۔ جو حج کی نیت سے

جدہ ٹکٹ لیا تھا اور کوئی دوسرے مسافر سوار نہیں ہوئے۔

یکم نومبر چار شنبہ مطابق ۹ ذوالحجہ صبح کو جہاز میں شکایت پر شکایت کپتان جہاز

کے پاس حاجی کرنے لگے۔ ایک درجہ اول کے حاجی صاحب جن کے ہمراہ ادنیٰ بیوی اور بچے

بھی تھے اپنی وجہی شکایت کپتان جہاز کے پاس لیجانا چاہا مگر وہ انگریزی نہیں بول سکتے تھے۔

حاجی صاحب نے مجھ سے کہا کہ ذرا ہمراہ چکر کپتان جہاز کو سمجھا دینا۔ اس وقت ہمارے پُر اخلاق کپتان کی عجیب حالت تھی بہت غصہ میں تھا اور ہکو دیکھ کر سخت ناراض ہوا اور کہنے لگا کہ اگر یوں ہی شکایات میرے پاس آیا کرنگی تو میرا تمام وقت شکایتوں کے سننے ہی میں گزر جائیگا اور پھر میں جہاز کے چلانے اور اس کے متعلق ضروری ہدایات کب دے سکتا ہوں۔ اور مجھ پر بھی ذرا آنکھیں تیز کر کے کہنے لگا کہ تم کون ہو جو شکایت سناتے آئے ہو۔ میں نے کہا میں ایک سرکاری ملازم ہوں بس سپرٹو بگڑا اور کہنے لگا کہ تم سرکاری ملازم ہو کر لوگوں کی شکایت میرے پاس لاتے ہو۔ تمہارا نام کیا ہے اور کیا پتہ ہے۔ میں نے اس وقت نہایت سنجیدگی سے جواب دیا کہ میں اپنا پورا نام معہ پتہ وغیرہ کے لکھ کر دیدن گا مگر آپ اپنے مزاج کو اس قدر گرم نہ کیجئے۔ حاجیوں کی وجہی شکایات کو سننا آپ کا فرض منصبی ہے۔ اور ہمارا کام ہے کہ ہم اپنی وجہی شکایات کو آپ تک سنجیدگی سے پہنچائیں۔

تب کپتان نے کہا کہ آج جہاز کو بمبئی چھوڑے ہو بارہ روز ہوئے کسی نے کچھ شکایت میرے پاس نہیں کی۔ اب صرف عدن میں جہاز معمول سے زیادہ ٹہرا رہا اس لئے ہر کوئی شخص شکایت پر شکایت لاتا ہے۔ میں نے کہا کہ بھلا خیال آپ کا صحیح ہو یا نہیں اس سے مجھے بحث نہیں مگر آپ ہکو ہمارے شکایت کا جواب سنجیدگی سے دیں والا کہہ دیں کہ ہم نہیں سنتے۔ تب کہا کہ شکایت بیان کر دیں گے کہا (۱) اس جہاز پر اور دیگر یورپین کمپنیوں کے موافق درجہ اول و دوم اور ترقی والوں کا کوئی امتیاز نہیں ہے جس سے درجہ اعلیٰ کے حاجیوں کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ دیکھئے درجہ دوم اور سالون بلکہ عرشہ کے مسافر بھی اپنا بستر درجہ اول والوں کے پاس جاتے ہوئے ہیں جس سے ہکو سخت تکلیف ہے اس کا کوئی بندوبست آپ نے نہیں کیا۔ جواب دیا کہ حاجیوں کے جہاز میں سب سفر خنٹل میں ہوتے ہیں کوئی امتیاز مدارج نہیں ہے اور یہ بھی کہا کہ تم لوگ اپنی نماز کے لئے سب یکجا جمع ہوتے ہیں اور ٹھیکریا تین کرتے ہیں تو پھر یہ شکایت بجا ہے۔ واقعی جو کپتان صاحب نے کہا صحیح تھا۔ لوگ

برابر نماز کے یہاں سے اوپر اگر گنٹھوں بٹھیا کرتے تھے ملازمان جہاز اونکو منع نہیں کر سکتے تھے اگر وہ دست اندازی کر کے روکتے تو غالباً وہ مسافر جنھوں نے اس سے پہلے کبھی دریائی سفر نہیں کیا ہے ضرور ہر امانتے اور ہر کوئی بھی دست اندازی سمجھ کر شکایت پر آمادہ ہو جاتے۔

اس سوال و جواب کے میں نے یہی نتیجہ نکالا ہے کہ آئندہ حاجیوں کے جہاز میں اگر ایسا ہی قانون رہا تو وہ مسر زحاج جو ایسی باتوں کو ناپسند کرتے ہوں ہر گز درجہ اول میں سفر نہ کریں۔ بلکہ درجہ سوم کا ٹکٹ کسی ولایتی جہاز کا پورٹ سعید تک لے لیں اور وہاں سے خبریل میل کے ذریعہ شریف آجائیں۔ طہر سرح کی راحت ہوگی۔ روپیہ بھی کم لگیگا اور آرام بھی بہت ہوگا۔ کامران کے قریب سے بھی محفوظ رہیں گے۔

یا حاجیوں ہی کے جہاز میں عرشہ کا ٹکٹ لیکر ملازمان جہاز سے کچھ بند بست کر لیں اس میں بہت آرام ملیگا۔ اگر کوئی شخص اس خیال سے کہ میں قانون جتا کر کام لونگا اعلیٰ درجہ کا ٹکٹ لے لگا تو اسکو بجز تکلیف کے ہر گز راحت نہ ہوگی۔ ہاں وہ مسافر جنھوں نے کبھی جہاز کا سفر ہی کیا نہیں وہ سب کچھ برابر سمجھتے ہیں۔

اگر میرے تجربے سے کوئی شخص فائدہ نہ اٹھائے تو اسکو اختیار ہے۔ مگر میں نے تو ۲۲ سال کے بحری سفر کے تجربے سے اپنی بھڑائے قائم کی ہے۔

کپتان جہاز سے ہمارا دوسرا سوال یہ تھا۔ درجہ اول کے پاخانے زنا نہ اور مردانہ علیحدہ علیحدہ نہیں ہیں نہ کسی بیت الخلا پر بیکھ لکھا ہوا ہے کہ یہ فلان کے لئے مخصوص ہے۔ نہ غسل خانے ہی علیحدہ ہیں۔ جواب ملا کہ سب علیحدہ علیحدہ ہیں۔ یہ محض غلط جواب تھا اگر بیت الخلا اور غسل خانے علیحدہ ہونے تو پھر شکایت ہی کیوں ہوتی۔ چالیس پاخانے عرشہ اور تین والوں کے لئے تھے اور ۸ پاخانے درجہ اول و دوم و سالون کے مسافروں کے لئے۔ یہ تو کل تقریباً ہزار آدمیوں کے لئے تھے۔



میرا تجربہ یہی کہتا ہے کہ جب تک کسی یورپین کمپنی کے جہازات باقاعدہ اس لائن پر حاسبون کو نہ لیجا یا کر نیگے تب تک ایسی شکایات ہمیشہ ہوتی رہیں گی۔ جہاں قاعدہ ہی نہیں وہاں شکایت کرنا ہی سچا ہے۔

تیسری شکایت غبا اور تنق کے مسافروں کے لئے سرخ رنگ کا پانی جس میں بدبو آتی تھی ملا کر تا امر او روہ حاجی جنھوں نے ملازمان جہاز کو کچھ دیدیا تھا عمدہ اور صاف پانی پیتے تھے او سپرکٹپان جہاز نے کہا کہ ہم سے کوئی ایک واقعہ بیان کرو جو رشوت لیکر پانی دیا گیا ہو۔ اب بھر ہمارے لئے ناممکن تھا کہ ہم کسی کو پھنسا دیتے۔ وہ ان تو نفسی نفسی کا معاملہ تھا حاجی خود اپنے آرام کے لئے ایسی رشوت دہی کے حرکات کرتے تھے اگر نہ کرتے تو آرام نہیں ملتا او ہر مجبوری بھی تھی۔ جب میں واپس آیا تو فرینچ جہاز میں ایسا عمدہ انتظام پانی کا رہا کہ جسکا بیان نہیں او پر متعدد ڈاکیان پانی سے خود بخود بھر جاتی تھیں او سکو ایک بیج لگا ہوا تھا جسکا حاجی بس قدر پانی چاہے لے سکتا تھا قبل از خالی ہونے ٹماکی کے پھر خود بخود مشین کے ذریعہ بھر دیجاتی ہیں۔

حاجیوں کے جہاز میں شکایت تو ہر کوئی کرتا تھا مگر اس کے دفعیہ کرنے کا بندوبست کوئی نہیں کرتا تھا۔

جہاز خسرو میں رانی صاحبہ جہانگیر آباد بھی سوار تھیں اور ان کے ہمراہ بہت سے لوگ تھے۔ کپتان جہاز نے ان کے لئے جہاز پر خاص انتظام کر دیا تھا اور ایک سیٹھ صاحب بھی مود اپنی بیوی کے جہاز پر ایک کو نے مین کپتان جہاز کے کمرے کے متصل ہی جہاز کے ترپالون سے دس آدمیوں کی جگہ گھیرے ہوئے بیٹھے تھے۔ سیٹھ صاحب کے لئے کپتان جہاز نے پردے کا انتہائی کر دیا تھا اور وہ خوش تھے کہ ہمارا سفر بہت آرام و راحت سے ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر حاجی محمد نقوی صاحب جنکا فرم نصیر الدین اینڈ سنز کے نام سے لاہور انارکلی میں مشہور ہے انھوں نے اپنی بیوی اور بچے

کے لئے درجہ اعلیٰ کے یعنی فی ٹکٹ دو سو روپیہ کے حساب سے تین ٹکٹ ۶ سو روپیہ میں خریدے تھے جب کپتان صاحب سے کہا کہ میرے لئے بھی ذرا پردہ کا انتظام کر دو۔ تب صاحب نے کہا کہ ہمارے پاس پروے نہیں ہیں۔ مجبوراً حاجی صاحب نے اپنا انتظام آپ کر لیا۔ اگر کوئی انگریزی کہنی ہو تو ایسا کبھی ہوتا سبکو ایک نظر سے دیکھتے۔

ڈاکٹر محمد یعقوب صاحب بڑا لائق شخص ہیں وہ اپنی طرف سے سینکڑوں روپیہ کی انگریزی ادویہ جہاز پر بیماروں کو مفت تقسیم کیا کرتے تھے سینکڑوں مریض ادنیٰ دوائی سے اچھے ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ جہاز کے ہسپتال میں کوئی دوائی کیلئے نہیں جاتا تھا مگر ڈاکٹر صاحب کے پاس اکثر لوگ آکر تھے اور دوائی بھی ایسی پُر تاثیر اور نہایت پاک و صاف کسی دلائی کا رخانہ کی بنی ہوئی تھی۔ بکر معظمہ اور مدینہ منورہ میں بھی آپ نے بہت سا علاج مریضوں کا مفت کیا ہے۔ خداوند کریم آپ کو سکا اجر جزیل عطا فرمائے۔

جیسے کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں چار ٹکٹ تین کپتان جہاز سے کی گئیں تو اوسنے نہایت سنجیدگی سے ان سب کے جواب دیدئے۔ بعد میں نے اوسکو اپنی رام کہانی سنائی اور ملک چین وغیرہ کو جانے اور بحری سفر پر پے کر نیکا ذکر کیا تو کپتان جہاز نے کہا کہ افسوس ہے تم نے آج آخری وقت میں مجھ سے ملاقات کی اگر اس سے پہلے تمھاری ہماری ملاقات ہو جاتی تو بہت لطف سے ہمارا سفر گزرتا تھا۔ اور یہ بھی کہا کہ اب ہمارے سفر کے دو چار دن ہی رہ گئے ہیں ان دو چار روزوں میں تو کبھی کبھی مل لیا کرو۔

**باب المندب** | اسکو باب کندریہ اور یرم بھی کہتے ہیں دو پہاڑوں کے درمیان سے جہاز گذرتا ہے۔ دہنے طرف سلطانی قلعہ شکستہ حالت میں اور بائیں طرف پہاڑ پر انگریزی قلعہ نہایت مستحکم بنا ہے۔ رات کو یہاں بتی جلتی ہے بڑا لائٹ ہو رہا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ سکندر زود لقمہ سرخین کے

جہاز اسی مقام پر آکر ڈوب گئے تھے اس لئے اس کو باب الکندریہ کہتے ہیں واللہ اعلم  
 آج کارور برابر دور دور سے ساحل یمن کے پہاڑ نظر آ رہے تھے چار بجے شام کو حدیدہ  
 دکھائی دیا۔ جہاز خسر و کامران کے پاس برابر ۵ بجے شام کو آنکر لنگر دیدیا۔ اس حساب سے ۳ گنٹھے کے عرصہ  
 میں ہم عدن سے کامران پہنچے جس کا فاصلہ ۲۰۰ میل بحری ہے جیسے جہاز لنگر ویا کپتان جہاز نمونہ ڈاکٹر کے  
 کشتی کے ذریعہ ساحل پر گئے اور ایک گنٹھے کے بعد واپس آکر حکم سنایا کہ کل حجاج کل صبح ۶ بجے سے  
 قرظینہ کامران میں آنا ہے جائینگے۔ لوگوں نے اپنا اپنا اسباب فالٹو باندھنا شروع کر دیا۔ بہتوں نے  
 ۵ روز کا سامان احتیاطاً اپنے ہمراہ لیا۔

**کامران** | کامران ایک چھوٹا سا جزیرہ بحر سہل میں حدیدہ کے نزدیک واقع ہے جہاں درخت بہت  
 کم ہیں کہیں کہیں دو ایک درخت وہ بھی چھوٹے چھوٹے دور دور پر دکھائی دیتے ہیں۔ یہ جزیرہ  
 گورنمنٹ علیہ عثمانیہ کے تحت حکومت ہے اس کا رقبہ تقریباً ۲۳ میل ہوگا۔ اور گورنر یمن کے زیر  
 اقتدار ہے جس کا ہیڈ کوارٹر حدیدہ میں ہے۔ پیداوار اس جزیرہ میں کچھ نہیں البتہ برف کی ایک مشین ہے  
 جو آب شور کو میٹھا کر کے اس سے برف بنایا جاتا ہے آبادی یہاں کی دو ڈھائی ہزار نفوس کے قریب  
 ہوگی۔ چند نچتہ مکانات گاؤں ہیں ہمکورات کے وقت اون مکانوں میں چراغ نمک نہیں دکھائی دیتے  
 شاید خالی پڑے ہوں۔ سنا گیا کہ یہاں پر ہم گاؤں میں۔ آب ہوا نہایت عمدہ ہے۔ ایک ڈاکٹر بھی  
 ہے۔ مگر یہاں سے ڈاک حدیدہ جا کر پھر دو سرے ملکوں کو روانہ ہوتی ہے۔ ہندوستان اور ممالک  
 غیر کیلئے ۲ اور ممالک محروسہ عثمانیہ کیلئے ۲ کانٹ لگتا ہے ایام حج میں بڑش وہیں کانسل حدیدہ  
 سے آنکر یہاں رہتا ہے مگر میں نے تو اس کو دیکھا نہیں۔ البتہ وائس کونسل کلرک ایک وقت آیا تھا  
 جس کا ذکر میں بعد کو کروں گا۔

قرظینہ کامران کے مجموعی حالات | ۲ نومبر ۱۳۰۲ء مطابق ۱۰ اکتوبر ۱۹۱۸ء



مطابق ۱۶ ذوالقعدہ تک کے اجمالی حالات میں بیان پر لکھتا ہوں۔

دوسری تاریخ صبح کے ۶ بجے ایک مختصر لالچ جسکا نام کامران تھا جسر ترکی پھر یہ ہزار ہا تھا (مجھکو اپنی تمام عمر میں یہ پہلا موقع تھا کہ ترکیوں کا جہاز یا لالچ جسر بلالی نشان ہرانا ہو دیکھنا نصیب ہوا) اوسکے ساتھ دو بڑی بڑی کشتیاں بھی تھیں جنکو وہ رسون کے ذریعہ باندھ کر لایا تھا دو کشتیوں کو جہاز کے نزدیک لگا کر خود درجا کر کھڑا ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ترکی لالچ ہم ہندوستانیوں کی بوباس بھی سونگھنا پسند نہیں کرتا ہے۔ یا ترکیوں کو اس بات کا خیال ہوگا کہ ان میں کسی قسم کی متعلیٰ بیماری نہ ہو۔

جیسے کشتیاں جہاز کے پاس آگئیں اور حجاج کو اترنے کا حکم مل گیا۔ اب کیا تھا یہاں پر بھی وہی جلدی اضطرابی اور تیزی یعنی ہر کوئی یہی چاہتا تھا کہ سب کے اول میں ہی کامران میں پہنچ جاؤں۔ اور میری سامان جلد اتر جائے۔ ایک پر ایک گرنے لگے کسی نے اپنے اسباب کو حالت اضطرابی میں جلدی سے جہاز پر کھڑے ہو کر کشتیوں میں گرا دیا۔ ایسا ہنو کہ دیر ہو تو پھر کوئی مصیبت آجائے غرض اس طرح سے لوگوں نے کشتی میں اترنا شروع کیا وہاں ایک طوفان بے تمیزی جوش میں تھا قدر نے بھی انکی اضطرابی پر نظر کر کے سمندر کو بھی حرکت دیدی۔ بڑی بڑی موجیں سمندر پر اڑ رہی تھیں۔ کشتی کا یہ حال نظر آتا تھا کہ اب ڈوبی یا تب۔ ادھر ہماری مہربان اور روحانی تعلق رکھنے والی اسلامی گورنمنٹ نے جو کچھ ہمارے آرام و آسائش کیلئے انتظام کر رکھا تھا ہم اس کے دل سے ممنون تھے۔ اول تو یہی کہ کل ساحل کامران پر ایک لالچ دھانی تھا جو آنے اور جانے والے حاجیوں کی کشتیوں کو کھینچ کر لایا اور لیجا یا کرتا تھا۔ قسم کھانے کو بھی دوسرا لالچ تھا اور نہ کوئی دکھا ہی گیا۔ اور کشتیوں کی تعداد بھی بہت قلیل تھی سنتے ہیں کہ یہ کشتیاں بھی ضرورت کے وقت حدیث سے منگوا لی جاتی ہیں۔ ہمارے جہاز خسرو کے ۹۰۹ حاجیوں کے لئے کل دو کشتیاں تھیں ان میں بھی

ایک چھوٹی اور ایک زرا بڑی چھوٹی کشتی میں ۲۰ سے ۳۰ حاجی تک موہ سامان کے بیٹھ جاتے تھے اور بڑی میں ۹۰ مسافر تک سما سکتے تھے۔ جہاز سے حاجیوں کو لیجا کر کمران میں پہنچا کر وہاں آنے کو برابر آدھا گنٹھ لگتا تھا۔ ۶ بجے سے حجاج اترنے لگے ۹ تک سمندر ٹھنڈا رہا اور اسکے بعد جیسے کہ میں ابھی لکھا آیا ہوں اسکو بھی ایک ایسا جوش ہو گیا کہ خدا کی پناہ۔ جو حجاج ۹ تک اتر گئے وہ آرام میں رہے جو ۹ سے ۱۲ تک اترے اور انکا حال اور انکی کیفیت قابلِ رحم تھی۔ میں قریب ۲ بجے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ بڑی کشتی پر اتر ا۔ ہمارا ہر دس زیر کپتان مسٹر مانا جہاز پر سے ہمو دیکھتا رہا اور کشتی جب چلنے لگی تو مجھے خدا حافظ کہا۔

بعض حاجیوں نے جو اپنے آرام کو دوسروں کی تکلیف پر مقدم سمجھتے تھے اپنے اپنے ملازموں کو اول روانہ کر دیا تاکہ انکے خیال میں جگہ اور صفین کو اچھی ملیگی اور دوسرے لوگ تکلیف میں رہیں گے۔

رنگون کے متمول سیٹھ سب سے پہلے بہت عمدہ عمدہ کپڑے پہن کر اتر گئے اور ڈاکٹر قرظینہ سے بلکر قرظینہ کمپ میں پہنچ کر نچتہ مکان میں جو درجہ اول و دوم کیلئے مخصوص ہے اپنا بستر اجا دیا تھا۔ اور یہ نہیں سمجھے کہ ہم سے بڑے بھی ایک درجہ اول کا مسافر ہے۔ گو گرا یہ کچھ کم یا زیادہ دیا ہو دنیاوی حیثیت کے لحاظ سے اسکا مرتبہ بہت زیادہ تھا۔

کل حجاج ۴ بجے تک کمپ قرظینہ میں داخل ہو گئے۔ جنابہ رانی صاحبہ جہانگیر آباد اپنے ساتھیوں کے سب سے آخر ترین۔ کشتی پر سے جو ساحل پر جا کر ٹہرتی تھی۔ ترکی مزدور یعنی سرکاری قلی حاجیوں کا سامان اوتار کر چھوٹی چھوٹی ٹرالیوں میں رکھ کر بھپارہ گھر تک لیجاتے تھے۔ قلیوں کو سامان کے لانے اور لیجانے کا کرایہ کچھ نہیں دیا گیا۔ یوں کسی نے بطور بخشش کئے دیا ہو تو اور بات ہے قانوناً کچھ نہیں دینا ہوتا ہے جیسے سامان اور مسافر بھپارہ گھر میں داخل

ہوے یہاں دو بانوں کا خیال ضرور رکھا گیا۔ (۱) درجہ اول کے مسافروں کو اور اولں حاجیوں کو جو بظاہر عمدہ اور سفید پاک و صاف لباس پہنے ہوئے تھے بھپارہ میں جانے سے تھننے کر دیا گیا۔ اونکا چرمی سامان اور صاف بستر سے بھی بھپارہ سے علیحدہ کئے گئے مگر میرا ایک بستر غلطی سے قلی نے اوٹھا کر بھپارہ میں ڈال دیا۔ اس وقت میں ترکی ڈاکٹر سے باتیں کر رہا تھا اتفاق سے کمپ کی بند ڈاکٹر جو قوم انگریز سے تھی وہ بنگلور کی باشندہ تھی اس نے مجھے دیکھ کر بہت خوشی کا اظہار کیا اور بہت دیر تک بنگلور کے حالات دریافت کرتی رہی اور میری درخواست پر ترکی آفسر سے کہہ کر ایسا ٹھنڈا پانی پلا با جو اس وقت میرے لئے آب کوثر سے کم نہ تھا۔ میں بہت روز تک اس ٹھنڈے اور مرزہ دار پانی کو یاد کھونٹا میرے سوا اور بہت سے پیاسوں کو یہی آب شیریں برف سے ٹھنڈا کیا ہوا پلا یا گیا۔

(۲) میلے کھیلے حاجیوں کو بلا امتیاز مدارج بھپارہ گھر میں لیجا کر اونکو قانون کے موافق غسل وغیرہ دیکراونکے کپڑے اور بستر و نکو مو سامان کے بھپارہ دیا گیا۔ ۱۲ روز کی مسافت کے بعد جو گرم پانی نصیب ہوا بہت سے حاجیوں نے شوق سے نہایا اور خوشی ظاہر کی کسی قسم کی سختی یا تکلیف اس بھپارہ گھر میں نہیں ہوئی۔ پہلے یہ قاعدہ تھا کہ فی حاجی عتہ روپیہ ہی مقام پر وصول کئے جاتے تھے مساکین سے کچھ نہیں لیا جاتا تھا۔ مسکین و تو نگر کی تحقیق بھی بہت سہری تھی اس قدر پوچھا جاتا تھا "انت مسکین" جب حاجی نے کہا "مسکین" پھر ترکی انسرد ریانت کرتا "بالصدق والایمان" جب کہا جاتا کہ "بالصدق والایمان" پھر کچھ تعرض نہیں کرتے تھے۔ فیس قرنطینہ اونکو معاف تھی اس میں گورنمنٹ ٹرکی کا بیشک نقصان تھا اور چند صاحب ثروت بھی اسے نہ کو مسکین بنانے میں کوتاہی نہیں کرتے تھے۔ اب تو بمبئی ہی میں ٹکٹ کے ہمراہ محصول قرنطینہ کا مران اور عمدہ وصول کر لیا جاتا ہے خواہ وہ مسکین ہے یا مالدار کوئی اس محصول سے مستثنیٰ نہیں ہے فقط خور و سال بچوں کو فیس قرنطینہ معاف کر دی گئی ہے جو اسلامی حکومت کا فیض ہے



ورنہ مالکان جہاز تو اون خورد سال بچوٹے بھی پورا کرایہ وصول کر لیا تھا۔

جن لوگوں کو بھپارہ گھر میں داخل ہونا پڑا اون سب کے گلون میں سفید قمیص اور زرد تہ بند

پہنائے گئے۔ یہ جلسہ بھی پر لطف تھا۔ ان لوگوں کو ترکی ڈاکٹر ایک دروازے سے دوسرے طرف

چلے جانیکا حکم دیا۔ جہان بخور والی کل یعنی بھپارہ کی مشین رکھی تھی۔ ایک فریج ڈاکٹر بھی تھا جو انگریزی

کچھ کچھ بول لیا کرتا تھا۔ مگر ہمارے ہوطن لیڈی ڈاکٹر سے مجھے بہت سی باتیں معلوم ہوئیں۔ کچھ دیر

تک تو حاجیوں کو اس احاطہ میں انتظار کرنا پڑا کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے۔ جب اسی ہیئت کڈائی سے

بہت سے حاجی ایک ہی لباس سے ملبوس ہو کر جمع ہو گئے اور انکا اسباب جو کھڑیوں یا

صندوقوں وغیرہ میں بند تھا اوپر تو دو اکا پانی چھڑکا گیا اور جو کپڑے اونکے بدن سے اتار گئے

تھے سو بستر وں کے گڈ ڈکر کے بلا لحاظ ماوشما سب اسی کل میں ڈالے گئے اور انکو خوب اچھی طرح

سے بخور دیا گیا۔ میرے خیال میں ۲۰ منٹ سے کم بخور نہیں دیا جاتا ہے جب بخور دیا جا چکا تو بستر

اور کپڑے ملا زمان بھپارہ گھر نکال نکال کر صحن احاطہ میں پھینکنے لگے اور وقت سبکی نگاہ میں اپنے

اپنے کپڑوں کی تلاش میں جی تھیں۔ کپڑوں کی انبار کے گرد اگر سفید قمیص اور زرد تہ بند والوں کا

ہجوم تھا۔ لیکن پہچاننے پر بھی کوئی شخص فوراً اپنا بستر یا کپڑا نہیں نکال سکتا تھا۔ اسوجہ سے کہ متواتر

کپڑوں پر کپڑے پھینکے جا رہے تھے اور اگر کسی تیز دست نے جرأت کر کے نکال لیا یا نکلانے

کی کوشش میں ہاتھ کپڑوں پر مارا تو بھینکتے گرم کپڑوں کے انبار میں پھر گرا دیا۔ نہ تو ہاتھ الیا

بیجان کہ گرم بھاپ کا متحمل ہو سکے نہ کپڑوں میں اتنی جان کہ بغیر پھٹے اس انبار سے نکل سکے میرا

بستر جو غلطی سے ڈال دیا گیا تھا اسلئے میں غلطی سے کہتا ہوں کہ میرا بستر نظاہر بہت صاف تھا اور

نہایت اچھے انگریزی بستر بند میں بند تھا میں نزدیک ہوتا تو ہرگز نہیں ڈالنے دیتا تھا بستر کا رنگ

ایسا سبز تھا کہ جسکو دیکھنے سے طبیعت خوش ہوتی تھی۔ مگر اب جو بھپارہ گھر سے باہر آیا تو پہلے

مین نے بڑی مشکل سے اپنے بسترے کو پہچانا اور سکارنگ خاکی مایل بسیا ہی ہو گیا۔ باہر ڈالکروڑا کھولا گیا اور اندر کے قیمتی کپڑے اور بلائٹ جلدی سے دھوپ میں پھیلا دئے گئے میرے مکرم دوست سید نذیر علی صاحب نے میرے بستر کو کھولنے اور سکھانے میں خود مدد دی تھی۔

میرے تجربہ میں یہاں ہی آیا کہ لیڈی ڈاکٹر نہایت پُر اخلاق اور ہر ایک کی خیر خواہ تھی خصوصاً عورتوں کو بہت اچھی طرح سے نشلی دیا کرتی رہی۔ برخلاف اسکے آفریقی ملازمان بھپارہ گھر جو سب کے سب لہان تھے اور ترکی ادنیٰ ملازم بڑی بے اعتنائی سے حاجیوں کے ساتھ پیش آیا کرتے تھے بعض چیزوں کی صورتیں تو دہر ٹیکہ میں ایسی مسخ ہو گئی تھیں کہ مالکوں کو بھی انکی پہچان میں شکال تھا۔

کسی کا چرمی اسباب جو بھول سے بھپارہ میں دیدیا گیا وہ تو پھر کسی کام کا ہی نہ رہا۔ بہت سی زناہ اور مردانہ جوتیان سکر کر کباب شگبی تھیں۔ بہت سی جوتیان کمپ میں پھینکی ہوئی نظر آئیں۔ کاش اسکا خیال پہلے ہی کر لیا جاتا تو غریبوں کی اس قدر جوتیان کمپ کے حوالہ نہویں جب کل حاجی موسامان کے بھپارہ گھر سے جو ایک وقت میں گئے تھے فارغ ہو گئے تو دوسرے وقت سے راستہ کھولکر باہر لائے گئے۔ اور سامان وہی ٹرالی یعنی چھوٹی گاڑیوں میں جو ریل کی پٹریوں پر چلا کرتی ہیں ڈالکر کمپ کے قلی کمپ میں لائے۔ مگر اندر نہیں لاتے تھے۔ اپنے اپنے ملازم یا خود مالک سامان اوٹھا کر لایا کرتے رہے۔ جو کسی نے اون قلیوں کو کچھ دیکر بندوبست کر لیا تو سرکار قلی بھی لا کر کمپ کے اندر پہنچا دیا کرتے تھے۔ ٹرالی تو برابر کمپ کے دروازے تک آسکتی ہے نقد ۲۰ یا ۵۰ گز تک سامان اوٹھا کر لانا پڑتا ہے۔

**قرطینہ کمپ** | کامران میں ۶ کمپ ہیں۔ ہر ایک کمپ علیحدہ علیحدہ انجین سلاخون کی جائے حصار کے اندر گھیرا ہوا ہے۔ ایک کمپ سے دوسرے کمپ کو بھی کسی قدر فاصلہ ہے مگر ایک دوسرے

مین سے نظر آتا ہے۔ ہر کمپ مین دو پختہ مکانات مین جنہر مارسلینر ٹائیل کا چھپر ٹرا ہوا ہے۔ ۶  
 ۱۰ تک پھوس کی بارکین بنی ہوئی مین۔ مین تو پھوس کی مگر نہایت مضبوط بنی مین۔ پختہ مکان مین  
 ۲۵ مسافر اور پھوس کے مکان مین مہ دو طرفہ ورا ندون کے ۵، مسافر بخوبی رہ سکتے مین پختہ مکان  
 کو ورا ندے نہن مین۔ پھوس کے بارکون مین دو طرف بڑے بڑے وسائے یا سائبان بنے  
 مین۔ ایک باور چخا نہ پختہ مگر سائبان او سکا بھی پھوس کا۔ ۱۲ اور ۱۵ سے ۱۵ تک بیت الخلاء۔ دو  
 دو کابین اور ایک پانی کا گھر فی کمپ مین ہے۔ دو بڑے بڑے شنگلٹن لیا مپ یعنی گیس کے  
 چراغ درمیان موقوفہ پر لگے مین۔ یہی حالت قریب قریب تمام کمپون کی ہے۔ بارکین کو پھوس کی  
 مین مگر عمدہ ہوا دار اور آرام دہ مین۔ ان کیا مپون کے نمبر بھی مین چنانچہ ہمارے کمپ کا  
 نمبر ۲ تھا۔

ان کمپون مین بھی ایسا طوفان بے تمیزی ہو رہا تھا کہ الامان۔ باوجود اس قدر  
 کشادہ جگہ ہونے کے یہی ۹۰۹ حاجیون نے سارے کمپ کو ایسا روک لیا تھا کہ ایک خاصہ  
 معلوم ہوتا تھا۔ ہر ایک نے اپنے آرام کی غرض سے دوسروں کی تکلیف کی کچھ بھی پرواہ نہ کر کے اس قدر جا  
 روک لی کہ اگر ناپ کر جگہ دیجاتی تو اور اتنے حاجی سما سکتے تھے اس پر بھی ہر طرف سے جگہ نہن ملی  
 کا شور برابر رہا۔ رنگون کے حاجی جو متمول تھے جنہون نے اپنا بستر پختہ مکان مین سب سے اول  
 جمادیا تھا وہ سب کے سب بعد ۲ گنٹھے کے اس بنا پر نکال دئے گئے کہ یہ مکان رانی صاحبہ کے  
 لئے ریزرو ہو گیا ہے۔ اونھون نے دہان سے بغیر کسی عذر کے اوٹھ کر پھوس کے گھرون مین  
 جگہ بنالی۔

ایک پختہ مکان تو رانی صاحبہ کے لئے ریزرو ہو گیا۔ دوسرے مین ڈاکٹر رہا کرتا ہے  
 بلکہ یون کہنا چاہئے کہ فی کمپ ایک ہی پختہ مکان ہے۔ رانی صاحبہ کی تشریف آوری سے بہت



درجہ اعلیٰ کے حجاج جو اوسمین رہنے کے مستحق تھے محروم کر دئے گئے۔ رانی صاحبہ کا مہ چند ملازمین کے جواد نے درجہ کے مسافر تھے ایک نچتہ مکان پر پورا قبضہ ہو گیا۔ بچے اپنے زعم میں کہ ہم بھی درجہ اول کے مسافر ہیں ہمیں برابر جگہ مل جائیگی۔ پہلے کوئی جلدی نہیں کی۔ بلکہ بھروسہ تھا کہ ترکی حکام ضرور خیال رکھیں گے اس خیال سے اپنا بندوبست تو نہیں کیا دوسروں کے بندوبست میں لگے رہے آخر یہ نوبت آگئی کہ سونے کو جگہ نہیں ملتی تھی جہاں دیکھو وہاں لوگوں کا قبضہ ہے ایک شخص ہے تو میں آدمیوں کی جگہ پر اپنا کبیل یا چٹائی بچھائے ہوئے ہے کس سے کہہ سکتے ہیں کہ ذرا ہٹاؤ تو ہم رہیں۔ میرے بھوٹن جناب عبدالغفور صاحب جریار چہ بھی معذرت اہل و عیال کے باوجود درجہ اول کا ٹکٹ رکھنے کے ایک پھوس کے گھر کے دراندے میں پڑے ہوئے تھے۔ میں نے بھی اسی موقع کو غنیمت جان کر ان کے پاس ہی اپنا سامان رکھوا دیا۔ میں نے اپنے جانب سے بہت کوشش کی کہ ڈاکٹر کے پاس ہی نچتہ مکان میں رہ جاؤں مگر میری کوشش بیکار ثابت ہوئی۔ ڈاکٹر گریک یعنی یونانی تھا انگریزی بہت کم سمجھتا تھا کس طرح راضی ہوا اور یہی کہتا رہا کہ جہاں تم چاہو جگہ ڈھونڈ کر مجھ سے کہو میں وہ جائے تمہارے لئے خالی کر دیتا ہوں۔ میں یہ مناسب نہیں سمجھا کہ اپنی راحت کی غرض سے دوسرے حاجیوں کو اوٹھواؤں۔ اور اوٹھیں گے بھی کون سمجھوں نے برابر بس قرنطینہ دیا ہے خواہ درجہ اعلیٰ کا مسافر ہو یا ادنیٰ کا فیس قرنطینہ تو سب برابر ہی لیا گیا ہے تو پھر کیوں ترک ہم کو اچھی جگہ دینگے۔ اسباب تو جیسے تیسے فرد گاہ پر پہنچ گیا مگر کھانے پینے کا کہیں ٹھکانا نہیں۔ نہ تو مسجد معلوم تھا کہ اس خرابی سے حالت پریشانی میں جہاز سے مقام قرنطینہ پر پہنچینگے نہ یہ علم تھا کہ جگہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے شام ہو جائیگی۔ نہیں تو یہ ممکن تھا کہ جہاز ہی پر سے کچھ ناشتہ پکوا کر ہمراہ لاتے۔ یہ تو جو ہوا سو ہوا بھوک کے مارے دم نکلا جاتا تھا۔ اور ہر پانی کا کہیں پتہ نہیں ملتا تھا نہ معلوم کہاں سے اور کیونکر ملیگا۔ نہ تو ملازمان قرنطینہ ہمارے پاس آتے ہیں نہ ہم کو

پاس آنے دیتے ہیں نہ بھوک پیاس کی خبر لیتے ہیں عجب حیرانی ہے کس سے کہیں اور کیونکر پانی  
 مانگیں سب کو دیکھا پانی پانی پکارتا ہوا نظر آیا۔ عجیب تماشا ہے نرالا بندوبست ہے کہ تحفظِ صحت کی غرض  
 سے تو ہم قرظینہ میں اتارے جائیں اور پھر ایسے پیاسے مارے جائیں۔ پانی اور لکڑی کے انتظار میں شام  
 ہو گئی مگر دونوں ہمو آخر تک نہیں ملے۔ پہلا روز تھا ہر ایک کو زرا تکلیف ہوئی۔ میں کچھ دیر تک ڈاکٹر کے  
 پاس بیٹھا باتیں کرتا رہا ڈاکٹر نے اپنے نوکر سے کہہ کر برف ملا ہوا پانی پلوایا۔ اوسنے اپنی دانست میں میری  
 نہایت خیر خواہی اور ہمان نوازی کی سیج تو یہ ہے کہ میرے لئے بھی وہ پانی اوسوقت آبِ حیات سے کچھ  
 کم تھا سارے گلاس میں برف ہی برف تھا پانی کے کل دو گھونٹ ہی تھے۔ میں نے پیکرِ شرم سے گلاس  
 اوسکے ہاتھ میں دیدیا تو اوس نے مزید عنایت یہ کی کہ نوکر سے جسکا نام احمد تھا کہا کہ اور ذرا پانی ملا دو تھوڑا  
 پانی احمد نے ملا دیا۔ میں اوسکو شربت سمجھ کر پی گیا۔ ڈاکٹر کے پاس سے جب میں اوہرا یا تو یہ خبر ملی کہ  
 تھوڑا تھوڑا پانی تقسیم ہوگا۔ ٹکٹ لینے کو جھونپڑے سے باہر نکلو۔ غرض جھونپڑے سے باہر نکلے تو ایک  
 سیاہ بدکل آفریقی عرب نے ایک ٹکٹ میں کا مثل دستور جہان کے ایک ایک کے ہاتھ میں رکھ دیا اوسکو  
 بھی نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر لے لیا۔ اور لگے آدمی پر آدمی گرنے کہ جلدی سے پانی لائیں۔ بایں سعی و فور  
 ایک آدمی کو اتنا پانی ملا کہ سوائے اپنے کسی دوسرے کی پیاس نہ بجھا سکے خوشی اسکی تھی کہ پانی تو ملا خواہ  
 کتنا ہی قلیل کیوں نہ ہو۔ لیکن جب منہ سے لگایا تو معلوم ہوا کہ پانی جو ملا وہ شیرین نہیں ہے مگر ایسا بھی  
 نہیں جیسا سمندر کا پانی۔ جب بالکل اندھیرا ہو گیا تب عرب جو کیدار ہر جھونپڑے میں ایک ایک  
 لائٹیں روشن کر گیا۔ اسکے علاوہ فی کمپ میں دو دھندلے بڑے بڑے دیامپ لگا دیئے گئے جو کل کیا  
 کو روشن کر رہے تھے غرض بہنے تو کسی ڈھب سے کام نکالا اور شام کا کھانا عشا کے بعد کھا کر سو رہے

مگر بہت سے غریب بھوکے پیاسے تھے۔

قرظینہ میں چار پائیاں۔ پانی اور لکڑی کا بندوبست تو کسی قدر ہو گیا اب سونے کی فکر لگی۔

یہاں پر چار پائیاں کراہ پر بٹایا کرتی ہیں۔ نوگسہ اسپر بھی بہت ودرست ہیں جس کو جیتے بنانا اس نے ایک ایک چار پائی کراہ پہنے لی۔ جسکے پاس سفری چار پائیاں تھیں وہ تو بغیر کسی ششپس کے اپنا ستر سب سے پہلے چاکر سو رہے۔ پہلے پہلے فی چار پائی مکر ملی۔ اوسکے جو روہی ایک روپیہ کو ہو گئی شام تک نہ رتی چار پائی کا کراہ یہ دھوم مچا رہا ہو گیا۔ بلکہ لوگوں نے عاتک بھی کراہ پر چار پائی لے لی ہیں ایسا ہر قسم کا تھا کہ جسے عشا تک کوئی چار پائی نہیں ملی۔ میں اک ہی میں تھا کہ ایک چار پائی چھڑی ہوئی۔ مگر جب اوس پر سیا تو اوس پر میرے چار پائی سے باہر نکلے ہوئے تھے۔ عرب لوگ بہت قہر ہوا کرتے ہیں جو چار پائی کہ جسے ملی تھی شاید کہ وہ معمرل سے زائد پست قدر کی تھی۔ ایک چار پائی رزا لانی تھی جسکو میرے دوست سید ذریعہ علی صاحب نے اپنے واسطے لیا تھا وہ مجھ کو دینے لگے مگر وہ ایسی گہری تھی کہ میں اوس میں سو ہی نہیں سکتا تھا۔ اگر سو جاتا تو پھر صبح کو اٹھتے وقت اوس گرہے سے بغیر کسی مدد کے ہرگز نہیں نکل سکتا تھا۔ غرض جون جون وہ رات گزر گئی جب صبح ہوئی تو میں نے ایک عرب کی معرفت ایک عمدہ اور لانی چار پائی کراہ پر سن گوالی۔

کمپ کے چارون طرف آہنی جالی لگی ہوئی ہے۔ کل حاجی اوس کے اندر بند کرنے گئے جیسے قیدی کسی جیل میں بند کر دئے جاتے ہیں۔ اور تمام دروازے شب کے وقت مقفل کر کے ترکی پہرہ لگا دیا گیا۔ عازمان بیت اللہ اپنے پاک پروردگار کا شکر کرتے ہوئے اوسکی دی ہوئی قید محض کو بڑی خوشی سے ادا کرنے میں مستعد ہو گئے۔

**قرنطینہ کے بیت النخل** ہمارے کمپ میں ۱۴ یا ۱۵ عمدہ اور بہت بہت النخل بنے ہوئے تھے جس کے اندر سمندر سے بذریعہ پمپ کے پانی آتا رہا۔ ترکی گورنمنٹ نے اوسکے بنانے میں بہت ہی غفلت سے کام لیا ہے مگر ہمارے برادران ہسٹنڈن پاخانوں کی ایسی مٹی پیدا کی کہ اوس کے اندر جانیسے بھرتی ہوئے کے باہر نہیں آسکتے تھے جہاں جسکا جی چاہا بیٹھ گیا صبح تک کل پاخانے



ایسے پیدا اور غلیظ ہو گئے کہ اندر تو کیا ہے اور کے نزدیک تک جانے کو دلی گوارا نہیں کرتا تھا ان کے علاوہ سمندر کے ساحل پر تین پاخانے ہر ایک کیمپ کے متعلق چوٹی سے بنائے گئے ہیں ایک شہر کے ذریعہ ایک وقت میں ۹ آدمی جاسکتے ہیں میرا سمندر میں گر جاتا ہے۔ عورت و مرد کیمپ کے مہران میں پاخانوں کی کوئی تمیز نہیں ہے۔ جن شخصوں کی ۹ بجے دن سے جبکہ کنگڑا دانت تھی اور ان کو آرام رہا۔ اور جو علی الصبح کے عادی تھے ان کو سخت تکلیف رہی۔ ہر تہائی کیمپ میں کوئی نہیں ہے۔ اور نہ کبھی یہ پاخانے صاف ہوتے ہیں۔ شاید ہمارے جانے کے بعد صاف ہوتے ہوں گا تو ہکو علم نہیں ہے۔

**قرنطینہ کی دوکانیں** | سودا سلف کے لئے ایک طرف معمولی سی دوکانیں ہیں جن میں اناج چار۔ شکر۔ حقہ۔ تنباکو اور دیگر ضروری اشیاء مناسب قیمت پر دستیاب ہوتی ہیں۔ ہمارے ایام قرنطینہ میں زرخ حسب ذیل تھا۔ آٹا سیر ۶۔ چانول سیر ۸۔ روٹی ۲۔ پانی ۸۔ دودھ کے ٹن ۸۔ برف کی ایک سل بکری۔ ۱ چار کی بوتلیں ۱۲۔ خورد و خیران سہ پانی ۶۔ دنبہ ۷۔ مرغی ۷۔ انڈا ۲۔ صابون ۲۔ کپڑے کی دہوائی بغیر ستری کے فی عدد ۲۔ مگر حجاج اپنا انتظام آپ بھٹی سے کر لیکر آتے ہیں۔

**قرنطینہ میں پانی اور لکڑی** | بعد قطار کے ایک سیاہ بدروستی گل حاجیوں کو ایک ایک ٹن کا ٹکٹ حوالہ کر دیا کرتا تھا انی ٹکٹ ایک گیلن پانی ملتا رہا اور اس طرح شام کو۔ یعنی جس قدر ٹن کے ٹکٹ آپ پانی تقسیم کرنے والے کو دکھائی گئے اوتنے گیلن پانی آپ کو مل جائیگا۔ پانی کی یہاں پر سخت قلت رہی کبھی آسانی کے ساتھ پانی نہیں ملا۔ ہر سیکو پانی ہی کی شکایت رہی۔ البتہ اون لوگوں کو جنہوں نے ترک باشی سے ملکر کچھ رشوت وغیرہ دیدی تھی۔ یا شبیدی کو کچھ دے دلا کر زیادہ ٹکٹ لے لیا کرتے تھے پانی کی تکلیف نہیں تھی۔ میں نے یہاں تک دیکھا کہ بعض متمول حجاج جنکو رشوت ہی کہ عادت تھی وہ اس پانی سے غسل کیا کرتے تھے بغیر رشوت کے ایک قطرہ پانی کا یہاں ملنا

غیر ممکن ہے خواہ کسی ذریعہ سے منے۔ بعض لوگ چادر پٹا اور زردہ ہنری ترکی باشی کو کھلا کر پانچ کال لیا کرتے تھے۔ غریبوں کو جو رشوت کے عادی تھے اور شے بھی نہیں دے سکتے تھے نقد ایک گیلان پانی مناسبتاً جو کچھ سیرج سے کافی تھا۔ اوپر پانی دینے والا بھی دو چار آنے اسکے ہاتھ میں رکھنے سے بغیر سہا سہتے ایک مشک بھریا کرتا تھا۔ اصل بات تو یہ ہے کہ جسے مبلغ علیہ السلام کو بے پرواہی سے خرچ کیا وہ آرام میں رہا جسے ذرا سی کنجوسی کی یا قانون جتا کر کام نکالنا چاہا وہ سخت تکلیف اور مضیبت میں پڑا رہا۔

یہاں کا پانی جہاز کے پانی سے کسی قدر اچھا رہا۔ اگر ترکی گورنمنٹ پانی کی اس قلت کو دہر کر کے بتو کہ بغیر شے کے مانند پانی کے نل لگا دیں تو اس قدر اسکے ہم مذہب عازمین حرمین شریفین بقا و سلطنت کیلئے ہمیشہ دعا و خیر کیا کریں گے۔ ایک نل سمیت کچھ پانی کا بھی حاجیوں کے آرام و آسائش کے لئے اندرون کیمپ لگا دیا جائے۔ اس وقت حجاج سمندر سے پانی لایا کرتے ہیں جو وضو اور دیگر ضروری حوائج کے استعمال میں آتا ہے۔

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ جب جہاز سے اترتے ہی بھپارہ گھر میں جاؤ تو اسی جگہ پانی کے ٹکٹ لے لو۔ تب کیمپ میں اتے ہی فوراً پانی مل جائیگا۔ ورنہ ایسی تکلیف تمہیں بھی پہنچی پڑے گی جیسی ہم نے پہلی اور بیان کی ہے۔ جن لوگوں نے بھپارہ گھر میں غسل نہیں کیا اور نہ تو ٹکٹ دیا نہ ہین ملا جس سے زرا تکلیف ہوئی تھی۔ میں نے جب پانی کے نہ ملنے کی شکایت کر لی تو اکثر سے کی جو مسلمان بھی تھا تو اس نے ترکی باشی کو جو پانی پر متعین تھا کہا مگر اس رشوت خوار مسلمان نے ذرا بھی پروا نہیں کی اور پڑائی سے چلا گیا۔ میں نے اس بے مروتانہ حرکت کو بڑی نفرت سے دیکھا اور جب تک وہاں رہا اسکی صورت سے بیزار رہا کرتا تھا۔ مجھ کو اس سے ایک ولی نفرت پیدا ہو گئی تھی۔ بہت سے میرے دوست اسکی تعظیم کرتے تھے اور سکو چادر پلاتے تھے جب وہ آتا تھا تو سرقداو اسکی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جایا

کرتے تھے وہ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ یہ کون ہے اور اوس کا رتبہ کیا ہے۔ بس ترک کا ہونا ہی اوس کے لئے تعظیم کرنے کو کافی سبب تھا۔ اوس شخص کو رشوت کا چسکا پڑ گیا تھا کسی نے اگر کچھ دیدیا تو اوس کو اس قدر پانی دیتا تھا کہ ضروریات سے بھی بڑھ کر ہو۔ برخلاف اسکے ڈاکٹر جو نصائے تھا ہر الفت کی نظر سے دیکھتا رہا۔ بہین تفاوت رہ از کجاست تابکجا۔

ہمارا حساب دوسری تاریخ سے قرطبہ میں شمار ہو گیا۔ لکڑی قرطبہ میں مفت ملا کرتی تھی۔ لکڑی کا کوئی گھاٹ نہ تھا۔ عرب ملازم بھوڑ دیا کرتے تھے۔ لکڑی کی کوئی شکایت نہ تھی ضرورت سے زاید لکڑی ملجایا کرتی تھی انبار لکڑی کے پڑے ہوئے تھے جس کا جی جتنی چاہتا تھا اتنی اٹھا کر لاتا رہا۔ عرب ملازموں کو کچھ پیسے دیدینے سے خود چیر دیا کرتے ہیں ایسے موقع پر ایک کلھاری یا بسولہ اپنے نزدیک رکھنا ضروریات سے ہے۔ ورنہ دوسروں کا منہ نہ تکتے رستہ کا کام پڑتا ہے۔

**قرطبہ کی قطار** | ۳ نومبر کی صبح کو ۸ سے ۱۰ بجے تک عرب ملازم پکار رہے تھے کہ ”قطار قطار“

قطار سے مراد یہ ہے کہ مرد اور عورتیں علیحدہ علیحدہ صفوں میں اپنے اپنے جھونپڑوں کے نزدیک کھڑے کر دئے جاتے ہیں اور اونکی گنتی ہوا کرتی ہے۔ ڈاکٹر صرف گنتی لیکر روانہ ہو جاتا ہے۔ نہ کسی کو دیکھتا ہے نہ پوچھتا ہے اوس کو فقط گنتی سے مطلب ہے۔ ہر روز صبح اور شام دو وقت قیدیان خدا کی گنتی ہوا کرتی ہے۔ بعد گنتی کرنے کے ایک ایک کمرائش کا دیا جاتا ہے جس کو دکھا کر پانی لیتے رہے۔ قطار کی ایسی پابندی تھی کہ نماز عصر بھی نہیں پڑھنے دیتے تھے اور قطار میں کھڑے ہونا پڑتا تھا۔

**غسل خانہ** | قرطبہ کا مران میں کوئی غسل خانہ مروانہ یا زنا نہ نہیں ہے۔ سب حاجی مرد و عورت بلا

امتیاز سمندر میں جا کر نہانے اور دھونے میں جہان بہت گندگی ہوتی ہے۔ حد سے آگے پہنچا سہا ہی جانے نہیں دیتے۔ اگر کوئی چلے جاتا ہے تو اوس کو بڑی بے عزتی سے لا کر تاکید کرتی ہیں



**ڈاکخانہ** خاص کمپ میں کوئی ڈاک خانہ نہیں اور نہ ہی ٹکٹ و لفافہ مل سکتا ہے گا راج کے گاؤں میں ایک ڈاکخانہ ہے جہاں سے ہفتہ میں دو وقت ڈاک تہذیباً کو روانہ ہوتی ہے خطوط لکھ کر لفافہ میں بند کر کے اس ملازم کو حوالہ کرنا چاہئے جسکی میں نے دو پڑسکات کی ہے یاد رکھ کر کو ویدینا چلے گئے۔ فی ٹکٹ ہر کے حساب سے دینا پڑے گا۔ ۲۔ ۲۔ ۲۔ ٹکٹ تو وہ لگا دینگا اور راہوں کے چیب میں جاتا ہے۔ اگر نہ لگا کر کل پیسے خود رکھ لے گا تو بھی اسکو اختیار ہے اسلئے بہت کم لوگ یہاں سے خطوط روانہ کرتے ہیں انتظام ڈاک یہاں پر برابر نہیں ہے البتہ خطوط لکھ کر عہدہ پہنچنے پر ڈاکنا بہت اچھا ہے۔

**قرنطینہ میں آسائش کیونکر مل سکتی ہے** | تجربہ بہت ثابت کر دیا کہ چھینے ملازمان قرنطینہ کو خوش رکھا وہ ہر طرح کے آرام و آسائش میں رہا۔ گویا اسکو عید ایام ایک باغ تماشہ کے مانند گزر جائیگا جسے عرب بدو کو روٹی کھلا کر انعام کچھ زرا سادہ اسکو ویدیا اسکا کام بہت اچھی طرح ہے چنگا لازم ہے کہ سب سے پہلے قرنطینہ داخل ہوتے ہی اون ملازموں کو جو تمہارے بارک کے نگہبان ہیں کھانا کھلا دو۔ انکو کچھ مٹھائی یا میوہ دیدو اور مزید برآں ہر فی کس انکے ہاتھ میں رکھ دو۔ بلکہ ہر صبح ۴ رنی اسم ویدیا کرو اور جو ٹکٹ پانی کا دیتا ہے اسکو بھی لالچ دیکر اپنا کر لو۔ بلکہ اس ترکی باشی کو بھی کچھ دے دلا کر تابعدار بنا لو۔ گو میں خود اس کے سخت خلاف میں ہوں ایسی حرکات سے اپنا تو آرام ہوتا ہے مگر اون غریب حاجیوں کو جو کچھ دے نہیں سکتے بہت تکلیف اور سخت مصیبت میں ڈالتا ہے۔ ان حاجیوں کو جبکہ ہمراہ اہل عیال ہیں اثر ضرورت ہے کہ ایسی حکمت کر کے اپنا آرام نکالیں۔ ورنہ شکایت پھر نہ کریں۔ میں نے دونوں باتیں بتادی ہیں خواہ کونسی بھی خستہ بار کرو۔ اگر تم اون کو خوش اور رنجی رکھو گے تو وہ بھی تمہیں اچھی نظروں سے دیکھنے لگے اور تمہارا کام سب سے اول کریں گے۔ اگر تم انکو حقارت کی نگاہ سے دیکھو گے تو وہ تمکو سخت حقیر جانیں گے اور تمہارا کام ہرگز نہیں چلے گا۔ سرزمین عرب

میں راحت و آرام کی کنجی بخش ہے جس نے اس کنجی سے کام لیا وہ آرام سے رہا اور جس نے  
زرا بجاالت کی وہ بچ و تکلیف اٹھایا۔

ترکی آنسر جو باشی کہلاتا ہے اس کے لئے اس قدر کافی ہے کہ اس کو کرسی پر بٹھلا کر وقت  
عمدہ ترکی فوجان میں چاؤ پلائی جائے اور سکرٹ سے تواضع کرتے رہیں۔ دیکھتے رہیں جب وہ  
گذر اتب اس کی خاطر کرویا کریں۔ کم از کم جب وہ آئے تو اس کو دیکھ کر تعظیماً سرو قد اٹھ جائے یہی  
خوشامد سے وہ اس قدر خوش ہوگا کہ آپ کو پھر کسی طرح کی تکلیف قرطینہ کی نہوگی برف بھی آپ کو  
مچائے گا پانی اور لکڑی کی بھی قلت نہوگی۔ ساتھ ہی بیٹھ ہی یاد رکھنا چاہئے کہ اسی خوشامد کر کے  
اس کو ہمیشہ کیلئے ان باتوں کا عادی کر دینا کہ ان تک غربا کے حق میں ستم قاتل ہے۔ جیسا کہ اوپر  
لکھا آیا ہوں میں نے اس اسرے سے پانی کی وحشی شکایت کی تھی۔ مگر چونکہ میری درخواست خوشامد  
نہ تھی زرا پروا نہ کی۔ اور مجھے پانی کا ایک قطرہ نہیں دیا۔ حالانکہ میں کسی طرح سے اون لوگوں کے مقابلہ  
میں جنھوں نے اسے لالچ دیا تھا ظاہری شان و شوکت اور وجاہت میں کم تھا۔ بلکہ سارے  
کیمپ میں میں موٹا تازہ اور سیم آدمی تھا۔ میں نے اس مقدس سفر میں اپنا تجربہ بڑھانے کی غرض  
سے زیادہ تر غربا کی حالت پر نظر کرتا رہا اور اسرا کی طرز رہائش پر بھی خیال کرتا گیا۔ یہ بات مسلم  
ہے کہ غربا عاجزی اور خوشامد تو کر سکتے ہیں مگر ساتھ ہی اس کے نذرانہ ہرگز پیش نہیں کر سکتے۔ غلط  
اون کے امرا خوشامد کے ساتھ نذرانہ بھی پیش کرتے ہیں۔ میں نے ناظرین کو ہر دو طریقہ بہت  
کھلے طور سے دکھائے ہیں۔

قرطینہ کی پابندی | جیسے میں لکھا آیا ہوں کہ ہر کیمپ کے گرد اگر دایک آہنی جال قد آدم  
اوپن لگی ہے اس کے چاروں طرف دروازے ہیں۔ دن بھر تمام دروازے کھلے رہتے ہیں عشا  
کے بعد یعنی قریب بجے شب کے کل دروازے بند کر دئے جاتے ہیں۔ قطار کے وقت بھی سب

دروازے بند کر دئے جاتے ہیں تاکہ کوئی شخص گنتی کے وقت باہر آنے اور جانے نہ پائے۔ ایک دن اتفاق سے میرے ایک دوست احمد علی خان صاحب ڈپٹی سوپرٹنڈنٹ پولس ریاست جھپور بھولے سے سمندر کے کنارے رفع حاجت کیلئے چلا گئے وہی ترکی باشی نے فوراً آدمی روکا کر کے انکو بلوایا اور تاکید کی کہ آئندہ ایسا نہ کریں چونکہ وہ مسٹر آدمی تھے انکو اور کچھ نہ کہا۔ اسی روز دو ایک غریب حاجی بھی بھولے سے باہر چلے گئے تھے اور حد قرطینہ سے آگے بڑھ گئے تھے ان کو بلو کر ایک گھنٹے تک بند رکھا گیا اور دو ایک مغزین کی سفارش پر مشکل رہا کیا۔ نہ کوئی نوٹس بورڈ پتھر تختہ اعلان ہے نہ کوئی احکام سپان میں نہ ملازمان قرطینہ اردو جانتے ہیں نہ ہندوستانی حجاج عربی سمجھ سکتے ہیں بھلا اسی صورت میں ہندوستانیوں کو تکلیف نہ تو کیا ہو۔ تکلیفات قرطینہ اگر دریا کر تو غبار سے دریافت کرو جبکہ بیٹ بڑا حصہ ہر سال حرمین شریفین کو جایا کرتا ہے۔

قرطینہ کے بیمار | یہ قرطینہ انٹرنیشنل گورنمنٹ کی تحریک سے علامت حضرت سلطان المعظم خلد اللہ ملکہ نے ہندی۔ عجمی۔ برہمی۔ جاوی اور شرقی حجاج کیلئے جو بحر ہند و بحر عرب سے آتے ہیں کامران میں مقرر کیا ہے جو جہاز کہ بندر گاہ عدن سے گزرے گا وہ ضرور ترکی قرطینہ میں داخل ہوگا۔ یہ قرطینہ بحیرہ قلم کے شرقی کنارے پر ایک ویران جزیرہ کامران میں بنایا گیا ہے۔ تیز رفتار جہاز عدن سے دوسرے روز یہاں پہنچ جاتا ہے کہیں کا بڑا ڈاکٹر مسلمان ہے جسکے ماتحت بہت سے چھوٹے ڈاکٹر یہودی گریک اور نصاریٰ بھی ہیں۔ اسپتال برائے نام قرطینہ میں ایک جانب ہے مگر عینے تو نہیں دیکھا جس کہیں میں ہم تھے نہ وہاں دو الٹی تھی اور نہ بیماروں کو رکھنے کیلئے جائے تھی فقط ایک گریک ڈاکٹر رہتا تھا اسکا کام صبح اور شام قطار و قطار حاجیوں کو بٹھا کر گنتی لینے کا ہے اور بس۔ اگر کوئی شخص بیمار ہو گیا تو اسکو فوراً ڈاکٹر کامران کی اسپتال کو روانہ کر دیتا ہے۔ ایسے دو واقعہ یہاں پر قابل ذکر ہیں۔

(۱) ایک باپ اور بیٹی حج کو آئے تھے اتفاق سے باپ یہاں بیمار ہو گیا اور ڈاکٹر



قرنطینہ کو اسکی طسلاع ملنے پر اس نے اسکو فوراً کامران کی ہسپتال کو روانہ کر دیا۔ اسکی نیک بخت بیٹی بھی چاہتی تھی کہ خود بھی ساتھ جا کر اپنے پیارے باپ کی تیمارداری میں حصہ لے مگر یہ بالکل غیر ممکن تھا۔ وہ ایسی زار زار روتی تھی کہ بیان سے باہر تمام کمپ میں اسنے رورہ شور مچا دیا۔ میری دانست میں وہ عورت غالباً محبوبہ الحواس ہو گئی ہو۔ دو سکر ایکٹ مولوی نہال احمد نامی متوطن خوجہ معہ بیوی کے آئے تھے۔ مولوی صاحب عارضہ اسہال میں جہاز ہی پربتلا ہو گئے۔ ڈاکٹر محمد یعقوب صاحب نصیر الدین صاحب انڈسٹری نے بہت کچھ علاج کیا مگر بے سود۔ غرض بیماری ایسی ہی رہی اور ان کی بیوی بہت بے قرار تھی چارہ تھا علاج جاری رہا۔ قرنطینہ میں کسی رحمدل نے غالباً اس خیال سے کہ شاید بیماری اسکو نہ لگ جائے چکے سے رپورٹ کر دی بس کیا تھا ڈاکٹر آیا اور فوراً کشان کشان مولوی صاحب کو کامران کے ہسپتال میں روانہ کر دیا۔ اب جو اونکی بیوی کا حال تھا اسی نیک بخت عصمت مآب خاتون سے پوچھا جائے۔ یا وہ شخص اس تکلیف اور برے وقت کو محسوس کر سکتا ہے جسکو ایسا موقع پیش آیا ہو یعنی اسکا بیمار شوہر اس سے علیحدہ کر دیا گیا اور اسکو طاقت اور قدرت اسکی خدمت کرنے کی جتنی پر بھی ترکی حکام نے اسکے ساتھ اسکو جانے کی اجازت نہ دی۔ غرض وہ بیچاری بہت حیران و پشیمان رہی۔ مگر کسی نے اسکی فریاد نہ سنی۔ بیمار اور قریب الموت شوہر سے اسکو جدا کر دیا گیا اور اسکی کوئی فریاد نہیں سنی گئی۔ ہائے فسوس شفا خانہ کامران کا حال تو خدا ہی پر روشن ہے کہ دوائی بھی یا نہیں۔ ایک کامران سے آیا اسکے پیر پر زخم ہو گیا تھا ہائے دوست وہ عزیز ڈاکٹر حاجی محمد یعقوب صاحب سے دوائی مانگی۔ ڈاکٹر صاحب نے دریافت کیا کہ ہسپتال سے کیوں تم اپنا علاج نہیں کرتے جواب دیا کہ جب دوا ہی نہیں ہے تو علاج کیا کروں۔ اگر اسکا قول صحیح ہو تو پھر ان بیماروں کو اونکے عزیز و بستوں سے جدا کر کے وہاں لیجا نا۔ دوائی کا ہونا زبان کی ناواقفیت کس قدر تکلیف کا

مقام ہے۔ "مردہ بدست زندہ" تو ہوتا ہی ہے مگر بیان اس سے بھی مشکل نظر آئی یعنی "زندہ درگور" کا معاملہ ہے۔ مسکین حاجیوں کے مصائب اور تکالیف میں سے یہ بہت بڑی تکلیف ہے کہ ترکی حکام ہندیوں کو مجسم طاعون دہیضہ سمجھتے ہیں۔

میں نے ہندوستان میں بھی زمانہ طاعون میں دو چار قریطینہ دیکھے مگر ایسا ظلم کسی قریطینہ میں نہیں دیکھا گیا جو ایک اسلامی سلطنت اپنے ہم مذہبوں پر روا رکھتی ہے۔ جولا ریش کے کمپ میں جو صوبہ مدراس میں واقع ہے ایک وقت مجھے اتفاق ہو گیا تھا کہ ایک شیرخوار بچہ کو بخاریا آگے لے گیا۔ غنیمت کمپ کے حسب ہدایت ڈاکٹر آرمیون کو جو اس بچہ کے ساتھ تھے یعنی اسکے مان بایپ سین بھائی وغیرہ اونکی درخواست پر اتار لیا اور آٹھ آدمیوں کا راشن یعنی خوراک ہماری سرکار دولت مدار روزانہ مفت دیا کرتی تھی۔ واللہ میں بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے تیر کی گورنمنٹ کی شکایت نہیں کرنا چاہتا ہوں مگر ان دونوں مظلوم عورات سے جنکا ذکر میں نے ابھی کیا ہے کوئی دریافت کر لے تو جو کچھ وہ کہیں گی یقیناً سچ ہوگا۔

مولوی نہال احمد صاحب کا دور در بعد کامران میں انتقال ہو گیا (خدا غریق رحمت کرے) اونکی بی بی کو میت کے دیکھنے کی اجازت ملی تھی۔ وہ بہت روتی رہی لوگوں نے سمجھا سمجھا کر نشلی دی۔ کامران کے عربوں نے تجہیز و تکفین میں حصہ لیا۔ مگر کسی کو کیا سپے جانیکی اجازت نہ ملی شاید یوں کہنا درست ہے کہ کسی نے مارے خوف کے اجازت ہی نہ پناہی۔

**وائس کانسل صدیدہ** | شہر صدیدہ میں انگریزی وائس کانسل رہتا ہے ایام حج میں کبھی کبھی

اور اپنے کلرک کو کب کب کو روانہ کر کر دریافت حالات کرتا ہے دستوں کے موافق ہمارے ایام اقامت قریطینہ میں ایک مسلمان کلرک شاید پنجاب کا باشندہ ہے آیا۔ ۳۰ نومبر کی شام کو میں نے اسکو باہر جالی کے کھڑے ہوئے دیکھ کر اسکے پاس جا کر سلام کیا۔ اسکے ہمراہ ایک ترکی پولس میں تھا

لوگوں نے انعام کی شکایتیں پیش کیں۔ مگر وہ سب کا ایک ہی جواب دیکر نفرو بنا کہ ”یہاں کا قرضہ ہزار درجہ بمبئی کے قرضہ سے اچھا ہے اور یہاں بہت آرام ہے“ جب پانی کی شکایت ہوئی تو کہنے لگا کہ ”ہزار حاجی اب تک آئے اور چلے گئے کسی نے بھی ایسی شکایت نہیں کی۔ اب تعجب ہے کہ تم کرتے ہو میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اگر کچھ کرنا ہے تو ہندوستان جا کر اخباروں میں شور و پکار مچاؤ۔ شاید گورنمنٹ کچھ خیال کرے۔“ آفرین ہے ایسے سرکاری عہدہ دار پر کہ اس نے ڈر کے مارے ترکیوں کی طرف داری کی مگر جسکا وہ نوکر ہے (یعنی گورنمنٹ برطانیہ) اسکی اس قدر رعایا کے وجہی شکایت کو سننا تک اسکو ناگوار گذرا۔ اوسوقت مولانا عبدالباری صاحب لکھنوی نے بھی پانی کی شکایت کی۔ اور ترکی چاؤش بھی کھڑا سن رہا تھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ۴ نومبر کو ابجے دن تک کسی کو پانی کا ایک قطرہ نہ ملا۔ حاجیوں نے بہت شور و فریاد مچائی مگر کون سنتا ہے فغان حجاج + قہر حجاج بجان حجاج + ترکی چاؤش یہی سمجھا کہ ہندیوں نے پانی کی شکایت اپنے وٹس کونسل سے کی ہے ہم انکو ابجے دن تک ایک بوند پانی نہیں دینگے بھلا دیکھیں تو یہ کیا کر سکتے ہیں۔

امور الخلیفین! تو ان مسلمان آفسروں کو جو ایک اسلامی سلطنت کے (جسکے بادشاہ کو ہم اپنا روحانی خلیفہ مانتے ہیں) ملازم ہیں نیک توفیق اور نیک راہ عطا کر۔ بہت سے حاجیوں کو میں نے اس وقت نہایت استقلال سے یہ کہتے سنا کہ موافق لا فتحرک ذرۃ الا باذن اللہ جو کچھ ہوگا ہے وہ اللہ ہی کے حکم سے اور اوسکی خوشی سے ہے ہم کو صبر اور شکر کرنا اور اسکی راہ میں ثابت قدم رہنا چاہئے۔ اسی خدا ہم تیرے مہمان ہو کر جا رہے ہیں اور تو اپنے عاجز اور سبکس مہمانوں کی تکالیف کو دیکھتا ہے اور ہر رحم کر رحم کر۔ سو اسی تیرے دنیا میں کوئی انکا خبر گیری نہیں ہے ایسے موقعوں پر برٹش گورنمنٹ کے احسانات جو مسلمانوں پر ہیں یاد آ جاتے ہیں۔ اس میری تحریر کو غالباً نا تجربہ کار لوگ برٹش گورنمنٹ کی جانب خوشامدانہ تحریر سمجھینگے۔ میرے معزز ناظرین اس سے



پہلے میرا بھی ایسا ہی خیال تھا کہ ہکوا اپنی گورنمنٹ میں بعض ناخدا ترس حکام کی بے توجہی سے کسی قدر تکلیف ہوتی ہے اب تجربہ ثابت کر دیا کہ ہکوا اس سے بڑھ کر تکلیف ایک اسلامی سلطنت میں جس کے فرمانروا کو ہم اپنا روحی خلیفہ سمجھتے ہیں کا مران سے لیکر سرزمین حجاز بلکہ ارض مقدس میں اٹھانی پڑتی ہے۔ کاش مسلمانان ہند ان تکالیف کو محسوس کر کے باقاعدہ گورنمنٹ برطانیہ اور سلطنت عثمانیہ سے اپیل کریں۔ تو غالباً دونوں گورنمنٹیں حتی الامکان ان تکالیف کو فرو کر نہیں ضرور کوشش کریں گی۔

**قرنطینہ کی مسجد** | ہر کمپ میں دروازے کے باہر ایک پھونس کی مسجد بھی ہے جہاں ایک امام

منجانب ترک مقرر ہے وہی اذان دیتا اور امامت بھی کر لیتا ہے۔ زیادہ لوگ جب کمپ میں ہوا کرتے ہیں تو آپس میں سے کسی ایک عالم یا فاضل شخص کو نماز کیلئے کھڑا کر دیا کرتے ہیں۔ صبح کی نماز سے عشا تک مسجد کھلی رہتی ہے عشا کی نماز کے بعد جب کمپ کا دروازہ بند کر دیا جاتا ہے تو مسجد بھی کسی کو نہیں رہنے دیتے ہیں۔ جائے تنگ رہنے کی وجہ سے بہت سے لوگ اپنے اپنے جھونپڑوں کے پاس ہی جماعت سے نمازین پڑھ لیا کرتے تھے۔ بہت کم لوگ مسجد کو جاتے تھے۔ چار پانچ جگہ اچھی خاصی جماعت ہوا کرتی تھی۔ رنگون کے سیٹھ جائی نمازی یعنی صفین اپنے ہمراہ رکھے ہوئے تھے۔ جہاز پر بھی وہ بڑی بڑی دریاں نماز کے لئے بچھایا کرتے تھے جس سے نماز کے لئے بہت آسانی تھی۔

کامران کے لوگ سیاہ فام بے ڈول اور بد رو لیکن کس قدر خلیق اور ایماندار ہیں۔ یہاں جو فسر نظر آیا کرتے ہیں انہیں زیادہ تر گریک یونانی ہیں جو فریج زبان کرتے ہیں گدھوں کے سوا سے ان کے پاس سواری کو کچھ نہیں ہے۔ یہاں کے لیڈی ڈاکٹر کی زبانی ہے کہ ہمسقام کی آب و ہوا اچھی ہے اور قرنطینہ کے واسطے نہایت مناسب ہے۔ اس جزیرے کی زمین پو

جو ریت جمع ہے وہ بالکل دریائی جانوروں کے ہڈیوں کی ہے اور چونکہ ککریوں کا ہڑاٹیلہ ہے اس کو بغور دیکھنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ سنگہ۔ کوڑی۔ گونگھا اور مچھلی وغیرہ اقسام کی ہڈیوں سے مجتمع ہو کر ایک اونچی جائے ہو گئی ہے اور ان میں پتھر کے آثار پیدا ہو گئے ہیں جن جھونپڑوں میں ہم رہا کرتے تھے انکی زمین بالکل ریتی تھی۔ اور ریت کا ہونا بہت ہی سودمند ہے اس وجہ سے کہ یہ ریت ہر قسم کی رطوبت کو فوراً جذب کر لیتی ہے چاہے حجاج جس قدر پانی ڈالیں اور ترچہ زین چنکیں بالو کی قوت جذبہ سے وہ بالکل خشک ہو جاتی ہیں اور عفونت ہونے نہیں پاتی۔ اس جزیرے میں رطوبت زیادہ ہے۔

**افسران خسرو کیلئے سٹیفٹ** | میری ۲۲ سالہ ملازمت میں تقریباً سو دفعہ سے زائد جہاز

پر سوار ہونے کا اتفاق ہوا ہے مگر میں نے آج تک کسی جہاز کے ملازموں کو نہیں دیکھا کہ مسافروں سے اپنی نیک چلنی یا خوش برتاؤ کا سٹیفٹ لیا ہو۔ مگر اس جہاز خسرو کے افسروں نے باین خیال کہ وہ ایک ایشیائی کمپنی کے ملازم ہیں ہم ہندیوں سے سٹیفٹ لینا چاہا یا انھوں نے جنکو خصوصیت کے ساتھ آرام ملا تھا سٹیفٹ دیا ہو۔ مضمون سٹیفٹ یہ تھا ”ہم مسند درجہ ذیل دستخط کنندگان اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ جہاز خسرو کے حملہ آفسروں نے ہمیں اچھا برتاؤ کیا اور ہماری ہر ایک وجہی شکایت پر توجہ کی۔ ہم ان سے بہت خوش ہیں“ سب سے اول مولوی محمد عبدالباری صاحب نے دستخط کیا۔ جنھوں نے عدن میں سب سے پہلے کمپنی کے خلاف مضمون تیار کیا تھا جو کسی جگہ درج کیا گیا ہے۔ اس کے بعد رانی صاحبہ جہانگیر آباد کے طرف سے کسی نے اردو میں دستخط کر دیا۔ اور بعد سیٹھوں نے دستخط کئے۔ اور پھر عرب سید حسن علی کی معرفت سارے کمپ بھر میں ہر ایک خواندہ و ناخواندہ شخص کے پاس دستخط کروائے وہ کاغذ پھرایا گیا مجھے تعجب اور تعجب کے ساتھ سخت افسوس ہوا کہ ادھین بہت سے ایسے دستخط تھے جنھوں نے جہاز پر کمپنی کے

خلاف شکایات کی تھیں۔ میرے پاس بھی بغرض دستخط سید حسن عرب دہ کاغذ لایا میں نے حقارت کے ساتھ اس کاغذ کو واپس کر کے دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور یہی کہا جو کچھ مجھے لکھنا ہو گا وہ میں اپنے روزنامہ میں لکھ لوں گا۔ اور بروقت ضرورت پہلک کے پیش کر دوں گا۔ دو روز تک کاغذ برابر کمپ میں پھرا کیا۔ جب میرے پاس آیا تھا تب ادھر تقریباً دیر سو آدمیوں کے دستخط تھے جنکو چار یا پانچ آدمیوں نے لکھ دیا تھا۔

**قطار** | اون حاجیوں کے لئے جنہوں نے اعلیٰ درجہ کا ٹکٹ لیا ہو اس قطار کے اندر کھڑے رہنا کس قدر ناگوار ہے۔ یہی نہیں کہ قطار میں کھڑا کیا جاتا ہے۔ بلکہ صبح اور شام برابر ایک ایک گنٹھ ہماری اسلامی گورنمنٹ کے بدولت پاخانہ اور پیشاب بھی بند کرنا پڑتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ چند سندھی عورات ہم نومبر کی شام کو رفع حاجت کیلئے سمندر کے کنارے پر گئی تھیں۔ عرب ملازمین نے یہاں جنکو گارجین کہا جاتا ہے ترکی باشی کے اشارہ پر اون عورتوں کو بغیر اونکی حاجت رفع ہونے کے وہاں سے کھینچ لایا۔ ہماری مہربان گورنمنٹ درجہ اعلیٰ کے مسافروں کو ریل میں جہاں کہیں ٹیکل انسپکشن ہوتا ہے قطار کی حاضری سے معافی دیتی ہے ڈاکٹر خود ریل کے اندر جا کر اعلیٰ درجہ کے مسافروں کو دیکھا کرتے ہیں۔ علاوہ اسکے درجہ سوم کے زنانہ مسافروں کو بھی اونکے پاس ہی جا کر لیڈی ڈاکٹر ملاحظہ کیا کرتی ہے۔ شاید ترکی گورنمنٹ کا یہ خیال ہو کہ جب وہ ہر ایک حاجی سے خواہ وہ کسی درجہ کا کیوں نہ ہو ایک ہی متعینہ رقم وصول کرتی ہے تو پھر کیوں امتیاز کیا جائے۔ میری رائے میں درجہ اعلیٰ کے مسافروں سے کچھ زیادہ فیز لیکراؤن کے درجہ کے موافق اسے سلوک کیا جائے۔

ترکی گورنمنٹ کو ضرور ہے کہ مستورات کی گنتی کے وقت پردے کا خیال رکھے کامران میں قطار کے وقت کسی قسم کا لحاظ عورتوں کے ساتھ نہیں کیا جاتا ہے۔ نہ کوئی عورت



مقرر ہے کہ ان پر وہ نشین عورات کی گنتی لیا کرے۔ ڈاکٹر خود گنتا ہے اور ترکی آفسر علیحدہ گنتا ہے پھر اور ملازم الگ گنتی کرنے میں ایک یا دو گنتے تک ان پر وہ بینو کو صنف میں کھڑا کیا جاتا ہے بیچارے خدا کی ہمانین اپنا برقعہ اوڑھی ہوئی چپ چاپ کھڑی ہوتی ہیں۔ جنکے ہمراہ شیر خوار بچے ہوتے ہیں اور ان کو اس حاضری میں سخت تکلیف ہوا کرتی ہے۔ بچے بھی اونکے ہی گود میں رہا کرتے ہیں۔

شاید گورنمنٹ علی عثمانیہ اس گنتی کے لئے عورتوں کا رکھنا اسلئے ضروری نہ سمجھیں ہو کہ جیسے ترکی عورات بیساختہ برقعہ سے ادھر ادھر پھرا کرتی ہیں اسی طرح ہندوستانی مستورات کی نسبت بھی خیال کیا گیا ہو۔ مگر ابھی چند سال تک ترکوں کو اس خیال سے باز رہنا چاہیئے اور اسکے بعد شاید انکا یہ خیال درست نکلے کیونکہ بمبئی میں ابھی سے کچھ کچھ مسلمان عورتیں بازاروں میں آرام کاروں میں بغیر برقعہ کے یا برائے نام برقعہ کے ساتھ دیکھی گئی ہیں۔

**جہاز کے ٹکٹوں کا واپس لینا** | ۴ نومبر کو جہاز کے آفسروں نے آنکر قرطینہ سے کل ٹکٹ

واپس لے لئے۔ اکثر یہی دیکھا گیا کہ جہاز پر ٹکٹ واپس لینے کا قاعدہ ہے۔ شاید یہاں لینے میں اتنے دنوں نے کچھ مصلحت اور آرام دیکھا ہوگا۔ اب کیا تھا کل حجاج بے ٹکٹ تھے جہاز پر سبھو کا حق برابر تھا کون کہہ سکتا تھا کہ تم کس درجہ کے مسافر ہو بہنوں نے تو جہاز پر واپس آکر درجہ اول میں بستر اجمادیا۔ کوئی پوچھنے والا تھا۔

۵ نومبر کو قطار کی پکار کے ساتھ پاسپورٹ کی مانگ بھی ہوئی۔ ترکوں نے قبل از وقت شور مچانا شروع کر دیا۔ لوگوں کے حوائج ضروری بند کر دیئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دس میں ایک کا پاسپورٹ برائے نام دیکھ کر واپس کر دیا گیا۔ بھلا اس بیجا تکلیف ہی سے کیا نتیجہ۔

**شفابخانہ کا مران** | سنا گیا کہ ٹرکس ہسپتال کا انتظام بہت اچھا ہے۔ صاف اور ستھری

دوایان بکثرت موجود ہیں۔ چار پائیان بہت عمدہ قرینہ سے کچھی ہوئی ہیں۔ اون پر سفید چادر ہاں اور کربل بچھائی گئی ہیں جب کوئی بیمار ہسپتال میں جاتا ہے تو اس کا روپیہ اور نقدی اکثر قرطینہ لیکر رکھ لیتا ہے صحت یاب ہوے پر اس کو واپس دیدیا جاتا ہے۔ اگر خدا نخواستہ وہاں فوت ہو جائے تو اس کی تجہیز و تکفین کے اخراجات جلتے باقی شاید اس کے ورثاء کو دیدیا جاتا ہو۔

**جنرل ڈاکٹر قرطینہ** ۲ نومبر روز دو شنبہ مطابق ۱۴ ذی قعدہ۔ آج صبح ہی سے کمپ کی صفائی ہونے لگی۔ سنا گیا کہ اعلیٰ ڈاکٹر یعنی کل کمپون کا جنرل ڈاکٹر آنے والا ہے ۹ بجے کے قریب ڈاکٹر صاحب کی سواری ٹرالی کے ذریعہ پہنچی جو ایک شریف ٹرکی افسر معلوم ہوتا تھا۔ ہمارے کمپ کا ڈاکٹر گریک تھا اس نے ٹوپی اوتار کر سلام کیا۔ پھر دونوں نے ملکر کمپ کا ملا خطہ کیا اور بچوں کو سبز ٹکٹ دینا شروع کیا۔ بچوں کو قرطینہ معاف تھا اس کے بعد سفید ٹکٹ تقسیم ہونے لگے۔ جن پر بیس پیاسٹر کا عثمانی ٹکٹ چسپان تھا جس کے تین روپیہ ۱۲ روپے۔ اب لوگوں کو امید ہو گئی کہ آج انشاء اللہ خدا صی ہو جائیگا۔ مگر اس بد انتظامی کو خیال کیجئے کہ آج کسی کو پانی کا ٹکٹ ہی نہیں ملا۔ آج جنھوں نے روپیہ خرچ کیا ان کو تو پانی ملا جو غریب تھے وہ پیاسے رہ گئے۔ یہ بات قابل یاد رکھنے کے ہے کہ جس روز جہاز سے اترتے ہیں جہاز والے پانی نہیں دیتے۔ اور جب سوار ہوتے ہیں اس روز کمپ والے پانی نہیں دیتے۔ دو روز غرباء کو پانی کی سخت تکلیف ہا کرتی ہے ان دونوں باتوں کو جھکیٹی و محافظ حجاج ضرور خیال رکھنا چاہئے۔ زیادہ حصہ اس میں غریبوں کا تکلیف اٹھاتا ہے۔

**قرطینہ سے رہائی** ۱۲ بجے کے بعد آج حجاج جہاز پر سوار ہونے کی تیاری کر کے کمپ سے روانہ ہو گئے۔ اس حساب سے ہم لوگوں نے ۹۶ گھنٹے رات و دن ملا کر کامران کے قرطینہ

میں گزارے۔ کوئی شخص کامران کی آب و ہوا کی وجہ سے بیمار نہیں ہوا۔ جلد ہی بیمار شفا خانہ کو روانہ کئے گئے تھے جنہیں ایک فوت ہو گیا دو واپس آ گئے۔ اور ایک شفا خانہ ہی میں رکھ لیا گیا تھا۔ اگر کوئی شخص کمپ کے اندر فوت ہو جاتا تو غالباً مسیحا و قرنطینہ کی بڑھچاتی۔

جواز حاجی یکے میر ذریعہ نہ کہ رانزرت نندہ مرا نہ می بینی کہ گاوی و علف ارہ بیالاید ہمہ گاوان و دہ را بسا کے موت دونی ہوئے۔ قرنطینہ کا ہی دستور ایسا۔ عجیبیم ورجا کی یہ جگہ ہے۔ زبان پر حفیظ والا مان تھا میں یہ لکھنے بھول گیا کہ بمبئی سے عدن تک جہاز پر کوئی موت واقع نہیں ہوئی مگر دو بچے قوم مہمین میں پیدا ہوئے۔ ایک تو مر گیا دوسرا زندہ رہا۔ جس وقت کامران پہنچے ہیں تو دونوں چاہیں بھی قرنطینہ میں اتاری گئیں۔ ترکیوں نے کوئی لحاظ اذکار نہیں کیا دو باتیں روز کی زچاؤن کو جہاز کی سیڑھیوں پر سے اترنا اور پھر سمندر کے تلاطم میں کشتیوں پر سوار ہو کر کتا سے شک آنا کس قدر تکلیف کا باعث ہے۔

لیڈی ڈاکٹر قرنطینہ | سنا گیا کہ تھوڑی سی بخشش پر لیڈی ڈاکٹر نے کسی عورت کو پانی پینا <sup>بھلا دیا</sup> یوں ہی برائے نام دو چار بوندیں بطور کھیل تماشے کے اوپر چھڑکی گئیں۔ بھپارہ گھر میں داخل ہوتے وقت کستورات کے پاس ضرور ایک روپیہ کا خوردہ ہونا چاہئے جس طرح ملے اپنا کام نکال لیا جاسکتا ہے۔

۶ نومبر کی شام تک گل آدمی جہاز پر سوار ہو گئے بجز بیگ صاحبہ اور اونکی پارٹی کے۔ شام کو دو ترکی آفسر جہاز پر آکر لوگوں کے حالات دریافت کرتے رہے خصوصاً بیگ صاحبہ کا نام دریافت کیا تو اونکے ملازموں نے زیب النساء بیگ صاحبہ بتلایا۔ کہاں کے حاکم اور فرمانروا ہیں کس قدر ملک اون کے تحت حکومت ہو دریافت کرتے رہے۔ لوگوں نے مختلف قسم سے بیان کیا۔ آج ہر ایک خوش اور شہنشاہ نظر آتا تھا قرنطینہ سے نکل آنے کی ہر ایک خرد و کلان کو بہت خوشی تھی جہاز پر سے



قرنطینہ کامران کے جھونپڑیوں کو الوداعی نظر سے دیکھا کرتے رہے۔

۱۵ نومبر شنبہ مطابق ۱۵ ذوالقعدہ علی الصباح جو لوگ کمپ میں رہ گئے تھے آگے

حاجیوں نے حجامت بنوائی اور غسل کرنا شروع کر دیا۔ آج جہاز والوں نے بھی قرنطینہ والوں کی دیکھا دیکھی پانی دینے میں اپنی عادت سے زیادہ کمی کر دی۔ اور ہر وقت یہی کہا کرتے تھے دیکھا تم کو کمپ میں پانی کا آرام تھا یا جہاز میں۔ تم مسلمان ہو اور ترکی گورنمنٹ مسلمان ہے کس قدر تمکو آرام ملا پیسے کل طعن آمیز باتیں کیا کرتے تھے۔

آج ہر حاجی کے ہاتھ میں کتاب مناسک الحج تھی جتنی کتابیں تھیں اوتنی قسم کی باتیں کرنے رہے اور سوقت کا بھی ایک عجیب منظر تھا۔ اب وہ وقت آنے والا تھا کہ جہان بادشاہ اور فقیر ایک ہی لباس میں ایک ہی طریقہ پر اوس مالک حقیقی کے روبرو جانے والے ہیں جس نے انسان کو خواہ وہ سلطان روم ہی کیوں نہ ہو اتنی اجازت نہیں دی کہ وہ اپنے بدن سے ایک بال بھی توڑ سکے یا میل دوڑ سکے اور یہ ثبوت اس امر کا ہے کہ ہم میں کوئی چیز ہماری نہیں پس ہم محض ناچیز ہیں اور وہ مالک حقیقی اسکا ہے۔ آج کامران سے حسینی جہاز جو بصرہ سے آیا تھا قرنطینہ کی میعاد پوری کر کے ہسپتال کے جانب جدہ روانہ ہو گیا۔

جہاز خسرو کو بھی اجازت روانگی مل گئی۔ اور ضروری کاغذات کپتان جہاز حاصل

کرنے کے بعد سب کے دن کے ہم بھی کامران سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے۔ تقریباً ایک گنٹھے تک جہاز کی حالت معمولی رہی اسکے بعد ہوا کا روز ہوا اور جہاز بہت ڈولنے لگا۔ اس قدر ہلا کہ تمام دلوں کی کسر گھنٹوں میں نکل گئی۔ ہر ایک شخص بستر پر پڑ گیا نازین بہتوں نے بیٹھ کر پڑیں۔ اکثر حجاج نے شب کا کھانا نہیں کھایا۔ سمندر میں طلاطم زیادہ رہا خدا خدا کر کے بجے شب کے پھر سکون ہوا۔ اور لوگ آپس میں باتیں وغیرہ کرنے لگے۔ گرمی بھی کس قدر زیادہ رہی۔

## مقبرہ شیخ اعراتی بن حسن

یہ مقبرہ ہمارے کیا مپ سے جانب شمال مغرب تقریباً آدھو  
میل کے فاصلہ پر دکھائی دیر ہا تھا۔ جہاں سے ایک مسجد ہے اور اسکے صحن میں ایک بزرگ کا  
مزار ہے اس مزار کے نزدیک اون کے دو صاحبزادوں کی قبریں ہیں۔ میں نے تو صرف  
اسی سے اسکی زیارت کی ہے۔ مگر میرے چند احباب اجازت حاصل کر کے وہاں گئے تھے  
اونکی زبانی جو حالات معلوم ہوئے ہیں یہ ہیں۔ مقبرے کے گردا گرد بہت سی قبریں ہیں۔  
یہ بزرگ جبکا اصلی نام معلوم نہیں ہے شیخ اعراتی کے نام سے مشہور ہیں۔ انکو برادر حضرت پیر  
و شگیرید عبدالقادر جیلانی رہا کہتے ہیں۔ آپ نے یہاں چلہ کشی کی تھی۔ دیگر ترکی عہدہ داروں کی  
قبریں بھی بہت سی ہیں۔ ایک چھوٹا اور خوشنما باغ ہے جس میں طرح طرح کی خوب صورت روئیں  
پھولوں کی کیاریاں موجود ہیں۔ ایک درخت ہے جسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ مرحوم بزرگ نے اپنے  
ہاتھوں سے لگایا تھا۔ اسکا پھل سید کے مانند مگر نہایت سخت ہے کھایا نہیں جاتا۔ چار کون  
ہیں جبکا پانی شیریں مگر کس قدر ٹملا ہے۔ اس پانی کی نسبت لوگوں کا یہ خیال ہے کہ وہ آب شفا ہے۔  
ہر ایک مرض کے لئے دوا ہے واللہ اعلم۔

یلیم | یلیم ایک قریہ کا نام ہے جو جبل سدیہ کے دامن میں مکہ معظمہ سے سین کے رستہ پر تقریباً  
۵۴ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور کاران سے ۲۲۰ میل طے کرنے پر جبل سدیہ دکھائی دیتا ہے  
اس طرح ۱۰ میل فی گنٹھ چلنے والا جہاز ۳ گنٹھے میں جبل سدیہ کے محاذی میں پہنچ جاتا ہے جب  
جہاز اس محاذی پر آتا ہے تو کمانڈر جہاز بذریعہ سیٹی (یعنی وزل) کے حجاج کو اطلاع دیتا ہے۔ گویا  
یہ تمام میقات حرم میں اور ہند والوں کا ہے۔ اس حکم میں تو ہمیں کوئی کلام یا عذر ہو ہی نہیں سکتا۔  
مگر بحساب جغرافیائی دیکھا جائے تو جتنا فاصلہ صحیح نقشہ پر یلیم سے مکہ کا ہے اورتنا ہی جدہ سے  
اگر کوئی شخص جدہ شریف کو داخل ہونے سے ز قبل بھی احرام باندھ لے گا تو وہ کسی صورت سے

حدیقات پر بغیر احرام کے گزرنے کا مجرم نہیں بن سکتا۔ اگر حالت احرام میں اس کے قواعد کی پابندی کر سکتے ہیں تو کہیں سے باندہ لین۔ میں نے نقشہ میں بلیم اور جدہ وغیرہ اچھی طرح سے دکھا دیا۔ نقشہ دان اس کو خوب سمجھ سکتے ہیں یہ کوئی فرضی نقشہ نہیں ہے جس پر اعتماد کیا جائے۔

۸ نومبر روز پنجشنبہ مطابق ۱۶ ذوالقعدہ۔ آج صبح سے لوگوں نے غسل کرنا نوافل پڑھنا

اور احرام باندھنا شروع کر دیا جس کو دیکھو خذہ روا در خوشی میں بہرا ہوا نظر آتا تھا اور ہر جانب سے تلبیک کی آواز آرہی تھی۔ برہما کے سیٹھوں نے قبل از میقات حرم یعنی بلیم نظر آنے کے گنتھوں پہلے احرام باندھ لیا۔ آج خدا کے ہمانوں کی عجیب حالت تھی کسی نے بڑے ترکش توال سے کسی نے لانگ کلا تھ یعنی لٹھے سے کسی نے بل سے احرام باندھ لیا۔ سب کے سر کھلے تھے اور بدن پر دو ٹکڑے کپڑوں کے پڑے تھے۔ یہ مجال تھی کہ ایک سر مو خلاف حکم خدا و رسول کریں۔ شام تک سیٹھوں نے احرام باندھ لیا۔ میں نے بھی بعد عصر غسل کر کے احرام باندھ لیا۔ میں نے اپنا تہ بند خاکی رنگ کا رکھا تھا اور پر ایک ترکش توال بڑا اوڑھ لیا۔ اوپر جہاز والوں نے مبارکباد دیتے ہوئے لفظ بخشش کو زبان سے نکالنا شروع کیا۔ ایک طرف جہاز کا کرانی روپیہ وصول کر رہا تھا۔ ہتھم آب بھی ایک طرف ہاتھ پھیلائے ہوئے مانگتا رہا۔ دوسرے کرانی ملازم ہتھ وغیرہ بھی انعام انعام کا نعرہ لگاتے تھے۔ غرض جہاز پر ایک ایسی خوشی مچی تھی کہ جس کا بیان نہیں ہر کوئی بشاش نظر آتا تھا۔ نائی نے ۸ سے کم میں کسی کی حجامت بنانا گناہ کبیرہ خیال کر لیا تھا۔ میری اوسے دوست حجامت بنائی تھی۔ میں نے ایک روپیہ دیا تو بڑی کرمت کے ساتھ قبول کیا۔ آج گرمی زیادہ رہی۔ ہوا کم تھی۔ شام تک کوئی کنارہ نظر نہیں آیا۔

۹ نومبر جمعرات مطابق ۱۷ ذوالقعدہ۔ آج بقیہ حجاج جنھوں نے کل کار و زحرام نہیں کیا

تھا جنھوں نے باندھ لیا۔ کنارے کے پیار آج ۹ بجے دن سے نظر آنے لگے۔ یہ ساحل بین اور نجد کے پیار تھے۔ کپتان جہاز نے سیٹی جہاز کی بجائی اس سے یہ مراد تھی کہ یہ مقام میقات حرم سے احرام



باندہ لو

آج اتفاق سے ایک میت جہاز میں ہو گئی۔ کوئی سو بس کی عمر کا بوڑھا جو مدتوں سے کسی قدر کمزور و بیمار تھا۔ انتقال کر گیا۔ اسکو ہٹا کر کفن پہنا کر اسکی کمر سے لوہا باندھا گیا۔ اور جب سمندر میں اسکو چھوڑنے لگے تو جہاز کی رفتار بھی کم کر دی گئی۔ خداوند کریم اسکو غرق رحمت کرے۔

غسل خانے جہاز کے ایسے دور دراز سے بھرے ہوئے تھے کہ ایک منٹ کو بھی خالی نہ رہتا میرے خیال میں تقریباً نو سو حاجیوں نے بھی غسل کیا ہوگا۔ جنہیں تقریباً سو آدمیوں نے تو جہازوں کو کچھ دے دلا کر آبِ شیرین سے غسل کر لیا اور باقی حاج نے سمندر کے کھلے پانی سے غسل کر لیا اور سوت مجھے اون عورتوں پر بہت رحم آتا رہا جو پاریاں غسل کرنا چاہتی ہیں مگر وہاں کوئی انتظام پر وہ کا تھا۔ غرض کسی نہ کسی طرح سے بہتوں نے یہ مرحلہ بھی طے کر لیا۔ شام کو ساحل جدہ نظر آگیا۔ مگر ہمارا جہاز تمام شب برا حرمین گشت کرتا رہا۔ بمبئی سے جدہ ۲۳۶۵ میل اور سوئز سے ۶۴۵ میل کے قریب ہے۔ سوئز سے ۸۰ گنٹھے میں خوبیل جہاز ڈاک کا پہنچتا ہے۔ جہاز سوئز سے ہر جمعرات کو نکلتا ہے اور جدہ سے بھی جانب سوئز اسی روز روانہ ہوتا ہے۔

**ساحل جدہ** | ۱۰ نومبر روز جمعہ مطابق ۸ ذوالقعدہ۔ آج لوگوں کو علی الصبح یہ انتظار تھا کہ جدہ کے پہاڑ نظر پڑینگے آخر شش اونکے انتظار کا عمدہ نتیجہ یہ نکلا کہ جہاز خسرو ۹ بجے کے قریب بندرگاہ جدہ پر کسی قدر فاصلہ سے لنگر انداز ہو گیا۔ حاجیوں نے لبیک لبیک کی صدا میں اور خوشی کے نعرے ہر جا سے بلند کئے۔ جہاز بندرگاہ پر لنگر کئے ہوئے تھوڑی دیر نگذری تھی کہ کثرت سے کشتیاں و ڈریں اور چاروں طرف سے آنکر جہاز کو گھیر لیا۔ ترکی ہیلیکوپٹر آفسر مع عکاس کے جہاز کے نزدیک آیا سیڑھیوں کے پاس جہاز خسرو کا ڈاکٹر مع کلرک کے کچھ کاغذات لیجا کر اسکو بتایا وہ کاغذات کا ملاحظہ کرنے کے بعد جہاز کے اوپر آگئے۔ ضروری سمائندہ کے بعد حاجیوں کو بندر پر اترنے کی اجازت دیدی گئی۔ حکم ملتے ہی ہر

کشتیان جہاز کے اوپر آگئے۔ اوہر مسافروں نے بھی بلا لحاظ زمینہ کے اپنا اپنا اسباب بامداد کشتیان میں  
رسوین سے باندھ باندھ کر ہر طرف سے اتارنا شروع کر دیا۔ جدہ شریف کے اکثر مہمن اور سورتی سیٹھ جنکے  
احباب یا رشتہ دار جہاز خسرو میں آئے تھے اور ان کو لینے کے لئے کشتیوں کا بندوبست شہری سے  
کر کر آئے۔ غرض جہاز خسرو کے مسافر مہم سبابت غیرہ کے ایک بچے تک اور تر گئے بعضوں کو جمعہ  
جدہ شریف میں ملا اور بعض نماز جمعہ سے محروم رہ گئے کشتیان جہاز سے بندر گاہ کی طرف جب آئیں  
تو جہاز ذرا فاصلہ پر کھڑا رہا۔ یہ ساحل بہت خطرناک ہے جا بجا پہاڑ اور پتھر پانی میں نظر آتے ہیں  
بڑی ہوشیار سی کشتی کو چلاتے ہیں۔ ہماری کشتی ساحل کے نزدیک آنے ہی تو کیوں نہ کشتی کو ٹہرا کر  
گنتی لینا شروع کیا جب گنتی ہو گئی تو کشتیان کا نام لکھ کر آگے بڑھ گیا حکم دیدیا اور کرایہ فی کس سرکاری  
طور پر اقرار ہوا۔ حکم سننے ہی کشتیانوں نے کرایہ وصول کرنا شروع کر دیا۔ فقط ۱۰ ار فی کس دئے  
گئے اور ہم سے کوئی بخشش وغیرہ مانگی نہیں گئی نہ کشتیانوں نے کوئی تکلیف دی اور سکے  
بعد کشتی گھاٹ پر جا کر کھڑی ہو گئی۔ گھاٹ چمپندر بصر حیان بغل میں دابے اور بلورین گلاس  
ہاتھ میں لئے ہوئے شربت شربت پکارتے نظر آئے۔ جدہ کی بلند و خوشنما عمارتیں جہاز پر بہت  
دور سے نظر آتی تھیں اور ہم بتاتے تھے کہ انکی خوشنمائی دل بھر کر پاس سے جا کر دیکھیں۔ ہماری تمنا  
کو بہت جلد خدای تعالیٰ نے قبول فرمایا اور ہم کو جلد تر اور ان مکانات تک پہنچا دیا۔ قبل ازیں ہم انکے  
نظارے سے اپنی آنکھیں سیر کر رہے ہو اور ایک مرحلہ طی کرنا باقی رہا۔ کشتی جہاز سے آکر گھاٹ پر  
لگی تو مسافر اور تر گئے مگر سامان تو کلا علی اللہ کشتی میں ہی چھوڑ دیا گیا حجاج اپنا اپنا سپورٹ ہاتھ  
میں رکھے ہوئے تھے۔ میان تین دروازے ہیں پہلے دروازے سے بصرہ سے آئے ہوئے  
مسافر داخل ہوتے ہیں۔ درمیانی دروازے سے ساحل بمبئی سے آئے ہوئے حجاج داخل کئے جاتے  
ہیں تیسرے دروازے سے مصر سے آئے ہوئے مسافر اندر کئے جاتے ہیں۔ اس وقت

صرف دو جہاز حاجیوں کے ساحل جدہ پر سنگرا انداز تھے۔ ایک سینی جو بصرہ سے آیا تھا وہاں  
جہاز خسر دہمئی سے جس دروازے سے ہم اندر داخل ہوئے ایک ترک کھڑا ہوا تھا اس نے  
پاسپورٹ کی آدھی نقل نکھا کر اپنے پاس رکھ لیا اور آدھی ہمارے حوالہ کر دی اس کے بعد ہم کو ایک  
چھوٹے دروازے پر لایا گیا جہاں آدمیوں کا ہجوم کثرت تھا وہاں ہم کو دو رسیدین دی گئیں جنہیں  
بیس بیس قرش کا عثمانیہ ٹکٹ چسپان تھا۔ جدہ میں کسی قسم کا محصول نہیں لیا گیا۔ جو کچھ لیا گیا وہ ہمارے  
ٹکٹ بمبئی میں شامل تھا۔ اس بات سے ہم کو بہت آرام رہا ورنہ ہر جگہ روپیہ دینے کا کام پڑتا۔ ہم کو تین  
رسیدین ایسی ملیں ایک کازمان اور دو جدہ میں جن پر ۲۰-۲۰ قرش کے عثمانی ٹکٹ جسے چسپان تھے  
اس حساب سے ۶۰ قرش کے ٹکٹ یعنی پیر کے ہوئے۔

**معلم جدہ** | جب ہم اندر دو سکے دروازے کے داخل ہوئے ہمیں معلّمین و مطوفین اور  
اون کے صبی و عنبرہ بیٹھے ہوئے نظر آئے۔ گویا ایک بڑی خاصی جماعت اپنے اپنے مقرر شدہ  
ضلعوں کے حاجیوں کو لینے کی غرض سے جمع تھی۔ ہم سے دریافت کیا گیا کہ تم کس ملک کے ہو  
میں نے اور حاجی عبدالغفور صاحب بنگلوری نے اپنا وطن بتایا ہم چودہ آدمی اور تین خور و سال بچے تھے  
ہم کو ہمارا معلم سید عبدالرحمن شلی جو کہ سے آیا تھا اپنے قبضہ میں لیکر ایک مطوف کو ہمارے اوپر  
مقرر کر دیا۔ اور ہم باہر کی طرف نکالے گئے۔ اس وقت تک ہم آزاد تھے۔ مگر میری رائے اور تجربہ میں  
جب سے ہم معلّموں کے پھندے میں پھنس گئے ہماری آزادی میں فرق آگیا۔ ناظرین کو آگے اس کا  
پورا ثبوت مل جائیگا۔ تجربہ سے ثابت ہو گیا کہ شیخ عبداللہ و محمد حسین مطوف پنجابی زرا نیک آدمی ہیں کہ  
تعریف کیا کرتے تھے۔ یوں تو جب کو آپ زیادہ روپیہ دو گے وہ آپ کی مدارات کرے گا مگر اخلاقیات  
لوگ اچھے بتائے گئے۔

جب ہم باہر جانے لگے تو سہ بارہ ہماری گنتی لیکر پاسپورٹ کے مطابق ہم کو چھوڑا گیا



بیان پر انگریزی کا نسل کا ایک کلرک پاسپورٹ کے مطابق گنتی لیکر چھوڑا کرتا تھا۔ جب یہ سب مرحلے طے ہو چکے معلوم کے ملازم نے کہا کہ چلو تمہارا اسباب کہاں ہے کشتی سے ڈھونڈ کر نکالیں۔ سامان کی کشتی کو ڈھونڈتے ہیں تو ادسکا کہیں پتہ نہیں ہے۔ آخر بڑی مشکل سے کشتی کو خود ڈھونڈ کر نکالا۔ سبحان اللہ بیان کا انتظام ایسا عمدہ ہے کہ باوجود ہمدردی و اذیت کے کوئی سامان گم یا ضائع نہیں ہوا۔ میں بیان کے ترکی انتظام کا دل سے مداح ہوں۔ ناظرین یاد رکھیں کہ حسب طرح جہان کا انتظام میں دیکھو ننگا اور سی طرح لکھو ننگا۔ میرے ہر طرف داری پابجا خوشامد یا ترکی گورنمنٹ پر سب اعتراضات کا دہبہ نہ لگائیں۔ سفر نامہ میرے خیال میں وہی ہے جو اسلی حالات اور شہید و واقعات پر مبنی ہو۔ وہ ناول سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

کہا مجال ہے کہ کوئی شخص بغیر پاسپورٹ کے بیان سے گزر جائے۔ جسکے پاس پاسپورٹ نہ ہو اس سے مبلغ چھ روپیہ بطور جرمانہ کے لیکر نیا پاسپورٹ دیا جاتا ہے۔ گنتی اس قاعدہ سے ہوتی ہے کہ بالکل صحیح تعداد حاجیوں کی جو جدہ شریف سے ہو کر جاتی ہے معلوم ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی سیایان کسب کا کم ہو تو یہی سمجھنا چاہئے کہ مسافروں کی بے اعتدالیوں سے کھو گیا ہے۔ نہ اوپر اپنا پتہ ہوتا ہے نہ کسی قسم کا نشان لگایا جاتا ہے۔ ہر طرح سے دوسرے کے سامان میں اپنا سامان مخلوط ہونے کا اندیشہ ہے۔ اگر کوئی سامان بیان گم ہو جائے تو سپرد اسکے ملنے کی امید نہ رکھنی چاہئے۔ کشتیوں سے سباب نکال کر گاڑیوں میں ڈالتے ہیں پھر وہاں سے کسٹم ہوزر سے چنگی خانہ کو لیجاتے ہیں۔ ترکی آفسران چنگی بعد ملاحظہ سباب کو باہر لیجانے کی اجازت دیتے ہیں اور سامان کو بھی کچھ نہیں دیکھتے ہیں۔ برای نام ذرا ادھر ادھر دیکھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ میرا سامان تو اونہوں نے کچھ دیکھا ہی نہیں فقط زبانی بیان پر اکتفا کر کے آگے بڑھنے کی رخصت دیدی۔ مال گاڑیوں میں ملا کر چنگی خانہ تک لایا جاتا ہے اور اسکے بعد چنگی خانہ کے اندر قلی لیجاتے ہیں

اور پھر قلی باہر لا کر اون ہی گاڑیوں میں لا دیتے ہیں گاڑی چنگی خانہ کی دوسری طرف سے  
اگر جد ہر مال نکالا جاتا ہے اور موجود رہتی ہے۔ اگر اس مقام پر زرا سی غفلت کرو گے تو مال ہمیشہ  
کے لئے تم سے جدا ہو جائیگا۔ پھر اسکا پتہ بھی نہیں ملیگا۔ قلی بہت چالاک ہوتے ہیں اگر مال کھو نہیں  
جائیگا تو دوسروں کے مال کے ساتھ مل جائیگا ضرور اندیشہ ہے۔ اس لئے اس جگہ پر اپنے مال کی  
آپ حفاظت کرنا پڑتی ہے۔ ترکی افسران چنگی نہایت اخلاق سے پیش آتے ہیں جب اون کو  
کسی قسم کا شبہ ہوتا ہے تب ہی کھول کر دیکھتے ہیں۔ ورنہ پاس کر دیتے ہیں۔ تمباکو کی سی قدر محصول لیتے  
ہیں۔ یا مال تجارت پر زکوٰۃ لیا کرتے ہیں۔ یہ سب کارروائی سے فرغت ہوتے ایک عصر کا وقت  
ہو چکا۔ میں نے مکان اپنے جدہ کے وکیل محمود بسونی کی معرفت کرایہ پر لے لیا۔ کل مدرسہ حاج  
اوسمین اتر گئے اوس نے مہربانی سے سب سے اوپر کا کمرہ جو کچھ درجہ سجا یا تھا۔ جس میں دو چار ٹوین  
اور تین عرب کے دستوں کے موافق لگے ہوئے تھے میرے حوالہ کر دیا۔ مکان چار منزلہ تھا۔ بہت پرانا  
اور قریب کرنے کے تھا۔

**قلیوں کا کرایہ** | قلیوں کا جہاز سے کشتی پر سباب اتارنا اور پھر کنارے سے چنگی گھر تک  
گاڑی اور کوئی پر لیجانا۔ پھر چنگی گھر سے گاڑی میں ہمارے مکانوں کو جو دو منزلہ اور چار بلکہ پنج  
منزلہ تک تھے اوپر لیجانا ان سب محنتوں کے لئے فی کس ۸ ریالوں کہو کہ بارہ صندوق اور  
پندرہ بند لون کو جملہ آٹھ روپے دئے گئے۔ میری رائی میں یہ بالکل کم تھا۔ شریف مکہ نہر اس  
حیدرین پاشا کو خداوند کریم اسکا اجر دے کہ اس سال ہر طرح کی رحمت اور بیکری رہی۔

سنا گیا کہ گذشتہ ایام میں فقط جدہ ہی میں فی حاجی آٹھ یا دس روپیہ ان تمام باتوں  
کے لئے دینا پڑتے تھے جواب ایک روپیہ یا دو روپیہ میں ہو جاتا ہے۔ اگلے سفر نامے  
ملاحظہ ہوں۔

جب میرا سامان وغیرہ ٹھکانے سے لگ گیا تو بازار سے روٹی منگو کر کھائی۔ جدہ شریف میں کھانے کی بہت سی دوکانیں ہیں۔ گوشت۔ روٹی۔ چار۔ چانول۔ آچار۔ پنیر وغیرہ میسر ہوتی ہے قیمت موسم حج میں جیسے موقع ملتا ہے دوکاندار کھینچنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے میں نے ایک ایرانی کی دوکان میں جو پنگی کے قریب ہے صرف چار روٹی اور ایک رکابی اُبلّا ہوا گوشت جس میں گھی نام کو نہیں تھا فقط چربی سے بنا ہوا تھا خریدا تو اس نے مجھ سے قیمت پھر لئے۔ میوہ بیان کسی قدر ارزان معلوم ہوا۔ انار۔ کھجور۔ خرپوزہ۔ سنتر۔ نازنگی۔ کشمش۔ سیب۔ انگور۔ انجیر وغیرہ سب بیان دیکھے گئے۔ اور مناسب قیمت پر ملتے ہیں۔

**جدہ میں ہندی رباط** | بیان پر فقط دو رباطین ہندوستانیوں کے لئے ہیں ایک حضرات شیعہ کی مجلس فیض حسینی کے طرف سے ایک نواب امپور کی طرف سے۔ اول الذکر کا انتظام قابل تعریف ولایتی تقلید ہے۔ نواب صاحب کی رباط مختصر اور مرمت طلب ہے۔ جدہ جیسے شہر میں یہ دو رباطین ہرگز مکتفی نہیں ہیں۔ کم از کم بیان دس یا بیس رباطین ہونا چاہئے تھیں۔ اگر اولو اعزہ مسلمانان ہندوستان اس طرف اپنی توجہ کو منعطف کریں گے تو کوئی بڑی بات نہیں ہے اگر سچ پوچھتے ہیں تو رباطوں کے عوض مکانات کرایہ پر نبوا دیئے سے بھی وہی بات ہو سکتی ہے بلکہ اسکی آمدنی سے مکانوں کی مرمت ہو سکتی ہے۔ غیر ملک ہونکی وجہ سے رباطوں کا انتظام ہونہیں سکتا۔ تاؤیکہ فیض حسینی جیسی ایک مجلس اہل سنت والجماعت کی وہاں قائم ہو جائے۔

**عرب کا مختصر جغرافیہ** | مجھے بیان یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے حالات بیان کرنے سے پہلے مختصر جغرافیہ عرب کا بیان کروں تاکہ ناظرین کو آئندہ حالات کے سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہو۔ جو کچھ کہ گذشتہ اوراق میں لکھا گیا وہ اپنی سرگذشت تھی اب ہم اپنے اصل ملک کو پہنچے ہیں جس سے ہمارے سفر نامہ کو لگاؤ ہے۔



جس ملک کا سفر نامہ ناظرین کے پیش کیا جاتا ہے اس کی بزرگی کے لئے صرف یہی کافی ہے کہ اس میں ہمارے پیغمبر خدا احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ ام ابیہر حضرت جو علیہا السلام یہاں آرام فرما رہی ہیں۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیسہ کا زیادہ حصہ سرزمین عرب و شام میں ہوا اور وہیں آرام کر رہے ہیں۔ روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ چہل ابدال کا مقام ملک شام ہے سب سے بڑا ہر فضیلت اس ملک کو یہ ہے کہ خاتم المرسلین شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین نبطا ہر دنیا سے رخصت فرما گئے مگر مدینہ کی مقدس زمین میں تشریف فرما ہیں۔ اس سے بڑا اور کیا فضیلت ہو سکتی ہے ملک عرب بشمول اعراق حبکا عرض البلد یعنی لائی ٹیوڈ کرہ ارض کے خط استوائ کے ۱۴ درجہ سے شروع ہو کر چوبیس درجہ تک جانب شمال چلا جاتا ہے۔ اور مقام گریچ یہ ایک مقام لندن میں ہے جہاں روی زمین پر سب سے بڑی انبرو میٹھی یعنی رسد خانہ ہے اس مقام ہی سے روی زمین کو ۳۶ درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور اس رسد خانہ ہی سے حساب لانگی ٹیوڈ کا شروع ہوتا ہے جو حصہ کے گریچ کے مشرق طرف ہے اس کو مشرقی لانگی ٹیوڈ یعنی طول البلد اور مغرب طرف کے حصہ کو مغربی لانگی ٹیوڈ کہتے ہیں۔ عرض ملک عرب مشرقی لانگی ٹیوڈ کے ۳۴ درجہ سے شروع ہو کر ۶۰ درجہ تک جسکے زیادہ سے زیادہ حصہ کا طول جنوب مشرق سے شمال مغرب کے طرف پندرہ سو میل اور عرض سب سے چوڑے حصہ کا مشرق سے مغرب کی طرف تیرہ سو میل ہے جس کا رقبہ تقریباً بارہ لاکھ میل مربع ہے۔ جو ممالک متحدہ امریکہ سے دیرھ حصہ اور ملک فرانس سے ۶ گنا بڑا ہے۔ جس کا جزیرہ نامہ ہندوستان کے جزیرہ نما سے تو کیا بلکہ روی زمین پر سب سے بڑا جزیرہ نما ہے جسکی سطح ریتی۔ باریک کنکر اور چوڑے کے پتھر دن پر شامل ہے اور کہیں کہیں پتھر کی چوٹیاں ایسی تیز اٹھتی ہوئی ہیں جن سے کوہ آتش نشان کا گمان ہوتا ہے اسی باعث اس ملک میں برسات کی کمی اور غیر آباد و ناقابل گذر صحرائی ریگ کا حصہ ہے۔ آبادی کا اندازہ

کرنا بہت مشکل امر ہے محققان عرب نے تقریباً ایک کروڑ بیس لاکھ نفوس کی آبادی بتائی ہے۔  
واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

قبل اسکے کہ میں ملک عرب کا جغرافیہ لکھوں یہ لکھ دینا بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ مسلمان فن تاریخ و جغرافیہ کے موجد ہی نہیں بلکہ ان دونوں فنون کو علم فلسفہ کے درجہ تک پہنچانے والے بھی وہی ہیں۔ عربوں نے دنیا کے معلوم شدہ حصہ کے کسی خطہ کے جغرافیہ و تاریخ کو دنیا سے پوشیدہ نہ رکھا۔ مگر آج وہی مسلمان ہیں کہ ملک عرب کے جغرافیائی حالات سے محض بخیرین اور کل اسلامی دنیا میں ایک بھی کتاب کسی مسلمان مصنف کی ایسی موجود نہیں جس سے ہم کو جزیرہ نماے عرب کے پورے حالات معلوم ہوں حالانکہ ہر سال لاکھوں حاجی سرزمین حجاز میں جاتے ہیں اور انہیں سے کئی ایک اپنا اپنا سفرنامہ بھی لکھتے اور شایع کرتے ہیں مگر ان سفرناموں میں جیسا کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں بجز اپنی مصیبتوں اور ملاقاتوں وغیرہ کے اور کوئی مفید عام مضامین نہیں ہوتے۔ گو میں بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس سے آگے چل کر جو کچھ کہ میں لکھوں گا وہ کہا تک مفید عام ثابت ہوگا۔

**ملک عرب کے حدود اور رقبہ و قدرتی تقسیم** | جزیرہ نماے عرب کے جانب مشرق و جنوب بحر عرب۔ شمال مشرق پر پرشین گلف یعنی خلیج فارس و مملکت فارس۔ جانب شمال ارض نجد یعنی ملک شام و فلسطین۔ اور جانب غرب بحیرہ احمر واقع ہیں۔ جنوب کے طرف عدن کا حصہ ہے جسکو انگریزوں نے ۱۸۴۲ء میں سلطان وقت سے لیلیا تھا جسکو ٹر لیا ڈ کہتے ہیں جسکی حد بندی ہندوستان کی و انگریزی کمیشن کے ہو چکی ہے۔

**تقسیم صوبجات** | ملک عرب میں صوبوں پر تقسیم ہے (۱) صوبہ یمن (۲) صوبہ عمان (۳)

صوبہ حجاز۔ یہ تینوں صوبجات گورنمنٹ عثمانیہ کے زیر اقتدار ہیں۔ وسط عرب میں بہت سے خود مختار قبائل ہیں جن کا علیحدہ علیحدہ امیر ہے جو حکومت کرتا ہے۔ علاوہ ان کے ایک

حصہ نامعلوم عرب کا اس قدر بڑا ہے کہ آج تک اس کا حال کسی مہذب روپین قوم کے افراد کو باوجود اس قدر کوشش کے بھی معلوم نہ ہوا جبکہ ذکر میں نامعلوم عرب کی سرخی سے کر ڈنگا۔

**ندیان** | سرزمین عرب میں کوئی ندی نہیں ہے اور اس کے پہاڑی نالوں میں سے ایک بھی ساحل تک نہیں پہنچ سکتا۔ کم از کم وہ خشکی پر سے ساحل تک نہیں آتے۔ ملک عراق میں یہاں فرات و دجلہ یعنی نگر س مشہور دریا ہیں جنہیں بہت دور تک جہاز رانی بھی ہوتی ہے۔

**نہرین** | نہ عرب میں کوئی نہر ہے بجز نہر زبید کے جو سرزمین حجاز سے گذر کر مکہ معظمہ کو سیراب کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سی زمین و در نہرین یعنی خاندین زرقہ۔ مدینہ منورہ۔ یمن۔ حصار۔ نجد اور حجاز مقدس میں ہیں جبکہ شمار شکل ہے۔

**وادیان** | ملک عرب میں سینکڑوں وادیاں ہیں جو خشک پڑی ہیں۔ البتہ موسم برسات میں وہ بھی چند روز کی قدر پانی ان وادیوں میں بہا کرتا ہے۔ اکثر راستے انہیں وادیوں میں سے ہو کر گزرتے ہیں۔ مناسب مقام پر میں نے ان وادیوں کے نام و مقامات کے درج کئے ہیں۔ یہ بھی سنا گیا کہ بعض مقامات میں سالہا سال تک پانی نہیں بہتا ہے۔ عربستان ہمیشہ خشکی۔ گرمی اور کم خیزی میں مشہور رہا ہے۔

**منظر** | ملک عرب کا عجیب و غریب منظر ہے کہیں اونچی اونچی سرنگھٹ چوٹیاں نظر آتی ہیں۔ کہیں سینکڑوں میل تک صاف حق و دق میدان دکھائی دیتے ہیں جنہیں سوائے چند کھجورے ہوئے چھوٹے چھوٹے درختوں کے اور کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ یا کہیں ریت کے ٹیلے قدرتی طور پر ہوائ سے اوڑھ کر جمع ہو گئے ہیں۔ بعض مقامات پر مجھے سراب کا تماشا دکھائی دیا جو میلوں پانی ہی پانی نظر آتا تھا مگر تھا وہ خالی ریت کا میدان۔

**مذہب** | خدا کا فضل ہے کہ ملک عرب میں فقط ایک مذہب اسلام ہے سو اسی اس کے



اور کوئی مذہب نہیں ہے۔ اسلام میں جیسے ائمہ اربعہ کے مقلدین ہیں اسی طرح ملک عرب میں پیروان مذہب حنفی۔ شافعی۔ مالکی و حنبلی ہیں۔ صوبہ نجد میں فرقہ دہابیہ کے پیرو بھی بہت ہیں سوائے ان کے اہل شیعہ بھی کثیر قبائل بدویہ سے مدینہ منورہ میں رہتے ہیں جنہیں اسماعیلیہ فرقے کے شیعہ کثرت سے ہیں۔ یہاں مذہبی جھگڑا ہرگز نہیں ہوتا۔

**قبائل عرب** | عرب میں سینکڑوں قبیلے ہیں جنکے علیحدہ علیحدہ نام ہیں انکی تعداد موناٹو کے اور کسی جگہ دوڑنگا۔

**آب و ہوا** | ملک عرب کی آب و ہوا گرم و خشک ہے۔ سردی میں زیادہ سردی اور گرمی میں زیادہ گرمی پڑتی ہے۔ ماہ جولائی میں کل جزیرہ نما میں شدت کی گرمی ہوتی ہے اور سال بھر گرمی کی سختی ناقابل برداشت ہو جاتی ہے نجد کی آب و ہوا مفید صحت ہے۔ وسط عرب میں بادِ سموم کی وجہ سے ناقابل برداشت اور مضر صحت۔

**شکار** | مجھ کو عرب کے ملک میں کوئی شکار نظر نہیں پڑا۔ کہیں کہیں ہرن کے بچے حجاز ریلوے سے دکھائی دے۔ مگر سنا گیا کہ پہاڑوں کے نزدیک کبھی کبھی شیر بھی نظر آتے ہیں۔ اور کسی قسم کا بڑا جانور شکار کا نہ دیکھا نہ سنا۔

**جنگل** | عربستان میں کسی قسم کا جنگل ہندوستان کے موافق نہیں البتہ کہیں کہیں زیون کے درخت ببول کے درخت وہ بھی بکھرے ہوئے ایک ایک دو دو دیکھے گئے۔ مدار اور آگ کے درخت بھی کہیں نظر آئے گاؤں کے نزدیک البتہ کھجور یا مہندی کے درخت نظر آتے ہیں۔

گورنمنٹ ریزروڈ فارسٹ نہیں ہے۔ حجاز ریلوے کے اجراء سے لکڑی کا زیادہ حصہ ملک شام سے عرب کو آتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ جنگل بھی ایسا نہیں ہے کہ جسرِ جنگل کا اطلاق ہو سکے۔

**ریت** | ریتی عرب میں کثرت سے ہے۔ اور وسط عرب میں ریگ کے پہاڑ بن گئے ہیں

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان بھی ہوا سے ریتی اڑ کر مثل پہاڑوں کے جمع ہو گئی ہے تقریباً آدھا عرب ریت سے پر ہے۔ موقع پر جہان کہین میں نے ریت کے پہاڑ دیکھے ہیں۔ لکھونگا۔

**بارش** | عرب میں بارش کم ہوتی ہے اور جب ہوتی ہے تو بڑے زور و شور سے گنتھ دو گنتھ برس کر ٹہر جاتی ہے۔ بارش ہونے سے پہلے طوفان نما ہوا کا رور ہوتا ہے۔ یہاں کوئی برسات کے ناپ کا نہیں دیکھا گیا۔ ورنہ اس کا مقدار بھی معلوم کر کر لکھ دیتا تھا۔

**پہاڑ** | عرب میں بہت پہاڑ ہیں پہلے جیسا کہ ہم سنتے تھے ملک عرب بالکل ہموار میدان یا رنگستان ہے۔ میرے خیال اور تجربہ اور تحقیقات سے تو یہ بات غلط ثابت ہوئی۔ اس ملک میں بہت بڑے بڑے اور اونچے پہاڑ ہیں۔ جنکے نام مہ بلندی سطح سمندر سے کسی اور جگہ لکھے گئے ہیں۔ عرب کے پہاڑوں پر جنگل نہیں ہے۔ بالکل صاف اور خشک پہاڑ ہیں۔ اکثر ان میں تمھروں کے ہیں۔ رنگ بزرگ کے تھران پہاڑوں پر میسر آتے ہیں۔ جبل عتیق جسکے تمھرون سے مسجد نبوی کی عالیشان عمارت تیار ہوئی مشہور و معروف پہاڑ مدینہ منورہ کے نزدیک ہے جبل قرہ مکہ معظمہ اور طائف شریف کے درمیان ہے۔ بڑا اونچا پہاڑ دور سے دکھائی دیتا ہے مکہ کے جنوب میں ۸ ہزار فٹ تک بلند پہاڑ دیکھے گئے جو میں تک چلے گئے ہیں۔ اکثر یہ پہاڑ غیر آباد ہیں مگر کہین کہین بدوی لوگ درون یا دامن میں بسے ہوئے نظر آئے ہیں اور دریاں کرنے سے پتہ چلا ہے کہ نجد اور وسط عرب میں بدو قبائل پہاڑوں پر ہی رہا کرتے ہیں۔

**کنوئین** | کنوئین کا عرب میں زیادہ رواج ہے۔ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے سوا اور سب جگہ پانی کی قدر رکھاری ہوتا ہے۔ سبحان اللہ مدینہ منورہ کا پانی اس قدر لذیذ۔ شیرین اور سرد ہوتا ہے کہ دوسری جگہ ایسا پانی ہرگز میسر نہیں ہو سکتا۔ ہر ہر گاؤں میں کنوئین ہیں۔ باغات کو بھی ان کوؤں کا پانی ہی دیا جاتا ہے۔ بعض کوئین بہت گہرے ہوتے ہیں اور اکثر کنوئین کا پانی بالکل

ادب پر ہی ہوتا ہے جس گاؤں کے ساتھ لفظ ”بیر“ شامل ہو ضرور خیال کر لو کہ یہاں کوئی مشہور قدیم کنواں ہے۔ یا کنوین کے بانی کے نام کے ساتھ وہ گاؤں موسوم کیا گیا ہے۔ سفر عرب میں ہراج کے پاس تقریباً ۵۰ ہاتھ اچھی مضبوط رسی ضرور ہونا چاہئے تاکہ وقت پر دوسروں کے محتاج نہوں۔

**باشندے** | عرب خوبصورت متوسط قد و قامت کے ہوتے ہیں۔ ان میں اکثر دیانتدار مہمان نواز

خوش خلق۔ بامروت۔ خوش پوشاک اور خوش خوراک دیکھے گئے۔ عربوں کا لباس عموماً نہایت فاخرہ ہوتا ہے۔ لنگی جبکہ تہ بند کہتے ہیں یہاں اوسکار و اج نہیں ہے۔ یہی حال مستورات کا ہے۔ آبادی

سے باہر سپاڑوں پر یاد میں کوہ یادادیوں میں کپڑے کے ڈیرے تاکر خانہ بدوش بدو آباد ہیں جو عرب کے اصلی باشندے ہیں۔ مگر کس قدر بدرو اور بد مزاج مگر ایماندار و دیانت دار دیکھے گئے۔ قد و قامت

میں بھی بدو لوگ یکساں نہیں ہیں۔ مگر کوئی شخص عرب میں خواہ وہ بدوی ہو یا عربیہ جیسے

بخاری اور چرکسی ہیں نہیں دیکھا گیا۔ جو ساحل کے نزدیک رہتے ہیں اونہیں آفریقی خون ملا ہوا ہے

بعض بدوؤں کے بال گھونگر والے بھی دیکھے گئے۔ اور چہرہ آفریقیوں سے ملتا جلتا دیکھا گیا۔

ان کی عورتیں سیاہ فام آنکھیں سرخ اور ناک کس قدر دبلی ہوئی ہوتی ہے۔ یہ لوگ خالص

فیصح عربی بولتے ہیں۔ تند خوئی کے علاوہ زود رنج بھی ہیں۔ ہر ایک کے پاس بندوق رہتی ہے

جوئی بہت کم پہنتے ہیں بلکہ بدوؤں کو میں نے جوئی پہنتے ہوئے کم دیکھا ہے۔ مکر دور و دراز سفر کے

لئے چیل پن لیتے ہیں۔ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے ہمیشہ خانہ جنگیوں میں مشغول رہتے ہیں

شراب۔ زنا۔ شرک۔ بدعت بالکل نہیں۔ یہی حال ان کی عورتوں کا ہے۔ وہ اجنبی مرد سے منہ

چھپاتی ہیں۔ چہرہ پر اکثر سیاہ نقاب پڑا رہتا ہے۔ ناک اور پیشانی کے درمیان دو انبان یا کوریاں

یا سونکی ایک پورنی لگی رہتی ہے۔

**زبان** | سارے عرب کی ایک ہی زبان عربی ہے مگر یمن۔ نجد۔ حجاز و الحجاز میں کس قدر تو بدول



کے ساتھ بولی جاتی ہے زیادہ ترجم کی جگہ گاف کا استعمال ہوتا ہے۔ عورتیں نہایت شیریں الفاظ میں گفتگو کرتی ہیں۔ البتہ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں اب ترک زیادہ آباد ہو رہے ہیں۔ جس سے ترکی زبان بھی ملکی زبان سمجھی جانے لگی ہے۔ اور شہر عرب ترکی میں گفتگو کرتے ہیں۔ جب شہری یا بدوی باہم گفتگو کرتے ہیں تو ہر بات پر مرحبا۔ جزاک اللہ۔ بارک اللہ جزاک اللہ فی الدارین خیرا۔ نعم۔ طیب ایسے جملے اور کلمات زبان سے نکالتے ہیں کہ جس کے سننے سے دل کو ایک طرح کی فرحت معلوم ہوتی ہے۔ مدینہ طیبہ میں اکثر دیکھا گیا کہ جب آپس میں جھگڑا ہوتا ہے تو تیسرا شخص فوراً صل علی النبی کہہ کر چپ کر دیتا ہے اور سوقت جھگڑا کرنے والے اور تماشہ بین حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے لگ جاتے ہیں مکی۔ مدنی۔ شامی یا بدوی کوئی ہو زبان سے فحش کلمات نہیں کہتا ہے۔ صوبہ مدرس کے طبقہ ادنیٰ کے مسلمان لڑائی یا تھوڑے سے جھگڑے کے وقت اپنی زبان گندے الفاظ سے ناپاک کرتے ہیں۔ یہ بات وہاں نہیں ہے۔ عرب کی فصیح و بلیغ زبان کے سامنے دنیا کی کل موجود زبانیں بونڈیاں ہیں۔ ہزاروں زبانیں دنیا میں پیدا ہوئیں اور مرئیں جنکا نام لیوا تک نہ یہ شرف فقط زبان عربی ہی کو حاصل ہے کہ قیامت تک زندہ رہے گی۔ مسلمانوں کا قرآن شریف عربی۔ ہمارے نبی الامی عربی اور لسان جنت عربی ہے اس لئے عربی کا دنیا سے مفقود ہونا امر محال ہے۔ بدویوں کی زبان زیادہ فصیح و بلیغ ہے۔ شہری عربوں میں عجمی الفاظ مل گئے ہیں۔ ہر ملک کے مہاجرین موجود ہیں۔ لہذا قریب قریب فارسی۔ ترکی۔ جاوی اور روسی زبانیں بھی لوگ بولتے ہیں۔

**لباس** | اہل عرب کا لباس سید ہے۔ سر پر عمامہ۔ بدن پر لا بنا کر تاپے یعنی قمیص جو تختون تک ہوتا ہے۔ پاجامہ شرعی اوپر عبا یا چوغہ۔ اوپر ایک ریشمی کمر بند۔ بدوؤں کا لباس سر پر ایک سیٹھا بالوں کا گوجھا۔ بدن پر ایک کڑتہ نیچے معمولی تہ بند۔ ان کو لباس کی پرواہ نہیں ہے۔ خالص عرب

خواہ کیسا ہی غریب کیون نہو لباس یا خروہ پہنتا ہے۔ مستورات کا لباس قریب قریب ایسا ہی ہوتا ہے۔ مگر وہ عمدہ برقعہ اوڑھی ہوئی رہتی ہیں۔ کبھی شرعاً اب یورپین طرز پر کالر اور ٹائی بھی لگاتے ہیں۔ مگر ترکی ٹوپی کوئی عرب ہرگز نہیں پہنتا۔ امراء شہر خوراک کی طرح لباس میں بھی امتیاز رکھتے ہیں۔ حریر۔ باناٹ۔ سوف اور دیگر اقسام کے بیش قیمت کپڑے پہنتے ہیں۔ انکی ٹوپیاں کلابتون اور ریشمی کام کی ہوتی ہیں جن پر ایک عمدہ ڈوپٹہ ابریشمی یا چکن کے کام کا لپٹا ہوتا ہے خصوصاً شرفائی مدینہ نہایت خوش لباس ہیں۔ شامی عربوں کا نمبر دوسرا ہے۔ مگر یہ لوگ زیادہ تر حلبی ریشم کے کشیدہ کا کپڑا جسکو ہندوستان میں ڈھاکہ کہتے ہیں استعمال کرتے ہیں۔ عربی طلباء اور علماء سر پر ترکی ٹوپی اور سپر عامہ باندھتے ہیں۔

**پیداوار** | عرب کی پیداوار ہندوستان کی طرح زیادہ نہیں ہے۔ وسط عرب میں سوائے کھجور کے اور کوئی شئی نہیں ہوتی۔ شہر طائف کے قرب و جوار میں میو جات بکثرت ہوتے ہیں جو کل حجاز شریف کو جاتے ہیں۔ تربوز اور انار تو طائف کا مشہور ہے۔ مدینہ طیبہ کے پاس گہون کے کھیت میں نے دیکھے ہیں۔ سیدنا حمزہؓ کے مقبرہ کو جاتے ہوئے بہت گہون کے کھیت ملتے ہیں۔ چانول کہیں نہیں ہوتا۔ کھجور اور شہد بیان کا مشہور ہے۔ دوردور تک کھجور جاتے ہیں۔ ردی زمین پر ایسے کھجور کہیں نہیں ملتے۔ ہر ایک شئی باہر سے ہی آتی ہے۔ پانی کی قلت کی وجہ سے زیادہ اناج یہاں نہیں ہوتا۔ شمالی حجاز میں بھی گہون ہوتے ہیں۔ بتوک میں میں نے گہون کے کھیت دیکھے تھے شام سے بہت سی چیزیں آکر فروخت ہوتی ہیں۔

**آبادی** | عرب کی آبادی کس قدر ہے کوئی صحیح نہیں بتا سکتا۔ یہاں پر مردم شماری کا قانون نہیں ہے۔ جو کچھ کہ بیان کیا جاتا ہے وہ سب قیاسی تخمینوں کا اقتباس ہے۔ شریف مکہ کے ایک سکرٹری سے دریافت کیا تو انھوں نے کہی یہی جواب دیا کہ بڑا مشکل اور اہم مسئلہ آپ مجھ سے دریافت

کرتے ہیں۔ رفعت بے شکا ذکر آئندہ آئیگا اون کے خیال سے کل ملک عرب کی آبادی بشمول قبائل خانہ بدوش بڑے حصہ میں عراق شامل نہیں ہے دو کروڑ سے ہرگز کم نہیں ہے بلکہ اور زیادہ ہو تو تعجبات سے نہیں۔ تاہم سیاحان یورپ نے جو اندازہ لگایا ہے اسکو لکھنا مناسب سمجھتا ہوں۔ ایک سیاح نے عراق کے سوا کل عربستان کی آبادی کو ۵۰ لاکھ بتایا ہے۔ کینن صاحب ایک کروڑ دس لاکھ اور البرٹس ریہیم ایک کروڑ پچتر ہزار حساب کرتے ہیں۔ غرض ان میں سے ۵۰ لاکھ کو غلط سمجھ کر باقی تینوں کا اوسط لے لیا جائے تو کل آبادی ۳۳۳،۱۷،۳۹۱ ہوتی ہے واللہ اعلم۔

صوبجات کی آبادی کا شمار یہ ہے۔ حجاز ۳۸۹۷۰۰۰۔ عمان ۱۹۵۵۵۵۵۔ حضرموت ۱۴۳۰۰۰۰۔ یمن ۲۹۰۰۰۰۰۔ بحرین و نجد ۳۸۰۰۰۰۰۔ یہ حساب یورپین سیاحوں کا ہے اسپر میر اعتبار نہیں ہے۔ میرے خیال میں آبادی اس سے زائد کم ہرگز نہیں۔

**شہر اور گاؤں** | عرب میں مشہور و معروف شہر ہی ہیں مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، طائف جدہ، یمن، صنعاء، حدیدہ، موقتہ، بریدہ، ریاض، جوف، العقبہ اور قصبہ اور گاؤں کا حساب تو نہیں لکھ سکتے۔ ہزاروں دیہات اور قصبات ملک عرب میں موجود ہیں۔

**بیماری** | پچیش بخار، کھانسی اور موسم میں ہیضہ و چھپ بھی ہو جاتا ہے۔ جنیون کو دہوپ کے ایام میں غشی کی بیماری بھی ہوتی ہے۔ برص اور جذام کے بیمار اس ملک میں بہت کم دیکھے گئے ہیں نے تو کسی کو نہیں دیکھا۔ دریافت سے یہی ثابت ہوا کہ ان امراض کے بیمار فقط باہر والے ہوتے ہیں۔ اہل ملک اس میں مبتلا نہیں دیکھے گئے۔ امراض چشم بیان بہت ہیں۔

**خوراک** | یہاں کی خوراک بہت ہلکی اور سادی ہے۔ زیادہ تر روٹی کا استعمال کرتے ہیں



چانول بھی گاہ بگاہ کھالتے ہیں مرچ زیادہ نہیں کھاتے اور نہ کھٹائی کا استعمال کرتے ہیں لہٰذا  
سرکہ ہر دسترخوان پر ہوتا ہے جو ایک قسم کی پتیوں کے ساتھ آمیز کر کے کھاتے ہیں۔ زیتون کا  
تیل اور اسکے پھل کے آچار کا بہت استعمال کرتے ہیں۔ عرب لوگ نہایت خوش خوراک ہوتے  
ہیں۔ دس پانچ قسم کی ترکاریاں اور دو چار قسم کے میٹھے ہر دسترخوان پر ہوتے ہیں۔ عموماً نیچے  
ٹیمکر ایک مختصر چوکی رو برو رکھ کر اوسپر کھانا کھاتے ہیں۔ بعضے جو نئی تہذیب کے دلدادہ ہیں وہ  
مینار اور کرسی پر گائٹے اور چھری سے کھاتے ہیں ورنہ بالعموم ہاتھ اور چمچے سے عربوں کا کھانا ہوتا ہے  
عورت۔ مرد۔ بچے اور بڑے سب ملکر ایک ساتھ کھایا کرتے ہیں۔ بازار دن میں کھانے کا  
رواج بہت ہے۔

**مولشی** | چوپایہ جانور دن سے یہاں اونٹ۔ خچر۔ گدھا۔ دنبہ۔ بھیڑ اور گامی بیل دیکھے گئے  
مگر بھینس میں نے کہیں نہیں دیکھی۔ گھوڑے عرب کے تو مشہور ہیں۔ سنا جاتا ہے کہ اونکی نسل  
سوائے عرب کے باہر کہیں نہیں ہوتی۔

**سکہ** | حجاز مقدس میں ہر ملک کا سکہ چاندی کا چلتا ہے۔ مگر انگریزی سکہ کو سب پر فوقیت حاصل  
ہے۔ تانبہ کا سکہ سوائے سکہ عثمانیہ کے اور کسی سلطنت کا نہیں لیا جاتا۔ مگر تار اور ڈاک میں فقط  
ترکی سکہ لیا جاتا ہے۔ انگریزی سادرن یعنی اشرفی ہر جگہ رائج ہے بالعموم ۱۵ روپیہ میں سب  
لے لی جاتی ہے مگر کبھی کبھی ۴ روپے ۸ ترک اسکانرخ کم ہو جاتا ہے۔

انگریزی روپیہ شہنشاہ یڈورڈ ہفتم کی تصویر کا ۸ دوانی میں اور وکٹوریہ آبنجانی کا  
۷ دوانی میں چلتا ہے سکے روپیہ۔ دوانی۔ چوانی اور جو کچھ ہون بالکل نئے ہون زرے سے  
گھسے ہوئے بالکل نہیں چلتے۔

مجیدی پگڑ۔ نصف مجیدی پیر۔ ربع مجیدی۔ ارمن راج ہے۔ جادی بریال

پر چلتا ہے۔ ہندوستان سے چلتے وقت اپنی ضرورت کے موافق دوائیاں۔ چوائیاں لیجانا مناسب ہے۔ انگریزی نوٹ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں خوشی سے لے لئے جاتے ہیں مگر کسی قدر بڑھ دینا پڑتا ہے۔

**معدنیات** | معدنیات میں چاندی۔ سونا۔ لوہا۔ سنگ موسیٰ۔ سنگ سلیمانی۔ کرنل کاتیل اور ابرک مدینہ منورہ کے قریب ہے۔ مگر افسوس تو یہی ہے کہ گورنمنٹ عثمانیہ اس کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتی۔ سچ تو یہ ہے کہ معدنیات عرب کا حال جب تک جیالوجی طریق سے نہ دیکھا جائے پورا نہیں کہا جاسکتا۔ مجھ سے ایک عرب نے کہا کہ مدینہ منورہ کے نزدیک ایک سونے کی کان ہے۔ واللہ اعلم۔

**صنعت و حرفت** | مشرقی عرب میں اون اور روئی کے موٹے کپڑے بنے جاتے ہیں توڑے دار بندوق کسی زمانے میں بناتے تھے مگر اب اس کا رواج نہیں رہا۔ قین اور تانبے کی چیزیں بھی بناتے ہیں۔ عربوں سے سنا گیا کہ صوبہ عمان میں بندوق اور دوسکرات حرب تیار ہوتے ہیں۔ کارتوس اور بارود بھی بناتے ہیں۔ سوتی اور ریشمی عمامے جن پر ریشمی کشیدہ ہوتا ہے نہایت عمدہ تیار ہو کر ارزان فروخت ہوتے ہیں۔ تسبیح اکثر یہاں کی مشہور ہے۔ بدولگ اونی سوف کا کام بہت عمدہ کرتے ہیں۔ اپنے چوغے اور عمامے آپ خود تیار کرتے ہیں مہر نہایت عمدہ کندہ کرتے ہیں۔ اور بہت ارزان فروخت کرتے ہیں۔

**تجارت** | تجارت یہاں عمدہ ہو سکتی ہے سنا گیا کہ تخمیناً دو کروڑ روپیہ کا مال ہر سال ممالک غیر سے آکر حجاز مقدس میں فروخت ہوتا ہے اور بہت سا مال یہاں سے وسط عرب کو جاتا ہے وسط عرب کو بغداد۔ بحرین۔ کوئٹہ اور شام سے بھی ہر سال لاکھوں روپے کا مال جایا کرتا ہے یمن اور عمان میں عدن و حدیدہ کے ذریعہ مال جاتا ہے۔ اور تخمیناً دس لاکھ روپیہ کا مال یہاں سے

مالک غیر کو جاتا ہے۔ دُبنے اور بکرون کی تجارت اس میں شامل نہیں ہے۔ جو ہر سال موسم حج میں حرمین شریفین اور منامین فروخت ہوتے ہیں۔ ادن کی تفصیل کسی اور مقام پر لکھی جائیگی۔

عرب قدرتی طور پر تجارت کے لئے عمدہ ملک ہے۔ تمام اقوام دنیا کے ساتھ براہ بحری و حجازی ریلوے کے بخوبی معاملہ ہو سکتا ہے۔ اندرون تجارت ادنوں کے ذریعہ سے ترقی دیا جاسکتی ہے۔ اگر حجاز ریلوے کا سلسلہ مکہ معظمہ اور طائف شریف سے صنعا اور حدیدہ پر ملا دیا جائے تو روئے زمین پر تجارت کیلئے ایک وسیع منڈی قائم ہو جائیگی۔ عرب ہی نہیں بلکہ اقوام یورپ کے افراد بھی اس سے نفع حاصل کر سکتے ہیں۔ پہلے اندرون ادنوں کی تجارت پر رہنمی اور غارتگری کا خوف تھا۔ خداوند کریم ہر رئیس سید محمد حسین پاشا شریف مکہ کو سلامت رکھے کہ ان دنوں وہ رہنمی کا خوف بھی جاتا رہا۔ سنا جاتا ہے کہ موجودہ انتظام کے رو سے تقوڑے سے لیکر لکھنؤ کو کھارو پیہ تک کا مال جو باطلاع حکومت مقررہ ٹیاکس دیکر روانہ ہو اگر وہ راہ میں ٹٹ جائے تو پورا معاوضہ مالک کو شریف صاحب دلائیگے۔ اس سے بہتر اور کیا انتظام ہو سکتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہو تو اسکی مثال رومی زمین پر نہیں مل سکتی۔

تجارت کیلئے عربستان سے قہوہ۔ اقسام کے گوند۔ نمیرہ۔ موتی۔ صدف۔ مرجان۔ تسبیح۔ کھجور وغیرہ لیجاتے ہیں مسقط اندون ہندو ایران کے مال کی بندرگاہ ہے۔

**حکومت** | عرب کی حکومت دنیا کی حکومتوں سے بالکل نرالی ہے۔ صوبجات حجاز۔ یمن۔ عمان و احمسار میں ایک ایک گورنر ترکی رہتا ہے۔ مگر آجکل حجاز کی ملکی اور فوجی حکومت شریف مکہ کے سپرد ہے۔ جسکو کابل اختیارات ۱۳۳۳ھ کے شروع سے دیدئے گئے ہیں اور گورنر حجاز واپس بلوایا گیا ہے۔ شریف مکہ کی ماہوار تنخواہ ۵۵۵۵۵ عثمانی پونڈ ہے جو تقریباً سترہ ہزار

آٹھ سو تیس روپیہ ہندوستان کے ہوئے۔ علاوہ اسکے تو شک خانے کا کل خرچ گورنمنٹ کی طرف سے ملتا ہے۔ وسط عرب اور بدوی قبائل میں ایک شیخ ہر قبیلہ کا حاکم ہوتا ہے وہ زیادہ تر رسم و رواج قوم کی پابندی اور مذہب کی اطاعت و پیروی کرتا ہے۔ سیاست و تمدن کے قوانین کم ہیں۔ عرب آزادی کے اس قدر شائق ہیں کہ وہ کسی قوانین کی پابندی کرنا نہیں چاہتے۔ بدوی لوگ تو سوائے اپنی نفس کی تابعداری کے اور کسی کی اطاعت کرنا عموماً سمجھتے ہیں۔ شیخ کی حکومت اپنے قبیلہ ہی میں محدود رہتی ہے۔ اس کو فقط یہی اختیار ہے کہ اگر کسی فریق کے ساتھ لڑائی ہو تو اس وقت یہ اس فرقہ کا سردار مانا جائیگا اور بس۔ یا یہ کہ کہیں سفر میں ہو تو شیخ کا خیمہ اچھی جگہ نصب کیا جائیگا۔ اس کے صلہ میں شیخ کو ہر ایک مہمان کی تواضع کرنی پڑتی رہے۔

**عربستان میں بحر حجاز ریلوے کے جو مدینہ منورہ سے شام کی طرف جاتی ہے اور کوئی ریلوے نہیں ہے جس کا پورا ذکر احوال حرم ثلاثہ میں کیا جائیگا۔ اب ترکی گورنمنٹ**

حدیدہ سے صنعا تک ایک ریلوے بن رہی ہے جس کو فریج کمپنی تیار کر رہی ہے ۱۵ فروری ۱۹۱۲ء تک ۱۵ کیلو میٹر تیار ہو چکی تھی مگر ترکی اور اطالیہ کی جنگ کی وجہ سے سر دست کام ملتوی کر دیا گیا ہے۔ میں نے ایک معتبر ذریعہ سے سنا ہے کہ یہ ریلوے حدیدہ سے صنعا تک تیار ہونے کے بعد اسکی ایک شاخ بلاد بخران سے ہوتی ہوئی بشارت راہ و طائف سے ہو کر میدان عرفات سے گذرتی ہوئی مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو چلی جائیگی۔ غالباً مدینہ منورہ کو شرقی راستہ سے۔ غربی راستہ براہ رانغ ریل کے لئے موزون نہیں ہے۔ اگر یہ ریلوے تیار ہو جائیگی تو سلطنت ترکی کو اپنی فوجی نقل و حرکت میں بہت آرام ہو جائیگا اور بڑی آسانی سے شام اور شیبای کو چک سے فوج ضرورت کے وقت یمن میں آسکتی ہے۔ میری رائی میں آئندہ دس سال کے اندر اندر یہ سب کچھ ہو جائیگا۔



**شرکین** ملک عرب میں کوئی بچہ شرک نہیں ہے۔ قدرت نے اس قدر آسانی عطا کی ہے کہ سڑکوں کے لئے جو چیزیں مثل تھپڑ اور چوڑے کے ضرور ہیں وہ سب کچھ ملک میں موجود ہے مگر حکومت کی عدم توجہی کے سبب اب تک کوئی شرک نہیں تیار ہوا۔ جدہ شریفہ سے مکہ معظمہ تک اور مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تک بہت آسانی سے کم خرچ میں بچہ شرک بن سکتی ہے سیاہ پتھر آسانی سے دستیاب ہو سکتا ہے۔ میرے خیال میں ایک وقت اگر عمدہ شرک بنادی جائیگی، اس سال تک پھر مرمت کی ضرورت نہ پڑیگی۔ اس قدر پتھر وہاں کے سخت میں کاڑیاں آسانی سے اونٹ خچر یا گھوڑے کی چلیکتی ہیں۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں اس طرف ابھی تک حکومت کا خیال نہیں ہے وہی اونٹ کی شکل اور دشوار سواری رکھی گئی ہے مکہ معظمہ سے میدان عرفات تک نہایت آسانی سے شرک بن سکتی ہے مگر وہاں بھی کوئی بندوبست نہیں ہوا افسوس صد ہزار افسوس۔

**ڈاک خانے** عرب میں وسط عرب کے سوای مین۔ عمان۔ الحسا و الحجاز کے صوبوں میں بڑے بڑے شہروں اور قصبات میں ڈاک خانے موجود ہیں جب سے حجاز ریلوے کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے حجاز مقدس کو ڈاک اس ریلوے کے ذریعہ ہفتہ میں تین بار آیا کرتی ہے۔ مکہ معظمہ اور جدہ شریفہ کو براہ مصر بذریعہ حجاز ہفتہ میں ایک بار ڈاک آتی ہے۔ ڈاک خانہ کا انتظام ابھی پورا نہیں ہے نہ منی آؤر سٹیم جاری ہے۔ رجسٹر خطوط جایا کرتے ہیں۔ عموماً ڈاک خانے کے اہل کار بہت سست ہیں خطوط چہرہ اسی کے ذریعہ تقسیم نہیں ہوتے انشاء اللہ موقعہ پر پورا حال لکھوں گا۔

**تار برقی** ملک حجاز میں تار ہے ہندوستان کے لئے دو راستہ ہیں ایک براہ مصر و سربراہ ایران جو تار براہ طہران جاتا ہے وہ ارزان ہے۔ فی لفظ صر اور براہ مصر مگر۔ انتظام تار کا بھی اچھا نہیں ہے۔ مگر تاہم غنیمت ہے پہچان دیر میں ہے۔ بزبان انگریزی۔ فرانس یا عربی تار دیا کر سکتے ہیں

کو ڈور دہرگز نہیں جاسکتا۔ میں اس سفر نامہ میں تار کے لئے خاص ہدایتیں لکھونگا۔

**تعلیم** | عرب کے صوبہ یمن اور الحجاز میں تعلیم کی زیادہ کوشش ہے سوائے بدو قبائل کے اہل شہر تقریباً سب کے سب لکھے پڑھے ہوتے ہیں۔ زنا نہ تعلیم کا بھی رواج ہے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں مدرسہ بہت ہیں۔ سوائے عربی اور کہیں کہیں ترکی کے دوسری کوئی زبان نہیں پڑائی جاتی ہے۔ بدوؤں کا تعلیم کے طرف رجحان نہیں ہے۔ جب اون کے مرد ہی پڑھے لکھے نہیں ہوتے ہیں تو پھر تعلیم نسوان کا چرچا کہاں سے ہوگا۔ خاص اہل عرب اس حدیث کی پابندی کرتے ہیں۔ ”طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ“۔ شامی غزہ کچھ کچھ انگریزی۔ فرنج اور ترکی بھی پڑھتے ہیں۔ عرب میں اسوقت تک کوئی یونیورسٹی نہیں ہے جو کچھ ہے وہ حرمین الشریفین کے اندر مدارس کی تعلیم ہے۔ شام اور بیروت میں عیسائیوں کی یونیورسٹیاں ہیں۔ اور حکومت کی طرف سے بھی ہائی کالج موجود ہیں۔ اسوقت ترکی گورنمنٹ کا خیال مدینہ منورہ میں ایک اسلامی یونیورسٹی قائم کرنے کا ہے۔

**اخبارات و مطابع** | مکہ معظمہ۔ جدہ شریف اور مدینہ منورہ میں مطابع بہت کم ہیں۔ مکہ معظمہ میں ایک سرکاری پریس ہے۔ جہاں تک میری یادداشت کام دیتی ہے تک عرب میں کوئی اخبار شائع نہیں ہوتا ہے۔ اخبارات کیلئے شام۔ بیت المقدس اور بیروت مشہور ہیں۔ میں نے کہیں کہیں اشتہارات چھپے ہوئے چھپان دیکھے وہ شاید سرکاری پریس میں شائع ہوئے ہوں۔ غیر ملکوں کے اخبارات اور پیکٹ کے ساتھ ترکی ڈاکخانہ اچھا سلوک نہیں کرتا۔ چونکہ عرب میں اون انگریزی اخباروں کے آنیکی جو سلطنت عثمانیہ کے خلاف مضامین شائع کرنیکے عادی ہیں مانعت ہے۔

ترک سوائے ترکی۔ عربی یا فرانسیسی کے اور کوئی زبان اچھی طرح نہیں جانتے۔ لہذا ہندوستان کے اردو اخبارات انگریزی اخبارات کے ساتھ ضائع کر دئے جاتے ہیں۔

**شفا خانے** | شفا خانہ کو ترکی میں "خستہ خانہ" اور عربی میں "قبان" کہتے ہیں۔ عرب میں اکثر

شفا خانے اوقاف سے مقرر ہیں۔ ڈاکٹر علی العموم ترک ہیں۔ حکم سلطانی ہے کہ کوئی ڈاکٹر یا دیگر طبیب کا لچ قسطنطنیہ کی نہ رکھتا ہو شفا خانہ میں علاج کر نہ سکا جائے۔ اور وہ کا مزار بھی جو دوائی خانہ رکھتے ہیں لازم ہے کہ سند یافتہ ہوں۔ شفا خانوں میں طریقہ علاج ڈاکٹر ہی ہے۔ دوا انگریزی طریقہ سے استعمال کرائی جاتی ہے۔ دوائیں اچھی اور نئی ہوتی ہیں۔ علاج مفت ہوتا ہے۔

کہ مکہ میں جو شفا خانہ غربا کے لئے ہے اس کو اوقاف سے چالیس ہزار روپیہ سالانہ ملتا ہے۔ یونانی علاج کا وسط عرب میں زیادہ خیال ہے۔ حرمین شریفین میں اکثر لوگ خلوص نیت سے زہر شریف اور خاک شفاء کو اپنے امراض کا علاج تصور کرتے ہیں شافی مطلق اونکے ارادے اور نیت کے موافق شفاء کلی عطا فرماتا ہے۔

ناظرین میں آپکا بہت سادقت عرب کا جغرافیہ بیان کر کے لیچکا۔ امید کہ آپ مجھے معاف کریں گے۔ میں پھر اپنے اصلی مطلب پر آتا ہوں۔

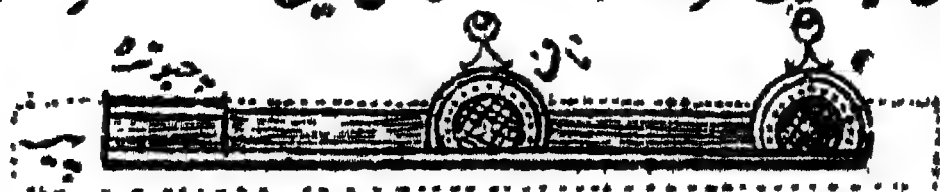
**جدہ کے مکانات** | جدہ شریف میں بہت سے مکانات چومنزہ اور پنجمنزہ دیکھے

گئے۔ ان میں بعض اس قدر بوسیدہ ہیں کہ اگر ایک منٹ کیلئے بھی خدا نخواستہ زلزلہ آجائے تو قریباً آدھا جدہ تباہ ہو جائیگا۔ مکانات کی دیواریں کچی اینٹ کی ہیں تختہ اینٹ کہیں نہیں ہے صفائی کے لحاظ سے جدہ کا انتظام کچھ برا نہیں ہے۔ تاہم اور صفائی کی ضرورت ہے۔ پاخانے ان بلند عمارتوں کے ہمیشہ کے لئے ہیں صفائی ان میں نہیں ہوتی شاید سالہا سال کے بعد جب یہ خانے کھولے جاتے ہوں تب صفائی ہوتی ہوگی۔ غسل خانے بھی پاخانوں کے ساتھ ساتھ ہیں ہر ایک ایسے مکان میں ایک خوشنما بیٹھک ہوتا ہے جس کو عمدہ قالینوں اور توشکون سے بڑے بڑے تکیوں کے ساتھ سجایا جاتا ہے۔ اس بیٹھک کو دیکھتے ہی گھر کے اندر کے حالات کا بہتہ

لگ جاتا ہے جس حیثیت کا مکان ہوتا ہے اس کے موافق اس ٹیٹھاک خانے کو سجا کر رکھتے ہیں مجھ کو اس ٹیٹھاک خانے میں جگہ مل گئی تھی جس سے بہت آرام رہا۔ ۳ شبانہ روز کا کرایہ فی کس ۴ روڑانہ کے حساب سے ۱۲ لیا گیا جو کچھ بھی زیادہ تھا۔ شہر عبدہ کا رقبہ قریباً سو اسیل مربع ہے۔ شرقاً و غرباً کم شمالاً و جنوباً زیادہ لانا ہے۔ کل مکانات ۲ ہزار کے قریب ہونگے۔

**زیارت ام ابیہ حضرت حواء** | ۱۱ نومبر روز شنبہ مطابق ۱۹ ذوالقعدہ ۱۳۲۹ھ کی

صبح کو ہمارے مطوف نے کہا کہ چلو حضرت ام ابیہ حواء علیہا السلام کی قبر کی زیارت کرائیں۔ ہم سب مدد ہی زن و مرد ۳۳ تھے وقت مقررہ پراؤس کے ساتھ ہوئے۔ باب مکہ سے باہر ہوتے ہی ہمارے دہنے جانب حیدہ کا عیب گاہ ملا۔ اور بائیں جانب ترکی قلعہ تھا دونوں کے درمیان سے گزر کر ہم حضرت حواء علیہا السلام کے روضہ مبارکہ پر پہنچے۔ پہلے سر مبارک کے پاس کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھی۔ جو دعا و سلام مزدور نے پڑھایا پڑھا۔ فی کس ۴ روڑا دی صاحبہ کے خدام کی نذر کر کے آگے بڑھے۔ درمیانی قہ پر جسکو ناف مبارک کہتے ہیں پہنچے۔ وہاں بھی اسطرح دعا و سلام پڑھ کر فی کس ۴ روڑے اس قہ کے اندر ایک سیاہ پتھر لگا یا گیا ہے اور سپردے پڑے ہیں گو زیارت کر کے اس پتھر کو چومنے میں۔ خدام اس وقت نام دریافت کر کے دعا دیتے ہیں مختلف قسم کے عربی طغ سے اس گنبد کے اندر آدیزان ہیں۔ وہاں سے آگے اور چکر قدم شریف کی زیارت کی۔ وہاں بھی فی کس ۴ روڑے۔ یہاں کوئی قبہ نہیں ہے فقط ایک اونچا چبوترہ بنا ہے یہاں بھی فاتحہ و سلام پڑھا۔ مینے قبر شریف کی لبائی کو ناپا تو ۳، ۴ گز تھی۔ اور ۱۲ فٹ چوڑی تھی۔ سنگ مرمر کی تختیوں پر ہر سہ مقامات میں حضرت ام ابیہ حواء علیہا السلام کا نام کندہ ہے دونوں جانب لبائی کی دیواریں کمر تک بلند اٹھائی گئی ہیں۔ صورت اسطر حیر ہے۔





نقطہ دار الکیر احاطہ کی دیوار ہے ورمیانی نشان قبر شریف کا ہے۔ سر مبارک اور ناف اقدس پر تھے  
ہیں۔ زائرین سے ایام حج میں سینکڑوں روپیہ روضہ مبارک کے خدام وصول کر لیا کرتے ہیں  
فرد مساکین اس قدر گھیر لیتے ہیں کہ اون سے پیچھا چھڑانا مشکل ہوتا ہے۔ بچے بڑے اندھے غلط  
طرح طرح کے سوالات کرتے ہیں زیادہ تر انشاء اللہ سلامت۔ مبارک مسکین بابا مبارک  
عرفات و مناسلامت۔ مکہ مدینہ سلامت کی آوازیں لگاتے ہیں۔ اللہ سلامت کہتے ہیں کوئی نہیں کہتا  
کہ تم سلامت یا دینے والا سلامت عجیب طرح کا سوال ہے۔

**جدہ کا قبرستان** | احاطہ قبرستان میں بہت قبور ہیں۔ امراء ترک اور دیگر بزرگان

قوم کی مزاریں ہیں۔ زیادہ تر پتھروں پر کل من علیہا فان وبقی وجہ ربك ذوالجلال  
والاکرام کندہ ہے بغیر نام صاحب قبر کے۔ بعض پر الی روح هذا القبر الفاتحہ  
لکھا ہوا ہے۔ تمام قبرین اونچی اور پختہ بنی ہوئی ہیں۔ زیارت سے فارغ ہوتے وقت مزدور نے  
ہم کو ایک جگہ جمع کر کے بٹھا دیا اور فی کس ۴ حق معلی وصول کیا۔ جگہ ہم سے فی کس ۷ داوی صاحبہ کی  
زیارت کے لئے لیا گیا۔ یہ تو کچھ بھی نہ تھا۔ وہو پ سخت تھی سر کھلا ہوا تھا۔ کبھی سر میں درد ہو  
لگا۔ اگر اور تھوڑا وقت رہاں وہو پ میں رہ جاتے تو غشی کی نوبت آ جاتی۔

**جدہ کا پانی** | جدہ شریف میں میٹھے پانی کی بہت قلت ہے۔ آب شیرین ۴ میں ایک

ٹین ملتا ہے۔ آب شور دیگر ضروریات کے لئے ار میں ٹین ملتا ہے۔ یہاں کے پانی میں زہ  
نہیں ہے۔ خاصیت میں بہت جلد زکام لاتا ہے۔ عرب اور بدو گد ہوں اور اونٹوں پر پانی لیکر  
مویا مویا کرتے ہوئے ہر گلی اور کوچہ میں پھرا کرتے ہیں۔ جس قدر پانی چاہو مل سکتا ہے۔ آب سرد  
کی ایک طرحی ۲ کو ملتی ہے سمندر کے کنارے آب شور کو پکا کر میٹھا کیا جائے اور پھر پپ  
کے ذریعہ شہر میں پہنچا دیا جائے تو بہت آرام اور آسانی ہوگی۔ چہند سال قبل یہاں سے

۱۲ میل کے فاصلہ پر مقام بشتربین ایک کنوان سلطان عبدالحمید خان غازی نے کھدوایا تھا جو انہیں کے نام سے ”بیرحمید“ مشہور ہے اور جبکا پانی نہایت شیرین ہے۔

**جدہ کا دودھ** | یہاں اونٹ کا دودھ بکثرت اور گائے کا بقلیت ملتا ہے۔ میری رائے میں وہ لوگ جو اونٹ کے دودھ کے عادی نہیں ہیں انہیں لے کر اسکا استعمال اچھا نہیں ہے۔ لوگ کھلا ہوا اپنے سردن پر لٹے پھرتے ہیں۔ جس سے ہزاروں مکھیاں چمٹی ہوتی ہیں اور گلی کوچہ کی گرد بھی اڑ بکھڑتی ہے۔ وہی بھی اسی دودھ کا ملتا ہے۔ جہاں تک ہو سکے ایسی غذا سے پرہیز لازمی ہے۔

**جدہ کی صفائی** | یہاں کی مینوسپالٹی کو ہندوستانی مینوسپالٹی کے مانند اختیار نہیں ہے مگر اس قدر آدمیوں کا ایام حج میں آنا اور جانا ہزاروں اونٹ اور گدھوں کا بار برداری کیلئے شہر میں ایک یا دو راتیں کھلی کوچوں میں پڑے رہنا اون کا بول و براز آدمیوں کی کثرت اور صفائی کا انتظام قابل توفیق ہے۔ نظر انصاف سے دیکھا جائے تو ضرور قابل داد ہے۔ روشنی بھی مینوسپالٹی کے جانب سے ہر گلی اور کوچوں میں ہوتی ہے۔ نوکر صفائی پر ہر وقت آمادہ رہتے ہیں۔ البتہ بہت تنگ کوچوں میں زیادہ صفائی نہیں دکھائی دیتی۔ ہندوستان کے بھی بڑے بڑے شہروں میں خاصکر مدراس کے بعض تنگ گلیاں بھی میلی اور عفونت خیز ہیں جس سے دل گھبرا جاتا ہے۔

**جدہ کی مکھیاں** | یہاں مکھیاں اس کثرت سے ہیں کہ الامان جنکی تعداد کڑوڑوں سے کہیں زیادہ ہوگی۔ کوئی کھانا پانی بغیر مکھیوں کی آمیزش کے نہیں ملا۔ بحالت احرام اونکو مار بھی نہیں سکتے۔ اور ہانکنے سے مرنے کا خوف تھا۔ بس ہنسنے مکھیوں کی تکلیف کو برداشت کر لیا۔ سوائے مکھیوں کی کثرت کے اور کوئی پسویا مچھر وغیرہ سے سابقہ نہیں پڑا۔

**جدہ کے گلی کوچے** | بیان کی گلیاں بہت تنگ ہیں۔ اور بعض خاص گلیوں پر سائبان لگا ہوا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سائبان بہت قدیم ہیں غالباً یہ خراب ہو جانے کے بعد پھر اس پر اور کوئی نئے سائبان نہیں لگائے جائینگے۔ ان سائبانوں سے دھوپ اور بارش میں بہت آرام ملتا ہے۔ ان مسقف گلیوں میں دوسرے قہوہ خانے جنہیں میزا اور کرسیاں لگی ہیں نہایت مناسب طور سے ہیں۔ زمین ریتیلی ہے گرد زیادہ ہے۔ گرمی میں از حد تکلیف ہوتی ہوگی۔ ہوا کا گذران تنگ گلیوں میں بمشکل ہوتا ہوگا۔ البتہ جو مکانات بہت بلند ہیں ان میں ہوا جاتی ہوگی۔

**جدہ کی ترکی فوج** | سنا گیا ہے کہ جدہ شریف میں کل پانسو سپاہ ترکی رہتی ہے۔ اور حبشہ فوج میں بھی ہیں۔ روضۂ ام الشہر حضرت حواء کے نزدیک قلعہ کے اندر رہتے ہیں۔ کچھ سپاہی مقبرہ لیلیٰ و مجنون کے پاس بھی رہتے ہیں۔ سنا گیا کہ چند تارپیڈ و سمندر کے اندر کھپے ہوئے ہیں۔ واللہ اعلم۔ کوئی ترکی جنگی جہاز اس ساحل کی حفاظت نہیں کرتا ہے مگر یہاں کے بدوی قبائل میں اسلام کا ایسا جوش ہے کہ وہ لوگ ترکی سپاہی کی اپنے مقابلہ میں کچھ حقیقت ہی نہیں سمجھتے ہیں۔ اپنے ملک کی حفاظت کرنا اپنا فرض منجسی جانتے ہیں۔ دو روز کے قبل یعنی ۸ نومبر کو ایک واقعہ بیان پر جو گذرا اوسکا بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہوگا۔

**ساحل جدہ پر اٹالیہ کی دہلی** | ۱۹ نومبر ۱۹۱۷ء کو دو جنگی جہاز اٹالیہ کے ساحل جدہ پر نمودار ہو کر شہر کے مقابل لنگر انداز ہو گئے۔ یہاں پر کوئی ترکی جنگی جہاز نہیں تھا کہ ان کا مقابلہ کرتا۔ اس قدر فوج تھی کہ اپنے فلعون سے ٹکراؤں پر حملہ آور ہوتی۔ یہ خبر شریف کہ کو دی گئی اوسخون نے اپنے بدوی قبائل کو یہ سنا دیا اور حکم دیا کہ جدہ پر جمع ہو جائیں۔ دو روز کے عرصہ میں ہزاروں بدوی جمع ہو گئے۔ ترکی توپوں کو قلعہ سے اٹھا کر ساحل پر دکھایا

اور قریب دو سو بادبان کشتیوں کے جسمین فی کشتی ۲۰ یا ۳۰ عرب بدو سوار تھے جہازوں کے جانب بڑھنے لگے۔ اونکی یہ حرکت گواصول جنگ کے خلاف ہو مگر جو انفرادی کا ایک بہترین نمونہ تھی۔ اسہیں کوئی شک نہین کہ اگر اطلالی اپنے جنگی جہازوں سے توپیں چلاتے تو ساری کشتیاں غرق ہو جاتی تھیں۔ ان کے علاوہ ایک لاکھ صحرائی بدون کا مجمع میدان جدہ میں طالیوں کا منتظر تھا۔ یہ معاملہ دول یورپ کے کانسٹون نے دیکھ کر اطلالی جہازوں کو بذریعہ سنگین یعنی جھنڈی کے اشارہ کر کے ایسا کیا کہ یہاں سے فوراً چلے جاؤ۔ تب وہ دونوں جہاز ساحل جدہ سے اور کہیں چلے گئے۔ معزز اخبار کرزن گزٹ مورخہ یکم مارچ ۱۹۱۲ء میں شاید ہی بنا پر مندرجہ ذیل مضمون کو بڑی وضاحت سے لکھا ہے۔

روضہ اقدس رسول کریم اور	اطالیہ کو اپنی جان کے لینے کے دینے پڑے گئے ہین مگر
مکہ معظمہ پر اطلالیہ کی چڑھائی	پھر بھی وہ طرابلس کو چھوڑنا نہین چاہتی کیونکہ نہ صرف

اسہیں اپنی کسر شان جانتی ہے بلکہ صلیب کی ہلال کے مقابلہ میں کامل شکست تسلیم کرتی ہے اور اسکے بارخاراوس کی پیٹھ ٹھوک رہے ہین کہ اگر تو نے طرابلس چھوڑ دیا تو اسلام کے مقابلے میں نصرانیت کو سخت ذلت ہوگی۔ اس بڑا دے چڑا دے پر بھی اطلالیہ کی طرابلس میں کچھ پیش نہین جاتی۔ وہ ترکوں کو اور صورتوں سے مجبور کرنا چاہتی ہے کہ کسی طرح ترک صلح کر لیں۔ یعنی طرابلس پر اطلالیہ کو قبضہ دیدین۔

اس کے لئے وہ ترکوں کو پے درپے دھکی دے رہا ہے۔ سب سے پہلے اس نے یہ ارادہ ظاہر کیا کہ میں دردنیا کی ناکہ بندی کرتا ہوں اور بزور اس تنگ آبنائے میں گھس کے قسطنطنیہ کو تاخت و تاراج کر ڈالوں گا۔ مگر جب اس چانڈ و خانے کی گپ کا ترکوں پر کچھ اثر نہوا تو اخیر اس نے بحر احمر میں اپنے جنگی جہازوں کی دوڑ بھاگ دکھائی۔ کہیں چھوٹے



چھوٹے ساحلون پر گولہ باری بھی کی۔ کہیں ایک بکری کا بچہ مرا اور کہیں ایک پرانی چھوٹا درمی مل گئی۔ بس سوا اس کے اطالیہ اور کچھ نہ کر سکی۔ جب اس نے دیکھا کہ اس سے بھی ترکون پر کچھ اثر نہیں پڑا تو اب اس نے جدہ اور ینبوع کی ناکہ بندی کی خبر ڈرائی اور یہ بھی ارادہ ظاہر کیا کہ ہم ہوائی جہازوں میں بیٹھ کے کعبہ اور درجنہ قدس نبی پر گولہ باری کریں گے۔ اسکی اس چاندو خانہ کی تجویز کو لنڈن ٹیس نے جو کچھ عرصے سے مسلمانوں کے خلاف لکھ رہا ہے بہت جلدی اور یہ بیان کیا کہ ترکون نے اب بھی اگر اطالیہ سے صلح نہ کی تو اطالیہ کے ہوائی جہاز خانہ کعبہ اور درجنہ نبی پر گولے برسائے اور ینبوع منہدم کر دیں گے۔ اس سے قبل اطالیہ دیگر سلطنتوں کو اطلاع دیکھا ہے کہ وہ حج کے بعد ینبوع اور جدہ کی بندرگاہوں کا محاصرہ کر لیگا اور آمد رفت کا رستہ بند کر دیگا۔

اس تحریک سے خواہ کتنی ہی بعید از قیاس کیوں نہ ہو ہر مسلمان کو صدمہ ہوتا ہے اور فطرتاً ہونا بھی چاہئے اسی بنا پر ہمارے دوست مولوی مشتاق حسین صاحب متاثر اور تجدد کے اپنے علیگڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ مین پر تحریر فرماتے ہیں ”ہندوستان کے مسلمانوں نے بعض بعض مقامات پر مجلسیں کر کے اپنی گورنمنٹ کی توجہ اٹلی کی اس کارروائی کے طرف چاہی ہے اور درخواست کی ہے کہ ان کو ایسی کارروائی سے رد کاجائے جس سے مسلمانان ہندوستان کو بھی بہت تکلیف پہنچے گا اندیشہ ہے لیکن ہمارے نزدیک کوئی ضرورت نہیں ہے کہ گورنمنٹ کو اس قسم کی معاملات میں تکلیف دیجائے۔ گورنمنٹ کی پالیسی کسی مصلحت یا مجبوری سے اٹلی کو اس قسم کا مشورہ دینے کی نہیں ہے تو نہ یہی۔ پھر لڑائیاں زیادہ عرصہ تک جاری نہیں ہئیں زیادہ سے زیادہ اگر اس جنگ کو طول ہوا تو ایک سال انتہا دو تین سال۔ اتنے عرصہ تک مسلمانوں کو صبر و استقلال سے اپنی تکالیف برداشت کرنی چاہئے اور اٹلی سے اس قسم کی غلطیاں جتنی زیادہ سرزد ہوں ان کو ہونے دینا چاہئے ترکون اور عربوں کے ساتھ ہماری ہمدردی اگر ہے تو اسلامی امت

ہونیکے علاوہ زیادہ تر اسی بات پر ہے کہ وہ حرمین شریفین کے محافظین لیکن جب خود ان مقامات متبرکہ کے ساتھ اس قسم کی بے ادبی کجائے تو ظاہر ہے کہ تمام دنیا کے مسلمان اٹلی کے اور اٹلی کے طرفداروں کے سخت دشمن ہو جائینگے جسکا خمیازہ اٹلی والوں کو خاتمہ جنگ کے بعد بھی عمروں تک برداشت کرنا پڑیگا۔ اٹلی نے سو اٹلیس چرپندنا کر وہ گناہ عربوں اور انکی عورتوں اور بچوں پر مسلم کر کے جو غصہ طرابلس کے عربوں اور ترکوں میں پیدا کیا ہے اوسکا نتیجہ تھا کہ ترک اور عرب دونوں مثل ایک جسم و جان کے اٹلی کو ناک چنے چھوڑ رہے ہیں آئندہ اگر اس قسم کی کارروائی اٹلی سے ہوئی تو وہی خدا جس نے صحابیل کو برباد کیا تھا اب بھی زندہ ہے اور ہوائی جہاز والوں کو بھی ویسی ہی آسانی سے تباہ کر سکتا ہے

ساتھ ہی اب معلوم ہوتا ہے کہ اٹلی کے بڑے سے بڑے طرفدار بھی اس بات کے قائل ہو چکے ہیں کہ اٹلی کی فوجی طاقت (مع اس کے جہازوں کے) اس قابل نہیں ہے کہ وہ ترکوں اور عربوں کے مقابلہ پر کچھ بھی غلبہ حاصل کر سکیں۔ سو اسی اسکے کہ ایک عمارت پر گولہ باری کرین یا دوری عمارت پر ہم کو یاد ہے کہ جس زمانے میں ترکوں اور آرمینیوں کا جھگڑا ہو رہا تھا اور ترک اپنے آرمینی باغیوں کو پوری طرح نرا دے رہے تھے تو انگلستان میں ایک عام جوش اس بات کا پیدا ہوا تھا کہ انگلستان کو ترکوں کے مقابلہ پر اعلان جنگ کرنا چاہئے۔ اس وقت لارڈ سالبری نے پارلیمنٹ میں بیان کیا تھا کہ اس اعلان جنگ کا نتیجہ اسکے سوا کچھ نہوگا کہ ہم ترکوں کے چند پرمٹ گھروں پر قبضہ کر لیں۔ ہمارے جہاز ترکوں کے پہاڑوں پر نہیں چڑھ سکتے جنکی حفاظت ترک جیسے سپاہی کر رہے ہیں بجنسہ وہی کیفیت اس وقت اٹلی کی ترکوں اور عربوں کے مقابلہ پر ہو رہی ہے۔ رہا خانہ کعبہ اور حبشہ رسول اللہ کا منہدم کرنا اس سے سو اسی اسکے کہ مسلمانوں کا غنیمہ بھڑکے اور کوئی نقصان نہ مسلمانوں کا ہوگا نہ اسلام کا اور مسلمان شہید عمارتوں کی جگہ اُس سے

بہتر عمارتیں تیار کر لینگے۔ اب بھی موجودہ دونوں عمارتیں کوئی قدیم یادگار عمارتیں نہیں ہیں مسلمانوں  
 ہی نے زمانہائے مابعد میں ان کو مختلف وقتوں میں تیار کیا ہے تمام عیسائی دنیا کو معلوم رہتا  
 چاہئے کہ اس قسم کے خرافات کا کوئی اثر اسلام یا مسلمانوں کو ذرا سی جی مضرت نہیں پہنچا سکتا۔  
 ہمارے خیال میں اس قسم کا اندیشہ کرنا فی الحال محال ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ اطلالیہ  
 کے ہوائی جہازوں کی کارگزاری کا عمدہ طریقہ میں پورا حل ہو چکا ہے قلعہ شکنی تو کیسی اطلالیہ کے  
 کسی ہوائی جہاز کے ایک گولے نے بھی کسی ترک یا عرب کو قتل کیا ہوائی جہاز ممکن ہے کہ  
 آئندہ ترقی کر کے ایسا عمل کرنے لگیں مگر اس وقت تو وہ صرف یہ کام دیکھتے ہیں کہ دشمن کے  
 مورچوں اور فوجوں کا پتہ لگالین اور بس۔ یہ ساری دہکی کی باتیں ہیں اور ترک ان دہکیوں  
 میں آنے والے نہیں۔ یہ اطلالیہ یا اسکے مشیروں کی ایک غیر عاقلانہ کارروائی ہے جس سے  
 مسلمانان عالم کے جذبات اس کے خلاف بھڑکنگے اور وہ خیر میں مسلمانوں کی غصہ کی آگ میں  
 جل بھن کے سوختے ہو جائیگا۔ اطلالیہ کا ایک سپاہی بھی اس مقدس سرزمین پر قدم نہیں رکھ سکتا۔  
 ہاں بیشک کچھ عرصہ آمد و رفت کا راستہ ضرور بند رہیگا۔ مگر حجاز عرب پر اس ناکہ بندی کا کوئی  
 اثر نہیں پڑ سکتا۔ شام ترکی فوجوں کی قوت کا مرکز ہے اور دمشق سے مدینہ تک برابر ریل جاری  
 ہے چند مہینوں میں علاوہ عربوں کے کئی لاکھ ترکی فوجیں مدینہ میں جمع ہو سکتی ہیں۔ مگر یہ اچھی  
 طرح سمجھ لیا جائے کہ اس وقت مدینہ کی سرزمین پر ترکوں کو فوجی نمائش کرنے کی ضرورت  
 نہیں ہے۔ اگرچہ محض دورانہشی کیلئے اس فوجوں نے تیس چالیس ہزار فوج مدینہ منورہ پر الٹی  
 ہے۔ اور ہر جدہ پر ریتی کے اونچے سے چٹان پر اون کی اڑدیا پکڑ تو پون کا سلسلہ قائم ہو گیا  
 ہے جسے کہ منبوع اور جدہ پر کوئی ترکی بند رہیں بنا ہوا ہے۔ مگر ساحل کو ترکوں نے خاصہ  
 مضبوط کر دیا ہے۔ جدہ پر گولہ باری ہونے سے عمارتوں کو بیشک نقصان پہنچ سکتا ہے مگر

چند عمارتوں کے ٹوٹنے سے یہ کوئی عقل شہادت دے سکتی ہے کہ ترک گھبراہٹ کے طرابلس  
چھوڑ دینگے۔ غرض یہ کہ اس وقت اطالیہ کی اس ناکہ بندی پر مسلمانوں کو زیادہ تشویش کی ضرورت  
نہیں ہے۔

اسلام زندہ اور توانا ہے اگرچہ مسلمان ضعیف ہو گئے ہیں مگر وہ اپنی توانائی سے  
انہیں ضرورت کی وقت قوی بنا سکتا ہے۔ طرابلس کی ایک نظیر موجود ہے مسلمان کس قدر ضعیف  
اطالیہ آنکھ بند کر کے چہرہ دوڑا۔ مگر زندہ اسلام نے اپنی روح مسلمانوں کے مردہ اجسام میں پھونک دی  
اور انہیں ایسا قوی اور زندہ بنا دیا کہ اطالیہ کی شایستہ سے شایستہ فوجوں کو ہر مقابلہ میں اونٹوں  
نے پارہ پارہ کر دیا۔ اور اپنی ہیبت اوس کے دلمین ایسی بٹھادی کہ اطالوی سپاہی عربوں  
اور ترکوں کا نام سنکے کانٹتے ہیں۔

مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ پر دنیا کے چالیس کڑوے مسلمانوں کی جانیں تصدق ہیں۔  
یہ دونوں مقام اہل اسلام کے اصلی مرکز ہیں اور ہر تاریخ کرنا کار سے دارو۔ اطالیہ کی درپردہ سیدھی  
کوشش ہے کہ کس طرح عام مذہبی جنگ بھڑکا کے ترکوں کو مصیبت میں پھنسا دوں مسلمانوں کے  
جوش مذہبی کے نتائج ایسے خطرناک ہونگے کہ یورپ کی دیگر دولتوں کو دخل دینا پڑیگا۔ اور  
پھر میں خوب کھیل کھیلونگا۔ طرابلس خاموشی سے دبا کے بیٹھونگا۔ یہ ساری خام خیالیاں ہیں کوئی  
یورپی دولت ایسی نہیں ہے کہ اطالیہ کی فائن رسائی کے لئے وہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات  
کو برائیت کرے گی اور بیٹھے بٹھائے دنیا میں نئی مصیبتوں کا سامان کر دیگی۔ جرمنی تو اس قدر  
ہاں اول انگلستان اور دوم فرانس اسلامی ممالک ہیں۔ ان دولتوں کو مسلمانوں کے جائز  
مذہبی جذبات کا پاس کرنا پڑیگا اور وہ دیدہ و دستہ کوئی خوفناک کارروائی کر کے دنیا کے ایک  
بڑے حصہ کا خونی پیرہن دنیا کی اسٹیج پر نہیں پیش کرنے کے پیشک و سکی ضرورت نہ انگلستان



کو ہے نہ فرانس کو کہ مسلمانوں کے مقامات مقدسہ بچانے کے لئے اطالیہ کے خلاف تلوار اٹھائیں مگر ممکن ہے کہ یہ حکمت عملی آئندہ نہ رہے اور زمانہ کوئی ایسا جدید بساط کچھا دے کہ ان دونوں سلطنتوں کو بغیر کہے اس معاملہ میں دست اندازی کرنی پڑے مسلمانوں کو نہ اسکی ضرورت ہے کہ گورنمنٹ کی غیر جنبہ داری حالت میں دست اندازی کر کے اس سے اطالیہ کے خلاف مدد طلب کریں۔ اسلام زندہ ہے اسلام کا خالق زندہ اور توانا ہے وہ اپنے مقامات مقدسہ کی خود مسلمانوں ہی سے ایسی حفاظت کرایگا کہ اطالیہ جیسی کئے سلطنتیں بھی کچھ نہیں کر سکتیں۔

ہمیں خدا پر بھروسہ ہے اور کیون نہ ہو جب ہم اپنی آنکھوں سے اس کے معجزے دیکھ رہے ہیں۔ وہ در کیون جاتے ہو صرف طلب ہی کو دیکھ لو۔ سوای خدا کے مسلمانوں کی مدد کس نے کی۔ کہ انھوں نے چند مہینے میں اطالیہ کی شاہستہ ترین سامان جدید سے آراستہ فوجوں کا مالک ستیاناس کر دیا۔ اب اطالیہ کو اپنے جان کے لینے کے دینے پڑ گئے ہیں۔ اگر جنگ جاری رہی تو اسی سر زمین میں سارا اطالیہ کھب جائیگا۔ اسکی کل شاہستہ فوجیں اپنا کھلا ہوا مدفن یہاں دیکھ لیں گی۔ کوئی چارہ اسے سوائی برباد ہونے کے اور نہیں ہونیگا۔ ان زندگی اس سے بچ سکتی ہے کہ وہ اپنے شیخ چلی کے خیالات کو ستھوری دیر کے لئے اپنے دماغ سے نکال کے اپنے گھر کا راستہ لے یہی اسکی زندگی ہے اور اسی سے وہ بچ سکتی ہے۔

عربوں اور ترکوں کو اتحاد کی قوت معلوم ہو گئی ہے۔ وہ سمجھ گئے ہیں کہ یورپ کے مقابلہ میں باہمی نفس رقی فریقین کی ہلاکت کا باعث ہے۔ انھوں نے اپنی متحدہ قوت کا نمونہ اطالیہ کے مقابلہ میں دیکھ لیا کہ کس طرح اسکی شاہستہ یورپی ٹڈی دل فوجیں عربوں کے ہاتھوں پارہ پارہ ہو رہی ہیں۔ غرض ترک ایسے نادان نہیں ہیں کہ اس اتحاد کو اور مضبوط نہ کریں۔ ادھر انکی خوش نصیبی سے واقعات ایسے پیش آ رہے ہیں جسے عرب اور ترک بالکل یک جان دو قالب بنتے

جاتے ہیں مثلاً ایک یہ ہوائی اڑی کہ اطالیہ نے سواحل پر قبضہ کر لیا۔ پھر اطالیہ کے طرف سے یہ چاندو خانہ کی گب اڑائی گئی کہ اطالیہ اپنے ہوائی جہازوں سے روضہ اقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خانہ کعبہ کو منہدم کرنا چاہتا ہے۔ یہ خوب سمجھ لیجئے کہ یہ ہوائیان اور افواہیں ترکوں اور عربوں کو متحد کرنے کے لئے ایک خاص مقناطیسی کشش ہی نہیں رکھتیں بلکہ انہیں ایک جادو ہے جو دونوں کو ایک کر دیگا ابھی تک دونوں الگ الگ تھے ترک عربوں کو صحرائی اور وحشی جانتے تھے اور عرب ترکوں کو کافر مطلق خیال کرتے تھے مگر جب دونوں کا مقصد ایک ہو گیا تو یہ تنفر جاتا رہا۔ اور اب دونوں سگے بھائیوں سے زیادہ متحد ہیں۔ بیشک اگر عرب و ترک کسی طرح یک جان و دو قالب ہو جائیں تو یورپ کی مشتملہ فوجیں بھی انہیں پس پا نہیں کر سکتیں خشکی میں کوئی ان سے آنکھ نہیں ملا سکتا۔ اور وہ ایشیا کی سب سے بڑی فوجی قوت تصور ہو سکتے ہیں۔ بلغاریہ سر دیا۔ مانٹی نگرو۔ اور یونان ہر وقت ان کے رحم پر ہونگے اور وہ جب چاہیں گے ایک چھپٹے میں ان کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔

**جدہ میں ترکی افسروں کی بردباری** | جسدن ہم جہاز سے اترے اور قیام جدہ میں کیشہ ترکی افسروں کو ایک جم غفیر سے پار ہوتے ہوئے دیکھا روزانہ آدمیوں کی آمد موندھے سے موندھا چھلا جاتا تھا مگر واہ رے اخلاق کہ ترکی بڑے بڑے افسر فوجی لباس میں ادھر سے ادھر گزرتے ہوئے نظر آئے مگر انکی زبان یا انکے ہاتھ سے کسی قسم کی بے اعتدالی بیان نہوی۔ یہاں تک کہ لوگوں کو سرکاتے بھی نہ تھے۔ خود آپ اپنا راستہ نکال لیا کرتے تھے۔ نہ دھکا دیتے نہ اور کسی قسم کی سختی کرتے تھے۔ ترکی سیول افسر و فکوبھی میں نے نہایت خلق پایا ہے۔

**جدہ کے مساجد** | ایک بڑی مسجد جانب شرق اور ایک جانب غرب واقع ہے۔ ایک اور مسجد ترکی قلعہ میں ہے۔ ان مینوں مساجد کے عالیشان منارے دور سے دکھائی دیتے ہیں

یہاں کے مسجدوں میں فقط ایک ہی مینار ہوتا ہے ان مسجدوں میں بالکل روی چٹائیاں ہیں۔  
 میں نے ایک بڑی اور ایک چھوٹی مسجد دیکھی ہے۔ لیکن پانی کا حوض ہے اور بہت میلے رنگ  
 کا نظر آتا ہے۔ ان دونوں مساجد میں مینار نہیں ہے۔ وہ مسجد جو جانب شرق ہے اور میں تھرو  
 فرش ہے۔ ایک ہزار آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ پاخانے مسجد کے اچھے ہیں۔ پانی استنجے کے  
 کے لئے چھوٹے چھوٹے حوضوں میں بھرا ہے جس طرح شان ظاہری منارہ سے نظر آتی ہے  
 اس کے برخلاف اندر کا حال ہے حکومت کو ان مساجد کی طرف ضرور خیال کرنا چاہئے۔ یا اہل  
 ثروت اور توجہ کریں۔

ارنومبر کو ایک جہاز مصر سے آیا اور سمین بنگلور کے دو حاجی آئے تھے اونکی زبانی  
 معلوم ہوا کہ بمبئی سے سوئز تک درجہ سوم کا کرایہ ۵۵ روپیہ اور سوئز سے جدہ تک ۳۲ روپیہ لگتا  
 اور وہ ۲۱ اکتوبر بمبئی سے سوار ہو کر آج ارنومبر کو جدہ پہنچے۔

جدہ کے قریب جوار کا منظر | جدہ کے بلند مکانات پر سے چاروں سمت دیکھا جائے  
 تو عجیب و غریب منظر دکھائی دیتا ہے۔ جانب شرق جبل قرہ اور جبل سعودیہ کی سرنگا کشیدہ  
 چوٹیاں عجب خوش نمائی کے ساتھ نظر آتی ہیں۔ دوسرے چھوٹے چھوٹے پہاڑ صاف دور دور  
 تک دکھائی دیتے ہیں۔ چنپر چھوٹی چھوٹی گھاس کے سوا کسی درخت کا نشان تک نظر نہیں آتا  
 ان پہاڑوں سے نیچے کی طرف ایک وسیع میدان دکھائی دیتا ہے جس میں ایک لاکھ فوج بخوبی  
 ضرورت کے وقت قیام کر سکتی ہے۔ بعض پہاڑوں کی چوٹیوں پر سفید قبہ نما نشانات دکھائی  
 دئے دریافت کرنے سے پتہ لگا کہ یہ کسی قبرین ہیں۔ جانب غرب ام ابشر حضرت خوا  
 علیہا السلام کا قبہ اور مندر کا پانی نظر آتا ہے اور جانب شمال دور دور تک پہاڑی سلسلہ  
 دکھائی دیتا ہے۔ اور جانب جنوب بحر اسیر کا پانی موجیں مار رہا ہے۔ اور ساحل افریقہ کا

کنارہ اگر غور سے دیکھیں تو دکھائی دیتا ہے۔ اس حلقہ میں کوئی درخت سبز و شاداب نظر نہیں آیا۔ جدہ شریف میں قبلہ کا رخ جانب شرق ہے۔

۱۲ نومبر یکشنبہ مطابق ۲۰ ذوالقعدہ۔ آج ہمارے وکیل نے ہم سے کرایہ وصول کیا۔ اور شب کو ایک برتن عمدہ بریانی پلاؤ کا ہر ایک حاجی کے لئے روانہ کیا۔ شریف حسین پاشا کا ہنایت احسان ہے کہ اونھوں نے گذشتہ صوبتین نکال کر ہمارے لئے ایسی سہولتیں پیدا کر دی ہیں۔ لکھو کہا حجاج ادن کے حسن انتظام پر دعادیتے ہیں اگلے کل تکلیفات حرف غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مٹادی گئیں۔ ورنہ اس جدہ ہی میں فی حاجی ۸ اور ۱۰ روپیہ تک دیا کرتے تھے آج فقط ۱۰ روپیہ کس کرایہ کشی اور ۸ رسامان لانے لئے دیا گیا۔ اس مسافت پر اگر سامان ہمارا بھی میں بھی لایا جاتا تو یقیناً ہم کو اس سے آٹھ گنا زیادہ اجرت دینی پڑتی۔ یہ کرایہ ہم سے دو سکرور ہمارے مطوف نے وصول کیا یہ بھی ایک سہولت تھی۔ زبان کی ناواقفیت اور گھر کا بند و بست اور کل سامان کو بغیر نقصان کے اس قدر فاصلہ پر پہنچانا اور اس پر کچھ قلیل کرایہ یہ احسان نہیں تو اور کیا ہے۔

میں نے آج چند خطوط اپنے دوست و احباب کو لکھ کر روانہ کئے۔ اس سال نئے شغاف کی قیمت خود خریدنے سے ۲۰ روپیہ وکیل کی معرفت لینے سے ۲۲ روپیہ تک ہو گئی تھی۔ مستعمل شغاف کی قیمت ۱۲-۱۵ روپیہ تک تھی۔ یہاں بھی وکیل لوگ اپنا مطلب نکال لیا کرتے ہیں۔ بڑی مشکل تو یہ ہے کہ بغیر اونکے ہمارا کام بھی آسانی سے ہرگز نہیں نکل سکتا۔ جو کچھ کام ہے اونکی وساطت سے گھر بیٹھے بغیر تکلیف کے ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں روپیہ کا خیال کرنے سے کام نہیں چلتا ہے۔

جدہ سے ڈاک ہندوستان کو ہفتہ میں دو بار ایام حج میں روانہ ہوتی ہے اور



ایک بار براہ سویرا آتی ہے۔ آج جہاز مجیدی کے مسافر بھی داخل جدہ شریف ہوئے۔ حاجیوں کی روانگی کا سلسلہ تو بمبئی سے بند ہو گیا ہے مگر منور آمد باقی ہے۔ روانہ برابر بمبئی بصرہ اور مصر سے حجاج آتے رہتے ہیں۔

محمود بسونی وکیل جدہ | محمود بسونی وکیل جدہ کی معرفت ہم نے ایک نیا شغف بس روپیہ کو خریدا۔ ۱۳۲۹ھ میں اونٹ شبری شغف کی قیمت حسب ذیل تھی۔

اونٹ شغف کی سواری کے لئے ۱۲ روپیہ ۱۰ / شغف نیا۔ قیمت ۱۸ سے ۲۰ روپیہ تک  
اونٹ شبری کی سواری کیلئے ۱۲ روپیہ / گھر کا کرایہ جدہ میں فی کس روزانہ ۴ /  
قیمت شبری بغیر سایہ ۳ روپیہ / اسباب جہاز گھاٹ سے گہر تک لائی کیلئے قلی کو ۸ /  
" سایہ دار ۴ روپیہ / سیر ہی شغف یا شبری پر سوار ہونے کیلئے ۸ /  
کرایہ اونٹ سامان کیلئے ۶ روپیہ ۶ / حق معلم یا وکیل جدہ کا ظاہر اسے کچھ نہیں لیا گیا۔  
اونٹ سامان کا مع ایک آدمی کے ۹ روپیہ ۶ / ممکن ہے اونٹ کے کرایہ میں شامل کر لیا گیا ہو۔ اللہ اعلم  
محمود بسونی بدرہی وکیل نے ہمارے شغاف ہم کو شام کے وقت حوالہ کیا ہم نے چٹانیاں وغیرہ خرید کر کے اچھی طرح سے ادھر سپر سایہ ڈلوایا۔ اور وکیل کے آدمی نے دو چار ٹانگے لگا دیئے جسکی مزدوری ۴ رنی شغف دینا پڑا۔ اور ہم سے کہا گیا کہ قافلہ صبح شافعی نماز کے بعد روانہ ہوگا۔

جدہ سے روانگی | ہم سب دو بجے رات ہی سے اٹھ کر خدا کے گھر چلنے کی تیاری کرنے لگے۔ اپنا اپنا اسباب مستعدی سے باندھ کر رکھ دیا۔ وکیل نے اپنے قلی لائے جنہوں نے ہمارا اسباب دوسرے منزلہ اور چار منزلہ مکانوں سے نیچے اوتار کر ایک جگہ جمع کر دیا۔ اونٹوں کے مالک اور وکیل میں کچھ دیر تک ہمارے دکھادے کے لئے بحث ہوتی رہی۔ آخر دونوں رضی ہو کر سب

اونٹوں پر باندھنے لگے۔ ہمارے جملہ ۱۲ اونٹ تھے۔ سامان کیلئے ۵ اونٹ شبری کے ۲ اور شخاؤف کے ۳۔ سامان والے ایک ایک اونٹ پر چار چار صندوق لادے گئے جو تقریباً تین اور چار من وزن کے درمیان تھے۔ اس سے زائد سباب ہرگز نہیں لیا جاتا ہے۔ آئندہ حاجیوں کو ضرور اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ صندوق میں سامان برابر وزن کا رہے نہیں تو عین روانگی کے وقت جمال بڑی تکلیف دیتے ہیں۔ سامان کو اس صندوق سے نکال کر اوسمین ڈالنا اوسمین سے اوسمین بھرتی کر کے وزن برابر کرنا بڑی مشکل کا کام ہے۔ آرام اسی میں ہے کہ پہلے ہی سے اس بات کا خیال رکھیں کہ وزن مساوی ہو۔ چانول کی دو بوریاں جس میں سو سو سیر وزن چانول ہوتا ہے ایک اونٹ پر لادتے ہیں یعنی فی اونٹ پر چانول دال۔ آٹے وغیرہ کے دو بڑے تھیلے لاد سکتے ہیں۔

شغف میں معمولی ہلکا سا بستر اور کچھ کھانے پینے کی چیزیں۔ پانی کی دو طرحیاں یا مختصر چھاگل۔ بسکٹ روٹی اور کھجوریں جو بدوئن کو دینے کی ہیں حاجتی میں وغیرہ رکھ کر دو آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔ اگر عورت و مرد ہوں تو ایک شیر خوار کو بھی ساتھ رکھ لے سکتے ہیں دو سال سے زائد عمر کے بچہ کو جمال لوگ ضرور کچھ نہ کچھ لئے بغیر نہیں بٹھاتے۔ اس بات کا خیال رکھیں اور اونٹوں سے مفت کا جھگڑا نہ کریں۔

شبری ایک گہوارہ نما ہوتی ہے۔ دو طرف تقریباً دو من اسباب سکر شبری کو اوپر باندھتے ہیں۔ دو آدمی بستر لگا کر اوسمین بیٹھ سکتے ہیں مگر سو نہیں سکتے۔ شغف میں سو کر آرام سے جاسکتے ہیں۔ صبح کے چھ بجے ہمارا اسباب باندھ کر اونٹ پر لاد دیا گیا اور تمام اونٹ ایک وسیع مقام پر جمع ہونے شروع ہوئے۔ اس وقت کا منظر بھی عجیب تھا۔ کوئی شبری گر پڑتی تھی۔ کسی کا سامان الٹ کر اوندھا ہو گیا تھا۔ کوئی شغف زمین پر گر پڑا تھا۔ یہ

پہلا روز تھا۔ جو لوگ پہلے سفر کر چکے تھے وہ کچھ اچھے ہی رہے اور اپنے تجربے سے نفع اٹھایا مگر اون کے سوا دوسروں کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ جس نے کبھی کھڑے اونٹ پر سواری نہیں کی وہ اونٹ پر چڑھتے ہی جھجکتا تھا۔ اوہر عورتوں کا حال کیا پوچھنا خاص کر جنکے ہمراہ شیرخوار بچے تھے۔ عجب آواز اور پکار مچی تھی۔ خدا پھر وہ دن مجھ کو نصیب کرے اور وہ تماشائے عجیب کو دکھائے آمین۔ مجھے تو بہت خوف معلوم ہوتا تھا میں جبیم آدمی ہوں زمین پر ہی چلنا دشوار اتنے بڑے اونٹ پر کھڑے ہوئے کیسے چڑھ سکتا تھا۔ دو چار آدمی میری مدد کو آئے۔ سیر ہی اونٹ کی گردن کے ساتھ لگائی گئی اور میں دو تین کی مدد سے چڑھ تو گیا۔ مگر مارے خوف کے سانس بھڑکی اب دوسری مصیبت بھڑکی کہ میرا ساتھی مجھ سے وزن میں آدھا تھا۔ بہت کچھ سامان بستر وغیرہ اس کی طرف رکھا تب بھی شغف میری طرف نیچے کو جھکا جاتا تھا۔ اوہر بدو جمال بکاپنے لگا۔ "میزان میزان" اور اونٹ اپنی لابی گردن بڑا بڑا کر راستہ دیکھنے لگا۔ اور ہم مارے ڈر کے کہ اب گرے تب گرے پسینے پسینے ہوئے جاتے تھے۔ سبحان اللہ وہ وقت بھی عجب وقت رہا وہ تکلیف اس وقت کی ہزار راحتوں سے بڑھ کر نظر آ رہی ہے۔ بدو کا میزان میزان کہنا میرے ساتھی کا ہنسنا عجب لطف دیتا تھا۔ سارا سامان دو چار پتھروں سمیت میرے ساتھی کی طرف ڈال دیا گیا۔ وہ بیچارہ مصیبت میں گرفتار ہو گیا۔ لیٹنا تو درکنار اچھی طرح بیٹھنا بھی نصیب نہوا اوہر میری جانب بالکل خالی تھی میں آرام سے ذرا لانا ہو گیا۔ اس بیان سے میری غرض یہاں ہے کہ آئندہ حجاج جدہ شریف سے چلتے وقت عموماً اور اونٹوں کے سفر میں خصوصاً اس بات کا خیال رکھیں کہ ساتھی اور آپ ہموزن ہوں تب سیکو بھی تکلیف نہو گی۔ نہیں تو دونوں مبتلائے مصیبت ہونگے۔ یہ نہکتہ بالکل قابل یادداشت ہے۔

ایسے موقع پر بدو لوگ ریت کی تھیلیاں رکھتے ہیں جنکو جدہ وزن کم ہوا دہر کو

رکھ دیتے ہیں۔ اس طرح سے تو ریت رکھینگے مگر ہمارے کھانے پینے کے چانول وغیرہ ہرگز نہیں رکھنے دینگے۔ عجب سمجھ والے ہیں۔ مجھے کوئی راحت اونٹ کی سواری میں نہیں ملی۔ دو روز کا سفر بڑی سخت مصیبت سے گذرا۔ اس سفر میں جب قدر تکلیف ہو وہ عین راحت ہے۔ آئندہ حجاج اگر جیم ہوں اور اس سفر میں آرام پانا چاہتے ہوں تو ضرور ہے کہ اپنے برابر کا جوڑ پیادہ کر لین یا جدہ شریف سے گدھے پر سوار ہو کر سفر کریں۔ اچھا گدھا جسکی رکاب زین وغیرہ اچھی ہو ارزان قیمت پر ملجائیگا۔ چڑھنے اترنے میں بھی تکلیف نہوگی اور گدھے والا خدمتگار رکاکام بھی دے گا۔

اگرچہ تخت روان پر بھی جانا اچھا ہے۔ تخت روان پر جانے میں زیادہ روپیہ خرچ ہونے کے علاوہ راستہ میں چوری وغیرہ کا بھی خوف ہے۔ ہر کسی کی نظر تخت روان کے سوار پر ہوتی ہے کیونکہ یہ سواری امارت کی نشانی ہے۔ ملک عرب میں ایسے نکر جانا گواچور کو وارنٹ سے بلوانا ہے۔ تخت روان کے لئے چار اونٹ ہوتے ہیں دو پر تخت رکھا جاتا ہے جب یہ دو تھک گئے تو دوسرے دو بدل لئے جاتے ہیں۔ اور آدمی بھی زیادہ رکھنے پڑتے ہیں۔ کم از کم چار بدو تو ہمیشہ نزدیک رہنا چاہئے۔

ہمارے اونٹوں کی گنتی باب مکہ کے نزدیک ترکی چنگی آفسروں نے لی۔ بعد کو اونٹ آہستہ آہستہ باہر کی طرف چلنے لگے۔ آٹھ گنتی حضرت خواجہ کا روضہ منورہ ہمارے بائیں جانب نظر آ رہا تھا۔ جیسے شہر سے باہر ہوئے بخشش کی پکار شروع ہوئی۔ ادھر اونٹ والوں نے بخشش مانگنی شروع کی۔ دوسری طرف وکیل کے لڑکے آگئے اور فی اونٹ بخشش لیتے گئے۔ ایک جانب فقرا و مساکین کا ہجوم ہو گیا۔ ہندوستان کے فقرا کا پند ہونا حصہ سرزمین حجاز میں موجود ہے اور کل حجازی فقرا کا اٹھواں حصہ فقط جدہ میں رہا کرتا ہے۔



دم لینے کی فرصت تھی۔ عورتیں بچے بوڑھے جوان لنگڑے لوے اندھے طرح طرح کے لوگ موجود ہیں طرح طرح کے سوالات کرتے ہیں۔ یہ بھی ایک عجیب منظر تھا۔ نہ معلوم پھر کب ہکو یہ دکھائیگا۔ یہ مانگنے کا سلسلہ جدہ سے باہر تین میل تک برابر جاری رہا۔

جہاں تک میرا خیال کام دیتا ہے۔ غیر معمولی طور پر تکلیف نہیں ہوتی۔ ولو فرضنا کیونکہ تکلیف بھی ہوتی ہو تو یہ فقط اوس کے بخل اور کنجوسی کے باعث ہوگی۔ انسان تمام عمر میں ایک وقت اس مقدس سفر کیلئے آتا ہے۔ خرچ سے اگر ڈریگا تو پھر کیسے کام نکلیگا۔ یہ کم حوصلگی اور تنگ چشمی صرف بعض ہندوستانوں میں ہی دیکھی گئی جو بالکل تہیستی سے سفر حرمین الشریفین کیلئے چل کھڑے ہوتے ہیں۔ ورنہ ملائی۔ جاوی۔ ترکی۔ مصری۔ روسی۔ بخاری۔ شامی۔ بصری۔ مغربی وغیرہ حجاج نہایت سارخ حوصلگی سے خرچ کر کے تمام سفر میں راحت و آرام اٹھاتے ہیں۔ جو گھر سے گنکر خرچ لاتے ہیں وہ حجاز میں قدم قدم پر مسکین بکر گزارہ کرتے ہیں۔ حج کے بعد جدہ اور یثرب میں مارے مارے پھرتے رہتے ہیں۔ ہر سال سینکڑوں حجاج جدہ سے بعض کریم النفس امرا کی فیاضی سے ہندوستان کو روانہ ہوتے ہیں۔ بعض ایسے لوگ بھی حج کیلئے نکلتے ہیں جن پر حج فرض ہی نہیں ہے۔ خاص کر ہندوؤں کے ہمراہ عورتیں بکثرت ہوتی ہیں جنکے ساتھ وارث اور محرم تک بھی نہیں ہوتے۔ اس سال ہمارے ساتھ دو عورتیں ایسی تھیں جنکا کوئی محرم ساتھ نہ تھا۔ دوسروں کے بھروسہ مگر اپنے خرچ پر آگئی تھیں۔

تہوڑی ہی دور چلے تھے کہ میرے ساربان سلیمان بدو اپنی کمر سے چاندی کا ایک عمدہ پیش قبض نکال کر مجھے دکھایا اور کہنے لگا کہ یہ دیکھو میں معمولی آدمی نہیں ہوں۔ چند بدو میرے تابع دار ہیں سوا سے میرے کیونکہ کچھ نہیں دینا۔ یہ اوسکا قطعی فیصلہ تھا میں نے چند بسکٹاؤں کھجوریں اسکو دیدیں۔ انکو خوش رکھنے میں حاجیوں کا بہت فائدہ ہے ورنہ وہ تکلیف دیتے

ہیں۔ رسی کاٹ کر سباب گرا دینا۔ اسباب کو زیر و زبر کرنا اور میزان شغذف و شبری کو درست کرنا جس سے گرجانے کا اندیشہ ہے اونکے ادنیٰ کرشمے ہیں۔ غرض ”زردار کا سودا ہے بے زر کا خدا حافظ“ کا معاملہ ہے۔ مجھے تو بدؤن سے بہت آرام ملا۔

اب اونٹوں کی رشتہ رانی عادت پر ہونے لگی۔ ہر ملک کا علیحدہ قافلہ تھا۔ ہندی قافلہ میں ہر صلیح کا ایک ایک قافلہ تھا۔ کہیں دو قطاروں کہیں تین قطاروں میں حسب طرح اونٹوں کو موقع ملتا تھا چلتے تھے۔ کل قافلہ میں ۵ ہزار اونٹ سے زائد تھے اور تقریباً ۵ ہزار حاجی سے کم تھے۔ زمین برابر ہوا تھی مگر دونوں طرف فاصلہ پر پہاڑی سلسلہ نظر آتا رہا۔ پہاڑ صاف بغیر درخت گھاس وغیرہ کے تھے۔ ۴ یا ۵ میل تک جدہ کی بلند عمارتیں دکھائی دیتی رہیں۔ ہم باب کے سے نکلتے ہی جانب شرق چلنے لگے۔ ۵ میل کے بعد ایک پہاڑی وادی میں گذر ہوا۔ اور پہاڑ ہمارے دونوں جانب کی قدر نزدیک ہو گئے۔ یہ وادی کبھی تنگ اور کبھی کشادہ ہو جاتی تھی۔ اور یہ سلسلہ برابر کہ معظمت تک قائم رہا۔ جتنے نقشے آجتا میری نظر سے گذرے ہیں مجھلا غلط معلوم ہوتے ہیں۔ اوسکی وجہ صرف یہی ہے کہ اول تو نقشے کلم بہت ہی چھوٹے پیمانے کے دیکھے گئے جو اٹلاس میں لگے رہتے ہیں۔ اون میں اس قدر گنجائش نہیں ہے کہ یہ سب وادیان دکھائی جائیں۔ علاوہ اسکے شاید آجتا کسی نقشہ نویس کا گذرا و دہر نہوا ہو۔ یوں تو بہت سے یورپین سیاح اس سرزمین پر سے گذر چکے ہیں۔

یورپین سیاحانِ عرب | دنیا کی اسلامی آبادی ۳۲ کروڑ کے قریب بتائی جاتی ہے

اس میں بہت سی قومیں بہت سے فرقے اور بہت سی زبانیں ہیں۔ مگر سب میں قدر مشترک اگر ہو تو صرف عربی زبان ہے۔ اسی زبان میں کل مذہبی ذخیرہ ہے۔ قدامت کی تاریخ۔ حیرت انگیز کارنامے۔ سیاست و تمدن۔ اخلاق و آداب حکمت و فلسفہ غرض اسلام کے متعلق جتنے علوم

ہیں سب اسی مقدس زبان میں ہیں۔

اگرچہ مذہب و وطن کے اختلاف کے رو سے یورپ کو عرب یا زبان عربی سے کوئی خاص سروکار نہیں مگر اس خزانہ سے اسکو اسقدر دلچسپی ہے کہ باوجود کفار کو اس مقدس سرزمین میں علانیہ جانے کی ممانعت کلی رہنے کی صرف زبان اور ملک کے حالات کی تحقیقات کے لئے پندرہویں صدی عیسوی سے آج تک متعدد وفد ملک عرب میں اپنا بھیس بد لکر اور اپنی عزیمتوں کو خطرے میں ڈال کر جا چکے ہیں۔

سب سے اول ردما کا ایک شخص لدو یکو بارتیماس ۱۵۰۳ء میں مکہ کو گیا تھا جس کا سفر نامہ ۱۵۵۵ء میں شائع ہوا جو زیادہ صحیح اور فاضلانہ پیرایہ میں لکھا گیا ہے۔ تمام روپین سا جان عرب کے نام ضروری کو ایف کے ساتھ درج ذیل ہیں۔

ردما	نام سیاح	سہ ہجری میں اوسے سفر کیا ہے	کیفیت
۱	لدو یکو بارتیماس	۱۵۰۳ء	یہ شخص مکہ کو گیا تھا اور اسکا سفر نامہ ۱۵۵۵ء میں شائع ہوا ہے
۲	جوزف ٹپس	۱۶۷۸ء	یہ انگریز سیاح ہے جس نے اپنا بھیس بد لکر عرب کی سیاحت کی
۳	جان ری	۱۶۹۳ء	اسکا سفر نامہ مطبوعہ ۱۶۹۳ء انگریزی میں موجود ہے۔
۴	کپتان مارٹیل	۱۷۰۸ء	یہ شخص فرینچ فوج کا کپتان تھا اس نے ملک عرب کی خوب سیر کی
۵	ینوئیس	۱۷۶۱ء	یہ شخص جرمنی الاصل ہے اور اسکا سفر نامہ زبان جرمنی میں شائع ہو چکا ہے۔
۶	سید حسن جمیس	۱۷۸۱ء	ان دونوں باہم ملک عرب کی سیاحت کی ہے۔
۷	ہنری روک		

سج	نام سیاح	سنہ حرمین سفر کیا	کیفیت
۸	علی بے	۱۸۰۶ء	یہ شخص واصل ہسپانوی تھا۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں بہت دنوں رہا ہے اسکا سفر نامہ تصادیر و جلد دین شایع ہو چکا ہے
۹	برٹن	۱۸۵۳ء	یہ دونوں سیاح مکہ اور مدینہ میں بہت دنوں رہے ہیں۔
۱۰	سادلیر		
۱۱	میجر ولیم گفرڈ پالگریو	۱۸۶۲ء	یہ شخص ساتویں رحمت راجپوت انگریزی میں میجر تھا اس نے وسط عرب اور شمال عرب کی سیاحت کی ہے۔
۱۲	ولینڈ	۱۸۳۶ء	
۱۳	وریڈ	۱۸۴۳ء	
۱۴	والن	۱۸۴۸ء	
۱۵	پیلی	۱۸۶۵ء	
۱۶	رنزو مانسونی	۱۸۷۷ء	یہ شخص اطالوی فلا سفر ہے
۱۷	ہالوے	۱۸۷۰ء	
۱۸	جان لوئیس برکھارڈ	۱۸۱۴ء	یہ بہت مشہور سیاح عرب کے اسکا سفر نامہ مقبول عام ہو چکا ہے
۱۹	ایچ ہٹل	۱۸۶۲ء	اوسنے اپنا بھیس بد لکر حرمین الشریفین کی سیرو زیارت کی ہے اور اسکا سفر نامہ شائع ہو چکا ہے۔
۲۰	ٹی۔ ایف۔ کین	۱۸۸۰ء	اسنے اپنا بھیس بد لکر مقام مقدس کی زیارت کی ہے اور اسکا سفر نامہ شائع ہو چکا ہے۔
۲۱	بنٹس	۱۸۷۹ء	
۲۲	موسیو چارلس ہوبز	۱۸۸۱ء	



۲۳	بیرن نولڈ	۱۸۹۳ء
۲۴	نول	۱۸۹۳ء
۲۵	والٹر مارکس	۱۸۹۳ء
۲۶	ٹینٹ	۱۸۹۴ء
۲۷	پکتان لیچ میان	۱۹۱۰ء

ان کے علاوہ (۲۸) سی۔ ایم۔ ڈوٹی (۲۹) روئیمر (۳۰) ہلٹن (۳۱) ڈنگلاس (۳۲) کنوٹھر (۳۳) ہرکراچی وغیرہ نے عرب کی سیاحت کی۔ بدویوں کے لباس میں رکھو عربی زبان سیکھی۔ ان سب میں ہرکراچی کا سفر نامہ سب سے عمدہ ہے جو مکہ منظمہ میں بہت دنوں رہا ہے۔ اس کے سفر نامہ کا نام ہی ”مکہ“ ہے۔ جو دو جلدوں میں مع تصاویر شائع ہوا ہے مسلمانوں پر عموماً اور اہل علم پر خصوصاً ان کا یہ احسان کیا کچھ کم ہے کہ بدوؤں نے عرب کے ریگستانوں میں بگولوں کے مانند پھرا کئے طرح طرح کی تکالیف برداشت کر کے اپنی معلومات سے ہمکو آگاہ کیا۔

ان ۳۳ سیاحوں کے مقابلہ میں سولے شیخ ابن بطوطہ کے دو ایک گنتی کے مسلمان شاید ہی نکلیں گے جنہوں نے باوجود مسلمان ہونے کے مسلمانوں کے حالات مقدس و متبرک مقامات اور اپنے چشم دید واقعات وسط عرب سے ہمکو آگاہی دی ہو۔

موجودہ زمانہ میں اہل اسلام کی عجب بدقسمتی ہے کہ اگر کوئی باہمت مسلمان ایسی سیاحت کی تکالیف برداشت کر کے اپنی معلومات سے لوگوں کو فائدہ پہنچانا چاہتا ہے تو بعض کوتاہ اندیش جاسوسی کا بدناما دیہہ لگا کر اس کو بدنام کرنے کے درپے ہو جاتے ہیں اور بیجا الزام لگاتے ہیں کہ دیکھو خود مسلمان ہو کر مسلمانوں کے حالات اور مقامات متبرکہ کے

کوائف سے کفار کو آگاہ کرتا ہے۔ شاید ان کو تاہ مینون کے خیال میں یہی ہو کہ یورپین قومیں ملک عرب کے حالات سے واقف ہی نہیں ہیں۔

مذکورہ بالا بیان سے میری غرض یہی ہے کہ عرب کا ملک ایک ایسا ملک ہے کہ مسلمان ہی نہیں بلکہ کل اقوام دنیا کو وہاں کے حالات معلوم کرنے میں نہایت دلچسپی رہتی ہے اور جتنے حالات وہاں کے ہندوب دنیا کو معلوم ہوتے رہینگے وہ فنہ مکرر کا مزہ دیتے رہیں گے۔

پھر میں اپنے سفر کے طرف رجوع کرتا ہوں۔ راستہ جدہ شریف سے مکہ معظمہ تک ہموار صاف اور تسلی وادیوں میں سے گذرتا ہوا تین یا چار میل کے بعد ایک وادی سے گذر کر دوسری میں داخل ہوتا ہے۔ اس موڑ یا ٹکڑ پر ترکش گورنمنٹ کے آڈٹ پوسٹ اور مورچے ہیں۔ ہر ایک مورچے کے نزدیک راستہ کے قریب ایک قہوہ خانہ بھی ہے جہاں پانی اور قہوہ تربوز وغیرہ موسمی میوہ اگر کچھ ہوں ملتا ہے۔ قافلہ کے آمد و رفت کی اطلاع بگل کے ذریعہ دو سکرادٹ پوسٹ کو اگلے دنوں و بجاتی تھی۔ مگر اب جمعہ سٹی کے ذریعہ دیکھائی ہے۔

جدہ سے دو راستے مکہ معظمہ کو جاتے ہیں۔ ایک تو وہ ہے جس پر ہمارا قافلہ چل رہا ہے دوسرا ہماری بائیں جانب ہے جس پر تار لگا ہوا ہے۔ راستہ میں کہیں کہیں موٹی گھاس بھوسیت میں ملتی گئی۔ ہم بجے شام کو ایک وسیع میدان ملا جو پچھلے سے ۴ میل پر جانب شرق واقع ہے۔ اس میدان میں وقت ضرورت ایک لاکھ آدمی رہ سکتے ہیں۔ یہیں کہیں کہیں سبزی کے آثار بھی دکھائی دے رہے تھے۔ آج کار و زانوٹوں کی رفتار فی گھنٹہ ۲۱ میل کے قریب ہی ہم لوگ بجے شب کے مقام بحیرہ میں داخل ہو گئے۔

**مقام بحیرہ** شغدف اور شبری والون کو بدوی لوگ "اربع اربع" پکارنے لگے۔ اس سے یہ غرض تھی کہ چار آدمی آؤ۔ اور دنٹ سے شغدف اور شبریون کو اتار دو۔ فوراً چار آدمی ایک دوسرے کی مدد کو حاضر ہو گئے۔ یہاں یہ بات یاد رکھنا چاہئے کہ جب پڑاؤ پر آکر دنٹ اپنی مقررہ جگہ پر کھڑے ہو جائیں تو فوراً سیڑھی لگا کر دنٹ سے اتر جانا چاہئے۔ اگر زمانہ ہمراہ ہو تو پہلے خود اتر کر بعد میں اونکو بھی بڑے احتیاط سے اتارنا چاہئے۔ بچے وغیرہ ساتھ ہوں تو بچوں کو اتار کر ایک جگہ حفاظت سے بٹھا دینا لازم ہے۔ جیسے مسافر اتر جائیں پھر شغدف اور شبریون کو اتارنا چاہئے۔ بدو ہزار علیہ کریں مگر تم اونکو نرمی سے سمجھا دو۔ اس وقت اون کے ساتھ تکرار یا سخت کلامی ہرگز نہ کرو۔ نہیں تو دھوکا کھاؤ گے۔ اس وقت وہ بہت تھکے ہوئے ہیں۔ بھوک اور پیاس کا غلبہ رہتا ہے کوئی سختی کی بات بھی اونکو بُری ناگوار معلوم ہوتی ہے۔ اگر تم اپنا آرام چاہتے ہو تو اس وقت فی شتر بان جو تمہارے ساتھ ہو دو یا چار آنے اون کے ہاتھ پر رکھ دو۔ پھر دیکھو کہ وہ کیسے نرم پڑ جاتے ہیں اور تمکو کس قدر آرام پہنچاتی ہیں غرض ہم اپنے اونٹوں سے اتر گئے۔ جسے ذرا بھی دیر کی اونکے شغدف یا شبریون کو بدو اونٹوں پر سے گرا کر فیر ڈبنگئے۔

موضع بحیرہ سے جانب شرق تقریباً ۲۵ میل سے کم ہو گا۔ یہاں ترکی پیدل اور گھوڑ چڑھی فوج مع توپ خانے کے رہتی ہے۔ سات توپین ہیں۔ فوج نہایت چست و چالاک اور نئی وردی میں تھی۔ کیا ولری کے گھوڑے بھی عربی نسل کے ایک ہی رنگ کے دیکھے گئے۔ صبح اور شام فوج کی باقاعدہ پریڈ ہو کرتی ہے بحیرہ اور اوسکے قریب جوار کی آبادی تقریباً ۲ ہزار ہے۔ وادیوں میں جو بدوی قبائل بود و باش رکھتے ہیں۔ اگر اونکو بلا لیا جائے تو ۲۰ ہزار نفوس تک ہوگی۔ پانی یہاں کا زرا کھاری ہے۔ دوکانیں بھی موجود ہیں۔ ترکی

اور عربی مذاق کا کھانا ملتا ہے۔ میوہ طایف شریف سے آتا ہے۔ مجھے بہت بھوک لگی تھی  
 میں نے اپنے ساربان سلیمان سے کہا بازار کو چل۔ اوسنے فوراً اپنی تلوار اوتھالی اور میرے  
 ہمراہ ہو گیا۔ میں بھی تو کھانا علی اللہ اوس اندھیرے میں اوسکے ساتھ ہو لیا۔ تقریباً دو فرلانگ  
 تک ہم دونوں چلے گئے۔ میرے دل میں اون سنی سنائی باتوں کا خوف تو ضرور تھا کہ بدویسے  
 ہین اور ویسے۔ میں ڈرتا رہا کہ کہیں مجھے دھوکا نہ دیا جائے۔ مگر پھر صرف میرا خیال اور وہم ہی تھا  
 اوسنے مجھ کو بازار کی ایک وسیع گلی میں لیجا کر کھڑا کر دیا۔ دو چار کھانے کی دوکانیں بتائیں۔ آخر  
 ایک دوکان میں بیٹھ کر ہمنے کھانا کھایا۔ بدو کو بھی خوب سیرکھ کھلایا۔ خود اوسنے کہا کہ میری طبیعت  
 اسیر ہو گئی۔ ہم دو آدمیوں کے لئے عرب دوکاندار نے ہم لیا۔ حسین ۶ روکا ایک خر بوزہ بچا  
 تھا۔ اور پانی کی دو صراحیان بھی شامل تھیں۔ میرا بد و بہت خوش ہو گیا کہ شکم سیر کھانا مل گیا۔  
 دریافت کیا کہ کرسی چاہئے؛ اول تو میں "کرسی" سمجھا نہیں۔ بعد کو معلوم ہوا کہ عرب لوگ  
 اپنے محاورہ میں کھاٹ یا پلنگ کو کرسی کہا کرتے ہیں۔ میں نے اس سوال کو نعمت غیر مستقیم  
 خیال کر کے جواب دیا کہ بیشک روکرسیان میرے لئے لاؤ۔ اوسنے مجھے لیکر فوراً دو کھٹے  
 لادئے جو بیکرہ میں بھجوا دس شب کے لئے بہت ہی قیمتی اور اعلیٰ درجہ کے اسپرنگ و  
 پلنگ سے بھی عمدہ معلوم ہوئے۔ درندہان کی ریت اور مٹی سے کل بستر میرا خراب ہو جاتا  
 خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اوسنے ایسے جگہ میں بھی ہکو پلنگ پر لایا  
 ہم تمام دن کے جو تھکے ماندے تھے اپنے کھٹے پر آرام سے لیٹ گئے۔ مگر رات بھر نیند نہ آئی  
 دو بجے راستے سے پھر شور و پکار شروع ہو گئی۔ اور چلنے کی تیاری ہونے لگی۔ لوگ مار خوف کے  
 جہان سوتے تھے وہیں بول دہرا کرنے لگے۔ جو شخص نڈرا اور دبیر تھے وہ ذرا دور جا کر  
 رفع حاجت کیلئے بیٹھے۔



ہم بچے نماز شافعی کے وقت ہمارا قافلہ جانب بیت اللہ شریف روانہ ہو گیا  
 آج بدون نے زرا سختی کرنا شروع کی جن لوگوں نے اون کو بخشش ہی ندی تھی اون کے  
 شغاف اور شبر لون کو زرا ڈھیلا باندھا جیسے اونٹ کھڑے ہوئے توڑا گر پڑے۔ ایک شہری  
 من لودھیانہ پنجاب کی دو عورتیں تھیں۔ اونھوں نے شاید غربت کی وجہ سے اپنے اونٹ والے  
 کو کچھ نہیں دیا تھا۔ اونکی شہری تین وقت اونٹ سے گری بیچارہ بیاں بہت کچھ کہتی تھیں۔ مگر بد  
 سنتا ہی تھا۔ نہ وہ عورتیں بخشش کے نام سے کچھ دیتی تھیں۔ آخر میں نے اپنے جمال سلیمان سے  
 بہت کچھ کہہ کر اون کی شہری کو درست کر دیا۔ صبح ہوتے ہوتے ہم جردہ میں داخل ہو گئے۔  
 صبح کا سہانا وقت تھا میرے ساتھی جمعدا عبد العفور صاحب نفث بندی کو لاری  
 نہایت خوش الحانی کے ساتھ پیہ پیہ غزل پڑھتے رہے جس کا میرے دل پر بہت اثر ہوا۔ میں حاجی  
 صاحب سے مکرر رہ کر پڑھوا کر سنتا اور لطف اٹھاتا رہا۔

## غزل

- \* وہ دن خدا کرے کہ مدینہ کو جائیں ہم \* خاک در رسول کا سیر بنائیں ہم \*
- \* جالی پکڑ کے صنو اقدس کی ہاتھ سے \* حبال دل رسول خدا کو سنائیں ہم \*
- \* آنکھیں ملین وہ رو اطر سے اور کبھی \* چوین دلے نہ سر کو دہان سے اٹھائیں ہم \*
- \* یارب وہ شوق دے کہ مدینہ کو پہنچ کر \* دامن پکڑ کے حبیب کے پرزوار بنیں ہم \*
- \* آنکھوں سے اپنے چن مدینہ غاروں کے \* زخم جگر کے واسطے مرہم بنائیں ہم \*
- \* قسمت پہ اپنی بخش کرین سو ہزار بار \* روئی نہی کو خواب میں دیکھ جائیں ہم \*
- \* احمد کی بھد دعا ہے تم سے بجا خدا \* دن وہ بھی تو دکھائے یز کو جائیں ہم \*

غزل شاعری کے لحاظ سے خواہ کیسی ہی ہو مگر اس وقت آبجیات کا مزہ دیکھی۔

**حدہ** | بحیرہ سے حدہ چار میل جانب شرق واقع ہے۔ یہاں پر آبادی تھوڑی اور میدان بہت وسیع ہے۔ پہاڑوں کا سلسلہ زرا دور ہوتا چلا گیا ہے۔ اول قافلے اسی جگہ پر اتر کرتے تھے۔ مگر اس سال بحیرہ میں کیا سب کا انتظام کیا گیا ہے۔ ایک شہر کے لئے فی کس مہر پانی اور لکڑی کے لئے دیا گیا جو میری رائے میں کچھ زیادہ تھا۔ حدہ کے چاروں طرف بلند پہاڑ بالکل صاف ہیں۔ یہاں ایک قلعہ اور بازار ہے۔

صبح ہونے کی دیر تھی کہ بدو لوگ شیش روٹی وغیرہ مانگنے لگے۔ راستہ ہموار۔ وسیع اور ریٹلا تھا۔ راستہ پر ایک کنواں اور باغ نظر آیا بعض بعض جگہ بدوؤں کی چھوٹی چھوٹی آبادیاں ہمارے دینے بائیں پہاڑ کے دامن میں نظر آئیں۔

**مترجم کی ضرورت** | زبان کی نادانیت سے پورا لطف سفر کا نہیں ملتا ہے۔ میرے نزدیک ایک لائق مترجم کی ضرورت کو روزمرہ محاورات کو سمجھ اور بول سکتا ہو جدہ سے ہمراہ لانا چاہئے۔ اگر کوئی مسافر خود زبان اچھی طرح سے جانتا ہو تو اور بات ہے۔ نہیں تو بڑی قوت پیش آئیگی۔ بالخصوص اون لوگوں کو جو دریافت حالات کے مشتاق ہیں عجب مایوسی کا سامنا ہوتا ہے۔ بہت سے معاملات ایسے پیش آتے ہیں جن میں بولنے کی ضرورت ہوتی ہے اور بہت سی چیزیں ایسی پیش نظر ہوتی ہیں جن سے واقف ہونے کو جی چاہتا ہے۔ مگر عدم واقفیت زبان یا عدم موجودگی مترجم کی وجہ سے مجبوراً خاموش ہونا پڑتا ہے۔ میرے ساتھ اگر مترجم نہ ہوتا تو مجھے سفر کا لطف ہی نہ آتا۔

مترجم کے انتخاب میں بھی بہت کچھ غور و خوض لازم ہے۔ اکثر نابکار اور ناقص لوگ جلدی میں ملجایا کرتے ہیں۔ جو ہمارے مطلب کے نہیں ہوتے اپنے ہی مطلب کے یار ہوتے ہیں ان کے ساتھ ہونے سے الٹی رحمت ہوتی ہے۔

**حدیقات حرم** | قافلہ ۱۲ بجے کے قریب میقات حرم میں داخل ہوا۔ اسے کے دونوں

جانب رو بجستہ منارے اور ایک کنواں ہے۔ ایک مزار بھی کسی بزرگ کا واقع ہے۔ یہ بھی سنا گیا کہ یہ وہ مبارک و متبرک مقام ہے جہاں حضرت رسول خدا احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے

درخت کے نیچے بیعت لی تھی جس کا ذکر قرآن پاک میں یوں آیا ہے لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ

عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ لَا يَخْفَى

وقت درخت کا نشان نہیں ہے۔ لوگ یہی کہتے ہیں کہ مزار اس وقت جہاں سے اسی جگہ

وہ درخت تھا۔ اور بعض روایتوں سے اس درخت کا نشان مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس

بتایا جاتا ہے۔ جہاں اب عمرہ بجالاتے ہیں۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ لوگوں نے دو رکعت نفل

نماز تبرکاً اس مقام پر پڑھی۔ اور بہت سے لوگ ادنا سوار یوں سے نیچے اتر کر پیدل چلنے لگے۔

مکہ معظمہ کے بہت سے گدے مع زین و رکاب کے آگئے۔ بہت سے حاجی اپنے اونٹوں کو چھوڑ

گدھوں پر سوار ہو کر خدا کے گھر میں داخل ہوئے۔ یہ اپنا اپنا خیال ہے اونٹ کی سواری چھوڑ کر

گدھوں پر سوار ہونے کی ایسی کیا ضرورت ہے۔

آجکار اسے بہت سی تنگ اور کہیں وسیع وادیوں میں سے ہوتا ہوا گذرا۔

ایک ترکش بیٹری جانب جدہ جاتی ہوئی ملی۔ سپاہیوں کا لباس بہت عمدہ اور نیا تھا۔ دوپٹا

تھیں۔ ہتھیار اور تلواریں بہت صاف و شفاف نظر آئیں۔ مدعو ہیں داخل ہوتے ہی مساکین و گدا گرو

کا ہجوم شروع ہو گیا۔ سینکڑوں کی تعداد میں لوگ آ کر طرح طرح کے سوالات کرنے لگے۔

کے قریب ہم کو جیل نور دکھائی دیا۔ جہاں پر حضرت رسول خدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی

اللہ علیہ وسلم کا صدر مبارک شق ہوا تھا۔ اوپر ایک سفید گنبد دکھائی دیتا ہے۔ اس وقت

کی خوشی کا بیان اور مسرت کا اظہار غیر ممکن ہے۔ یہی وہ سنبل مقصود تھی جس کے اشتیاق و

شوق زیارت نے ہمیں اس قدر دوردوز کا بحرِ یادِ بری پہنچا کر دیا تھا۔ خانہ خدا کی بیعتِ غطبت اوس سلمان کے دل سے دریافت کرنی چاہئے جس کو خوفِ عصیان نے ڈرایا ہو اور اس کو یہ سعادت نصیب ہوئی ہو۔ یا جس نے اپنی تمام عمر میں ایک وقت بیت اللہ کی زیارت کی ہو اور اس نے زیارت کے بعد حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ کر الوداع اور الفراق یا حرم اللہ یا بیت اللہ

پڑھا ہو۔

داخلی مکہ معظمہ | ۲ بجے کے بعد وہ عمارات مقدسہ نظر آنے لگیں جسکے دیکھنے کو مدت سے

ہماری آنکھیں ترس رہی تھیں۔ اور جسکا ہم کو بہت دنوں سے انتظار تھا۔ آج ہماری تمام عمر کا وہ مقدس روز تھا کہ ہم نے بیت اللہ کو دیکھا۔ آنکھوں سے بے اختیار آنسو روان ہونے لگے۔ لوگوں نے دعائیں پڑھنا شروع کیں۔ شہر مکہ کی سب سے پہلی عمارت جو ہم کو نظر آئی وہ مقام تھا جس پر عاشقِ رسولؐ یعنی بلال رضی اللہ عنہ نے پہلے اذان دی تھی۔ یعنی جبلِ نبیؐ پر مسجد بلال رضی اللہ عنہ کی دکانی دی اس کے بعد مکہ معظمہ کی دیگر عمارتیں یکے بعد دیگرے نظر آنے لگیں۔ مگر حرم شریف کے منارے ابھی نظر نہیں پڑے۔ وجہ یہ ہے کہ حرم شریف آجکل مکہ معظمہ میں اطرح ہے جسے صدف میں موتی۔ یعنی اوسکے گرد اگر دہری بڑی عالیشان عمارتیں لگی ہیں۔ ہمارا قافلہ چار بجے یعنی عصر کے وقت شہر میں باب المعلیٰ سے داخل ہوا۔ شہر کے نزدیک آنکر بہت سے حاجی ادباً اونٹوں سے اتر گئے۔ شریف مکہ کا سنگ مرمر کا مکان۔ قبورِ شہداء اور جبلِ عرفات دکھائی دیا۔ بکیر و تھیل کی پکا ہوئی۔ ذرا ہی آگے بڑھے تھے کہ راستہ کے دونوں جانب مکہ معظمہ کے لوگ بڑے بڑے ریشمی چوغے پہنے ہوئے قافلہ کے استقبال اور انتظار میں کھڑے نظر آئے۔ اور ہر ایک نے اون میں سے یہی سوال کرنا شروع کیا کہ تم کسکی مطوفی میں ہو اور تمہارا کونسا ملک یا ضلع ہے؟ یہ مجمع جسکا سلسلہ قہوہ خانہ تک چلا گیا تھا معلوم اور مطوفوں کا تھا۔ اور قہوہ خانہ میں تو بیشمار مطوف بیٹھے



حقہ نوشی کر رہے تھے ہمارے قافلہ کو سید عبد الرحمن شلی اور اوس کے مطوفون نے علیحدہ کر لیا اوس کے بعد ہم کو مکہ معظمہ کی تنگ اوپچدار گلیوں سے نکال کر بڑی ہستکی کے ساتھ مولد صدیق اکبر رضے کے پاس کھڑا کر دیا گیا۔

گلیاں بیان کی بہت تنگ ہیں۔ ایسی تنگ گلیوں میں بھی اونٹوں کی دو قطاریں بیکر بدو چلتے ہیں۔ ایسی دنگم دہکا ہوتی ہے کہ الامان۔ جو لوگ اپنے شغف اور شہری میں سوار تھے وہ بہت ڈرتے رہتے تھے کہ اب ٹکر لگی اور گرے اور اونٹوں کے پیروں میں روندے جانے کا بھی اندیشہ تھا۔ نہ جائے ماندن نہ پائے فتن کا معاملہ تھا۔ خداوند کریم کی شان اوس جگہ نظر آتی ہے کہ لاکھوں اونٹ اور حاجی آتے ہیں اور انھیں تنگ گلیوں میں سما جاتے ہیں۔ جب ہمارے اونٹ اتر گئے تو بدو اس قدر جلدی کرنے لگے جس کا بیان نہیں۔ آدمی اترنے بھی نہ پائے تھے کہ اربع اربع پکار کر شغفون کو اونٹوں سے زمین پر گرا دیا اور اپنا سامان مو اونٹ کے لیکر چلتے بنے یہاں پر ایسی افزائش رہی کہ دو ایک چیریں چھوٹی چھوٹی گم ہو گئیں معلم نے ہم کو اپنا ہمان بنا کر اپنے ہی مکان میں اتارا۔ اوس شب کو ہماری دعوت کی۔ بریانی کا ایک برتن فیرنی کی ایک کابی اور دو سمو سے رکھ کر میرے پاس بھی روانہ کیا۔ دو تین آدمیوں نے بخوبی سیر ہو کر کہا۔

شام کو کھانا کھانے کے بعد سلم نے اپنے سب حاجیوں سے کہا کہ تیار ہو جاؤ زیارت

بیت اللہ طواف القدوم اور سعی صفامردہ کے لئے ابھی جانا ہوگا۔ یہ ٹردہ سنتے ہی عاشقان الہی بعضے تو کچھ کھائے بغیر ہی تیار ہو گئے بعضوں نے کچھ کھا لیا۔ اور سب لوگ مقام مولد ابو بکر صدیق رضے کے پاس جہاں ہمارے معلم کا گھر ہے جمع ہو گئے بعض کاہل الوجود لوگوں کی وجہ سے زرا دیر ہو گئی جو اور دن کو بہت شاق گذرا۔ قاعدہ ہے کہ اول روز معلم اپنے کل حاجیوں کو اکٹھے جمع کر لے کر لے جاتے ہیں۔ غرض کل تک ایسی حجاج و بچے شب کے جانب بیت اللہ شریف روانہ ہو

**حرم شریف میں داخلی** | ہم اپنے جوش و ذوق میں مدہوش زیارت بیت اللہ کی

لو لگائے ہوئے جو کچھ دعائیں ہمیں معلوم تھیں پڑھتا رہتا پڑھتے جاتے تھے رستہ میں تکبیر و تہلیل بڑے زور و شور سے سب مل کر کہتے گئے۔ اب اس وقت کا حال پوچھو کہ کیا تھا۔ ہم خود اپنی حالت کو نہیں سمجھتے تھے کہ ہم کہاں جا رہے ہیں اور یہ کونسا مقام ہے۔ ہمارے بڑے رشتہ اور ہمارے پاؤں بیت خداوندی سے کانپ رہے تھے۔ اور ہماری آنکھیں شرم سے نیچی تھیں۔ اور ہم حیران تھے کہ کس طرح منہ دکھائیں۔ اور کیا لیکر بیت اللہ اور حرم خلیل اللہ کو جائیں۔ ہمارا خردش دل ہماری آنکھوں کو روکنے سے اپنی فرصت نہیں دیتا تھا کہ ہم دیکر قدم رکھیں۔ ہر قدم پر ٹھوکرین کھاتے ہوئے ایک دوسرے پر گرتے تھے۔ وہاں یہ حالت تھی کہ بغیر روئے ہوئے ایک لفظ بھی دعا کا جو معلوم ہے کہتا تھا۔ ہمارے منہ سے نہیں نکلتا تھا جیسے جیسے ہم مسجد حرم کے نزدیک ہوتے جاتے تھے ہماری گریہ و زاری بڑھتی ہی جاتی تھی اور ہمارے اختیار سے باہر تھی ایسی حالت میں حرم شریف کے باب السلام تک پہنچے۔ اور جیسے ہی حرم شریف کے اندر پاؤں رکھا ہم پر دونی مہیت طاری ہو گئی جسم پر لرزہ پڑ گیا اور کپکپا پاؤں سے آگے بڑھے ایک نور کا عالم ہمارے سامنے تھا اور وہ مقدس مکان جسکی زیارت کو اس قدر دور و دما ز کا سفر اختیار کر کے ہم آئے تھے ہماری آنکھوں کے سامنے سیاہ غلاف اور آگے ہوئے موجود تھا۔

**آج ہم کہاں ہیں؟** | فوراً میرے دل نے مجھے مضطربانہ پوچھا کہ آج ہم کہاں ہیں؟ رحمت

باری نے چمک کر جواب دیا کہ وہاں

جہان کی شان میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ اپنے کلام پاک میں یوں ارشاد فرماتا ہے

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ فِيهِ

آيَاتِ بَيِّنَاتٍ مِّمَّا فَرَغْنَا مِنْ دَخَلَهُ كَانَ اِمْنًا تحقیق گھر مقرر کیا گیا لوگوں  
 کی عبادت کے لئے وہ یہی ہے جو شہر مکہ میں واقع ہے برکت والا دنیا جہان کی ہدایت کے لئے  
 اوس میں بہت سی، کھلی ہوئی نشانیاں ہیں (ایک ان سے) ابراہیم کے گھر مرنے کی جگہ ہے اور جو اوس  
 میں داخل ہوا امن میں آگیا۔ (آل عمران)

جہان کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا مانگی تھی رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ  
 مِنْ ذُرِّیَّتِیْ یَوَا دِ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْحَرَامِ رَبَّنَا لَبِقِیْمُوا الصَّلَاةَ  
 فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْ اِلَیْهِمْ وَاَرْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ  
 یَشْكُرُوْنَ اسی میرے پروردگار میں نے تیرے معزز گھر (خانہ کعبہ) کے پاس اوس سیلابان  
 (مکہ) میں (جہان) کھینٹی نہیں ہے اپنی اولاد کو بسایا ہے اسی میرے پروردگار لوگ نماز پڑھیں  
 تو ایسا کر کہ لوگوں کے دل اوسکی طرف مائل ہوں اور (دوسرے ملکوں کی) پیداوار سے ان کو روزی  
 دے تاکہ یہ تیرا شکر کریں۔ (ابراہیم)

جہان ابوالشہر حضرت آدم علی نبیہا وعلیہ السلام کیلئے جنت کے بیت المعمور بنا رکھا تھا  
 جہان حکیم خدا حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے بیت المقدس سے تشریف لا کر کعبہ اللہ  
 کی بنا کی تھی۔

جہان وہ جنتی پتھر حجرا سود بوسہ گاہ مسلمانان عالم اسوقت تک موجود ہے اور قیامت  
 تک رہیگا۔

جہان کی ایک نماز لاکھ نمازوں کا ثواب رکھتی ہے۔ جہان کی ایک خیر لاکھ خیرات کے برابر ہے  
 جہان اصحاب نبیل کو خداوند تعالیٰ جل جلالہ نے ایک ادنیٰ پرند بابل کے ذریعہ  
 ہلاک کر دیا۔ (سورہ نسیل ملاحظہ ہو)

جہان وہ مقدس و تبرک کنوان یعنی بیرزم موجود ہے جسکی تعظیم میں کھڑے ہو کر پینے کا حکم آیا ہے۔ باوجود لاکھوں گیلن پانی سالانہ خرچ ہونے اور روی زمین پر چاروں طرف جانے کے کبھی آہن کمی نہیں ہوتی۔ اونٹنے کا اوتنا ہی رہتا ہے۔

جہان حضرت ابوہم غیل اللہؑ اپنی بی بی سارہ کے کہنے پر حضرت سیدتنا ہجرہ و حضرت اسمعیل علیہما السلام کو چھوڑ گئے تھے۔ بی بی ہجرہ نے پانی کی تلاش میں کوہ صفا سے مرو تک سات بار دوڑ کر قیامت تک مسلمانوں کے لئے سعی صفا و مروہ کی مثال واجب کر دی جہان خدا کا گھر اور اسکا حرم ہے جو روئے زمین پر سب سے مقدس اور منزہ مقام ہے جہان کسی صحرائی جانور کا شکار کرنا یا کرنے کا قصد کرنا از روی عقائد اسلام قطعی منع ہے جہان ہمارے پیغمبر خدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ جہان پر اس دریم نے جسکی شان مجموعی کا ایک جزو لَوْلَاكَ لَمْ أَخْلَقْتُ الْاَفْلَاكُ ہے حالت تنہی میں اپنے دادا حضرت عبدالمطلب اونکے بعد اپنے چچا ابوطالب کے زیر حمایت پرورش پائی۔

جہان پر آپکا صدر مبارک چار وقت شق کیا گیا۔

جہان پر آپکو خاتم المرسلین کا معزز خطاب ملا۔ آپ کی عمر شریف چالیس سال کی ہونے پر حضرت جبریل علیہ السلام آپکے لئے تمغہ نبوت لائے تھے۔

جہان پر قرآن پاک پہلی دفعہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔

جہان پر آپکی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضا پر دادا عبدالمناف۔ دادا عبدالمطلب

چچا ابوطالب اور ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی کے عزارات مقدسہ موجود ہیں۔

جہان آپ کی مبارک انگلی کے اشارہ سے جبل نبیس پر حجرہ شق القمر ہر مہینہ



جس کا ذکر تشرآن پاک میں موجود ہے۔

جہان اسلام کی بہت داہوی اور کفر ہمیشہ کے لئے نابود ہو گیا۔ پھر قیامت تک یہاں بت پرستی نہو گی۔

جہان حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے حلیل القدر صحابی ایمان لائے اور اسلام کو زور دیا۔ خدا کے حکم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے آنے پر استقبال فرمایا۔

جہان خلیفہ اول و چہارم پیدا ہوئے اور ابھی تک ان کے مولد کے مبارک مقام موجود ہیں جہان خاتون جنت بی بی فاطمہ الزہرا پیدا ہوئیں۔

جہان پر تمام عمر میں ایک وقت حج کے لئے ہر ایک بالغ مسلمان کو آنا فرض ہے۔  
بش طریک وہ مالدار ہو۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (آل عمران)  
جہان سوای اسلام کے دوسرا کوئی مذہب نہیں ہے۔ انشاء اللہ قیامت تک نہیں ہوگا۔  
جہان لاکھوں مسلمان ہر سال حج کیلئے جمع ہوتے ہیں۔

جہان پر روی زمین کے مسلمانوں کا قبلہ ہے

جہان پر زرعیت تو نہیں ہوتی مگر روی زمین کے اشیاء آ کر فروخت ہوتے ہیں اور قریب قریب اونٹین دامون ملجایا کرتے ہیں جتنے پر جانے پیداوار میں ملتے تھے۔ کیون نہو۔  
دعاے خلیل کا اثر ہے۔

جہان حضرت اسماعیل اور حضرت ہاجرہ مدفون ہیں۔ بڑا بات مختلف تین سو بیون کی قبریں جائے مطاف کے نیچے ہیں۔ واللہ اعلم۔

جہان سے ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے دسویں سال معراج ہوا تھا

سُبْحَانَ الَّذِي اَسْرٰى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْمَقْصٰى

الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لَمَّا خَلَقَ

جہان پر نیک بخت خاتون زبیدہ نے ہرزبیدہ نکال کر اہل مکہ کو خصوصاً اور روضہ میں  
کے مسلمانوں کو عموماً قیامت تک اپنا ممنون و مشکور بنایا۔

جان سلطان ترکی سے لیکر ایک ادنیٰ فقیر تک حالت احرام میں ایک ہی سے  
ہیں سلطان کو مجال نہیں کہ قانون خداوندی سے ایک سرو تجاوز کرے۔

طواف کعبہ | سبحان اللہ کہ ابے نیاز در گاہ ہے ہم نے صدق دل سے اوس بارگاہ

صمدیت میں پہنچ کر سید سرار کہا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملائک و لہ

الحمد و هو علیٰ کل شیء قدير پھر باب نبی شبہ سے مقررہ دو عائن پڑھتے ہو

وہاں جا پہنچے جہان کی زیارت کی تمنا ہم کو اتنی دور کھینچ کر لائی تھی اور جس کی دید کی آرزو تمام

عمر رہی اور مرتے وقت تک پھر دوبارہ دیکھنے کی حسرت رہی۔ خدا کی شان جس گھر کی

طرف نادیدہ سجدہ کرتے تھے وہ اب آنکھوں کے سامنے ہے یعنی خدا کا گھر۔ غرض بیت

العتیق کے پاس ہم سب کو کھڑا کر کے طواف کی نیت معلوم نے پڑائی۔ اور جو سمجھا نا تھا

سمجھا کر حجر اسود کے پاس سے شوط کرنا شروع کیا۔ اور جو جود عائن ہر شوط یعنی پھرے

کے لئے مقرر ہیں نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھتے ہوئے طواف کو ختم کیا

اللہ اکبر اس قدر ہجوم تھا کہ تل دہرنے کو جای نہ تھی۔ مونڈے سے مونڈہ چھلا جاتا تھا۔ مجھے

تو سات پھیروں میں فقط ایک وقت بوسہ حجر اسود نصیب ہوا۔ باقی شوطوں میں فقط دورے

ہی اشارہ کر لیا کرتا تھا۔

عاشقان الہی ایسے جذبہ میں تھے کہ کوئی روتا کوئی چیتا اور کوئی پکار پکار کر آہیں

بہرتا تھا عجیب حالت تھی اور سوقت کا منظر بھی بہت دنوں تک میری آنکھوں میں بھرتا رہا

بلا اختیار آنسو آنکھوں سے جاری ہو رہے تھے۔ رحمۃ للعالمین کی وہ جائے مولد شہنشاہ  
ازلی معبود حقیقی کے حضور میں دست بستہ حاضر سر نیاز خم عقیدت کا جوش گناہوں کا  
اعتراف خطاؤں پر شرمساری برائیوں کی ندامت اپنے عجز و عبودیت کے ساتھ  
اوسکی عظمت و معبودیت کا اقرار گناہگار بندہ گویا اوسوقت مرتبہ فنا میں ماسوا کو بھولا ہوا  
زعم بندگی میں سخن اقرب پر بھولا ہوا ہے شفاعت کی امید میں مغفرت کی آرزو میں ہجوم  
کی ہوئی ہیں۔ شان رسمی کے بل پر کثرت عصیان زیب طاق نسیان ہے۔

در کعبہ کے نزدیک جسے منزم کہتے ہیں غلاف کعبہ کو پکڑ کر ہزاروں حاجی رو رہے تھے  
جھک کر سنگدل سے سنگدل کا دل بھی پانی پانی ہو جاتا تھا اور خود بخود آنسوؤں کی لڑی  
سلسل باران رحمت کی طرح جاری ہو جاتی تھی۔ بھکائی بناوٹ سے نہیں روتے تھے دلو  
ایک حرکت ہو کر خود بخود آنسوؤں کا دریا اٹھ اٹھاتا تھا۔ بعد طواف بیت اللہ کے مقام ابراہیم  
پر دو رکعت واجب الطواف نفل پڑھی۔ اور در کعبہ کے روبرو کھڑے ہو کر دعا مانگی۔ اوسوقت  
دل ہی کہتا تھا جو انگنا ہے مانگ لے۔ کریم مطلق کے دروازے سخاوت کے لئے کھلے  
ہوئے ہیں۔ دریا می فیض مبدی فیاض جوش زن ہے۔ رحمت لٹ رہی ہے جتنا ہو  
لے لے۔ تو بارگاہ یزدانی کے سامنے حریص بن۔ وقت کو ہاتھ سے نہ سے۔ اگر موقع کی عظمت  
نے ہوش و حواس کو بجا رہنے دیا تو جیب و امن مرادوں کے بھرے ہوئے ہیں تنہا گئے نھر  
خانہ دل میں مہمان لائے۔ ایسے کریم میزبان غفور الرحیم کے گھر سے جوئے وہ تھوڑا ہے۔  
ع۔ آئے تھے خالی یہاں سے جیب دامن بھر چلے۔

اوس کے بعد منزم شریف پڑ گئے۔ ایک زمزمی بھری ہوئی صراحی تازہ زمزم کی  
اوسوقت کنوین سے نکال کر لایا اور کہنے لگا کہ خوب جی بھر کر پیو۔ ہم یہ کہتے گئے اللھم

اِنِّ اسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَدُرًّا قَاوِیًّا وَشِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ وَسَقَمٍ بِحَمَّتِكَ  
یا ارحم الراحمین اور زمزم شریف پیتے گئے۔ زمزمی کے اصرار نے ہم کو خوب سیر کو  
پانی پلایا اور ہم بھی نہایت شوق سے گھونٹیں اتارتے چلے گئے۔ اوسکے بعد ہم مودبانہ تعمیل احکام  
اور ادای ارکان میں مشغول ہوئے اور باب صفا سے نکل کر نیت سعی کی باندھتے ہوئے صفا  
کی سیر مہیون پر چڑھے۔ وہاں پر مقررہ دعا کو پڑھ کر کعبہ کے جانب دیکھتے ہوئے نیچے اوتر کر چاب  
مردہ روانہ ہوئے۔ راستہ میں مہلئین کے پاس ہلکا ہلکا دوڑنا شروع کیا اور تھوڑی دور آگے  
چل کر ایک اور نشانی ملی وہاں دوڑ موقوف کر کے معمولی قدموں سے چلتے ہوئے مردہ کی  
سیر مہیون پر جا چڑھے صفا سے مردہ تک جانے کو ایک شوط یعنی پھیرا کہتے ہیں۔ اوسوقت  
کی عجیب حالت تھی وہ وقت یاد آگیا کہ حضرت سیدتنا ماجرہ اپنے شیرخوار فرزند اسمعیلؑ کو کسلا  
چھوڑ کر تلاش آب میں اس مقام میں دوڑی تھیں۔ اوسوقت سے ابکرا جب تک لاکھوں انبیاء  
واولیا علیہم السلام اسی طرح اسی مقام پر دوڑے ہیں۔ اللہ اکبر کیا مبارک زمین ہے۔ خدا  
کی عنایت ہے کہ ہمارے ناپاک قدم بھی اس مقدس زمین پر چلنے کے قابل ہوئے۔ یا اللہ  
تیرا کروڑا احسان ہے۔ شاہین سیرانی کا عجیب ظہور ہوا تھا۔ اور سلامی شان شوکت کا  
جلوہ ایک ہی حالت میں خواہ وہ بغیر ہوا یا میرد کھائی دیرا تھا۔ غرض ہم نے سات پھیرے کئے۔  
ہمارے معلم نے ہم سب کو ایک جامع کو کے ایک حجام کی دکان پر بٹھا دیا۔ اوسوقت برابر اس  
کے ۱۲ بچے تھے کس قدر سردی بھی پڑتی تھی۔

**حجاموں کی دوکانیں** | صفا اور مردہ کے درمیان حجاموں کی دوکانیں بکثرت موجود

ہیں۔ ۱۵ منٹ کے اندر بہت سے حجامیوں کی حجامت بنا دیتے ہیں۔ یہاں ہر علم کا حجام علیحدہ  
ہے۔ جو اجرت حجاموں کی دیجاتی ہے اوسمیں کچھ حصہ مسکون کا بھی ضرور ہے۔ میرا حرام تمنع کا تھا



اس وقت حرمین کے موقع کو غنیمت جانتے ہوئے فوراً اس حجام کے روبرو جھکا دیا۔ جس نے دو منٹ کے اندر اندر سارے بال اتار کر رکھ دیئے۔ ۴ راجرت مقرر ہوئی تھی میں نے ۸ روئے۔ میری حجامت جس سے بنائی ہوئی ترک نائی تھا زرا مہذب معلوم ہوتا تھا۔ میں نے خوشی سے جو دیا اسے بھی لے لیا جنھوں نے قرآن کا احرام باندھا تھا آج اون کو حجامت کی تکلیف اٹھانی نہ پڑی۔ وہ طواف سعی صفا و مردہ کے بعد ایام حج تک حالت احرام میں رہے۔ ان کل باتوں سے فارغ ہوئے تک شب کے دو بج گئے۔ گھر کو آنے سے رستہ بھول کر ۱۵ منٹ تک مکہ معظمہ کی گلیوں میں گشت لگانے لگے۔ ایک زمری ملا اس نے مہربانی سے ہمارے قیام گاہ کا رستہ دکھایا۔ اللہ کر کے گھروں پر آکر سو رہے۔

**نکۃ میں گھر کی تلاش** | معلوم کا قاعدہ ہے کہ اول روز اپنے ہی گھروں میں آنا ہوتا ہے

ہیں۔ اس شرط پر کہ گھرنا پسند ہو تو کوئی مناسب مکان لیکر بیان سے ادٹھ جاؤ۔ حاجیوں کو چاہئے کہ جلدی نکریں اور کبھی پچھتاوا نہ کریں کہ ہم نہیں رہینگے۔ ورنہ معلوم حاجیوں کو اپنے بس میں کر لیکر پورا قیدی بنا لیتے ہیں۔ حاجیوں کو اپنے ارادے کے موافق رہنے نہیں دیتے۔ مجھے اور واقعات یا شکایات لکھنے کی ضرورت نہیں۔ میں اپنا ہی ایک وقت لکھ کر ناظرین کے پیش کرتا ہوں اور سپر اپنی اسے قائم کر لیں۔ اب مجھے بیان یہ لکھ دینا بھی مناسب ہے کہ جو باتیں میں بیان لکھونگا۔ وہ میرے تجربہ کی ہیں۔ اس سے میری بے غرض نہیں ہے کہ میں اہل مکہ کی شکایت کر کے اونھیں بدنام کروں۔ نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ میرے پاس اس کو سفر نامہ ہی نہ کہا جائیگا جو کل واقعات پر مبنی نہ ہو۔ معلوم کے متکلف سے تو مشہور ہیں۔ میں بھی اون کو نظر انداز کر دیتا جیسا اور لوگوں نے کر دیا ہے۔ مگر مجھے خوف خدا آیا اور میرے دل نے ہرگز نہیں چاہا کہ کسی واقعی بات کو لوگوں کے طعن کا خیال کر کے چھپا دوں اور خدا کے نیک بندوں کو ان مکر و ہاتھ

سچا نے کی کوشش نہ کروں۔

میرے معلم سید عبدالرحمن شتلی نے ایک مکان میری نیم رضا مندی سے چار سو روپے  
 کر دیا یہ میرے سولہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس کنوئین کے نزدیک گلی کے موڑ پر مقرر  
 کر دیا۔ جو باب ابراہیم سے ۳۲۰ گز جانب جنوب مشرق ہے اور ایک مکان اسی درجہ  
 کے نیچے ۱۲ گنی پرتاجب عبدالغفور صاحب ننگوری کے لئے مقرر ہو گیا۔ میرے پاس  
 ایک خط جناب مولانا مولوی محمد عبدالسبحان صاحب تاجردہ اس کا بنام جناب عبدالحمید صاحب  
 کتبی کے تھا۔ مین دوسرے روز یعنی ۱۵ نومبر مطابق ۲۳ ذوالقعدہ کو باب السلام پر اون سے  
 ملنے گیا۔ اونھوں نے ازراہ مہمان نوازی ایک مختصر مکان اپنی دوکان کے نزدیک متصل  
 باب الزیادہ خفی مصالے کے پاس دس گنی پر مع رہائش و خوراک و عنبر کے بندوبست  
 کر دیا۔ مگر وہ یہ ضرور کہتے تھے کہ بغیر عبدالرحمن کے یہ مکان تم کو نہیں مل سکتا۔ مین اون  
 کی اس تفسیر کو نہیں سمجھا۔ مین نے سید عبدالرحمن سے آکر کہا کہ میرا ارادہ باب الزیادہ کے  
 پاس رہنے کا ہے مین وہاں جانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ سنتے ہی اپنی چالاکی کی باتیں کرتا رہا اور  
 کہا کہ تم اب نہیں جا سکتے ہو مین نے کرایہ مکان کا دیدیا ہے۔ اگر جانا چاہو تو م گنی دیکر چلے جاؤ  
 مجھے یہ بات سخت ناگوار گزری اوس نے سر ہموٹ کہا کہ کرایہ مکان کا دیکھا ہوں ابھی  
 آئے ہوئے ۱۲ گنی بھی نہیں گزے تھے۔ مین اوس کی تقریر سے یہی پا گیا کہ مجھے اب  
 یہ اپنے چنگل سے گرانا نہیں چاہتا۔ مین کوئی نا تجربہ کار نہ تھا نہیں مگر مصلحت وقت پر خیال  
 کر کے خاموش ہو رہا۔ اب کو فکر ہو گئی کہ شاید یہ چلا جائے۔ تھوڑی دیر کے بعد مزاج پر سک  
 کے بہانے سے آکر اوس نے کرایہ مکان ۴۴ شرفی سے پہلے مجھ سے وصول کیا اور پھر  
 پاس بیٹھا رہ کر اور دن سے بھی وصول کر لیا تا کہ مین برائیاں توں۔ مجھے ایک ملازم کی ضرورت

تھی تو ایک شخص با شندہ سراندیب عبدالکریم کو جو گذشتہ سال کسی کے ساتھ حج کو آکر خرچ  
 نہونے کے سبب سے مکہ معظمہ کی گلیوں میں پھرتا تھا ۱۵ روپیہ ماہوار پر سفر کر کے اوس کی  
 سفارش کی کہ یہ آدمی بہت معقول ہے۔ اب مجھ کو ایک طرح کا آرام ہو گیا۔

مکہ معظمہ کی اقامت | میں اپنے ضروری نظام سے فارغ ہو کر ہزار ہا شکر اوس درگاہ  
 بے نیاز میں بجالایا۔ جس نے مجھ جیسے گنہگار کو اپنی آستانہ بوسی کے اعزاز و انجمن سے سرفرا  
 فرمایا۔ اور سبکو ہماری محنت کا ثمرہ بخشا۔ اور یہ توفیق دی کہ آج ہم مکہ میں موجود ہیں۔ ورنہ ہم  
 کہاں اور یہ دولت کہاں؟

شیخ الدلائل کی | سھوڑی دیر آرام کر کے مولانا مولوی حافظ الحاج محمد عبدالحق صاحب قصبہ  
 آبادی شیخ الدلائل و مہاجر کی مدظلہ العالی کی خدمت بابرکت میں پہنچ کر شرف قدر مبوسی  
 حاصل کیا۔ شیخ صاحب کے پتے پر میرے چند خطوط ہندوستان سے آئے ہوئے رکھے  
 جنکو آپ نے میرے حوالہ کیا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ ایک مدت کے طویل سفر کے بعد یہ خطوط  
 مجھ کو ملے ہیں تو خوشی کے ماتھے میرے دل کی کیا کیفیت تھی۔ شیخ صاحب سے میں نے عرض  
 کیا کہ پانچ نسخے دلائل الخیرات کے مہربانی فرما کر صحیح کر دین شیخ صاحب مکہ معظمہ میں پڑے  
 پایہ کے بزرگ ہیں۔ اکثر لوگ آپ کی وساطت سے خطوط منگایا کرتے ہیں جو برابر ملجایا کرتے  
 ہیں۔ آپ نے بہت دن سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں دلائل الخیرات کی اجازت حاصل  
 کر کے مکہ معظمہ میں سکونت اختیار کر لی ہے۔ آپ سے ہزار ہا حاج ہندی۔ مصری۔ شامی۔ بخاری  
 مغربی۔ جادی۔ ترکی وغیرہ ایام حج میں دلائل الخیرات پر ہر اجازت حاصل کرتے ہیں۔ آپ کی  
 ذات ستودہ صفات سے لوگوں کو بہت بڑا فیض پہنچتا ہے۔ آپ کا مکان حرم شریف کے  
 متصل ترکی فوجی بارگ کے نزدیک ہے۔ آپ دلائل الخیرات چرتب الاغظم۔ حزب العبر



اور قصیدہ بردہ کو صحیح کر کے دیتے ہیں۔ اور پڑھنے کی اجازت اپنی خاص مہر کتاب پر لگا کر عطا فرماتے ہیں۔ آپ کا چہرہ بہت نورانی ہے عمر تقریباً ۶۵ سال کی ہوگی۔ آپ طریقہ نقشبندی پر بیعت بھی لیتے ہیں۔ آپ کے ہزار ہا مرید سرزمین حجاز میں پھیلے ہوئے ہیں۔ روزانہ سینکڑوں آدمی آپ کے دولت خانے پر دلائل الخیرات کی اجازت لینے کے لئے دوزانو بیٹھے رہتے ہیں۔ آپ کی تصنیف انیس المسافرین فی بیان مسائل الحج والعمرة و زیارة سید المرسلین بڑی عمدہ کتاب ہے ہر ایک حاجی کو ضرور ایک نسخہ رکھنا چاہئے ضروری مسائل حج و عمرہ اور سمن نہایت شرح و بسط کے ساتھ درج ہیں۔ مجھ کو یہ دیکھ کر بہت خوشی حاصل ہوئی کہ ہند کا ایک شیخ سرزمین حجاز مقدس میں بھی شیخ الدلائل مانا جاتا ہے۔ آپ احب التظیم بزرگ ہیں۔

پیر سید جماعت علی شاہ صاحب صوفی | فدوہ السالکین بدوہ العارفين مولانا و مرشدنا حافظ

الحاج سید جماعت علی شاہ صاحب قبلہ صوفی نقشبندی محدث علیپوری مدظلہ العالی کو میں حرم شریف میں اچانک دیکھ کر نہایت متعجب ہوا۔ عصر کے وقت خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ شافعی مصلیٰ کے نزدیک حضرت پیر و مرشد کو بیٹھے دیکھا۔ اول تو میں بہت غور سے دیکھ کر طواف میں مشغول ہو گیا جب دو سکر شوط میں پیر و مرشد نے مجھے غور سے دیکھنا شروع کیا تو میں سمجھ گیا کہ ضرور میرے پیر و مرشد ہیں طواف سے فارغ ہو کر فوراً خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر شرف قدمبوسی حاصل کیا۔ اس وقت سے پہلے میرے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ آپ اس سال بھی حج بیت اللہ کو تشریف لائینگے۔ چونکہ میری روانگی بنگلور کے وقت آپ نے چند شخصے جو جگان حرم نبوی کے لئے میرے ہاتھ سے روانہ فرمائے تھے اگر خود آنے کا خیال ہوتا تو میرے ہاتھ کیوں بھٹکتے جب آپ بنگلور سے بقصد مراجعت وطن بمبئی داخل ہوئے تو شوق زیارت و انگیز ہوا آپ بمبئی ہی پہنچے بغیر گھر گئے بیت اللہ کی طرف روانہ ہو گئے۔



سنا گیا کہ جب حضرت پیرومرشد قبلہ مظلہ العالی بمبئی میں تشریف فرما ہوئے تو کسی نے آپ کے روبرو یہ شعر پڑھا۔

۵

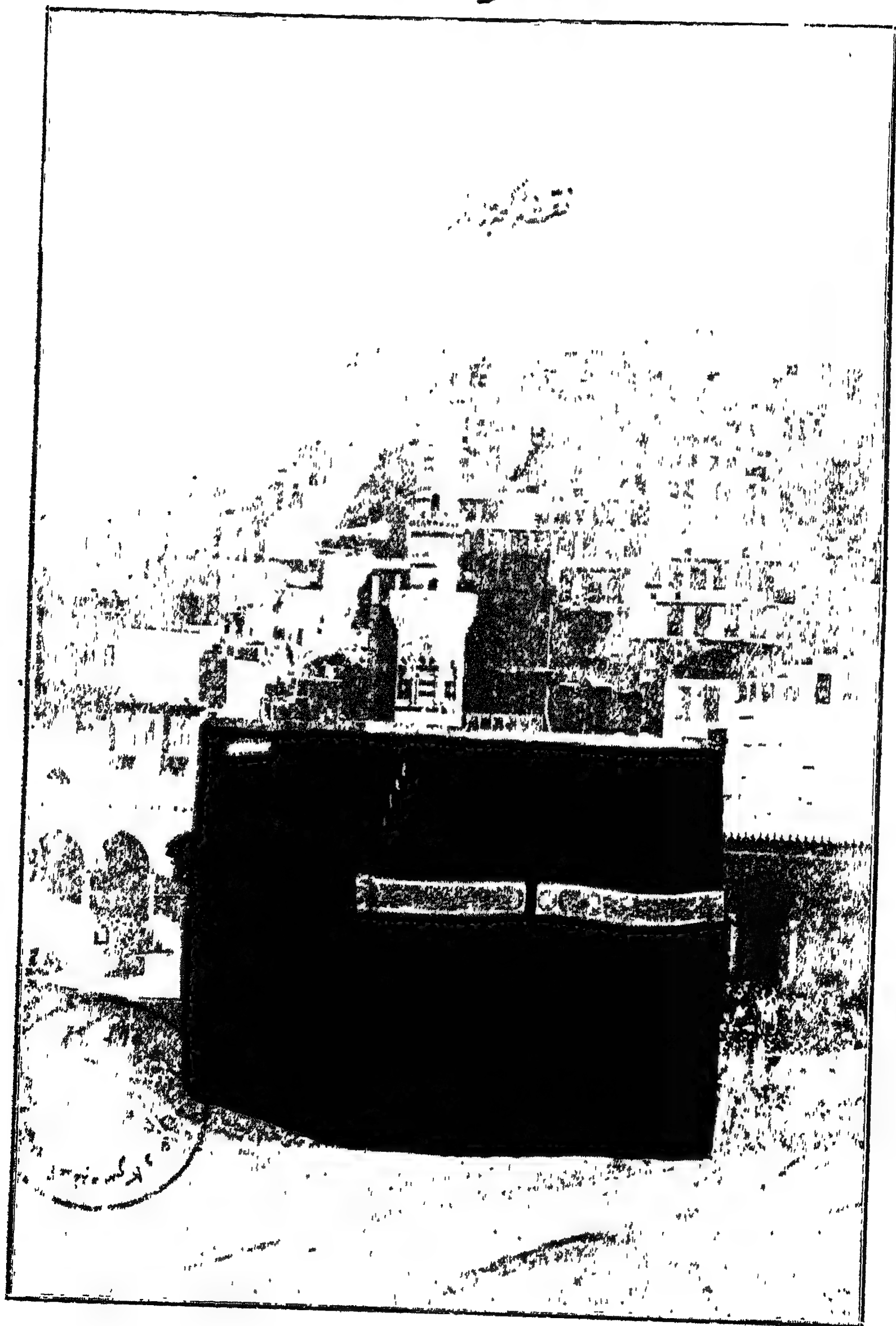
ۛ ڈبویا مجھ کو ہمت نے نہیں پہنچا من تیرے ۛ ۛ بھجوا دوں مجھ کو محبت کا مدینہ آرزو دارم ۛ  
بس یہ سنتے ہی رگ حمیت جوش میں آگئی۔ یکایک خیال مدینہ منورہ کا ہو گیا۔ اور فوراً آپ بمبئی ہی سے جانب بیت اللہ شریف روانہ ہو گئے۔ یہ آپ کا دوسرا یا تیسرا سفر ہے۔

جب تک میں مکہ معظمہ میں رہا اکثر پیرومرشد کی قدمبوسی کے لئے آپ کے دولٹا پر جایا کرتا تھا۔ اکثر قصص اخبار اولیای کرام اور احادیث نبوی آپ کی زبان فیض ترجمان سے شکر مستفید ہوتا رہا۔ یہاں بھی حضرت پیرومرشد کے پاس سینکڑوں مرید اور معتقد قدمبوسی کے لئے آیا کرتے تھے۔ اور بہت سے مرید زمرہ نقشبندیہ میں داخل ہوتے تھے۔ آپ کی طرف سے اون کی تواضع چار شیرینی یا میوہ جات سے ہوا کرتی تھی ہمیشہ آپ کا دسترخوان غیاہ اور امرا کے لئے یکساں کھلا رہتا تھا۔ آپ عصر کے وقت حرم شریف کو جا کر بعد نماز عشاء ہی واپس آتے تھے۔ بائین عصر و مغرب آپ کسی سے دنیاوی گفتگو ہرگز نہیں کرتے۔ ذکر و اذکار ہی میں مشغول رہا کرتے تھے۔ حرم اللہ اور حرم رسول اللہ میں آپ کی یہ عادت تھی کہ سوا سلام یا جواب سلام کے دوسری کوئی دنیاوی گفتگو ہرگز نہیں فرماتے تھے۔ میں بہت خوش قسمت ہوں کہ اپنے پیرومرشد کے ہمراہ رہ کر مزید سعادت حاصل کی۔

قافلون کی آمد | حجاج کے قافلے روزانہ بکثرت آ رہے تھے۔ میرے خیال میں ہر وقت تک دو لاکھ حاجی مکہ معظمہ میں داخل ہو چکے تھے۔ جدہ اور مدینہ طیبہ سے قافلہ پر قافلہ چلا آ رہا تھا۔ اس سال گزشتہ سالوں کی عادت کے برخلاف ۵۵ قافلے مدینہ منورہ کی طرف سے آئے۔ وگرنہ ٹھوٹا دو چار زیادہ سے زیادہ دس قافلے آیا کرتے تھے۔ جادی ۳۵ ہزار

# نقشه تبریز

نقشه تبریز





اسوقت تک مکہ میں موجود ہیں۔ اور ہندی تقریباً ۲۰ ہزار آچکے ہیں۔ دس اونٹ کا قافلہ بھی اس سال بلا خوف و خطر چلا آیا۔ یہ شریف مکہ کے حسن نظام کا باعث ہے۔

**مکہ کا نرخ** | حج کے موسم میں اس سال مکہ معظمہ کا نرخ یہ تھا۔ مگر کبھی ذرا کم و بیش بھی ہوا کرتا ہے۔ بہت فرق نہیں ہوتا۔ گوشت فی اوگہ ۱۲ سے ۱۵ تک۔ ٹاٹر ۶ سے ۸ تک۔ کونڈہ ۴ سے ۵ تک۔ پیاز ۶ سے ۷ تک۔ بھجور ۶۔ انگور ۷۔ انار فی عدد ۱ سے ۲ تک۔ پانی فی مشک ۴ سے ۵ تک۔ حسب موقعہ تیل کرسل کا ۴ روپے۔ پراٹھا جبین ایک چھانک قیمتہ اور دوانڈے ہوتے ہیں ۶ راجکل انگریزی شرفی کا نرخ ۴ روپیہ نقد روپیہ لینے سے او۔ سودا خریدنے سے ۱۵ روپیہ ہے۔ جادی ڈالر انگریزی گنی کو ۵ عددی ڈالر تین روپیہ بلکم و زیادہ ملتے ہیں۔

**بیت اللہ یعنی کعبہ** | صحن حرم شریف میں ایک استطیل مکان پنجہ جو دیوار شرفی سے کیس قدر دور۔ اور دیوار غربی سے کچھ نزدیک کے فاصلہ پر ہے۔ اس عمارت کا طول ۴۱ گز۔ اور عرض ۱۱ گز۔ اور بلندی ۱۶ گز انگریزی ہے۔ اسی عمارت کو کعبہ اور بیت اللہ کہتے ہیں۔ زمین سے اسکی کرسی قد آدم بلند ہے۔ اس کے اندر سنگ مرمر کا فرش ہے۔ اور دیواروں پر چاروں جانب سنگ مرمر نصب ہے۔ اوپر آیات قرانی جلی اور خوش قلم کندہ ہیں۔ وسط میں تین ستون صندل کے بہت موٹے ستادہ ہیں۔ ان ستونوں میں طلائی عود سوز و بخوردان آویزان ہیں۔ خانہ کعبہ کے اندر تقریباً سو نمازیوں کی جائے ہے۔ ایک بور وین سیاح مکہ میں رہ کر کعبۃ اللہ کے ضلاع کو بطرح لکھا ہے جو میرے خیال میں بالکل غلط ہے وہ لکھتا ہے کہ خاص کعبہ یعنی بیت اللہ ۳۴ فٹ ۲ انچ۔ ۳۱ فٹ ۷ انچ۔ ۳۸ فٹ ۲ انچ اور ۲۹ فٹ۔ بلندی ۳۴ فٹ ۲ انچ ہے۔



**تعمیر خانہ کعبہ** | خانہ کعبہ کئے وقت تعمیر کیا گیا جسکی تفصیل یہ ہے :- اول اوسکو فرشتوں نے بنایا۔ دوم حضرت سیدنا آدم ؑ نے بنیاد ڈالی۔ اور بیت المعمور اوپر رکھا گیا۔ حضرت آدمؑ اوس کے گرد طواف و نماز ادا کیا کرتے تھے۔ طوفان نوح ؑ کے وقت خداوند تعالیٰ نے بیت المعمور کو آسمان پر اوٹھا لیا اور حجر الاسود کو حضرت جبریل ؑ نے جبل بقیس پر حفات سے رکھ دیا۔ طوفان نوح کے فرو ہو جانے پر اوس مقام پر جہان کعبۃ اللہ تھا ایک سرخ رنگ کا ٹیلہ نمودار ہو گیا۔

تیسرے بار اسی سرخ ٹیلے اور قدیمی بنیادوں پر حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ ؑ نے بمعیت سیدنا اسمعیل ؑ خانہ کعبہ کو بنایا اوسکی بلندی ۹ گز اور حجر اسود سے رکن شامی تک ۳۲ گز۔ رکن شامی سے رکن عراقی تک ۲۲ گز۔ رکن عراقی سے رکن یمنی تک ۳۳ گز اور رکن یمنی سے حجر اسود تک ۲۰ گز رکھا۔ خانہ کعبہ کے دروازے کو زمین کے برابر رکھا تھا۔ اور کواڑ وغیرہ اوسمیں نہیں لگائے تھے۔

چوتھی دفعہ ایک پہاڑی نالہ کے سیلاب سے عمارت خلیلی منہدم ہو گئی تو عرب کے قبیلہ جرہم نے اوسے بنایا۔ اس دفعہ عمارت کی قدر عمارت ابراہیمی سے بلند بنائی گئی۔ پانچویں دفعہ جب یہ عمارت گر گئی تو قوم عمالیق کے ایک قبیلہ بنی حمیر نے اسکو تعمیر کیا جب نصی بن کلاب خانہ کعبہ کا متولی ہوا تو اوس نے عام پسند سے روپیہ جمع کیا اور کعبہ کو ڈاکرا زسرو نو چھٹی دفعہ تعمیر کیا۔

اس عمارت کے اتفاقیہ حل جانے پر قوم قریش نے ساتویں بار کعبہ اللہ کو بنایا اس تعمیر کے وقت آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سن شریف ۴۵ سال کا تھا۔ اس تعمیر میں قریش نے کعبہ کی بلندی ۱۸ گز کی رکھی۔ یہ بنائے قریش خلفای راشدین کے زمانہ تک ہی۔ آٹھویں

تعمیر اسکی یہ ہے کہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مساحہ میں مطاف کے گرد کے مکانات لوگوں سے خرید کر کے صحن شریف کو وسیع کر دیا۔ اور اس کے گرد اگر قد آدم دیوار بنادی اسی طرح حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں مکانات خرید کر کے صحن حرم کو اور شادہ کیا۔

اسکی نوین تعمیر جب ہوئی کہ یزید بن معاویہ کے زمانہ میں حصین بن عمر سپہ سالار افواج یزیدیہ نے خانہ کعبہ کا محاصرہ کیا تو حضرت عبداللہ بن زبیر نے خانہ کعبہ کو بنامی خلیفہ پر از سر نو تعمیر کیا۔ اور حطیم کی زمین کو اندر لے لیا اور دروازے زمین کے برابر بنا دئے۔ جب ۲۶ رجب ۶۳ھ کو سید عمارت تیار ہو چکی تو مشک و عنبر سے اندر اور باہر دھو کر اوپر خلاف دیبا کا پنھیا گیا۔ اور فرش کو زرد و جاہر سے ارستہ کر کے اسکی کنجیان سونے کی بنائیں دیواروں اور ستونوں پر سونے کے پتر چڑھے۔ دسویں دفعہ جب بنو امیہ کا دور دورہ ہوا تو حجاج بن یوسف نے عبداللہ بن زبیر کی عمارت کو ناپسند کر کے آپکو شہید کر دیا۔ اور خانہ کعبہ کو بنامی قریش پر از سر نو تعمیر کیا اور حطیم کو خانہ کعبہ سے علیحدہ کر دیا۔ یہ تعمیر ۱۲۲ھ میں ہوئی۔ پھر ولید بن عبدالملک نے صحن کو کچھ اور بڑھایا۔ اس کے بعد ابوجعفر منصور نے ۱۶۰ھ میں اس پر دوبارہ ۱۶۵ھ میں صحن شریف کو وسیع کیا۔ پھر معتقد عباسی نے صحن کو بڑھا کر محلہ دارالندوہ کو حرم شریف میں داخل کر کے ایک دروازہ قائم کیا جسکا نام باب الزیادہ ہے یہ تعمیر حجاج بن یوسف کی سلطان مراد خان بن سلطان احمد خان ترکی کے زمانہ تک قائم رہی۔

سلطان موصوف کے زمانے میں حرم محترم کو آگ لگی اور سارا حرم جل گیا تو سلطان مدوح نے گیارہویں دفعہ از سر نو بیت اللہ کو تعمیر کرایا۔ فرش اور دیواروں میں سنگ مرمر لگایا گیا۔ دیواروں پر آیات قرآنی خوشخط کندہ کرائی گئیں۔ اور خانہ کعبہ کے اندر تین چوٹیاں

صندل کی لکڑی کے بہت مضبوط اور موٹے منقش لگا دیئے۔ اور دونوں طرف کی دیوار تک ان ستونوں پر سے ہوتا ہوا ایک چاندی کا لٹھا ڈھلا رکھا ہوا ہے۔ جو دونٹ گول ہے اور اس میں بہت موٹی موٹی چاندی کی زنجیریں لٹکا دیں جس میں سونے کے طرف منسل عود سوز و روشنی کے آویزاں ہیں۔

غرض موجودہ تعمیر بابتویر سلطان مراد خان ابن سلطان احمد خان کے عہد سلطنت میں سنہ ۱۱۴۷ھ میں تمام ہوئی۔ مگر حوض حبشیل کے پہلو پر جو تاربخ ہے اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ سلطان احمد خان نے سنہ ۱۱۳۱ھ میں اس کو بنایا۔ واللہ اعلم۔

**حرم شریف** | مکہ معظمہ میں حرم شریف اس کو کہتے ہیں جس کے اندر خازنہ کعبہ ہے۔ وہی چار دیواری کا احاطہ حرم شریف کہلاتا ہے جو مربع مستطیل کی شکل میں ہے جس کا طول شرقاً و غرباً ۶۳۵ فٹ۔ عرض شمالاً و جنوباً ۳۵۳ فٹ ہے جس کا رقبہ ۳۲۲۵۰ مربع گز یا ۵۰۷۶۷۰ مربع فٹ ہے۔ اس کے درمیان بیت اللہ شریف واقع ہے۔ یہ نانہا صیح اور انگریزی حساب سے ہے۔ شرعی گزوں سے ہم برابر نہیں سمجھ سکتے۔ اسی احاطہ میں ایک وسیع مسجد واقع ہے جس کے چاروں طرف دالان در دالان پانچ پانچ درجے کے قبة نمائے ہیں۔ یہ گنبد نما قبة ۵۰ یا ۶۰ گز اونچے کچھ سنگ مرمر و دیگر عمدہ تھم کے ستونوں پر قائم ہیں۔ ہر درجہ پر عرض تخمیناً گز ہے۔ اس مسجد کے پچھلے دو درجوں میں جو مکانات ہیں یہ بھی داخل حرم شریف ہیں۔ دو قسمت در حجاج زیادہ کرایہ دیکر ان حجروں میں رہتے ہیں۔ کرایہ سالانہ ہوتا ہے اور کبھی کبھی تھوڑے عرصہ کیلئے بھی معاہدے ہو جاتا ہے۔ اسی مسجد کا نام حرم شریف ہے۔

**حرم شریف کے دروازے** | حرم شریف کے ہر چار جانب دروازے ہیں۔ جانب

شمال باب العتیق۔ باب المدرسہ۔ باب القبلی۔ باب الزیادہ۔ باب البیطی۔ باب المحکمہ۔ باب وایہ

جانب شرق باب السلام۔ باب النبی۔ باب العباس۔ باب المعلیٰ۔ جانب غرب۔ باب الوداع۔ باب  
الاکبریم۔ باب العمرہ۔ اور جانب جنوب باب امہانی۔ باب الحکم۔ باب الجہاد۔ باب الصفا۔ باب القصد  
باب المغد اور باب الرب واقع میں۔ اور ان کے علاوہ حرم شریف کے چالیس اور دروازے  
میں مگر زیادہ سی مشہور ہیں جو اوپر بیان کئے گئے۔

حرم شریف کے منارے | حرم اللہ کے گرد سات منارے چار کونوں پر چار اور درمیان  
میں تین ہیں۔ اور باب العمرہ کا منارہ جسکی بلندی تقریباً دو سو فٹ ہے۔ ابو جعفر عباسی نے  
اسکو تعمیر کرایا اسکے بعد اور دن نے مرمت کی۔

دوسرا منارہ باب السلام پر ہے اسکی بلندی ایک سو پچانوے فٹ ہے اسکو سلطان  
سلیمان خان فرمانروائے ترکی نے ۹۲۱ھ میں تعمیر کرایا تھا۔  
تیسرا منارہ باب معلیٰ پر ہے اسکی بلندی ایک سو ساٹھ فٹ اسکو بھی سلطان سلیمان خان نے  
دوبارہ سنگ شمس سے بنوایا ہے۔

چوتھا منارہ سید بھی سلطان سلیمان خان کا بنایا ہوا باب السلام و باب الزیادہ کے درمیان  
ہے جسکی بلندی ایک سو پچانوے فٹ ہے جو منقش و طلا کار جالیوں سے بنا ہے۔ زمانہ گذشتہ  
میں پچاس مناروں کے قریب تھے اسوقت حوادث زمانہ سے فقط سات باقی رہ گئے۔ جن کا ذکر  
کیا گیا ہے۔

پانچواں منارہ سعی کے جانب ہے جو سب سے بلند تقریباً دو سو چالیس فٹ ہے۔  
چھٹا منارہ باب الوداع پر ڈیڑھ سو فٹ بلند ہے جسکو شہر حج میں والی صول  
نے دوبارہ تعمیر کرایا تھا۔

ساتواں منارہ باب الزیادہ پر دو سو فٹ بلند ہے جسکی نسبت مشہور ہے کہ معتقد



عباسی نے بنوایا ہے۔

**حرم شریف کے قبتے** | تمام حرم شریف میں ایک سو اسی قبتے ہیں جنکی شکل کڑا ہی کی سی ہے

**حرم شریف کے ستون** | حرم شریف کے اندر چاروں جانب چھ سو چورہی مختلف

پتھروں کے ستون ہیں ہر جانب ستونوں کی تین قطار ہیں کسی جانب پوری کسی جانب کم بیش

صفا کی طرف تین قطار سے کچھ کم ہیں۔ باب براہیم و باب الزیادہ کی طرف تین قطار سے زیادہ

پچاس ستون ہیں ان میں سنگ مرمر کے دو سو پچانوے۔ سنگ دان کے سولہ۔ سنگ شمس کے

ایک سو چالیس۔ اور باقی ۲۳۹ مختلف قسم کے پتھروں کے ستون ہیں۔ ان ستونوں میں بعض گول

بعض شش پہلو اور بعض ہشت پہلو ہیں۔ ایک سرخ رنگ کا ستون جنفی مصلے کے قریب ہے اسکی

نسبت یہ کہاجاتا ہے کہ سید حضرت پیران پیر سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی عبادت گاہ ہے واللہ اعلم۔

**حرم شریف کا صحن** | حرم شریف کے برآمدوں سے لیکر تھوڑی دور آگے تک بھی

چاروں طرف خوش نما سنگ ریزوں کا فرش ہے۔ ہر ایک دروازے سے مطاف تک دیر

دیر گز کی چوڑی اردو شین جن پر تھپڑ بچھے ہیں بنی ہیں اور باقی تمام صحن کے درمیان سنگ ریزے

بچھے ہیں صحن کے جنوب مشرق کی طرف ایک خوبصورت جالی لگی ہے جسکے اندر مستورات

نماز پڑھتی ہیں صحن میں جا بجا پتھر کی جالیان لگی ہیں جسکے اندر برسات کا پانی گر کے نیچے چلا جاتا ہے

**حرم شریف کے مصلے** | حد مطاف کے باہر چاروں سمت ایک چبوترہ ہے جس کا

فرش سنگ مرمر و سنگ خارا کا بنا ہوا ہے۔ اس چبوترہ پر چاروں اماموں کے مصلے ہیں جنفی

مصلیٰ دو منزلیں پتھر اور لکڑی کا ہوا دار کھلا مکان بارہ ستونوں پر استادہ ہے جو خانہ کعبہ کے شمال

کی جانب حطیم کے محاذی ہے۔ نیچے کی منزل میں امام جنفی جماعت کرا سنے ہیں اوپر میں موزن

لوگ اپنی بلند آواز سے کل نمازیوں کو خبردار کرتے ہیں سوا یکا فجر کے باقی کل اوقات پر

شغنی نماز اول ہوتی ہے۔

دوم مصلی شغنی چاہ زنرم پر متصل مقام ابراہیم ہے۔ یہاں موزن کھڑے رہتے ہیں مگر امام مقام ابراہیم پر آکر جماعت کراتا ہے۔ صبح کی نماز اول امام شغنی پڑھتا ہے اور وقت وہ بالکل وہ کعبہ کے نزدیک کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور یہی ایک وقت ہے کہ طواف کعبہ بند رہتا ہے۔ ورنہ کوئی وقت ایسا نہیں کہ طواف بند ہو۔

سوم مصلی مالکی مطاف کے باہر جانب غرب ایک سایہ دار کھلا مکان ہے جو چار ستونوں پر قائم ہے۔ مالکی جماعت بعد جماعت شغنی ہوتی ہے مگر مغرب کو ننگی وقت کے باعث مالکیوں کی جماعت نہیں ہوتی۔ مالکی ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں۔ زیادہ تر کی اور عربی یعنی مراکوئی لوگ امام مالک کے مذہب پر ہیں۔

چہارم مصلی حنبلی ایک منزلہ مکان جس کے چاروں طرف کھلا ہے۔ حجر اسود کے بالمقابل جانب جنوب مطاف کے ستونوں سے باہر بنا ہوا ہے۔ بعد نماز مالکی جماعت حنبلی ہوتی ہے۔ اس جماعت میں تھوڑے لوگ شریک ہوتے ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ حرم شریف میں سب ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے ایک دوسرے کے پیچھے نمازین جو اول وقت پڑھتی ہیں پڑھ لیتے ہیں۔ نہ کسی قسم کا فساد اور جھگڑا ہے نہ کوئی مباحثہ و تکرار۔ ہر طرح کا امن و امان ہے۔

**حرم شریف کے کنگوے** | مسجد حرام میں اس وقت ایک ہزار سیس کنگوے ہیں اور ان میں سے ۵۰ سنگ مرمر کے اور باقی کل سنگ شمشیری کے ہیں جنکی تفصیل یہ ہے۔

جانب شرق ۱۱۵ جنمیں ایک بڑا سنگ مرمر کا اور باقی سنگ شمشیری کے ہیں۔

جانب شمال ۱۴۲ جنمیں سات بڑے سنگ مرمر کے ہیں اور باقی سنگ شمشیری کے۔

جانب غرب ۱۲۲ جنمیں پچیس سنگ مرمر کے اور باقی سنگ شمشیری کے۔

جانب جنوب ۲۳۵ جنین سترنگ مرمر کے اور ایک سو پٹھ سنگ شمس کے

باب الندوہ کے طرف ۹۱ مین جو تمام سنگ شمس کے مین۔

باب ابراہیم کے طرف ۱۴۹ مین جو سب کے سب سنگ شمس کے مین۔

**حرم شریف کے چراغ** | حرم شریف کی روشنی قابل دید ہے سبحان اللہ وہاں یہی معلوم

ہوتا ہے کہ ہم اس وقت آسمان پر مین جد ہر دیکھو نور کے تارے دیکھ رہے مین مطاف کے چاروں طرف اور مین مسجد مین چاہ زمزم وغیرہ مقامات پر روشنی سے بقد نور بنا ہوا ہے۔ انداز کی طرف ہر در مین پانچ پانچ سفید ہانڈیاں خوش نما پنجر و نمین آویزاں مین اون مین زیبتون کا تسلسل جلتا ہے۔ مطاف کے گرد جو حلقہ بیضاوی بنا ہے وہ دہائی ستونوں سے محدود ہے اور ہنری گزبان اون کی بہت ہی پیاری نظر آتی مین۔ ہر دو ستونوں کے وسط مین سات سات بلوری ہانڈیاں اس طرح سے اتار چڑھاؤ کے ساتھ آویزاں مین کہ وہ دور سے بل اور بوٹے کے طور پر دکھائی دیتی مین۔ اس قسم کی ترتیب سے علاوہ خوشنما معلوم ہونے کے اگر ہوا سے خفش ہو تو اسپین بکر اگر ٹوٹنے کا اندیشہ مین ہے۔ در کعبہ کے آگے بڑی بڑی موم قبیان اور ہر چہار سلون پر مومی قبیان شمع کے اندر روشن کیجاتی مین۔ حلقہ طواف پر پانچ یا چھ جگہ تین تین فیٹ بلند شمع دانوں پر لائٹین لگی مین جن مین مومی قبیان روشن مین اور ضرورت کے وقت ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ بھی اونکو رکھ سکتے مین مقام ابراہیم پر بھی اسی قسم کی روشنی ہوتی ہے غرض مین نے ایک دن حساب لگاتو مجھ کو کل حرم شریف مین تقریباً ہزار چراغ تک معلوم ہوئے جسکی انداز تفصیل یہ ہے۔

حلقہ مطاف پر	۲۴۵	ہانڈیاں	چاروں مصلون پر	۱۲۰
مجاہدون مین اندر طرف	۳۰۰	"	مناروں پر	۶۰

مقام ابراہیم پر ۳۰ انڈیان متفرق مقامات پر ۲۱۰

چاہ زمزم پر ۳۵ " ۳۹۰

۶۱۰

**حرم شریف کے کبوتر** | حرم کے اندر ہزار کبوتر ہیں۔ خانہ کعبہ کے چاروں طرف چکر لگایا کرتے ہیں۔ حجاج جو یا گندم ڈال دیا کرتے ہیں باوجود اس کثرت کے اون کے میلے کاہن پتہ نہیں لگتا۔ اور نہ غلاف کعبہ پر کوئی داغ اونکے میلے کا لگا رہتا ہے۔ اون کے شکار کیلئے باز اور چیل بھی اونہیں پھرتے ہوئے دیکھے گئے۔ اور یہ برابر خانہ کعبہ کے اوپر سے بھی گزرتے ہیں۔ مین نے بہت غور سے دیکھا کیا۔ اونکی نسبت پھر روایات کہ خانہ کعبہ پر نہیں اڑتا غلط ہے۔ ہاں اس قدر ضرور ہے کہ وہ بیٹھ کر بیٹھ نہیں کرتے۔ ورنہ ایک دن مین سارا کعبہ سفید ہو جائیگا۔ غریب عورتیں اونکے لئے چھوٹی چھوٹی طشتریوں مین دانہ لئے بیٹھی رہا کرتی ہیں ساہرو سے کہتی ہیں کہ حاجی لے لو ورنہ مین سب۔ یعنی دو چار جتنی رکھی ہوتی ہیں۔ مناسب ہے کہ اون بے زبان جانور دن کے لئے ضرور کچھ اناج خرید کر اڑا دیا جائے۔ کبوتر حرم شریف کے علاوہ جاہا کثرت سے شہر مین بھی رہتے ہیں بالکل خشکی نسل کے ہیں۔ مسجد حرم کے اندر جہاں جہاں اونکے بیٹھنے کا موقع ہے اوسجگہ پر اپنی نوکدار کیلین کھڑی کر کے برابر لگا دی گئی ہیں۔ تاکہ کبوتر اون پر نہ بیٹھ سکیں۔ پھر بھی کبوتر کسی سے نہیں ڈرتے برابر آدمیوں مین گھومتے رہتے ہیں۔ اور شہر کی گلیوں مین بھی جا بجا اترتے ہیں۔ اونکی نسبت یہاں کے لوگ پھر روایت کرتے ہیں کہ انہیں بعض کبوتر اوس کبوتر کی نسل سے ہیں جنہوں نے غار ثور مین آنحضرت کے پوشیدہ ہونے پر گھونسل بنا کر انڈے ڈئے تھے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

**خدام حرم** | حرم شریف کے اندر چراغ روشن کرنے والے مشعلچی۔ چار دہش ہفتہ زمزمی



امام خطیب۔ موزن اور حافظ بہت ہیں۔ ان کے علاوہ خوبے پچاس تک ہیں۔ یہ خوبے بڑے قدر آور ہیں ان سب کو ترکی گورنمنٹ سے تنخواہیں ملتی ہیں۔ سارا خرچ اوقاف سے آتا ہے۔ اماموں کی تعداد قریب ۸۰ یا ۹۰ ہے۔ ماہوار نقد کے علاوہ سالانہ کچھ غلہ بھی ملتا ہے جو کہ سراجو بالعموم طواف کے اہتمام میں رہتے ہیں۔ عورتوں کو نماز کے وقت طواف کرنے سے منع کرتے ہیں۔ بلکہ بحیر مطاف سے باہر کر دیتے ہیں۔

سنا گیا کہ جس قدر مصارف گورنمنٹ عثمانیہ کو حرم شریف میں ہونے میں ادا کرنا دسواں حصہ بھی شاید یہود و نصارا کے مقدس مقامات پر نہوتا ہو۔ واللہ اعلم۔

**حرم شریف کے امام** | چاروں مصلون کے علیحدہ علیحدہ امام مقسم ہیں جنہیں ۶۰ حنفی ۲۰ شافعی۔ ۱۰ مالکی اور ۶ حنبلی ہیں۔ یہ سب کے سب نہایت خوش آواز ہیں ان کے علاوہ نماز جمعہ کے لئے خطیب مقرر ہیں۔ یہ بھی چاروں مذاہب کے ہیں جو باری باری نماز جمعہ پڑھایا کرتے ہیں یہ اوقاف عثمانی سے وظیفہ پاتے ہیں۔ علاوہ کچھ نقد کے سالانہ غلہ بھی اوقاف سے ملتا ہے اور حجاج سے اپنی تنگدستی تبا کر کچھ نہ کچھ وصول کر لیتے ہیں۔

**حرم شریف کے بواب** | حرم شریف مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں جس قدر دروازے ہیں ان کے ہر دروازے پر ایک ایک یا دو دو بواب یعنی کنش بردار رہا کرتے ہیں۔ یہ لوگ حجاج و زائرین کی جوتیاں سنبھالتے ہیں جس کے عوض جمعہ کے روزنی کس ۲۰ یا جو کچھ اس سے بڑھ کر دید و خوشی سے لے لیتے ہیں۔ ان لوگوں کی غضب کی یاد ہے سینکڑوں بلکہ ہزاروں آدمیوں کی جوتیاں رکھ لیتے ہیں اور حرم شریف سے باہر ہوتے ہی فوراً ایک منٹ کے اندر اونکی جوتی اٹھ کر دھالتے ہیں۔ کیا مجال کہ ذرا بھر بھول یا غلطی ہوگی۔ ہرگز نہیں۔ میں اونکی یہ صفت دیکھ کر حیران رہ گیا۔ یہ لوگ بہت امانت دار اور اپنے کام کے پکے ہیں۔ ابھی کبھی ایک منٹ سے زائد

انتظار کرنا نہیں پڑا۔ جیسے اونھوں نے مجھ کو دیکھا فوراً جوتی حوالہ کر دی۔ ہفتہ وار ۲۲ اونکی محبت کی نسبت خیال کرتے ہوئے کچھ بھی نہیں ہے۔ ان لوگوں کو قہنا دیا جائے کم ہے۔ زبان سے نہیں مانگتے۔ بڑے قانع ہیں۔ اسقدر ازراں جوتے کی رکھوالی پر بھی اکثر لوگ جن میں باوجود عرب بخاری۔ ترکی۔ چرکسی اور چند ہمارے ہندوستانی بھائی ایسے ہیں کہ بمبھداق ٹال عرب پیش عرب۔ اپنی جوتیاں اونھوں میں لئے ہوئے حرمین شریفین کے اندر داخل ہو جاتے ہیں اور جہان نماز پڑھتے ہیں اویسی جگہ اونہی کر کے رکھ دیا کرتے ہیں۔ مجھے یہ دیکھ کر بہت رنج ہوا۔ ہزاروں روپیہ خرچ کر کے اتنا بڑا سفر کریں اور چند پیسے کی صورت دیکھ کر جوتیوں کو حرم اللہ و حرم رسول اللہ کے اندر جہان ہمارے شافع محشر نماز پڑھا کرتے تھے اون مقدس مقامات پر یعنی اسطوانہ عائشہ و اسطوانہ توبہ یاد رکھنے کے نزدیک رکھیں۔ کہاں تک عبرت کا مقام ہی۔ خداوند کریم ان لوگوں کو نیک توفیق عطا کرے۔ بیت اللہ میں تو اکثر دیکھا گیا کہ وہاں کے خود کسی کو جوتی اوٹھا کر اندر لانے نہیں دیتے۔ اگر اونکی آنکھ بچا کر کوئی لالے۔ یا کسی ایسے مقام میں چھپا کر رکھ دے جسکو وہ نہ دیکھ سکیں تو خیر۔ ورنہ حرم شریف کے باہر کر دیتے ہیں۔ مگر بیت اللہ یا حطیم کے نزدیک تو کسی کی مجال ہی نہیں کہ جوتیاں اوٹھا کر لاوے۔ پھر حرم رسول اللہ میں کیوں ایسی بری رسم جاری اور رواج رکھی گئی ہے۔ یہاں کسی طرح کی ممانعت ہی نہیں ہے۔ اور خدام و خوجگان حرم اس قدر بیان میں جبکا شمار نہیں۔ بس سہیں میری یہی رائے ہے کہ یہاں پر شریفی سرکار حکام گورنمنٹ عثمانیہ مدینہ منورہ میں اسقدر توجہ کریں کہ کسی شخص کو حرم نبوی کے اندر جوتیاں لانے ندین۔ ہر روز اسے پر ایک خواجہ سرا یا ترکی سپاہی مقرر ہو جائے۔ پھر کوئی جرأت اور بے ادبی حرم نبوی کے اندر نہیں کر سکیگا۔ میں نے دیکھا کہ بعض اوقات حرم نبوی کے ستونوں کے پاس اسقدر جوتیوں کا ڈھیر ہو جاتا ہے کہ سجدہ کرنے کو جائی تنگ ہو جایا کرتی تھی۔ اگر کسیکو

اپنی جوتی کھوجا نیک اندیشہ ہو تو اس بے ادبی سے میری رائی میں ننگے پیر حرم اللہ اور حرم رسول اللہ میں آنابدر جہا افضل و اعلیٰ ہے اس سے کہ اپنے ناپاک جوتیوں کو حرمین الشریفین کے اندر لے جانا ہر دروازے پر وضو کیلئے پانی موجود ہے۔ پیرد ہو کر اندر داخل ہو سکتے ہیں۔ مگر مفتہ دار ۲ کچھ بڑی بات نہیں ہے زیادہ سے زیادہ ۸ ریاعہ اندرون مقدس مقامات میں خرچ ہوگا۔

ان لوگوں کا دل کیونکر گوارا کرنا ہوگا کہ جس جگہ پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے۔ جہاں امہات المؤمنین کے متبرک حجرات تھے جہاں صحابہ کرام اور خلفاء عظام سجدے میں اپنے سر گرٹتے تھے وہاں پر ہم اپنی جوتیاں لیکر جائیں۔ افسوس۔ ہزار افسوس۔

**مقام ابراہیم** | خانہ کعبہ کی دیوار شرفی کے سامنے حد مطاف سے ملا ہوا ایک جالبہ دار گنبد ہے بعد طواف کے اسی جگہ دو گانہ واجب الطواف پڑھتے ہیں۔ مقام ابراہیم میں وہ چہرہ موجود ہے جسپر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے تعمیر کعبہ کی تھی۔ اوپر قدم کا نشان ہے جسکے چاروں طرف چاندی کا حلقہ لگا ہے۔ یہ پتھر زمین سے اوپر کچھ بلند ہے اور اسی جگہ ایک صندوق زمین میں گرہا ہے اور پیر سیاہ زرد و زری طلہس کا نہایت عمدہ غلاف چڑھا ہوا ہے جسپر چھوٹا گنبد لکڑی کا چار ستونوں پر استادہ ہے اندر سنہری اور لاجوردی رنگوں سے نقش و نگار کیا گیا ہے۔ گنبد کے اوپر شیشہ کے تختون کو سونے کی کیلون سے جھایا گیا ہے۔ اس حجر کے چاروں طرف جالیان ہفت دہات کی اون ستونوں سے ملی ہوئی ہیں۔ اس حجر کے دروازہ ہمیشہ بند رہا کرتا ہے۔ اکثر حجاج ان جالیوں میں طواف الوداع کے وقت تاگا وغیرہ باندھ جاتے ہیں اور یہ مقام اجابت دعا کیلئے مقبول ہے۔

**مصلیٰ ابراہیم** | مقام ابراہیم کے سامنے ایک اور مکان پتھر کے ستونوں پر واقع ہے جسکو ایوان حلف کہتے ہیں۔ امام شافعی اسی جگہ امامت کرتے ہیں۔

**منبر** | مقام ابراہیم کے جانب شمال دو گز کے فاصلہ پر سنگ مرمر کے تیرہ زینون کا نہایت خوشنما منبر بنا ہے۔ اوپر ایک گنبد گاجر کی شکل کا مخروطی و طلائی کام کا بنا ہے۔ اوسکو ایک دروازہ ہے جو سوای نماز جمعہ کے اور سب وقت مقفل رہا کرتا ہے۔ جمعہ کے روز اوسپر دو بڑے منبر علم دونوں جانب لگائے جاتے ہیں جسپر نہایت خوشخط عربی میں طغریٰ سلطانی مع کلمہ طیبہ زرد وزی کام میں لکھا ہوتا ہے۔ یہ منبر سلطان سلیمان خان فرمانروای ترکی کا تیار کیا ہوا ہے خطبہ جمعہ اوسی منبر پر پڑھتے ہیں۔

**چاہ زفرم** | در کعبہ سے جانب شرق متصل مقام ابراہیم و مصلیٰ شافعی کے چاہ زفرم واقع ہے اوپر ایک سائبان ہے اوسکی چاروں طرف دیکھ لگے ہیں۔ آب زفرم کے فضائل بے شمار ہیں۔ اوسکا پانی غذا و رشقاہ دونوں کے لئے مفید ہے۔

یہ وہی مقدس کنواں ہے جسکو حضرت حبیب ربیل علیہ السلام نے بی بی ہاجرہ علیہا السلام کی بقراری پر جب وہ تلاش آب میں اپنے خورد سال فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو تنہا چھوڑ کر صفا سے مردہ پر دوڑ رہی تھیں۔ اپنے ایلوں سے مار کر نکالا تھا جب وہ پہنچے لگا تو بی بی نے اوسکے اطراف مٹی کے بند باندھ دئے تھے۔ اللہ اکبر اوسوقت سے آج تک اس سے اربوں اور پدمون آدمیوں نے پانی پیا ہوگا۔ کڑوڑون تہان کپڑون کے لوگون نے بھگو کر اپنے کفنون کے لئے لیگئے اور لیجا رہے ہیں لاکھوں صراحیان اور شکرے روزمرہ اوسمیں سے نکالے جاتے ہیں۔ مگر وہ کم ہوتا ہی نہیں۔ کیا یہ عجیب نہ نہیں ہے ہزاروں لوگون نے اوسکو آزیابا ہے کہ علی الصبح بعد نماز کے ہمارا دس پانی کو خوب سیر ہو کر پی لیا جائے تو تمام دن بھوکہ نہیں لگتی ہے۔ اوسکو کھڑے ہو کر پینے کا حکم آیا ہے۔ سقے دیوار پر کھڑے ہو کر چرخ کے ذریعہ سے پانی کھینچتے رہتے ہیں۔ سب کو دن حجاج روز غسل کرتے ہیں۔ کڑوڑون



زمزمیان چھوٹی چھوٹی ٹینون میں بند ہو کر اطراف عالم میں بطور شربک جاتی ہیں۔ تازہ پانی کا مزہ کچھ اور رہتا ہے اور باسی پانی کا کچھ اور۔ صبح کچھ اور شام کے وقت کچھ اور ہی لطف دیتا ہے یہ بھی عقیدے کی بات ہے خاصیت میں گرم و دست آور ہے۔ مگر زود مہضم ہے۔ میں اسکو کسی مرض کے لئے خلوص نیت سے پیار ہا خداوند کریم کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ میرے مرض میں ایک حد تک افاقہ ہوا اور مجھے ایک قسم سے کامیابی نظر آنے لگی۔ باہر کی طرف دیوار پر کسی ہندوستانی خوشنویس نے یہ آیت جلی حروف میں لکھی ہے وَ سَقَمُہُمْ رَبُّہُمْ شَرَّ اَبَاطِہُمْ وَاَمَلِہُمْ دِیَارِ کَعْبِیۃٍ چاہ زمزم تک ۳۳ گز اور مقام ابراہیم سے ۲۱ گز کا فاصلہ ہے۔ چاہ زمزم کی گہرائی ۶ گز اور دور اوس کا چار گز ہے۔ یہ ناپ میں نے رفیق الحجاج سے لیا ہے میں نے نہیں پایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شرعی گز ہیں۔ ورنہ دیوار کعبہ سے ہر قدر دور نہیں ہے

**جھراسود** خانہ کعبہ کے جنوب و مشرق میں متصل در بیت اللہ ایک پتھر سیاہ رنگ کا مائل بستی و سفید تھینا ۸ پنج طول اور ۷ پنج عرض ہے۔ ایک چاندی کے حلقہ میں گوشہ دیوار میں نصب ہے۔ اس نگہ سے طواف بیت اللہ کا شروع کر کے پھر اسی جگہ ختم کرتے ہیں جھراسود سے عجب و لطف سے بہک آتی ہے۔ لوگ اوس پر عطر و عنبر ملا کرتے ہیں۔ یہ پتھر زمین سے تقریباً ۱۰ فٹ بلندی پر نصب ہے کہتے ہیں کہ یہ مبارک مقدس پتھر پہلے بہت روشن اور چمکدار تھا۔ اب لوگوں کی شامت اعمال اور بوسہ دہی سے سیاہ ہوتا گیا ہے۔ مصری۔ شامی اور بدوی لوگ حالت طواف میں بخود ہو کر جھراسود سے ایسی گستاخیاں کرتے ہیں کہ بیان سے باہر۔ کوئی دانتوں سے کاٹتا ہے کوئی زبان سے چاٹتا ہے۔ کوئی سراپا اوس کے اندر رکھ کر گڑتا ہے ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ جتنا وقت ہو سکے میں ہی اس مقدس پتھر سے لگا رہوں۔ ایسی صورت میں دوسرے زائرین دیکھ مار کر دور کر دیتے ہیں۔

در کعبہ | جانب شرق مصلی شافعہ کے محاذی سپاح کی لکڑی کا دروازہ قد آدم سے بلند ہے کو اڑھ  
پر چاندی کے پترے جہر سنہری ملمع کیا ہوا ہے جڑے مین اوس دروازے پر زمین و طلانی  
آیات قرآنی مزین ہیں۔ جو سرخ رنگ کے ریشمی پردے پر جو شام سے آکر پڑا ہوتا ہے۔  
دروازے پر کلید بردار ہوتا ہے۔ یہ دروازہ عام داخلی کے لئے سال میں کئے بار باوقات مقررہ  
کھولا جاتا ہے۔ ایام حج میں روزانہ اکثر صبح اور کبھی عصر کے وقت بھی کھولا جاتا ہے۔

میزاب رحمت | خانہ کعبہ کی چھت پر جانب شمال مصلیٰ حنفی کے محاذی ایک پرناہ طلانی  
تقریباً ۱۰ فٹ چوڑا اور ڈھائی فٹ لانا لگا ہوا ہے۔ اسی کو میزاب رحمت کہتے ہیں۔ اوس پر  
آیات قرآنی منقش ہیں۔ اور یہ خالص سونیکا معلوم ہوتا ہے۔ بارش کے وقت اکثر حجاج میزاب  
رحمت کے نیچے کھڑے ہو کر پانی اپنے اوپر گراتے ہیں۔ یہ مقام اجابت دعا کیلئے مشہور ہے۔ اکثر  
لوگ یہاں پر کھڑے ہو کر دعا کرتے ہیں۔

حطیم | میزاب رحمت کے نیچے خانہ کعبہ کے شمالی سمت پر نصف دائرہ میں سنگ مرمر سے  
بنی ہوئی تیسریا ۱۰ فٹ بلند ایک دیوار ہے جسکو حطیم کہتے ہیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی عمارت  
خانہ کعبہ کی حطیم سمیت تھی۔ مگر قریش نے تجدید کعبہ کے وقت اس حصہ کو خانہ کعبہ سے باہر کر دیا۔ حضرت  
عبداللہ بن زبیر نے پھر اوسکو اندر لے کر خانہ کعبہ کی تعمیر کی تھی۔ حجاج بن یوسف نے پھر حطیم کو باہر کر دیا۔  
جو آج تک اسی طرح ہے۔ حجاج اس دائرے کے اندر اکثر نوافل وغیرہ نمازیں پڑھتے ہیں  
اس میں نماز پڑھنا گویا خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے برابر ہے۔ اوسکے اندر جانے کو دروازہ  
ہیں۔ ایک رکن شامی اور دوسرا رکن یمنی کے نزدیک۔ ان دونوں رکنوں کے درمیان  
تقریباً بیس گز کا فاصلہ ہے۔ اور حطیم کے اندر کی جانب کا محیط ۲۸ گز اور باہر کا دورہ  
۵۴ گز ہے۔

**حجر اسماعیل** | روایت ہے کہ سیدنا حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام اور انکی والدہ ماجدہ سیدتنا  
 ماجدہ علیہا السلام کی قبرین عین میزانِ رحمت کے نیچے حطیم کے اوس مقام پر جہاں ایک کسبز  
 رنگ کا پتھر مصلیٰ نافذ ہے۔، فیٹ کے تقادوت سے واقع ہیں۔ اور کسبز و آفت کا رجحان  
 اوسی جگہ ناز پڑتے ہیں۔ دوسری روایت سے یہ بھی سنا گیا کہ اس مقام پر مع شمولیت مطاف  
 ۳ ہزار انبیاء علیہم السلام کی قبریں موجود ہیں واللہ اعلم۔

اخبار الدول میں مرقوم ہے کہ ”حضرت اجروہ نے اپنے فرزند اسماعیل کے ذبح ہونے  
 کا حال سنا تو اوسکے تیسرے ہی روز ۹۰ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ آپ درمیان حجر اور میزانِ رحمت  
 کے دفن ہوئے۔ اوسوقت حضرت اسماعیل کی عمر شریف ۱۵ سال کی تھی۔ سنہ وفات ۲۶۲۲ھ بمطابق  
 ۱۸۱۱ھ طوفانِ نوح ۲۶۶۳ھ قبل ہجری ۱۹۹۷ھ قبل عیسوی ہے۔ اور حضرت سیدنا اسماعیل علیہ  
 السلام ۱۴ برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ اپنی والدہ ماجدہ کے پاس میں میزانِ رحمت دفن ہوئے۔  
 سنہ وفات قبل ۲۶۶۲ھ ۱۹۹۷ھ قبل ع“

اخبار الدول میں ہے کہ ”جب ابنِ زبیر نے بنائی کعبہ کے لئے نئے کھودی تو  
 اوسمیں ایک تابت سنگ مرمر بنر کا نکلا جس سے معلوم ہوا کہ یہ قبر سیدنا اسماعیل ذبیح اللہ کی ہے۔“  
**حضرہ** | ایک چھوٹا سا حوض سنگ مرمر کا دیوارِ شرقی سے ملا ہوا آستانہ کعبہ کے پاس ہے  
 اوسکو مقام جبریل بھی کہتے ہیں۔

**رکن اکبتہ اللہ** کے ہر چار گوشے رکن کہلاتے ہیں۔ جنکے نام یہ ہیں۔ جانب شرق حجر اسود  
 جانب غرب رکن عراقی۔ جانب شمالی رکن شامی۔ اور جانب جنوبی رکن یمنی ہے۔ اسی جگہ سے  
 سیدنا ابراہیم ؑ نے اول بنائی کعبہ کے وقت مٹی لی تھی۔ حجاج اس مقام پر کسبز و آفت پر پڑتے  
 ہیں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں پر حضرت سیدنا جبریل ؑ نے آنحضرت ﷺ رسول خدا کے ساتھ ناز پڑا

اور نماز پنجگانہ کے اوقات مقرر فرمایا۔

**مطاف** | خانہ کعبہ کے اطراف دائرہ کی شکل میں سنگ صوان و سنگ مرمر کا مخلوط فرش ہے

جہاں حجاج طواف کرتے ہیں اور سکا نام مطاف ہے۔ زمانہ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

میں مسجد حرام اسی قدر تھی۔ موجودہ مطاف کا دائرہ سلطان سلیم خان ابن سلطان سلیمان خان فرمانروا

ترکی کے حکم سے ۱۵۹۱ء ہجری میں بنایا گیا۔ یہ دائرہ نازنگی کی شکل پر گول ہے اور پیمائشی حساب

سے ہر طرف برابر نہیں ہے۔ مطاف کے گرد اگر حلقہ نما ۳۸ آہنی ستون ہیں جن کے درمیان

بلوری بانڈیاں آویزاں ہیں جسکی تعداد ۲۶۶ ہے۔ حدود مطاف یہ ہیں۔ جانب حطیم ۲۵ گز ایک

بالشت اور دو انگل۔ جانب غرب غلاف کعبہ سے ۳۶ گز۔ جانب جنوب غلاف کعبہ سے ۲۱

گز اور ۸ انگل۔ در کعبہ کے طرف حد مطاف تک ۵۳ گز ہے۔ اور قدیم باب السلام تک جہاں یہ

آیت کریمہ لکھی ہوئی ہے۔ اللہم انت السلام ومنک السلام وادخلنا دار السلام

۳۴ گز ہے اور طول مطاف کا شمال سے جنوب تک اٹھانوے گز اور دو بالشت ہے۔ مطاف

کا عرض مقام ابراہیم تک ۶۶ قدم اور جانب شمال کنارہ مطاف سے مقابل دیوار حطیم تک ۲۹

قدم۔ جانب غرب کنارہ مطاف سے چادر کعبہ تک ۱۵ قدم اور جانب جنوب کنارہ مطاف

سے غلاف کعبہ تک جہاں حجر اسود ہے، ۴۴ قدم ہے

**قبۃ الفرائشین** | چاہ زمزم کے عقب مقام ابراہیم کے متصل ایک گنبد ہے جسکو قبۃ الفرائشین

کہتے ہیں اس میں حرم شریف کی کل اشیاء روشنی تیل۔ چراغ۔ شمع۔ دان۔ فرش وغیرہ کی قسم

سے رکھی جاتی ہیں۔

**سیڑہ بیان** | دو سیڑہ بیان خانہ کعبہ کی داخلی کسے لئے رکھی ہیں ایک کشادہ اور بڑی۔ دوسری

مختصر اور چھوٹی۔ ایک پر چاندی کے پتر لگے ہیں اور دوسری آبنوسی ہے۔ جب عام داخلی



ہوتی ہے تو بڑی سیڑھی خانہ کعبہ کے درپر لگادی جاتی ہے اور یوں ایام حج میں روزہ جب  
شعبی کھید بردار خانہ کعبہ کو کھولتا ہے تو مختصر جموٹی سیڑھی لگاتے ہیں۔

**غلاف کعبہ** | عمارت کعبہ پر ایک سیاہ غلاف ہمیشہ پڑا ہوتا ہے جس پر کتبہ سبب نہایت اعلیٰ  
خط میں بافتہ ہوتا ہے اور اوپر کے جانب چاروں سمت میراب رحمت راستہ رائے نہری عمارت  
میں سجدہ نسخ آیات قرآنی مع نام سلطان المعظم غلام الحکیم الشریفین بافتہ ہوتا ہے۔

سب سے پہلے خانہ کعبہ کو اسعد بیج حمیری بادشاہ یمن نے ہر سال قبل ہجرت نبوی چاروں  
کا غلاف پٹھایا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یمنی چاروں کا غلاف پٹھایا۔ سیدنا  
فاروق اعظم رضا اور سیدنا عثمان ذوالنورین نے مصری کپڑوں کا۔ پھر حضرت معاویہ بن ابوسفیان نے  
دیبا اور مصری کپڑوں کا چڑھایا۔

خلیفہ مامون الرشید عباسی کے عہد خلافت میں سال میں تین بار کعبہ اللہ پر غلاف  
چڑھایا جاتا تھا۔ ایک ۸ رذوالحجہ کو سرخ دیبا کا۔ دوسرا یکم رجب کو مصری کپڑوں کا پتھر سے  
بارعید لفظ سر کو سفید دیبا کا۔

کلید برداران بیت اللہ شریف نے مہدی ؑ اسی کو اطلاع دی کہ کعبہ پر غلاف کی تہیں  
اتنی چڑھ گئی ہیں کہ اونکے بوجھ سے دیواروں کو نقصان پہنچنے کا خوف ہے۔ مہدی نے حکم  
دیا کہ سب غلاف علیحدہ کر دئے جائیں چنانچہ اسکی تعمیل ہوئی۔ خانہ کعبہ کی دیواریں اندر ادبائے  
سے مشک و عنبر سے لپی گئیں۔ اور خوشبو کے شیشے دیواروں پر چھڑکے گئے۔ پھر غلاف  
ایک مصری دوسرا حریری میرا دیبا کا کعبہ پر چڑھائے گئے۔ بعد ضعف خلافت عباسیہ کعبہ کا  
غلاف کبھی مصر سے اور کبھی یمن سے آتا تھا۔ یہاں تک کہ قریبیوس خرید فرما کر سلطان مصر نے  
غلاف کعبہ کیلئے وقف کر دیا۔

جب ملک عرب کی حکومت سلطنت عثمانیہ کے قبضہ میں آئی تو غلاف کعبہ کی تیاری  
 قدیم دستور کے موافق جاری رہی یہی سلطان سلیمان خان نے حکم دیا کہ کعبہ پر ہمیشہ سیاہ غلاف  
 چڑھا کرے۔ اور سال میں فقط ایک بار ہی ڈالا جائے۔ چونکہ بیوکس قریم کی آمدنی غلاف کعبہ  
 کی تیاری کے لئے کافی نہ تھی اس لئے اوس نے حکم دیا کہ خزانہ مصر سے اوس کو پورا کیا جائے  
 پھر اوس نے دوسرا گاؤں غلاف کعبہ کے لئے دائمی وقف کر دیا۔ اب ہر سال مصر سے  
 غلاف آیا کرتا ہے جسکو محمل مصری کہتے ہیں۔ پرانے غلاف کے زرین ٹکڑے شریف مکہ اور دیگر  
 کلید برداروں کو ملتے ہیں بعض اوقات یہ زرین ٹکڑے بطور تبرک کو سلطان المعظم کے  
 پاس روانہ کرتے ہیں۔ باقی قیمتا لوگ خرید کرتے ہیں۔ اسکی قیمت کا کوئی صحیح اندازہ نہیں ہے۔ بازاروں  
 میں کبھی نقلی غلاف کے ٹکڑے بھی ارزان قیمت پر مل جاتے ہیں جو کسی کام کے نہیں۔ ، روپیہ سے  
 ایک اشرفی تک ایک گز مل جاتا ہے۔ لوگ ہاتھوں ہاتھ تبرک الے لیتے ہیں۔ عرفہ کے دن پورا نا غلاف  
 اتار کر نیا غلاف کعبۃ اللہ پر چڑھایا جاتا ہے۔

میں نے حرم شریف کے اندر نقلی غلاف کے ٹکڑے فروخت کرتے ہوئے لوگوں  
 کو دیکھا ہے۔ حجاج اصلی غلاف کے دھوکے میں ارزان قیمت میں لا کر لوگوں کو بطور تبرک دیا  
 کرتے ہیں۔ نقلی غلاف بھی بالکل اویسی نمونہ پر بنایا جاتا ہے مگر اوسکا کپڑا کی قدر ہلکا ہوتا ہے شریف  
 مکہ۔ یا شیبی کلید بردار کی معرفت اگر خریدا جائے تو وہ بیشک اصلی ہے۔ یا معلموں کے ذریعہ  
 آدمی کے پاس سے لینا چاہئے ورنہ ہمیشہ نقلی لوگوں کو زیادہ مل جاتا ہے۔

۲۹ ذوالقعدہ کو کعبہ کا غلاف نقشہ نیچے فیٹ اوپر کی طرف پیٹ کر سفید ساٹن  
 کا غلاف کعبۃ اللہ پر لگایا جاتا ہے جسکو عوام لوگ کعبہ کا احرام کہتے ہیں۔ میں نے اپنے معلم سے پوچھا  
 یہ سفید کپڑا کیسا ہے اس نے کہا کہ یہ احرام ہے۔ میں حیران ہوا کہ احرام تو حاجیوں کو ہوتا ہے

نہ کعبہ کو۔ آخر میں نے نتیجہ یہی نکالا کہ اون دنوں لوگوں کی کثرت رہتی ہے تل دہرنے کو جائے نہیں۔ آدمی پر آدمی گرتا ہے اور کعبہ کی دیواروں کو سمٹ کر ایسے روتے اور بلبلاتے ہوتے ہیں کہ جبکا بیان کرنا میرے قلم سے باہر ہے۔ اور علاوہ اسکے، رذوالحجہ سے ۱۲ تک حرم شریف کے اندر آدمی زیادہ رہتے ہیں۔ غلاف کے چوری ہونے کا اندیشہ اور کم از کم اوس حصہ پر پوزے ہو جانا قرین قیاس ہے اسلئے اصل غلاف کو اوپر کی طرف اٹھا کر یہ سفید کپڑا چاروں سمت قد آدم لگا دیا جاتا ہے جسکو لوگ ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں۔ سنا گیا کہ یہ سفید احرام میں سے تیار ہو کر آتا ہے۔ اور دو ایک روز تک کعبۃ اللہ کی دیوار میں صاف طور سے نظر آتا کرتی ہیں۔ علامہ ابن بطوطہ بھی اپنے سفرنامہ میں اوسکی نسبت یوں تحریر کرتے ہیں۔ "۲۷ ذوالحجہ کو کعبہ شریف زاد اللہ شرفا کے پردے مبارک بقدر قد آدم چاروں طرف سے اٹھائے جاتے ہیں۔ تاکہ ہاتھوں سے محفوظ ہے۔ کوئی شخص اوس میں سے کچھ لے نہ لے۔ اس وقت کو وہاں کے لوگ احرام لکعبہ کہتے ہیں۔ یہ دن حرم شریف میں بہت بڑا عاضی کا دن ہے اوس روز کے بعد سے پھر خانہ کعبہ کا افتتاح کسی روز نہیں ہوتا ہے۔ جب تک وقفہ عزد کی مدت گزر جائے۔"

**اوقات نماز** نماز اول وقت پر ہوتی ہے۔ اذان سے نصف ساعت بعد جماعت کھڑی ہوتی ہے۔ یوزون کا خوش الحانی سے ساتون مناروں کے چاروں طرف گھوم گھوم کر اذان دینا۔ بکثرتوں کا بکیر اولیٰ نہایت خوش الحانی سے پڑھنا۔ سمیعوں کا ایک ساتھ اللہ اکبر ملکہ کہنا۔ لوگوں کا انبوا خانہ کعبہ کے روبرو ہونا۔ رقت خشوع و خضوع کی تلاوت کی چاشنی کو وہی جانتا ہے جسے خوش نصیبی سے حرم اللہ میں نماز پڑھی ہو۔

صبح کی نماز ۱/۴ سے ۶ بجے تک یعنی اسکے درمیان چاروں اماموں کی جماعت

ہوتی ہے۔ ظہر کی نماز ۱۲ سے ۱ تک۔ عصر کا وقت ۳ سے ۴ تک۔ مغرب کی نماز ۶ سے ۷ تک۔ اور عشا کا وقت ۷ سے ۸ تک۔ ان اوقات کے درمیان کل جماعتوں کی نمازین ہو جاتی ہیں۔ اور یوں تو سارا دن اور تمام رات لوگ نوافل وغیرہ پڑھتے ہی رہتے ہیں۔ صبح کی نماز اول وقت میں شافعی امام پڑھتا ہے۔ اوسکے بعد مالکی پھر حنبلی۔ سب کے آخر حنفی جماعت ہوتی ہے۔ مغرب کی نماز میں فقط دو جماعتیں ہوتی ہیں حنفی اور شافعی۔ جمعہ کی نماز کیلئے شافعی امام مقرر ہے چاروں مصلے والے اسکی اقتدا کرتے ہیں۔

**حرم شریف میں نمازیوں کی تعداد** | ایام حج میں ہر وقت کی نماز میں پچاس ہزار سے ایک لاکھ تک جماعت ہوتی ہے۔ اسلام میں جماعت کا کیا عمدہ طریقہ ہے نمازیوں کی کثرت کو دیکھ کر دل پر ایک عجیب طرح کا ولولہ اور جوش پیدا ہوتا ہے۔ حرم شریف کے اندر مختلف الممالک مختلف الدیار مختلف الاشکال۔ مختلف الالوان۔ اور مختلف اللسان جنمیں ترکی۔ عربی۔ برہمی۔ چینی۔ ہندی۔ جاوی۔ عجمی۔ بخاری۔ کابلی۔ دہستانی۔ مغربی۔ بدخشانی۔ کردی۔ شامی۔ رومی۔ ویورپی حجاج اور تمام دنیا کے اسلامی فرقے ایک ہی حالت اور ایک ہی لباس میں بہ لسان واحد و وحدہ لا شریک لہ کو پکارتے ہیں۔ تو دلی مسرت کا جوش ہزار چند ترنی کر جاتا ہے۔ از روی پیمائش حرم شریف کا رقبہ ۳۰ ہزار مربع گز کے قریب ہے جسکے درمیان میں کعبۃ اللہ واقع ہے۔ میں نے اپنے قیاس اور تجربہ سے حساب لگایا تو حرم شریف کے اندر زیادہ سے زیادہ ۳۰ ہزار آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ مگر بیان پرادر ہی بات ہے۔

**حرم شریف کا زندہ معجزہ** | اگر کوئی انصاف میں اپنی آنکھوں سے تعصب کی پٹی کو کھول کر دیکھیں گا تو ضرور اوسکو میرا کھنا ایک حد تک یقین کو پہنچا دیگا۔ میں بیان کر چکا ہوں کہ از روی پیمائش ۳۰ ہزار آدمیوں کی جائے ہے اس سے زیادہ ہرگز نہیں۔ یہ بھی میری حساب



سے کچھ زائد ہی ہے۔ اس میں لاکھوں آدمیوں کا بلا تعداد سما جانا اور جائے کی تنگی کا شکوہ کبھی نہ ہونا زندہ معجزہ نہیں تو اور کیا ہے۔ میں ذرا اسکو اور وضاحت سے سمجھائے دیتا ہوں۔ اس سال بروایات مختلفہ ۶ اور ۱۰ لاکھ آدمیوں کے بین بین تعداد حاجیوں کی رہی اگر اسکا نصف بھی لے لیا جائے تو ۵ لاکھ نفوس ہوے اگر اسکو بھی زیادہ سمجھتے ہیں تو اور کچھ کم کر دیجئے۔ آخر نوبت ۵ لاکھ سے تو ہرگز کم پڑنے لگی۔ ان ۵ لاکھ حاجیوں میں سے ذرا بچہ کے سہلی جمعہ کو تفسر یا ۳ لاکھ حاجی مکہ معظمہ میں داخل ہو چکے تھے۔ اب رہا جائے غور ہے کون سا شخص ہوگا کہ اسقدر دور و دراز کے سفر کے بعد کعبۃ اللہ میں جمعہ کی نماز پڑھنا چاہیگا۔ اب فیصلہ یہی ہوگا کہ سب لوگ ضرور جمعہ کی نماز حرم میں پڑھینگے معجزہ ناظرین آپ خود ہی خیال کر لیں کہ دن تو جاے ۳۰ ہزار کی ہے اور یہ ۳ لاکھ کا جم غفیر کیسے سما سکیگا۔ اللہ اکبر کیا زندہ معجزہ ہے۔ کیا کوئی فرد یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نماز جمعہ کے لئے حرم شریف کے اندر جانا چاہا مگر نہیں ہی وہاں ہو گیا۔ میرے تجربے سے تو ہرگز نہیں سمجھوں نے نماز جمعہ حرم شریف کے اندر ضرور پڑھی۔ نیچے، اوپر اندر اور باہر ملا کر سب سما گئے جو انسانی خیال میں ہرگز نہیں آسکتا ہے۔ یہ قدرت کا ادنیٰ کرشمہ ہے جس کو خداوند کریم دکھا رہا ہے۔ مگر ہم مہنوز اس کی قدرت کے کرشموں سے حشم پوشی کر رہے ہیں۔

ایک وقت کا ذکر ہے کہ مغرب کے لئے میں حرم شریف کے اندر بیٹھا رہا لوگ اسقدر بھرے تھے کہ مونڈھوں سے مونڈھا چھل رہا تھا تال دہرنے کو جلنے نہ تھی۔ اور لوگوں کی آمد و بار جاری تھی اور سپرطہ یہ ہوا کہ قریب مغرب کی اذان کے برسات آگئی اور ایسے زور و شور سے گرنے لگی کہ صحن میں کوئی رہ نہ سکا سب کے سب ادھر ادھر والا لون میں چلے گئے۔ اور صحن شریف اکدم خالی ہو گیا۔ کیا اب بھی کوئی انکار کر سکتا ہے کہ حرم شریف کا یہ معجزہ نہیں ہے۔ کہ اس قدر ہجوم قبول

برسات کے صحن اور دالانوں میں تھا۔ وہ اس وقت فقط دالانوں کے اندر ہی اندر سما گیا۔ اور نماز مغرب ادا کی گئی۔ میری تو عقل حسبِ ان ہو گئی میں خوب غور کر رہا تھا کہ دیکھوں کوئی باہر تو نہیں جا رہا ہے۔ کوئی شخص حرم شریف کو چھوڑ کر باہر نہیں گیا۔ اللہ اکبر شانِ کبریا کی کا زرہ ظہور تھا جو ہمارے دیکھنے میں آیا۔

**نماز میں عورتیں** نماز کے وقت عورتیں مطاف سے باہر کر دی جاتی ہیں۔ اون کے لئے علیحدہ جا لیدار کھڑا بنا ہے مگر عورتیں عموماً بابِ ابراہیم کے طرف وسیع صحن میں اکٹھی ہو جاتی ہیں۔ مردوں میں اونکو شامل نہیں کرتے ہیں۔

**حرم شریف میں نماز جمعہ** ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ روز جمعہ ہمارے

لئے ایک بابرکت روز تھا کہ ہم کو اس دن نماز جمعہ حرم شریف کے اندر نصیب ہوئی۔ حرم شریف میں نماز جمعہ بڑی دھوم دھام سے پڑھی جاتی ہے عورتوں کے لئے علیحدہ جگہ مقرر ہے۔ سب سے خواجہ سرا عورتوں کو مردوں میں سے علیحدہ کرتے ہیں۔ یعنی مطاف سے باہر کرنا شروع کرتے ہیں۔ ہر مذہب کے خطیب جمعہ پڑھتے ہیں۔ بہت سے خطیب ہیں ابھی حنفی کبھی شافعی کبھی مالکی اور کبھی حنبلی خطیب کی باری ہوتی ہے۔ نماز جمعہ ہمیشہ شافعی مصلے پر ہوتی ہے۔ نماز جمعہ کیلئے امام مصلے پر نہیں کھڑا ہوتا ہے بلکہ دیوارِ کعبہ کے نزدیک در کعبہ اور حضور کے قریب کھڑا رہتا ہے۔ آج کے روز مکہ معظمہ میں شہری اور باہر کے لوگوں کو ملا کر ۵ لاکھ سے کم نہیں تھے اس قدر جم غفیر کا ایک جائے جمع ہو کر ایک امام کے پیچھے اللہ اکبر کی آواز پر اطاعت کرنا اسلام کی شان کو دوبالا کر رہا تھا۔ آج تو ۹ بجے ہی سے لوگ حرم شریف کے اندر جمع ہونا شروع ہوئے میں بھی موقع کو تاکتا رہا فوراً حطیم میں عین میرابِ رحمت کے نیچے جگہ دیکھ کر بیٹھ گیا۔ حجاج جوق جوق چلے آ رہے تھے۔ اربے تک سارا حرم شریف نمازیوں سے بھر گیا۔ ظاہر اہل دہر نے کو جائے

بنین نظر آتی تھی مگر حاجیوں کی آمد برابر جاری رہی۔ خدا معلوم کہاں در کس مقام پر سب سما گئے  
ہر دروازے سے لوگ برابر آ رہے تھے۔ برابر پونے ۱۲ بجے اذان حرم شریف کے بلند مناروں  
پر ہونا شروع ہوئی۔ اور برابر ۱۲ بجے ۵ منٹ تک اذان ہوتی رہی۔ ٹھیک ۱۲ بجے مقام ابراہیم کے  
متصل جو قبر سلطان سلیمان کا بنایا ہوا ہے اوپر دونوں جانب دو بڑے بڑے بنر علم چہرہ زردی  
کام میں کلمہ طیبہ لکھا ہوا تھا جسکی جھال بھی زمین تھی انصب کئے گئے۔ اس وقت کا منظر بھی  
عجیب و غریب تھا۔ اون بنر علموں کو مشرق اور مغرب کی طرف لٹکا کر خلیب بنر کی سب سے اونچی  
سیڑھی پر جا کر کھڑا ہو گیا۔ اس وقت اسکا منہ جنوب شمال اور پشت کعبۃ اللہ کے جانب تھی جب  
اذان ختم ہوئی تو خطیب نے بڑے زور و شور اور خوش آواز میں شبہ پڑھنا شروع کیا خطبہ فضائل  
حج میں تھا خطبہ ثانیہ میں حضرت سلطان المعظم محمد رشاد خان خامس کا نام مکرر کر دیا گیا اور افواج  
قاہرہ عثمانیہ کی مستحبابی کی دعا کی گئی۔ خطبہ ختم ہوتے ہی نماز کے لئے آہستہ سے پہلی رکعت  
میں سورہ فاتحہ کے بعد سُوْرَةُ الْاٰتِيَةِ اور دوسری رکعت میں سورہ عبس پڑا گیا۔ میرے قیاس میں  
آجکی نماز میں دیر ۱۰ لاکھ آدمی۔ سے کم ہرگز حرم شریف کے اندر نہیں تھے باقیوں کا ویرا و قریب کے  
مکانوں میں نماز پڑھی۔

**غسل بیت اللہ** ۲۰ نومبر روزِ دو شنبہ مطابق ۲۸ ذوالقعدہ ۱۳۲۹ھ بعد نماز صبح حرم شریف

کے اندر معمول سے زائد لوگ جمع ہونا شروع ہوئے۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ آج کعبۃ اللہ کو غسل دیا  
جائے گا۔ قرینہ ۸ بجے صبح کے حملہ خواجہ سرا اور بڑے اکابر و عمائدین مکہ داخل بیت اللہ شریف  
ہوئے۔ در بیت اللہ صبح سے کھول دیا گیا تھا۔ جاویدین خاص قسم کی کعبۃ اللہ کے اندر ڈال گئے  
شریف مکہ ہرٹائیس حسین پاشا کی سواری آئی۔ اون کے ہمراہ ترکی پاشا کھانڈرا افواج عثمانیہ متعینہ  
مکہ بھی موجود تھے اونکے جلو میں خواجہ سرا میں اور شہر کے بڑے بڑے لوگ موجود تھے

حرم شریف کے اندر داخل ہوتے ہی میں موقع دیکھ کر جو نزدیک کھڑا تھا فوراً شریف صاحب کو سلام کر کے کھڑا ہو گیا۔ شریف صاحب نے مہربانی سے اپنا ہاتھ میرے جانب بڑھایا میں نے دست بوسی کر کے مصافحہ کیا۔ بشرہ سے پایا جاتا ہے کہ شریف حسین پاشا واقعی نہایت شریف خلیق اور بامروت عالم ہے چہرہ سے نمایاں ہے کہ انہیں رحمدلی اور انصاف کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ چہرہ خوش وضع اور حسین ہے۔ دو منٹ کے بعد وہ مع اسٹاف کے بیت اللہ شریف میں داخل ہو گئے۔ زمزمی مشکین زمزم شریف سے بھرے ہوئے کھڑے تھے جیسے شریف صاحب نے اندر داخل ہو کر حکم دیا فوراً زمزمی مشکین بسکراؤ پر چڑھ گئے اور ۵ منٹ کے اندر بیت اللہ شریف کو دھوکہ پاک و صاف کر دیا۔ اللہ اکبر اوس وقت کا بھی ایک عجیب مان ہوتا رہا۔ الاعتقاد لوگ اوس پانی پر جو باہر گرتا تھا ایسے ٹوٹتے تھے گویا ہر ایک ہی چاہتا تھا کہ سارا پانی میں ہی کیسی لاپی جاؤں۔ یا جو کچھ گرے میرے ہی بدن پر گرے۔ وہ دیکھ دیکھا ہکو ہمیشہ کے لئے یاد رہیگا۔ بعض عاشقان الہی اپنے طواف میں ایسے غرق تھے کہ انکو پتہ بھی نہیں تھا کہ کیا ہوتا ہے ایک سوراخ باہر کی طرف ہے وہاں پر زمزمیوں نے اوس پانی کو پکڑنا شروع کیا۔ اور فوراً آدھے گھنٹے کے عرصہ میں سینکڑوں روپیہ کا پانی غسل کعبہ کا فروخت ہو گیا۔ لوگوں نے تبرک خرید کر لیا بہت سے بخاری ترکی اور ہندوستانی جتنا اون سے ہوسکا پی گئے۔ وہ جاروب جس سے کعبۃ اللہ دھویا گیا لوگوں نے خریدا۔ ایک جھاڑو ہم سے عتک کی قیمت بل غسل کعبہ ایک پیسہ تھی۔ اسکا نام حسن عقیدت ہے جب زمزم شریف سے کعبہ دھویا جاتا ہے تو شامی اور استنبولی گلاب اندر کی طرف بہت چھڑکتے ہیں۔ سنا گیا کہ ربیع الاول میں بھی اسی طرح سے غسل دیا جاتا ہے۔

داخلی کعبہ خانہ کعبہ کے اندر جا کر نماز پڑھنے کو داخلی کہتے ہیں۔ یہ دو قسم کی ہوتی ہے



داخلی عام۔ اور داخلی خاص۔ عام داخلی وہ ہے کہ سال میں ۳ وقت کعبۃ اللہ میں مفت داخل ہو سکتے ہیں۔ ۱، محرم الحرام کی دسویں تاریخ کو۔ ۲، ربیع الاول کی بارہویں اور تیرہویں تاریخ کو۔ ۳، رمضان المبارک میں چھ بیسویں اور ستائیسویں تاریخ کو۔ اس کے علاوہ جب داخلی دوسرے وقتوں میں ہوتی ہے تو عام سے تک فی کس نذر دیکے داخل ہو سکتے ہیں بغیر روپیہ دے ہرگز داخل نہیں ہو سکتے۔

عام داخلی کے وقت بڑی سیڑھی خانہ کعبہ کے دروازے پر لگا دی جاتی ہے۔ اور دیگر وقتوں میں وہی مختصر سیڑھی لگاتے ہیں۔ ایک انبوہ کثیر اور جم غفیر دروازہ داخلی کے اشتیاق میں کھڑا رہتا ہے۔ جب اجازت ہوتی ہے تو لوگ روپیہ ٹھیکوں میں دیا لے ہوئے سیڑھی پر چڑھتے ہیں۔ آدمی پر آدمی امڈا چلا آتا ہے بیکہ کشش بھی قابل دید ہے۔ جب بقدر وسعت خانہ کعبہ میں حجاج داخل ہو جاتے ہیں تو خواجہ سرا دوسروں کو جانکی ممانعت کرتے ہیں جب اندر کے لوگ باہر آ جاتے ہیں تو اور دن کو بھر جانے دیتے ہیں۔ عموماً ایام حج میں جمعات جمعہ اور دو شنبہ کو عصر کے بعد اور شب کو عشا کے بعد داخلی ہوا کرتی تھی۔ اس سال بعض وقت عید اور کبھی بے روپیہ بھی لئے گئے۔ غرباء داخلی سے محروم رہ گئے۔ اہل ثروت خدا کے گھر میں بھی رشوت دیکر جانا فخر سمجھتے ہیں۔

میں داخلی بیت اللہ سے محروم رہ گیا۔ میری ضمیر نے مجھے اجازت نہیں دی کہ میں بیت اللہ میں اپنے ناپاک قدم لیکر وہ بھی رشوت کے ذریعہ جاؤں اسلئے میں اس سعادت سے محروم رہ گیا۔ لوگوں کی زبانی اندر کے جو حالات معلوم ہوئے وہی لکھ دئے گئے۔ اندر داخل ہو بعد چار دن کو نوں میں دو دو رکعت نماز نفل پڑھتے ہیں۔ باب توبہ ہمیشہ بند رہا کرتا ہے وہاں پر لوگ اپنا منہ اور سر گرگڑتے ہیں روتے ہیں۔ گڑگڑاتے ہیں۔ در کعبہ پر ایک بڑا لانا قفل

اکثر پڑا ہوتا ہے اور دو چاندی کے حلقے بھی لگے ہوئے ہیں۔

میں نے اسکی بابت حضرت پیر و مرشد مولانا مولوی حافظ سید جماعت علیشاہ صاحب صوفی محدث علیپوری اور جناب شیخ الدلائل حافظ محمد عبدالحق صاحب بلہ مدظلہما العالی سے دریافت کیا کہ میرا ارادہ اندر داخل ہونے کا ہے۔ ہر دو بزرگوں نے مجھے رشوت دیکر اندر جانے سے منع فرمایا اور یہی کہا کہ حطیم میں نماز پڑھو وہی داخلی کا ثواب ملیگا۔

**زمری** | حرم شریف کے اندر سینکڑوں لڑکے اور جوان زمرم شریف کی صراحیان لیس کر پلایا کرتے ہیں۔ بغیر کچھ دئے کے ہرگز ایک گھونٹ زمرم کا کوئی مفت نہیں پلاتا۔ بجز اوس زمری کے جسکو آپ نے روپیچہ دو ایک صراحی خرید کیا ہو جب وہ آپ کو دیکھیگا فوراً ایک پیالہ زمرم کا سامنے کرے گا۔ لوگوں نے ناواقفیت کے سبب حصول ثواب کی نیت سے بہت سی صراحیان زمرم کی خرید کر کے اپنے آبا و اجداد یا دوست و احباب کے نام سے پلایا کرتے ہیں۔ جب آپ کوئی صراحی خرید کر دے گا تو آپکا نام یا اوس شخص کا نام جسکے لئے صراحی خرید کی گئی ہے سپاہ حروفن سے علی قلم میں صراحی پر لکھ دیا جاتا ہے۔ ایسی فی صراحی کے لئے عا ہوتی ہیں جہاں تک میں نے دیکھا اور غور کیا اس صراحی سے ایک پیالہ زمرم کا کسی سخت سے سخت تشنہ کو بھی بغیر کچھ لئے مفت نہیں پلایا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں معطلی کو ثواب کیسے ملیگا۔ روپیہ تو زمری کے جیب میں چلا جاتا ہے۔ اور نام صراحی پر حکمتا رہتا ہے مگر پانی مفت نہیں پلایا جاتا۔ بہت سے بھولے بھالے بزرگ ۵۰ صراحیوں تک سائے اپنے خاندان والوں کے نام بنام خرید کر کے رکھتے ہیں۔ پورے کنبہ کا نام زمری کی کتاب میں درج کر دیتے ہیں۔ ہر ایک ملک کے لئے جیسے معلوم علیحدہ ہیں اوسے طرح زمری بھی علیحدہ ہیں۔ بس وہ اپنے حاجیوں کو درغلالتہ ہے۔ ہر ایک سے یہی پوچھا پھرتا ہے کہ آپ کو کتنی صراحیان چاہئیں۔ فی صراحی کی قیمت عا ہر

جو سال بھر تک آپ کے یا آپ کے متعلقین کے نام سے مفت زمزم شریف پیا جاسکے گا۔ اس  
 کہتے ہی خدا کے سخی فوراً جیب کا منہ کھول دیتے ہیں۔ کوئی دو۔ کوئی چار۔ دس بکے۔ یہ تک  
 صراسیان لے لیتے ہیں۔ اور یہ تاکید کی جاتی ہے کہ ضرور ہمارا نام سبہا روشنائی سے درج  
 پر چمکتا رہے۔

بعض اوقات زمزمی بھی ایسے بے پرواہ ہیں کہ اول معطیوں کا نام بھی نہیں لکھتے اور  
 یہ کل روپیہ ایک شخص مضم کر لیتا ہے۔ میری رائے میں یہ روپیہ حرم شریف کے اندر متعلقین کو خیرات  
 کر دیا جائے تو ایک کے بدلے لاکھ کا ثواب خداوند کریم دیگا۔ دو چار ڈول اور صراسیان خرید  
 کر کے چاہ زمزم کے پاس رکھ دی جائیں تو جب تک وہ قائم ہیں ثواب ملتا رہے گا۔ اسی زمزم کی  
 صراسیون کے خریدار و یاد رکھو کہ روپیہ تو تم سے لے لیا جاتا ہے۔ مگر تمہاری صراسیون سے سخت  
 سے پیاسے کو بھی ایک گھونٹ زمزم مفت پلایا نہیں جاتا۔ وہی روپیہ تم اپنے انھوں سے حرم  
 شریف کے اندر کھڑے ہو کر خیرات کر دو۔ بہت سے ایسے غربا اور مساکین کہ من موجود ہیں جن کا  
 ظاہری لباس شکو الکی فاس کی طرف رجوع ہوتا نہیں دیتا ہے۔ البتہ دس یا بیس خالی طرحیاں  
 بھی خرید کر کے حرم شریف کے اندر رکھنا اچھا ہے۔

**معلموں کی چالاکیاں** | میرے اس مضمون کو جو بہت آزادانہ طور پر لکھا گیا ہے۔ غالباً  
 بہت سے حجاج پسند نہیں کریں گے۔ مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے میں حق اور سچی بات کے  
 بیان کرنے میں کبھی کسی طرف داری نہیں کروں گا۔ میرے اس مضمون کو آئندہ جانے والے لوگ  
 بغور ملاحظہ کریں۔ جب تک سفر حجاز کا تجربہ نہ ہو لے تب تک معلموں اور مزدور دن کی چالاکیاں کا  
 پتہ نہیں لگتا ہے۔ سب سے پہلے جدہ میں ادنیٰ سے سابقہ پڑتا ہے۔ جدہ ہی سے حجاج معلموں کے  
 بچوں میں گرفتار ہو جایا کرتے ہیں۔ محمود لبونی کیسل نے جو ملک مدرس کو اپنے قبضہ میں کیا

ہوا ہے۔ جدہ ہی میں ہم پر خوب ہاتھ صاف کیا جو چیز اوس کے ذریعہ سے خرید کی گئی۔ اوس میں ہیکو زیادہ قیمت دینی پڑی۔ اوسنے ایک اور چالاکی چلی کہ ہمارے نکلنے کے ایک روز آگے شب کو بغیر اطلاع میرے پاس بلکہ حملہ مدراسیوں کے پاس کچھ پلاؤ زردہ اور فیرنی کی ایک طشتری روانہ کر دی دوسرے روز جب قافلہ جدہ شریف سے آگے روانہ ہوا تو اوسکے دولٹر کے ہمارے قافلہ کے ساتھ ہو گئے اور ناخواندہ مہمانوں کی طرح ادھر ادھر پھر کر ہماری مدد کیا کرتے تھے۔ خود محمود بسونی نے کہا کہ یہ دونوں میرے لڑکے ہیں اور خین کچھ دیدیجئے۔ غرض ہر ایک حاجی سے ایک پوچھ لڑکوں کے واسطے وصول کیا گیا۔ بات تو کچھ نہیں ہے مگر اوسنے اپنے لڑکوں کو یوں تیار کر رکھا ہے محمود بسونی بظاہر اچھا آدمی معلوم ہوتا ہے مگر اوسکی جتنی باتیں میں حقیقت میں اوسی کے مطلب اور فائدہ کی ہیں۔ حاجیوں کی طرنداری ایک گناہ کبیرہ سمجھتا ہے۔ جو بات ہوگی اپنے یا بدوں کے مطلب کی۔ پیسہ نکالنے میں ہر طرح کی کوشش کریں گے۔ بغیر اون کی امداد کے گزارہ بھی نہیں ہے۔ بلکہ مضطر میں بہت سے معلم ہیں دیکھ بھا لکراون کے قبضہ میں آنا چاہتے۔ مدرسہ ہی معلم سید عبد الرحمن شلی تھا اوسکا تو انتقال ہو گیا۔ اب اوسکے خور و سال لڑکے معلمی مدرس کا حق ادا کرتے ہیں۔ حجاج زرا دیکھ سمجھ کر اون کے دام میں آئیں۔ اب یہ قاعدہ نہیں رہا کہ ہمارا فلان ہی مسلم ہوگا۔ جسکو آپ چاہیں اپنا معلم بنا سکتے ہیں۔ بلکہ میں فی کس سے اور سے تک حق معلمی دیا گیا۔ تب بھی وہ خوش نہ تھے۔ میں نے سنا کہ پنجاب کا معلم محمد حسین نامی اچھا شخص اور بہت مال دوسروں کے بہت نیک طبیعت ہے۔ مدینہ منورہ میں جو لوگ بعد زبارت کے براہ شام جانا چاہیں اور خین کسی مسلم یا زور کی ضرورت نہیں ہے۔ وہاں بھی خوب دیکھ سمجھ کر کام کریں۔ جہاں تک بکھا اور سنا گیا ہر ایک اپنے معلموں کی چالاکیوں سے نالاں تھا۔ اور ہر کوئی اپنے اپنے معلم کی شکایت ہی کرتا تھا۔ اور عین تعریف بھی کرتے رہے۔ اس معاملہ میں بہت سوچ سمجھ کر کام اپنا



کرنا چاہئے۔ میں نے موقعہ موقعہ پر اونکی کارستانیاں بیان کر دی ہیں۔ مدینہ کے ضرور کو پہننے  
نی کس سے دئے اسپر بھی وہ ہم سے سخت ناخوش رہا۔

مکہ کے معلم نے میرا نقطہ سید کام کیا کہ پہلے روز طواف کرایا۔ اور مکہ سے نکلنے وقت  
اونٹ کا انتظام کر دیا۔ اس کے علاوہ کبھی اونے میرا کوئی کام نہیں کیا بلکہ اونے اس سے مجھے  
سخت تکلیف ہوئی جس کے عوض ایک پونڈ ہم سے فی اسم حق معلیٰ لیا گیا۔

حرم شریف میں اپنی مصلوٹ کا بچھانا | بہت سے حجاج اپنا پنا مصیٹے یا رومال حرم شریف

کے اندر بچھا کر نماز پڑھ کرتے ہیں۔ ایک روز میں نے دیکھا کہ پیر و مرشد قبلہ مدظلہ العالی سخت دوپہ  
میں باب ابراہیم کے پاس اندر کی طرف کنکریوں پر ہی نماز پڑھ کے لئے منتظر بیٹھے ہیں۔ میں آپ کو  
دیکھ کر اور آگے بڑھنے کی جرأت نہ کر سکا۔ آدب سے خاموش آپ کے پیچھے ایک رومال بچھا کر بیٹھ گیا  
نماز فوراً شروع ہو گئی۔ میں بھی شریک ہو گیا اسکا کوئی خیال تھا کہ میں نے کیوں رومال بچھایا۔ اسکی

ضرورت کیوں ہوئی کیسے کر تو ایسے بھی چپے تھے۔ غرض بعد نماز سلام پھیرتے ہی پیر و مرشد  
نے میری طرف نظر غور سے دیکھا۔ اور اپنے چہرہ مبارک پر آثار خفگی ظاہر کئے۔ میں نے وجہ  
دریافت کی تو فرما لے لگے کہ اس مقدس سر زمین کی خاک پاک اگر ہماری پیشانیوں کو لگ جائے  
تو ہمو فخر ہے نہ کہ اپنا رومال پاک سمجھ کر بچھائیں اور اپنی پیشانیوں کو اس خاک پاک سے بچائیں۔

ہمیشہ اپنا مصلے بچھا کر تو نماز پڑھ کرتے ہو۔ مگر خانہ خدا میں نہ راعا جسری اور نکساری سے اپنی  
پیشانی کو اس کے حضور میں رگڑو۔ یہ بات سنتے ہی میں ماسے خجالت کے پسینہ پسینہ ہو گیا اور

عہد کر لیا کہ جب تک اس مقدس سر زمین میں رہوں گا کبھی اپنا رومال بچھا کر نماز نہ پڑھوں گا۔ چنانچہ  
میں جب تک حرم شریف میں رہا کبھی اپنا مصلے نہ بچھایا۔ واقعی سید مقام عبرت و عزت ہے  
سچ ہے ہم کہاں اور سید مقدس خاک کہاں۔ عمر بھر میں تو ایک وقت مشکل سے اسکی زیارت نصیب

ہوتی ہے اور اس سعادت کو بھی ہم اپنی پیشانیوں سے نہ رگڑیں۔ شاعرون نے کس قدر اپنا  
ولی جوش اظہار کیا ہے۔

♦ یارب وہ دن کرے کہ بندہ کو جان ہم ♦ خاک در رسول کا سرمہ بنائیں ہم ♦  
آزاد تو ایسی کرین اور جب وہ خاک پاک نصیب ہو تو آنکھ کو چھوڑ کر بھی اس مبارک مقدس  
زمین سے نہ لگنے دین۔ پس میں اس قول حافظ پر کا بند ہو گیا۔

♦ بھی سجادہ زین کن گرت پر مغان گوید ♦ کہ سالک بنجر نبود ز راہ و رسم سناہا ♦  
قبولیت دعا کے مقامات | (۱) خانہ کعبہ کے اندر اور باہر ہر چار طرف بعد نماز تہجد دعا

مانگی جائے (۲) حجر اسود کے پاس دوپہر کے وقت۔ (۳) مطاف میں در کعبہ کے سامنے منبر  
پر ہاتھ رکھ کر دعا مانگیں۔ (۴) منترم کے پاس آدھی رات کو سینہ لگا کر اور ہاتھ پھیلا کر دعا مانگیں۔ (۵)

حطیم حجر اسماعیل کے پاس مغرب کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ (۶) منراب رحمت کے نیچے  
صبح کے وقت (۷) رکن یانی پر صبح کے وقت دونوں ہاتھ رکھ کر دعا مانگیں۔ (۸) دیوار سری

ماہین رکن یانی و بند دروازہ کعبہ۔ (۹) درمیان رکن یانی و حجر اسود و خصوصاً طواف کے وقت جب  
ہجوم کثیر ہو۔ (۱۰) مقام ابراہیم کے پاس صبح کے وقت دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر

(۱۱) زمزم شریف کے پاس غروب آفتاب کے وقت آب زمزم کو پیتے ہوئے۔ (۱۲) باب النبیؐ  
کے پاس جہان بستم فروشوں کی دوکانیں ہیں۔ (۱۳) باب الصفا خاص کر میلین خضرین کے

مقابل دوڑتے ہوئے (۱۴) باب السلام جہان سنگ مرمر کا منبر ہے۔ جموع کے روز دعا مانگیں۔  
علاوہ اسکے جس قدر مقامات و زیارات مقدسہ مکہ معظمہ مناد عرفات میں ہیں اور سب پر دعا قبول

ہوتی ہے۔ غار حرا۔ غار ثور۔ مسجد خیف جفرہ۔ بالای صفا و مروہ۔ جای ولادت آنحضرتؐ  
خدا۔ دار خدیجہ۔ اور جبل بقیع پر۔

**جنت المعلیٰ** ۱۷ نومبر روز جمعہ مطابق ۲۵ ذوالقعدہ کو بعد نماز صبح طواف کعبہ سے فارغ

ہو کر بننے زیارت جنت المعلیٰ کا ارادہ کیا۔ ایک مسہر کو ہمراہ لیکر باب السلام سے بڑے بازار سے

ہوتے ہوئے سید ہے باب معلیٰ کی جانب روانہ ہو گئے۔ راستہ میں ہمارے دونوں جانب

ہر قسم کی دوکانیں موجود تھیں۔ ایک نان بائی کی دوکان پر ٹیڈ کر بننے ناشتہ کیا۔ دو انڈے اور

چھٹانک بھر قیمہ دیکر ایک پراٹھا پکا دیا جسکی قیمت ۲ روپے تھی۔ جو میرے خیال میں کچھ زیادہ تھی۔

حرم شریف سے جنت المعلیٰ جانب شمال مغرب تقریباً دیرہ میل کے فاصلہ پر پہاڑوں کے درمیان

میں واقع ہے۔ راستہ میں ایرانی۔ ترکی اور بخاری ڈیرے لگائے ہوئے بڑے بڑے تھے۔ جنکی وجہ

قبرستان کے نزدیک بہت غلاظت اور بدبو پھیل گئی تھی۔ گورنمنٹ اور شریف صاحب کو فرو

اد ہر توجہ کرنی چاہئے۔ ایسے پاک اور سنہرہ مقام پر جہان ام المومنین خدیجہ الکبریٰ اور حضرت

آمنہ آرام کر رہی ہیں۔ ایسی غلاظت کا راستہ میں ہونا کہاں تک زیبا ہے۔ زرا اسی توجہ میں یہ سب

بے اعتدالیان رفع ہو سکتی ہیں۔ جب ہم جنت المعلیٰ کے دروازے میں داخل ہوئے تو وہاں

مساکین اور مسکیناں منتظر خیرات کھڑے ہوئے تھے۔ ہکو دیکھ کر سب کے سب دوڑے اور

اور مختلف دعائیں دیکر پیسے مانگنے لگے۔ اگر کسی ایک کو دیا گیا تو پھر خیر نہیں ہے۔ جان چھڑا کر

نکلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کچھ اونکو دے دلا کر سمجھا مٹا کر آگے کو بڑھے۔ پہلے اس مقدس قبرستان

میں بہت سے قبے تھے۔ مگر شریفیہ عون الرفیق پاشا کے وقت میں بہت سے قبے گرا دیئے گئے

اب ہر وقت فقط ۵ یا ۶ قبے بالکل دامن کوہ میں واقع ہیں۔ پہلے قبہ میں حضرت ام المومنین خدیجہ

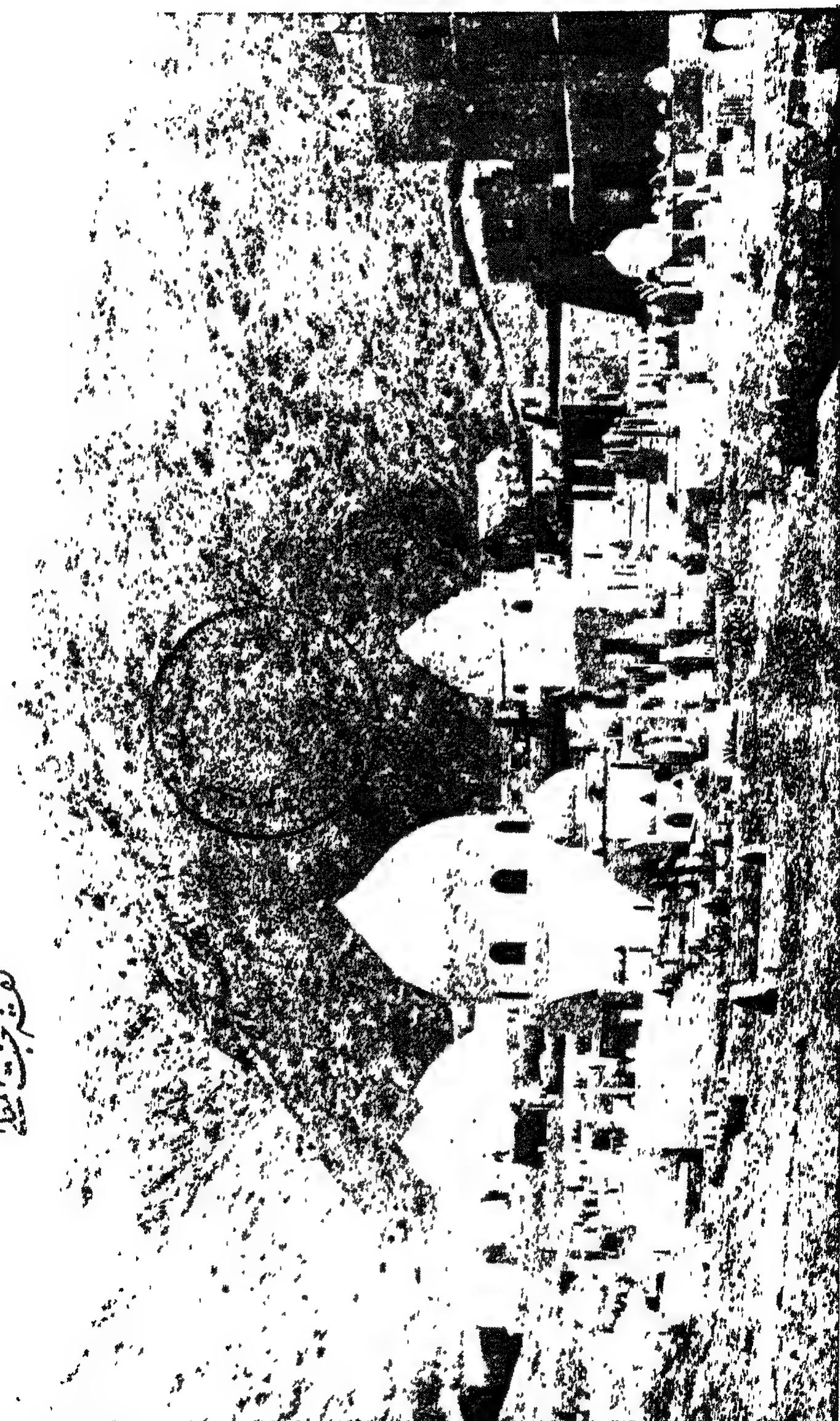
الکبریٰ کا مزار مبارک ہے۔ بطوف نے وہاں سلام پڑھایا۔ اور کسی نیک نیت خوش نویس نے نہایت

خوش خط میں ایک سلام لکھ کر فریم میں آئینہ کے ساتھ لگا کر رکھ دیا ہے۔ جس کو بطوف نے

بس اسی سلام کو پڑھ لے۔ مزار مبارک کی قدر بلند اور لابی ہے۔ سالانہ سنہری حرفوں میں کلمہ



# نقشہ حرم المملک



نقشہ حرم المملک





خالص سونے میں ڈھلا ہوا نظر آتا ہے۔ غلاف پر زرین کام کیا ہوا ہے زنگ سبز ہے تین غلاف ہیں۔

پہلے مبارک پر ایک اور قبر کسی شریف عبدالمطلب نامی کی ہے۔ مگر وہ خستہ حالت میں ہے۔ سنا گیا کہ یہ شریف آل رسول سے ہیں۔ نہیں تو بیان مجھ نہ ملتی۔ مجاور باہر بیٹھا رہتا ہے اور کچھ نذر دینی چاہئے۔ ہم نے فی کس ہم ردی۔ وہاں سے فارغ ہو کر حضرت آمنہ ام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پاک پر آئے۔ یہ دو سکے قبر میں واقع ہے جسب و تور سلام پڑھا گیا اور دعا مانگی گئی۔ اس کے اندر بھی کسی شریف حسین پاشا کا مزار ہے۔ چاروں طرف چار تھری بڑی سیلین رکھی ہوئی ہیں۔ یہ مزار بھی حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے مزار کے مانند ہے سبز غلاف پڑا ہوا ہے۔ حنبت المعلیٰ کے اخیر ہو حضرت آمنہ رض کے مزار سے ٹھینا، ۵ قدم آگے اور مزار ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ و حضرت آمنہ کے درمیانی راستہ کے اختتام پر چل ٹھینا کے متصل جو قبہ ہے اس میں دو قبریں ہیں ایک حضرت عبدالمطلب جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور دوسری قبر حضرت عبدالمناف کی ہے۔ یہاں بھی فاتحہ و سلام پڑھا گیا۔ مجاور دن کو کچھ دیکھ چوتھے قبہ میں گئے۔ جہاں حضرت ابوطالب عم رسول اللہ والد حضرت علی کرم اللہ وجہہ مدفون ہیں۔ وہاں سلام و فاتحہ پڑھ کر واپس ہوتے وقت حضرت آمنہ رض کے قبہ مبارک کے متصل ایک جھرو پانی کا ہے جس میں عمدہ شیریں پانی آتا ہے لوگ تبرکاً اسکو پیتے ہیں۔ ہم بھی وہاں تھوڑا پانی پیکر حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رض اور حضرت فضیل بن عباس رض۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رض حضرت اسمائت ابوبکر رض۔ ملا علی قاری رح سید احمد قاضی۔ خواجہ عثمان فاروقی۔ حضرت قاسم ابن رسول اللہ حضرت طاؤس۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رض۔ ابی قحافہ والد حضرت ابوبکر رض وغیرہ قبور کی زیارت کی۔ یہ قبرستان بہت بڑا تھا مگر اب اس میں چند مکانات زیر تعمیر ہیں معلوم

کس وجہ سے اور کس مصلحت کو خیال کر کے اب جنت المعلىٰ میں مکانات تعمیر کئے جلتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ چند سال کے بعد یہ قبرستان بہت ہی مختصر سا رہ جائیگا۔ اب اس میں بہت سی قبریں ہیں اور جدا جدا احاطوں میں محدود ہیں۔ قبروں پر دونوں جانب سنگین سلتیں ہیں جنہر صاحب قبر کا نام معہ تاریخ وفات درج ہے اور بجائے کسی گلداز یا سایہ دار درخت کے گھی کو ار کے درخت لگے ہوئے ہیں۔ شاید زمین کی تاثیر کا باعث ہو۔ یہ بھی سنا گیا کہ یہاں سوائے اس درخت کے اور کوئی درخت نہیں ہو سکتا ہے۔ بعض مقبروں پر نہایت عجیب و غریب طفرے کندہ ہیں جسکو دیکھنے سے عربوں کی صناعتی کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ بعد زیارت کے ہم وہاں سے مسجد الحن کی طرف روانہ ہوئے۔

**مسجد الحن** | اسکی نسبت مشہور ہے کہ اس مقام پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مسعود رحمہ کو ایک لکیر کھینچ کر بٹھا دیا تھا۔ اور جن آنحضرت کے دست مبارک پر بیعت کر کے ایمان لائے تھے یہ مسجد سوق معلیٰ میں واقع ہے۔ ایک گول قبہ بنا ہے۔ قبہ کے نزدیک ایک گھنا درخت بھی مسجد و منزلہ کے مانند ہے۔ مگر حقیقت میں دو منزلہ عمارت نہیں ہے نیچے نہ خانہ میں وہ مقام ہے جہاں برجن ایمان لائے تھے۔ ہمیں بھی اتر کر دو گانہ نفل ادا کی۔ جگہ بہت مختصر اور چھٹی حالت میں نہیں ہے۔ اس مقام پر لاکھوں حجاج سالانہ نماز سکریہ ادا کرتے ہیں۔ یہاں وضو کے لئے پانی موجود ہے۔ امرا کو چاہئے کہ کچھ فرش وغیرہ کا انتظام کر دیں۔

**مکہ معظمہ کے اور مساجد** | شہر کے اندر ۵۰ کے قریب اور مسجدین ہیں۔ مگر ان میں باقاعدہ جماعت نہیں ہوتی ہے۔ البتہ زاد یہ شاذلیہ کی مسجد میں برابر پنجوقتہ جماعت ہوتی ہے۔ اور بہت لوگ شریک جماعت ہوتے ہیں۔ وجہ یہ کہ ترکی فوجی بارک نزدیک ہے اور مکہ حرم شریف زرا دور پڑتا ہے۔ باقی دوسری جگہ دو ایک محلہ والے ضرورت کے وقت نماز پڑھ لیتے ہیں

اہل مکہ حرم شریف میں جا کر نماز پڑھنے کے عادی ہیں ایام حج میں اکثر ان مسجد و منبر میں ساکین  
و مفلس لوگ پڑے ہوئے دیکھے گئے۔

۲۸ نومبر روزہ شنبہ مطابق ۶ ذوالحجہ آج انوائید خبر سنی گئی کہ ابھی حج کی تاریخ مقرر نہیں  
ہوئی ہے اور گمان ہے کہ شاید اس سال حج اکبر نہ ہو۔ اگر خدا نخواستہ ایسا ہوا تو بہت سے لوگ  
جو خاص حج اکبر کی امید پر آئے تھے وہ مایوس ہو جائیں گے۔ مشیت ایزدی میں چارہ نہیں ہے جو  
آنے والے تھے وہ آچکے۔ جواب بہت ہی قلیل تعداد میں باقی رہ گئے ہیں وہ کل شام تک  
آجائیں گے۔ بعض حجاج تو آج ہی سے مناکہ کی طرف جانے لگے اور بہت سے چلے بھی گئے۔  
اور ہمارے معلم نے بھی کہلا بھیجا کہ کل روز چار شنبہ ہے مناکہ کی طرف چلنا ہوگا۔ اور آج احرام  
باندھ لو۔ اس سے بھی پایا جاتا ہے کہ حج اکبر نہ ہو۔

میں بعد نماز ظہر حضرت مولانا مولوی حافظ الحاج شیخ عبدالحق صاحب مہاجر کی مدظلہ العالی  
کی خدمت میں گیا۔ شیخ موصوف نے میرے چند خطوط جو آئے تھے دے دیے۔ مگر اور دیگر دوست  
اجاب کی خیریت دعا فیت سنکر بہت ہی خوشی معلوم ہوئی شیخ صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ اس  
سال حج اکبر ہے۔ یہ سنتے ہی فوراً جوش اور خوشی میرے آنسو نکل آئے دونوں ہاتھ اٹھا کر  
درگاہ صمدیت میں دعا کیا۔ شیخ صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ چند شیعی اصحاب جو شام سے آئے تھے  
بالاتفاق سنیوں کا حج خراب کرنے کی نیت سے شریف صاحب اور قاضی مکہ کے روبرو  
شہادت دی کہ رویت ہلال منگل کو ہوئی۔ مگر ہر دو بزرگوں نے انکی شہادت کو قبول نہیں کیا  
شیعوں کا دستور ہے کہ وہ ایک روز یعنی بعد یوم النحر کے دن حج کرتے ہیں۔ لہذا انھوں نے  
یہ ٹھان لیا کہ اگر انکی شہادت قبول ہو کر فتوے صادر ہو گیا تو سنیوں کا حج تو جمہوریت ہو گا  
اور وہ حج اکبر کر لیں گے۔ مگر اللہ کو یہ بات کہان منظور ہے۔ آخر خدا نے سنیوں کی سنی اور سنیوں کو



حج اکبر نصیب ہوا۔

مدرسے سے سید عبدالقادر صاحبہ رفقاً ۲ نومبر کو براہِ جدہ داخل مکہ معظمہ ہوئے آج ۲۸ کو  
مجدد سے ملاقات ہوئی۔

آج کل طواف میں کثرتِ ہجوم سے جگہ نہیں ملتی ہے۔ طواف کرنا آسان نہیں ہے۔  
دور دراز سے حجرِ اسود کا بوسہ تو کجا ۱۰ گز کے فاصلہ پر جانا بھی نصیب نہوا۔ تقریباً کل اطرافِ عالم کے  
لوگ جمع ہو گئے تھے۔ بد و کثرت سے آگئے تھے۔ چونکہ یہ قوم ہند نہیں ہے ان سے لوگوں کو  
ہر جگہ تکلیف پہنچتی ہے۔ آدمیوں کے مونڈھوں اور سروں پر پاؤں رکھ کر چڑھاتے ہیں اور وہ  
سب کے سب حجرِ اسود کے پاس ہی جمے رہتے ہیں۔

کثرتِ ہجوم سے اگر لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے تو حجرِ اسود کو بوسہ دینے کی ضرورت  
نہیں۔ فقط اشارہ کافی ہے۔ مگر لوگوں کا عمل کثرتِ اشرار کے خلاف ہے۔ طواف کہہ اور بوسہ حجرِ اسود  
میں بڑی بے احتیاطی کرتے ہیں۔ حدِ شریعت سے تجاوز کر کے لوگوں کو دہکے دیکر دھڑکتے  
اور ہر قسم کی ایذا رسانی کرتے ہیں۔ مرد تو مرد بعض بخاری اور مغربی عورات بے لحاظ ہو کر دھکا دہکی  
کرتے ہیں۔ امرِ مستحب کو حاصل کر ڈیکھتے مکروہات اور خلافِ حیا امور کے مرتکب ہوتی ہیں۔ خداؤ  
کریم ایسے لوگوں کو سمجھ دے۔ حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رحمہ اللہ حجرِ اسود کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا  
کرتے تھے تو ایک تنہا سے نہ تجھ سے کچھ نفع نہ ضرر۔ صرف اسلئے بوسہ دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے تجھ کو بوسہ دیا ہے۔

اکثر صبح کی نماز میں شافعی جماعت میں یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ محض بوسہ حجرِ اسود کے  
اشتیاق میں گھسکر حجرِ اسود کے قرب میں جگہ حاصل کرتے ہیں اور جیسے ہی امام نے پہلا سلام پھرا  
وہ لوگ بلا انتظار دوسرے سلام کے حجرِ اسود کا بوسہ لینے دوڑ پڑتے ہیں۔ مگر اس پر بھی جتنے

لوگ کہ اس قصد سے حجر اسود کے قریب تر بیٹھے تھے بوسہ نہیں لے سکے۔ جون جون حج کا رُخ قریب تر ہوتا جاتا ہے کثرت ہجوم سے ملزم شریف میں کھڑے ہو کر بعد طواف دعا مانگنے کی بھی گنجائش نہیں رہتی۔ اسوجہ سے لوگ چاہ زرم اور مقام ابراہیم کے قریب کھڑے ہو کر دعا پڑھتے ہیں۔ اور نماز واجب الطواف بالعموم مقام ابراہیم یا جہان موقع ملے پڑھ لیتے ہیں۔

شیعی اصحاب بھی طواف میں شریک ہوتے ہیں مگر ہم حجر اسود سے طواف شروع کرتے ہیں اور وہ رکن بانی سے۔ یہ لوگ کس قدر ترجیحے ہو کر طواف کرتے ہیں۔

**مولد البنی** | خدا کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے کہ ہم گنہگاروں کو اس جگہ کی زیارت نصیب ہوئی

جہان ہمارے پیغمبر خدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ یہاں ایک بڑا قبہ بنا ہے اسوقت زیر مرمت تھا۔ امید کہ بعد اختتام ایام حج کے قبہ مبارک اسر نو مرمت کیا جائیگا۔ دیکھنا قبہ کے ایک چو گوشہ کھڑا بنا ہوا ہے اوپر ایک مختصر قبہ بنا ہے یہی جاسے ولادت رسول خدا بتلاتے ہیں۔ کچھ مجاور کی نذر کر کے ہم سمہون نے اس جگہ کا بوسہ دیا۔ اور خدا کا کڑوا شکر بجالائے کہ اسکی زیارت ہمیں نصیب ہوئی پہلو میں دو رکعت نفل پڑھ کر دعا مانگی۔ یہاں پر ایک استنبولی قالین بچھا ہے۔ گو بہت پرانا ہے تاہم حالت اچھی ہے۔ بعد مرمت ہو جانے کے یہ قبہ بھی بہت عمدہ ہوگا۔ یہ مقام محلہ نفی میں ایک نشیبی جگہ پر واقع ہے۔ یہ مکان آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ کا تھا۔

جہان آپ تولد ہوئے اس جگہ پر اسوقت ایک بنر غلاف پڑا ہوا ہے اوپر آیت

شَرِیفٍ لَقَدْ جَاءَكَ رَسُولٌ مِّنْ اَنْفُسِكَ عَزِيزٌ عَلَیْہِ مَا عَنْتُمْ حَرِیصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ

رؤف رحیم زردوزی حرفون میں کشیدہ ہے۔ یہاں بھی نفرا بہت ہیں کچھ خیرات کر کے باہر آگئے۔

**مولد صدیق رضا** | اسکو دار ابو بکر رضہ و قبہ ابو بکر بھی کہتے ہیں۔ یہ وسیع اور گنبد دار مکان محلہ مسفلہ میں واقع ہے اور اسوقت سید عبدالرحمن شلی مستونی کے گھر کے پاس ہے من ایام اقامت مکہ معظمہ اس قبہ کے بالکل قریب ہوا تھا۔ اس مکان کے دو حصے ہیں پہلے حصہ میں صحن ہے جس میں عبدالرحمن معلم اپنے حاجیوں کو اوتارتا ہے یا اذان کا اسباب رکھ دیا کرتا ہے۔ اندر کے احاطہ میں آپکی جائے ولادت ہے جہاں ایک وسیع چبوترہ بنا ہے۔ اسکی نسبت یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ مولد سیدہ عائشہ رضہ ہے واللہ اعلم۔

**مقام عمر فاروق رضا** | بیت اللہ شریف سے جانب غرب محلہ مسفلہ اور ضد رلیہ کے درمیان جبل عمر پر ایک چبوترہ بنا ہے جہاں حضرت عمر رضہ عبادت کیا کرتے تھے۔ اور دار ارقم میں ایمان لانے کے بعد معہ چالیس صحابیوں کے آکر پہلی دطہ اذان پکار کر کہی تھی۔ ورنہ پہلے کفار کے خوف سے پوشیدہ اذان دیا کرتے تھے۔ اسلام کی سب سے پہلی اذان جو علانیہ کفایہ میں دی گئی وہ یہی مقام ہے۔

**مولد علی رضا** | یہ ایک بلند قبہ میں محلہ ہاشمی کے اندر نشیبی جگہ پر واقع ہے۔ یہاں پر ایک کھڑا بنا کر اوپر ایک چھوٹا قبہ بنایا گیا ہے مگر یہ مکان بالکل سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ نیچے اوپر دیواروں پر ہر جگہ سنگ مرمر ہی جڑا ہوا ہے۔ فرش استنبولی قالینوں کا ہے۔ اس مقام پر بھی دو رکعت نماز نفل پڑھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی نیک دل اہل تشیع نے یہ سنگ مرمر لگا دیا، سنا گیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی پیدائش حرم شریف میں ہوئی تھی۔ مگر اذان کی پرورش اس مقام میں ہوئی۔ واللہ اعلم۔ یہاں پر بھی فقرا اور مساکین کا ہجوم تھا اور مجاوروں کو علیحدہ دیا گیا۔

**مولد فاطمہ رضا** | مولد فاطمہ رضہ زمین سے کیقدر زرا نیچی ہے ۶ ذینے نیچے اترنے سے دہنے جانب واقع ہے اوپر ایک قبہ بنا ہوا ہے ایک گول تنہر جیسے چکی کا پاٹ ہوتا ہے

اوس قبہ کے اندر نصب ہے۔ کہتے ہیں کہ یہی جاے ولادت حضرت سیدتنا فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا ہے  
 دان بھی کچھ نذر کر کے زیارت کی گئی۔ اوس کے پیچھے بی بی کی اسبہ یعنی چکی رکھی ہوئی ہے  
 جس سے وہ آٹا پیسا کرتی تھیں۔ اوسکو بھی دیکھا۔ عورتیں اوس چکی کو بہت شوق سے زیارت  
 کر کے سر اور آنکھوں سے لگاتی ہیں۔ اوس کے پہلو میں ایک مختصر مسجد ہے اوس میں دو گانہ شکرہ  
 ادا کر کے دعا مانگی گئی۔ اوس کے بازو بائیں جانب محل شریف قلنتین ہے جہاں پر ام المومنین  
 خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور حضرت رسول خدا ص وضو کیا کرتے تھے۔ اور ام المومنین کے نماز پڑھنے کی  
 جائے ہے۔ ہم لوگ اس مقام پر صرف دعا کر کے آگئے۔ یہ مقام محلہ شمی میں ایک تنگ گلی  
 کے متصل واقع ہے۔ یہ حضرت خدیجہ الکبریٰ کا مکان تھا جہاں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ و  
 سلم شادی کے بعد تشریف لائے تھے۔ اور اسی مقام میں ایام ہجرت تک رونق افروز رہے  
 یہ مکان دالان در دالان ہے۔ اوس کے ایک طرف ایک وسیع طول کمر ہے جس میں حضرت  
 فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

دارار قم ۲۰ نومبر روز دوشنبہ زیارات کو معظمہ کو گئے تھے سب سے پہلے دارار قم میں گئے  
 اس کو دار فیروزان بھی کہتے ہیں جس پر ایک مختصر سا گول قبہ مع مسجد ہے یہ مقام کوہ صفا سے  
 ۲۵ گز جانب غرب ایک گلی میں ہے۔ کہتے ہیں کہ اس مقام پر حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ شرف اسلام  
 مشرف ہوئے تھے۔ یہاں پر دو گانہ ادا کیا جاتا ہے۔ ایک ترکی قالین بچھا ہوا ہے۔ اندر ایک  
 مسجد ہے۔ یہ جگہ اس وقت موجودہ مکانات اور زمین کی سطح سے کسی قدر نیچی ہے اس  
 معلوم ہوتا ہے کہ ۱۳ سو برس سے تعمیر مکانات کے باعث زمین کس قدر اونچی کر دی گئی ہے ایک  
 عربی قطعہ دروازے پر لکھا گیا ہے جس میں لکھا ہے کہ یہ جائے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کی ہر  
 یہاں بھی مجاور اور مسالکین موجود ہیں حسب توفیق خیرات کر کے مولد فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے جانب



واپس روانہ ہو گئے۔

**جبل نور** | مکہ معظمہ جسے جبل نور صاف دکھائی دیتا ہے۔ مناکو جانے ہوئے راستہ کے

بائیں جانب نظر آتا ہے۔ حرم شریف سے دامن جبل نور تک  $2\frac{1}{2}$  میل اور اوپر چڑھائی ایک میل کے

قریب ہوگی جبکہ فاصلہ ۳ یا  $2\frac{1}{2}$  میل ہے۔ دامن کوہ مکہ سلسل شہر مکہ کی عمارات قبوہ خانے۔ دوکائی

دو طرفہ راستہ کے ملتی ہیں۔ دامن سے اوپر چوٹی تک قریب نصف میل کے بڑی سخت چڑھائی

ہے۔ دور سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بہت تیز اور اونچا پہاڑ ہے۔ اوپر کی طرف راستہ بہت

گھوم کر گیا ہے۔ جہاں پر آنحضرت رسول خدا کا شق صدر رہا تھا۔ ایک سفید منارہ قبہ نما بنا یا

گیا ہے۔ جب آنحضرت کی عمر شریف کے ۴۰ سال قمری پر ایک دن اوپر ہوا تو ۹ ربیع الاول

۱۱۱۱ھ میلادی مطابق ۱۲ فروردی ۱۱۱۱ھ کو بروز دوشنبہ روح الامین حکم رب العالمین ثمنہ نبوت

لیکرا آپ کے پاس آئے تھے اور وقت آپ غار حرا میں تھے۔ غار حرا اسی گنبد کے ایک جانب

ہے وہی شق صدر کا مقام ہے اس مقام پر آدمی لیٹ نہیں سکتا۔ یہاں زائرین دو رکعت نفل

ادا کرتے ہیں۔ یہاں سے آگے کو نیچے اترتے ہوئے راستہ میں دو پتھر کے درمیان سے

گزرنا پڑتا ہے۔ جو قدرتی طور پر بہت بڑے بڑے کھڑے ہیں جسیم آدمی زرا تر جمھا ہو کر جاتا ہے

یہاں سے آگے وہ جائے ملتی ہے جہاں پر سورہ اقرآن نازل ہوئی تھی۔ پہاڑ کی چوٹی سے یہ عکبہ

۸۰ اگر ہے۔ اس مقام پر دو پتھر ایسے لگا دئے گئے ہیں جو مثل جھونپڑی یا ڈیرے کے

معلوم ہوتے ہیں۔ یہاں بھی دو رکعت نفل نماز ادا کرتے ہیں۔ اس عکبہ پر ایک وقت میں دو آدمی

نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اوپر جہاں شق صدر ہوا تھا چھ یا سات آدمی ایک وقت نماز پڑھ سکتے ہیں

زمین پر ہی نماز ادا کر لیتے ہیں۔ چونکہ یہ وہ مبارک مقدس زمین ہے کہ اگر روی زمین کے اعلیٰ

سے اعلیٰ قالین بھی لے کر بچھا دئے جائیں تو اس خاک پاک اور گروہ کے سامنے پہنچ نہیں سکی

لئے لوگ تبرکات دہان کی خاک پاک کو اپنی پیشانیوں پر لگانا باعث نفع جاننے میں یہ وہ مقام ہے کہ آنحضرت رسول خدا قبل نبوت ہر وقت آنکر تنہائی میں عبادت کیا کرتے تھے۔ بیت اللہ شریف سے ایک گھنٹے کے عرصہ میں دامن کوہ میں پہنچ سکتے ہیں۔ دامن سے چوٹی تک ایک گھنٹے کا راستہ ہے صبح کی نماز کے بعد جانے سے ظہر تک بخوبی زیارت سے فارغ ہو سکتے ہیں۔ دامن کوہ تک گدھے اور خچر پر سوار ہو کر جا سکتے ہیں اور اوپر بھی سواری جا سکتی ہے مگر محذوش ہے۔

**جبل بوقمیس** | یہ پہاڑ شہر کے اندر ہی ہے۔ ابن بطوطہ کے زمانے میں آبادی شہر کی مقدار انتہی جواب ہے۔ چنانچہ علامہ موصوف جبل بوقمیس کو یوں بیان کرتے ہیں۔ ”منجملہ اور پہاڑوں کے جو مکہ معظمہ کے گرد ہیں جبل بوقمیس ہے جو منجملہ اون دو پہاڑوں کے ہے جنکو خشیان مکہ کہتے ہیں ایک انشب ہی جبل بوقمیس ہے۔ یہ پہاڑ مکہ معظمہ کے جانب جنوب مشرق حجر اسود کے مقابل واقع ہے۔ بہ نسبت اور پہاڑوں کے مکہ معظمہ سے قریب تر ہے۔ لوگ ذکر کرتے ہیں کہ زمین پر پہلا پہاڑ جو خدا نے مخلوق کیا ہے وہ یہی ہے حضرت نوح کے طوفان کے وقت حجر اسود اسی پہاڑ میں امانت رکھا گیا تھا۔ اس وقت آبادی بہت دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ دامن بوقمیس تک بڑی بڑی عالیشان عمارات ہو گئی ہیں۔ اوپر جانے کے لئے پتھروں کے زینے لگا دئے گئے ہیں۔ فاصلہ حرم شریف سے چوٹی تک قریب ایک میل ہوگا۔ آسانی سے اوپر چڑھ سکتے ہیں اسی جگہ سے حضرت سیدنا ابراہیم ؑ نے حج کی منادی کی تھی۔ اسی جگہ پر آنحضرت رسول خدا نے اپنی انگشت مبارک کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کئے تھے جو معجزہ شق القمر سے مشہور ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے پہلے اذان کہی تھی۔ اور اکثر یہاں پر اذان دیتے اور عبادت کیا کرتے تھے۔ اوپر عرب لڑکے آب زمزم فروخت کیا کرتے ہیں۔ اس جگہ

سے خانہ کعبہ اور اسکی چھت اور شہر مکہ معظمہ بخوبی اور صاف طور سے دکھائی دیتا ہے فقراء اور مساکین کا ہجوم بہت رہتا ہے مسجد سے معجزہ شق القمر کی جگہ کچھ دور نہیں ہے بہت لوگ جنگ کو تعظیم کعبہ کا خیال ہے وہ بوقبیس پر نہیں چڑھتے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ ان سے کعبۃ اللہ ہمارے نیچے ہو جاتا ہے۔ اور اسکی چھت نظر آتی ہے۔ یہ اپنا اپنا خیال ہے۔

سننے میں کہ یہ مسجد کسی ہندوستانی اہل دول نے بنوا دی ہے۔ اس مسجد میں ہمیشہ نماز نہیں ہوا کرتی۔ صرف زائرین دو گانہ نفل ادا کرتے ہیں۔

جانب مغرب جبل عمر نظر آتا ہے۔ تین پہاڑیوں پر تین قلعے عجیب بہت شان کے ساتھ حرم شریف کی حفاظت پر مسلح تیار ہیں۔

جمعہ کے روزان قلعوں پر سلطانی جھنڈا اڑایا جاتا ہے جبل بوقبیس سے حرم شریف کے اندر کبوتروں کا اڑہنا اور حجاج کا طواف کعبہ میں مشغول رہنا ایسا پیارا نظارہ ہے جس سے دل سیر ہی نہیں ہوتا۔ دور دور کا منظر بہت اچھی طرح سے دکھائی دیتا ہے میدان عرفات بھی نظر آتا ہے۔

**جبل ثور** | یہ پہاڑ مکہ معظمہ سے جانب جنوب تقریباً چھ میل کے فاصلہ پر ہیں کے راستہ میں واقع ہے۔ اسی پہاڑ میں وہ غار ہے جسکو غار ثور کہتے ہیں جس میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم وقت ہجرت تشریف فرما ہوئے تھے۔ لوگ اکثر صبح کی نماز کے بعد حرم شریف سے روانہ ہوتے ہیں۔ گدھے سواری کے لئے ملجائے ہیں جن کا کرنا آنے اور جانے کے لئے ایک یا دیرہ روپیہ ہے حرم شریف سے دامن ثور ۲ میل سے کچھ نامد ہوگا راستہ میں نشانات لگے ہوئے ہیں۔ ۴۴ عدد برج سفید رنگ کے پختہ ہیں۔ اور ۷ عدد اوپر دامن کے نصف راستہ تک آبادی ملتی ہے اس کے بعد صرف قہوہ خسانہ پہاڑ کے دامن

مین ہے حسین قہوہ۔ چار اور پانی ملتا ہے۔ دامن سے اوپر تک آہستہ جانے سے قریب سوا گھنٹے کی چڑھائی ہے۔ اگر ذرا تیزی سے جائیں تو شاید ایک گھنٹے میں اوپر پہنچ سکتے ہیں۔ پہلے پہاڑ کی دھار پر چڑھ کر کچھ دور اترنا ہوتا ہے۔ پھر دو سکر پہاڑ پر چڑھنے سے ٹور کی چڑھائی ملتی ہے۔ یہ چڑھائی زرا سخت ہے افسوس ہے کہ ترکش گورنمنٹ نے راستہ کا کوئی انتظام نہیں کیا۔ اگر چاہتے تو وہاں تک کل زینے ہی لگا دے ہوتے۔ اس وقت راستہ کا فقط ایک نشان ہے جو کثرت آمد و رفت سے خود بخود بن گیا ہے۔ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچنے سے پیشتر ایک مقام پر لوگ شربت بھیجتے ہیں۔ ایک پیسہ کو ایک گلاس شربت ملتا ہے جو کس قدر چڑھائی کی نشانی کو سمجھا دیتا ہے۔ پہلے پہاڑ کے بعد جو اوڑھائی ہے وہ بہت تھوڑی ہے فقط ایک فرلانگ اذتر کر پھر چڑھنا چاہئے۔ راستہ میں فقرا و مساکین کا ہجوم رہتا ہے۔ غار ٹور جو ٹور ابن سیاہ کا مسکن تھا اسی نام سے مشہور ہے وہ چوٹی سے دو فرلانگ نیچے کی طرف ہے۔ اسی جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تین شبانہ روز قیام فرمائے تھے۔ اس غار کے منہ پر بکری نے جالاتنا تھا۔ اور کبوتر دن نے انڈے دیکر اپنا گھر بنالیا تھا جب شیطان ملعون کفار کو ترغیب دیکر وہاں تک لایا تو جالا اور کبوتر کے انڈے دیکھ کر واپس ہو گئے۔ اس روزہ اقامت میں حضرت محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کفار کی جملہ خبریں حضرت رسول خدا کو پہنچاتے رہے اور حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کھانا پہنچاتی رہیں۔

آخر چوتھی شب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر سے دو اونٹیان آگئیں جنکو اسی سفر کے لئے خوب فرہ اور تیار کیا گیا تھا۔ ایک پر آنحضرت اور ابوبکر اور دوسری پر عامر بن فہیرہ اور عبد بن اریقط سوار ہوئے۔ اور مدینہ کی جانب یکم ربیع الاول روز دوشنبہ نبوت سے اردین سال مطابق ۶۲۲ھ کو روانہ ہوئے۔



جبل ثور کی اونچائی سطح سمندر سے ۳۲۰۰ فٹ بلند اور مکہ معظمہ سے ۱۲۰۰ سو فٹ بلند ہے۔ غار ثور کا منہ بالکل تنگ ہے جسیم آدمی شکل سے جاسکتا ہے معمولی آدمیوں کو کھجی مان ذرا سمیٹ کر جانا چاہئے۔ آجکل اسکے دوسری جانب دروازہ بنادیا گیا ہے۔ زائرین ایک طرف سے داخل ہو کر دوسری جانب کو نکل جاتے ہیں۔ یہاں بدو لوگ زائرین سے کچھ کچھ پیسے وصول کرتے ہیں۔ اس مقام پر پتھر میں وہ سوراخیں ہیں جنہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دشمنوں کے خوف سے کپڑا لگا دیا اور ایک سوراخ کے باقی رہ جانے پر اپنا انگوٹھا لگا دیا تھا جسکو سناپ نے کاٹ دیا تو حضرت رسول خدا کے لعاب میں سے شفا حاصل ہوئی۔

اس وقت چوٹی پر ایک سفید نشان بچہ بنا ہوا ہے دو گز چوڑا اور ۳ گز اونچا ستون ہے چوٹی پر سے چاروں طرف نہایت عمدہ منظر دکھائی دیتا ہے۔ نہر زبیدہ بہت دور تک موگھاؤں اچھی طرح سے معلوم ہوتی ہے جبل نور جبل قرہ اور بہت دور دور کے پہاڑ صاف بھی اچھی طرح نظر آتے ہیں۔ حرم شریف اور مکہ معظمہ کی عمارات بہت نیچے کی طرف دکھائی دیتی ہیں غار کے منہ پر ایک پتھر ۴ گز اونچا اور ۳ گز چوڑا سفید اور سخت ہے۔ اس وقت اس کے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے پتھروں سے روزن بند کر دئے گئے ہیں۔ اسی پتھر کے نیچے سے جانا ہوتا ہے جب اندر داخل ہو جاتے ہیں تو ۵ فٹ کا آدمی اوسمیں کھڑا ہو سکتا ہے اس سے اونچا آدمی اوسمیں جھک کر کھڑا ہو سکتا ہے ۵ فٹ فقط درمیان میں اونچائی ہے۔ کناروں پر نہیں۔ اندر ۸ یا ۱۰ آدمی بیٹھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ غار کے اندر دیکو بھی روشنی ہوتی ہے اس وقت کل سوراخ بند کر دئے گئے ہیں۔

اس پہاڑ پر بلسان کے درخت بہت ہیں جن سے روغن بلسان نکلتا ہے جو عرب میں مشہور و معروف ہے۔

**صفا و مروہ** | مسجد حرام کے اس دروازے سے جسکا نام باب الصفا ہے مقام صفا تک قدم کا فاصلہ ہے اور عرض صفا کا ۱۰۰ قدم ہے اوس کی متعدد سیڑھیاں ہیں۔ اوپر کے درجہ میں ایک چوڑی ہے۔ درمیان صفا اور مروہ کے ۴۰۰ گز کا فاصلہ ہے اس مسافت میں مقام صفا سے میل خضر تک ۸۰ گز وہاں سے میلین اخضر تک ۶۵ گز۔ میلین اخضر سے مقام مروہ تک ۲۹۵ گز ہے۔ مقام مروہ کی سیڑھیاں صفا سے کم ہیں۔ صفا کی ۱۲ یا ۱۴ ہیں۔ مروہ کی ۵ یا ۷ ہیں۔ کثرت ہجوم کے باعث مجھ کو گھٹنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ مقام مروہ کی چوڑائی ۴۴ قدم کی ہے میل اخضر سے میلین اخضر تک عاصیون کو ذرا تیز قدمی سے جانا پڑتا ہے۔ دونوں مقام یعنی میلین پر سبز پتھر قائم کر دئے گئے ہیں میل اخضر ایک سبز ستون ہے اور میلین اخضر دو دو سبز ستون ہیں۔ صفا سے مروہ تک راستہ بالکل بھرا رہتا ہے۔ بڑی بڑی دوکانیں یہاں ہوتی ہیں۔ گزرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ہر قسم کی چیزیں ان دوکانوں میں ملتی ہیں۔ صفا کے اوپر یہ آیت کریمہ نہایت جلی حرفوں میں منقش ہے۔ اِنَّ الصَّافَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ الْخ

مکہ میں ماہ صفر | حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا عرس ۱۲ صفر سے شروع ہو کر ۱۴ صفر تک رہتا ہے۔ دو روز تک مکہ معظمہ اور اسکے اطراف و اکناف میں بہت رونق رہتی ہے۔ ایک روز تو مزار پرانوں پر رونق رہتی ہے۔ دوسرے روز لوگ مسجد تنعیم کے پاس آکر میدان میں جمع ہو جاتے ہیں اور ایک عربی قصبہ جو بمبئی زبان میں کسی نے نظم کیا ہے لوگ پڑھتے ہیں اوسکا خلاصہ یہ ہے کہ ایک یہودی کے پاس ایک نہایت حسین کنیز تھی اوسکا نام میمونہ تھا۔ اوس کنیز کو آنحضرت کے دیدار کا شوق پیدا ہوا۔ اور آپ کے محاذ حسنہ اکثر بیان کرنے لگی جس سے یہودی کو نفرت پیدا ہو گئی۔ بالآخر اوسنے عاجزا کر ایک اور یہودی کے ہاتھ گران قیمت پر فروخت کر ڈالا۔ وہاں بھی اوس کنیز نے آنحضرت کی محبت کا دم بھرنے شروع کیا اوس آخر الذکر یہودی نے

دس جواہر اوس کنسیر کو دئے تھے۔ ایک دن اتفاق سے جب یہودی گھر سے باہر تھا کسی نے آنکر آنحضرت کی شان پاک میں کچھ اشعار پڑھے تو میمونہ نے باہر آکر دسوں جواہر اوس فقیر کو دیدئے۔ جب یہودی گھر آیا تو اس کے بچوں نے میمونہ کی خیرات کا ذکر کر دیا یہودی نے میمونہ پر بہت سختی کی اور چاہا کہ مجھ سے اس کو آنحضرت کا نام لینے سے باز رکھے اور سمجھایا کہ وہ دین یہود اختیار کرے میمونہ نے کس طرح نہانا۔ آخر کار یہودی نے میمونہ کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے۔ اور خون بہتا ہوا گھسیٹ کر ایک ٹیلے پر ڈال دیا۔ اتفاق سے آنحضرت کا گدہ اسی جانب ہوا اور میمونہ کو دیکھ کر ہاتھ پاؤں اس کے جوڑ دئے اور خدا سے دعا کی کہ یارب العالمین اس کو پھر صبح و سالم کر دے۔ پھر دس دعا کے میمونہ صبح و سالم تندرست ہو کر کھڑی ہو گئی تب آپ نے سب نقدہ اوس سے سنا۔ میمونہ تو مسلمان پہلے ہی سے تھی۔ مگر اس خبر کو جب یہودی نے سنا تو وہ بھی دوڑا ہوا آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔

(ماخوذ از سفرنامہ حجاز)

حضرت میمونہ کا مزار مکہ معظمہ سے تقریباً ۵ میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑ کے ڈھلوان پر واقع ہے۔ چند قبریں اور بھی یہاں ہیں۔ ایک مسجد ہے اور مزار پر ایک قبہ ہے۔ سنا گیا کہ اس عرس کے لئے بہت دور دور سے لوگ آتے ہیں۔ حتیٰ کہ مدینہ منورہ سے بھی لوگ آیا کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

**مکہ میں ربیع الاول** | روز پیدائش آنحضرت مکہ میں بڑی خوشی منائی جاتی ہے اس کو عید یوم ولادت رسول اکرم کہتے ہیں۔ اور سوز جلیبیاں بکثرت کہتی ہیں۔ حرم شریف میں حنفی مصلے کے پیچھے مکلف فرش بچھایا جاتا ہے۔ شریف مکہ اور کھانڈر حجاز مہر اسٹاف کے لباس فاختہ زرق برق کا پہنے ہوئے آکر موجود ہوتے ہیں۔ اور پھر حضرت رسول اللہ کی

جائے ولادت پر جا کر تھوڑی دیر نعت شریف پڑھ کر واپس آتے ہیں جرم شریف سے مولد لہنی تک دور رو یہ لالیٹون کی قطارین روشن کیجاتی ہیں۔ اور راستہ میں جو مکانات اور دوکانیں واقع ہیں اونپر روشنی کیجاتی ہے۔ جائی ولادت اوس روز بقیہ نور بنا ہوتا ہے۔ جاتے وقت اون کے آگے مولود خوان نہایت خوش الحانی سے نعت شریف پڑھتے چلتے ہیں۔

اربع الاول بعد نماز عشا حرم محترم میں محفل میلاد منعقد ہوتی ہے، بجے شب تک نعت مولود اور ختم پڑھتے ہیں۔ اور اوس رات جامی مولد لہنی پر مختلف جماعتیں جا کر نعت خوانی کرتی ہیں مثلاً اماموں کی جماعت خطیبوں کی جماعت غلاموں کی جماعت خواجہ سراؤں کی جماعت وغیرہ یکہ معظمہ میں اس عید کی بڑی دہوم ہوتی ہے۔ اور اربع الاول کی مغرب سے ۱۲ ربيع الاول کی عصر تک ہر نماز کے وقت ۲۱ توپ سلامی کی قلعہ جیاد سے ترکی توپخانہ سہرتا ہے۔ دنوں میں اہل مکہ بہت جشن کرتے۔ نعت پڑھتے اور کثرت سے مجالس میلاد منعقد کرتے ہیں۔

**عمرہ رجب** | اہل مکہ عمرہ رجب کے واسطے بڑی دہوم دہام اور بہت بڑا جشن کرتے ہیں مثل اوسکے اور کوئی جشن مکہ معظمہ میں نہیں ہوتا ہے۔ اور یہ جشن شبانہ روز برابر رہتا ہے۔ اس مہینے کی تمام اوقات میں عبادت کی بہت کثرت رہتی ہے۔ پہلی۔ پندرہویں اور ستائیسویں تاریخوں میں حرم شریف میں نمازیوں کی کثرت سے حج کا ساموسم یاد آ جاتا ہے۔ علامہ ابن بطوطہ اس تقریب کی نسبت یوں لکھتے ہیں کہ ”میں نے ستائیسویں رجب کو دیکھا ہے کہ اس عمرہ رجب کی دہوم دہام میں مکہ کے بڑے بڑے رستوں میں ہودوں کی اس قدر کثرت ہوتی ہے کہ کہیں چلنے کی جگہ باقی نہیں رہتی۔ راستے سب آدمیوں سے بھرے رہتے ہیں۔ ہودوں کی تیاری کا یہ ہتھام ہوتا ہے کہ اوسکے پردے بہت گران قیمت حریر کے ہوتے ہیں۔ ہر شخص اپنی حیثیت کے موافق تیاری کرتا ہے۔ اونٹوں کے گلے کی رسیاں وغیرہ بھی لٹخی ہوتی ہیں۔ اور ہودوں کے



پردے اسقدر لاسبے ہوتے ہیں کہ اونٹ کے اوپر سے زمین کو چھوتے ہیں۔ ہودجون کی وسعت اور پردوں کی درازی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا خمیہ زمین پر لگے ہیں اسی تزک و احتشام سے میقات تنعم تک جاتے ہیں۔ ہجوم اور کثرت سواری سے معلوم ہوتا ہے کہ میدان عمرہ میں گویا شغفون کا سیلاب جاری ہے۔ اور راستہ میں دور ویر روشنی کی جاتی ہے اور اونھوں کے آگے آگے بھی شمعیں اور شعلیں بکثرت روشن ہوتی ہیں۔ ان بے حد بے پایان سوار یوں کی آواز اور جھنکار سے مکہ کے اطراف کے پہاڑ گونج اٹھتے ہیں جس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی آدمیوں کی طرح تہلیل و تکبیر میں مصروف ہیں۔ الغرض ایک عجیب و غریب منظر دکھائی دیتا ہے۔ جسکے دیکھنے سے دل پر عجیب طرح کی رقت طاری ہوتی ہے کہ خواہ مخواہ آنسو بہنے لگتے ہیں۔ پس جب سب لوگ عمرہ کر چکے ہیں اور طواف کعبہ سے فارغ ہوتے ہیں تو سعی صفا مروہ کے لئے جاتے ہیں۔ کبھی بھسی رات کے وقت کرتے ہیں۔ مقام سعی میں دور ویر چراغوں کی بڑی روشنی ہوتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ راستہ کے دونوں جانب آگ لگی ہوئی ہے۔ اور تمام راستہ لوگوں سے کچھا کچھ بھرا رہتا ہے۔ اور مسجد حرام کی روشنی چمک اور دکھ منظر کو دو بالا اور بارونق کر دیتی ہے۔

وہاں کے لوگ اس عمرہ کو عمرۃ الکعبہ کہتے ہیں اس واسطے کہ احرام اس عمرہ میں مقام ایکہ سے کرتے ہیں۔ یہ مقام مسجد سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ایک تیر کے مار کے فاصلہ پر واقع ہے اور اس مسجد سے جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے بہت قریب ہے اصل اس عمرہ کی یہ ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کعبہ معظمہ سے فارغ ہوئے تو ننگے پاؤں پیادہ پائے کی نیت سے نکلے۔ اور وقت اہل مکہ آپکے ہمراہ تھے اور وہ دن ستائیسویں جب کا تھا۔ اور جب مقام ایکہ تک پہنچے تو وہاں سے اپنے احرام باندھاؤ

ثقیۃ الحجون سے باب معین تک کہ جہان سے مسلمان مسخ مکہ کے دن داخل ہوئے تھے اپنا راستہ قائم کیا تھا پس اوس دن سے اب تک یہ رسم قائم ہے۔

آجکل اہل مکہ رمضان المبارک میں عمرہ کرتے ہیں۔ رمضان شریف میں عمرہ کا ثواب حج کے برابر ہے۔ عمرہ ہر وقت جائز ہے سو امی عرفہ یوم النحر یعنی ۱۰ دین ذوالحجہ اور ایام تشریق کے انہیں مکروہ ہے۔

**مکہ میں رمضان المبارک** | جہان چاند رمضان المبارک کا دیکھا گیا حرم شریف میں استیلا اور زینت دریا بایش کر دی جاتی ہے۔ فرش مسجد شریف کا بنا کر دیا جاتا ہے۔ شمعیں۔ ہانڈیاں اور موم بتیان بکثرت روشن کی جاتی ہیں جس سے تمام حرم جگمگانے لگتا ہے اور عجب طرح کا نور و شگفتگی برسنے لگتی ہے ہر چار ہذا ہب کے لوگ علیحدہ علیحدہ گروہ گروہ ہو جاتے ہیں۔ مالکیہ مذہب کے چار قاری جمع ہو کر باری قرأت کرتے ہیں حرم شریف کا کوئی گوشہ اور کوئی جانب ایسی باقی نہیں رہتی ہے کہ جہان پر ایک جماعت کھڑی ہو کر قرأت نہ کرتی ہو۔ الغرض تمام حرم محترم قرأت قرآن سے گونج اٹھتا ہے۔ اور ایسی کچھ حالت اور عجب طرح کا سماں پیدا ہوتا ہے کہ جس سے دل بے اختیار بھر آتا ہے۔ اور دلون پر ایک عجیب حالت طاری ہوتی ہے کہ جس کے سبب سے خود بخود آنسو جاری ہونے لگتے ہیں۔ شافعیہ کا یہ دستور ہے کہ ۲۰ رکعتیں تراویح کی پڑھنے کے بعد امام مع جماعت کے طواف بیت اللہ کا کرتا ہے۔ مینارون کی قندیلین سحر کے وقت تک روشن رہا کرتی ہیں۔ جب وقت سحر کا ہو جاتا ہے تو قندیلین بجھا دی جاتی ہیں۔ جب وقت مینارون کی روشنی کم ہوتی ہے تو سمجھنا چاہئے کہ سحری کا وقت ہو چکا لوگ کھانا پینا موقوف کر کے حرم شریف کو نماز صبح کے لئے آجاتے ہیں۔ آجکل وقت سحر و افطار ترکی توپ خانے سے توہین چلتی ہیں۔ افطار کو لوگ اپنے ہمراہ افطاری لا کر حرم شریف میں افطار کرتے ہیں شب قدر

یعنی ۲۷ دین رمضان کی شب کو سب راتوں سے بڑا حرم شریف میں روشنی اور آرائش کا انتظام ہوتا ہے۔ اس شب میں قرآن مجید مقام کریم کے پیچھے ختم کیا جاتا ہے۔ پھر ۲۹ دین شب کو مصلیٰ مالکیہ کے پاس قرآن مجید ختم کیا جاتا ہے۔

۲۸ دین مکہ میں ماہ شوال | شوال کی چاند رات کو اہل مکہ بہت روشنی کرتے ہیں جس طرح سے ۲۷ دین

شب رمضان کو روشنی میں تکلفات ہوتے ہیں اس طرح سے شوال کی چاند رات کو بھی روشنی میں بہت تکلف کرتے ہیں حرم شریف کی تمام چھت اور مناروں پر اور مسجد جبل نبی پر کٹر روشنی ہوتی ہے اور جگہ موذن میں حرم محترم تمام شب تسبیح تہلیل تکبیر نوافل اور طواف بیت اللہ میں مشغول رہتے ہیں۔

عید اضحیٰ کا چاند | روز چہار شنبہ تاریخ ۲۲ نومبر مطابق ۳۰ ذوالقعدہ ۱۳۲۹ھ بعد عصر لوگ

حرم شریف کے صحن میں جمع ہونے شروع ہو گئے۔ ہزاروں کا مجمع تھا یہ مجمع فقط رویت ہلال ذوالحجہ کا منتظر تھا۔ ہر شخص کی انگشت شہادت قریب نماز مغرب آسمان کے جانب اٹھی ہوئی تھی جسکو دیکھو نگاہ لڑائے ہوئے تھا۔ اور اپنے ہمراہیوں کو پکڑ پکڑ کے چاند کی طرف انگلی سے بتا رہا تھا۔ ہزاروں اتھ چاند دیکھتے ہی بارگاہ صمدیت میں دعا کیلئے اٹھ کھڑے تھے آج خانہ کعبہ کو سفید احرام باندھا گیا۔ حجاج خوشی سے پھولے نہ سہاتے تھے۔ کچھ کسب نصیب ہوا۔ حرم شریف کے کل مناروں پر روشنی لگی اور ۲۱ توپ سلامی کے سر ہوئے۔ ٹرکش بیاٹری نے دھن دھن توپیں داغنی شروع کی جس سے سارا مکہ معظمہ گونج اٹھا حرم شریف میں آج سے برابر عرفہ تک روشنی ہوتی رہیگی۔ ہر منارہ کے مناروں میں روشنی کی قطاریں نہایت عمدہ معلوم ہوتی ہیں۔

مساکین و فقراء مکہ | یوں نور دی زمین پر کوئی جگہ ایسی نہ ہوگی جہاں مساکین و فقراء نہ ہوں۔ مگر

خصوصیت کے ساتھ یہ فخر بھی سرزمین حجاز ہی کو حاصل ہے کہ یہاں پر روی زمین کے گداگروں کا دسواں حصہ نہ ہی تو میسواں حصہ ضرور ہوگا۔ گلی گلی کوچہ کوچہ گداگروں ساکین موجود ہیں خاص کر زیارات میں ان لوگوں کی اس قدر کثرت ہے کہ الامان۔ بعض اوقات دل تنگ آ جاتا ہے بڑے بڑے جبہ پوش مرد اور بڑی بڑی برقعہ پوش عورتیں مانگنے والوں میں موجود ہیں ان کی حالت بھی قابل رحم ہے خاص حرمین الشریفین میں جہاں کیسے بکوزرا سفید پوش دیکھا تو پھر اوسکے نزدیک آکر گھیر لیا کرتے ہیں۔ بعض کو تو میں نے اس طرح دیکھا کہ بڑے مخلص دوست کے مانند نزدیک آنکر السلام یکم کہ کر زبردستی ہاتھ مصافحہ کے لئے بڑھاتے ہیں۔ خیریت و مزاج پر سی کے بعد دولت خانہ دریافت کیا جاتا ہے۔ خواہ او سوقت آپ فطیفہ میں ہوں یا تلاوت قرآن میں یا تسبیح و تہلیل میں اوس میں اوسکی پرواہ نہیں بعد کو کہتے ہیں کہ حضرت ہم تو سید ہیں اب یہ یا ناگور کے بہنے والے ہیں۔ یا امام ہیں خطیب ہیں۔ ہمارا سلسلہ حضرت غوث پاک سے ملتا ہے وغیرہ وغیرہ پھر مطلب کی کہتے ہیں کہ کچھ دلوادو۔ دو ایک حدیث پڑھ کر سناتے ہیں۔ جن میں خیرات کی فضیلت ہوتی ہے۔

بعض ہندوستانی تو اپنے آپ کو عرب بنا کر اردو سے محض ناواقفیت ظاہر کر کے فقط عربی زبان میں ہی سوال کرتے ہیں۔ ایک وقت میں مدرسہ ہی نہ فرمی کے پاس بیٹھا ہوا کچھ تسبیح پڑھ رہا تھا ایک صاحب آنکر جو کچھ کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے کہہ کر ہٹھ گئے اور اس قدر جلدی کی کہ فوراً دلوائے۔ میں نے اپنا وظیفہ بند کر کے اون سے نہایت عاجزی کے ساتھ کہا کہ جناب اسوقت میرے پاس کچھ موجود نہیں ہے۔ انشاء اللہ کل کچھ دوں گا۔ واللہ میرے پاس اسوقت کچھ موجود نہیں تھا۔ بس اتنا کہتے ہیں آپ کیا فرماتے ہیں کہ اجی صاحب ایک منٹ کے بعد زندہ رہو گے یا نہیں یہ کیونکر کہہ سکتے ہو کل یا کیوقت دوں گا فوراً دیدیکھے



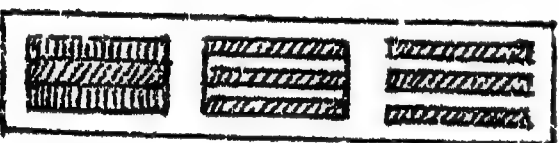
اوس وقت کا کام کل پر رکھنا عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔ جو کچھ میرے سائل نے کہا بالکل سجا  
 تھا۔ مگر میں کیا کر سکتا تھا۔ خاموش ہو گیا اور وہ بہت کچھ بکتا تھا۔ اس قسم کے گداگر بھی آپ کو  
 حرمین الشریفین میں ملیں گے۔ صبر سے کام لینا ہوگا۔ ایک اور دفعہ سنا کہ اس مضمون کو ختم کرتا ہوں  
 میرے چند دوستوں نے خیرات کرنے کے لئے کپڑے اور نقدی مجھ کو دی تھی۔ اور ان کی یہ  
 تاکید تھی کہ حرم شریف کے اندر ہی خیرات کرنا۔ میں ایک روز ان کی تاکید پوری کرنے کے لئے  
 کپڑے اور نقدی لیکر باب ابراہیم کے پاس گیا جیسے دینا شروع کیا کہ سینکڑوں آدمی جمع ہو گئے  
 خیر ہوی کہ میں صبح و سالم نکل آیا ورنہ کوفتہ ہو جاتا۔ آخر مجبور ہو کر سارے کپڑے اور نقدی  
 حرم شریف کے اندر پھینک دیا۔

**مکہ میں موت و نماز جنازہ** | ہر ایک مسلمان کی یہی خواہش ہوگی کہ خداوند کریم اوسکو مکہ میں

موت دے۔ اور وہ جنت المعلیٰ میں دفن ہو۔ اس میں کیا شک ہے جنت المعلیٰ میں دفن ہونا  
 اور قیامت کے روز جب دوبار اٹھائے جائیں گے تو صحابہ کرام کے ساتھ اٹھنا اور ان کے  
 ساتھ حشر ہونا۔ یہ کچھ تھوڑی بات نہیں ہے۔ جب کوئی مرجاتا ہے تو غسل و کفن دیکر ایک  
 چار پائی نہاتا بوت میں ڈال کر دو آدمی اٹھا کر حرم شریف کے اندر لاتے ہیں جس طرح موقع ہوتا  
 نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ بعض اوقات دس دس میت حرم شریف میں جمع ہو جاتے ہیں تب  
 نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے بعض وقت ایک ہی میت پر پڑھتے ہیں۔ جب نماز جنازہ سے  
 فارغ ہوتے ہیں تو وہی دو یا چند آدمی میت کو قبرستان میں لے جا کر دفن کرتے ہیں۔ مکہ  
 معظمہ میں دو قبرستان ہیں اصل میں پہلے یہ ایک ہی تھا۔ اب درمیان میں راستہ ہو جانے  
 سے اوسکے دو حصے ہو گئے ہیں۔ دفن کا طریقہ یہ ہے کہ جنازہ حرم شریف میں لاتے  
 ہیں تو اوسپر غلاف تک نہیں ہوتا۔ ضلوع مدرس کے مانند یہاں کے جنازے نہیں ہیں

بعض اوقات بھ بھی دیکھا گیا کہ میت کے پیر باہر ہو گئے ہیں چار پائی چھوٹی ہے۔ میت صبحی ہوتی ہے اور سی طرح آدمی بھی ساتھ جاتے ہیں۔ غریب و لاوارث یا عموماً حاجیوں کی میت کے ساتھ دو یا چار آدمی یا زیادہ سے زیادہ ۱۰ اشخاص ہوتے ہیں شہری مفلس کی میت کے ہمراہ ۲ یا ۴ آدمی سے زائد نہیں ہوتے۔ امیر اور دولت مند کی میت کے ہمراہ اکثر مولود خوان و دروہ قطار باندھ کر چلتے ہیں اور خوش آواز میں قصائد پڑھتے جاتے ہیں جنہیں زیادہ تر بے ثباتی دنیا کو عجیب موثر پیرایہ میں بیان کیا جاتا ہے۔

دفن کا طریقہ عجیب نرالا ہے۔ ایک یا دو بچہ یا خام نالیان پہلے ہی سے کھودی ہوئی رہتی ہیں۔ اون نالیوں میں تین تین مردے نیچے اوپر ایک دوسرے کے رکھ کر بند کر دیتے ہیں



بعض نالیان دوسری میت سے پر کی جاتی ہیں اس نمونے پر  کوئی تیز نہیں کہ میت مرد ہے یا عورت ایک پر دوسرے کو چڑھا دیتے ہیں جب ایک ٹالی بھرتی ہے تو دوسری کھودی جاتی ہے۔ چند مدت کے بعد پھر پڑا شدہ نالیوں کو کھود کر خالی کر دیتے ہیں یہ سلسلہ برابر اسی طرح سے چلا آتا ہے۔ سنا گیا کہ اون نالیوں سے جو ہڈیاں نکلتی ہیں اونکو اور کسی گڑھے میں دبا دیتے ہیں بعض اوقات اون ہڈیوں پر گوشت و پوست بھی باقی رہتا ہے۔ اس میں وہ ایک حد تک مجبور بھی ہیں ”جلے تنگ است مردگان بسیار“ کا معاملہ ہے کریں تو کیا کریں۔ علاوہ اسکے وہاں کون کسکو پوچھتا ہے۔ نفسی نفسی کا معاملہ ہے کئے و آقا منا میں ایسے دیکھے گئے کہ اپنے ہمراہیوں میں سے ایک ہمیضہ کی نذر ہو گیا اور اس کے ساتھی لاش کو ڈیرے میں رکھ کر خود کو معظّمہ کو بغیر رمی جمرات کے فرار ہو گئے۔ اگر میرا سفرناہ اونکی نظر سے گذرے گا تو وہ سمجھ لینگے کہ ہم ہیں۔

مکہ معظّمہ کے مکانات | مکہ معظّمہ میں نہایت خوشنما اور عالیشان چار منارہ پنچمنارہ بلکہ ہفت منارہ

عمارات میں جن پر زیادہ تر لکڑی کا نقش و نگار کیا گیا ہے۔ دیواریں لکڑی اور اینٹ کی ہیں اینٹ  
 کا کام نہایت صفائی سے ہوتا ہے۔ مگر لکڑی کے کام میں عرب صناعتوں نے برہما اور چینی  
 کاریگروں کو بھی بات کر دیا ہے۔ میں نے عمدہ سے عمدہ بہت مکانات برہما اور چین میں لکڑی  
 کے نقش و نگار سے آراستہ دیکھے مگر مکہ کی عمارات کا کام کچھ اور ہی ہے۔ واقعی بات تو یہی  
 ہے کہ عرب بھی لکڑی کے کام میں بدطولی رکھتے ہیں۔ میں پہلے ہی سمجھا تھا کہ برہما لکڑی کی  
 کاریگری میں سب پر فوقیت رکھتے ہیں جب مکہ میں دیکھا تو عقل حیران ہو گئی۔ مکہ معظمہ کی اکثر  
 عمارات دو منزلہ اور چار منزلہ ہیں۔ شاید ہی کوئی گھر ایک منزل ہو۔ جائے کی تنگی نے اس  
 قسم کی عمارات بنانے پر مجبور کر دیا ہے۔ کمرے وسیع اور ہوادار ہیں۔ اور بعض کرایہ وصول کرنے  
 کی غرض سے بہت تنگ و تاریک بھی دیکھے گئے۔ شریف مکہ اور ملٹری کمانڈر افواج متعین مکہ  
 کی عمارات قابل دید ہیں۔ یہ عمارتیں نہایت نچتہ اور شان و شوکت کی ہیں۔ اسی کے پاس ایک  
 اور نچتہ بڑا مکان جلا ہوا دکھائی دیا۔ سنا گیا کہ یہ مکان اگلے شریف کا تھا۔ جو سرکاری  
 حکم سے جلا دیا گیا۔ اب تک اسکی مرمت نہیں ہوئی۔ یہاں کے پاخانے میں چلے جاتے  
 ہیں پھر تپہ نہیں لگتا کہ میلہ کہاں گیا اور کیا ہوا۔ بعض تو ساہا سال کے بعد کھو لکر صاف کئے  
 جاتے ہیں۔ یہاں کے مکانوں میں صحن کم اور شہروں میں ہوتا ہی نہیں ہے۔ بیٹھک خاؤن  
 میں چاروں جانب ملائم و نفیس طرح طرح کے خوشنما ریشمی سوتی قیمتی چھینٹوں کے گدے  
 عمدہ تکیے۔ اور قالین رہتے ہیں۔ تکیوں میں مختلف قسم کے خوبصورت تکیے جنہیں دیواروں  
 سے لگا کر بیٹھنے کے جلاسراٹھے اور بغل میں رکھنے کے لئے علیحدہ غرض کہ ہر مکان میں اس  
 کے مکین کی حیثیت کے موافق آرام و آسائش کی حسب سبب نہایت خوبصورت پر تکلف اور  
 قیمتی ہوتی ہیں۔ فرش میں ایرانی اور ترکی قالینوں کا زیادہ رواج ہے۔

مکہ کے بازار | سوق کبیر جو صفا سے مروہ تک یہ بہت قدیم بازار ہے۔ ابن بطوطہ نے بھی اسکا ذکر اپنے سفر نامہ میں کیا ہے اور سوق بھی یہ بازار بارونق تھا اور اب بھی مکہ معظمہ کے سارے بازاروں سے اچھا ہے۔

مروہ سے باب الزیادہ تک سوقہ کہلاتا ہے اس میں بڑے بڑے تاجر شامی اشیاء اور چرمی چیزیں فروخت کرتے ہیں۔ سوق الصغیر باب ابراہیم کے سامنے والے بازار کا نام ہے۔ سوق شامی بہت بارونق بازار ہے۔ اس میں زیادہ تر حلب۔ دمشق اور بیت المقدس کی اشیاء فروخت ہوتی ہیں۔ پارچہ جات اور کل زیب و زینت کے اشیاء و جواہرات۔ المینیم۔ مرآبادی برتن۔ ریشمی اور استنبولی اشیاء سب اسی بازار میں ملتی ہیں۔ باب دریک کے متصل مروہ فروش کا بازار ہے جس میں سوڈانی اور حبشی غلام و کنیزک فروخت ہوتے ہیں۔ سوق القبل رات کا بازار محلہ شعب بنی ہاشم میں واقع ہے یہ بازار رات کے وقت بارونق رہتا ہے۔

ان تمام بازاروں میں برابر چھپل چھپل رہتی ہے۔ صرف مختلف مالک کے سگے لئے بیٹھتے ہیں جس ملک کا سکہ چاہو لے لو۔ بساطی کنوڑے۔ سبزی فروش۔ قصائی۔ نان بائی بٹھیارے۔ تسبیح فروش۔ دمشق۔ شام۔ مصر اور استنبول کے ریشمی اور دلائی سوتی پارچہ جات دہلی کے کارچوبی نفیس کپڑے۔ بغداد شریف کی چادرین۔ دلائی بوٹ اور سیلیر۔ بدوی خنجر اور عبائین۔ غرض دنیا بھر کا جو سودا چاہو موجود ہے۔ جو اشیاء مکہ معظمہ کے بازاروں میں تیسرے آتے ہیں۔ ہندوستان میں بھی شاید بعض جگہ نہ ملین۔ تجارت کی عجب منڈی ہے ہر سال لکھو کھا روپیہ کا مال ان بازاروں میں آتا اور ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو جاتا ہے۔ جواہرات میں فیروزہ۔ نیلم۔ اور عقیق بھی دیکھے گئے۔ فیروزہ ایران سے آتا ہے۔ میوہ جات میں



اقسام کے میوے یہاں میسر آتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ نہ کسی کو یہاں کی تجارت کا صحیح اندازہ مل سکتا ہے نہ کسی نے اس کا خیال کیا۔ نہ کوئی ایسے عمدہ ذرائع ہیں کہ اس سے سالانہ تجارت کا صحیح پتہ لگ سکے۔ اس سال ۱۱۰ اور ۷ لاکھ کے قریب راجیوں کا مجمع تھا۔ اوسط تجارت کا اندازہ فی حاجی ایک پونڈ کا مال ہی خریدا گیا ہو تو دپڑھ کر ڈروپیہ کی تجارت ایام حج میں ہو جس میں سریانی کے جانور شامل نہیں ہیں۔ دوکاندار یہاں کے بہت جھوٹ بولتے ہیں خصوصاً ایرانی سوداگر تو آدھے سے زیادہ جھوٹ بولتے ہیں۔ عرب تو ہر بات پر اللہ و کیس کر کے قسم کھاتے ہیں دیکھ سمجھ کر ان سے خریدنا چاہیے۔

**مکہ میں کھانے کی دوکانیں** | حرمین شریفین وجہ شریف میں کھانے کی دوکانیں بکثرت ہیں۔ گوشت۔ روٹی۔ پراٹھا۔ کباب۔ چانول۔ حلوا۔ بسری و ترکاری۔ عربی اور ترکی مذاق کے بہت سے سالن جن میں ایک حصہ گوشت یا ترکاری ہو تو۔ چھری پانی رہتا ہے بکثرت ملتی ہیں ہندوستانی مذاق کی کوئی دوکان مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں نے نہیں دیکھی۔ اس طرف ہمارے ہندوستانی بھٹیاریوں نے خیال نہیں کیا۔ ورنہ ایام حج میں منافع عارف اور مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں ہندوستانی کھانے کی دوکانیں لگ جائیں تو ہزاروں روپیہ کما سکتے ہیں۔ یہ معلوم اس طرف کیوں توجہ نہیں کی گئی۔ البتہ اول روز معلم نے سریانی جو ہم کو کھلائی وہ بہت عمدہ تھی۔ اور بعضہ دکن کی سریانی کے مانند مجھے معلوم ہوئی۔ یہاں کی ترکاریوں میں بجز نمک اور چنے سرخ مرچوں کے اور کوئی مصالح نہیں ہوتا ہے اول اول جب مجھے پکانے کے لئے نوکر نہیں ملا تو میں بہت سی دوکانوں میں جا کر کھانا کھایا۔ اس خیال سے کہ اگر میرے مذاق کا کھانا کہیں مل جائیگا تو میں نوکر کو رکھ کر علیحدہ پکانے کی زحمت سے بچونگا۔ مگر مجھے کوئی ایسی کان نہیں ملی۔ آخر نوکر پکانے کے لئے رکھنا ہی پڑا۔ سوائے ترکاری اور گوشت کے باقی

چیزیں ایسی بد مزہ نہیں ہیں کہ جس کو ہم پسند نہ کریں۔ پراٹھا اگر عمدہ گھی میں پکایا جائے تو نہایت عمدہ قیمہ یا بیضہ دار پراٹھا مل سکتا ہے۔ دودھ۔ دہی۔ فرنی وغیرہ سب عمدہ ملنے میں قیمت کھانے کی کچھ زائد نہیں ہے ہر سے ہر تک اوسط اور غریب کو اعلیٰ درجہ کا کھانا ایک وقت مل سکتا ہے مکہ کے قہوہ خانے | چار اور قہوہ کی دوکانوں کا تو کچھ حساب شمار ہی نہیں ہے

جہاں دیکھو سیدھ دوکانیں موجود ہیں۔ ہر گزرگاہ پر چاؤ یا قہوہ فروش کی دوکان ہے جس میں چند کرسیاں یا معمولی سیون کی چارپائیاں بھی رہتی ہیں۔ ہر امیر و غریب بلا تخصیص و تہیہ اس میں جا کر چار قہوہ سگرٹ یا حقہ نوشی کرتے ہیں۔ چاؤ کی پیالیاں جس کو فحان کہتے ہیں استنبولی نہایت عمدہ ہوتی ہیں جن میں آدھی چھٹانک چاؤ یا قہوہ آتا ہے۔ چار یہاں پر بغیر دودھ کے پیتے ہیں۔ ان مقامات میں ہر طرح کی تفریح ہوتی ہے۔ لوگ مختلف طبائع کے جمع ہو گئے ہیں مارنے میں۔ ملک عرب میں قہوہ خانہ ایک آرام و تفریح کی جگہ ہے۔ ترکی قہوہ خانوں میں یوروپین طرز کا سامان فرنیچر رہتا ہے۔ دستور یہاں کا یہی ہے کہ اگر کوئی واقف کار شخص پہلے قہوہ خانے میں بیٹھا ہو اور وہ سارا چاؤ یا قہوہ پیئے تو اس کا خرچ بھی وہی اوس کا دوست ادا کرتا ہے۔

مکہ مکرمہ کے محلے | محلہ جردل۔ اس میں بنگالی اور ہندی مہاجروں کا آبادی ہے۔ اسی میں شیخ

محمود بن ابراہیم ابراہیم کا مزار ہے جو بہت بڑے مشہور ولی کامل گذرے ہیں۔

ایک سرکاری فوجی شفا خانہ ہے جس کو سلطان عبدالحمید خان نے لاکھوں روپیہ کی لاگت سے تیار کرایا تھا۔ اور یہیں پر وہ کنواں ہے جس کے پانی سے آنحضرت سول حدائق فتح مکہ کے روز غسل فرمایا تھا۔ لوگ تبرکات پانی لیتے ہیں۔

محلہ محبون۔ متصل جنت المعانی جس میں مسجد الحنبلہ ہے۔ اس میں زیادہ تر عرب ہیں۔

ایام حج میں بخاری اور ایرانی خیمے لگائے رہتے ہیں۔

محلہ فلک۔ اسمین ایک ترکی قلعہ ہے جہاں پرنسٹری رہتے ہیں۔ صبح و شام قوام  
برابر ہوتی رہتی ہے یہ یاد سجتا ہے۔

محلہ معابدہ۔ یہ محلہ سوق اللیل کے متصل ہے اور اسمین زیادہ تر بدوی لوگ  
رہتے ہیں۔ مرحوم شریف عبدالمطلب کا ایک سچا مکان ہے اس راہ سے حجاج عرفات  
منا کو جاتے ہیں۔

محلہ شامی۔ یہ مکہ معظمہ میں سب سے بڑا محلہ ہے اسمین چند باطین میں شامی مہاجر  
بکثرت رہتے ہیں ہر وقت اور اسمین مل جل رہا کرتی ہے۔

محلہ جبل ہندی۔ اس محلہ میں ہندوستانی مہاجرین رہتے ہیں۔ یہ ایک چھوٹے پھا  
پر آباد ہے۔ دو چار باطین میں منجھادون کے ایک رباط برہما ہے جس میں برہمی حجاج رہا کرتے  
ہیں۔ اس محلہ میں آرام بہت ہے ہندوستانی بچے اپنی مادری زبان کے علاوہ عربی بہت  
اچھی بولتے ہیں۔

محلہ حارث الباب۔ یہ مخلوط محلہ ہے۔ اس میں سب طرح کے لوگ رہتے ہیں۔  
اسی میں مدرسہ صولتیہ اور بورڈنگ ہاؤس ہے۔ ایک ٹیکنیکل مدرسہ بھی ہے۔ جناب حاجی ادا اللہ  
مرحوم و مغفور کا مکان بھی اسی محلہ میں ہے۔

محلہ شبکیہ۔ یہ جگہ قبرستان کے واسطے جناب رسول خدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ  
نے خرید فرما کر وقف فرمایا تھا۔ شریف عون الرفیق کے عہد میں یہ جگہ بھی بچنے پائی بہت  
ہی خستہ حالت میں ہے گندگی اور غلاظت کا ٹھکانہ ہی نہیں۔

محلہ جبل عمر۔ یہ محلہ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق اعظم کے نام نامی پر آباد ہے

یہاں پر چند رابطین ہیں۔ نواب صاحب بھاو لپور کی رباط بھی اسی میں ہے۔  
 محلہ مصفلا۔ یہاں پر مولد صدیق رضا و مولد حضرت حمزہ شہ ہے۔ اس محلہ میں کثرت  
 سے رابطین ہیں۔ سنا گیا ہے کہ ایک رباط خاص تورات کیلئے نواب صاحب بھاو لپور نے  
 بنوادی ہے۔ معلم مدرس کا مکان اسی محلہ میں ہے۔ پانی بیان عمدہ ہے۔ میں اسی محلہ میں متصل  
 مولد صدیق اکبر رضا ایک عرب کے پنجمنزلہ مکان میں ایک مختصر سا کمرہ کرایہ پر لیکر رہا تھا۔  
 محلہ حبباد۔ اس محلہ میں اکثر بنگالی مہاجرین آباد ہیں۔ ایک بہت بڑا قلعہ ہے  
 جس میں ترکی گیارہ زن مقیم ہے۔ توپ خانہ۔ فیل خانہ۔ ٹرانسپورٹ وغیرہ سب ہیں۔  
 محلہ جبل بوقبیس۔ اس محلہ میں ایک رباط ہے اس میں سب طرح کے لوگ آباد

ہیں۔ دوکانیں بھی ہیں۔

محلہ سوق اللیل و کوشاشیہ۔ اسکو شعب بنی ہاشم بھی کہتے ہیں۔ اسی میں مولد سرور عالم  
 علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مولد علی مرتضیٰ۔ اور مکان چلہ حضرت قطب ربانی غوث الصمدانی سید عبدالقادر  
 جیلانی بھی ہے۔ یہیں پر دارالرقم یا خزیران۔ جہاں سیدنا حضرت عمر رضا ایمان لائے تھے واقع  
 ہے۔ یہیں پر ایک کوچہ میں حجر متکلم و حجر متکا بھی تھے مگر شریف عون الرافضی کی مہربانیوں نے  
 ان کو اپنی جگہ پر رہنے نہ دیا۔ نہ معلوم اب وہ کہاں ہیں۔ اسی محلہ میں مولد فاطمہ الزہراء رضا و مولد  
 حسین و سنگر خانہ بتول واقع ہے اسی میں عون الرافضی شریف کہ کے مکانات عالیشان بنے  
 ہیں شبی کلید بردار خانہ کعبہ کا مکان بھی اسی میں ہے۔ سنا گیا کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی چیر  
 مرشد حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح کا مزار بھی یہاں تھا مگر عون الرافضی کے ظلم سے یہ بھی نہ بچا  
 اس مزار کے نزدیک ادسکا محل واقع ہے۔ مگر دوسری روایت سے خواجہ صاحب کا مزار خستہ  
 المعین میں بتاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ لنگر خانہ خدیو یہ بھی اسی محلہ میں جاری ہے۔ اسی محلہ میں شام



کے وقت ایک مقام پرانی اشیا بنلام ہوا کرتی ہیں۔

**دارالحکومت** | باب ام ہانی کے رد و واقع ہے۔ بہت بڑا عالیشان مکان ہے۔ اوسمیں

شریف اور فوجی کمانڈر کی عدالتیں ہیں۔ اور تمام محکجات خزانہ پولیس وغیرہ ہیں۔

**دارالقضاہ** | باب قاضی پر عدالت قضاہ ہے۔ شرعی مقدمات یہیں دائر کر کے فیصلہ پاتے ہیں

کورٹ فیس وغیرہ نہیں ادا کرنی پڑتی ہے۔ البتہ تجارتی اور سودی مقدمات میں ہم سیکرٹا شاپ

یعنی کورٹ فیس لگتا ہے۔ فوجداری استغاثہ میں صرف ۲۰ روپے کورٹ اسٹامپس لگتا ہے مجسمہ

قضا کا اپیل بعدالت شیخ الاسلام اور فیصلہ جات دیوانی کا اپیل محکمہ تہذیب و تعلیم میں کیا جاتا ہے۔

جو مقدمہ اپیل سے ناقص ہو کر واپس آتا ہے اوسمیں فریقین از سر نو پیروی کرتے

ہیں۔ معمولی شکایتوں کو پولس یا پنچایت کے لوگ خود تصفیہ کر دیتے ہیں۔ چونکہ کہ معظمہ میں جھوٹی

شہادت میسر نہیں آتی لہذا مقدمات زیادہ طول نہیں پکڑتے اور فیصلہ بہت جلد ہو جاتا ہے۔ اور

یہاں کی پولس بھی جھوٹے مقدمے نہیں بنا سکتی۔ زیادہ تر شرعی مقدمات ہی عدالت میں پیش

ہوا کرتے ہیں۔

۲۴ نومبر روز جمعہ مطابق دوم ذوالحجہ۔ آج صبح کی نماز حرم شریف میں پڑھ کر بازار کی

سیر کرنے چلا گیا۔ ادھر ادھر پھرتا ہوا۔ اب مجھے حرم شریف میں آکر حطیم کے نزدیک رکن شامی کے

پاس جگہ دیکھ کر بیٹھ گیا۔ اللہ اکبر آج جمعہ میں اس قدر ہجوم تھا کہ تل دھرنے کو جائے نظر نہیں

آتی تھی۔ اندر باہر سرکون پر کہیں جگہ خالی نہ تھی۔ بلکہ سجدہ کرنے کو جائے تنگ تھی۔ میرے

خیال میں آج دیر لاکھ آدمی کے قریب تھے۔ میں امام کے نزدیک تھا میرے اور امام کے

درمیان ۱۰ گز کا فاصلہ تھا اور نیکے چہرے پر دونوں طرف ۳ لکیریں تھیں۔ ان لکیروں سے

مراد یہ ہے کہ اول تو مکہ کی پیدائش۔ دوم غلاموں کو بھی اس قسم کے داغ دیئے جاتے ہیں ایام

تو غالباً کی ہی ہونگے۔ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد اَلْم نشرح اور دوسرین اَنَا اَنْزَلْنَا پڑھی ایک بجے دن کے نماز ختم ہو گئی۔

۲۶ نومبر مطابق ۴ ذوالحجہ روز یکشنبہ۔ آج مدنیہ منورہ سے ایک بہت بُرا

قافلہ آیا۔ حجاج شام دمصر سی قافلہ سے مکہ معظمہ داخل ہوئے۔ آجکل روزانہ در کعبہ داخلی کے لئے کھولا جاتا ہے۔ اب تو داخلی بہت کستی ہو گئی۔ میں اندر چھوڑتے ہیں۔ مجھے پھر شوق ویدار نے جرات دلائی کہ اندر داخل ہوں۔ دُرتے دُرتے میں اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب قبلہ محدث علیپوری مدظلہ العالی کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت چاہی۔ آپ نے پھر وہی ارشاد فرمایا جو پہلے فرمایا چکے تھے۔ یعنی ہمارے پیر اس لائق نہیں ہیں کہ ہم ادن کو لب کر خانہ خدا میں جاؤں۔ جہاں کڑوڑ دن فرشتگان خدا بتیج و تحید باری میں مشغول ہیں۔ پہلے اپنے دل اور بدن کو پاک کر لو۔ تو پھر خانہ خدا کا قصد کرو۔ اتنا سننا تھا کہ یہی آرزو بھی جاتی رہی۔ میرے پیر و مرشد قبلہ مدظلہ نے بھی داخلی کعبہ کا خیال نہیں فرمایا۔

مدارس مکہ | مکہ معظمہ میں حرم شریف کے اندر حلقہ جات درس جو ہوتے ہیں وہ بجا خود بڑے بڑے مدرسوں کے مانند ہیں۔ اس کے علاوہ حرم شریف کے نزدیک گرد گرد شاہان سابق کے بعض مدارس موجود ہیں اور حکومت عثمانیہ کی طرف سے قانونی مدارس بھی کھولے گئے ہیں جنہیں ترکی اور عربی کے سوا علوم جدیدہ بھی کسیتدر پڑھائے جاتے ہیں اہل ہند کے لئے مدرسہ صولبتہ ہے جسکے مہتمم مولانا مولوی محمد سعید صاحب ہیں۔ آئین ہاجرین ہند اور عرب کے اطفال تعلیم پاتے ہیں۔ اخراجات اسکے چندہ سے چلتے ہیں۔ کوئی مستقل آمدنی نہیں ہے۔ حکومت کی طرف سے کوئی کالج وغیرہ اب تک نہیں ہے۔

## مینوسیپالٹی اور صفائی

بخزم شریف اور بڑی بڑی گلیوں کے شہر مکہ میں صفائی کا

انتظام قابل اطمینان نہیں ہے۔ بہت سے بخاری، ترکی اور ایرانی ایام حج میں اندرون بلدہ ڈیرے لگائے پڑے رہتے ہیں۔ جن کو صفائی کا کچھ بھی خیال نہیں ہے جہاں رہتے ہیں اسی جگہ میسلا کرتے ہیں جس سے نہایت عفونت پھیلتی ہے۔ شہر جدہ کی صفائی یہاں سے بڑھ کر ہے۔ مدینہ منورہ میں بھی یہاں سے صفائی اچھی ہے۔ شاید یہاں شریف صاحب کا دبا رہنے سے ایسا ہوا ہو۔ اس میں ہم کچھ اعتراض نہیں کر سکتے۔ وجہ یہ ہے کہ لکھو کھا غیر مالک کے آدمیوں کا ایک جائے جمع ہونا اور حکومت غیر کی رعایا ہونے کے باعث پابندی قوانین کا خیال نہ رکھنا۔ مجھ سب باتیں صفائی کے لئے سیدراہ ہیں ہندوستان جیسے ملک میں بڑے بڑے میلوں اور جاتروں اور تیرہتوں میں جب لوگوں کی کثرت سے صفائی برابر نہیں ہوتی ہے تو غرب میں اس کی شکایت کرنا ہی بیجا ہے۔ لاکھوں اونٹ گدھے اور خچروں کا بول و براز کہاں تلک صاف ہو۔ اس کے نظر کرتے ہوئے میں پھر بھی یہی کہوں گا کہ جو کچھ انتظام ہو رہا ہے وہ قابل اطمینان نہیں تو موجب اعتراض بھی نہیں تاہم اگر گورنمنٹ عثمانیہ کا خیال اس طرف دیا جائے تو بہت کچھ اصلاح ہو سکتی ہے۔ روشنی جیسی چاہر گلی اور کوچوں میں نہیں ہوتی ہے۔ خاص حرم شریف کے اطراف اگر روشنی اور صفائی کا انتظام معقول طور سے کر دیا جائے تو بہت مناسب ہوگا۔

## مکہ کی مینوسیپالٹی | مکہ منظم میں مینوسیپالٹی کو بلدیہ کہتے ہیں جس میں بہت سے

جاروب کش مقررین راستوں کو صاف کرنا اور کچر اکوڑا باہر لجا کر پھینکنا اور نکالنا کام ہے۔ کچرے کی گاڑیاں صندوق نما ہیں جس میں زبردست خچر جوتے جاتے ہیں۔ ایک پھیہ کی چھوٹی دستی گاڑیاں بھی ہیں جن کو جاروب کش اپنے ہاتھوں سے کھینچ کر لجاتے ہیں۔ سنا ہے کہ سق



رہستوں پر گرمی کے دنوں میں آب پاشی کرتے ہیں۔ مینے اپنے ایام آقامت میں نہیں دیکھا شب میں گلی اور کوچوں میں لالٹین روشن کئے جاتے ہیں۔ پینے راستہ کے درمیان لیامپ لگایا جاتا ہے۔ جوڑی کے ذریعہ اوپر ادھر بندھا ہوتا ہے۔ راستے شہر کے بالکل کچے ہیں۔ کوئی سڑک پختہ نہیں ہے۔ البتہ بازار کی بعض گلیوں میں بڑے بڑے پتھر بچھا دیئے گئے ہیں۔ جنپر گاڑیاں نہیں چل سکتیں۔

مینوسیپالٹی کی جانب سے ایک شفاخانہ بھی ہے جہاں پرمیضوں کو دوا مفت ملتی ہے۔ ترکی ڈاکٹر اور طبیب مقرر ہیں۔ ابھی یہاں کی مینوسیپالٹی میں بہت کچھ اصلاحات کی ضرورت ہے۔ لوگوں سے زیادہ ٹیکس وصول نہیں کیا جاتا۔ اس لئے انتظام مینوسیپالٹی کا جیسے کہ چاہئے سرکار کی جانب سے نہیں ہے۔

**ملکہ معظمہ کے کتے** | اور شہر وں کی نسبت ملے کے ہر گلی کوچے میں کتے کثرت سے دیکھے گئے۔ مگر کسی کو کاٹتے یا بھونکتے نہیں ہیں۔ گلیوں کا خس و خاشاک گرا پڑا کھالیں کر پڑے رہتے ہیں۔ اوزکا کوئی مالک نہیں حرم شریف کے دروازوں کے نزدیک بیاباں کتے ہیں۔ کوئی زیارت کوئی جگہ ان سے خالی نہیں ہے۔ یہاں کے کتے بہت تازے اور موٹے ہیں۔ شہر کی صفائی کا زیادہ حصہ انھیں کے اختیار میں ہے۔ گرے بڑے استخوان اور میلے کو فوراً صاف کر جاتے ہیں۔ اگر یہ ہنوں تو شہر کی صفائی میں اور کمی آجائیگی۔

**ڈاک خانہ اور تار گھر** | ملک عرب میں ڈاک کا انتظام ابھی اچھی طرح سے نہیں

ہے جیسا کہ ہندوستان میں ہے۔ تاہم یہ نسبت سابق کے بہت معقول اور اچھلے ہے مجھے یہ انتظام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ ہر ملک کی ڈاک تقسیم کرنے والے جدا جدا اسی ملک کے انتظام نوکر رکھ لئے گئے ہیں۔ یہ بھی ترکیوں کی دور اندیشی اور بے تعصبی کا ثبوت ہے۔ ہندوستان



یا اور ممالک غیر کو ۲ لکھ لکھا جاتا ہے۔ اندرون عرب، راکٹکٹ۔ بزرگ خط آسکتا ہے مگر یہاں سے باہر نہیں جاسکتا۔ جہاں تک میرا خیال ہے کہ معظمہ میں فقط ایک بڑا پوسٹ آفس اور ادسی میں تار آفس ہے۔ کوئی دوسرے براچ آفس یا لٹریکس کہیں نظر نہیں آئے۔ حتیٰ کہ پوسٹ آفس میں بھی کوئی لٹریکس نہیں رکھا گیا ہے۔ ہر شخص کو خط ڈالنے کے لئے ڈاکخانہ جاکر خط کے ساتھ ٹکٹ کی قیمت دینی پڑتی ہے۔ کلرک ٹکٹ خط پر چسپان کر دیا کرتا ہے ڈاکخانے میں آٹھ یا دس کلرک ہیں۔ ایک ہندوستانی بھی ہے۔ ایام حج میں اس سال ڈاک کی آمد و رفت کا کوئی معین وقت نہ تھا۔ جب جہاز جدہ کو آیا کرتا ہے تو ڈاک بھی ہر جہاز کے ذریعہ آیا اور جایا کرتی ہے۔ مکہ معظمہ سے روزمرہ جدہ کو ڈاک روانہ ہوتی ہے۔ دوسرے دنوں منہ من میں بار۔ منہ منگل۔ اور جمعرات کی صبح ڈاک روانہ ہوتی ہے۔ جس خط اور پارسل جا اور آسکتا ہے۔ نوٹ کی روانگی میں بہت احتیاط لازمی ہے۔ بہت سے دقتیں ایسے سننے میں آئے کہ نوٹ جو بذریعہ رجسٹری روانہ کئے گئے وہ گم ہو گئے پھر پتہ نہ چلا۔ ایک ہی شخص کے نام نصف نصف نوٹ روانہ کرنے سے بھی ارڑانے والے دو دنوں ٹکڑوں کو ارڈا لیتے ہیں لہذا دو شخصوں کے نام پر مختلف اوقات میں روانہ کرنا چاہئے بلکہ ڈاکخانے کا ہر وقت مستعد رہا کرتا ہے اور اس کا کام ٹکٹ چسپان کر کے ہر لگانا اور خطوں کو ایک جہتی جمع کرنا ہے۔ جو خطوط باہر سے آتے ہیں اوپر ڈلوری کی ہر نہیں لگائی جاتی غالباً اسکو فضول سمجھا گیا ہو۔

اخبار اس کے ساتھ سلوک | ممالک غریب کے اخبارات اور میکینوں کے ساتھ نر کی نمک

ڈاک اچھا سلوک نہیں کرتا ہے۔ چونکہ عرب میں ادن اخبار دن کے آنے کی مہلت ہے جو گورنمنٹ عثمانیہ کے خلاف مضامین لکھا کرتے ہیں اور ترک سوای ترکی عربی اور

فرانسیسی کے اور کوئی زبان اچھی طرح سے نہیں جانتے ہیں اسوجہ سے ہندوستان کے اردو یا گجراتی اخبارات بھی انگریزی اخباروں کے ساتھ تلف کروئے جاتے ہیں اہل مکہ اخبارات کا مذاق بہت کم ہے۔ اگر کسی کو کچھ ہونو ڈاکخانہ کا سلوک انکو خریدنے پر آمادہ نہیں کرتا۔ البتہ ترکی اور عربی اخبارات اس قانون سے بری ہیں۔

اردو دان اصحاب مدرسہ صولتہ میں جا کر ہندوستانی اخبارات دیکھ سکتے ہیں۔ مدرسہ کے منتظمین نے ڈاکخانے سے یہ خاص انتظام کر رکھا ہے کہ اس مدرسہ کے اخبارات ضائع نہوا کریں۔ اگر ادھین شبہ ہو تو کھو لکر دیکھ لیا کریں۔ مکہ معظمہ کو جو خطوط روانہ کریں ان پر صاف واضح خوشخط عربی میں پتہ لکھنا ضروری ہے۔

اپنے معلم بامدرسہ صولتہ یا حضرت شیخ الدلائل مولانا مولوی حافظ حاجی محمد عبدالحق صاحب ہاجر کی کی وساطت سے خطوط منگوانا چاہئے۔ میرے کل خطوط شیخ الدلائل ہی کی معرفت سے آتے رہے کوئی خط گم نہیں ہوا۔

ٹیلگراف لائن جدہ سے مکہ معظمہ ہوتی ہوئی طائف شریف کو گئی ہے۔ مدینہ منورہ سے سیدہ مکہ کو تار نہیں ہے۔ شام کی جانب سے گھومکراتا ہے۔ تار کا انتظام درست نہیں ہے مگر بڑی سہولت یہ ہے کہ عربی۔ ترکی۔ فرانسیسی۔ انگریزی۔ جرمنی یا روسی کسی زبان میں سوا اردو کے آپ تار روانہ کر سکتے ہیں۔ کوئی "کورڈ ورڈ" یعنی اشارات ہرگز نہیں لئے جاتے مکہ سے دو قسم کے تار جاتے ہیں۔ ایک اندرون عرب جسکا فی لفظ، راہ و مالک غیر کو سے، فی لفظ ہے۔ پتہ وغیرہ سب کیلئے اجرت دینی ہوتی ہے۔ کوئی لفظ مفت نہیں سمجھا جاتا ہے۔

لوگ جو زیادہ تار کرنے کے عادی ہیں گھر سے چلنے کے قبل چند ایسے جملے

بنالین جن سے ترسیل تار میں آسانی ہو۔ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ کورڈور و عرب کے  
 افسون میں نہیں لیا جاتا۔ مگر شہری الفاظ قبول کر لئے جاتے ہیں مثلاً صرف آپس میں لکھ  
 اس سے بیکھ مراد مقرر کر لو کہ ہم بفضلہ تعالیٰ بخیر و عافیت داخل مدینہ منورہ ہو۔ سے علیٰ ہذا  
 ایک شہر جہاں تم جاؤ اسی طرح سے تار دیدیا کرو۔ یا اور کوئی ایسے الفاظ اپنا لوجہ کاٹا سہری  
 معنی اچھا ہو اور اوس میں اپنا مطلب نکلیجائے۔ ورنہ تار پر روپیہ بہت خرچ ہوگا۔

۲۲ نومبر روز چہار شنبہ مطابق ۲۹ ذوالقعدہ کو میں نے شغوف کی سواری سے

گھر کر بھرا رہ کر لیا کہ مدینہ طیبہ کو براہ پورٹ سعید و دمشق جاؤں۔ واپسی میں قسطنطنیہ مصر  
 کی سیر کرتا ہوا سیلون آکر اپنے وطن کو جاؤں۔ اس انتظام میں جدہ اور پورٹ سعید کو  
 ایک خط لکھ کر نماز عصر کے وقت ڈاکخانہ گیا۔ پورٹ سعید والے خط کو ۰۲ رکائٹ لٹ۔ اور  
 بدہ والے لفافہ پر ۰۲ رکائٹ لگا۔ پورٹ سعید والا خط تو کلرک نے لے لیا۔ اور جدہ کا خط داپس  
 کر کے کہا ”جدہ انگلس مافیس“ جدہ میں انگریزی نہیں ہے مطلب یہ تھا کہ میں نے  
 نادانستگی میں دونوں لفافوں پر انگریزی پتہ لکھ دیا تھا۔ مصر میں تو انگریزی ہے اس لئے  
 لے لیا۔ اور کہا کہ وہ فی تحریر الی عربی“ بس میں اسی جگہ پر ایک خطوط نویس یا لفافوں پر پتہ  
 لکھنے والا جو قلم اور دوات لئے ہوئے بیٹھا تھا جو مکی عربی لوم ہوا۔ میں نے اس سے  
 بڑی لجاجت سے قلم مانگا کہ لفظ جدہ لکھ دوں مگر اس نیک نہاد عرب نے قلم دینے سے  
 صاف انکار کر دیا اور کہا کہ ۲ سیری نذر کرو میں لکھ دیتا ہوں۔ میں ۲ رو کیا ۴ رو دیتا تھا مگر اس کا  
 پھر برتاؤ اور سختی کے ساتھ انکار کرنا۔ مجھے بہت برا معلوم ہوا۔ وہاں ایک دوکان پانچہ فروش  
 کی رو برو تھی۔ اس دوکاندار سے بھی ڈرتے ڈرتے قلم کا خواستگار ہوا۔ اس نیک نیت  
 عرب نے فوراً بڑے اخلاق سے دوات اور قلم کو میرے آگے رکھ دیا۔ میں عربی میں پتہ لکھ کر

پھر سلم کو شکریہ کے ساتھ واپس کیا تو اس نے بھی دعائے خیر دیکر مرجبا کہا۔ اس تحریر سے مراد یہ ہے کہ یہاں بھی اچھے اور برے دونوں طرح کے لوگ ہیں۔ ترکی پوسٹ آفس میں کلرک روزانہ ہزاروں خطوں کو لعاب دہن سے تر کر کے ٹکٹ چسپان کرتا ہے ایک پانی کا پیالہ رکھ لیا جائے تو غریب اس سختی سے بچگا۔ اور اسکی زبان بھی صاف رہیگی آج ہندوستانی ڈاک آئی تھی۔ مکرمی خان بہادر شیر جنگ صاحب محبت نامہ اور آکسپڈیشن سے آیا جسکو دیکھ کر بہت خوشی حاصل ہوئی۔

**ٹرکش فائر پارٹی** | روز یکشنبہ تاریخ ۱۹ نومبر کو چار سے مکان کے متصل ایک چو منزلہ پختہ مکان میں آگ لگ گئی اور مکان قریب قریب سارا جل گیا۔ فوراً ٹرکش فائر پارٹی نے موقعہ واردات پر آنکر ہامنٹ کے اندر بذریعہ کلون اور شیلون کے آگ بجھادی مکان پختہ رہنے سے لکڑی کا کل سامان جل گیا۔ صرف دیواریں رہ گئیں۔ ترکون نے بہت مستعدی سے کام کیا ورنہ اور بہت سے مکانات قرب جوار کے جل جاتے۔ چار منزلہ پر پانی مشین کے ذریعہ پینچا اور ایسے ملک میں جہاں پانی کی قلت ہو کوئی آسان کام نہیں ہے۔

**ترکی فوج** | حجاز مقدس میں اسوقت ٹرکش فوج تقریباً ۱۵ ہزار رہتی ہے گریون میں فوج کا زیادہ حصہ طائف اور اسکے نواح میں چلا جاتا ہے۔ باقی ایام میں تقسیم اسلحہ پر ہے مکہ معظمہ میں دو ہزار۔ طائف میں دو ہزار۔ مدینہ منورہ میں ۲ ہزار۔ جدہ میں پانسو۔ جدہ سے مکہ معظمہ کے اوٹ پوسٹوں پر پانسو۔ رابغ میں دوسو۔ ینبوع دوسو۔ العقبہ پانسو۔ اور مدائن صالح۔ تبوک معان وغیرہ میں ۷۰۰ سپاہی رہتے ہیں۔ مگر آج کل سپاہیوں کی صحیح تعداد کا معلوم کرنا بھی ایک ایسا مشکل مسئلہ ہے جیسے عرب کی مردم شماری کو صحیح طور سے بتانا۔



مذکورہ بالا مقامات پر تھوڑی بہت فوج ہمیشہ رہا کرتی ہے جو تعداد کہ میں نے بتائی ہے وہ پوری تعداد ہے اسی میں سے سپاہ ادراد ہر روانہ کر دی جاتی ہے۔ مکہ اور طائف میں دود و توپ خانے بھی ہیں۔ اور کہا دلری کا بھی کچھ حصہ رہا کرتا ہے۔ اور جدہ اور مدینہ منورہ میں ایک ایک توپخانہ ہے۔ جدہ شریف اور مکہ معظمہ میں اسلحہ خانہ بھی ہے جہاں پر بہت بڑا ذخیرہ سامان حرب کا ہمیشہ موجود رہتا ہے۔

آج کل سپاہیوں کی وردی بہت عمدہ اور ہر طرح سے یورپین وضع ہے البتہ بعض سپاہیوں کی وردی بھی پرانی بھی دیکھی گئی۔ مگر ان لوگوں کو دیکھ کر عام ترک فوج کی وردی کی نسبت برا خیال کر لینا مناسب نہیں ہے۔ بات تو یہ ہے کہ ترک سوچ پر بھی شل یورپین سپاہ کے ہمیشہ ہر وقت بلکہ نماز پنجگانہ بھی وردی سے ہی ادا کرتے ہیں۔ کوئی وقت وردی سے خالی نہیں رہتا۔ اون کا لباس گویا اون کی وردی ہے۔ کہاں تک ہمیشہ چھ وردی پہننے لگے۔ البتہ اون کی جنرلی وردی بہت عمدہ ہے میں نے بہت سی افواج یورپ و جاپان و چین کو دیکھا ہے۔ میرے نزدیک اگر نظر تقصیر سے نہیں دیکھ کر چشم انصاف سے دیکھا جائے تو ترکی فوج کے سپاہ کی وردی عموماً اور آفسر کی خصوصاً افواج یورپ کے بڑے نہیں تو کسی صورت سے کم بھی نہیں ہے۔

ایک وقت باقاعدہ فوج مدینہ میں قواعد کے لئے نکلی تھی تو ادنیٰ خوش نما اور ستھری وردی اور ہتھیاروں کی صفائی قابل تعریف اور لائق دید تھی۔ سپاہی علی العموم نوجوان ہیں خوب صورت گورے چمٹے تو انادندہ دست چہرے سے تھوڑی شجاعت کا اظہار ہوتا ہے۔

علاوہ تنخواہ کے جواب برابر ماہ بہ ماہ ملتی ہے خوراک۔ پوشاک۔ بار برداری۔ خیمہ وغیرہ سب ملنت کے ذمہ ہے۔ عام طور پر سپاہی شادی نہیں کرنے پاتے۔

ترک عمدہ صفات سے متصف ہیں عموماً وہ پاکیزہ اخلاق نیک دل صاف خیال خدا کے معتقد رسول خدا کے شیدا اسلام کے فدائی بنی نوع انسان کے ہمدرد اور مذہبی محبت کا جوش ادا میں اعلیٰ درجہ کا بھرا ہوا ہے طاعت و اطاعت گزار معاملات دنیوی میں زود یقین اپنے افسر کے سچے تابعدار اپنے سلطان کے جان نثار مہجنسون کے قدردان محسن کے وفادار غرور و حسد سے ناواقف نظروں میں حیا بشرہ پر فراست مزاج میں متانت گفتگو میں وقار طبیعت میں حلم اور سچے مسلمان نظر آتے ہیں انسانی حیثیت سے غلطیوں اور خطاؤں سے محفوظ نہیں ہو سکتے سچ تو یہ ہے کہ افلاس نے ان کو بھی کہیں کا نہ رکھا یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کو جو دور و دراز کے ملکوں میں رہتے ہیں ان کے بڑے وقتوں میں کسی طرح کی امداد نہیں کر سکتے یا ادا نہیں کر سکتے۔ یا ان میں ابھی تک دوسروں کو پیسے سے امداد کرنے کا خیال ہی پیدا نہیں ہوا۔

**محل مصری** | محل مصری آج بعد نماز عصر مکہ معظمہ میں داخل ہو گیا۔ مصری و ترکی سپاہ سوار اور پیدل اس کے ہمراہ تھے۔ بیاض بجانے والوں نے عمدہ و دلکش آواز میں سلطانی ترانہ بجایا۔ فوج تو بار کون کی جانب چلی گئی اور محل شریف حرم اللہ میں داخل کیا گیا۔ اس محل کے ہمراہ مختصر مصری فوج ہوتی ہے۔ چارے کے باعث سپاہیوں کا لباس گرم اور بہت عمدہ تھا۔ سر پر ترکی ٹوپی تھی اور اس کے ہمراہ قرینا ۵۰ خیمے ۵۰ گھوڑے اور ۲۰ خچر تھے دو توپیں بھی دیکھی گئیں۔ اونٹ بالکل کم تھے مصری قافلہ اس شان و شوکت کے ساتھ نہیں آتا۔ جس طرح محل شامی ترک احتشام کے ساتھ آتا ہے مصری قافلہ جہاز کے ذریعہ جدہ آکر وہاں سے مکہ معظمہ کو آتا ہے یہ قافلہ فقط غلاف کعبہ لے کر آتا ہے جو کئی صندوقوں میں بند ہوتا ہے۔ دستور تو یہی ہے کہ یہ قافلہ حتی الامکان یکم ذوالحجہ یا ۳۰ ذوالقعدہ کو داخل مکہ ہوتا ہے

اور محل شامی کی قدر بعد کو مکہ معظمہ میں داخل ہوتا ہے۔ سنا گیا کہ اس خلاف پر چار لاکھ روپیہ سے زائد خرچ لگتا ہے۔

جس روز یہ خلاف مصر سے روانہ ہوتا ہے تو وہ ان کے خاص و عام بڑے خوشی کے جلسے کرتے ہیں۔ اور بڑی شان و شوکت اور فوجی تعظیم کے ساتھ اس کو روانہ کرتے ہیں جس وقت یہ مکہ معظمہ میں آنکر مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک اترتا ہے تو سلطانی فوج کی سپاہ تقسیم کہ نہایت اوسے اوسکی سلامی اوتار کر اپنے ہمراہ اندرون مکہ لاتی ہے۔ جو افسر اس کے ہمراہ آتا ہے اس کو ۲۱ توپوں کی سلامی محل کی تعظیم میں دیتے ہیں۔ جس محل کے اندر یہ خلاف آتا ہے اس کے اوپر ۷ سنہری کس مچتے ہیں۔ چار کلس چار کونوں پر ایک درمیان میں ہوتا ہے۔ ایک اونٹ پر تو یہ محل لدا ہوتا ہے اور ۳ اونٹ فالتو ہمراہ آتے ہیں تاکہ یہ تھک جائے تو مدد کریں۔ جدہ میں بھی اوسکی تعظیم میں توپیں چلتی ہیں۔ وہاں چند روز قیام کر کے وقت مقررہ پر مکہ معظمہ میں داخل ہوتا ہے۔

کل سوار اور پیدل جو محل کے ہمراہ ہوتے ہیں بمقام حرم میں داخل ہوتے ہی احرام باندھ لیتے ہیں۔ ملک حجاز میں داخل ہوتے ہی اوسکی حفاظت سلطانی فوج کے ذمہ ہوتی ہے۔ رفت بے کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ گورنمنٹ علیہ عثمانیہ اپنی فوج کے سپاہی اور عہدہ دار کو حج بیت اللہ کے لئے چھ ماہ کی رخصت پوری تنخواہ پر دیتی ہے۔ خواہ وہ ہر سال سفر حج کا قصد کریں

**محل شامی** | حرم شریفین کا سالانہ خرچ جو قسطنطنیہ سے آتا ہے اوسکی روانگی بڑے ہتھام قسطنطنیہ میں کی جاتی ہے۔ کل روپیہ تھیلوں میں بھر کر اس پر سلطانی مہر لگائی جاتی ہے۔ یہ روپیہ دیگر تحائف و ہدایا کے جو ہر سال سلطان المعظم حرمین شریفین کو روانہ کرتے ہیں بڑی عزت و احترام کے ساتھ جہاز پر سوار کیا جاتا ہے۔ اور ایک معتمد سلطانی اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ سب

چیزیں اولیٰ بیروت میں آتی ہیں جسوقت یہ جہاز بندر گاہ بیروت پر آتا ہے بڑے جوش کے ساتھ اسکا استقبال کیا جاتا ہے۔ بعد کو یہ بندریہ ریل دمشق کو آتا ہے۔ دمشق سے موم بتیان اور روغن زیتون جسقدر سال بھر کے لئے ضرورت ہے لے لیا جاتا ہے کاروان کے ساتھ فوج کا بہت بڑا حصہ جایا کرتا تھا اسوقت بہت مختصر سی فوج محل شامی کے ہمراہ مکہ معظمہ کو آتی ہے۔ محل شامی میں علاوہ خزانہ تیل۔ بہتی وغیرہ کچھ پردے جو مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے دروازوں پر اور غلاف جو قبروں پر ڈالے جاتے ہیں یعنی جو پردے سبز رنگ کے جنہیں زردی کام کیا رہتا ہے وہ سب شام شریف ہی سے آتے ہیں۔ یہ محل مدینہ منورہ میں آتا ہے تو سلطان فوج مقیم مدینہ طیبہ اسکا بڑی شان و شوکت سے گارڈ آف آنر بھی کرتی ہے۔ اور اسکی تعظیم میں توپیں سر ہوتی ہیں۔ جو اشیاء کہ مدینہ منورہ کے ہیں اسکو وہاں دیدیکر وقت مقررہ پر سیر قافلہ مکہ معظمہ میں داخل ہوتا ہے۔ عموماً ۴ یا ۵ ذوالحجہ کو یہ مکہ میں آتا ہے۔ مدینہ طیبہ سے اسکے ہمراہ بہت سے اور قافلے شامل ہو جاتے ہیں جنکی مجموعی تعداد دس ہزار انوش سے کم نہیں ہوتی ہے۔ مکہ معظمہ میں جب یہ قافلہ داخل ہوتا ہے تو یہاں کی فوج اسکا استقبال کرتی ہے۔ اسکے ہمراہ دو توپیں ہوتی ہیں۔

زاویہ شاذلیہ | حرم شریف سے جانب شمال مشرق تقریباً ۳ فرلانگ پہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔ اسکے نزدیک اور پہاڑ کی چوٹی پر فوجی بارکین ہیں۔ شیخ الزاویہ مولانا محمد ابراہیم صاحب شاذلی ہیں۔ عمر تقریباً ۴۰ سال ہوگی۔ بڑے نیک اور خلیق بزرگ ہیں۔ ان شخص صاحب نے زاویہ میں گیا تو بڑے اخلاق سے پیش آئے۔ وہ حال ہی میں زیارات مدینہ منورہ شام و بیت المقدس سے براہ بیروت و پورٹ سعید و جدہ ہوتے ہوئے مکہ معظمہ داخل ہوئے ہیں۔ ان نے عصر کی نماز زاویہ کی مسجد میں پڑھی بعد نماز ایک حلقہ کی شکل میں طریقت شاذلیہ کے لوگ ٹھیکہ ذکر



کرتے ہیں ۳ یا ۵ بار کلمہ طیبہ سب ملکر خوش الحانی سے پڑھتے ہیں دعا کے بعد جلسہ برخواست ہوتا  
ہے۔ سنا گیا کہ ہر فرض نماز کے بعد حلقہ و ذکر ہوتا ہے۔ آجکل گرمی کی وجہ سے نماز مغرب باہر  
کسی جائے میں پڑھتے ہیں۔ بہت سے ترک آفسر اور سپاہی جماعت میں شریک ہو جاتے ہیں۔ حجہ  
بھی شیخ صاحب نے کہا کہ ہمارے طریقہ میں بیعت کر لو۔ میں نے عرض کی کہ میں نے طریقہ نقشبندیہ میں  
بیعت کی ہے۔ تجدید بیعت کی ضرورت نہیں ہے۔ بہت سے مسلمانان مدرس و سیون اس  
طریقہ کے مرید ہیں۔ مریدان شاذلیہ کو مفت زاویہ میں جگہ ملتی ہے۔ مکہ معظمہ کی اقامت اور پھر  
اسی مبارک جگہ کا ملنا ایک نعمت ہے۔ زاویہ میں ایک بیٹھک خانہ نہایت مکلف عربی طور پر  
سجا ہوا ہے۔ کل لوگ زاویہ کے خلیق اور مہمان نواز ہیں۔ میں اس زاویہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوا  
ترکی بارک سے عصر کے وقت ایک سلطانی بیاندہ ترانہ بجاتے ہوئے باہر آیا  
اور وقت جو آفسر و سپاہ و ہان موجود تھے صف بستہ بیاندہ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ اور بیاندہ  
بجانے والے بھی ایک میدان میں اکٹھے ہو گئے۔ جب سلطانی نام آتا اور ترکی قومی گیت بجانی ہوتی  
تھی سب لوگ پادشاہ ہم چوق شاہ کا نعرہ بڑے زور سے لگایا کرتے تھے۔ میں نے ٹھہر  
ہو کر بہت دیر تک سنا دلیر ایک عجیب فرحت پیدا ہوتی تھی۔ اس طرح تین وقت نعرہ لگا کر  
بیاندہ خاموش ہو گئی۔ میں نے واپس ہونے کے لئے اجازت چاہی تو شیخ الزاویہ محمد ابراہیم صاحب  
شاذلی نے بڑے اخلاق و مردت سے فرمایا کہ یہ مکان آپ کا ہے جس وقت چاہیں شریف  
لائیں۔ میں اونکی زرہ نوازی کا شکریہ ادا کر کے بجا لا کر حرم شریف کے جانب چلا آیا

مکہ میں بیماری | اس سال ہماری موجودگی میں بظاہر کوئی منفعہ ہی بیماری نہیں ہوئی۔ یوں تو  
ہمارے آنے کے قبل ہندوستانی اور انگریزی اخباروں نے یہ افواہ اڑا رکھی تھی کہ مکہ معظمہ اور  
جسدہ شریف میں ہیضہ پھیلا ہوا ہے روزانہ دو سو تین سو اموات ہو رہے ہیں۔ طاعون

آچکا ہے وغیرہ وغیرہ اور گورنمنٹ مصر نے اپنے حاجیوں کو حج کرنے سے بظاہر منع نہیں کیا۔ مگر قرطبینہ کی فیس بطور امانت فی کس ۵۰ گنی یعنی ۵۰ روپیہ مقرر کر دی جس سے اس سال مصری حاجی نہیں آ سکے۔ نہ کسی نے روپیہ امانت جمع کیا نہ کوئی مصر سے براہ جدہ آ سکا اور یہ حکم قریب ایام حج کے منسوخ ہو گیا۔ اوسوقت موقعہ نہیں تھا کہ لوگ حج میں شریک ہو سکیں

زکام۔ کھانسی۔ سردی۔ پھپش۔ یہی بیماریاں زیادہ تر تھیں۔ جو کوئی بیمار دیکھا گیا اسی کی شیکرت کرتا تھا۔ ہاں اگر زیادہ اموات ہوئیں تو پھپش سے جسکو ہیضہ مقرر کر لیا گیا۔ مجھے بھی سواری بنجار اور پھپش کے سببوں نے زرا زرا ستایا۔ زکام سردی اور کھانسی کی وجہ تو میرے خیال میں صبح کو نماز شافعی سے پہلے آب زمزم کا شکم سیر ہو کر پینا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ پانی مقدس و منزہ ہے کوئی بیماری پیدا نہیں کرتا مگر اوسکی بھی ایک حد ہے حد سے تجاوز کرنا کچھ نہ کچھ ضرر علت پیدا کرتا ہے۔ حالت احرام میں سر کھلے ہوتے ہیں ہوا سرد ہوتی ہے۔ یوں بھی یہ علتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ اور اس سال موسم سرد تھا۔ سردی شروع ہو گئی تھی۔ ہوا میں برودت پیدا ہو گئی تھی۔ پھپش کا باعث میرے خیال میں بکثرت گوشت کا استعمال ہے۔ یا بازار کا سالن جس میں دنبہ کی چربی ہوتی ہے کھانے سے یہ علت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایام حج میں لوگ کھانسی کی مقدار زیادہ کر دیتے ہیں۔ اور ہر میوہ جات کثرت سے پتے ہیں۔ خر بوزہ و تر بوزہ بہت کھاتے ہیں۔ اور ساتھ اوسکے چانول کا استعمال بھی اس مقام پر مضر ہے۔ یہ بھی سنا گیا کہ یہاں کے بکرے سنا کا پتا کھاتے ہیں۔ اس سبب سے بکروں کا گوشت کھانے سے پھپش پیدا ہوتی ہے۔ اور بعض اضلاع ہند میں دنبہ کا گوشت میسر نہیں آتا ہے اور وہاں کے لوگ اوسکے عادی نہیں ہیں اور جب یہاں سفید چربی دار گوشت کو دیکھتے ہیں تو حرص سے زیادہ کھا جاتے ہیں اور ہم نہیں کر سکتے۔ یہ بھی پھپش کے لئے خاص سبب ہے۔ میرے خیال میں اگر ممکن ہو تو ایام اقامت

حرمین الشریفین میں جہان تک ہو سکے گوشت سے پرہیز رکھنا سبزی اور دیگر ترکاریوں پر گزار کرنا اچھا ہے۔

مکہ میں تولدِ اکم معظمہ میں اگر کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کو اسی روز یا دو سے روز ایک طبق میں رکھ کر در کعبہ کے نزدیک لاتے ہیں۔ دو ایک لحظہ دروازے کے پاس رکھ کر اس کے لئے وہ اسی خیر کرتے ہیں۔ میں نے اپنی اقامت میں بہت سے ایسے نوزائیدہ بچوں کو در کعبہ پر رکھتے ہوئے دیکھا ہے۔ مردے کو تو نیچے رکھتے ہیں اور بچے کو اوپر۔ اور یہ بھی سنا گیا کہ مکہ میں جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کے رخساروں کو تین تین خط کسی تیز لوہے سے گرم کر کے کھینچتے ہیں جو آخر عمر تک نشان رہتا ہے۔

ساتویں روز بہت سے دوست احباب بلائے جاتے ہیں۔ مکان حسب حیثیت سجایا جاتا ہے اور بعد مغرب پھر رسم ادا کی جاتی ہے کہ ایک خوبصورت گہوارے میں بچے کو اٹا کر لاتے ہیں۔ اس کے چاروں گوشوں پر فالوس وغیرہ روشن کرتے ہیں۔ اس کے کان میں اذان دیکھائی ہے۔ پھر نام رکھا جاتا ہے۔ اس روز اس کا عقیدہ بھی کرتے ہیں۔ ہر شخص اس وقت اپنے مقدور کے موافق ایک کاغذ میں کچھ روپیہ رکھ کر اپنے نام کے ساتھ لکھ کر اس گہوارے میں ڈالتا ہے۔ میزبان کی جانب سے ہمالیوں کو چادراور شیرینی تقسیم ہوتی ہے۔ پھر مولود شریف پڑا جاتا ہے۔ سیرج مستورات میں بھی رسم ادا ہوتی ہے۔ پربا میں کم از کم ایک روپیہ اور زیادہ جتنا جی چاہے دیا جاتا ہے۔

ڈسپنسری | مکہ معظمہ میں مروہ کے نزدیک ایک انگریزی ادویات کی دکان ہے جس میں ترکی ڈاکٹر مقرر ہے۔ دوائیوں کا نام انگریزی میں لینے سے نہیں سمجھتا ہے۔ عربی یا ترکی میں کہنا چاہئے۔ یا نبض دکھانے سے وہ خود دوائی تجویز کر کے دیتا ہے جسکی قیمت انگریزی

ادویہ فروش سے یہ کیفیت زیادہ لیتا ہے۔

مکہ میں بارش | ۲۸ نومبر روز شنبہ مطابق ۹ ذوالحجہ عصر کے وقت حرم الشہین کی قدر بارش ہو گئی۔ جون ہی بوندین آہستہ آہستہ پڑنی شروع ہوئیں تو جو لوگ کثرت سے حرم شریف کے اندر جمع تھے۔ اوٹھنے لگے۔ میں سمجھا کہ شاید بارش کے بچاؤ کے لئے اندر والا لون میں جانے ہیں۔ مگر میرا خیال غلط نکلا۔ سب کے سب کعبہ کی جانب دوڑے اور عظیم کے اندر میرا سب رحمت کے نیچے دوڑ کر آب رحمت سے شرابور ہونے کے انتظار میں کھڑے ہو گئے۔ اب تو سبکی نگاہیں میرا سب رحمت کی جانب اوٹھنے لگیں۔ انجام کار ترشح کو ترقی ہوئی۔ لوگوں نے میرا سب رحمت کے نیچے دوڑ دوڑ کر جمع ہونا شروع کیا۔ باوجود کہ پہلے سے اس قدر آدمی وہاں موجود تھے کہ تل دہرنے کو جگہ نہ تھی۔ ہزار ہا ہاتھ تھے کہ دعا کیلئے میرا سب رحمت کی طرف اوٹھے ہوئے تھے۔ ہر ایک ہی کہتا تھا کہ یا اہی آب رحمت سے نہلا کر ہمارے گناہوں کو دھو دے دل کو یکسوئی دے گی ایک دوسرے کا خیال نہ تھا۔ آن واحد میں خداوند کریم نے دعا کو درجہ اجابت پر پہنچایا۔ اور بارش زرا زور سے پڑنے لگی۔ دریای رحمت جوش میں آیا اور سنہری میرا سب رحمت سے جھلکتی ہوئی رو پھیلی بوندین آب و تاب سے گنا شروع ہو گئیں۔ اب پوچھو کہ اس وقت کیا کیفیت تھی کسی کو دنیا و مافیہا کی خبر نہ تھی۔ ہر شخص اپنے خیال میں غرق تھا۔ کوئی سر جھکائے ہوئے تھا کہ بوندین سر پر گر جائیں۔ کوئی ہاتھ اوٹھائے ہوئے تھا کوئی کچھ لئے ہوئے اوپر کی طرف کرتا تھا کسی طرح میرا سب رحمت کا ایک قطرہ میرا جائے۔ چند ہی منٹ کے بعد بوندین پڑنا اور سقف کعبہ سے آبپاشی ہونا شروع ہوئی۔ سنہری جھال میرا سب رحمت کی جنبش میں آئی اور ہر طرف سے سیراب کرنا شروع کر دیا۔ جو لوگ کی قدر دور تھے اونہوں نے ٹوپیاں ہاتھ میں لے کر آگے بڑھائیں تاکہ بوندین جو گرین وہ ٹوپی میں جذب ہوں۔ بعض نے سرون کے عمامے اتار کر ملانا شروع کیا کہ اسی



ذریعہ سے چند قطرے نصیب ہو جائیں۔ بار سے خداوند کریم و رحیم نے سب کی دعا قبول کی۔ اور پانی کثرت سے گرنا شروع ہوا۔ ہوا اور سنہری جھال کی جنبش سے پانی لہراتا اور جھکے کھاتا ہوا آتا تھا۔ اور جدہ ہر پانی کا رخ ہوتا تھا اور سیطرف حجاج ٹوٹ پڑتے تھے۔ اور اس کثرت سے ہجوم تھا کہ زمین کا نظرا نا اور وہاں سے بچکر دوسری جانب چلے جانا ناممکن نہیں تو محال ضرور تھا۔ میرا خیال ہے کہ ایک قطرہ آب بھی زمین پر گرنے نہیں پایا۔ میرا ب رحمت کا پانی تو سب کے سر اور آنکھوں پر ہی رہا۔ جو پانی کہ حلیم کے اندر گرنے والا تھا وہ بھی لوگوں کے جسم پر جذب ہو گیا بارش قریبا ۵ منٹ زور و شور سے رہی۔ بارش کے موقوف ہونے کے بعد چند لمحے گزرے ہونگے کہ مغرب کی اذان ہوئی۔

زرا سی بارش ہونے سے باہر گلیوں میں ایسی بری حالت ہو گئی تھی کہ راستہ چلنا دشوار تھا۔ سارے مکہ معظمہ کے گلی کوچوں میں پانی بہنے لگا۔ کل سجاست غلیظہ جو زمین پر پڑی تھی برسات میں اکدم بہ گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قدرت نے حکمت سے اس بارش کو برساتا تاکہ شہر کی صفائی ہو جائے۔ راستوں اور گزرگاہوں میں اس قدر کچر ہو گئی کہ پناہ بخدا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جا بجا دلدل کے تالاب کھڑے ہیں۔ اوپر اونٹوں کی آمد و رفت گدھے اور گھوڑے سواروں کے آنے اور جانے سے راستہ کی حالت خراب ہو گئی اور سیدہ حالت برابر میں روز رہی۔

حرم شریف زرا نشیب میں واقع ہے۔ اس سبب سے میرے خیال میں اگر مکہ معظمہ میں کثرت سے بارش ہو تو علاوہ حرم شریف کو پانی کے سیلاب سے نقصان پہنچنے کے تمام راستے پانی اور کچر سے بھر جائیں گے۔ حتیٰ کہ آمد و رفت پیدل لوگوں کی بند ہو جائیگی۔ اگر آمد و رفت جاری رہی تو بڑی مشکل سے آنا جانا ہوگا۔ آجکی زرا سی بارش میں جب ایک فوٹ پانی راستوں پر بہنے لگا تو زیادہ بارش کے وقت دو یا تین فیٹ تک پانی بہتا ہوگا۔ جب لوگ گھٹنوں پانی میں گرتے

ہونگے۔ حاجی و روش حبس کا ذکر میں یاد میں کر دینگا۔ اوسکا دارا ادا کیا مگر ملاح ہے۔ اوس کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ چند سال قبل جب کثرت بارش سے حرم شریف پر ہو گیا تھا اور در کعبہ کی پانی جمع ہو کر مثل تالاب کے صحن بن چکا تھا تو لوگوں کو شبہ ہوا کہ اور زیادہ پانی ہو جائیگا تو غالباً بیت اللہ کو صدر ہو گا۔ تب وہ ملاح اوس میں تیرتا ہوا غوطہ لگا کر وہ مقام کھول دیا جس کے اندر ایسے وقت میں حنفیہ پانی بھی ہو گزر جاتا ہے۔ یہ بڑی جوانمردی کا کام تھا جو اوس نے کیا۔ میں نے ایک شریفکٹ ہیں کارگزاری کی بابت شریف مکہ کا دستخطی اوس کے پاس دیکھا ہے۔

مگر تعجب اور تعجب کے ساتھ حیرت بھی ہوتی ہے کہ ایسے سیلاب کے وقت بھی کعبہ اللہ ایک منٹ کیلئے بھی طواف سے خالی نہیں رہتا۔ لوگ تیرتے ہوئے طواف کرتے ہیں۔

بیت اللہ جیسے میں لکھا یا ہوں نشیب میں بہنے کی وجہ سے پانی اور سیلاب کا حملہ پہلے کعبہ پر ہی ہوتا ہے۔ اسلئے حکومت کی جانب سے جا بجا پانی کو کاٹ کر کعبہ محفوظ کیا گیا ہے اور اندرون صحن نیچے کی جانب بذریعہ نالیوں کے پانی کو دوسری طرف پھرا دیتے ہیں۔ اور قدر شا بارش بھی مکہ میں بہت کم ہوتی ہے۔ یہ بھی وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ ہر دس سال میں ایک بار پانی آیا کرتا ہے جس سے مزید صفائی اور مرمت کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔

آج قبل ظہر محل شامی تہنہ منورہ سے آگیا۔ شریف صاحب کے لئے غلت فاخرہ اور غلاف در کعبہ وغیرہ اسی محل میں آیا۔ ۳۱ توپوں کی سلامی قلعہ جبار سے ترکش باٹری نے دی۔ سارا کھٹک توپوں کی آواز سے گونج اٹھا۔ احرام کھولنے کے بعد شریف صاحب مکہ ہی غلت پہنچے۔

۲۹ نومبر روز چار شنبہ مطابق ۲۵ ذوالحجہ۔ آج بیت لوگوں نے جانب منے جانے کی تیاری کی۔ بہت سے چلے گئے اور برابر جا رہے ہیں۔ ہر شخص کثرت ہجوم سے خون

کر کے اپنے اپنے موقعہ کے مانند چلا جاتا ہے۔ اس سال حد سے زیادہ حجاج تھے۔

**بخشش** | ساحل بمبئی کے چھوڑنے کے بعد لفظ بخشش ایک عام لفظ سارے ملک میں سنا جائیگا۔ حجاز مقدس شام و مصر ساری جگہ لفظ بخشش ہر کس کے منہ سے سنو گے رہتہ کے چلتے ہوئے لڑکے بھی دیکھتے ہیں تو بلا سبب بخشش بخشش کہتے ہیں۔ بدو شتر بازوں کا تو سیدھا ورہ ہو گیا ہے بغیر بخشش کے وہ کوئی کام ہی نہیں کرتے۔ ملازمان حجاز اسی لفظ سے سوال کریں گے۔ عدن و جدہ میں یہی لفظ ہر ایک آپس میں کہیگا۔ بدو ہر ملک کے آدمی سے خواہ وہ بخاری ہو یا ترکی۔ عربی ہو یا شامی۔ ہندی ہو یا جاوی۔ سب سے بخشش ہی کہیں گے۔ گویا عرب میں لفظ بخشش یونیورسل لفظ ہو گیا ہے۔

**پانی** | عدن سے کامران۔ جدہ۔ مکہ معظمہ۔ عرفات۔ مزدلفہ۔ منا اور مدینہ منورہ تک پانی کی ایسی قیمت ہے کہ اگر پیاس سے دم جا رہا ہو تو بھی شاید کوئی دہان پر ایک گلاس پانی بلا قیمت ہرگز نہیں بلائیگا۔ پانی پلانے کے عوض آپکار کھا ہوا پانی بدو لوگ بلا اجازت آپ کے پی جائیگا آپ کو دم مارنے کی گنجائش نہوگی قیمت پر ہر کہیں پانی ارزان ہی ملتا ہے۔ بہت سی سیلین حجاز میں نیک نیت اشخاص نے جاری کر رکھی ہیں۔ مگر دہان بھی کچھ نہ کچھ دینا ہی پڑتا ہے۔ پانی کی قلت عموماً عرب میں ہے۔ البتہ مدینہ منورہ اور شام شریف میں سید باقی نہیں ہیں۔ دہان پانی کثرت سے ہے۔ عرفات میں ایک صراحی جس سے ایک شخص شکل وضو کر سکتا ہے ہر کو ملتی ہے۔ اور ایک مشک عہ۔ جدہ میں ۱۲ ایک ٹن۔ مکہ معظمہ میں ہر عہ تک ایک مشک حسب موقعہ۔ پانی بیان کا سوا مدینہ منورہ کے کسی قدر نمکین ہے۔ طائف شریف کا پانی اچھا ہے۔ اور ہنزہ زبیدہ کا بھی صاف اور شیرین ہے۔ باوجود اس قدر قلت کے خداوند کریم کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ حاجیوں کو میسر آ جاتا ہے خواہ ہنگام ہی کیوں نہ ہو۔ رزم

شریف کا ایک ٹن ۲۰ کو حرم شریف کے اندر مل جاتا ہے۔ بارش کم ہونے کی وجہ سے پانی کی قلت ہے۔ مدینہ منورہ اور شام شریف کا پانی ردی زمین پر سبکے اچھا۔ سرد۔ صاف اور مزیدار ہونے کے علاوہ ماضم بھی ہے۔

رسم شادی و نکاح | ملک عرب میں کمسن بچوں کی شادی بہت کم ہوتی ہے اگر کہیں ایسا اتفاق ہو بھی جاتا ہے تو یہی سنا گیا کہ رخصت ہمیشہ بالغ ہونے پر ہی ہوا کرتی ہے۔ بجز بدوی قبائل کے برادری کی خصوصیت با ذات کی پابندی کا کوئی خیال نہیں۔ مسلمانان عرب بلا لحاظ کفو ایک دوسرے خاندان میں شادی کرتے ہیں۔ یہاں کی شادیاں بھی بہت پر تکلف اور بارونہ ہوتی ہیں۔ مکان فرش و فرش کے ساتھ آہستہ کرتے ہیں۔ عمدہ عمدہ ترکی یا ایرانی قالین حسب حیثیت بچھائی جاتی ہیں۔ اور بیٹھک میں ہر قسم کے عمدہ عمدہ تکیے لگا دئے جاتے ہیں۔ بجائی پان و حقہ کے چار اور قہوہ کا رواج ہے۔ عطریات بھی استعمال کرتے ہیں۔ دعوت ہمیشہ کا بہت بڑا خیال رہتا ہے۔

دولہا اور دلہن کے والدین یا وارث رخصت کرنے سے ۲۰ یا ۲۱ روز پہلے نکاح کر دیتے ہیں۔ مہر بیل تعداد میں مقرر کیا جاتا ہے۔ ایک سو بیس روپیہ سے ہزار روپیہ تک عام طور پر مقرر ہے۔ اور خاص خاص حالتوں میں زیادہ بھی ہوتا ہے۔ اس مقررہ میں مرد کی مالی حیثیت کا ضرور خیال رکھا جاتا ہے۔ ہندوستان کی طرح نہیں کہ مرد میں دس روپیہ ادا کرنے کی قدرت نہیں پچاس ہزار مہر مقرر ہو گیا۔ ہر اکثر حالتوں میں معجل ہوتا ہے جو نکاح سے پہلے سب با کچھ حصہ ادا کر دیتے ہیں جس سے لڑکی کا باپ یا وارث جہیز و شادی کا ضروری سامان پہیا کر کے رخصت کی وقت ساتھ کر دیتا ہے حقیقت میں یہ رواج بہت مناسب ہے۔ اگر کسی عورت کی دو چار لڑکیاں ہوں تو اس پر لڑکیوں کا بار بالکل نہیں ہو سکتا۔



غرامہ کی برات سادہ اور امرا کی بڑے بڑے نکاح و عیشام سے ہوتی ہے۔ گلے بھاری  
 والے بھی آتے ہیں دیگر سامان خورد و نوش بھی مہیا ہوتا ہے۔ برات کے روز دونوں جانب  
 میلے جمع ہوتے ہیں۔ دونوں جانب کا خرچہ دو لکھا کی طرف سے ہوتا ہے۔ جلوس کی شب دہن  
 کے مکان کو خوب آراستہ کر کے ایک تخت بچھاتے ہیں اور اوپر نہایت قیمتی کپڑے بچھا کر  
 دہن کو اوپر بٹھاتے ہیں جو رات بھر اسی پر مودا اپنے سہیلیوں کے آرام کرتی ہے پچھلی رات  
 برات آتی ہے دو لکھا موچن مستورات دہن والے کمرے میں داخل ہوتا ہے جب دونوں  
 ایک دوسرے کے بالمقابل ہوتے ہیں تب دہن اپنا منہ کھول دیتی ہے اور سوخت سوائے  
 دولہ اور چند ہمراہی مستورات کے اور کوئی ادس کرے میں نہیں جاسکتا۔ بعد دولہ دہن کے سر پر  
 دستہ رکھ کر سورہ فاتحہ پڑھتا ہے۔ اور سوخت و دونوں طرف کی مستورات جمع ہو کر حمد و نعت پڑھتی  
 اور گاتی ہیں۔ بعد سب لوگ فریقین کو مبارکباد دیتے ہیں۔ صبح کو قبل از طلوع آفتاب دو لکھا دہن  
 کا بازو پکڑ کر پا پیادہ اپنے گھر لیجاتا ہے اور چند مستورات ہمراہ جاتی ہیں۔ دہن اپنے سسرال  
 میں صرف ایک شب رہ کر صبح کو اپنے والدین کے گھر آ جاتی ہے۔ مابناپ اپنی لڑکی کو ایک روز  
 رکھ کر پھر وہیں سسرال روانہ کر دیتے ہیں۔

نکاح حرم شریف کے اندر پڑا جاتا ہے۔ بعد نکاح کھجور پن اور مٹھائی حاضرین کو تقسیم  
 کرتے ہیں۔ شیرینی کا غد میں ہوتی ہے اور ہر ایک سفید و مال لپٹا ہوتا ہے۔ کوئی رسم خلاف شرع  
 یہاں پر عمل میں نہیں آتی۔ ساری باتیں موافق شرع ہوتی ہیں۔

عرب میں طلاق ایک معمولی بات ہے بہ نسبت ہندوستان یا اور مالک اسکے  
 یہاں پر طلاق کا رواج زیادہ ہے اور اسی طرح بیوہ بھی بغیر نکاح کے نہیں رہتی ہوتی اور  
 مالک کے حالات دیکھ کر ہماری معصوم صفت اور بے زبان مستورات قابل رحم ہیں

جہاں تک اس معاملہ پر غور کیا تو یہ بے زبانی دے بسی زیادہ تر ملک کے رسم و رواج اور اپنے حقوق کی لاعلمی سے ہے۔ ہندوستان بلکہ چین و برہما کے مسلمان عورتیں بھی بہت کم واقف ہیں کہ خاوندوں پر ان کے کیا کیا حقوق ہیں۔ اگر خاوند بی بی کے حقوق ادا کرنے میں غفلت کرے تو بی بی کہنا تک احکام شریعت کے موافق خاوند کو مجبور کر سکتی ہے۔

عرب میں عورتیں اپنے حقوق سے بخوبی واقف ہیں اس وجہ سے وہ مردوں پر ایک طرح کی حکمرانی کرتی ہیں۔ مرد اگر زراعت یا تجارت یا بیجوں کی پرورش یا بیوی کے نفقہ میں تغافل کرے تو عورت عدالتی طریقہ سے اس کو چونکا دیتی ہے۔ چونکہ ایسے واقعات کا یقینی نتیجہ طرفین کی بد مزگی و ملال کا باعث ہے لہذا اطلاق کے مقدمات کثرت سے قاضی کی عدالت میں دائر ہوتے ہیں۔

اہل انصاف خود ہی نے علم و واقفیت سے اندازہ کر لیں کہ ہم لوگوں میں کتنے خاندان ایسے ہیں جن میں شوہر اور بیوی کی باہمی بد مزگی سے مخالفتیں قائم ہو رہی ہیں اور اس امر کی بجائے اور کچھ شمال ٹاکاؤ نہیں زیادہ شکایت ہوگی۔

کثرت سے لڑکھان ایسے ملنے لگے ہیں جو بری صحبتوں نے آوارہ کر دیا ہے۔ تمام عریضہ و قاریب لاچار و مجبور ہیں اور خود بدولت شاید بازاری اور ابواب نشاط کے جلسوں میں احباب و ہم مشرب دوستوں کے ساتھ فانی لہویش میں۔ اور وہ حرام نصیب جس کو خدا کی ضمانت پر منسوب کیا ہے کس ہنسی کی حالت میں پڑی ہے۔

افسوس یہاں مردانے میں شاہدان بے شرم کے ساتھ داد و پیش و بیجا رہی ہے۔ زنا نہیں پارے بیوی بسترِ علم پر پڑی اپنی تقدیر کو رو رہی ہے۔ یا گھر میں فاحشہ عورت مجبور و لٹوا رہی ہوئی ہے اور باخصمت بیوی اپنے ماننا

کے گھربوہ بنی ہوئی سوگ من پڑی ہے۔

باوصف ان باتوں کے عرب کی عورتیں انتظام خانہ داری اور بچوں کی پرورش کا خاص سلیقہ رکھتی ہیں۔ اور اونکا پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ خاندان کے دل میں اپنی جگہ کر لیں۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ وہ ان عالی خانان شرفا میں نہ طلاق کا زیادہ رواج اور نہ خاندانی بے لطفیان اور نہ شوہر و بیوی میں بد مزگی۔ (ازراۃ العرب)

ماہم عرب میں طلاق کوئی حسرت انگیز واقعہ نہیں۔ وہ ان میں بالکل معمولی بات سمجھی جاتی ہے۔ طلاق کی کثرت ہم لوگوں پر اسلئے ناگوار گذرتی ہے کہ اس ثقیل لفظ سے ہمارے کان آشنا نہیں ہیں۔ مگر انصاف یہ ہے کہ عرب میں طلاق و تفریق کے رواج نے ایک بڑی خرابی و خانہ داری کا انداد کر دیا ہے۔

مذاہب باطلہ پر کعبہ کی ممانعت | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۹ھ میں حضرت

علی کرم اللہ وجہہ کو ایک ہشتہار سنلے کے لئے مکہ معظمہ روانہ کیا تھا۔ ہشتہار یہ تھا کہ اس سال کے بعد سے کوئی بت پرست کعبۃ اللہ میں نہیں جاسکتا۔ بموجب حکم رسول اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یوم النحر یعنی ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کو یہ ہشتہار سب کو بتا دیا۔ بلند پر ہر سنا یا کہ کوئی بت پرست اس سال کے بعد سے حج کرنے نہیں پائیگا۔ کوئی برہنہ ہو کر طواف نہیں کر سکیگا۔ اس سے پہلے جن لوگوں نے حضرت رسول اللہ سے صلح کر لی ہے انکی وہ صلح مدت مقررہ کے آخر تک بحسنہ قائم رہیگی۔ اور باقی لوگوں کے لئے صرف چار ماہ کی مہلت دی جاتی ہے کہ وہ اپنے اپنے ملک کو چلے جائیں۔ ورنہ اسکے بعد رسول اللہ انکے محافظ نہیں ہیں۔

یہ ہشتہار آنحضرت کا بڑی دوراندیشی پر مبنی تھا۔ یہ غیر ممکن تھا کہ کفار سال بسال مسلمانوں کے ساتھ حج بھی کیا کرتے۔ اور اپنی شہوت انگیز اور یہود و رسومات کو قائم رکھتے

اور مسلمانوں کی اخلاقی حالت میں فتنہ پڑنا۔ بلکہ قدیم حالت پر اودن کو چھوڑنے سے آئین اسلام میں ختم پیدا ہونے کا اندیشہ تھا۔

حاجیوں کی وہ بڑی جماعت جس نے اس اشتہار کو سنا تھا اپنے گھر گئی اور دوسرے سال اس کا کثیر حصہ مسلمان ہو گیا۔ اس اشتہار کے بعد کوئی غیر مسلم کعبہ شریف میں نہیں آنے پاتا۔ اور ظاہر ہے کہ خدا کے گھر میں کفار اور دشمنان خدا کا کیا کام۔ اور اسی طرح مدینہ منورہ میں کوئی غیر مذہب شخص نہیں جا سکتا۔ کیونکہ وہ خانہ کعبہ ہے تو سب محبوب خدا کا گھر۔

**ملکہ معظمہ کے تبرکات** | مکہ معظمہ سے اکثر حجاج مندرجہ ذیل اشیاء لے جاتے ہیں۔ سرمہ عقیق البھری تسبیح۔ آب زمزم۔ غلاف کعبہ۔ آب زمزم لانے والوں کو لازم ہے کہ خود جا کر یا کسی معتبر شخص سے حرم شریف کے اندر آب زمزم خرید کر اپنے روبروش کے زمزمیون میں بھر لیں۔ ورنہ بازاری ٹینوں کا ہرگز اعتبار نہیں۔ باوجود اس قدر اذعان ہونے کے ٹین گراہیے کا پل الوجود ہوتے ہیں کہ جو پانی موجود ہو جلدی میں بھر دیا کرتے ہیں۔ تسبیحیں یہاں بہت قسم کی بنتی ہیں مثلاً خاک شفا۔ عقیق البھری۔ سنگ یہود۔ سنگ سلیمانی۔ مرجان۔ سیب۔ ستون۔ ماسی۔ کھجور کی گٹھلی اور زمیون کے دانوں کی ہوتی ہیں۔ حسبِ حیثیت لوگ خرید کرتے ہیں۔ سناکی مکہ میں عمدہ ملتی ہے۔ اکثر لوگ کفن کو آب زمزم میں تر کر کے لاتے ہیں۔ تھری اور استنبولی قرآن مجید۔ جاروب جس سے کعبۃ اللہ کو دھوتے ہیں۔ کعب کے غسل کا پانی۔ آرز میراب رحمت۔ مگر یہ ملنا بہت مشکل ہے۔ تمام وکمال برسات کے وقت آدمیوں کے بدن پر جذب ہو جاتا ہے خواہ کتنا ہی برسے۔

**معلمین و مطوفین مکہ** | گو یہ امر بد مزہ ہے اور طبیعت پر اوسکے اظہار سے ناگواری اور گرائی ہے۔ کیونکہ یہ غیبار کی برائیاں نہیں ہیں۔ بلکہ خود اپنے عجب دوسری اقوام کے



ردہرو بیان کئے جاتے ہیں۔ مگر ان واقعات کا چھپانا جو حجاج کی ایذا کے باعث اور عرب کی بدنامی کے موجب ہیں اس سے بھی زیادہ ناگوار ہے۔ پس کہنا ہی پڑا کہ علی العہود ان بنو ہمدان سے ہندوستانی حجاج کو سخت ایذا و تکلیف پہنچتی ہے۔

کہ منظر اور مدینہ منورہ اور کل زیارات اہل مکتبہ پر معلین و مطوفین و مجاورین منظر میں۔ جسکے ذمے خدمت حجاج مقرر ہے۔ اکثر یہ عرب میں مگر بعض ہندی زبان بخوبی جانتے ہیں۔ ان میں چھند ہندی الاصل بھی ہیں۔ جبوقت حجاج جدہ شریف آتے ہیں تو یہ لوگ خود یا اپنے مطوفوں کو جدہ روانہ کر کے حجاج کو اپنے دام میں کر لیتے ہیں۔ اور جب تک حاجی حرمین الشریفین میں رہتا ہے گویا اس کے بس میں ہوتا ہے۔ ہر قوم اور ہر ملک کا مطوف علیحدہ ہندوستان کے صوبوں کے علیحدہ علیحدہ معلم مقرر ہیں۔ گو اس وقت قاعدہ ایسا ہے کہ جس کا بھی جہان چاہے رہے۔ مگر یہ لوگ اپنی کوشش بھر اپنے مقرر شدہ صوبوں کے باشندوں کو اپنے ہی قبضہ میں رکھنا چاہتے ہیں۔

تمام مناسک حج و عمرہ کو ادا کرنا۔ مدینہ منورہ کی جانب ادائیگہ کر دینا۔ شریف و شہری وغیرہ کل سامان کا خرید کر دینا خواہ مخواہ اپنے ذمے لے لیتے ہیں۔ رخصت کے وقت حجاج انکا حق الخدمت فی کس سے سے تک بلکہ بعض اوقات متمول اصحاب اس سے بھی بڑھ کر دیتے ہیں۔ حاجیوں کو یہ لوگ کھیتی سمجھتے ہیں اور سالانہ پیداوار جہان تک ممکن ہونے کے لئے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرتے۔

اسوقت مطوفوں کا گروہ بہت بڑھ گیا ہے اور انکی معاش کا دار و مدار صرف حجاج کی آمدنی پر منحصر ہے۔ وہ خود نہ کوئی پیشہ کرنے میں نہ کسب معاش کے عمدہ وسائل رکھتے ہیں اور یہی سبب ہے کہ جہان تک اونسے ممکن ہوتا ہے وہ حجاج کو لٹے ہیں۔ اور کس طرح سے اپنے سالانہ

کے گزارے کا مبلغ جمع کر لیتے ہیں۔ مطوفون کی ضرورت ناواقف حجاج کو ہونی ضرور ہے کیونکہ حجاج نہ تو راہ و رسم ملک سے واقفیت رکھتے ہیں۔ نہ ارکان حج بلا اذن کی امداد کے ادا کر سکتے ہیں۔ مگر مطوفون کی کثرت نے اب یہ نوبت پہنچائی ہے کہ علاوہ ان خدمات کے جو مطوفون سے ارکان حج میں لئے جاتے ہیں ہر کام میں حجاج کے دخل دینا وہ اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔ بعض متمول حجاج اپنے روپیہ کو اون کے ذریعہ ایسا اڑاتے ہیں کہ مطوفون کو اب ایسی عادت پڑ گئی ہے کہ وہ اسیر آدمیوں کا کام دل سے کرتے ہیں۔ اس امید سے کہ یہ لوگ زیادہ اشیاء خرید کرنے والے ہیں۔ ان سے بہت کچھ نفع کی امید ہے۔ اور غریب کی ہمدردی پر وہ انہیں رکھتے اور بری حقارت سے غریبوں کی طرف دیکھتے ہیں۔ مگر حق خدمت نبویؐ بھی وہی دیتا ہے جو ایک متوسط درجہ کا امیر دیتا ہے۔ اس سال میرے تجربہ نے ثابت کر دیا کہ وہ حجاج جو اپنے کو امرا میں شمار کرتے تھے۔ کچھ تو اپنی نا تجربہ کاری اور کچھ مطوفون کی بدولت ایسے تنگ دست بن گئے کہ یا نہ سے اپنے ملک کو تار کر کے جب روپیہ منگوا یا گیا تو مصر کا ٹکٹ خرید کر سکے ورنہ شاید یا فہ کی گلیوں میں دست حسرت ملنے پھرتے۔ یہ کوئی ناموری اور شہرت نہیں ہے۔ میرے خیال میں سرسبز جہالت و نادانی ہے۔ اگر اتفاق سے یہ سفر نامہ ان کی نظر سے گزرے گا تو وہ میری اس سچی تحریروں کو دیکھ کر اپنی غلطی پر ضرور نادام ہونگے۔ انہما یہ ہے کہ مطوفین مکہ و مدینہ امیر حاجی کو لنگوٹی بند ہوا کر چھوڑنا زیادہ ثواب سمجھتے ہیں۔ یہ حالت عام ہے شاذ کا ذکر نہیں۔ خوف میں ڈالنا غلط خبریں سننا کر رومی ایذا پہنچانا تو معمولی باتیں ہیں۔ بعض مطوف ایسے چالاک ہیں کہ حرمین اشریفین ہی میں نہیں بلکہ حاجیوں کی تلاش میں ہندوستان آکر مختلف اضلاع میں پہنچتے ہیں اور گلی گلی مار بے مارے پھرتے ہیں۔ اور حاجیوں کو ترغیب حج کی دیکر وہاں کے آرام و آسائش کے قصہ سن کر ہر قسم کی آسانیاں اور ہر طرح کا آرام دینے

کا وعدہ ظاہر کر کے عازمان حج کو آمادہ اور مطمئن کر دیتے ہیں۔ اپنے مطلب کے لئے بطور تذکرہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مثلاً اس قدر روپیہ اتنا اسباب اتنے شخص ملکر عظیم تو سیوا آرام ہے اور یوں آسانی ہوگی وغیرہ وغیرہ۔

ہندوستان آکر جس عازم حج کے گھر پہنچتے ہیں اون کے ناخواندہ بہانہ بن جاتی ہیں۔ سفید یا سیاہ عبایا چوغہ پر سبز عامہ باندھ کر ہر طرح اپنا اعزاز جاتے ہیں۔ تاہم وقف ہندوستان کے لئے یہی کافی ہے کہ فلان مطوف مکی ہے مکہ کے رہنے والے ہندوستانوں کے نظرمیں محصوم اور واجب التعظیم ہیں خواہ اون کے افعال کچھ ہی کیوں نہ ہوں۔ اور اس وقت سے وہ مطوف کے ہاتھ میں پھنس جاتے ہیں۔ یہی نہیں کہ خود پھنس جائیں بلکہ دوسرے جابنے والوں کو بھی اپنی ہمراہی کی ترغیب دیکر مطوف کے جال میں پھنسا دیتے ہیں۔ حالانکہ مکہ میں پہنچ کر اونکی قلعی کھل جاتی ہے کہ کوئی ہندوستانی دہنیا۔ کوئی جولاہہ۔ اور کوئی <sup>بھٹیہ</sup> ہے جو اپنے آبائی پیشہ کو چھوڑ کر پشت دوست سے مکہ میں لے کر مکی بن بیٹھا ہے۔ بعضے اور آفاقی ہیں جو بڑھئی لوہار وغیرہ پیشوں سے تنگ آکر عبا قبا پہن کر مطوف بن بیٹھی ہیں۔

جس دن سے ہندوستان میں مطوف حاجیوں کو اپنے ذمہ لیتا ہے کل اخراجا اپنی ذات کے حاجیوں کے سر ڈالتا ہے۔ جدہ پہنچ کر ضروری خرید و فروخت بھی اپنے ذریعہ سے کرتا ہے اور مکہ معظمہ داخل ہو کر اپنے کسی رشتہ دار یا دوست کا گھر بھی خاطر خواہ کرائے پر دلوادیتا ہے۔ اونٹ کے کرائے شبری و شغدف کی خرید میں مطوف پورے طور پر حاجیوں کو جل دیتا ہے۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ جدہ میں مطوف نے بڑا احسان رکھ کر ۲۴ روپیہ کو شغدف خرید کر وادیا اس سے بدرجہا بہتر ۱۸ روپیہ کو ہمنے دوسروں کو دلوایا تھا۔ جب مکہ معظمہ داخل ہوئے تو مطوف نے کہا کہ تمام لوگ اپنے شغدف اور

شہری میرے ہی گھر رکھیں جسکا کرایہ فقط دو دینا ہوگا۔ ہم اوسکو بڑا احسان سمجھ کر بخوشی رضی ہو گئے اور نیریا سو شغاف اور سکے گھر میں رکھ دئے۔ جب مناک تیار ہوئی تو دیکھا گیا کہ کوئی شغاف وہاں نہیں ہے دریافت پر کہا کہ دوسری جگہ پر رکھ دئے گئے ہیں۔ وقت پر لمجائے گئے۔ پھر سرسر جھوٹ تھا۔ اوسنے ہمارے کل شغافون کو بلا اجازت کرایہ پر برابر دیتارہا اور اس طرح سینکڑوں روپیہ اوسنے ہمارے ذرخیر و شغافوں سے کھالئے۔ اور شغافون کی یہ ذہبت ہو گئی کہ کسی کام کے نہ رہے بالآخر مدینہ منورہ۔ مینوع یا جدہ کسی صورت سے پہنچ کر ایک ایک شغاف کو اسکے چیلے چاٹون نے ہر من خرید کر لیا۔ مین نے بہت سے حاجیوں کو دیکھا کہ مارے غصہ کے اوسھون نے اپنے شغاف یا شہری کو توڑ کر چلا دیا مگر ہر من نہیں بیچے۔

جو کچھ مین نے اوپر لکھا ہے یہ میرا اور مختلف حجاج کا تجربہ ہے اور بغیر اسکے چارہ بھی نہیں۔ جب تک ریل جدہ شریف سے مکہ معظمہ اور وہاں سے مدینہ منورہ کو نہ آجائے تب تک کم ذہبیش یہ شکایات ہوتی رہیں گی۔ جسوقت ریل تیار ہو جائیگی ان شکایات مین سے کوئی باقی نہیں رہے گی۔ اوسوقت نہ معلم کی ضرورت نہ مطوف کی حاجت۔ اگر ضرورت پڑی بھی تو مناسب جج کے لئے وہ بھی ناواقف لوگوں کے واسطے۔ شاید مہربانے پر یہ لوگ اُن وقت بخوشی اس خدمت کو انجام دینگے۔

مکہ معظمہ کا مسلخ | جنت المصلیٰ کے جانب غرب پہاڑوں کے درمیان مندرج ہے جسکے چاروں طرف ایک دیوار کھچی ہوئی ہے۔ اوسمیں اونٹ بیل۔ گائے۔ دنبے اور بکروں کے لئے علیحدہ علیحدہ جائے مقرر ہے مسلخ شہر سے کچھ دور نہیں مگر پردہ دار محفوظ جگہ میں ہے۔ چاروں طرف اسکے پہاڑ ہیں۔ ایک راستہ درمیان سے مدینہ منورہ کو



چلا گیا ہے جو نبی عمرو کے قبیلہ سے ہو کر گذرتا ہے۔

**خطبہ فضیلت و احکام حج** | آج بعد نمازِ طہر کے خطیب مکہ نے یہ خطبہ حرم شریف میں پڑھا

بہت آدمی حرم میں تھے۔ ختم خطبہ کے بعد سلطان المعظم کے لئے دعا مانگی گئی۔ اس خطبہ میں

صرف فضائل و احکام حج وغیرہ بیان کئے گئے۔ آج ۲۰ ہزار اونٹ کے قریب مناکو چلے گئے

آج ہم نے نماز عشا کے بعد حج کا احرام باندھ کر کعبہ کا طواف کر کے جانبِ صفا و

مردہ روانہ ہوئے۔ ہمارے سبب بارش اور کچڑ کے سبب صفا و مردہ میں بہت مشکل پیش آئی۔

کثرتِ ہجوم قدم رکھنے کو جگہ نہیں ملتی تھی۔ دیکھا کہ ایسی ہوی کہ بہت سے نجف اور کمزور حجاج

آج سب صفا و مردہ سے معذور رہے۔ بعض تو دوسرے اور بعض تیسرے شوط ہی سے

واپس ہو گئے کہ بعد کو کر لینگے۔ ہمارے ہمراہیوں میں سے دو ایک آدمی ایسے پھسل کر گرے

کہ دوسرے لوگ ہنسنے لگے۔ اس رات کی بھی عجیب حالت تھی جو بہت مدت تک یاد

رہی۔ بعض تو گدھوں پر سوار ہو کر اور بعض جتنے جوازے میں بیٹھ کر سب صفا و مردہ کر رہے تھے

ہم کو سب سے واپس آنے کو رانکے بچ گئے۔

**روانگی جانبِ منیٰ** | ۳۰ نومبر روزِ پنجشنبہ۔ مطابق ۸ ذوالحجہ ہمارے لئے ایک بہت بڑی

خوشی کا روز تھا۔ کہ ہم اپنے مقدس سران کے پاس مہمان بنے ہوئے جا رہے تھے

آج تقریباً سب کے سب مناکو روانہ ہو گئے۔ میں بھی اپنے رفیقوں کے ہمراہ پیادہ پاکر المعظم

سے جانبِ منار روانہ ہوا۔

کوئی اونٹ پر سوار۔ کوئی گدھے پر اور کوئی گھوڑے پر بیٹھ کر اپنے آقائے

حقیقی کے دربار میں جا رہا تھا۔ مگر میں اپنے مالک اپنے آقا کے پاس پیدل ہی جانا مناسب

سمجھا۔ ایک اونٹ کرایہ پر لے کر سامان اوپر رکھوا دیا۔ اور ایک غریب آدمی کو اوپر بٹھا دیا۔

کہا جاتا ہے کہ ۸ تار بجی روانگی جانب منہ الفضل ہے۔ ظہر کے آگے منامین داخل ہو جانا چاہئے۔ واللہ اعلم

مکہ معظمہ کی بہت سی دوکانیں جانب منہ اعزات چلی گئی ہیں۔ قافلے پر قافلے چلے جا رہے تھے۔ کوئی حساب کوئی گنتی نہیں۔ اللہ اکبر اس قدر اونٹ کہاں سے آگئے کیونکر جمع ہو گئے عقل حیران ہو رہی تھی۔ یہ قافلے جو جا رہے ہیں کسی گورنمنٹ کی فوج نہیں ہے جس کا انتظام فوجی یا ملکی حکام نے کیا ہو۔ نہ اس کو کسی تحصیلدار نے جمع کیا نہ کسی کلکٹر ضلع کی معرفت یہ بار برداری کے جانور پکڑے گئے۔ یہ فقط خدا کی ہرمانی سے اس کے ہمالوں کے واسطی عرب کے جنگلی اور وحشی بد و بغیر ملائے لیکر حاضر ہو گئے ہیں۔

مین سید باب السلام سے باہر ہو کر حنت الملعونے پر سے ہوتا ہوا ایک میل تک شہر کے اندر ہی اندر چلا گیا۔ ایک یا سو میل کے بعد جبل نور کا راستہ ہمارے بائیں جانب چھو گیا۔ اور ہم دہنے جانب کو ایک وسیع میدان یعنی وادی مین سے گزرے۔ ہمارے دونوں جانب بڑے اونچے اونچے پہاڑ کھڑے تھے جن پر چڑھنا آسان کام تھا۔ پہاڑ بالکل صاف اور پتھر کے تھے۔ درخت یا اور کسی سبزی کا اون پہاڑوں پر نام و نشان تھا۔ بالکل خشک تھے اون پہاڑوں میں پانی کے بہنے کا نشان تو ضرور تھا۔ مگر کسی مستقل نالے کا نشان نہ تھا۔ باب السلام سے حجرۃ العقبیٰ تک پورے ۴ میل اور مسجد خیف تک ۳ ۱/۲ میل کا فاصلہ ہے یہ جانب بالکل صحیح ہے۔ اسی فاصلہ کو بہت سے لوگوں نے کو سون پر شمار کر کے لکھا ہے کہ راستہ بہت اچھا اور کشادہ ہے۔ بہت سی اونٹوں کی قطاریں یہاں پر برابر برابر مین جا سکتی ہیں۔ آج کا روز اونٹوں کی قطار دین سے گزر کر نکلنا بھی بڑا مشکل بلکہ کٹھن کام تھا۔ غرض مین خدا خدا کر کے صبح کے برابر آٹھ بجے شہر منامین داخل ہو گیا۔ راستہ مین ہر جگہ خیموں میں چھا، اور قہوہ حقہ پانی

عرب فروخت کر رہے تھے۔۔۔ کو ایک پانی کی صراحی اور۔۔۔ کو چادر کی پیالی ملتی تھی۔

منا اور اسکے زیارات | شہر مناک کی آبادی ایام حج کے سوا دوسرے دنوں میں بہت

کم ہے۔ یہاں پر فقط عمدہ مکانات دو منزلہ سے منزلت بنے ہیں۔ جو حجاج کی رہائش کے کام

آتے ہیں۔ شہر شرقاً و غرباً ۳ میل طویل اور شمالاً و جنوباً عرض آدھے میل سے کم ہے

اس وقت شہر مناک میں دو ہزار مکانات بڑے اور چھوٹے ہیں۔ اگر قبل حج یہاں پر مکانات کراؤ

پر لے لئے جائیں تو بہت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ایام حج میں مکانات کا کرایہ بہت زیادہ ہو جاتا

ہے۔ مکہ معظمہ سے مناک کو دور راستہ ہیں۔ ایک تو یہی ہے جس میں ہم آئے۔ دوسرا

ایک پیادہ جڑ بکرا کرنا ہوتا ہے جس سے پیدل اور گدھے سوار آتے ہیں۔ اس راستے

ایک میل مسافت ہے۔ مناک کے نزدیک ایک حوض پنجہ بنلہ ہے۔ اوسے جگہ سے پھر دو ٹولوں

راستہ علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ مناک کے نزدیک وادی مناک کی چوڑائی پونے میل کی ہوگی راستہ

سے جبل متہنا جبل سگابہ اور جبل نور اچھی طرح دکھائی دیتے ہیں۔

مکان کا کرایہ ۳ روز کیلئے ۲ گنی سے ۲۰ گنی تک لیتے ہیں۔ میرے تجربے سے

ڈیرے کے رہنے سے مکان کرایہ پر لینا اچھا ہے۔ مگر معلم اپنے نفع کی غرض سے مکان

دلانے میں بہت حیلہ حوالہ کرتے ہیں اور جہاں تک اون سے ہوتا ہے مکان نہ دلو کر

خیمہ میں رہنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ دس پندرہ روز پہلے مناک میں جا کر اسکا انتظام کر لینا

چاہئے حجاج کو لازم ہے کہ مکان ہی میں رہیں۔ اوس سے بہت آرام ملتا ہے اور بیماری

کے خوف سے بھی بچے رہتے ہیں۔

سنا گیا کہ یہ مکانات سال بھر بغیر محافظ کھلے پڑے رہتے ہیں۔ اور شہر ان مکانات

میں سامان وغیرہ بھی رکھا رہتا ہے۔ لیکن ان میں چوری وغیرہ سے کچھ نقصان نہیں ہوتا۔

امریج ہو تو کچھ تعجب نہ نہیں ہے۔ ہندوستان کے مانند وہاں سرقہ اور نعت زنیان نہیں ہوتی ہیں۔ بدواً لبتہ ایک حد تک انکے ہارنی کرتے ہیں۔ مگر نعت فی اور سرقہ اندرونی مکانا کے وہ عادی نہیں ہیں۔ نہ کبھی وہاں ایسی وارداتیں سننے میں آئیں۔ یہ اور بات ہے کہ بدوؤں کے آڑ میں کسی اور ملک کا شندہ یا ایسی حرکت کرے اور اسکا الزام بدوؤں کے سر تھوپے۔ مگر کوئی ایسا واقعہ بھی سنا نہ گیا۔

**مسجد خیف** | مناک کے مشرقی حصہ میں مسجد خیف واقع ہے۔ بڑی عالی شان مسجد ہے مکہ کی مسجد الحرام سے تقریباً نصف رقبہ میں اس مسجد کی دیواریں ہیں۔ درمیان میں جو قبہ ہے اس کو مقام البقیع کہتے ہیں۔ اسکی نسبت مشہور ہے کہ ستر نبیوں نے علاوہ آنحضرت کے یہاں پر عبادت کی ہے۔ لوگ دوسری بیدروایت کرتے ہیں کہ اس مقام پر ستر نبیوں کی قبریں ہیں کل عمارت پتھر کی ہے صحن فراخ ہے۔ یہاں کی عبادت بڑی فضیلت رکھتی ہے اسکے چار دروازے ہیں۔ بڑے دروازے کے نزدیک ایک پختہ منار ہے۔

مسجد خیف اسوقت حج سے پہلے بند رکھی جاتی ہے۔ مگر عرفہ سے ایام شریف تک ہر بار کھلی رہتی ہے۔ بند رکھنے کا باعث یہ ہے کہ بہت سے واقف حجاج مسجد میں مہیلا کرتے تھے۔ اور جابجا بول و براز رہتا تھا۔ کسی نیک دل بزرگ نے شریف مکہ سے کہرا اس مسجد کو بند کر دیا۔ جسکی وجہ سے یہاں کسب قدر پاک و صاف رہتی ہے۔ دروازوں پر اسوقت ترکی سپاہی موجود رہتے ہیں اور بواب بھی رہتے ہیں۔ مجال نہیں کہ کوئی اس میں بیوقوف قدم رکھ سکے۔ یا قبل عرفہ کے کیسوقت اندر جاسکے۔

وضو کیلئے پانی کی صراحیان دروازوں پر موجود رہتی ہیں۔ رکوع یا اریا جیسے موقع ہوتا ہے ہر تک بھی فی صراحی فروخت کرتے ہیں جس سے وضو بخوبی کر سکتے ہیں مسجد



کی دیوارین نجستہ چو نے اور گجکاری کے کام کی ہیں۔ اس مسجد میں دعانا گنا افضل ہے۔ اور اجابت دعا کے لئے یہ مقام بھی مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ درمیانی گنبد حضرت ابراہیم ؑ کا بنایا ہوا ہے۔ اس پر بارہا تعمیر ہو چکی ہے۔ شمالی دیوار کے پاس چند قبریں ہیں انہیں میں ایک تبرہ حضرت محمد رضا صاحبزادہ علی رضا کی ہے جس پر سنگ مرمر کا چھوٹا مینار ہے۔ اسکو مسجد خیر اور مسجد آدم بھی کہتے ہیں۔

خیف کی وجہ تسمیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ اس مقام پر جب تشریف لائے تو بہت دیر تک خاموش بیٹھے رہے صحابہ رضوانہ نے دریافت کیا کہ اس خاموشی کا باعث کیا ہے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جہان میں بیٹھا ہوں اس تکبیر پر آدم ؑ اور دیگر شریفوں کی قبریں ہیں۔ اور بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ جسکو میں ظاہر کرنا نہیں چاہتا بس اسلئے اس مقام کو خیف کہتے ہیں جسکے معنی پوشیدہ رکھنے کے ہیں۔ واللہ اعلم (یہ ہمارے معلم کی روایت ہے)

**مسجد النخرا** یہ مسجد بازار میں ایک کوچہ کے درمیان واقع ہے۔ یہاں سورہ انا اعطیناک الکوثر نازل ہوئی تھی۔ اس کو مسجد الکوثر بھی کہتے ہیں۔ یہاں پر آنحضرتؐ نے ۶۳ اور آپؐ کے حکم سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ۳۷ جملہ سواونٹ کی قربانی کی تھی جسکی وجہ سے مسجد النخرا کہتے ہیں۔ میں نے مغرب کی نماز اسی میں پڑھی۔ مسجد کے نزدیک پانی کی صراحی، کرکٹ گئی جس سے وضو کر لیا گیا۔ مسجد میں کوئی فرش وغیرہ نہیں ہے۔ دو سو آدمیوں کے نماز کی جائی ہے اسوقت بہت سے مفلس و نادار لوگ اس میں پڑے ہوئے ہیں۔

**غارِ مرسلات** | یہ وہ مقام ہے جہاں پر سورہ مرسلات نازل ہوئی تھی۔ مسجد خیف کے بالکل متصل جانب جنوب پیارڈن کے نزدیک واقع ہے۔ یہاں فقط ایک غار ہے دو رکعت نفل نماز پڑھتے ہیں۔ ایک نشان پتھر میں اور پر کچا بنایا ہے اسکی نسبت روایت ہے کہ

یہاں آنحضرت رسول خدا کا سر مبارک لگا تھا اسلئے تبرکاً لوگ اس مقام میں اپنا سر اور موٹھ ملتے ہیں۔ اس مقام پر حضرت سید المرسلین اور سیدنا جبریلؑ و دوزن تشریف فرما تھے سلام پڑھانے والا مجاور سلام پڑھاتا ہے۔ کچھ خیرات دیدیتے ہیں۔ دو چار آدمیوں سے زائد ایک وقت میں اندر نہیں جاسکتے ہیں اور پر کا پتھر بہت بڑا دور ہے۔ حقیقت میں غار نہیں ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بڑے پتھر کے نیچے زمین کو کہو دو کر آدمیوں کے بیٹھنے کی واسطے جگہ بنائی گئی ہے جہاں رسول خداؐ بیٹھے تھے۔ لوگ زمین ہی پر دو گناہ ادا کرتے ہیں۔ چٹائی تک نہیں ہے۔

### مقام کبش

یہ وہ مقام ہے جہاں پر سیدنا ابراہیم خلیلؑ اللہ نے سیدنا اسمعیلؑ ذبیح اللہ کو بحکم خدا ذبح کرنے لیگئے تھے۔ یہ مقام حجرۃ العقبنے سے جانب شمال غرب تقریباً دو فرلانگ کے فاصلہ پر مراض کوہ منامیں واقع ہے۔ جہاں یہ مقام ہے وہاں پر ایک مختصر سی ٹیکری ہے یہاں پر وہ مقام ہیں ایک جہاں پر حضرت اسمعیلؑ ذبح کرنے کیلئے لٹائے گئے تھے جبکہ عوض حضرت جبریلؑ نے جنت سے ذبح لاکر رکھا۔ ایک بڑا پتھر شق ہوا ہے جو ابھی تک نظر آ رہا ہے اور اسکی نسبت کو گونا گوا یہ بیان ہے کہ جب دو وقت حضرت ابراہیم خلیلؑ اللہ نے ذبح کیلئے گلے پر حضرت اسمعیلؑ کے چہری پھیری اور وہ خم گئی مگر نہ چلی تو آپ غصہ سے چہری کو اوجھڑ پر مائے تھے جس سے یہ شق ہو گیا ہے واللہ اعلم

اس مقام سے ذرا جانب غرب بالکل لگا ہوا ایک اور مقام ہے اسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ اس میں حضرت سیدنا ماجرہ اور اسمعیلؑ متکلف تھے اور یہ بھی کہتے ہیں حضرت سیدنا عائشہ صدیقہؓ بھی اس غار میں متکلف تھیں غرض یہ جگہ ایک پتھر کے اندر بطور غار جی جہاں آدمی بیٹھ کر اندر جاسکتا ہے۔ اندر جا کر لیٹ بھی سکتا ہے۔ اس میں بہت سے انبیاء و کرام و صحابائے

عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پیغمبر خدا بھی تشریف فرما ہوئے۔ ہم بھی اندر جا کر دو سنت تک تبرکاً لیٹے رہے۔ دعا مانگی ہر دو مقام پر فاتحہ پڑھا اور مجاورو مساکین کو کچھ دے دلا کر واپس آگئے کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں مساکین نہ ہوں

**مسجد العقبہ** | یہ ایک چھوٹی سی مسجد حجرۃ العقبہ کے نزدیک مکہ کو جاتے ہوئے دہنے نبی

پہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔ غربی دروازہ مناسے ایک فرلانگ سے کچھ زیادہ ہوگی۔ اس مقام میں حضرت رسول خداؐ نے نماز پڑھی ہے۔ اور اصحاب انصار اسہی جگہ پر ایمان لائے تھے اجابت دعا کیلئے مشہور مقام ہے۔ وضو کیلئے پانی کی صراحیان ملتی ہیں اندر ۵۰ آدمی کے نماز کی جاؤ ہے۔ چٹائی وغیرہ کچھ نہیں ہے۔ حجاج تبرکاً دوکانہ ادا کرتے ہیں۔

**حاجیوں کی قیام گاہیں** | ۳۰ نومبر روز جمعرات مطابق ۸ رذوالحجہ کو منامین کل مقامات

مقدسہ کی زیارت کرتے اور ادھر ادھر پہر کر حاجیوں کی قیام گاہیں ملاحظہ کرتے رہے۔ ادھر ہمارا معلم جلدی کر رہا تھا کہ آج عرفات کو چلو مہینے انکار کر دیا کہ جب تک پانچ نمازین یہاں پوری نہ پڑھ لینگے۔ ہم جانب عرفات نہیں جاتے۔ بازار میں قدم رکھنے کو جگہ نہیں تھی لاکھوں اونٹ برابر مکہ منظر سے آ رہے تھے پیدل آدمی کا گذر سخت مشکل تھا۔ اس سے ناظرین اندازہ کریں کہ راستہ کے ایک جانب سے دوسری جانب کو گزرنا چاہتے تھے مگر ہم سے نہ ہو سکا۔ ایک گھنٹہ کا ل اس انتظار میں بازار کے بیچ ایک قہوہ خانہ پر بیٹھ گئے اور موقعہ کی تاک میں لگے رہے کہ ذرا اونٹ بکھر جائیں تو ہم دوسری جانب کو چلے جائیں۔

محل شامی و مصری بھی توپ خانہ، سوار و پیدل کیساتھ گزرا اونکے بعد شغادف والے اونٹ جنہیں شہزادان بھی تہین گزرنے لگیں۔ راستہ تنگ و نٹ زیادہ اس میں گدے اور خچر سوار بھی شامل تھے۔ شغادفونکی ٹکرین ایک دوسرے کو لگتی تھیں۔ کوئی شغادف گرتا تھا۔ اوپر کوئی شہری ٹکر

سے اولٹ جاتی تھی۔ مگر کوئی نہیں پوچھتا تھا کہ کیوں ایسی بد انتظامی ہے۔ یہ مانا کہ ایسے بڑے  
 اثر و نام میں انتظام کا قائم کرنا غیر ممکن ہے۔ مگر کوشش کی جائے تو کوئی محال امر نہیں  
 نہ پولس ہے نہ کوئی سپاہی میں نے دیکھا کہ چند ترکی سپاہی و آفسر بھی اوس قہوہ خانہ میں  
 رزق برق کا لباس پہنے ہوئے بیٹھے تھے اس افراتفری کو دیکھ کر وہ بھی قہقہہ لگا رہے تھے  
 ایک پولس سٹیشن بھی منامین ہے مگر برائے نام آدمی اونٹون پر سے گرتے ہیں لوگ اون پر  
 سے روند کر گذر جاتے ہیں نہ سپاہی پوچھتا ہے۔ نہ پولس آفسر۔ ایک ذرا سی توجہ سے یہ سب  
 بد انتظامیاں دور ہو سکتی ہیں۔

غربی دروازے پر سپاہیوں کا سنگین پہرہ قائم کیا جائے اور صرف ایک قطار کو اونٹ  
 کی گذرنے دے تنگ گلیوں میں جہاں دو قطاروں کا گذرنا ناممکن نہیں تو تکلیف دہ ہے۔ مگر  
 گذرنے والے کم از کم یہ انتظام ہو جائے تو ذرا راحت ہو جائے گی ضعیف العمر عورت و بچے  
 اونٹون پر سے گرتے ہیں روتے ہیں چلاتے ہیں۔ ادھر شہری اولٹ گئی ہے۔ اوپر شہر خد  
 اونٹوں کا ہو گیا ہے۔ لوگ چلے جا رہے ہیں۔ کوئی کسی کو پوچھتا نہیں ہے۔ عجیب معاملہ ہے۔ اونٹ  
 کے آنے کا راستہ علیحدہ ہوا اور جانیکا راستہ علیحدہ مقرر کر دیا جائے تو اور بھی بہت آرام ملے گا  
 جائے تو بہت ہے مناس سے مکہ جانے والے اونٹ شہر کے شمالی رخ سے گذریں اور عرفات جانے والے  
 جنوب کی طرف سے جائیں۔ سوار اور پیدل کھیلے شہر کے اندر سے گذر گا رہیں تو ایک حد تک  
 آسانی اور آرام رہے گا۔ ترکی حکام کی توجہ ادھر ہونی چاہئے۔

اس وقت شہر کے اندر اور باہر میدان میں ایک لاکھ ڈیرے تک ہستادہ کئے گئے تھے  
 مدرسہ علم سید عبدالرحمن شتلی نے ایک احاطہ کے اندر اپنے لوگوں کے لئے بہت سے عمدہ چیمے  
 گول ایک سو کے ہستادہ کئے تھے۔ جہاں ۸ آدمی ذرا تنگی سے اور ۶ آرام سے رہ سکتے



تھے فی حاجی سے وقوف عرفات کے چند گھنٹے اور نماز کی ۳ راتوں کیلئے آدھا پونڈ یعنی پچیس روپیہ لئے گئے اور جنہوں نے اپنے پرے وغیرہ مان لے کر تھے اونے فی کس دو روپیہ لئے گئے اور جو شغوف یا شبری ہی میں سو گئے اونے فی کس یک روپیہ لیا گیا ظاہر اکرایہ زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر وہاں کی گرمی اور تکلیف کو خیال کرتے ہیں تو کچھ بھی نہیں بتا ہم اس حساب سے ایک مختصر ڈیرے کا اکرایہ ۴ اشرفی لیا گیا۔ جس میں ۸ آدمی تھے اگر سی ۴ اشرفی شہر میں دیکر گھر اکرایہ پر لیا جاتا تو بہت باتوں سے آرام ملنے کے سوا دس بیل بار آدمی بخوبی گذر کر سکتے تھے ترکی اور بخاری حجاج کے ڈیرے بہت خوبصورت تھے چھوٹے اور بڑے ہر طرح کے خیمے رنگ برنگ کے لگے تھے۔ ان ڈیروں کو پہچان کر جائے قیام پر آنا بھی مشکل ہے۔

**زاویہ شاذلیہ** | طریقہ شاذلیہ کے مردوں کو جو آرام ہے ایسا آرام اور کسی کو نہیں اول جیسے میں لاکھ آیا ہوں مکہ میں رہائش و خوراک کا آرام اور منے میں بھی خیمہ عمدہ اور زاویہ کا مکان اعلیٰ درجہ کا ہے عمدہ فرش فروش اور اقسام کے تکیوں سے آراستہ و پیراستہ ہر کل مردان <sup>وقت</sup> شاذلیہ کو ایام اقامت منا و عرفات میں رہائش و خوراک مفت ملتی ہے شیخ الزاویہ محمد ابراہیم صاحب رسی الشاذلی نہایت پر اخلاق بزرگ ہیں۔ ذکر اور حلقہ و نعت خوانی ہمیشہ زاویہ میں ہوا کرتی ہے میں بھی اقامت منامیں دو وقت زاویہ کو گیا تھا۔ وہاں کا انتظام دیکھ کر بڑی خوشی حاصل ہوئی ہمانوں کیلئے فقط چار اور پانی کا خرچہ روزانہ دو چار پونڈ سے کم نہ ہو گا خوش الحان مولود خوان ہر وقت نعتیہ اشعار پڑھتے و حاضرین نعرہ تحسین بلند کرتے رہتے ہیں۔

ہم پانچ وقت کی نماز یعنی ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ عشاء و فجر کی پڑھ کر دوسرے روز یعنی یکم دسمبر مطابق ہنم ذوی الحجہ کو علی الصبح جانب عرفات روانہ ہو گئے۔

**وادئ محسرو مزدلفہ** | تھوڑی دور جا کر راستہ وادی محسین گذر اہان پر بھابھیل

ماسے گئے تھے اس وادی میں لوگ زرا تیز قدمی سے چلتے ہیں اس کے بعد ۲ میل کے فاصلہ پر مزدلفہ یعنی مشعر الحرام نظر آیا راستہ بہت اچھا ہے کئے قطارین اونٹوں کی یہاں بغیر کسی تکلیف کے گذر سکتی ہیں دو طرفہ بڑے اونچے اونچے پھاڑ ہیں مزدلفہ ایک ہموار اور وسیع میدان میں واقع ہے وادی کا عرض یہاں پر تقریباً ایک میل کے ہوگا۔ مزدلفہ میں ایک مسجد جس کا ایک ہی منارہ ہے۔ نہر زبیدہ جانب شمال و امن کوہ سے جاری ہے یہاں نہر زبیدہ کا پانی میسر آتا ہے

**میدان عرفات** مزدلفہ سے دو راستے عرفات کو جاتے ہیں۔ ایک نہر زبیدہ سے لگا ہوا جاتا ہے دوسرا زرا جنوب کی طرف میدان سے گذرتا ہے میں جنوبی راستے سے گیا مگر دونوں میں کوئی دور نہیں ہیں۔ مزدلفہ سے جبل رحمت کا منارہ برابر ۸ میل انگریزی ہے اس حساب سے کل فاصلہ باب السلام سے جبل رحمت تک ۱۱ میل انگریزی کے قریب ہے۔ اس سے زیادہ نہیں مزدلفہ سے چلکر ۱۲ میل ایک درہ کو عبور کرنا ہوتا ہے جہاں پر اونٹ کی دو قطاریں شکل سے اور ایک قطار آسانی سے گذر سکتی ہے۔ اگر ترکی گورنمنٹ حجاج کی صحیح گنتی یا اونٹوں کا عدد معلوم کرنا چاہتی ہے تو اس مقام پر ایک گنتی کرنیکا عملہ مقرر کر دیوے پوری گنتی بالکل بے کم و کاست معلوم ہو جائیگی مگر یہ گنتی واپسی کی وقت ہو تو اور بہتر ہوگا۔

جب درہ سے گذر جاتے ہیں تو دور سے جبل رحمت و جبل عرفات دکھائی دیتے ہیں پہر وادی بتدریج کشادہ ہوتی جاتی ہے حد عرفات مسجد مزہ کے پاس ہے اس قسم کے ۱۱۱ نشانات پختہ بنے ہوئے ہیں۔ نہر زبیدہ اس مقام پر کہو لکر پختہ کنوئین کے طور پر بنی ہے میدان عرفات بہت وسیع ہے رقبہ تقریباً ۱۰ میل مربع ہوگا۔ اس میدان میں ہیری خیال سے ۱۱۵ اور ۲۰ لاکھ آدمی قیام کر سکتے ہیں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اگر کوئی شخص پیدل جا رہا ہو اور اسکے اونٹ پیچھے رہ گئے ہوں تو اس درہ کے پاس بیٹھنے سے جسکا ذکر میں نے ابھی کیا ہے اونٹ ل جائیگا اگر اس جگہ سے گذر جائے

تو بہ عزفات میں اپنے اونٹوں کو ہرگز ہرگز نہیں پاسکو گے۔ اس درہ کے آگے پہر انسان کو لازم ہے کہ اپنے اونٹ کیساتھ ساتھ رہے ہرگز علیحدہ نہ ہوتا وقتیکہ میدان عزفات میں پہنچ کر اپنے خیمہ کا بندوبست نہ کر لے۔

چاہئے کہ اپنے اونٹ پر کسی خاص قسم کا نشان علامت لگایا جائے جس سے اپنا اونٹ

پہچان سکین

**مسجد نمرو**

مسجد نمرو حد عزفات سے زرا باہر ہے یاد رکھنا چاہئے کہ اگر کوئی شخص مسجد نمرو ہی میں رہ جاوے گا تو وہ موقوف عزفات سے محروم ہو کر حج اوسکا نہیں ہوگا۔ یہ مسجد بہت دور سے نظر آتی ہے مناسبت سے آتے وقت پہلے یہ مسجد ملتی ہے بعد کو حد عزفات میں داخل ہوتے ہیں مسجد نمرو کے پاس پانی کے دو مختصر حوض بنے ہیں جہاں وضو کیلئے پانی میسر آتا ہے افسوس ہے کہ آخری مرت نمرو زبیدہ کی ہندوستانی امراؤ کے روپیوں سے ہوئی ہندوستانیوں کا روپیہ اس مرت میں صرف ہوا جس سے تمام عالم پانی پیتا ہے۔ مگر خود حجاج ہند کو پانی بدقت گراں قیمت پر میسر آتا ہے وہ بھی بلا زحمت اٹھائے ایک قطرہ پانی کا نصیب نہیں ہو سکتا۔ یہاں پر بہت سے مقامات پانی نکالنے کیلئے کھلے ہوئے ہیں۔ مگر سب پر بدون کا یا سوڈانی غلاموں کا قبضہ ہے۔ اور یہ قبضہ مالکانہ نہیں بلکہ جابرانہ ہے اور اسلئے ہے کہ سوائے اونکے کوئی دوسرا شخص پانی بہر کرنے لجا سکے کیونکہ اور کوئی پانی لیجا یگا تو اسکے فروخت میں اونکو کمی واقع ہوگی۔ وہ لوگ بلا رو در عایت دوسروں کو دہکا دیکر گرا دیتے ہیں۔ اور خود پانی بہر کر بیچتے ہیں ایک صراحی ۳۰ جہیں ایک شخص اچھی طرح وضو کر سکتا ہے اور ایک مشکیزہ ۸ رو ملتا ہے پانی کی دقت تو نہ تھی قیمت پر باسانی نہیں تو ذرا تکلیف کیساتھ ضرور ملجاتا ہے۔

روز جمعہ تاریخ ۹ ذوالحجہ کو یہ عاصی پر معاصی میدان عزفات میں موجود تھا جہاں لاکھوں

انبیاء اولیاء صدیقین و شہداء و صالحین کے قدم پڑے ہیں۔ جین جگہ ابو البشر حضرت سیدنا آدم و ام البشر حضرت سیدتنا حوا علیہما السلام کی ملاقات ہوئی جسکی وجہ سے یہ عرفات کہلاتا ہے جہاں وہ جبلِ رحمت ہے جسپر سردارِ دو جہاں خاتم المرسلان پیغمبرِ آخر الزماں رسولِ خدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ نے حجۃ الوداع میں خطبہ پڑھا تھا۔ جہاں پر وہ مسجد ہے جس میں حضرت جبریلؑ نے حضرت ابراہیمؑ کو ارکانِ حج تعلیم کئے تھے۔ جہاں بعد زوال سے مغرب تک ٹہنا ہر حاجی کیلئے فرض ہے اور بغیر اس وقوف کے وہ حاجی کہلا سکا مستحق نہیں ہو سکتا۔ کیا شانِ کبریائی ہے کہ عرفات میں نہ تو کوئی خاص نماز پڑھی جاتی ہے نہ قرات فقط اس میدان میں کھڑے ہو کر حاضری دینا حج کہلاتا ہے۔ اگر کوئی دیوانہ غافل سوتا جاگتا۔ آج کا روز وقت مقررہ پر یہاں کھڑے ہو کر حاضری دیگا تو حاجی کہلاوے گا اور اسکے سر سے فرض ادا ہو جاتا ہے۔

میدانِ عرفات میں جد ہر نظر اٹھا کر دیکھو آدمی اور خیمے ہی نظر آتے ہیں رنگ برنگ قسم قسم کے ڈیرے رنگین سبز و سرخ لگے ہیں اپنے اپنے قافلوں کے امتیاز کیلئے مختلف قسم کی جھنڈیاں ڈھیروں کے آگے نصب ہیں۔ تقریباً لاکھ آدمی آج میدانِ عرفات میں جمع تھے۔ اگر کوئی اپنا ڈیرہ بھول جائے تو پھر اسکو اپنا خیمہ میدانِ عرفات میں نہیں مل سکتا۔ ہمارے ہمراہیوں میں سے ایک شخص عرفات میں ہو کر پہرہنا ہی میں آنکر ملا۔ کئے لوگ بھولے ہٹکے پہرہ رہے ہیں انکو اپنا ڈیرہ یا مقام نہیں ملتا ہے۔ اسلئے عقلمند و دور اندیش اپنے عیال و اطفال کو لیکر اپنے اپنے خیموں میں ہی بیٹھے ہوئے تبیع و تہلیل تلبیہ ذکر و کار میں مصروف رہتے ہیں ہم اپنے ڈیرہ کا ٹہکانہ کر کے خوب اچھی طرح سے غور کیا تھا جگہ کو خیال میں رکھ کر مسجدِ منورہ کی طرف گئے جہاں تل دھڑکیو جائے نہ تھی ایک کنائے پر معہ اپنے ہمراہیوں کے کھڑے ہو گئے اور وقت میرے ہمراہ نگلور کے چار اور ویلور کے دو حجاج موجود تھے۔



## مسجد نمرہ میں ظہر و عصر

قریب ۱۲ بجے کے جب شامی اور مصری توپ خانہ سوتوپیں  
دغا شروع ہو دیں تو مسجد نمرہ میں خطیب نے خطبہ پڑھا۔ پہلے اذان دیکھی بعد بطور نصیاح کے  
خطبہ پڑھا گیا۔ بعد خطبہ ایک بجے قریب پہلے نماز ظہر ۴ رکعت فرض امام کیساتھ ادا کی گئی اور کے  
بعد فوراً ۴ رکعت عصر کے بھی پڑھ لئے گئے۔ برابر ایک بجے دونوں نمازیں پڑھ کر فارغ ہو گئے  
اس مسجد کو مسجد ابراہیم بھی کہتے ہیں اسلئے کہ یہاں پر حضرت جبریلؑ نے سیدنا ابراہیمؑ کو  
مناسک حج بتایا تھا اور نماز پڑی تھی۔

مسجد کے درمیان بوقتہ ہے اسکو موقف النبیؐ کہتے ہیں اس مقام پر حضرت رسولؐ خدا  
نے نماز پڑھی تھی۔ نماز ہوتے ہی کل حجاج امام کیساتھ باہر ہو گئے مسجد کی حالت ابتر ہے لوگوں  
نے نہایت گندہ کر رکھا ہے اسکا بھی دروازہ مثل مسجد خیف کے بند رکھ کر آجکار و زور و قوت مقررہ  
پر کھولا جاتا تو جگہ بالکل پاک ہوتی۔ لوگ اسقدر دوردراز مقام سے راستہ کی زحمت اور کل تکالیف  
کو برداشت کر کے آتے ہیں۔ مگر یہاں آکر ایسے بزدل بن جاتے ہیں کہ جہاں رہتے ہیں اسی جگہ  
بول و براز کرتے ہیں بہانہ بھی ہے کہ دور جانے سے بد و مار دینگے۔ بس بد و دن کے خوف  
کی آڑ میں ایسے مقدس اور منزه مقامات کا کچھ خیال نہیں کرتے جہاں جی چاہتا ہے۔ وہاں  
رفع حاجت کو بیٹھ جاتے ہیں اور حکومت کی طرف سے تو کوئی مزاحمت ہی نہیں ہے خداوند ا تو  
لوگوں کو نیک و متق عطا کر یا حکومت کو اس طرف متوجہ کرنا کہ ایسی بے جا حرکات آئندہ نہ ہوں یا مین  
اگر گورنمنٹ کی طرف سے چند چٹانیاں مکہ منظمہ سے ایام حج میں اونٹوں پر لدوا کر عرفات  
کی طرف روانہ کر دئے جائیں تو مسجد خیف و مسجد نمرہ میں بچانے کیلئے کام آونگے۔

## جبل رحمت

جبل رحمت ایک چوٹے پھاڑ کا نام ہے جو بڑے بڑے سیاہ پتھروں کا  
مجموعہ ہے اسکی اونچائی سطح زمین سے ۳ سو فٹ اور سطح سمندر سے قریباً ۲ ہزار فٹ ہوگی۔

جبل عرفات کے دامن میں واقع ہے پہاڑ کی چوٹی پر ایک سفید ستون بنا ہوا ہے جہاں امام  
 ناکہ پر سوار ہو کر خطبہ چھڑھتا ہے لوگ خطبہ سننے کی غرض سے مسجد منورہ کو نہیں جا کر اس پہاڑ پر پہلے  
 سے ہی چڑھ جاتے ہیں آدمیوں کی استعداد رشت ہوتی ہے کہ دور سے جبل رحمت سفید معلوم ہوتا ہے  
 اوپر چڑھنے کو سیڑھیاں بنائی گئی ہیں لوگ اوپر جاتے ہیں کوئی نیچے اترتا ہے ایسی دھکم دھکا ہوتی  
 ہوتی ہے کہ بیان سے باہر حکومت کی طرف سے کوئی باقاعدہ انتظام یہاں پر بھی نہیں ہے۔ نہ  
 پولس مقرر ہے نہ سپاہی ہیں کہ اس بے ترتیبی کو سدھاریں۔ ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ میں ہی  
 سب سے پہلے چوٹی پر پہنچ جاؤں اور اوپر والے بھی چاہتے ہیں کہ ہم ہی سب سے نیچے اتر جاویں  
 غرض ہر ایک وہاں خود مختار ہے۔ لوگ چوٹیوں کے ٹانہ بند جبل رحمت کو گھیرے رہتے ہیں۔ لاکھوں  
 بندگان خدا چھوٹے بڑے بچے جوان بوڑھے سب کے سب ایک ہی حالت میں برہنہ سر تہہ باندھ کر  
 ہوئے یا چادر لپٹے بیٹھے جوتے پاؤں میں ڈالے عاجزی کرتے اور فریاد پچاتے ہیں آج خواہ بادشاہ  
 ہی کیوں نہ ہو سر پر ٹوپی نہیں عجب بارگاہ عالی ہے۔

سلطانی فوج علیحدہ خیمہ دئے ہوئے ایک جگہ پر ہے سوار و پیدل توپ خانے علیحدہ  
 علیحدہ پڑے ہوئے ہیں۔ تمام عالم جو میدان عرفات میں جمع ہے ذکر و تسبیح و تہلیل میں مشغول ہے  
 لوگ جبل رحمت کے اوپر اور دامن میں منتظر بیٹھے ہیں کہ کب خطیب خطبہ پڑھتا ہے۔ اتنے میں مصری  
 شامی اور ترکی توپ خانوں سے توپیں وغنا شروع ہوئیں جنکی آواز سے سارا جبل عرفات گونج  
 اٹھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پہاڑ بھی اس وقت تسبیح و تہلیل کر رہے ہیں۔

جبل رحمت کی چوٹی پر ایک سبز علم نصب کیا گیا اور ایک عمدہ ناکہ پر قاضی مکہ سوار ہو کر جبل عرفات  
 پر چڑھا۔ لاکھوں خوشی کے نعرے بلند ہوئے جیسے قاضی صاحب کی اونٹنی اوپر آئی اور قاضی صاحب  
 نے اوپر سوار ہو کر ہی دعائیں پڑھنا اور لبیک پڑانگلی اٹھانا شروع کیا اور ہر لبیک کے ساتھ

کل حجاج اپنی حاضری کی شہادت اپنی جنبش اور اپنے رومال کی جنبش سے دیتے تھے اسوقت یہ معلوم ہوتا تھا کہ منبت کی چڑیاں ہیں جن اپنے سفید پردوں سے جبل عرفات پر سایہ کر رہی ہیں جبل رحمت و جبل عرفات کوئی بڑے اونچے پہاڑ نہیں ہیں جو اپنی تمام آدمی چڑ بجاتے کل حجاج کا دیوان حصہ بھی اوپر نہ چڑھا ہوگا۔ لوگ اپنی اپنی قیام گاہوں سے جبل رحمت پر نگاہ لڑائے ہوئے تھے اور وہیں سے لہیک کے اشارہ کا جواب اپنے رومالوں کی جنبش سے دیتے رہے اسوقت تمام مسلمانوں کے دل جوش سے بہرے ہوئے اور اس ارحم الراحمین کی رحمت و بخشش کی طلب میں بالکل گداز تھے۔ ابواب معصیت قطعی بند اور در توبہ سراسر کھلا تھا۔ شان مغفرت کا ظہور ہر دل میں موجود تھا۔ کیونکہ اپنی بخشائیش کا یقین سب کو تھا۔ اور اس میدان میں ہمیشہ تاقیامت رہیگا۔ جوں جوں شام ہوتی گئی معلم اپنے اپنے حاجیوں کو بڑی لہنی لہنی دعائیں پڑھاتے گئے ہمارا معلم سید عبدالرحمن شلی نے برابر نصف گنٹے تک دعا پڑھائی لوگ اس کے ہر لفظ پر قربان تھے اور گوش دل سے متوجہ ہو کر سنتے رہے اور جو لفظ توبہ اپنے منہ سے نکالتا تھا اسکو دہراتے تھے میں ایک طرف کھڑے ہو کر توبہ و استغفار پڑھتا رہا اور اپنی معصیت کی خدا سے مغفرت چاہتا رہا۔

خطبہ ختم ہونے پر سلطانی اور مصری افواج نے دھوم مچائی یہ بات ہمارے دلوں سے ہرگز فراموش ہونے والی نہیں ہے کہ آج کار و زمین ان عرفات میں جو تھینا تو میں تہیں ہمارے فیروں کے دھوئیں اڑا دیئے اور ہیبت اسلام کا نمونہ دکھا دیا ہر دوشٹ کے بعد ایک فائر ہوتی رہی اور ہر ترکی فوجیں انسر سے لیکر سپاہیوں تک سب محرم شگے سر سفید احرام باندھے مسلح تھے اور انکی یک رنگی اونکے لئے ایک خاص وردی ہو گئی تھی۔ فوجی بلجے سب ساتھ تھے۔ الغرض خطبہ ختم ہونے پر ہر شخص خوشی میں متوالا تھا۔ ایک دوسرے کو مبارکباد دیرھا



مبارک و سلامت کی صدائیں بلند ہو گئی تھیں۔

تمام میدان رتیلہا جہین کنکر اور پتھر ملے ہوئے ہیں یہاں سایہ دار درخت و درختوں کی کوئی بھی نہیں ہے مگر اس وقت چھوٹے چھوٹے کیکر کے جھنڈ ہو گئے ہیں اگر انکو کاٹا نہ گیا تو شاید ۲ یا ۵ سال میں کہیں کہیں درخت ہی دکھائی دینگے۔ نہزبیدہ کی وجہ سے پانی کی بہت قلت نہیں رہی۔ اگر حکام اور توجہ کریں تو میدان عرفات تختہ گلزار بن سکتا ہے مگر خدا کے ہمانوں کیلئے کیا دھوپ اور کیا سایہ وہ اپنے نشہ میں غرق یاد الہی میں بھرے رہتے ہیں۔

جبل رحمت اور جبل عرفات علیحدہ علیحدہ پہاڑ ہیں جبل رحمت کوہ عرفات کے دامن میں ایک چھوٹا پہاڑ ہے اور عرفات اونچا ہے عرفات کی اونچائی سطح سمندر سے ۵ ہزار فٹ ہے جیسے دور دور کا منظر دکھائی دیتا ہے۔ اگلے سیاحوں نے ملک عرب کو بالکل ریت کا میدان جو بتایا ہے وہ میسکریال میں محض فرضی تصویر اونہوں نے کہنچی ہے انہیں بڑے اونچے اونچے پہاڑ ہیں جبل عرفات کا سلسلہ جانب شرق جبل قرہ اور جبل محرم اور جانب غرب جبل مناء اور جبل نوز تک مسلسل چلا گیا ہے انہیں ہزاروں بدو قبائل آباد ہیں۔ جنکا گذارہ ونہوں اور اونٹ بکرے کی پرورش سے ہوتا ہے جو سال میں ایک دفعہ منامیں لاکر فروخت کرتے ہیں۔ راہیں دشوار گزار ہیں اس سبب سے لوگ آسانی سے نہیں جاسکتے ہیں سیاحان سلف نے قیاسی گھوڑے و وڑا کر عرب کو بالکل ریگستان اور غیر آباد بنج زمین مقرر کر دی ہے۔

اب ہم لاکھوں شکر درگاہ پروردگار میں ادا کرتے ہیں جس نے ہم کو ادائے حج کی توفیق دی اور الحمد للہ کہ بخیر و عافیت پورے اطمینان اور صحت کیساتھ تمام ارکان حج چھنے ادا کر لئے اور یہ صرف عنایت ایزدی ہے کہ ہم کو یہ کہنے کی توفیق بخشی کہ چھنے چھ کر لیا۔

جسطرح مناد غیرہ میں عارضی دوکانات آجاتے ہیں اسی قسم سے عرفات میں بھی اقسام کی



دکانیں تھیں جنہیں دنیا بہر کی چیزیں دوکاندار فروخت کر رہے تھے اور گرانی کی کیفیت یہ تھی کہ ایک انار جو ۱۰ روکھہ میں ملتا تھا یہاں پر ۲ روکھہ اور ایک تربوزہ ۵ روکھہ کو بکا۔ ہر قسم کے کھانے عربی اور ترکی مذاق کے موجود تھے۔ نہرزیدہ اگرچہ سر پر بہر ہی تھی تاہم کثرتِ حجاج کی وجہ سے ایک گلاس پانی ۵ روپے کم میں نہیں ملتا تھا۔ باوجود اس گرانی کے ہی تمام چیزیں شام تک فروخت ہوئیں اور دوکاندار ہاتھ پیر جھاڑ کر الگ ہو گئے گویا فروخت کے واسطے کچھ مال بھی انکے پاس نہ تھا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ آج میدانِ عرفات میں تقریباً ۱۰ لاکھ روپیہ سے کم کی بکری نہ ہوی ہوگی کیا یہ سب روپیہ عرب اور بدوی قبائل کے لوگوں کو نہیں ملتا ہے۔

**واپس مزدلفہ** | ہمنے تمام باتوں سے فارغ ہو کر واپس مزدلفہ کی ٹہانی میرے ہمراہوں میں سے تو کوئی اونٹ اور گدھے پر سوار ہو کر چلے گئے۔ عاجز نے پیدل ہی واپس ہونا مناسب سمجھا روز تو سواری پر جاتے ہیں اگر عمر بہر میں ایک بار خدا کے مہمان بننے کیلئے ہی پیدل نہ جائیں تو ہماری انکساری کہاں یہ خیال میرے دل میں سما یا۔ اور پیدل ہی واپس ہونیکل ٹہانی مغرب کے وقت جب آفتاب سطحِ زمین سے کچھ ہی نیچے ہو رہا تھا کہ میں میدانِ عرفات کو ہمیشہ کیلئے الوداع کہا اور آخری مسرت و حیران بہری نظر سے جبلِ رحمت و مسجدِ منورہ کو دیکھ کر فاتحہ پڑھتا ہوا روانہ ہو گیا۔ میرے ہمراہ میرا ملازم اور ایک میرے دوست جمعدار حاجی عبدالغفور صاحب کو لاری بھی تھی۔ ہم اونٹوں اور گدھوں کی قطار سے پچھتے بچاتے چلے آئے۔ میں بہت تھکا ہوا چونکہ صبح ہی پیدل ہی آیا اور اب بھی پیدل ہی جا رہا ہوں۔ میرے پیروں کے قابو میں نہ تھے جوتے پیٹے تھے راستہ ریتلا اور کنکر ملا تھا۔

تھوڑی دور آکر میں ایک اونچی جگہ بیٹھ گیا جہاں سے مجھے دونوں جانب منظر اچھی طرح معلوم ہوتا تھا۔ جدہم نظر جاتی تھی اونٹ ہی اونٹ نظر آ رہے تھے۔ گویا ندی تھی مگر رنگِ مشعلیں

بلا کر چلتے تھے ہزاروں مشعلوں کا روشن ہونا بھی ایک عجیب و غریب منظر تھا اور شعلیں لوگ ہاتوں میں لئے ہوئے اونٹوں کے آگے چل رہے تھے ہم ایسی جگہ بیٹھے تھے کہ اوپر مزدلفہ اور ادھر میدان عرفات تک دکھائی دیتا تھا۔ خلقت کا کوئی شمار نہ تھا جیسے جیسے لوگ مزدلفہ میں پونچتے تھے اپنا چراغ زمین پر گاڑ دیتے رہے اسطرح بسے ہزاروں چراغیں مزدلفہ میں روشن ہو گئے اور ہنوز لوگوں کی آمدنی بند نہیں ہوئی تھی۔

تھوڑے وقت کے بعد محل شامی و مصری اور ترکی انفٹری و سوار توپ خانہ وغیرہ معہ بدوی و عرب سواروں کے ایسے زور سے آئے کہ سارا میدان لہر اٹھ اٹھا اور غبار سے وہاں دھار ہو گیا شیرین اسکوادرن کے گھوڑے نہایت سچے سجائے تھے بنیر بیش قیمت زرد و زری جہولیں بڑی ہوتی تھیں۔ جنکے باڑی گاڑوں میں بدوی عرب و ترک شامی جوان مختلف قد و قامت مختلف رنگ کے جنہیں بعض بالکل یورپین وضع کے بعض ساڑھے بعض گندی رنگ کے تھے جو جشی النسل تھے انکے بال کسی قدر گھونگر والے تھے اور انکی سرخ آنکھیں سیاہ چہرے پر سفید دانتیں بڑے بڑے اونٹوں کے ساتھ عجیب ہیت میں نظر آ رہے تھے۔ بدوؤں کے پیر میں جوتی نثار و مگر کمز میں کمر بند زرین اٹھ پونچہ یا پستول و پیش قبض زری و طلائی ہاتھ میں مخزن رائیفل گلے یا کمر میں کار تو سنو کا کمر بند تھا۔ انکے بعد دو یا تین اونٹ خالی نظر آئے بنیر نہایت بیش قیمت پالانیں ریشمی بڑی تھیں۔ انکے گزرتے ہی یکے بعد دیگرے مختلف قسم عربی گھوڑے جنہیں ۱۰ یا ۱۵ بالکل سفید تھے بنیر سنہری جہولیں اور زریں اسباب تھا ہنہناتے ہوئے آئے بنا گیا کہ ایک ایک گھوڑا معہ ساز و سامان کے ایک لاکھ روپیہ سے کم کا نہیں ہے انکے بعد شریف مکہ ہر ماہنیں سید حسین پاشا کی سواری باد بہاری آئی انکے بعد کمانڈر افواج مکہ معظمہ سے اسٹاف کے پہونچے۔ یہ دونوں سواریاں بڑے تزک اور اقتشام سے چلی جا رہی تھیں۔

یہ تماشا تھوڑی دیر تک ہمنے اوس درہ پر بیٹھ کر دیکھا جیسے یہ هجوم نکل گیا اور بہت سے اونٹ گذر گئے تو ہمنے بھی درہ سے اتر کر مزدلفہ کا راستہ لیا۔ بجے شب کے چاندنی میں ہم مزدلفہ کے نزدیک ایک ریتے کی ٹیکری پر آگئے یہ ریت کا چھوٹا ٹیک ہمارے لئے بمبئی کے تاج محل پالیس ہوٹل کے لمبروں سے اچھا معلوم ہوا۔ ہم ۳ آدمی تھے دو ایک عورتیں بھی پنجاب کی راستہ بھولی ہوئیں ہمارے ساتھ ہو گئیں تھیں۔ میں نے کہا کہ اب ایسے جم غفیر میں اپنے اونٹوں کی تلاش کرنا سراسر حماقت ہے چلو اسی جگہ لیٹ رہیں۔ ہمارے پاس سوائے احرام کے اور کوئی چیز نہ تھی میرا احرام ایک خاکی تہ بند اور اوپر ایک براترکش تو ال تھا۔ اس وقت ہم کو وہ ریت ایسا اچھا معلوم ہو رہا تھا کہ ہم کسی اعلیٰ درجہ کے کوچ یا صوفوں پر لیٹے ہیں میں نے تو تیمم کر کے مغرب اور عشا کی نماز ملا کر پڑھ لی اور مے کنکریاں چنکر کپڑے میں لیتے احرام کے ایک طرف باندھ کر قدرتی بستر پر لیٹ گیا۔ تہکان کے باعث ایسی نیند آگئی کہ پہرہ نہ سمجھے کو میری آنکھ کھلی۔

رات کی چاندنی اس وقت ایسی پیاری معلوم ہوتی تھی کہ میں زرا وقت اوٹھ کر بیٹھ گیا۔ دیکھتا ہوں کہ مجھے کسی قدر آرام ہے۔

مصری اور شامی قافلوں سے ۳۱۔۳۱ توپونکی سلامی سرسوی، انبجے رات تک توپونکی آواز سے تمام میدان گونجتا رہا۔ پہاڑوں میں توپونکی گرج رات کا وقت روشن کا عالم مسجد مشعر الحرام کے میناروں پر روشنی کا بہت ہی پیارہ نظارہ معلوم ہوتا تھا یہ منظر بھی جگہ میرے مرتے دم تک یاد رہیگا میں کسی طرح سے آج رات کا نظارہ اپنے قلم سے لکھ کر ناظرین کو بتا نہیں سکتا دو بجے شب تک قافلے آتے اور جاتے رہے بعضے اونٹوں نے دو دو پہیرے عزفات اور مزدلفہ کے کئے جہاز ناز کو ا کے حجاج جو ہند سے آخری وقت آئے تھے بڑی شکل سے

رات کے دس بجے میدان عرفات میں داخل ہو سکے گواہوں نے اپنے خیال میں وقوف عرفات کا فرض ادا کر لیا ہے مگر اونکی حالت افراتفری ہی قابلِ رحم تھی۔ اونکا روپیہ بھی زیادہ اوٹھا اور وقت پراٹھنیاں کے ساتھ وقوف عرفات میں حصہ نہ لیسکے۔ جہاز نارکو برٹش انڈیہ کمپنی کا تھا ممکن ہے کہ بجے نام جہاز کا صحیح نہ بتایا گیا ہو خواہ نام کچھ ہی ہو لوگ اس جہاز کے آج دس بجے شب کے عرفات میں داخل ہوئے۔

تاریخ ۲ دسمبر مطابق ۱۰ ذی الحجہ ہم بعد نماز صبح آفتاب نکلنے کے منتظر بیٹھے رہے۔ دوکانیں ہر قسم کی یہاں بھی تھیں اور پانی ہی فروخت ہوتا تھا مگر ایسے انبوہ کثیر میں اپنی جگہ سے پانی کی تلاش میں جا کر پھر اپنے مقام پر واپس آنا ناممکن تھا۔ بہت سے واقعات ایسے سننے میں آئے جنہیں لڑکے مان سے بہائی۔ بہائی سے شوہر زوجہ سے رفیق۔ رفیق سے ایک چشم زدن میں نگاہ سے غایب ہو گئے اور پھر مکہ معظمہ تک نہ ملے ہمارے ساتھیوں میں سے ایک حاجی محمد یعقوب نامی عرفات کے ہوئے منا میں ملے۔ ایک شوہر اپنی زوجہ سے جدا ہو گیا تھا اور عورت کی آہ وزاری کا بیان میں کچھ نہیں لکھ سکتا ہوں۔ عرفات کا چھوٹا مکہ میں آنکر ملا اور خود ہم ۳ آدمی اپنے قافلے سے چوٹ کر علیحدہ ریت کے ٹیکرے پر پڑے رہے بہر حال ہر شخص کو پورا یقین تھا کہ ڈیرہ چوڑا اور گرم ہوئے پس کسی نے جرات نہیں کی کہ ڈیرے سے چند قوم ہی علیحدہ ہو۔ عرفات کے لیکر نائٹ تمام رات لوگوں کا تانتا برابر لگا رہا ایک لمحہ کو بھی نہیں ٹوٹا ہزار ہا مخلوق ایسی تھی جنہوں نے مزدلفہ میں صرف نماز مغرب اور عشاء ملا کر ٹپہا ہی اور سیدہ منا کا راستہ لیا اور اس قلیل قیام کو قیامِ مشعر الحرام سمجھا۔ صبح کی نماز کے وقت بھی ۳۱۔۳۱ توہیں باری باری سے مصری اور شامی قافلون نے چلائی سارا میدان گونج اٹھا۔

الغرض ہم سات بجے صبح کے مزدلفہ سے روانہ ہو کر ۸ بجے منا میں داخل ہو گئے۔ راستہ میں دو



لاشین پڑی ہوئی میں نہ معلوم کون تھے اور کیوں نہیں دفن کئے

چونکہ ہلکوا پنا قیام معلوم تھا اسلئے بلا تکلیف اپنی جائے قیام میں داخل ہو گئے۔ آج کے روز منہ  
میں اونٹوں کی قطاروں میں ہو کر گزرنا بڑے جوانمرد کا کام ہے۔ مدراسی قافلے کے اونٹ ۱۰۰  
آگئے اونکو ۱۲ میل کا راستہ چلنے میں برابر ۶ گھنٹے صرف ہوئے اسپر بھی بھی کہہ آگیا کہ اونٹ  
بہت جلد آگئے جیسے اونٹ آگئے لوگوں نے رمی جمرات کی طیاری شروع کی۔

**مقام منہ اور رمی جمرات** | آج کاروز منہ میں خاصی رونق ہے جدھر نظر کرواؤ دھڑیر

اور نیمے ہی نظر آتے ہیں سارے میدان اور وادی منہ بلکہ پہاڑ وادی کے اوپر تک لوگ ڈیرہ کئے  
ہوئے ہیں کثرت ہجوم سے تل دھرنیکو جائے نہیں ہے اثر دھام مخلوق کا کوئی شمار نہیں۔ ہر نماز  
کی وقت شامی مصری اور شریفی توپ خانوں سے ۳۱-۳۱ توپیں سر ہوتی ہیں اور بھیہ باری  
باری سے دلغے جاتی ہیں۔ کوئی تو کہتے ہیں کہ ہر توپ خانہ سے ۸۴ گولے دغٹے ہیں مگر مینے  
تو ۳۱ ہی گئے۔ جنگی آواز سے سارے پہاڑ گونج اٹھتا ہے عجب شان و شوکت اسلامیہ نظر آتی ہے  
تمام دنیا کے مسلمان یہاں موجود ہیں گوان لوگوں کے رسم و رواج الگ تمدن و معاشرت جدا گانہ  
ہیں مشکل و شباهت میں بہت فرق ہے زبان ایک دوسرے کی نہیں سمجھتے۔ مگر سب کے  
سب یکدل و یکزبان ہو کر وحدہ لاشریک کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔ جتنے احکام و ارکان حج و  
قربانی کے ہیں وہ سب کے سب ایک ہی موافق ادا کرتے ہیں اللہ تسم لبیک لبیک لاشریک  
لک لبیک سب کی زبان سے نکلتا ہے۔

میں بھی اپنے ہمراہیوں کیساتھ وضو کر کے حبرۃ العقبے کے نزدیک گیا جو غربی و روازہ منہ کے  
قریب بڑی شکل سے وہاں تک پہنچے اسوقت لوگوں کا انبوه کثیر تھا کنکر پر کنکر مار رہے  
تھے میں نے بھی مقررہ دعا پڑھ کر شیطان پر سات کنکریاں ماریں شان الہی دیکھئے کہ ہر سال

لاہور کنکریاں جاتے ہیں۔ مگر تپہ نہیں تھا کہ کنکریاں کہاں جاتی ہیں ورنہ بڑے بڑے  
 پہاڑ بن جاتے۔ ہم کنکریاں مار کر بازار کی طرف سے گزرے اللہ اکبر بازار منایا جاسیوں  
 سے بہرہ اندازہ کہ دو قدم بھی بغیر دھکے کھائے گزرنا مشکل تھا۔ پھر فوراً قربان گاہ کی طرف  
 گئے۔ بہت سے لوگوں نے جبرہ اولی یا وسطی پر ہی کنکریاں مار کر آگئے اور کہتے تھے کہ ہجوم زیادہ  
 نہ تھا ہم کنکریاں مار کر آگئے میرے دوستوں میں سے دو ایک کو تو میں نے پہرہ روانہ کیا کہ جا کر  
 جمرہ عقبہ پر مار کر آؤ۔ ورنہ ایک واجب ہی ترک ہوتا ہے

**ادائے قربانی** | بہت سے لوگوں کو میں نے دیکھا کہ اوہر جمرہ عقبہ پر کنکریاں مار رہے ہیں اور  
 اوہر جہاں بت بنوائی وہ کچھ غریب نہ تھے کہ اونپر قربانی یا دم شکر یہ واجب نہ ہو غریبوں  
 پر تو جی نہیں کہاں ہے جو قربانی نہ دے سکتے ہوں۔ شاید اختلاف مسائل کی وجہ سے ایسا  
 ہوا ہو ہے تو پہلے قربانی اور دم شکر یہ دو م جنائیت دیکر پہر اپنا سر منڈ لایا۔ یہاں پر بہت  
 سے اختلاف مسائل دیکھے گئے کوئی کہتے ہیں کہ قربانی لازم نہیں دم شکر یہ واجب نہیں بعضوں  
 کے نزدیک دم شکر یہ ادا کر کے تک احرام کھولنا درست نہیں یہاں جس طرح جسکے دل میں آیا۔ اس  
 موافق لیا ہے پہلے شکر یہ کا بکرا ذبح کیا اس کے بعد قربانی دیکر حجامت بنوائی اور چھ سجہ لیا کہ کوئی  
 نیک کام یہاں پر تو اب سے خالی نہیں ہے۔ ہمارے ساتھیوں نے بھی قریب قریب ایسا ہی کیا  
 آج قربانی اس اثر سے ہوئی تھی کہ مقام منبج پر جہاں تک نظر کام رہتی تھی وہیں اور بکروں  
 اونٹنوں کا ہی فرش نظر آتا تھا۔

**منا کے حجام** | حجاموں کی تعداد منامیں بہت ہے۔ اسپر بھی شام تک چوتھائی حاجی سر  
 منڈوانے سے فایغ نہوے اجرت ہر سے ۸ رنی حجامت تھی۔ میں ایک حجام کے پاس گیا دیکھا  
 تو لوگ کثرت سے اسے گھیرے بیٹھے ہیں اپنا سر آپ ہی خود پانی لگا کر ملتے ہیں حجام فقط

استرا پیس دیا کرتا ہے اس قدر صفائی سے حجامت بنائی جاتی تھی کہ چوتھائی بال سر کے اوہین  
رہ جاتے تھے اور جب تک دو چار زخم سر پر نہ ہوئے لیتے تھے تب تک حجامت کی نہ سمجھی جاتی  
تھی۔ مینے بھی اپنے سر کو خود پانی لگا کر حجام کے آگے خم کرویا۔ اوہنے دو چار استرے اوہر  
سے اوہر مار کر ۳ زخم میسے سر پر لگا دئے جس سے تھوڑا سا خون بھی نکل آیا اور میں نے  
سر جھٹک اور مودب کھڑے ہو کر ۸ روپے کی نذر کیا۔

اکثر حجاج نے آج ہی قربانی دم شکر یہ دو دم خبات دیکر سر منڈوانے کے بعد احرام پہن لیا  
بعضوں نے اس خیال سے کہ بکرے کل کے روز بیستے پلنگے قربانی ملتوی کر دی۔

**حجرۃ اولیٰ** | ۳۰ دسمبر یکشنبہ مطابق ۱۱ ذوالحجہ آج منہوں نے مینوں جمرہ کو کنکریاں

مارنا شروع کیا۔ بعضوں نے تو قبل زوال سے اور بعضوں نے بعد زوال کے مارا حجرہ  
اولیٰ سے شروع کر کے حجرہ وسطیٰ اور حجرہ عقبیٰ کی طرف جانا چاہئے۔ اس میں بھی بہت لوگ  
غلطی کرتے تھے۔ کوئی حجرہ عقبیٰ ہی سے مارتا ہوا آتا تھا کوئی حجرہ وسطیٰ سے شروع کر کے جاتا  
تھا۔ جب اوکو معلوم ہوا کہ غلطی کر رہے ہیں تو کنکریاں تو ان کے پاس نہیں تھیں لائے تھے تعداد  
اور ماروئے انداز دہند تب وہیں سے اوٹھا کر مارنا شروع کیا۔ مینے ایسے بہت لوگوں کو دیکھا  
ہے۔ حجرہ اولیٰ جانب شرق و حجرہ عقبیٰ جانب مغرب واقع ہے مینے دیکھا کہ بہت سے ناواقف  
لوگوں نے صداقت ال سے گذر کر جوتیوں سے مارا جو بالکل خلاف سنت ہے۔

**جائے قربانی** | وادی عسر کے کنارے دامن کوہ میں قربان گاہ ہے جہاں لاکھوں

بہیڑ و نہ بکرے گاٹی بھینس اور اونٹ برائے فروخت موجود رہتی ہیں لوگ ایک پر ایک خرید کر لے  
لیتے۔ اس سال دیکھا گیا کہ لوگوں نے پہلے پہلے تو جائے قربانی میں فزع کیا اوکے بعد حکا دل  
جہاں چاہا وہاں پر قربانی کے بکرے دنبے گائے وغیرہ فزع کئے برائے نام بدو سوار اسکی



دیکھ بہاں کیلئے مقرر تھے مگر وہ بھی جو کوئی فی بکرا ۴۴ زہر کر دیا کرتے اونکو چوڑ دیتے تھے جس نے کچھ نہ دیا اونکو ذرا سختی کر کے قربان گاہ کے طرف ہی لینگے۔

گوشت کی کوئی مانعت نہ تھی جبکہ جی چاہا وہ گوشت لے آئے جنہوں نے نہیں لانا چاہا اسی جگہ چوڑ دیا۔ بہت سے حجاج نے اپنے اپنے ڈیروں کے پاس ہی ذبح کیا جانوروں کے چمڑے اول اول ترکی سپاہ نے لے لیا۔ بعد کو جب کثرت ہوئی اور لوگوں نے جہاں چاہا وہاں قربانی دینا شروع کیا تو کہا اونکو ہر کسی نے نہیں پوچھا۔ سینکڑوں کہالیں میدان سنائیں اور اوپر پڑی ہوئی ہیں نے دیکھیں۔

۱۰۔ تاریخ یوم النحر کے دن ذنبہ کی قیمت ۱۰ انجے سے ۱۲ انجے دن تک ۸ سے دس روپے تک رہی ۱۲ سے شام تک ۱۰ سے ایک شرنی تک قیمت ہو گئی۔ بکروں کی قیمت ۳ روپے سے ۵ تک رہی اور شام کو چھ سے دس روپے تک ہو گئی۔ ۱۱۔ تاریخ کو ذنبہ کی قیمت اشرفی سے ۲۰ روپے تک چڑھ گئی اور بکروں کی دس سے ۱۶ روپے تک ہو گئی۔ تیسے روز بازار سرد ہو گیا ذنبہ کی قیمت پھر اوتر کر ایک گنی کے اندر ہو گئی مگر بکرے دم کے میسر نہ ہو سکے اگر ملے بھی تو نکلے اور سستے نہ تھے۔

تجربہ سے ثابت ہو گیا کہ یوم النحر کے روز جانور ارزاں بھی رہے اور ثواب بھی زیادہ رہا بعد کو قیمت جانور نکی بڑھ گئی اور ثواب کم ہو گیا اسلئے جہاں تک ہو سکے اول وقت میں یوم النحر کے روز قربانی کرنا اچھا ہے۔

گورنمنٹ کو کیا انتظام کرنا چاہئے؟ اس سال کے تجربہ سے ہنر بہ نتیجہ نکالا کہ اگر گورنٹ شریفیہ یا حکام عثمانیہ ذرا توجہ کیسا تبہ مندرجہ ذیل امور ات کانیاں رکھیں تو حجاج کو آرام ملنے کے علاوہ خود گورنٹ کو بڑی رقم منافع میں ملنے کی امید ہے۔



۱۔ جانوروں کا بازار ایک جگہ مقرر ہونا چاہئے جہاں پر علیحدہ علیحدہ مقامات پر دھبے بکرتے اونٹ بیل اور عینیں جمع رہیں۔ ایک جانور دو سو سکر بازار میں نہ آوے۔ ہر قسم کے جانوروں کا بازار بالکل علیحدہ ہو۔ اس سال جیسے کے بدو لوگ مراض کوہ اور وادی محسین اور ہر آدھ ہر لئے کھڑے تھے ایسا نہ ہونے دیں اس میں حجاج کو بہت تکلیف ہوتی ہے اگر ممکن ہو تو گورنمنٹ بسطج مناسب سمجھے قیمت جانور دن کی لگا دے۔ شرعاً جو جانور قربانی کیلئے جائز نہ ہوں ان کو ان بازاروں میں لانے ہی نہ دیا جائے۔ جیسے دبلے و نحیف لنگڑے یا اندھے جنکی سینگہ یا کان کٹے ہوں وغیرہ وغیرہ

۲۔ قربانی کیلئے جائے قانونا مقرر ہو گا اس وقت ہی برائے نام چند بڑے بڑے گڈے کہوٹے ہوئے ہیں مگر پابندی نہیں ہے۔ بالکل پابندی لگا دی جائے جائے مقررہ کے سوا اگر کوئی دوسری جگہ قربانی کرتا ہو ادیکھا جائے تو اس سے تاوان لینا چاہئے۔ قربانی کیلئے وسیع مقام ہو اگر ممکن ہو تو ہر ملک کے لئے علیحدہ علیحدہ جگہ مقرر کر دی جائے تا آپس میں لڑائی جھگڑے نہ ہوں۔ اس مقام پر چند ڈاکٹر مقرر ہوں۔

جو گوشت وہ پاس کریں اور سکوبا ہر لائیکلی اجازت دی جائے ورنہ اوہیں گڑ ہو نہیں دفن کر دیا جائے۔ اس فقرے کو دیکھ کر بہت سے لوگ شاید یہ کہیں گے کہ یہ تو برابر جاری ہے اگر یہ قاعدہ جاری ہوتا تو اسکا لکھنا ہی ضرور نہ تھا۔

اس سال جیسے خود مختاری رہی کہ جہاں چاہو قربانی دے لو یہ بالکل اک نخت موقوف ہونا چاہئے۔ اس سے بدبو پھیل کر بیماری کا اندیشہ ہے۔ گڑ ہے جو اس کام کیلئے کہوٹے جائیں وہ تعداد میں زیادہ ہوں جیسے ہی ایک گڑا بہر جائے فوراً مٹی ڈال کر بند کرنا چاہئے اگر ترکش گورنمنٹ ایام حج میں عارضی طور پر ایک یا دو رجمنٹ سفر منیا یا پاپونیرس کے لاکر منیاں رکھ کر

تو یہ سارا انتظام بخوبی ہو سکتا ہے۔

۲ سڑکوں یا گلیوں یا میدان میں جہاں جماع کے ڈیرے ہوں کسی طرح کا میلایا آلاش مذبحہ جانوروں کی رہنے نہ پائے۔ چند مہتر صفائی کیلئے مقرر ہوں۔

۳ حاجیوں کے بول و براز کیلئے چند ایسے مقام عزرات و منے میں پردہ دار بنادئے جائیں جہاں عورت اور مرد علیحدہ علیحدہ رفع ضروریات کر سکیں۔ اور کسی شخص کو مقررہ جگہ چھوڑ کر عام گزرگاہوں یا مسجدوں کے نزدیک یا اپنے ڈیروں کے پاس بول و براز کرتے دیکھیں تو سختی کریں۔ اس کام کیلئے بڑے بڑے ٹرنج لینے گڑھے کہو دین جیسے گڑھے بہرتے جاویں اور بڑی ڈالکر بند کر دیا جائے اور ڈس انفکٹنگ پوڈر کا زیادہ استعمال رہے ہر جگہ یہ پوڈر پینٹا جائے۔

نظاہر یہ ایک مشکل امر معلوم ہوتا ہے مگر گورنمنٹ چاہے تو کچھ بڑی بات نہیں ہے۔ اگر گورنمنٹ اپنے خرچ سے یہ کام نہیں کر سکتی ہے تو حجاج پر اس انتظام کیلئے ایک غنیف ٹکس لگا دیا جائے جسکو خوشی سے لوگ دینگے۔ اس سے تعداد حجاج کی بھی معلوم ہو جائیگی۔

۵ کمال ہر جانور کی گورنمنٹ حکمائے لیوے۔ انکی فروخت سے بہت کچھ اخراجات یہاں کے نکل سکتے ہیں۔ گوشت کو اگر مناسب سمجھے تو مشین کے ذریعہ عرق کیخ کر اکثر آرٹ آف بیف یا مٹن بنالیا جائے اور اسکو ترکی فوج کے بیماروں کو نصبت دیا جائے اس میں حاجیوں کو بھی ٹو ابلیگا اور گورنمنٹ کا بھی فائدہ ہے۔ لاکھوں ٹن سالانہ اسکے بن سکتے ہیں۔ ہڈیوں سے بھی بہت بڑا فائدہ اٹھا سکتے ہیں البتہ جب ریل یہاں تک جاری ہو جائیگی تو یہ سب انتظام آسانی سے ہو سکتا ہے۔ اگر اس قسم کے منے ہوئے مٹن ہندوستان میں آجائیں تو لاکھوں روپیہ کی آمدنی ہندوستانی مسلمانوں سے ترکی گورنمنٹ کو ہو سکتی ہے۔

قربانی کا گوشت جو راستوں پر پھینک دیا جاتا ہے اور سکو غرابوں سے کھین نہ اٹھانے پائیں اور نہ نان بالی یا ہشیارے اٹھائیں۔ میں نے اس سال بہت سے گدھے ایسے دیکھے جنہیں قربانی کا گوشت لدا تھا یہ لوگ مکہ منظمہ میں لیجا کر اور سکو کھاتے ہیں اور یہی گوشت دو چار روز تک رکھ کر لوگوں کو کھلاتے ہیں جو خراب ہو کر صحت میں فرق آنیکا اندیشہ ہے۔

ساکین اور غرابوں کو میں اسلئے کہتا ہوں کہ اٹھانے نہ پائیں یہ لوگ ایام آفاست مکہ میں گوشت گرانی کے باعث نہیں کھاتے ہیں جب مناسبت اور کو مفت ملتا ہے تو بے حد شمار کچا پکا کھا جاتے ہیں جسکو وہ ہضم نہیں کر سکتے جس کے باعث وہ اسہال یا بد ہضمی میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ میں نے اس سال خیال کیا کہ دو دو چار چار غریب ملکر پورا بکرا اٹھالائے اور اسکو اوبال کر کھا گئے۔ اچھی طرح سے بچا کر کھانا اور باتھے اور اوبال کر کچا پکا کھانا اور قربانی کا گوشت اور چیل و کوے کیا یہ بات تعجب خیز نہیں ہے کہ لاکھوں

جانور فوج ہوں ان کا گوشت میدان میں جدھر دیکھو اور دھر مڑا رہے مگر کوئی جانور اوپر نہ آئے میں اس بات کو بڑی غور سے دیکھتا تھا اور یہی خیال کرتا تھا کہ اور جگہ پر اگر ایک بیل یا گدھا مر جاتا ہے تو سیکڑوں گید اور ہزاروں چیل و کوے اور سکو کھانے کیلئے گھیر لیتے ہیں۔ مگر یہاں خدا کی عجیب حکمت ہے ایک جانور بھی اڑتا ہوا آسمان پر نظر نہیں آیا۔ ۳۔ آباغ ذوالحجہ کے ظہر تک تو نہیں نظر آئے اسکے بعد اگر آئے ہوں تو میں نہیں کہہ سکتا ہوں کہ کیا وجہ ہے۔ شاید آدمیوں کی کثرت کا باعث ہو یا کوئی حکمت خداوندی پوشیدہ ہو۔ ورنہ ان جانوروں سے حجاج بہت پریشان ہو جاتے۔

مناسبت میں ہیمضہ اور تہہ پیش | ہمارے مدد راسی کپ میں ۲ شخص ہیمضہ میں مبتلا ہوئے اور ایک کو ہمیشہ نیم چارون ایک ہی دین رہی ملکٹ عدم ہو گئے خدا اور غریق



نعت کرے میرے انداز میں ۲ آدمی فی صدی سنائیں انتقال کر گئے شاید اس سے کم ہی ہو مگر زیادہ ہرگز نہیں۔ یہ بھی اللہ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اس قدر خلقت کا ہجوم مختلف ملک کے لوگ مختلف طبائع کے انسان مختلف خوراک۔ بعض ایسے نادیدہ کے کہی اور ہونے سے گوشت ہی نہ کھایا (یعنی میری غرض اس فقرے سے اور کنگالوں کی طرف سے جنہر حج فرض نہیں فقط بھیک کے بہرہ پر آگئے ہیں) لوگ زیادہ تر ان بیماریوں میں مبتلا ہو گئے جیسا ملا کہا یا بعضے لوگ گوشت کو تبرکاً سوکھا کر لیکے جو میرے خیال میں بالکل بے جا ہے خود جو تکلیف اور ٹہائی سوا لگ اب اور وٹکو ہی مبتلا سے مصیبت کزنیکا خیال نام تبرک ہی گوشت قربانی کا مذاکی غلاظت | لوگ بد دون کے ڈر کے فسانے سنکر اسے خوف کے اک قدم آگے

بڑھنے کی جرأت نہیں کرتے اور جہاں بیٹھے وہاں عورتیں تو سہی مرد بھی اور جس جگہ پریشاب و پاخانہ پھرتے ہیں پھر کیونکر غلاظت نہ ہو۔ اور کیونکر ہیضہ نہ پھیلے۔ یہ تو صرف اللہ کی نشان دہی ہے اور اس کا احسان ہے کہ باوجود اس قدر گندگی کے زیادہ وبا نہیں پھیلی دو چار اموات ایک دو کیا میں ہیضہ کے ہوئے مگر زیادہ تر پچیس سے مرے پٹنے جونہی صدی ۲ لکھا ہی اوسیں کل امراض مختلفہ کے بیمار ہیں اور وہ ضعیف یا ہی شامل ہیں جو اپنی عمر طبعی کو پہنچ کر انتقال کر گئے۔ اگرچہ آدمی تو روز مرتے تھے اور مرینگے۔ لیکن میں نے مکہ معظمہ سے عرفات تک عمر ما اور نما میں خصوصاً انتظام صفائی کا نہ دیکھا۔ سنائیں بعض ملازمان حکومت برائے نام اس کو شش میں سرگرم دیکھے گئے کہ عجاج قربانی کا گوشت نہ کھاویں اور بیمار نہ ہوں۔ ہماری نگاہ میں اذکا یہ نعل قابل تحسین ہے۔ لیکن قابل افسوس یہ ضرور ہے کہ اس گندگی کا کوئی انتظام نہیں کرتے جو ہمارے پیش نظر ہے۔ گندگی کی انتہا تو یہاں تک پہنچی تھی کہ بغیر ناک پر کپڑا لٹکائے سناکی کلیوں میں پہنا قریبا ناممکن تھا۔ جدھر دیکھو غلاظت



ہی حفاظت سے گوشت کے ٹکڑے ہر جگہ راستوں میں علانیہ بڑے ستر رہے ہیں کوئی صاف کرنے والا نہیں ہے نہ محکمہ صفائی کے لوگ ہی نظر آئے نہ کوئی سنٹری ڈپارٹمنٹ کے بل کار دیکھے گئے عجیب معاملہ ہے مجب حکومت ہے۔ اگر قدرتی ریگستان نہ ہوتا اور ایسا وسیع میدان پر ہوا این گرمی نہ ہوتی تو خدا معلوم کیا کیا بیماریاں ہوتیں۔ خدا کے ہوانوں اور خدا کے گھر کی خبر گیری اور حفاظت اسی خدا سے وحدہ لا شریک لہ سے علاقہ رکھتی ہے وہی ان تمام بد نظمیوں کو دور کرے اور وہی حکومت کو بھی ہدایت دے آمین۔

**شریف ملکہ کا عدل و فیاضی** | اس سال شریف ہرمائیس سید حسین پاشا نے اپنی دریا ولی اور نیک نیتی سے حجاج پر کوئی ٹکس نہیں لگایا۔ ایک پیسہ حق شریفی کا ہے کسی نے نہیں مانگا۔ نہ معلوم اگلے شریف کیسے تھے جنہوں نے ٹکس لگایا جنکا ذکر اگلے سفر ناموں میں ہے خداوند کریم موجودہ شریف صاحب کو خزانے خیر دیوے کسی طرح سے لوگ ان کے شاکی نہیں پائے گئے بجز توفیق کے کوئی حرف شکایت ان کی نسبت زبان پر نہیں لایا اور نہ ہنسنے سنا۔

عدل و انصاف کا یہ حال ہے کہ ادنیٰ سے اعلیٰ تک ان کے پاس جائز شکایت کر سکتا ہے اور وہ سبکی سنتے ہیں اور ہر ایک سے مندرہ پیشانی ملکر دریافت کرتے ہیں اور جو واقعی ہو اس کا انصاف بھی معقول کرتے ہیں۔

کسی حاجی کو کوئی مسلم تلوے یا خلاف قانون روپیہ وصول کرے اور اسپر کوئی حاجی شکایت کرے تو اگر مسلم اپنے بچاؤ میں ۲۰ شہادتیں بھی پیش کر لیا تو شریف صاحب حاجی ہی کی طرفدار کیے اور فیصلہ حاجی کے طرف ہی ہوگا۔ اس سال عبدالرحمان محو و کابلی کی کسی نے رشوت کے معاملہ میں شکایت کر دی شریف صاحب نے معلم عبدالرحمان کو فوراً قید کر دیا۔ ان کے شریفانہ عدل و انصاف کو دیکھتے کہ جب عبدالرحمن قید ہو گیا اور اس کا معاملہ بد بیج کے فیصلہ کیلئے رکھا گیا تو اس کے حاجوں کو

تکلیف ہوئی چونکہ روانگی عزفات کا وقت قریب تھا سارا انتظام حجاج پنجاب کا بل کا اوسی کے ذمہ  
 تھا اسلئے ایک وفد دو چار حاجو کا شریف صاحب کی خدمت میں گیا جس میں میر و دوست ڈاکٹر  
 حاجی محمد یعقوب صاحب نصیر الدین اینڈ فرم لاہور بھی تھے اونکی زبانی معلوم ہوا کہ بعد مراسم  
 آداب ضروری وفد کی درخواست پر کم حج کے دن قریب ہیں اور ہر کو تکلیف مناسک حج کے ادا  
 کرنے میں ہوگی آپ مہربانی فرما کر ایام حج تک اسکو ہماری ضمانت پر رہا کر دیں بعد اختتام حج ہم  
 اسکو آپکی خدمت میں پہونچا دینگے۔ مہربان و رحیم دل شریف نے اونکی اس واجبہ درخواست پر  
 غور کر کے فوراً رہائی کا حکم دیدیا۔ ورنہ اوسکی کیا سزا ہوتی خدا ہی جانتا ہے۔ ایک روز کا قصہ ہے  
 کہ میسکر ایک ساتھی نے منامیں کہا کہ آج آدمی کی قربانی ہوئی میں یہ سنکر بڑا حیران ہو گیا اور  
 یقین نہیں سمجھا تو میرے دوست نے کہا کہ ذرا تکلیف کرو اور خود چلکر دیکھ لو۔ میں یہ سنکر قربان کا  
 کی طرف چلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ واقعی ایک بدو کی لاش کو جبکا سر علیحدہ ہے اٹھا کر لارہے ہیں۔  
 دریافت پر معلوم ہوا کوئی جادی حاجی اپنے مکر سے ہمیانی نکالکر اشرفیان گن رہا تھا کسی بدو نے  
 دیکھ لیا جادی کو مار کر ہمیانی اپنے قبضہ میں کی۔ دوسری روایت یہ سن گئی کہ بدو نے کسی فوجی  
 سپاہی کو مار ڈالا غرض کچھ ہی ہو بدو پر خون ثابت ہو گیا اوس بدو کو ہر پائیس شریف مکہ کے  
 دربار میں لا کر حقیقت جو تھی معہ شہادت کے پیش کی گئی فوراً شریفی حکم صادر ہوا اس بدو کو  
 لجا کر قربان گاہ پر قتل کر دو۔ فوراً ایک خوجہ دربار سے مجرم کے ہمراہ گیا۔ اور اپنی لابی تیز تلوا  
 سے آن واحدہ میں قاتل کا سر قلم کر کے آگیا۔ ایک لحظہ کے اندر تسلیم ہو کر بدن سے الگ  
 ہو گیا اور لاش زمین پر پڑ پڑنے لگی۔ ہزاروں بدو دیکھ رہے تھے کسی کی مجال نہ تھی کہ دم ماسے  
 یا زبان ہلائے اوسکا بدن اسی جگہ پر عبرت کیلئے تہا رہے وقت رکھا گیا بعد اوسکے قبیلہ کے  
 بدوؤں نے اٹھا کر کسی اور جگہ دفن کر دیا۔ یہ واقعہ میرے دوسرے حاجی محمد ابراہیم نگرہری کے

سانے ہوا ہے اور لاش کو مینے بھی دیکھا ہے۔

**شریف صاحب کا دربار منامین** | اردو ایچہ روز اتوار شب دوشنبہ مطابق ۳ ڈسمبر

بعد نماز عشا کے شریف صاحب دربار مقرر تھا۔ ترکی بڑے بڑے آفسر محل شامی و مصری کے کمانڈر  
معہ اسٹاف کے شریک دربار ہوئے تھے۔ ایک بڑے وسیع شامیانہ میں دربار منعقد ہوا۔ ترکی  
کارڈ آف آنر نے ہر مائی نس شریف صاحب کی آمد پر سلامی اتاری اور ادھر شامی و مصری توپ  
خانوں سے یکے بعد دیگرے ۳۱ توپوں کی سلامی ہوئی پہلے محل شامی نے اور بعد کو مصری توپ خانہ  
نے یہ کام ادا کیا۔ بدوی قبائل کے بڑے بڑے شیوخ دربار میں حاضر تھے جس میں قبیلہ حرب اور  
بنی امر کے شیخ قابل قدر سمجھے گئے اور انکو اورون پر فضیلت دی گئی تھی۔ حجاج اور سپاہ سے درباری  
ڈیرہ میں تل و ہرن کو جائے نہ تھی

میں دربار کے وقت ترکی گورنمنٹ افواج مکہ منظمہ نے اس خلعت کو جو محل شامی کے ہمراہ  
قسطنطنیہ سے آیا تھا معہ تمغہ عثمانیہ اور ایک پیش قبض جسکے سنہری قبضہ پر جواہر لگے ہوئے تھے  
سلطان المعظم کی جانب سے شریف مکہ کو پیش کیا اور قرطیہ سلطانی سنایا گیا۔ یہ چیزیں شریف صاحب کو  
اوس جنگ کے فتح کرنیکے صلہ میں دی گئی تھی جو ابھی کچھ دنوں آئے میں میں باغیوں پر حاصل کی تھی  
اور طایف کے نزدیک جو بغاوت ہوئی تھی اوسکو بھی شریف صاحب نے اپنی حکمت عملی سے فرو  
کیا تھا۔ دربار اس قسم کا تھا کہ جس کا جی چاہے چلا جائے کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ شریف صاحب  
کشادہ پیشانی سے ہر ایک کا سلام لیتے تھے۔ اٹار دربار میں کچھ آتش بازی بھی چوڑی گئی جو معمولی  
سی تھی معلوم ہوتا تھا کہ کسی اچھے کارخانہ کی بنائی ہوئی نہیں ہے۔ بم گولے بان وغیرہ معمولی ہی  
تھے۔ قریب دس بجے شب کے دربار درخواست ہو گیا۔

**توپوں کی سلامی** | ۱۰۔۱۱۔۱۲ ذی الحجہ کو منامین ہر نماز کے وقت محل شامی سے



۲۱ اور اسکے جواب میں محل مصری سے ۳۱ توپیں چھوٹا کرتی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میدان سنا میدان جنگ ہو رہا ہے، مناکے دونوں طرف اونچے اونچے پھاڑ ہیں پانچ وقت کی نمازیں جملہ ۳۱۰ توپیں چلتی رہیں جس سے سارا میدان گونج اٹھتا تھا۔ علاوہ نماز پنجوقتہ کے شریف صاحب کی آمد و رفت پر بھی ۳۱-۳۱ توپیں سر موہن تھیں۔ اگر کوئی پاشا یا جنرل آتا تھا تو اسکے مرتبہ کے موافق توپیں چلتی رہیں گویا سارا دن توپ قانون کو فرصت ہی نہ تھی۔ ادھر بخاری اور بدوی لوگ خواہ مخواہ اپنی بند و قوں کو چوڑا کرتے تھے۔ جنکے پاس بند و تین یا بستوین تھیں وہ اپنے پرانے کار تو سونکویاں خرچ کر گئے۔

**خطبہ عید الضحیٰ** | ۱۰ ذی الحجہ کو کعبۃ العید اور منامیں خطبہ عید الضحیٰ پڑھا گیا بعض حجاج صبح ہی مزدلفہ سے خطبہ سننے کیلئے حرم لفشیر کو چلے گئے۔ منا والون نے بھی خطبہ مسجد خیف میں سنا۔

**منا سے واپسی** | ۱۲ ذی الحجہ روزِ دو شنبہ مطابق ۴ ڈسمبر کو منا سے واپس ہو گئے مسجد خیف میں جا کر دو گانہ ادا کیا اور رمی جمرات ثلاثہ کے بعد شہر مناک کو ایک مسرت بھری نظروں سے دیکھ کر ہمیشہ کیلئے جدا ہو گئے۔ فاصلہ تو بہت تھوڑا تھا مگر کثرتِ هجوم کے باعث شعا و ف شہروں گدھے سوار و اونٹ سواروں سے اپنے کو بچاتے ہوئے مکہ معظمہ کو آنے میں ظہر کا وقت ہو گیا۔ حرم شریف میں طواف زیارت کر کے ظہر کی نماز پڑھی۔

جب دوبار میں اس تبرک مقام میں داخل ہوا تو تصرف غیبی سے یہ معلوم ہوا کہ جس قدر صوبہ اور آلام سفر تھے وہ بالکل نسیا فنیہ ہو گئے اور یکایک دلوں کو خوشی اور سرور حاصل ہوا کہ زبانِ قلم سے اسکا ادا ہونا دشوار ہے۔ دل میں داند و من داند و داند دل میں۔ یہ وہ مقام ہے جس کی شانیں اسکے مالک نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس میں داخل ہوا تمام آفات سے نجات پا کر امن میں آگیا



یہ وہ عمارت ہے کہ از ابتدا سے درود آدم و حوا علیہما السلام تا این زماں با این عظمت و جبروت و جلال قائم ہے اور انشاء اللہ تا بقائے عالم یوں ہی قائم رہیگا۔

حشر تک عظمت و شان اسکی رہیگی باقی بیت اللہ ہے یہ منت شداد نہیں محل شامی و مصری کی سپاہ بھی اس وقت مناسے روانہ ہو کر مکہ معظمہ داخل ہو گئی شہر کے دروازے سے حرم شریف تک جانے میں کامل ایک گنٹھ لگا اس قدر ہجوم تھا۔ اب ہم ہزاروں شکر درگاہ بے نیاز میں ادا کرتے ہیں جسے ہم کو ادائے حج کی توفیق دی۔ اور الحمد للہ کہ بخیر و عافیت تمام ارکان پورے اطمینان و خاطر جمعی اور صحت کے ساتھ پہنچے ادا کر لئے اور یہ صرف غایت ایزدی ہے کہ ہم کو یہ کہنے کی توفیق بخشی کہ پہنچے حج کر لیا۔

آج کار و زر مکہ معظمہ میں پانی کی بڑی قلت رہی ایک مشکیزہ پیکر پیہ کو ملا۔ تجربہ سے یہ پایا گیا کہ منا کو جاتے وقت اگر لوگ اپنے گہروں کی ٹانگیاں پانی سے بہر کر جائیں تو واپسی کی وقت وضو یا غسل کیلئے پانی بلا وقت مل سکتا ہے۔ ارزانی و گرانی کی تو کوئی بات نہیں ہے مگر قوت پر ملنا مشکل ہے۔

**میتقات حرم** وہ مقامات جہاں سے باہر کے لوگ حرم اللہ میں داخل ہونا چاہئیں تو بغیر احرام کے داخل نہیں ہو سکتے وہ مقامات یہ ہیں جنے اپنے نقشہ میں نہایت وضاحت سے دکھایا ہے۔ مگر بیان مختصر بیان کرنا مناسب ہے۔

۱ ذوالحلیفہ مینہ سے جانب جنوب ۵ میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے اس مقام سے اون حاج کو احرام باندھنا لازم ہے جو مدینہ منورہ سے آتے ہیں مگر مینے دیکھا تو نہیں سنا ہے کہ بہت سے لوگ اسکے خلاف رابع سے اوپر آکر احرام باندھتے ہیں جو مصیرون کا جائے احرام ہے۔

۲ صفحہ رابع کے نزدیک ایک غیر آباد مقام ہے یہاں سے مکہ معظمہ میں متزلزل رہ جاتا ہے

یہ مصر اور ممالک مغربی کے لوگوں کا حدیقات ہے جو بحر احمر کے ذریعہ رابع میں اوتر کر آتے ہیں۔

۳ اسکو جبل سعدیہ بھی کہتے ہیں یہ ایک پھاڑ ہے جہاں سے عدن اور یمن کے حجاج احرام باندھتے ہیں۔ ہندوستانی۔ جاوی۔ چینی اور کل ممالک شرقیہ کے حجاج کا بھی حدیقات ہے لہذا کامران سے جب جہاز روانہ ہوتا ہے تو جبل سعدیہ دکھائی دیتے ہی کپتان جہاز سیٹی جہاز کی بجاتا ہے تو حجاج احرام باندھ لیتے ہیں جدہ کے قریب قریب پر بھی وہ پھاڑ نظر آتا رہتا ہے یہ گول پھاڑ ہے جسکی اونچائی سطح سمندر سے ۲ ہزار فٹ ہوگی

۴ قرن منازل۔ یہ ایک چھوٹا سا گاؤں طایف کے قریب جہاں سے اہل نجد احرام باندھتے ہیں جو طایف سے آتے ہیں یہ جبل قرہ کے اوپر ہے یہاں سے مکہ منظمہ دو منزل چلتا

۵ ذات العراق۔ یہ اون لوگوں کے احرام باندھنے کا مقام ہے جو ایران اور عراق سے براہ بند او و حائل حرب زبیدہ سے آتے ہیں۔ اب رہے باشندگان مکہ اونکے احرام باندھنے کیلئے حل معین ہے جو حد حرم سے باہر ہے حرم کی حدین ہر طرف میں مختلف ہیں شمال و غرہ میں مقام منعم اور جدہ کی راہ میں حدیبیہ اور جنوب کی طرف حیدہ جانب شرق مسجد نمرہ کے کے نزدیک واقع ہے نقشہ میں یہ مقامات ایک حد کے اندر بتا دیئے گئے ہیں۔

**شہر اہل مکہ کے اختیارات** | شریف مکہ ہمیشہ خاندان سیادت سے با اثر شخص ہوتا

ہے جسکا مرتبہ وزارت کا ہے۔ موجودہ شریف مکہ ہر ہائینس سید حسینی پاشا ہیں تنخواہ ان کو ۱۲۵۰ لیرہ عثمانی ماہوار ملتے ہیں جو انگریزی ستر ہزار پانچ سو روپیہ کے برابر ہے۔ اسکے علاوہ اور کل اخراجات سرکار کی طرف سے ملتے ہیں۔ سلطان المعظم اپنے ارکان سلطنت میں سوائے شریف مکہ یا شیخ الاسلام قسطنطنیہ کے تعظیم کے لئے اپنی جگہ سے نہیں جاتے ہیں۔

شریف صاحب کو ۲۱ توپین سلامی کے ہیں اور ایام تشریق میں ۳۱ توپین سلامی کی ہوتی ہیں سلطان المعظم شریف حال سے اس درجہ خوش ہیں کہ جیسے مینے منا کے دربار میں لکھ آیا ہوں ایک گران خلعت اور تمغہ آل عثمان جو سلاطین یورپ کو دیا جاتا ہے معہ مرصع جو اہر نگار تلوار کے مرحمت فرمایا ہے۔

گورنمنٹ عثمانیہ کی جانب سے اونکے ذمہ یہ فرض مقرر کر دیا گیا ہے کہ قافلون یا تاجروں راہ میں لٹ جانے سے جو کچھ نقصان ہو اسکا پورا معاوضہ مدعی کو ادا کریں اور اسکی عملاً تعمیل جاری ہے۔

میں اسوقت یہ فیصلہ کرنے کیلئے طیار نہیں ہوں اور یہ کام میرے منصب کے بھی دو ہے کہ سلطنت عثمانیہ کن مصلحتوں اور ضرورتوں سے ایک سادات کو شریف مکہ مقرر کرتی ہے اسوقت موجودہ شریف صاحب کو حکیم محرم الحرام ۱۳۳۳ھ سے دونوں اختیارات یعنی ملکی و فوجی سلطان المعظم نے اپنی دوراندیشی سے دئے ہیں۔ اس سے قبل گورنر حجاز کے ذمہ ملکی اور کمانڈر حجاز کے ماتحت فوجی اختیارات تھے۔ اسوقت مکہ میں کوئی گورنر نہیں ہے البتہ ایک کمانڈر افواج مکہ میں رہتا ہے جو برگڈیر کا درجہ رکھتا ہے۔

بادی النظر میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ حجاز کے باشندے یا بدوی قبائل جنہیں علم و تمدن و تہذیب و شایستگی کا اثر بہت کم ہے ترکوں کو بوجہ اونکے یورپین طرز معاشرت کے بیگانگی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ان قبائل کو قابو میں رکھنے اور سلطانی اختیارات و اقتدار کی ترقی و قیام کی غرض سے شریف کا تقریر جو عرب میں مغرز خاندان کا بااثر شخص ہو ضروری سمجھا گیا ہے۔ اب عرب میں سرکاری زبان بھی عربی ہو گئی ہے آئندہ امید ہے کہ بڑے بڑے اعلیٰ عہدوں پر خاص عرب یا عربی زبان سمجھنے والے ترک مہمور ہونگے۔

دوسرا خیال یہ بھی ہے کہ بعد وفات سرور کائنات علیہ افضل التہیۃ والتسلیمات کے جب انصار نے سعد بن عبادہ انصار صحابی کو اپنے لئے امیر منتخب کرنا چاہا تو اس وقت باتفاق یہ قطعی فیصلہ ہو گیا کہ سب ارشاد پیغمبر خدا امیر حجاز ہمیشہ قریش میں سے ہوگا۔ شریف کی اختیاراً و جذبات یہ ہیں۔ قافلہ کی روانگی کا انتظام۔ بدوؤں کا انتظام۔ بدوؤں کیساتھ اونٹوں کا کرایہ لٹے کرنا۔ بدوؤں کے مقدمات اور تنازعات اور ان کی آپس کی خانہ جنگی کا فیصلہ۔ غرض عرب اور اہل عرب کے کل معاملات مکہ و مدینہ بلکہ کل حجاز مقدس ان کے سپرد ہے اور بدوؤں پر انکا حکم عام ہے۔ حتیٰ کہ موت و حیات کا اختیار رکھتے ہیں ان واحد میں بغیر کورٹ مارشل کے خون کا فیصلہ صادر کرتے ہیں۔ ترک حکام ان معاملات میں ہرگز مداخلت نہیں کرتے ہیں اب چند سال سے حرم شریف کے اماموں۔ موزون۔ خطیبوں۔ فراشوں وغیرہ کا عزل و نصب بھی شریف صاحب کے متعلق کر دیا گیا ہے۔

**طایف شریف** | ایک نہایت خوبصورت اور مختصر شاہر جبل قرہ کے شرقی دامن میں واقع ہے جو مکہ معظمہ سے تقریباً ۷۳ میل کے فاصلہ پر ہے۔ مکہ سے طایف کو دو راستہ جاتے ہیں ایک میں سوار و پیدل جاسکتے ہیں جو عرفات ہو کر جبل قرہ سے جاتا ہے اور دوسرا جہیں شغاف و شہری کے اونٹ جاسکتے ہیں وہ جبل نور کے نیچے سے نکل کر سولہ اور زیمہ ہوتا ہوا جاتا ہے۔ اول الذکر سے دو روز اور آخر الذکر سے چار روز میں طایف کو جاسکتے ہیں شریف مکہ اور کل عمدہ فوجی و سیول گرمیوں کے دؤں میں طایف ہی میں جا کر رہتے ہیں گویا طایف ملک عرب کا شملہ یا نیلگری ہے اونٹوں کا راستہ اس طرح پر جاتا ہے۔ پہلی منزل سولہ بارہ گھنٹے کے قریب لگتے ہیں۔ ایمین ایک پھاڑ ملتا ہے جو پونے گھنٹہ کی سخت چڑھائی ہے راستہ اچھا ہے مقام پر پانی لکڑی اور ضروری اشیاء مل جاتی ہیں۔ بدوی پہاڑوں پر آباد ہیں۔ فاصلہ تقریباً



۸ میل انگریزی۔ دوسری منزل زیما۔ راستہ وادی کے اندر سے گذرتا ہے کہیں کہیں چڑھاؤ اوتار ہے آجکی منزل میں بھی پانی ملتا ہے فاصلہ ۱۶ میل۔

تیسری منزل سیل۔ راستہ زیادہ تر وادی میں گذر کر پہر بھاڑ پہنچتا ہے فاصلہ ۷ میل کو قریب چوتھی منزل طایف تھوڑی دیر کے بعد ایک سخت چڑھائی ملتی ہے جہاں پر شغوف اور شبرون سے حاجیوں کو اونٹ والے آمار دیتے ہیں اگر سوار ہیں رہینگے تو خود تکلیف اٹھا دینگے یا خدا نخواستہ اونٹ سے شغوف گر جائے تو چوٹ آنیکا خوف ہے۔ تھوڑی دور چڑھائی اور اترائی کے بعد ایک وسیع میدان میں راستہ جاتا ہے۔ اب پھاڑ دو لون جانب سے دور ہو جاتے ہیں دہنی طرف جبل قرہ و جبل محرم رہتا ہے اور بائیں جانب جبل غایم پہر پھاڑ بالکل خشک ہیں۔ مگر وادی میں سرسبزی و شادابی نظر آتی ہے جا بجا باغات و چاہات دکھائی دیتے ہیں۔

طایف میں ایک سلطانی قلعہ ہے شہر نپاہ کی ایک ٹوٹی و شکستہ دیوار بھی ہے جسکا نقشہ تیار ہوا ہے یعنی دیوار شہر کی باقاعدہ نہیں ہے دیوار کے پاس پورا نئے خندق کا بھی نشان ہے شہر کے تین دروازے ہیں۔ مکہ کے مرضی اپنی صحت بحال کر نیکو اکثر طایف چلے جایا کرتے ہیں طایف میں زمانہ جہالت کے تین پہرون کے بت ڈو گہی سیاح نے دیکھے تھے اوسکا بیان ہے کہ القرا ۲۰ فیٹ سرخ پتھر کی سل میں بنا ہے دوسرا جبل جس کے وسط میں شکاف پڑا ہوا ہے جسکو حضرت علیؑ کی شمشیر کے ضرب کا نشان بتاتے ہیں اور لات ایک بے شکل خالی پتھر ہے یہ تینوں عرب کے قدیم بت تھے۔ ہمنے ان بتوں کو نہیں دیکھا کہ کہاں اور کس جگہ ہیں واللہ اعلم شہر میں ایک عالیشان محل گورنٹ کا ایک اونچی پہاڑی پر واقع ہے جہاں سے پورا شہر نظر آتا ہے۔ بازار بھی اس محل کے قریب مکنات پختہ اور خام دونوں قسم کے ہیں۔ آبادی ۱۰ ہزار کی بیان کرتے ہیں مگر موسم گرما میں ۵۰ یا ۶۰ ہزار تک ہو جاتی ہے۔ ایک تار کی لائن یہاں

جدہ سے مکہ معظمہ و عرفات ہوتی ہوئی آئی ہے اور شاید میں کو بھی یہاں سے سید ہمارا گیا ہو۔  
جب کے میں کی بناوت زور و زور پر ہے طایف کی فوجی گیارہن زیادہ کر دی گئی ہے فوج کو  
نئے ہتیار دن سے آراستہ کیا گیا ہے۔ سوار و پیدل کے علاوہ ایک توپ خانہ بھی بھان رہتا ہے  
ہر حالت میں بھانگی فوج بالکل آراستہ و پیراستہ ہے۔

طایف شریف کا سیوہ سائے عرب و حجاز میں مشہور ہے خصوصاً انار۔ انگور اور تر بوڑ  
یہاں سے دور دور تک جاتے ہیں ایام حج میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ جدہ وغیرہ کو اس حکم  
سے میوہ جاتا ہے انار بے دانہ یہاں کے بالکل شیرین اور بہت بڑا ہوتا ہے۔ اور ارزان ملتا ہے  
دو مسجد طایف میں ہیں حرم مسجد کے اندر حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما  
و سیدنا احمد رضا خیرادہ سیدنا عبداللہ بن عباس۔ و سیدنا محمد بن حنیفہ ابن سیدنا علی مرتضیٰ  
کرم اللہ وجہہ۔ سیدنا طیب طاہر رضا و سیدنا قاسم ہاشم ابن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدفون  
ہیں۔ باہر حرم شریف کے قبرستان میں سیدنا زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ استاد سیدنا عبداللہ بن  
عباس کا مزار ہے۔ حرم کے بازو ۱۲ مزار گنج شہیدان کے ہیں جو غزوہ خنین میں شہید ہوئے تھے  
بازار میں سیدنا محمد الہادی اولیاء اللہ کا مزار ہے۔ دور کی زیارتیں۔ سیدنا عبداللہ المحبوب  
اولیاء اللہ کا مزار ہے۔ آنحضرت رسول خدا کی کوئی مبارک نشان اور سر مبارک کا نشان پہاڑ پر ہے  
**مقام متنا** طایف شریف کے ایک مقام متناہی ہے جہاں پر فقط باغبان رہتے ہیں اور  
چاہات کے ذریعہ سے آب پاشی کر کے باغات اور نخلستان کو سیراب کرتے ہیں۔ اس جگہ ایک  
مقام و محلہ ہے جہاں پر سیدنا اکرمہ رضا کا مزار ہے مسجد سیدنا ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ و صاحب کرام  
کے مقام متناہی ہے مسجد عداس بھی مقام متناہی میں واقع ہے۔ ایک کنواں یہاں پر ہے  
جسکا پانی نہایت لذیذ اور شیرین ہے کہتے ہیں کہ اس میں معاب و ہن مبارک آنحضرت کا گرا تھا جس

سے نکلیں پانی شہد جیسے میٹھا ہو گیا۔

مقام شہارمین ہرنی اور اوسکے بچے کے قدم کے نشان ہیں یہ وہ مقام ہے جہاں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے کوئی مبارک کا نشان ہے اسکی نسبت یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب آنحضرتؐ نے ہرنی کو ایک یہودی کے پنجہ سے رہائی دلائی تو ہرنی دودھ پلانے کے لئے اپنے بچہ کے گئی اور واپس آئی تک آپ اپنی کوئی مبارک کے سہاے اوسی جگہ کھڑے ہوئے تھے جب ہرنی دودھ پلا کر واپس آئی تو یہودی اس معجزہ کو دیکھ کر ایمان لایا اور ہرنی کو بھی چھوڑ دیا۔

مقام تنارمین حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستار مبارک گرنے سے پتھر شق ہو گیا اور قدم مبارک کا نشان موجود ہے اور انگلیوں کا نشان بھی ہے۔ وادی نخل بھی اس جگہ ہے جہاں حضرت سلیمانؑ کو چونٹیوں نے دعوت دی تھی ایک نخل بیٹی ہے اور ایک وادی نملہ رملہ یعنی بیت المقدس کے پاس بھی ہے خدا جانے کونسی صحیح ہے دونوں کی نسبت بھی بیان ہے کہ سلیمانؑ کو چونٹیوں نے دعوت دی تھی۔

طایف میں ہمیر اکثر بھاڑوں سے آتا ہے۔ اور بلسان بھی ملتا ہے یہاں پر نبی عظیم کے لوگ بکثرت آباد ہیں۔ طایف سے واپس آتے ہوئے ایک تمام حدہ بھاڑ کے پلاٹو پینے ہموار سطح پر ملا۔ سنتے ہیں کہ بھانکی آب ہوا بہ نسبت طایف کے بہت اچھی ہے مگر یہاں ایک قسم کی بیماری ہے جس کے باعث لوگ زیادہ ٹھہر نہیں سکتے۔ یہاں پانی بکثرت ہے اور باغات انگور کے زیادہ ہیں۔

یہاں سے پیدل و سوار جبل قرہ پر سے ہوتے ہوئے میدان عرفات میں آکر مکہ معظمہ کو جاتے ہیں جبل قرہ کی اونچائی سطح سمندر سے تقریباً ہزار فٹ ہے اور طایف کی اونچائی

چھ ہزار فیٹ کے قریب ہے۔

جبل قرہ کے درہ سے جہاں راستہ گزرتا ہے ملک عرب بہت بڑا حصہ دور دور تک دکھائی دیتا ہے جہاں تک نظر کام دیتی ہے بڑے بڑے پہاڑوں کا مسلسل سلسلہ نظر آتا ہے۔ جانب شرق بہت دور پر ریگستان کا وہ حصہ نظر آتا ہے جو بریدہ اور ریاض سے ملتا ہے۔ اور شمال کی طرف مدینہ منورہ کے بڑے اونچے پہاڑ نظر آتے ہیں۔ ریح الخالی کا ریگستان بھی دکھائی دیتا ہے۔

**رہائش مکہ کے صرف انداز و تخمینہ | ایک متوسط الحال جسکے ساتھ فقط ملازم ہو**

کرایہ مکان کے علاوہ چالیس یا پچاس روپیہ ماہوار میں بسر اوقات کر سکتا ہے اور ایک خاندان حسین پانچ یا ساتہ آدمی ہونے علاوہ کرایہ مکان کے سوا سو روپیہ ماہوار میں گزارہ کر سکتے ہیں اگر امیرانہ طور سے رہنا چاہو تو اسکا کوئی شمار ہی نہیں ہے۔ مجھے معہ ملازم کے صرف خوراک کیلئے مکہ منظمہ میں پچاس روپیہ ماہوار کا اوسط پڑا تھا۔ اگرچہ ہندوستان کی نسبت وہاں اکثر چیزیں گران ہیں مگر خیر و برکت ضرور ہی وہاں جو ترکاریوں میں مزہ انسان محسوس کر سکتا ہے وہ ہی سنبری یا ترکاری ہمارے وطن میں پکائی جائے تو اس قدر مزیدار نہیں ہوتی ہے دوسرے فضول اخراجات کا وہاں تذکرہ نہیں۔ میری رائے میں جو لوگ گرمیوں میں شملہ یا نیلگیری پر جا رہتے ہیں ان مقامات سے کم اخراجات پر طائف شریف میں عمدہ طور پر زندگی بسر ہو سکتی ہے ملازم بھی ارزان مل جاتا ہے غریب حاجی بہت مل جاتے ہیں مگر دیکھ سہجہ کرانپر عبور نہ کرنا چاہئے جہاں تک ہو سکے اپنا کوئی عزیز ہو تو بہت اچھا ہے۔

**تجارت عرب |** دنیوں کی فروخت و کرایہ اونٹ و اوقاف وغیرہ سے عرب کو سالانہ جو منافع ملتا ہے و نیز تجارت عرب کی صحیح تعداد کا قائم کرنا کہ ایام تشریق میں مقام منا و



و مکہ معظمہ وغیرہ میں کس قدر جانور فروخت ہوتے ہیں اور حجاج سے بدوون کو سالانہ کیا وصول ہوتا ہے۔ مشکل ہی نہیں بلکہ غیر ممکن ہے میں اپنی ذاتی رائے سے یہ کہہ سکتا ہوں اس سال ۳ لاکھ جانور سے کم ہرگز میدان منامیں ذبح نہیں کئے گئے یہ تعداد قربانی کی ہے اور روزانہ مکہ معظمہ اور دیگر مقامات میں ذبح ہوتے ہیں وہ علیحدہ رہے۔

اس سال روایات مختلفہ اور بیکہ تخمینہ سے چھ لاکھ سے ۱۰ لاکھ تک آدمی میدان عرفات میں جمع تھے۔ اگر دوون کو ملا کر نصف کر لیا جائے تو بھی آٹھ لاکھ آدمی ہوتے ہیں انہیں ایک لاکھ بچے اور دو لاکھ غریب و مساکین کی تعداد کو الگ کر دوئے تو جب بھی پانچ لاکھ آدمی ایسے بچے ہیں خیر قربانی واجبہ و فرضا پانچ لاکھ آدمیوں نے قربانی نہیں دی تو تین لاکھ حاجیوں نے ضروری قربانی کی ہوگی۔ اس فرضی تعداد میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں کہ کوئی دو کوئی تین بلکہ چار چار جانور تک ذبح کئے ہیں دم شکریہ اور دم جنابت کے سوا قربانی کی فرضی تعداد ہی بہت ہو جاتی ہے جس میں دو لاکھ دنبے ایک لاکھ بکرے اور باقی اونٹ گائے اور بھینس بھی ہیں۔ اس سال سولہ دنبہ اور بکروں کے اونٹ اور بیلوں کی تعداد بہت کم تھی۔ غرض تین لاکھ جانور ونکی قیمت اوسط دس روپیہ ہی سے رکھ لی جائے تو تیس لاکھ روپیہ ہوئے۔

علاوہ جانور ان قربانی کے اونٹوں کا کرایہ جدہ سے مکہ معظمہ اور مکہ سے مدینہ منورہ پھر مدینہ سے یثرب واپس جدہ اس پورے سفر میں جس میں عرفات کی آمد و رفت بھی شامل کر لو تو کرایہ فی اونٹ سو روپیہ سے ڈیڑھ سو روپیہ تک ہو جاتا ہے اس میں بعض لوگ طایف شریف کو بھی جا کرتے ہیں۔ حجاج کی تعداد کا اوسط اگر آٹھ لاکھ رکھ لیا جائے تو زائرین مدینہ منورہ کی تعداد اس سے نصف رکھ سکتے ہیں یا کچھ کم غرض کچھ ہی ہوتیں لاکھ آدمیوں سے کم اس سال

مدینہ طیبہ کو نہیں گئے زیادہ ہو تو تعجب نہیں۔ اس حساب کے تخمیناً ایک کروڑ روپیہ سو روپیہ کے حساب اور ڈیڑھ کروڑ روپیہ ۱۵ روپیہ کے حساب بدوؤں کو حجاج و زائرین سے ایام حج میں ملا۔

تجارت یہاں عمدہ ہو سکتی ہے اور اب بھی معقول ہے تخمیناً دو کروڑ روپیہ کا مال ممالک غیر سے آکر حجاز میں فروخت ہوتا ہے اور عرب کے ۱۰ لاکھ روپیہ کا مال سالانہ ممالک غیر کو جاتا ہے تو وسیع ریلوے | سلطان عبدالحمید خان احسن اللہ خلاصہ کی حکمت عملی سے ریل مدینہ منورہ تک تو آچکی اگر سلطان اب تک تخت عثمانیہ پر جلوہ گرہتے تو مکہ منظمہ سے جدہ اور مدینہ منورہ طایف و عرفات میں اس وقت ریل ڈوڑتی نظر آتی تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ ہر ایک چیز اپنے وقت پر پوری ہوتی ہے۔ اس وقت مکہ منظمہ۔ و مدینہ منورہ۔ جدہ و طایف شریف کی ریلوے شاخ کی نسبت قبائل بدوی کے لوگ عموماً اور مطوفین مکہ خصوصاً یہ خیال کر رہے ہیں کہ ریل سے ہمیں نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہے جب کہ کسی معلم یا بدو سے ریل کا تذکرہ آیا تو اوہوں نے بڑے زور سے بھی کہا کہ یہاں انشاء اللہ ریل ہرگز نہیں بن سکتی۔ ہمارا مدرا سی مطوف تو بڑے زور سے ریل کی مخالفت میں ہمہ تن مستعد معلوم ہوتا رہا۔

اذا کا خیال ہے کہ ان کے ذریعہ معاش ریل کی بدولت مفقود ہو جائینگے۔ لہذا حتی الامکان ہم ریل کے بننے میں مزاحمت کریں گے۔ ان کا یہ خیال سراسر غلطی پر مبنی ہے اور ان کی جہالت و کم عقلی کی دلیل ہے بیشک جیسے میں اوپر کسی مقام پر لکھ آیا ہوں ریل کے بننے سے مطوفوں کا سالانہ حملہ حجاج پر نہ ہو سکیگا بیشک مطوفین مکہ کو بڑا نقصان پہونچیکا اونکو کوئی نہیں پوچھیکا۔ کہ تم کون ہو۔ اس ذرہ ہی نقصان کیلئے گورنمنٹ عثمانیہ اپنے ایک عظیم الشان اسکیم کو ہرگز نہیں چھوڑے گی۔ مجھے وثوق کیسا تھا معلوم ہوا ہے کہ حکومت عثمانیہ جدہ سے طایف شریف اور

کہہ سے مدینہ منورہ ہی تک ریل کا سلسلہ قائم نہ کر لگی بلکہ طایف شریف سے ہوتے ہوئے۔  
 ترابہ۔ بشہ۔ بخران کے علاقہ سے برابر مین اور نجد مین کسی وقت اس ریل کو ملاو لگی۔ چنانچہ  
 حدیدہ سے فریج کمپنی نے کام صفا کی جانب شروع کر دیا ہے جسکا کچھ تھوڑا حصہ طیار بھی موچکا  
 تھا۔ گہ جنگ ترکی و اطالی کی وجہ سے فی الحال رک گیا ہے انشا اللہ کسی نہ کسی وقت یہ  
 بہت جلد اتمام کو پہنچے گا۔

بدوی قبائل اس وقت یہ بھی نہیں جانتے کہ کہاں تک ریل بن چکی ہے کن کن سامانوں  
 سے بن رہی ہے۔ کون کون مشکل امور طے ہو گئے ہیں۔ سلطان العظمیٰ کی گورنمنٹ  
 انکے ظاہری اونٹوں کی نقل و حرکت کے نقصان میں انکا معاوضہ بھی دینے کو طیار ہیں۔  
 بدو بے چارے بے سروسامان چوہان شبیہ تک کو محتاج ہیں۔ ترکی افواج قاہرہ کا جسکی  
 بہادری کی مثالیں زبان زد خاص و عام ہیں اور جنگ ترکی و اطالیہ و جنگ بلقان میں  
 اظہر من الشمس ہو گئے ہیں محتاج بیان نہیں کسی طرح سے انکا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

رہا ذرائع معاش کا جاتا رہنا اونکا یہ خیال بالکل بودہ ہے۔ اونکے ذرائع معاش میں  
 سے بظاہر اونٹوں کے کرایہ میں کمی کا احتمال ہے۔ اول تو اونکو اس رقم میں سے بڑا حصہ مٹو  
 و دلال اور اونکے شیوخ کہا جاتے ہیں اون بے چاروں کو او میں ملتا ہی کیا ہے۔

اسکے بجائے ریل کی وجہ سے جو ترقی تجارت میں ہوگی شام کا غلہ آکر ازران وخت  
 ہو آکر لگا۔ ضروری چیزوں کا ازران ہونا بعض کارخانوں کے سبب ذرائع معاش کا پیدا ہو  
 جانا ریلوے محکمہ کی ملازمت وغیرہ وغیرہ یہ سب سامان ایسے ہیں جنکی بدولت ادنیٰ  
 محنت اور تھوڑے وقت میں کرایہ شتران سے بدرجہا زیادہ اجرا اونکو ملجایا کر لگی۔ اسکے سوا  
 جو اس وقت ملک کی اندرونی تجارت جو ضروریات میں پڑی ہوئی ہے مجبوراً اونٹوں کے ذریعہ ترقی

کا باعث ہوگی۔ اور وہ حصہ نامعلوم عرب جسکا ہم اور جگہ ذکر کریں گے۔ پھر اقوام یورپ کے نزدیک پوشیدہ نہیں رہیگا۔ اندرون عرب مکہ معظمہ سے طائف اور وہاں سے بحرین بلکہ کویت تک اونٹوں کی آمد و رفت کھل جائیگی اس صورت میں جو اونٹ صرف سارا نرج کے موقع پر کام آتے ہیں اوستو ہر وقت اور ہمیشہ کام آیا کریں گے لہذا کرایہ اونٹوں میں بھی ترقی کی امید ہی نہ کمی کی اس ریل کے ہی بدولت حجاز مقدس کی تجارت کو ترقی ہونی کی امید ہے۔

بدوؤں کے ساتھ سلطان المعظم کی گورنمنٹ خاص مراعات ملحوظ رکھتی ہے۔ اسوجہ سے جہلدار کا خیال کہ بدوی اقوام کو سلطان المعظم کا آزاد چھوڑ دینا اور خاص رعایت مد نظر رکھنا اصول سیاست اور ملک داری کے منافی ہے مگر وہ کیا نہیں جانتے ہیں کہ حرمین شریفین وہ مقامات ہیں کہ جنکے ساتھ دنیا کے کڑوڑوں مسلمانوں کی مذہبی امیدیں وابستہ ہیں اور ہر مسلمان کے دل میں خواہ کسی حصہ دنیا کا رہنے والا کیوں نہ ہو ان مقدس اور مبارک عبادت گاہوں کا خاص غمٹ و احترام ہے۔ پس ایسی صورت میں یہاں پر کسی قسم کا تنازعہ ہونا گتھر مسلمانوں کی اید کا باعث ہے یہی سبب ہے کہ حجاز ریلوے کا انتظام حجاج کے آرام کے سوا شہنشاہ اسلام کی اعلیٰ درجہ کی روشن خیالی کی دلیل ہے اور غالباً بڑے غور و خوض اور اہل الرائے کے شورے کے بعد یہودی عرب کے کیلئے سوچا گیا ہے جسکو ایک خط حال میں مدینہ طیبہ سے میرے مکرم دوست عبدالرحمن خان عنبر خانی کی طرف سے آیا ہے اس کے بعض فقرات نقل کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

”کرایہ ریل کا مدینہ منورہ سے شام شریف تک ارزان ہو گیا ہے اہل مدینہ و اہل شام کیلئے آنے جانیکا چار گنی درجہ سوم کا ہے۔ اور اندون ریل کا کام مکہ معظمہ تک جاری کر نیکی لہو ضروری سامان آ رہا ہے۔ ریل کالواہ تین چار ہزار کے قریب مدینہ طیبہ میں آچکا ہے اور انجنیئر



وغیرہ مکہ معظمہ سے کہونٹی گاڑتے ہوئے طایف کی راہ سے مدینہ منورہ آگئے ہیں عنقریب کام چاری ہوئیوالا ہے اللہ تعالیٰ اس ریل کو جلد بنوادے تو زائرین و حجاج کو بہت آسائش ہوگئی۔ اللہم رذ فرد۔

**سفر حجاز میں تکالیف سے بچنے کی تدابیر** | جسوقت اس مبارک سفر کا خیال کرو تو سب سے پہلے تھامس کوک اینڈ سنز کی معرفت اپنے ٹکٹ کا انتظام کر لو مغل کمپنی کے جہاز میں سفر کر نیکاراوہ ہو تو سالوں کا ٹکٹ۔ اگر کسی ولایتی کمپنی کے جہاز میں براہ سوئذ یا پورٹ سعید جانیکا خیال ہو تو تیسرے درجہ یعنی ڈک کا ٹکٹ اور اگر کسی یورپین جہاز میں کمپنی میں جدہ جانا ہو تو درجہ دوم کا ٹکٹ متوسط درجہ کے مسافروں کو کافی ہے۔ یون اگر دل چاہے تو جہاز پر درجہ اول کا ٹکٹ لے لو جو کچھ سمجھئے لکھا ہے وہ ہمارا ذاتی تجربہ ہے فضول روپیہ ایسے مبارک سفر میں خرچ کرنا فائدہ نہیں اس طرح کے فضول اخراجات کو روک کر حرمین کے تحقیق کو خیر آتے کرنے سے زیادہ ثواب ہے۔

وقت مقررہ سے دو دن پہلے بمبئی داخل ہو جاؤ۔ اگر جدہ شریف جانا ہو تو پاسپورٹ اپنے وطن سے لیکر چلنا چاہئے یا محافظ حجاج کے دفتر سے لے لینا۔ اگر براہ سوئذ جانا ہو تو سیکرٹری بمبئی میں چھ فیس دینے سے پاسپورٹ بلجائیگا۔ پاسپورٹ پر ترکی تو فصل جنرل کا تصدیقی مہر یا دستخط ہونا چاہئے ورنہ جدہ میں زرا کیخ تان ہوتی ہے اس کے بعد پھر گھڑ آئے تک وہاں کوئی نہیں دریافت کرتا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو اور کہاں جاتے ہو۔ مگر پاسپورٹ کا رکھنا ہر حالت میں خطرہ سے بچانا ہے۔

چند سستی گھڑئیں یا اور کسی قسم کا تھخہ ضرور ہندوستان سے لیجاؤ۔ کامران داخل ہوتے ہی وہاں کے ہاشمی ترک کو اور وہ شدید جو سیاہ فام پانی کے ٹکٹ تقسیم کرتا ہے اور ڈاکٹران تینوں کو

اپنا بنالو۔ آسان ترکیب تو یہی ہے کہ عدن سے کچھ سو پہ لیلو ہمراہ زمانہ ہے تو لیڈی ڈاکٹر کو کچھ دیکھو کم از کم عمدہ پلاؤ بنوا کر ترک باشی کی دعوت کرو اور روزمرہ جب وہ تمکو نظر پڑے عمدہ فحان میں چارے تو افیع کرو۔ میس کے ہمراہیوں میں سے چند ایسے اشخاص بھی تھے کہ مینے جو کچھ کہا ہے وہ برابر کرتے رہے اور انکو مجھے زیادہ آرام رہا۔ مینے انکے تجربہ سے یہ بات لکھی ہے ورنہ میں خود ایسی خوشامد کرنیکا عادی نہیں ہوں۔

جہاز پر کرانی جہاز کو کچھ تحفہ ضرور پیش کر دو سائے سفر میں راحت ہوگی اگر ممکن ہو تو جہاز کے ہر ایک ملازم سے ملنساری رکھو خصوصاً اشوارڈ سے جب جدہ داخل ہو جاؤ تو جلدی نہ کرو۔ راستہ ہی سے مت کسی مطوف کے پہندے میں پہنس جاؤ اور نہ کسی سے اقرار کرو کہ ہم وہاں تہا سے پاس رہینگے۔ اس معاملہ میں جہان تک ہو سکے بڑی احتیاطی سے کام کرو۔ اپنے ساتھیوں کو ہرگز مت چھوڑو اگر وہ تمہارے ہم خیال ہوں۔

ملازم گھر سے لیجاؤ جو تمہاری مزاج اور طبیعت سے واقف ہو۔ جدہ پہونچا اگر اور کسی ملازم کی ضرورت ہو تو واقف کا شخص کو دیکھ کر کہہ لو تو ماہوار عمدہ روپیہ پر بخوشی مل جائیگا۔ علاوہ تنخواہ کے خوراک اور سواری آپ کو علیحدہ دینی ہوگی۔ سواری کیلئے ایسے آدمیوں کو بابائے کے اونٹ ہی پر بٹھا دیا کرتے ہیں جو دو یا چار روپیہ اور زیادہ دینے ہوتے ہیں جس اونٹ پر تم بیٹھو او سپر اپنا ساتھی اپنا ہی ہوزن دھونڈو ورنہ دونوں کو سخت تکلیف ہوگی اور خود کو بھی اس مبارک سفر میں انتہا درجہ کا حلیم اور شیرین زبان خوش اخلاق بننا چاہئے۔

جب جدہ سے جہاز مقدس میں کسی جگہ بھی سفر اڈنٹون کا کرو تو اپنے بد کو خوش رکھو۔ اذکو خوراک جو تم کہاتے ہو دیدیا کرو وہ لوگ لگی اور کچھ پٹری کے بڑے شایق ہوتے ہیں مگر یہ کوئی ضروری بات نہیں ہے کہ اگر تم کچھ پٹری نہ کہاتے ہو تو فقط انکے لئے بنوا دیا کر نے سے انکی

عادت بگڑ جاتی ہے۔ مینے تو اونکو وہی خوراک دی جو میں کھایا کرتا تھا۔ البتہ اس بات کا ضرور خیال رکھو کہ اسکو حقیر مت سمجھو بحیثیت مسلمان ہونے کے خواہ وہ حد درجہ کامیلا بھی ہو اور تمہاری طبیعت اسکو دیکھ کر اس کے میلے پن سے نفرت ہی کرتی کیونکہ کھانا اسکو اپنے ساتھ بٹھا کر کھلا دو یا جب تم کھانے لگو تو اسی وقت اسکو بھی دیدو۔ مگر ہمیشہ اون سے حکمت علی سے کام لیا کرو۔ روزانہ اونکی بخشش ۸ روپہ لیا کرو۔ یاد رکھو کہ جو بخشش تم اول روز دو گے وہی وہ آخر تک روزانہ لیا کرینگے جس کے معاوضہ میں وہ پانی اور لکڑی لانے کے ذمہ دار ہو جاتے ہیں اور وہ نقد دینا رائیگان نہیں جاتا بلکہ نفع بخشا ہے۔ سیکر تجربہ سے تو یہ ثابت ہوا ہے کہ ملازم کسی بدو کو رکھ لو تو اور اچھا ہے۔ بدو نہایت جاہل اور بے وقوف ہوتے ہیں جو سیدھا طریقہ ہوتا ہے اسکو فوراً سمجھتے ہیں اور جو برتاؤ اول دن اونکے ساتھ برتا جاتا ہے۔ وہ ہی آخر تک انجام دیتے ہیں۔ بلکہ راستہ چلتے وقت کوئی چوہا سے فروخت کرنے والے ملین تو فوراً اپنے بدو کو بلا کر ۲ روپہ اس سے اور بہت خوش ہوگا۔ اونٹ جس سلسلہ سے اول روز لگایا جائیگا آخر تک برابر اس سلسلہ میں وہی جگہ رہیگا۔ اگر کوئی چاہے کہ اس روش کو بدل دے تو ناممکن ہے اور جو شخص جس اونٹ پر پھلے روز سوار ہو لیا۔ پھر دوسرا اونٹ پر خواہ اسی نے اپنے ساتھی کیلئے کرایہ پر کیوں نہ کیا ہے سوار نہیں ہو سکتا۔ جو اسباب جس اونٹ پر پھلے مرتبہ لاد دیا گیا وہ رد و بدل نہیں ہو سکتا راستہ میں زیادہ اسباب اگر خرید لو تو ہرگز چڑھایا نہیں جاسکتا۔

مدینہ طیبہ کے راستے میں مطوف کے آدمی کو ہمراہ رکھنا بہت اچھا ہے وہ بظاہر حاجیوں کے ایک ضعیف ہی رقم جیسے ۵ روپہ لیتا ہے اگر اسکو دو ایک اشرفی دیدو یا دینے کا وعدہ کر دو یا یہ کہدو کہ جیسی خدمت کرے اور راحت پہنچائے دیا ہی انعام دیدیا جائیگا۔ وہ رفیق تمام راستہ میں ہر طرح خبر گیران رہیگا۔ اور بدوؤں سے خود جلد ضروری خدمات منزل پر پہنچتے ہی۔ یا



راستہ میں اونٹوں کو کھڑا نا وغیرہ انجام دلائیگا اور کوئی عمل خلاف مزاج نہیں ہونے دینگا۔ یاد رکھو کہ ایسے آدمی سے بہت ہوشیار بھی رہنا چاہئے۔ نصف انعام پہلے دید و باقی نصف کا اقرار طریقہ بالا پر لے لو۔ روپیہ کا انتظام اشرفی سے کرو اور اگر سفر شام و بیت المقدس یا مصر جانے کا ارادہ ہو تو تہاس کو کس کی معرفت سرکل نوٹ لے رکھو بہت آرام ملیگا۔ جب مکہ معظمہ پہنچ جاؤ تو پہلے روز کسی مقام پر قیام کر کے اپنے اطمینان کے موافق گھر کرایہ پر کرو۔ ایک کمرہ میں دو آدمی متوسط درجہ کے اور چار یا پانچ آدمی معمولی معیشت کو گذر کر سکتے ہیں۔ ہم اشرفی کو بلجاتا ہے خواہ اوہیں ایک ہی آدمی کیوں نہ رہے۔ اکثر متمول اور صاحب ثروت رباط میں رہتے ہیں جو غرباؤں کے حقوق کو غصب کرنا ہر گز وہاں آرام بھی ہو مگر علیحدہ مکان حرم شریف کے نزدیک لینے سے جو آرام ہو گا وہ رباط میں ہرگز نہیں مل سکتا۔

خود و فروخت مکہ میں خود اپنی طور پر کرو۔ کسی مطوف کی معرفت ہرگز مت کرو۔ اپنی مطوف کو عہد رنی کے حساب کے دید و اگر وہ خوش نہ ہو گا تو ناراض بھی نہیں رہیگا۔ جہاں تک ہو سکے مطوف کے بغیر کام چلاؤ تو بہت اچھا ہے۔ مگر ریل کی آمد تک یہ بات قریب قریب ناممکن ہے عزات کو جب چلو تو (اگر تنہا ہو زنا ہمارا نہ ہو) گدھے پر یا اگر پیروین طاقت ہو تو پیدل چلنا ہر حالت میں آرام ہے زنا نہ ساتھ ہو تو مجبوراً شغف میں جانا چاہئے۔

قیام منا اور عرفات کیلئے جہاں تک ہو سکے مکان منا میں کرایہ کر لیا نہیں تو مجبوری فیرون میں ٹھہرنا پڑیگا۔ بڑا اور کشادہ ڈیرہ دیکھ کر کرایہ پر لو۔ جہاں تک ممکن ہو منا میں گشت مت کہاؤ۔ اگر ہو سکے تو مکہ میں بھی پرہیز کرو سبزی اور ترکاری پر گزارہ کرو گے تو بیماری سے بچو گے۔

مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تک سفر کیلئے ایک تار پالن پینے کیچ یا واٹر پروف ضرور ساتھ رکھو شاید راستہ میں بارش ہو تو آرام ملیگا ورنہ وہ کام میں ہی آئیگا۔ مدینہ منورہ میں جب پہنچو تو



ہرگز ضرورت مقرر کرو۔ اگر کر دے تو بھی وہاں زیادہ تکلیف نہیں ہے فی کس عمارتیں  
روپیہ دیدے تو وہ لوگ خوشی قبول کر لینگے۔ میرے تجربہ میں معلوم ہے کہ مکہ معظمہ سے مزورین  
مدینہ طیبہ نہایت خوش خلق اور ملنسار ہیں اور زیادہ حریص بھی نہیں ہیں۔

مدینہ طیبہ میں بھی مکان کرایہ پر لیکر رہنا بقابلہ ریاطون رہائش کے بدرجہا بہتر و افضل ہے  
مدینہ منورہ سے روانگی کے وقت اگر براہ شام بیت المقدس لوٹنا ہو تو افضل تو یہی ہے کہ ریسٹ ہاؤس  
کے پینے میں لوٹیں اگر اتفاق ایسا نہ ہو تو جب چاہیں لوٹ سکتے ہیں۔ مجاز ریلوے میں تیسرے  
درجہ کا ہی ٹکٹ لینا اچھا ہے۔ گھینے اپنی نا تجربہ کاری سے درجہ اول کا ٹکٹ مدینہ منورہ سے شام  
شریف کا لیا تھا۔ تجربہ نے ثابت کر دیا کہ درجہ سوم میں کوئی ایسی تکلیف نہیں ہے جو خواہ مخواہ درجہ  
اول ہی کا لیا جاوے۔

جب دمشق داخل ہو جاتے ہیں تو پھر کیا نا پکانی ضرورت نہیں رہتی ہے شامی بازاروں میں ہندوستانی  
ذائقہ کا توہین پھر بھی بہت حد تک بھائی جاتا ہے۔ دمشق میں ہولمیں حدہ میں بیکاز کریں موقع پر  
کوڑنگا اس طرح سے جو ضروری ہداتیں ملک شام فلسطین کیلئے ہو گئی وہ احوال حرم ثنائیہ میں دفاتر  
سے لکھے گئے ہیں۔

**حرمین الشریفین کے اوقاف** | یہاں کے اوقاف کی صحیح تعداد معلوم کرنا تو محال ہے

اور تخمینہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔ مگر حکومت ترکی کی جانب سے تین لاکھ روپیہ سے زیادہ سالانہ رقم عیالین  
تقرر مساکین کیلئے آتا ہے اسکے علاوہ مکہ و مدینہ میں برابر خیرات خانہ جاری ہیں جہاں مساکین  
کو کھانا مفت ملتا ہے۔ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے حرمین کا بہت وسیع خرچہ ہے سنہ ۱۳۱۱ھ میں صرف صغائیہ و  
ودشنی وغیرہ کے خرچ کی مقدار ہی ساڑھے سات لاکھ روپیہ سالانہ سے زیادہ ہے یہ کل خرچ  
اوقاف ثنائیہ سے ہی آتا ہے۔

**جرائم و خصائل عرب** بدوی قبائل کی نسبت مصنف تمدن عرب یون لکھتا ہے کہ بدوی قبائل نیم وحشی حالت میں ہیں اور ان میں کسی قسم کا تمدن نہیں ہے جو حالت ۳ ہزار برس پیشتر ان کی تھی وہ آج بھی موجود ہے۔ بجز مذہب کے اور نکلے کسی چیز میں تغیر نہیں آیا۔

بدون کے دو ہی شغل ہیں آپس میں خونریزی۔ یا مویشی اور اونٹوں کا پالنا جب کسی ایک فرد کسی قبیلہ کا مارا جاتا ہے تو اسکے بدلے میں سلسلہ خونریزیوں کا قائم ہو جاتا ہے جب دو قبیلے لڑتے لڑتے تھک جاتے ہیں تو پھر صلح کر لیتے ہیں اور جان کے بدلے تاوان قبول کر لیتی ہیں ایک اور مورخ لکھتا ہے کہ ”اونین خونخوار بھی ہیں اور فایت درجہ فرمان بردار بھی وہی بھی ہیں اور مغرور بھی۔ ایک طرف تو وہ آزاد فیاض اور جواد ہیں اور دوسری طرف منہ الخیض اور بے باکی سے بھرے ہوئے۔“

اپنی کل احتجاج کو مہیا کرنے کی ضرورت کے اونہیں پھر تلیا چالاک بنایا ہر قسم کی تکالیف کو برداشت کر نیکی مجبوری نے اونہیں صبر دیا۔ عرب آزادی کا اسوجہ سے عاشق ہے کہ یہی ایک نعمت ہے جو اس کے حصہ میں آئی ہے۔ چونکہ اسے ہر قسم کے تحکم سے نفرت ہے اسلئے لڑا جگڑنا اس کی فطرت کا جز ہو گیا ہے۔ خود اپنے اوپر سختی کی عادت نے اسے دوسروں کیلئے بیرحم بنا دیا ہے اور اس میں انتقام کی خواہش پیدا کر دی ہے۔

ملک اور خیالات کے متحد ہونے نے کل قوم میں ایک ہی معیار عزت و ابرو قائم کر دیا ہے ان کی ساری نام آوری تلوار۔ مہمان نوازی اور فصاحت میں ہے۔ تلوار تو اپنے حقوق حاصل کر نیکی ضمانت ہے اور مہمان نوازی ان کی عزت بڑھانیکا ذریعہ اور سائے قانون انسانیت کا لب لباب ہے اور تحریر و کتابت کی جگہ پر فصاحت اور تمام باہمی نا اتفاقیوں کو ختم کرنے والی چیز ہے جیسا فیصلہ قیام سے نہیں ہو سکا۔

ایک اور مورخ یون رقم طراز ہے کہ "عربوں کے خصائص میں شاید وہ خاصیت سب سے زیادہ نمایاں ہے جو لوٹنے کے ولولے اور مہمان نوازی کے جوش سے ملکر پیدا ہوئی ہے۔ فارت گری کا اشتیاق اور اوسکے ساتھ فیاضی۔ شدید بیرحمی اور پھر کشادہ دلی وہ خاصیتیں ہیں جو اوسکے اوصافِ اخلاق کو ہمارے سامنے لاتی ہیں اور ایک ہی تقریر میں ایک ہی شخص کی نسبت بیس مرتبہ ہے آفرین اور نعرین کہلاتی ہیں۔ ان متضاد خصائص کا سمجھنا اور اون پر توجہ کرنی نہایت مشکل ہو اگر ہم اس قوم کی خاصی حالت کو ملحوظ نہ کریں کہ یہ اپنے ملک اور موقعہ کے لحاظ سے تمام اقوام سے علیحدہ اور ایک ریگستانِ عرب کے اپنی تمامی محتاج کے حامل کرنے پر مجبور ہیں ملک کی پیداواری اوسکے لئے لوٹ کھسوٹ کی محرک بن گئی ہے وہ زمین زمینیں جو اور ملکوں کے باشندوں کیلئے وافر قلعہ اور کافی چارہ پیدا کرتی ہیں اوسکے حصہ میں نہیں آئیں اور قسمت کی اس کمی کی تلافی وہ لوٹ مار سے کرتے ہیں۔ ہر قافلہ کو لوٹتے وقت وہ بھی خیال کرتے ہیں کہ یہ بھی ایک حصہ اوسی دولت کا ہے جو دنیا کی نعمتیں تقسیم ہوتے وقت اونہیں ملنا چاہئے تھا جس سے وہ محروم رکھے گئے ہیں۔ اوسکے نزدیک لڑائی میں اور چھپکر رہنے میں کوئی فرق نہیں جس مال کو وہ ہتیار کے زور سے لوٹتے ہیں وہ انکی نظروں میں مالِ غنیمت ہے کسی مسافر کو لوٹ لینا اوسکے نزدیک ویسا ہی جو انمردی کا کام ہے جیسا کہ کسی شہر کو فتح کرنا یا کسی صوبہ کو زیر حکومت لانا اسوقت بھی بدوی اعراب میں خواہ وہ کسی حصہ ملک کا ہو آزادی کا ولولہ موجود ہے۔ جسے اہل یورپ بمشکل سمجھ سکتے ہیں۔ یہ لوگ شہر و قصبات کے باشندوں کو نہایت حقارت کی نظر سے دیکھتے اور اونہیں غلام سمجھتے ہیں اوسکے نزدیک کسی خاص مقام کو مسکن ٹھہرانا گویا آزادی کو خیر باد کہنا ہے کیونکہ جہاں مسکن مقرر ہوا اوسکے ساتھ ہی غیر کا محکوم ہونا بھی لازمی ہے بدویوں کی ساری دولت آزادی ہے اور وہ انکی نظروں میں تمام نعمتوں سے بہتر ہے اور بیشک اونہوں کو اس



آزادی کو سالہا سالے دراز سے قائم بھی رکھا ہے۔ کل سلاطین یورپ و ترکی نے دنیا پر حکومت کر کے اپنا سکہ جہایا بلکہ بدویوں کو زیر نہ کر سکے۔ اور نہ اونپر حکومت قائم کی۔ بدویوں پر جب حکومت ہوگی تو چند روزہ ہوگی اور یہ چند روزہ حکومت بھی بلا اسکے نہیں چال ہو سکتی کہ ایک بدوی قبیلہ کا مقابلہ دوسرے قبیلہ سے کرایا جائے۔

بدویوں نے تمدن ملکی کو ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھا ہے اور اپنی صحرائی زندگی کو ہر چیز پر ترجیح دی ہے۔ ان خانہ بدوش اقوام نے جنکا دلہر با اور شریفانہ انداز ہر ایک سیاح کے دلکو بہاتا ہے اپنے کو مصنوعی مایحتاج انسانی سے مطلقاً مستغنی رکھا ہے فی الواقع صحرائی زندگی بھی ایک خاص لطف رکھتی ہے اگرچہ مدارج ترقی انسانی کے لحاظ سے بدوی بہت ہی ابتدائی درجے میں ہیں اونکی صحرائی زندگی اونہیں اس درجہ سے ہرگز بڑھنے نہیں دیتی لیکن فہم و ادراک میں فکا الکا دنیا کے تمام گلہ جرانے والی قوم پر بدرجہا فوقیت رکھتے ہیں۔

قوم عرب حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے پھلے سے ہی ایک بھادر اور مضبوط قوم تھی اوس کی عادت اور طرز معاشرت یکساں رہی کبھی نہیں بدلی اونہیں گھر کا بڑا اڈا اپنی گھرانیکا سردار ہوا کرتا تھا۔

عرب ریگستان کی خالص اور قوت دینے والی آب و ہوا میں رہنے کے باعث اور اسوجہ کہ بڑے بڑے شہروں میں رہنے اور آبادی میں سکونت پذیر ہونکی عادی نہ تھی اور نیز دنیا کی نعمتوں سے ناواقف تھے یا یہ کہ دنیا کی نعمتوں میں سے صرف اونٹ بھیڑ اور خیمہ اپنی قوت بسری اور آسائش کیلئے کافی سمجھتے تھے اس لئے ہمیشہ آزاد و سادہ مزاج اور طاقتور رہے۔

اس حالت میں وہاں وقوعات جرم کا ہونا ہی تعجب انگیز ہے۔ ملک بہوکاننگا زمین کا اکثر حصہ ناقابل زراعت۔ پانی کی قلت راستہ کی دشواریاں عمدہ ماریات کا سفر قوم کی قوم بالکل جاہل



بلکہ صحرائی درندے زشت خو۔ جنگجو۔ تہذیب و شایستگی کے اعتبار سے بڑی پست حالت میں  
اوپر آواز دوسرکش جو بجز اپنے دلی اطاعت کے واصل نہ کسی قانون کے پابند۔ نہ قاعدہ کے  
مطیع ان وجوہ سے جو کچھ نہ ہو وہی غنیمت ہے لٹھنے اور لٹھیلی خاصیت کی وجہ سے بدوی  
ہندوب اور شہری اقوام کے نزدیک نہایت خطرناک ہمایہ سمجھے جاتے تھے اور کسی زمانے میں  
وہ محسم قزاق تھے۔

صرف ان کے معاہدہ کی خوبی اور قانع طبیعت ہمیشہ جراثیم سے انکسور و کتی یہی ہے جس  
منظبوطی اور سچائی سے بدوی اپنے قول اور معاہدہ کی پابندی کرتے ہیں غالباً روئے زمین پر  
کوئی مذہب اور ایماندار سے ایماندار تعلیم یافتہ قوم بھی نہیں کر سکتی۔ اور یہ قول کی پابندی اور  
مہر کا وفا کرنا بھی ان کی فطرت کا جزو ہو گیا ہے جو ان کی خطرناک حالت کیلئے عمدہ سیر ہے۔  
وہ انکی وارداتوں کو جس قدر خوفناک خیال کیا جاتا ہے اس درجہ گز نہیں ہیں اب زیادہ تر خیالی  
یا گاہے گاہے اتفاقی واقعہ کے سوا ہرنیون کو پرانے انسانے سمجھا جاتے ہیں ہماری نادانیت  
و نیز اجنبی حالات کے البتہ یہ ضرور ہے کہ مطوف زیادہ تر خوف میں ڈالتے ہیں اور قہر انداز میں  
پھونچاتے ہیں۔ یا یہ کہ کوئی شخص قافلہ سے جدا ہو گیا۔ یا مختصر سا گروہ قافلہ سے علیحدہ ہو کر لگے  
بڑھ گیا اوپر حملہ ہو جاتا ہے ایسی صورت میں کسی کی سواری کا گدہ پایا اونٹ چہین لیا یا جو کچھ  
پاس پلے ہوا وہ لے لیا۔ فراحت کی حالت میں مار کٹائی کی مہلت کے ساتھ مجرم چلتے پھرتے۔  
نظر آئے ان واقعات کو بھی لوگوں کی غفلت یا اعمال و محافظان ملک کی لاپرواہی یا حکومت  
کی بد نظمی پر محمول کیا جاسکتا ہے۔

ہند کے مقابلہ میں	ہندوستان میں باوجود گورنٹ کے قوانین ایسے مضبوط ہونے
ہند کے جراثیم	کے اوں ہرنیون اور چوریوں کو ایسا بھی نہیں کہہ سکتے ہیں جیسا

کہ ہندوستان کے باطن صوبوں میں ڈکیتان و چوریاں ہو جاتی ہیں اُسے دن شہروں میں متول  
لوگوں کے گھر و زمین نقب زنیان وقوع میں آتے ہیں۔ ہندوستان کے جرائم بعض لحاظ سے بمقابلہ  
عرب کی نوعیت و اثر و وزن میں زیادہ سخت ہیں۔ یہاں کے بد اطوار ڈاکو آبادی اور شہروں میں  
غارتگری و قتل کے ارتکاب کر رہتے ہیں عورات کو ڈاکہ زنی کے وقت ناگفتہ بہ ایذا میں پہنچاتے  
ہیں شرمناک اور وحشیانہ افعال کے مرتکب ہوتے ہیں۔ عرب میں کوئی واردات شہر اور آبادی  
میں ہوتی ہوئی نہیں سننے میں آئی یہاں کے ڈاکخانہ والوں کا سا کمال وہاں نہیں کہ پارسل ثابت رہے  
اور مال نکل جائے جلساں ایسے کہاں کہ ہزاروں دستاویزین بجائیں اور اصل سے مطابق  
کردئے جائیں۔ کہوٹے روپیہ آئے دن بنائے جا رہے ہیں جعلی نوٹ شل اصلی کے بنا کر چلائیں  
اسکے سوا ہر خورانی۔ اسقاط حمل۔ دروغ خلقی۔ زنا بالجبر عفت میں خلل ڈالنا اور قمار بازی شباب  
خوری ان تمام کا عرب میں وجود نہیں۔

ایک جلساں کی کا جرم ہندوستان میں ایسا ہے جو ڈاکہ اور دہرنی سے بدرجہا اثر میں سخت  
اور صورت میں نرم ہے جرم کو ہمیشہ اثر کے لحاظ سے دیکھنا چاہئے نہ صورت کے اعتبار سے عرب کا  
یہہ انتظام بہتر معلوم ہوا کہ قاتلون اور تاجروں کا بذریعہ دہرنی یا غارتگری جو نقصان ہو جائے نقصان پائی جائے  
گورنٹ کی کونسل کے حضور میں فریادی ہو بعد تحقیقات اسکے نقصان کا پورا معاوضہ مل جاتا ہے یہ  
ریمانہ قاعدہ جو عملاً جاری ہے واقعی قابل تعریف ہے دیگر ملکوں میں تو مظلوم مدعی کو پیروی مقدمہ  
میں کچھ نہ کچھ اور صرف کرنا پڑتا ہے اور جو مال غارت ہوا اسکے ملنے کا ذکر ہی کیا ہے۔ از مرآۃ العرف  
در بارہ خدوہندی | اس سال دربار خداوندی کا حج اکبری ہوا تھا جس میں تقریباً ۱۰ لاکھ مسلمان  
و دربار قہری | امیر غریب شاہ دکن اسبٹے ہوئے تھے۔ اس قدر جمع فقط ایک شہر  
مکہ ہی میں نہ تھا۔ بلکہ یہی رگ تابیغ سفرہ پر منہا۔ مرفقہ۔ و میدان عزات میں بھی جمع تھے اس میں

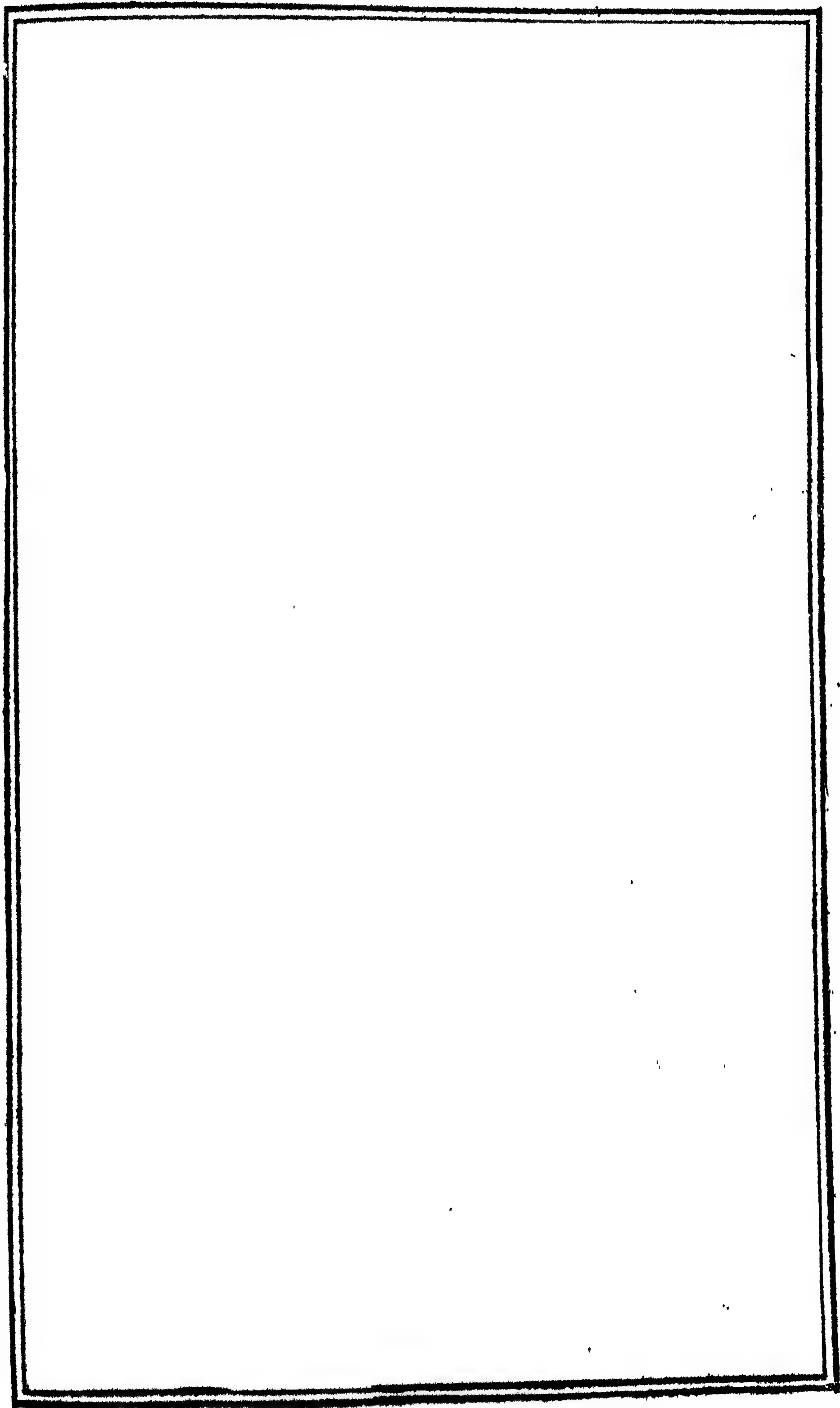
عورت۔ مرد۔ بچے۔ بوڑھے سب ہم کے لوگ شامل تھے۔ یہ اس قوم کا مجمع تھا۔ جو روئی زمین پر اپنی شجاعت و جوانمردی میں اپنا ثانی نہیں رکھتی ہے یہ اس قوم کا مجمع تھا جو خورد و نوش میں سائے دنیا کی اقوام سے کوئی سبقت لگتی ہے۔ اس مالک دربار کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ کوئی ایک لفظ شکایت بھی اپنی زبان پر نہیں لایا۔ نہ کسی کو یہ کہتے سنا کہ مکہ میں گھر نہیں ملا۔ یا ملا تو بھت گران کر ایہ پر ملا۔ روٹی نہیں ملی آٹا میسر نہ ہوا یا یہ چیز نہیں ملی۔ وغیرہ وغیرہ۔ ایسا مقدس پانی خدا کے درباری وہاں پیتے رہے کہ روئے زمین پر کوئی پانی اودسکا مقابلہ نہیں کر سکتا وہ کونسا پانی تھا ”زمزم شریف“ اللہ اکبر کیا شان کبریائی ہے کہ وہاں اعلیٰ درجہ کے انگور۔ انار۔ بھجور۔ ناشپاتی سیب۔ پستہ۔ منقہ وغیرہ ہمارا رب الجلیل میزبان ہم کو کھلاتا رہا اور اس قدر افراط سے ہم کو ہماری غزائیں ہم پہنچا کرتا تھا کہ ہم ادنیٰ خریداری سے عاجز تھے۔ ضرورت کے زیادہ چیزیں ہماری روزمرہ کی خوراک کو ملتی تھیں۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے فلاں چیز کی خواہش مکہ میں کی اور وہ میسر نہ ہوئی ہمارا رب الجلیل میزبان ہم کو کھلایا پلایا اور اپنا مہمان بنا کر ہم کو وہ معزز و مغربی خطاب حاجی سے مشرف کر کے ہم کو خلعت عفو و مرحمت فرمایا۔ اس مالک دربار کا کڑوا ڈر ہا شکریہ ادا کریں تو بھی ادا نہیں ہو سکتا۔ ہم کو اپنے مکان سے ایسا بنا کر بھیجا جیسے روز اول ہم کو اپنی مان کے شکم سے روانہ کیا تھا۔ سبحان اللہ کیا ہی رحیم و کریم ہمارا میزبان ہے کہ جس نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زبان سے یہ بھی خوشخبری سنا دی کہ ”ایک پیٹ میں دو چیزیں رہ سکتیں یعنی نار و دوزخ۔ و آب زمزم کی خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس دربار خداوندی میں اپنی تمام عمر میں یکبار وہ بھی بغیر بلاے بے روک و ٹوک حاضر ہو کر اپنی گناہوں کی بخشش کرا لیتے ہیں۔

اب ہندوستان کے دربار قیصری کو دیکھتے کہ اونٹنی و اونٹوں میں سلطنت مغلیہ کے



قدیم پائے تخت دہلی میں دربار قیصری بڑی شان و شوکت سے ہوا تھا۔ زیادہ سے زیادہ باہر کے درباری ۲ لاکھ تک آئے ہونگے۔ اب شکایتوں کی طمار سنتے کوئی کہتا ہے کہ گھڑ نہیں ملا اگر ملا بھی تو بہت گران کرایہ پر تھا۔ اشیاء اس قدر گران تھی کہ دو آنہ کی چیز ایک روپیہ کو ملتی رہی پانی ایسا نایاب تھا کہ ایک مشکیزہ چار آنے سے یکروپیہ تک کو ملا وغیرہ وغیرہ اس میں کچھ شک نہیں کہ دربار قیصری سیر مجبئی، قیصر جارج پنجم کے معزز مہمان دنیاوی خطابات مع خلعت حاضرات تمغہ و سندات لیکر آئے۔ سینکڑوں اقوام کا مجمع تھا۔ متعدد مذاہب کے افراد تھے انہیں بہت کم ایسے ہونگے جنکی رسائی اپنے معزز میربان تک ہوئی ہوگی اگر کسی کو یہ عزت حاصل ہوئی بھی تو اسکو بھی فخر ہوگا کہ ادسنے اپنے بادشاہ عالیجاہ ہنریوٹ گریٹ سیر مجبئی شہنشاہ جارج پنجم کی بارگاہ میں شرف باریابی حاصل کی ہے۔ دربار قیصری کیلئے ہمارے شہنشاہ جارج پنجم بھی مدینہ میں سوار ہو کر لنڈن سے بمبئی تشریف لائے۔







**مکہ معظمہ سے روانگی** | ہم گزشتہ شب کو ہی زیارت الوداع کر چکے تھے۔ اسوقت کی جدائی کی حالت عجب رقت خیز اور درد انگیز تھی۔ الوداع یا بیت اللہ الوداع یا حرم اللہ۔ الفراق یا بیت اللہ الفراق یا حرم اللہ کہتے ہوئے خود بخود ہماری آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑائی برابر بارانِ رحمت کی طرح جاری تھی۔ دل پر خاص قسم کی چوٹ لگتی تھی اور زبان حال سے یہ شعر پڑھتے تھے کہ جدائی تیری کس کو منظور ہے؟ زمین سخت اور آسمان دور ہے۔ بغرض جدائی کے جملے کہتے ہوئے افسوس کیسا کھ حسرت بہری نگاہوں سے جہنم تراب الوداع سے گزرتے ہوئے آخری نفل سے حرم اللہ اور حرم خلیل اللہ کو دیکھتے رہے۔ اسوقت یہی دعا دل سے نکلتی رہی کہ خداوند اے: تو پھر ہم کو اپنے گھر میں دوبار لے آ۔ اور اس مقدس گھر کی زیارت نصیب کر۔

آخر اس مقدس گھر اور مبارک زمین سے جدا ہونے کی گھڑی آگئی قریب دوپہر کے۔ روزِ شنبہ ۲۳ مئی ۱۹۱۲ء کو ہمارا قافلہ مکہ معظمہ سے ہمیشہ کیلئے جدا ہو کر ترکی فوجی بارک کے پاس جہان اکثر قافلے پہلے روز اتر کرتے ہیں ٹہر گیا۔ ہند کے کل قافلے جو مختلف اضلاع کے تھے سب اسی میدان میں جمع ہوئے۔ اتوار کے ٹھیک ۱۲ بجے دن کے ہم مکہ معظمہ سے ہمیشہ کیلئے جدا ہو گئے۔ اگر مکہ معظمہ میں ریل ہوگی تو غالباً اسٹیشن اسی مقام بنے گا۔ بہت سا لوہے کا اسباب بہان پر پڑا ہوا دیکھا گیا۔ ایک عمارت نہایت مضبوط اور بچتہ زیر تعمیر ہے۔

پونے دو بجے کے قریب مسجد تنعیم میں داخل ہوئے۔ یہ مقام ذرا بلند جگہ پر ہے۔ مکہ سے ۳۱ میل کے فاصلہ پر ہوگا۔ یہاں سے عمرہ لایا جاتا ہے۔ ایک پانی کا کنواں بھی ہے۔ اس کے بعد ہم ایک وسیع وادی میں گزرے جسکی دونوں جانب چھوٹے چھوٹے پہاڑوں کا سلسلہ دوڑتا ہے۔ یہاں تک پہنچا گیا ہے۔ یہ سلسلہ برابر المیمونہ تک قائم رہا۔

المیمونہ وہ مقام ہے جہاں پر ام المومنین حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار پڑا ہوا ہے۔ جو مکہ معظمہ سے ۱۵ میل کے فاصلہ پر ہے۔ مزار مبارک پر ایک قبہ اور ایک مختصر مسجد بھی ہے۔ بدو لوگ پانی اور چاروغیر فروخت کرتے ہیں۔ یہ مقام بھی ذرا اونچے پہاڑ کے درہ پر ہے۔ جہاں سے دونوں جانب راستہ اترتا ہے۔ اور بہت سے مقابر یہاں پر دیکھے گئے دریافت کرنے پر میرے بدو نے کہا کہ اگلے دنوں میں عمرہ یہاں سے لایا جاتا تھا۔ اور قافلے بھی اکثر اسی جگہ قیام کرتے تھے۔ پہاڑوں کے دامن میں بدو قبائل بکثرت آباد ہیں جو اپنے مردوں کو تبرکاً اس مقام میں لاکر دفن کرتے ہیں۔

**وادی فاطمہ** | آج راستہ میں ۵ یا ۶ چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں پر سے ہمارا گزر ہوا۔ راستہ بحیثیت مجموعی اچھا رہا۔ تھوڑی سی مرمت میں یہاں تک گھوڑا گاڑی آسکتی ہے۔ ہم سات گھنٹے کا راستہ طے کر کے وادی فاطمہ میں داخل ہو گئے۔ وقت اور گھنٹہ اور میل کا نقشہ نہایت صحت کیساتھ جو آج تک کسی اردو کتاب میں نہیں لکھا گیا ویدیا گیا ہے۔ چنانچہ اس مقام پر میں فاصلہ اور وقت نہیں لکھوں گا۔

ہم مقام پر داخل ہوتے ہی بدوی عورت اور مرد جو قرب و جوار کے دامن میں رہتے ہیں لکڑی۔ پانی اور مرغیان روتی اور پکا ہوا گوشت لاکڑیچنے لگے۔ پانی بہت ارزان تھا۔ نہر جاری ہے۔ جسکا پانی ایک مقام پر ذرا نیم گرم معلوم ہوتا ہے اور دوسرے مقام پر سرد۔ پانی صاف

اور اچھا ملا۔ باوجود نہر نزدیک ہونے کے بھی کسی کی مجال نہیں تھی کہ ایک قدم آگے جا کر پانی لاتے۔  
 ۲ میں ایک چھوٹا مشکیزہ پانی کا اور ۲ میں دو آدمی کے کہا نا پکانے کی مقدار لکڑی ملگنی سیار بانوں  
 نے بھی ہم کو بخشش کے عوض پانی اور لکڑی دی۔ باوجود اس حجم غنیر کے سبکو پانی اور لکڑی ملگنی  
 کوئی شاکہ نہ تھا۔ بدوؤں کی چوری کو پہنے سنا تھا۔ مگر چند ہمارے حاجی بدو بھی ایسے موقع پرسی کا  
 مال ہضم کر لینا ذاب عظیم سمجھتے ہیں۔ بدوؤں کی آڑ میں خود شکار کر جاتے ہیں۔ میری ایک سیڑھی اور  
 چراغ کو ایک شخص بڑے شوق سے لیجا رہا تھا اس کی بدقسمتی سے میری نگاہ پڑ گئی چراغ تو لیلیا  
 گیا اور سیڑھی کیلئے قسمیں کہا گیا کہ اویسی کی ہے میں ہی شہم کے مائے خاموش ہو گیا۔

وادی فاطمہ کی مہندی بہت مشہور ہے اور یہاں سے سائے ملک حجاز میں جاتی ہر سالانہ  
 ۱۰ ہزار روپیہ سے زائد کی خافروخت ہوتی ہے۔ رنگ اس حنا کا بہت پختہ ہوتا ہے۔ وادی  
 فاطمہ کی وجہ تسمیہ بدو لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ سفر میں اپنے والد ماجد رسول خدا کیساتھ  
 تھیں۔ پیاس کے غلبہ سے پانی مانگا اور سوت آنحضرتؐ نے دعا کی اور یہ نہر جاری ہو گئی۔ دوسری  
 روایت یہ بیان کرتے ہیں کہ بی بی فاطمہؓ ام علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی ملکیت سے یہ وادی نامزد ہو  
 و اللہ اعلم۔ لوگ ستر کا موقع ملا تو اس نہر میں غسل کرتے ہیں۔

**بیر عسفان** | دو شنبہ ۲۶ ذوالحجہ مطابق ۱۸ دسمبر۔ نماز صبح کے بعد قافلے نکلنا شروع ہو گئے بعض تو

بچہلی رات باقی رہے کے چلے گئے ہمارا اور پنجابی قافلہ ذرا دیر میں روانہ ہوا برابر ۶ بجے صبح ہمارا  
 اونٹ مقام سے نکل گئے۔ اور رات کے ۱۰ بجے بیر عسفان میں داخل ہوئے۔ یہ مقام ایک مسطح تختہ  
 زمین پر پہاڑ کے درمیان واقع ہے اسکے چاروں طرف پہاڑوں کا سلسلہ قائم ہے۔ دو پانی کے  
 کنوئیں ہیں ایک تو خشک ہو گیا ہے اور دوسرے میں پانی ہے۔ انہیں سے ایک کنواں حضرت عثمان  
 ابن عفانؓ کی طرف منسوب ہے۔ اسکا پانی نہایت شیون اور مزیدار ہے۔ سنا گیا کہ آنحضرتؐ کا لعاب



وہن مبارک اس میں گرا ہے۔ آج راستہ میں فقط ۲ یا ۳ جاے بدو چار اور پانی فروخت کرتے ہوئے نظر آئے۔ زمین بہت خشک اور تھوڑی ہی ریت میں چونے کے کنکر ملے ہوئے نظر آ رہے تھے جہاں کہیں کہیں برائے نام چھوٹے چھوٹے جنگل درختوں کے جھنڈ بھی دکھائی دئے۔ راستہ سیکے پہاڑ پر سے گذرا ان پہاڑوں کے اوپر بھی کہیں کہیں سوکھے درخت دکھائی دئے جنہیں پتوں کا پتا نہ تھا فقط ٹہنیوں ہی باقی تھیں۔ وادی بہت وسیع ہے۔

میں عصر کے قبل اپنے اونٹ سے اوترا اور کچھ دور تک چلتا رہا۔ میرے پیرو مرشد حضرت سید جماعت علی شاہ صاحب بلہ بھی مل گئے اونکے ہمراہ نماز عصر کی پڑھکر بہت دور تک چلکر آیا حضرت پیر صاحب بھی اکثر شام کو وقت تھوڑی دور چلا کرتے تھے۔ اسوقت ہمارا قافلہ ذرا پیچھے ہو گیا اور پنجابی قافلہ ذرا آگے۔ ہمنے مغرب کی نماز راستہ ہی میں پڑھی۔ جب ذرا اندھیرا ہونے لگا تو پیر و مرشد قبلہ مدظلہ العالی اپنے اونٹ پر سوار ہو گئے میں اور میرا ساتھی آہستہ آہستہ بیدل ہی چلتے رہے کہ جب قافلہ آجائیگا تو اپنے اونٹ پر سوار ہو جائیگے۔ قافلہ تقریباً آدھ میل پیچھے تھا۔ اب بدوؤں کی چالاک کی کو خیال کیجئے کہ وہ ہم کو کیسے جل دیکر گھیر دیتے ہیں۔ چار بدو جو ہمارے مدراسی قافلے کے تلوارین لئے ہوئے میرا نام لیکر آوازیں دیتے ہوئے آ رہے تھے۔ میں اپنا نام سنکر حیران ہو گیا۔ میں اور میرا رفیق ایک مقام پر کھڑے ہو گئے۔ ۳ بدو جنکو میں جانتا تھا آئے اور بڑے مخلصانہ طور پر کہنے لگے کہ ”یا شیخ حرامی کثیر تم اکیلے کیوں جا رہے ہو کوئی مار دے گا۔ میں دیکھا کہ دوسرا تو کیا مار گیا یہ ۳ ہیں اور انکے ہاتھوں میں تلواریں ہیں شاید یہی مازدین۔ یہ فقط ہمارے دل کا ڈر تھا جو اگلے قصے سنکر دلمیں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے فوراً چار روپیہ نکال کر انکو دیا اور کہا کہ اسوقت تم یہ لیلو چونکہ میں روپیہ نقد نہیں رکھتا ہوں انشاء اللہ مدینہ طیبہ پہنچ کر فی کس ایک ایک محیدی اور ایک ایک رومال انعام دوں گا۔ یہ سننے ہی چاروں نے میرے ہاتھ کو بوسہ دیا

اور بڑی رحمہ دلی سے مجھ کو اپنی حفاظت میں لے لئے اور میں سچ کہتا ہوں کہ یہ لوگ اپنے وعدے کے ایسے بکے نکلے کہ برابر مدینہ منورہ تک میرا خیال رکھتے تھے اور ہر روز بلا ناغہ مجھ کو میرا وعدہ یاد دلایا کرتے رہے۔ جب میرا قافلہ آگیا اور میں اپنے اونٹ پر سوار ہو گیا اور سوقت سالار قافلہ سلیمان شیخ نے مجھ کو ذرا دوستانہ نصیحت کی کہ ایسے اکیلے نہ جانا لوگ مار دینگے۔ جہاں تک مینے غور کیا ہے قتل کے وقوعات تو بہت کم ہوتے ہیں شاید ونا در کوئی ایسا واقعہ ہو جاتا ہو۔

مقام پر داخل ہوتے ہی حسب معمول بدوی عورت لکڑی بانی اور مرغیان لاکر بیچتی رہیں۔ آج ہمارے بدو نے ہم کو پانی خرید کر دیارات زیادہ ہو گئی تھی جلدی سے پکا کر کھائے اور سو رہے۔ یہاں پر چند بدو دوکانیں رکھے ہیں جنہیں سوکھی مچھلی، گوشت، بسکٹ اور کھجور کی گٹھلیاں اونٹوں کا چارہ مناسب قیمت پر مل جاتا ہے۔ مقام ہر عسغان میں واوی کا عرض ۱۰ میل اور طول ۳۰ میل کے قریبے اور چاروں طرف پہاڑ ہیں۔ اتنا تکرابا لکل ہمارے ایک لاکھ آدمی بخوبی قیام کر سکتے ہیں۔ بدوؤں نے رات کو پہرہ دینے کی اجرت فی کس ۲۰ وصول کی۔

**نمبر غیبی اڈ** | ۲۷ ذوالحجہ شنبہ مطابق ۱۹ دسمبر قافلہ دس بجے دن کو روانہ ہو کر پانچ

بجے شام کو منزل پر پہونچ گیا۔ راستہ آجکا بہت اچھا تھا۔ پہاڑی کے اوپر ایک پختہ سبیل بنی ہوئی ہو۔ مگر بانی سبیل کی وفات سے اب اس میں بانی وغیرہ نہیں رکھا جاتا ہے شکستہ حالت ہے۔ بڑی قبائل یہاں پہاڑوں کے اوپر اور دامن میں آباد ہیں۔ اونکی عورت و بچے حجاج ہزار میں کیلئے کھجور چار اور پانی لاکر راستہ میں مناسب قیمت پر فروخت کرتے تھے۔ مولیٰ پیاز اور تربوز بھی آجکے روز لائے تھے۔ مرغیان بھی تھیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس قریب و جوار میں سبزی پیدا ہوتی ہے۔ راستہ میں کسی طرح کی تکلیف نہیں ہوئی بہت آرام سے گزرا ہمارے قافلہ کے جملہ اونٹوں کی تعداد قریب پانچ ہزار کے تھی۔

یہاں پر دو چار کنوئین ہیں چند درخت خرما کے دیکھے گئے مکہ معظمہ سے چلنے کے بعد یہ پھیلا  
موقع ہے کہ ہم نے مزووعہ زمین کا کچھ حصہ اور کچھ ور کے درخت دیکھے۔ رات میں بڑے زور سے بارش  
ہوئی جس سے لوگوں کو سخت تکلیف ہوئی۔ یہاں سے قصبہ جات البرکہ اور خلیص۔ السوق قریب ہیں  
یہ بالکل ایک ہموار زمین پر واقع ہیں۔ ان مقامات میں کچھ ور کے باغات بکثرت ہیں۔ اور ایک قلعہ  
جو کسی زمانہ میں استحکم پہاڑی پر واقع تھا اب شکستہ حالت میں دکھائی دے رہا ہے۔ دامن میں بھی  
ایک قلعہ ٹوٹا ہوا ہے یہ ہر دو قلعجات بہت قدیم ہیں انکا ذکر علامہ شیخ ابن بطوطہ نے بھی اپنی سفرنامہ  
میں کیا ہے۔ خارجیہ میں یہاں پر جاری ہیں انکے ذریعہ باغات کی آبرسانی ہوتی ہے۔

مقام السیوق یا السوق میں بازار بڑا ہے۔ قرب و جوار کے بدوی قبائل اسی بازار  
سے ہی خرید و فروخت کرتے ہیں۔ قبائل بنی زبیدہ و بنی قضمہ کے لوگ دامن کوہ میں آباد  
ہیں وہاں طرف یعنی جانب شرق جبل راحب کا مسلسل سلسلہ جبل صبح تک چلا گیا ہو۔ چہر  
قبیلہ بنی امر یا عامر کے جنگجو لوٹیرے لوگ آباد ہیں۔ رات کو چوروں کا ڈر بہت رہا مگر کوئی واردات  
نہیں آئی اس مقام پر ذرا احتیاط لازم ہے۔ ایک شخص آج انتقال کر گیا۔

**تضمیمہ** | اس مقام کو عقبۃ السیوق بھی کہتے ہیں۔ روز چہار شنبہ ۲۸ رذوالحجہ مطابق ۲۰ دسمبر  
صبح ۷ بجے متوجہ سے روانہ ہو کر ۱۴ بجے تضمیمہ میں داخل ہو گئے۔ راستہ بہت صاف اور ہموار  
رہا۔ گاڑی اور ریل کی واسطے اس درمیان میں کوئی رکاوٹ نظر نہیں آئی بڑی آسانی سے  
گاڑی آسکتی ہے۔ نصف راستہ تک دہنے اور بائیں جانب چیلر کے چھوٹے چھوٹے درخت  
بکثرت دکھائی دئے۔ اگر کچھ درخت ۱۰ سال تک نہیں کاٹے گئے تو بڑا گہنا عظیم الشان جنگل ہو جائیگا  
۳ بجے کے قریب سمندر کا پانی نظر آنے لگا۔ پہاڑ راستہ سے بہت دور ہو گئے جبل راحب ۲۰ یا ۵  
میل کے فاصلہ پر نظر آتا رہا۔ مقام قدیمہ میں دو چار بچہ عمارتیں جو کسی زمانہ میں عمدہ تھیں ابوقت

شکستہ حالت میں پڑی ہیں۔ بدوؤں کی جھونپڑیاں بھی ہیں قہوہ خانہ اور ضروری ہتھیار کی دوکان ہے۔ کنوئیں بے حساب ہیں مگر اونکا پانی نکلیں ہے۔ آج تمام راستہ میں بدوی عورت تروڑ چار پانی اور مٹری لاکر فروخت کرتی تھیں۔ گذشتہ شب کی بارش سے راستہ میں پانی جمع ہو گیا تھا جس سے لوگ وضو اور استنجا کرتے تھے۔

قضیمہ کا میدان اس قدر وسیع ہے کہ اس میں دو لاکھ آدمی باسانی رہ سکتے ہیں۔ اور کنوئیں کہوڑے سے پانی بہت جلد ملتا ہے۔ گونگیں ہے اگر گرم کر کے پیرسرو کر لیا جائیگا۔ تو کسی قدر بد مزہ تو ہو جاتا ہے مگر نمک اوسکا جاتا رہیگا۔ زمین ریتلی ہے برسات میں سخت تکلیف ہوگی راستہ کے دہنے اور بائیں چند کھجور کے درخت نظر آئے۔ بحر احمر کا کنارہ ۴ میل کے فاصلہ پر ہے۔ خطا ہر بدو کا کوئی خوف نہیں مگر ہمارے دلومین اونکی طرف سے جو دہشت بیٹھ گئی ہے وہ دور نہیں ہوتی اور اوسمی حشت کی آڑ میں لوگ بیچائی کا برقعہ اوڑھ کر لوگوں کے رو برو ہی رفع حاجت کیلئے بیٹھ جابا کرتے ہیں۔ خدا خیر عطا کرے۔

**رایع یارابق** | ۲۹ ذوالحجہ صبرات مطابق ۲۱ ڈسمبر صبح ۷ بجے ہم قضیمہ سے روانہ ہو کر رات کو

۲ بجے مقام رابق میں پہونچے۔ راستہ میں ایک گھنٹہ اونٹوں نے مقام قولیہ پر آرام کیا۔ اس حساب سے برابر ۸ گھنٹے کی منزل ہوئی۔ راستہ میں دو چار وقت بارش بھی خفیف سی ہوئی مگر تمام دن ابر گہرا ہو رہا تھا۔ راستہ پہلے ایک وسیع میدان سے گذرا دور دور پر دہنی جانب پہاڑ نظر آ رہے تھے کہیں درخت یا آبادی کا نشان نہ تھا۔ راستہ میں بدوی لوگ قہوہ وغیرہ فروخت کرتے دکھائی دئے۔ البتہ گدھوں پر کھجوریں لاد کر کہیں دور سے آکر ایک مقام پر بیٹھتے تھے۔ مغرب کے وقت چند ریت کے بڑے بڑے ٹیلے نظر آئے جو ۲ سو سے ۵ سو فٹ تک اونچے اور ہزار سے ۲ ہزار فٹ تک مربع تھے۔ ہوا جب سخت ہوتی ہے تو زمین سے ریت اوٹھ کر ایک جا جمع ہو جاتی ہے اور وہ ایک مقام سے دوسرے



مقام کو کہہ سکتی تھی ہے۔ اور بعض ٹیکریان بچہ کی بھی ملین گواہی اور نجائی سطح زمین سے ۲ سو فیٹ سے زیادہ نہیں ہے مگر دور سے بڑے عظیم الشان پہاڑ نظر آتے تھے۔ راستہ میں برسات کی وجہ سے پانی جا بجا جمع ہو گیا تھا۔ لوگوں نے پیاس رفع کرنیکو بھی پینا شروع کر دیا۔ اگر ایک روز اس قطع میں برسات زور و شور سے برس جائے تو کئے دنوں کیلئے راستہ کی حالت خراب ہو جاتی ہے۔ شبیہی زمین میں پانی تالا بکے مانند عرضہ دراز تک بہا رہتا ہے۔ اونٹوں کا چلنا دشوار ہو جاتا ہے۔ اونکے پیر اکثر کثرت کیچڑ کے باعث پھسلتے ہیں جسکے لئے وہ راستہ بچا کر چلتے ہیں۔ کیچڑ کے باعث ہم لوگ راستہ کو چھوڑ کر دوسری طرف کو گھومتے ہوئے آئے ورنہ شاید ۱۶ گھنٹے کا راستہ تھا۔

عشا کی وقت زیادہ خوف معلوم ہوا تمام اونٹ ایک جا جمع ہو گئے اندھیرا سخت تھا بادل گرج رہا تھا شغرف سے شغرف ٹکرا رہے تھے کوئی شہر بھی لوٹ گئی تھی اور کوئی شغرف گرا پڑا تھا عجیب جج خوف سے گہرا رہے تھے۔ مگر خدا کا فضل ہوا کہ کوئی سخت حادثہ پیش نہ آیا۔ اپنے رسول کو بہانوں کو خدا نے بچا لیا۔ اندھیرے میں اونٹوں کا چلنا بھی خطرے سے خالی نہیں ہے۔

علامہ ابن بطوطہ اس ریگ کے ٹیلوں کی نسبت یوں تحریر فرماتے ہیں عقبۃ السویق میں عجیب جج ستوپینا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس رسم ادا کرنے کی واسطے مسر و شام سے متوسلہ لاتے ہیں۔ اور اس مقام میں شکر ملا کر ستوپیتے ہیں۔ اور امرا لوگ ستو سے حوضین بہر وادینے ہیں اور سب لوگ اونٹین سے پیتے ہیں۔ اس رسم کی نسبت یہ روایت ہے کہ رسول خدا جب اس مقام پر گزری تو آپکے ہمراہیوں کے پاس کچھ کہا نیکونہ تھا۔ حضرت نے وہاں کی ریگ اوٹھا کر اپنے اصحاب کو مرحمت فرمائی اصحاب نے اوسکو گھول لا تو وہ ستو ہو گیا شاید اسوقت پر یہ رسم جاری ہے یا نہیں ہم نے کسکو ستوپیتے ہوئے نہیں دیکھا۔

شب کے دو بجے ہم مقام پر آئے مگر صبح کے ۹ بجے تک ہم کو ایک قطرہ پانی میسر نہ ہوا۔ اور نہ کوئی

شے کہانے کو ملی۔ مینے ممالک شرقیہ میں بہت دور تک سفر کیا ہے۔ اور بڑے بڑے جنگل دیکھے ہیں۔ جہن و شان کا وحشتناک جنگل جنہیں درندے اور ڈاکو نکا خوف بھی تھا۔ مگر اللہ اکبر! اس سفر کا نام ہی سفر ہے۔ راستہ کی بد انتظامی کی وجہ سے اونٹ کی سواری میں تکلیف لازمی ہے۔ تکلیف کی کوئی انتہا نہیں۔ مگر شاہباش ہمارے اولوالعزم دلون پر کہ باوجود اس قدر تکالیف جھیلنے کے بھی شاید ہی کوئی بد نصیب لہمان ہوگا جو زیارت روضہ رسول اللہ سے اس تکلیف کو خیال کر کے محروم رہا ہو۔ ورنہ 44 فیصدی حجاج زیارت نبوی سے مشرف ہوتے ہیں۔ اور مدینۃ الرسول کی دیدار سے اپنے آنکھوں کو منور اور دل کو روشن کرتے ہیں۔ کیا ہی وہ دل ہونگے اور کیا اونکا شوق ہوگا کہ زیارت رسول اللہ کیلئے صرف تیس روز بلکہ اس سے بھی کم دنوں کیلئے ۲۳ روز کی سخت سے سخت مصیبت کو برداشت کر کے مکہ معظمہ سے آکر فوراً واپس چلے جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں میں زیادہ تر جاوی مسلمانوں کا بہرہ اور میرے خیال میں اس راستہ سے ریل کا آنا غیر ممکن نہیں تو سخت مشکل ضرور ہے۔ اگر وہ بھی گئی تو برسات کے موسم میں گونٹ کو بہت انتظام کرنا پڑیگا۔ زمین ہموار ہے۔ پانی سے تکلیف ہوگی۔ اسہی لئے غالباً حکومت کا خیال شرقی راستہ سے ریل نکالنے کا ہے۔ سلطانی راستہ سے نہیں لائینگے۔ راق سے سمندر قریب ۳ میل کے ہوگا۔ میدان بہت وسیع ہے۔ ایک لاکھ آدمی بوقت ضرورت قیام کر سکتے ہیں۔ پانی بافراط مگر ذرا نمکین ہے۔ اسکی وجہ بھی ہے کہ تبحر حجر کا کنارہ نزدیک ہے۔ پانی ۲ کو ایک ٹین یا مشکیزہ ملجاتا ہے۔ لکڑی بکثرت ہے۔ ۴۴ میں دو وقت کا کھانا ۳۰ آدمیوں کیلئے طیار ہو سکتا ہے۔ یہاں ایک ترکی قلعہ ہے جس میں ۲ سو آدمی کے قریب رہتے ہیں۔ مکہ معظمہ سے راق تک بلکہ مدینہ منورہ تک سولے خدائی فرشتوں کے سلطانی فوج کا کوئی سپاہی ملک کی حفاظت کیلئے نظر نہیں آیا۔ نہ کوئی چوکی ہے۔ نہ اوٹ پوسٹ ہے۔ جدہ کے راستہ میں تو جابجا چوکیاں بنی ہیں۔ قافلہ پر حملہ ہو لو کوئی بچا نہیں سکتا۔ حجاج وزائرین بدوون کے رحم پر ہو جاتے ہیں۔

راہق میں ایک مختصر بازار ہے جس میں ضروری اشیاء مناسب قیمت پر میسر آجاتی ہیں۔ سوکھی میچہلی بکرا گھر کی کثرت سے فروخت ہوتی ہے۔ مرغیان اٹدے ولایتی ٹین کی اشیاء دودھ میسر آتا ہے۔ گولازی بطور پرگان چیزیں گران ہیں۔ مگر شکر ہے کہ مل جاتی ہیں۔ دنبہ کا گوشت آٹا کو آج فروخت ہوا۔ اونٹوں کا چارہ کثرت سے فروخت ہوتا ہے۔ مکانات یہاں کے نیم بچتہ جہتین ہٹی کی ہیں۔ اصل شہر ذرا حاصلہ ہے۔ بدون کی جھونپڑیاں اور خیمے بکثرت یہاں موجود ہیں۔ یہ بھی سنا گیا کہ راہق میں جوہری نہیں ہوتی اگر ہو جائے تو کل نقصان کا معاوضہ شریف مکہ کے ذمہ ہوتا ہے۔ غلاطت کا وہی حال ہے جو گذشتہ منزلوں میں تھا اسکی شکایت ہی سچا ہے۔ چونکہ یہ ہمارے ہی بُری عادت کا نتیجہ ہے۔ جہاں سوتے ہیں اوسی جگہ میلا کرتے ہیں۔

ترکی قلعہ کے آگے دو دقیانوسی توپیں شاید خواجہ خضر کی وقت کی پُری ہوئی ہیں جنہیں رنگ اسقدر لگا ہوا ہے کہ روزن نظر نہیں آتا۔ شاید کیسی لڑائی کی پکڑی ہوئی توپیں ہوں ورنہ اس کس میسر کی حالت میں نہ ہوتیں۔ ترکی سپاہ نہایت جست و چالاک اور اچھی وردی میں کھی گئی افسروں کا لباس حسب معمول زرق برق کا نہایت عمدہ تھا۔ ایک جامع مسجد ہے۔ آج نماز جمعہ بھی اسی جامع میں نصیب ہوئی چٹائی اور جائے نماز کا کوئی انتظام نہ تھا۔ نہ باقاعدہ جماعت ہوتی ہے جو آتا اپنی نماز پڑھ کر روانہ ہو جایا کرتا تھا نہ امام کو مقتدی کی ضرورت تھی نہ مقتدیوں کو امام کی حاجت۔

یہاں کا معاملہ کثرت حجاج پر موقوف ہے۔ صبح جو چیزیں نہایت گران تھیں وہی شام کو نصف سے کم قیمت پر ملنے لگیں۔ میرا بدو مجھے دو روز کی بخشش عہد کے حساب سے ۳۰ روپیہ پہلے مانگ لیا۔ موسم کا یہ حال تھا کہ شب کو سخت سردی اور دن کو شدید گرمی آٹھ مقیاس الحرارة ۹۶ درجہ پر رہا۔ اس مقام سے اکثر حجاج راستہ کی تکلیف کو برداشت نہ کر کے جدہ اور یسوع تک کشتیوں کے ذریعہ بھی آیا جایا کرتے ہیں۔ میں قلعہ کے اندر جانا چاہتا تو ترکوں نے اجازت نہیں دی۔ دروازے پر مسلح سپاہی

پہرہ پر کپڑا بہت ہے۔

یہاں کے لوگ بہت سیاہ رنگ ہیں شاید اونہیں آفریقین خون ملا ہو جو افریقہ سے بحر احمر کے ذریعہ یہاں آیا جا کر تے ہیں۔ بال بھی اونکے ذرا گھونگر والے ہیں۔ یہاں پر ایک ڈاکخانہ ہے مگر تار نہیں ہے۔ پیداوار یہاں کی یہ ہے۔ کھجور، مولیٰ، تربوز، بیگن، فرنج بین کی پہلی، بہنڈی شلغم، پیاز، پہاڑوں پر چونہ بہت پیدا ہوتا ہے۔ بدوی عورات سمندر سے صرف گونگے وغیرہ لاکر بیچتی ہیں۔ کل ممالک اجنبیہ کا تقری وطلانی سکے چلتا ہے۔ مگر برنجی سکے سوائے سکے عثمانیہ کو نہیں چلتا۔ مگر گورنمنٹ برطانیہ کے سکے کو سب پر فوقیت ہے۔ آج شام کو محرم الحرام کا چاند نظر آیا سردی بھی زیادہ ہو گئی۔

**مستورہ** یکم محرم الحرام ۱۳۳۳ھ روز شنبہ مطابق ۲۳ دسمبر ۱۹۱۱ء نماز صبح کے بعد قافلہ روانہ ہونے شروع ہو گئے۔ حسب دستور مدرا سی قافلہ برابر ۷ بجے روانہ ہو کر ۶ بجے بیرستورہ پر پہنچا راستہ راق سے پہلے کھجور کے درختوں میں سے گزرا اوسکے بعد ایک وسیع میدان میں آیا۔ اول اول ریگ بہت ملی ظہر کے بعد پتھر اور کنکریلی زمین ملی ۲ بجے دن تک کہیں درخت کا نام نہیں نہ کسی سبزی کا نشان بالکل بق ووق میدان تھا۔ ۳ بجے کے قریب جنگلی درختوں کے جھنڈ کہیں کہیں نظر آئے۔ اور کبلا جنگل بھی ملا اور یہ سلسلہ برابر بیرستورہ تک جاری رہا۔

بیرستورہ کی شمال میں بڑے بڑے تیز اور اونچے پہاڑ ہیں جو دور سے بہت خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔ ان پہاڑوں پر درخت کا نام و نشان نہیں ہے۔ بالکل صاف ہیں پہاڑ پتھر کے ہیں۔ انہیں گزرا مشکل ہے۔ مستورہ کے قریب جب ہم آئے تو ہمکو پہرہ ہی ریگ کے ٹیلے نظر آئے۔ جو ہوا سے ریگ جمع ہو کر مثل پہاڑوں کے ہو گئے ہیں۔ پھر ٹیکریاں ۵ فیٹ سے زاید اونچی نہیں ہیں اور تقریباً ۵۰ سے ۱۰۰ مربع فیٹ ہونگی۔ ریت ایسی باریک اور صاف ہے کہ جسکو دیکھنے سے بھی معلوم ہوتا ہے



کہ قدرت نے چھلنی کر کے اسکو رکھ دیا ہے۔ اس ریگ میں قدسے چمک بھی ہے۔

ایک اور چیز ہمیں دکھائی دی۔ بارش کے ایام میں یہاں جو سیلاب پہاڑوں سے آتا ہے۔ وہ ۵ فیٹ سے ۵۰ فیٹ تک اسی وسیع میدان میں جمع ہو جاتا ہے اور بتدریج کم ہوتا ہے۔ ہم نے سیلاب یا اوسکا پانی تو دیکھا نہیں مگر اوسکے نشانات نمایان طور پر ظاہر تھے۔ کچور کے بڑی بڑی درخت سیلاب میں بہ کر آگئے تھے۔ جو اب تک اٹکے پڑے ہیں دو ایک درخت کو مینے ۷۰ فیٹ اونچی جگہ پر پڑے ہوئے دیکھا ہے۔ اس مقام سے جانب غرب بحر احمر کا کنارہ تقریباً ۸ میل ہوگا۔ میرا بدو کہتا تھا کہ سیلاب کے وقت سمندر سے یہاں تک برابر پانی ہی پانی ہو کر راستہ بند ہو جاتا ہے۔

پہاڑ جانب شرق بہت دور نظر آ رہے تھے۔ پانی کی وجہ سے یہاں کوئی آبادی قریب میں نہیں تھی۔ مستورہ میں پانی کے کنوئیں دو یا تین ہیں۔ پانی ذرا نکلیں ہے۔

مستورہ کی وجہ تسمیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول خدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ہمراہ یہاں کفاروں سے ایک لڑائی ہوئی اور سوت ایک صحابی کی بی بی کو کفاروں نے کپڑے اتار کر زخمی کر کے برہنہ کر دیا تھا۔ تب آنحضرت نے فرمایا کہ اسکا ستر ڈالنا کو اس کے بعد اوس نیک بی بی کا انتقال ہو گیا۔ اونکی مزار ابھی تک باقی ہے۔ اسلئے اس مقام کو مستورہ کہتے ہیں بہت سے اور صحابیوں کی قبریں یہاں پر ہیں مگر اسوقت اونکا پتہ نہیں چلتا ہے۔ بسنا گیا کہ مولانا مولوی عبدالحی صاحب بنگلوری کا مزار بھی اسی مقام پر تھا۔ مگر نشان نہیں ہے۔ ایک شخص جو اسوقت آپ کے ہمراہ تھا اوسنے مجھ کو بتائی تو میں نے سلام پڑھا۔ دو پختہ مزاریں ہیں یہاں آبادی کچھ نہیں ہے۔ ریگستان میں چند بدوی خانہ بدوش کے دو چار خیمے نصب تھے۔ بسنا گیا کہ یہاں سے حضرات شیعہ مقام غم غدیر کو جاتے ہیں۔ جو تقریباً ۸ یا ۱۰ گھنٹے کے راستہ پر جانب شرق واقع ہے۔ اور ایک راستہ یہاں سے بدر کو بھی جاتا ہے۔

حسب دستور بدو پانی اور لکڑی فروخت کر رہے تھے جو زیادہ گران نہ تھی۔ ایک یاد تو ہو  
کی دوکانیں بھی تھیں اونٹوں کا چارہ ملتا ہے۔ یہاں کے پہاڑوں میں تانبہ، لوہا، سیسہ، سیاہ نمک  
اور سونا بھی بعض وقت دیکھا گیا۔ مگر اب تک جیالوجیکل ذرایعہ سے گورنمنٹ ترکی نے کوئی بات کی  
تحقیقات نہیں کی ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ چند جیالوجسٹ ان پہاڑوں میں بھیجے جاتے اور معلوم  
حاصل کر کے گورنمنٹ کو اطلاع کرتے۔

راستہ میں ایک شخص انتقال کر گیا بدن کے کپڑوں سے بغیر غسل و کفن کے بالشت سے کچھ  
بھی اوپر زمین کھود کر اوسکو اوسکے ہمراہی دبا گئے۔ افسوس! خداوند کریم مرحوم کو غریق رحمت  
کرے اوسکے کپڑے اوز کچھونا بھی اوسی جگہ پر چھوڑ گئے۔

آج ایک اور نئی چیز دیکھی۔ لوگ آتے اور جاتے یہاں پر تاجر کے اوپر تبصرہ جمادیا کرتے ہیں جیسے  
برہما میں رستوں کے دہنے بائیں پتھر کے ڈھیر ہوا کرتے ہیں۔

**بیر شیش** | دوم محرم الحرام روز یکشنبہ مطابق ۲۴ دسمبر اور قافلے تو ۳ بجے رات سے روانہ ہو چکے۔

مدراستی قافلہ ۶ بجے صبح روانہ ہو کر ۷ بجے مغرب کو بیر شیش میں داخل ہوا۔ راستہ تمام دن  
میدان میں گذرا۔ ہمارے دہنی جانب شمال مشرق پر جبل ایوب کی سر بلندگی چوٹیاں دکھائی دے  
رہی تھیں جنہیں قبیلہ بنی ایوب اور بنی عوف کے لوگ بکثرت آباد ہیں۔ پہاڑ بہت اونچے اور صفا  
ہیں۔ اونچائی سطح سمندر سے انکی ۲ ہزار سے ۵ ہزار فٹ تک ہوگی۔ راستہ میں بدوی لوگ پانی  
اور کھجوریں لاکڑیچ رہے تھے۔ یہ کل سامان گدھوں پر لا کر راستہ میں لاتے ہیں۔ شام کو پھر  
اپنے مسکن پر چلے جاتے ہیں۔ قریب عصکے ایک مختصر بہاڑی پر سے ہمارا گذر ہوا۔ جو جبل رضوا  
اور جبل صبح سے ملتی ہے۔

ہمارے دہنی جانب جبل صبح اور بائیں پر جبل رضوہ کی چوٹیاں بھی دکھائی دے رہی

تہیں میرے قافلہ کے شیخ سلیمان سے مینے جبل صبح کا نام جُسنَا تو دریافت کیا کہ بلسان کی حقیقت یا اس کا حال معلوم ہو تو بتا۔ اوسنے میرے سوال کا اچھی طرح سے جواب دیا۔

## بلسان اور اوسکی شناخت

سلیمان کی زبانی معلوم ہوا کہ بلسان جبل صبح میں بکثرت پیدا ہوتا ہے۔ اُوں مکہ معظمہ سے طائف جاتے ہوئے جبل قرہ پر بھی ہوتا ہے مگر جبل صبح کا بلسان نہایت عمدہ اور پُر تاثیر ہے اس کا درخت ۳ انیٹ تک بلند ہوتا ہے۔ ڈالین بالکل سیدھی ہوتی ہیں۔ موسم گرما کے وسط میں درخت سے بدوی عورات ایک خاص قسم کی چاقو سے درختوں پر نشتر لگاتی ہیں جس سے ایک قسم کا سفید رنگ عرق نکلتا ہے جس کو وہ اپنے ناخون کے ذریعہ نکال کر علیحدہ برتن میں جمع کر لیتی ہیں۔ بعض تو اس قدر نکالتی ہیں کہ چمچے کے مشکیزے بہر جاتے ہیں۔ جو بلسان کہ موسمِ آخر میں نکالا جاتا ہے اس کا رنگ کیس قدر مائل بہ زردی ہو جاتا ہے اور بھی اچھا اور زیادہ طاقتور سمجھا جاتا ہے۔

اس میں یہ لوگ اپنی چالاکي سے خالص بلسان ہرگز نہیں لاتے جو مکہ اور مدینہ میں فروخت ہوتا ہے وہ مشکل اصلی ہوتا ہے۔ اسلئے ایرانی حُجاج جن کو بلسان کی خواہش ہوتی ہے وہ جبل صبح پر جا کر اصلی چیز خرید کرتے ہیں۔ عرب نقلی اور اصلی بلسان کو اوسکی خوشبو ہی سے پہچان جاتے ہیں۔ اصلی بلسان کا قطرہ اگر بانی کے گلاس یا پیالہ میں ڈال دیا جائیگا تو قطرہ ڈوب جاویگا اگر اوس کو جلا یا جائیگا تو اوس کا دھواں مائل بہ نیلگون نکلیگا۔ اگر بلسان کا ایک قطرہ اپنی انگلی پر ٹپکا کر اوس کو جلا یا جائے تو بغیر انگلی کو صدمہ پہونچنے کے فقط تیل جل جائیگا اور جب کہ اوپر کوئی اثر نہ ہوگا۔ ایرانی سوداگر اوس میں ٹارپن ٹائین آمیز کرتے ہیں اس وجہ سے کہ زرد بلسان اگر اوس میں کوئی شے نہ ملائی جائے تو وہ اپنی ہی بو رکھتا ہے مگر عرب قسام کے اور چیزیں ملا دیتے ہیں۔ بعض ایرانی اور بخاری حُجاج روغن بلسان کے چند قطرے ہمیشہ علی الصباح جُبے

اپنی کافی یا چار پیتے ہیں ملا کر پیتے ہیں جس سے اعصابی قوت کو بہت فائدہ ہوتا ہے۔ زخم کے لئے تو روغن بلسان اکیر کا حکم رکھتا ہے۔ انحرار اور صفرا وادی میں بدو اصلی بلسان لاکر ۲ روپیہ تک رطل نیچے۔ اگر کسی کو روغن بلسان لینا ہے تو انحرار یا صفرا وادی میں کوشش کر کے خریدے اصلی ملجاتا ہے ۱۵ روپیہ سے کم میں اگر رطل ملیگا تو اس کے اصلی ہونے میں بھی شک ہے۔ مذکورہ بالا ترکیب سے اصلی اور نقلی کی تمیز کر سکتے ہیں۔ پانی میں اگر قطرہ ڈوب جاوے یا اونگلی پر بغیر صدمہ کے الگ روغن ہی جلجاوے رنگ اسکا مائل بہ زردی ہو تو اسکو اصلی سمجھو ورنہ نقلی۔ سالانہ عربی ۱۰ انہرار روپیہ کا مال باہر جاتا ہے۔ جو جیل صبح ہی سے آتا ہے۔ غار نور کے پاس بھی بلسان ملجاتا ہے۔ مگر مکہ کے بازاروں میں جو ملتا ہے وہ فقط دھوکا ہے۔ دو چار ریت کے بڑے بڑے ٹیلے آج بھی جنگلی اونچائی ۵۰ سے ۷۵ فیٹ اور قہہ دو سو فیٹ سے ۵ سو فیٹ تک ہوگا۔ پتھر راستہ میں قسم قسم کے صاف و چکنے دیکھے گئے جس سے ایک قسم کی خوشی معلوم ہوتی ہے۔ برسات میں پانی جمع ہونے کے گڑھے بڑے بڑے تالابوں کی شکل میں بالکل خشک پڑے تھے۔ آج کے راستہ میں سوانٹ سے زاید مرے ہوئے ملے۔ اونکے تازے استخوان اس بات کا پتہ دے رہے تھے کہ بچہ جانور اسی سال کے اندر مرے ہیں۔ چند قبریں بھی نظر آئیں معلوم ہوتا ہے کہ قافلہ اس مقام پر ٹہرا ہو کوئی متعدی مرض میں جانور اور انسان مبتلا ہو کر مر گئے ہوں یا کسی نے ڈاکہ زنی کی ہو۔ یا سیلاب کے قافلہ کو نقصان پہونچایا ہو۔ واللہ اعلم

آج کا روز پانی کہیں نہیں ملا۔ اونٹ یا بیل خیر یا گھوڑے کی گاڑی رابغ سے یہاں تک بخوبی آسکتی ہے۔ میرے خیال میں فی میل اوسط ۵۰ روپیہ کے خرچ پر یہاں تک گاڑی کھیلے بختہ سڑک بن سکتی ہے۔ پتھر تو افراط سے موجود ہیں نہ معلوم یہاں گاڑیوں کا رواج کیوں نہیں ہے۔ اور گورنمنٹ کیوں اس طرف توجہ نہیں کرتی۔



بیراشخ میں بہت بڑا میدان ہے جس قدر آدمی چاہے مقام کر سکتے ہیں۔ آبادی مستقل نہیں ہے چند جھونپڑیاں بدوؤں کی ہیں ضروری ہتھیار میسر آ جاتی ہیں۔ پانی اور لکڑی یہاں پر گران ہے۔ ایک گریہ پانی کا ۴ سے ۸ تک فروخت ہوا۔ اور ۲ آدمیوں کے کہانا پکانیکو لکڑی ۴ کی لگی ایسے میدان میں جہاں آبادی کا نام نزدیک نہ ہو گوشت بھی عا روپیہ کو اوگہ ملا خدا کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ ایسے جنگل میں بھی ہمیں گوشت ملا۔ دو کنوئیں ہیں ساری خلقت انہیں کوؤن کا پانی پیتی ہے مگر وہ خالی اور خشک نہیں ہوتے کل قافلے کے اونٹ جو ۵ ہزار سے کم نہ تھے بھی پانی پیئے۔ اللہم زد فزد

**ابیار احسانی** | سوم محرم الحرام دوشنبہ مطابق ۲۵ دسمبر اور قافلے تو صبح ۴ بجے روانہ ہو گئے

مگر دراسی قافلہ برابر ۷ بجے صبح کے روانہ ہو کر ۲ بجے دیکے ابیار احسانی میں داخل ہوا۔ راستہ میں دو چار جگہ چھوٹے چھوٹے ٹیکریوں پر سے اونٹوں کا گزر ہوا۔ بعض مقامات پر سخت گہاٹیاں ہیں راستہ تنگ ہے۔ فقط ایک اونٹ گزر سکتا ہے بہت خوف کا مقام ہے۔ جبل صبح کے دامن میں چھوٹے چھوٹے پہاڑ ہیں اونپر ہوا کے زور سے ریت اوڑھ کر چڑھ گئی ہے جس سے کل پہاڑ ریگ کی ہی معلوم ہوتے ہیں۔ دو چار سال کے بعد کبھی بھی بڑے بڑے ریت کے پہاڑ بن جائینگے۔ اس وقت انکی اونچائی سطح زمین سے ایک ہزار فیٹ تک ہوگی۔ خدا کی شان ہے کہ ریت کو ہوا کے ذریعہ راستہ سے اٹھا کر دھبے اور بائیں کر دیا گیا ہے جس سے اونٹوں کو تکلیف نہیں ہوتی۔ اس میدان میں ہوا اکثر شمالاً و جنوباً جلا کرتی ہے۔ جبل صبح بہت دور سے دکھائی دیتا ہے اور ایسا خوشنما منظر معلوم ہوتا ہے جس کا بیان نہیں۔ بڑی بڑی پتھر ملی چوٹیاں آسمان سے باتیں کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں اونکی اونچائی سطح سمندر سے ۴ ہزار سے ۶ ہزار فیٹ تک ہوگی۔ ان پہاڑوں پر کسی جانب کو راستہ نہیں ہے۔ البتہ وادیوں میں سے راستے جاتے ہوں۔ قبائل بنی صبح کے اسی پر آباد ہیں۔ پہاڑوں پر

درخت کا نام نہیں ہے سوائے پتھر کے اور کچھ شے معلوم نہیں ہوتی۔

ایبار احسانی میں کنوئیں ہیں جنکا پانی نہایت شیریں ہے۔ یہاں پر تقریباً ایک سو نیم نچہ مگنا ہیں جنہیں عرب اور حبشی مع بدوی قبائل کے ملے جلے رہتے ہیں۔ ہشیا، خور دنی مناسب قیمت پر ملجاتی ہیں۔ گوشت دنبہ کا بھرا اور بکری کا عہ راوگہ سے ملا۔ روغن زیتون اور اسکا اپار بھی بکثرت جبل احسانی کے پہاڑوں کا مسلسل سلسلہ اس مقام سے جانب غرب بڑی دور تک چلا گیا ہے۔ یہاں پر انہزار آدمی بخوبی پڑاؤ کر سکتے ہیں مگر بانی کفایت نہ کریگا کنوئیں کہوونے سے بہت نزدیک ہی پانی بلجائیگا۔ جبل صبح بہت آباد ہے میرے ساربان نے کہا کہ مجموعی آبادی قبائل بدوی کی ۴ لاکھ کے قریب ان پہاڑوں پر ہے واقد اعلم۔ اندر کی طرف پہاڑوں کے عمدہ میوہ جات اور پانی کے چشمے جاری ہیں زراعت کہیں کہیں ہوتی ہے کھجور و نارنگین بکثرت پیدا ہوتی ہیں جسے بدوی عورت پانی اور لکڑی لیکر آئیں اور مقامات سے کسی قدر ارزان بیخ رہا۔

یہاں پر چوروں کا بہت خوف بتایا جاتا ہے۔ سمندر کا کنارہ جانب غرب ۶ گھنٹے کی راہ بتاتا ہے۔ آج تمام راستہ میں بدو ہشیا، فروختی لاکڑی چتے رہے۔ سینکڑوں گدھوں پر مال لاؤ کر لایا گیا۔ اور قریب قریب سب فروخت ہو گیا۔ علاوہ انکے فقرار اور مساکین بہت آگئے۔ یہ مقام چاروں طرف پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ ترکی عملداری کا کوئی نام و نشان نہیں نہ سپاہی ہے نہ کوئی پولس۔ اللہ کی حفاظت میں اوسکے حبیب کے مہمان قافلے کے قافلے لئے ہوئے چلے جا رہے تھے۔

آج بھی بہت اونٹ راستہ میں مرے ہوئے ملے۔ یہاں کے باشندوں کی شکل و شبہت افریقین لوگوں کی سی ہے سیاہ فام اور بال گھونگروالے ہیں۔ ان پہاڑوں میں دنبے بکرے اور اونٹ بلا تعداد پائے جاتے ہیں۔ یہاں سے دوراہین مدینہ طیبہ کو جاتی ہیں ایک براہ خلیص دوسرا بیرزیش ہو کر خلیص کا راستہ کسی قدر نزدیک مگر سخت دشوار ہے۔ یہاں قاعدہ بچہ ہے کہ اونٹوں کا سالانہ قافلہ

جس طرف کا رہنے والا ہوگا وہ اسی طرف کو اپنا قافلہ لیجانے کی کوشش کریگا۔ میں اس سفر کے آخر میں  
 میں جتنی راہیں مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کو جاتی ہیں سب مع مقامات منازل کے لکھ دوں گا۔ پس آپ کے اونٹوں کا  
 شیخ جس طرف کا رہنے والا ہوگا ہزار چلے وہاں اپنے گھر کی طرف سے ہی لیجائیگا۔ اگر آپ اس کے خلاف  
 جانا چاہیں گے تو سو طرح کے وسوسے آپ کے دل میں ڈالوا دیگا۔ آخر اس پر اڑیگا بیشک ہم کو جو رستہ  
 بولو ہم جاتے ہیں مگر پہلے بُرے کا ذمہ ہمارا نہیں اتنا کہنے سے آپ اس کے بس میں ہو کر اوس کی  
 مرضی کے موافق سفر کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے ایسا کرنے میں زیادہ دھوکا نہیں ہے بشرطیکہ مکہ معظمہ میں قافلہ کا  
 شیخ شریف مکہ کے پاس ضمانت پر کسی اپنے لڑکے یا اور عزیز کو رکھا ہو۔ ایک اور بات بھی ہے اگر نزدیک کا  
 راستہ لیجاؤں گے تو اونکی بخشش میں فرق آئیگا اسلئے وہی المقدور ذرا پیسہ کا ہی راستہ جانا پسند  
 کرتے ہیں جس میں ایک یا دو سے زیادہ لگین اور اونکی بخشش میں کمی ہو اگر اسی مقام پر فیصلہ کر کے سارے  
 کی بخشش پیشگی لے لیتے ہیں۔ آخر ہمارے شیخ نے فیصلہ کیا کہ مدراسی قافلہ صرف آواہی اور بیریک  
 ہو کر جائیگا اور بعد عشا کوچ کرنا ہوگا۔ مردہ بدست زندہ۔ قافلہ ہمیشہ شیخ کے ماتحت چلتا ہے اس کا حکم  
 برسر و چشم مانتا پڑتا ہے۔ کیونکہ بدوی ساربان اس کے ماتحت ہوتے ہیں جس طرح شیخ چلاتا ہے چلتے ہیں  
 یہ سنتے ہی لوگوں نے جلدی سے روٹی پکانی شروع کی اور قریب ۹ بجے تک کچی پکی جیسی ملی کہا پیکر  
 فارغ ہو گئے۔ میرے ملازم نے گوشت پکایا جو آدھے سے زیادہ پکا نہیں تھا۔ میں تو نہیں کھایا اونٹوں  
 خوب کھایا اور بچش میں مبتلا ہو گیا۔ دو چار اور مبتلائے بچش ہو گئے۔

پیر و مرشد حضرت سید جماعت علی شاہ صاحب نقشبندی قادری مدظلہ العالی براہ خلیص مدینہ طیبہ  
 کو روانہ ہو گئے۔ ہمارا مدراسی قافلہ جس میں ۲۵۰ اونٹ تھے شے کے ۹ بکے برابر ابیا احسانی سے آگے  
 کو روانہ ہو گیا۔

الحکم رات کی روانگی میں کہیں کو خوف معلوم ہوتا رہا بدو لوگ چرافین اور مشعلیں لے کر ہواؤٹوں

کیسا تھ ساتھ جا رہے تھے۔ شغوف یا شہری کے گرنے یا اونٹ کے بیٹھ جانے کا اندیشہ دلمیں لگا ہوا تھا ہر ایک آدمی خوف کے مارے سویا نہیں تمام رات اسی فکر میں گذری طرح طرح کے خیالات دلوں میں آتے اور جاتے رہے ہم اپنے شیخ کے ماتھے میں پھینس گئے تھے اندھیرا ایسا تھا جسکی مثال نہیں بادل اوپر سے گرج کر اور بھی بہکو ڈرا رہا تھا۔ بجز راستہ خاموشی کیسا تھ طے کرنے کے اور کوئی چارہ نہ تھا۔ بدوؤں کا میزان میزان پکارنا اور بھی خوف میں ڈالتا تھا۔ میرا سا تھی ایسا بیفکرا تھا کہ اوسکو دنیا و مافیہا کی خبر نہ تھی بڑی زور کے خرائٹے لیکر سو گیا جو کچھ مصیبت میزان کی تھی وہ مجھ پر تھی میں بدو کی حکم کی تعمیل کرتے رہا جدھر وہ کہتا تھا اودھر جھک جاتا یا آگے یا پیچھے سرکتا رہا۔

یہاں تک تو ہمارے ساتھ اللہ کا فضل رہا مگر اون بیمار و نکالیا حال ہوا ہوگا جو پچپن میں مبتلا تھے اور گھنٹے میں ۸ دفعہ سے کم ضرورت کو نہ جاتے تھے وہ بھی شغوفوں میں ہی رفع حاجت کرتے ہوئے مجبوراً آگے غرض اتنی تکلیف سے ۸ بجے صبح کے تھرا رہیں داخل ہو گئے۔ ۴ بجے شب کے ایک بڑا موضع جسکو صفرا وادی اور الواسطہ بھی کہتے ہیں ملا۔ اندھیرے کے باعث میں کچھ نہ دیکھ سکا ہمارے اونٹ نصف گھنٹے تک اوسمیں گذرتے رہے میرے ناپ میں ایک میل سے گاؤں زاید لانا تھا اوس میں لکھڑیا ۲ ہزار گھربختہ و نیم بختہ ہونگے۔ آبادی ۸ ہزار سے ہرگز کم نہ ہوگی۔ بازار بہت بڑا دو طرفہ دکھائی دیا۔ نہر موضع میں جاری ہے ۳ جگہ اوپر سے نہر کا موٹھ کھلا ہوا ہے۔ جہاں سے لوگ پانی لیتے اور غسل بھی وہی جگہ کرتے ہیں۔ اس وادی کو صفرا وادی کہتے ہیں یہاں سے راستہ بالکل تنگ وادی میں ہو کر جاتا تھا دو طرفہ پہاڑ کا سلسلہ قائم ہے چوٹے چوٹے پہاڑ ہیں جنگلی اور پھائی سطح زمین سے ۵ سو اور سطح سمندر سے ۲ ہزار فٹ کے قریب ہوگی۔ اب ہم کو دن کی روشنی میں وادی کا منظر بخوبی دکھائی دیا۔ جس پر ہم گذر رہے تھے۔ یہ زمین بہت نشیب فراز تھی۔ ریگ بلکی اور کم استوار تھی۔ اوسکے بہت دور تک گہاٹس کا تنکا یا چھاڑی کی بیخ نہیں ٹھہر سکتی تھی۔ مگر گاؤں کو



متصل سنبری اور باغات کے علامات نظر آرہے تھے۔ ہمارے اونٹ رات بھر کے تھکے ہوئے تھے۔ مگر آہستہ آہستہ خرامان خرامان آگے بڑھتے گئے۔ تھوڑی دور کے بعد ہم ایک ہلکی مگر ذرا بیدار اترائی کو طے کرنے کے بعد وادی صفراء کے تہ میں پہنچ گئے۔ جہاں بدوی عورت کھجور بن پانی سنبری و ترکاری فروخت کر رہی تھیں۔ او اسطہ سے ۲ میل پر ایک اور قرطیہ جسکا نام خراما ہے۔ اس میں واقعی کھجور و مہندی کے درخت بکثرت دیکھے گئے۔ ایک میل کے بعد میرا گاؤں الحمر املا۔ جس میں ہم نے چند گھنٹوں کیلئے ڈیرا کیا۔ یہ وہی مقام ہے جہاں ۱۳۳۱ھ ہجری مطابق ۱۹۱۳ء ۸ جنوری کو ۸۰۰ ہندی عجاج کا قافلہ جس میں ۵ ہزار اونٹ معبدون کے ایک سیلاب میں بہ گئے جسکی رپورٹ باقاعدہ انگریزی کونسل تعینہ شدہ نے کی ہے۔ یہ مقام بڑا مخدوش و خطرناک ہر نقشہ سے اسکی کیفیت بخوبی معلوم ہوگی۔ اگر ممکن ہو تو یہاں ذرا بلندی پر ڈیرہ کرنا چاہئے مگر اسطرح کرنا ممکن نہیں چونکہ لوگ بدوؤں کے بس میں ہوتے ہیں وہ جہاں چاہیں گے۔ اور جگہ اور تاریکے اونکی خلاف مرضی عمل درآمد کرنا قریب قریب ناممکن ہے۔ الحمر املا میں ہی نہر جسکا ذکر او اسطہ میں کیا گیا ہے آئی ہے۔ یہاں پر باج جگہ اور سکا موٹھ کھولا گیا ہے۔ پانی نہر کا ایسی سڑی کے موسم میں اس قدر گرم ہے کہ لوگ بڑے شوق سے نہا لیتے ہیں میری خیال میں ۲۰ درجے کی گرمی پانی میں ہوگی۔ پانی کہاں ہے نہر پختہ زمین دوز بنی ہے۔ پانی زور سے رونا ہے۔ گہرائی ۲ فٹ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دور سے پانی آتا ہے اور اونچی جگہ سے آئینکے باعث ذرا زور سے بہ رہا ہے۔ الحمر املا میں ۵۰ گھر کے قریب ہیں عرب اور حبشی مخلوط النسب سب سے ہیں حسنی النسب کے لوگ بھی یہاں آباد ہیں۔ ایک شکستہ قلعہ میدان میں ہے جہاں کسی زمانہ میں ترکی اوٹ پوسٹ رہا کرتا تھا۔ اب اجاڑ پڑا ہے۔ چند قدیم توپیں بھی گاؤں کے پاس پڑی ہیں۔ ہمارے مقام کرتے ہی بدو لوگ دنبہ اور بکرا لاکر ذبح کئے غیر کو ایک اوگہ ملا۔ بکرے بہت سے لائے تھے۔ یہ مقام بھی چاروں طرف پہاڑوں سے گہرا ہوا ہے۔ یہاں سے مینوع کا راستہ جانب غرب چلا جاتا ہے۔

مدینہ منورہ سے ۱۳۲ میل ہے ۴ محرم الحرام روز شنبہ مطابق ۲۶ دسمبر بدوی عورات اور لڑکیاں اقسام کی اشیا بہا لے مقام پر لا کر فروخت کر رہی تھیں۔ جنہیں کھجور کے پھنکے قابل ذکر ہیں بانی اور بکری بہت ارزان تھی نہر کا پانی نیم گرم رہنے کی وجہ سے نقشہ ریاضا کل زائرین غسل کئے۔

میں رابق میں یہ کہنے بھول گیا کہ اٹالین اپنی چالاکی سے ساحل بحر احمر پر بندوقین پتو لین اور کارتوس اسقدر ارزان فروخت کرتے ہیں کہ شاید ہی اور کہیں ایسے سستے ملین ایک پونڈ کو مخرن رائفل رابق میں ملتی رہی میرے بدو نے دو پونڈ میں نہایت اعلیٰ درجہ کی کاربائین مخرن رائفل جبین ۷ یا ۹ کارتوس ایک وقت سما سکتے ہیں خریدا۔

آج الحمر امین جو ایک معمولی جگہ ہے پستول رائفل طرح طرح کے فروخت ہوتے ہوئے دکھائی دئے۔ آج ایک ماذر کاربائین ایک پونڈ میں بدو نے خریدا۔ اس میں شاید اطلالیہ کا یہ خیال ہو کہ کل بدوی قبائل کے ہاتھ میں نہی قسم کی ہتھیار پہنچ جائے اور بروقت یہ لوگ سلطان المعظم کی گورنمنٹ کے خلاف اوٹھ بیٹھیں۔ میں نے ان معاملات میں زیادہ دلچسپی لیکر دریافت حالات کرتا رہا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عرب اور کل بدوی قبیلے جنکی تعداد میں کسی اور جگہ دی ہے۔ آن واحد میں سلاما پر جان دینے کیلئے طیار ہو جائینگے۔ اور شریف مکہ کے حکم کو جان و دل سے بجالائینگے۔ یہ لوگ سلطان المعظم کو دل سے دعا دیتے ہیں روزانہ وقت کی نماز میں دست بدعا ہیں۔ میری سمجھ میں جو یورپین عربوں یا بدوؤں کو ہتھیارین اسقدر ارزان فروخت کر رہے ہیں درپردہ اسلام کی مدد کر رہے ہیں۔ ترک اسکا روائی سے بالکل باخبر ہیں۔ ایک معزز ترک سے جب میں نے اسکا ذکر کیا تو اس نے ہنس کر بھی جواب دیا کہ ہماری مدد عرب میں یورپ کر رہا ہے ہم باخبر مگر بیفکر بیٹھے ہوئے تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ وقت پر اونکو خود اپنی غلطی کا اعتراف کرنا پڑیگا۔ الحمر امین مولیٰ، گاجر اور دوسری بہنری بھی دیکھنے میں آئی اس نہر کے ذریعہ آب پاشی ہوتی ہے۔ آج خلاف معمول ۴ رنی شغوف شب داری کیلئے وصول کئے وجہ یہ بتائی گئی کہ

یہاں خوف بہت ہے۔

## ایک اونٹ کی سزا

مراسی قافلہ میں ایک اونٹ نے کسی بد کو اوسکا بازو اپنے دانتوں سے پکڑ کر اوتھا کر پٹکد یا جس سے اوسکا بازو زخمی ہو کر ٹوٹ گیا۔ اونٹوں کے پاس بیڈٹرک جانا نہیں چاہیے بعض اونٹ جو سستی میں ہوتے ہیں تو بڑے موذی بن جاتے ہیں۔ جس اونٹ نے بد کو کاٹا تھا وہ بڑا زبردست تھا اور مست بھی تھا اوسکو بدو و محنون کہتے تھے۔ زخمی بدو کو اوسکے گائے کو روانہ کر دیا گیا۔ اور اونٹ کی سزا یہ تھی کہ وہ میری سوا کسی کیلئے لایا گیا۔ میں اور میرا ساتھی دونوں کا مجموعی وزن ۱۵ من بچتے اور شخند و دیگر سامان ۲ من کے قریب ہو گا۔ ان بیوقوف کو خیال میں ۱۷ من بچتے وزن کا ایک مست اونٹ پر لا دنا منرا سمجھی گئی۔ مجھے اسکا بالکل علم نہ تھا۔ اور نہ میں نے یہ قصہ سنا تھا۔ صبح جب روانگی کا وقت آیا تو میرا معمولی اونٹ ندارد اوسکے عوض میں ایک زبردست اونٹ موجود ہے۔ میں نے اپنے شتر بان سے دریافت کیا تو اسنے کہا کہ ”یا شیخ ہذا اجل طیب“ اوسکا منہ جالی سے بند تھا اور کف اسقدر جاری تھا کہ جیسے کوئی عربی گھوڑا میری لہنی ڈور ڈور کر آیا ہو۔ میں اور میرا رفیق لاعلمی میں سوار ہو گئے اب بدو کل فخر ڈھو کر دوسرا اونٹوں پر شخند چڑھانے لگے۔ ہمارے اونٹ کی کیفیت تھی کہ ایک جگہ نہیں ٹھہرتا تھا اور ہر جگہ میں مارتا اور کف منہ سے جاری تھا۔ میں نے خوف سے اپنے ملازم کو کہا کہ ذرا اسکو تھام لے۔ اسنے تھام لیا وہ کیا اوس سے سنبھل سکتا تھا بعد ایک بدو نے آکر اوسکو ایک اونٹ کے پیچھے لگا دیا اسپر بھی وہ ایک جانے نہ ٹھہرا اور ہر جگہ مارنے کی کوشش کرتا رہا۔ اسکی ان حرکتوں سے ہم دونوں بہت ڈر رہے تھے۔ بدو کسی کی کپ سنتے ہیں۔ غرض آج تمام روز اونٹ کی تو کیا سزا ہوئی ہم بلائے ناگہانی میں گرفتار رہ گئے۔ جب میں بدو کو خوب ڈرایا اور یہ کہا کہ میں تجھ کو مدینہ منورہ پہنچا کر انعام نہیں دوں گا تب اسنے اونٹ کو کہو لکر دوسرے قافلہ میں ایک اونٹنی کے پیچھے باندھ دیا۔ اور وہ برا بر شام تک بغیر حکر لگائے اوسکے پیچھے پیچھے چلا آیا۔ اہل

نوسے پکارتا رہا جس سے دور تک اسکی آواز خوفناک معلوم ہوتی تھی۔ میری غرض اس تحریر سے یہ ہے کہ لوگ ہمیشہ اپنے ہی اونٹ پر سوار ہوا کرین راستہ میں بدو اگر کیسا بھی اونٹ بدلنے کا بندوبست کریں تو سرگز نہ سنیں بعض بدو ایسے بد ہوتے ہیں کہ اچھے اونٹ کے بدلی بد اونٹ بدل دیا کرتے ہیں۔ زنانہ اگر ساتھ ہو تو ایسے شریر اونٹوں سے بہت پرہیز کرنا چاہئے۔ اونٹوں کے نزدیک بلا خوف جانا بھی اچھا نہیں ہے۔

بہم محرم الحرام روز چار شنبہ مطابق ۲۷ دسمبر ۱۶ بجے صبح کے ہمارا قافلہ مقام الحمار سے روانہ ہو کر ۷ بجے مغرب کے بیرعباس پر پہونچا۔ خاص بیرعباس میں مقام نہیں

**بیرعباس** | کیا نگر ذرا دور آگے بڑھ کر پہاڑوں کے دامن میں لوگ اتر گئے۔ راستہ تمام دن تنگ وادیوں میں سے گذرتا ہوا آیا۔ کسی مقام پر وادی کا عرض پہل سے زیادہ نہ تھا۔ دو چار مقامات پر چھوٹے چھوٹے ٹیکریوں پر سے گذر ہوا راستہ کل پتھر پلار ہا ٹگر کہیں کہیں ریتیلی زمین بھی ملی۔ بڑے بڑے عظیم الشان پہاڑوں کا سلسلہ ہمارے دونوں جانب پر تھا۔ پہاڑ صاف اور پتھر کے سخت و دشوار گزار نظر آ رہے تھے۔ اونکی اونچائی سطح سمندر سے ۵ اور ۶ ہزار فٹ کے درمیان ہوگی۔ پہاڑوں کے اندر بدوی قبائل بکثرت آباد ہیں۔ آج صبح ہی سے ہمارا بدو بلکہ جملہ بدو قافلہ کے اپنی اپنی طرز اور خوش الحانی سے قصیدہ برعیہ کے اشارے گاتے رہے اونکی خوش الحانی صبح کے سہاؤنے وقت پر دلکوا ایک عجیب فرحت بخش رہی تھی۔ میرا ساتھ میرے کہنے پر اس قصیدے کے اردو ابیات جواوسکویا دتھے پڑھتا گیا۔ میں ناظرین کی دلچسپی کیلئے عربی اور اردو ابیات یہاں پر لکھ دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ اس قصیدے کو میرے ایک دوست حاجی محمد محی الدین صاحب سوداگر بنگلور نے ایک مختصر رسالہ کی صورت میں شائع کیا ہے۔ میں اسی رسالہ سے یہ چند اشعار انتخاب کئے ہیں۔

**قصیدہ برعیہ** | از سلطان العاشقین قدوة الساکین زبدة العارفين حضرت شیخ

عبد الرحیم رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ



لَذِي بِالْإِلَهِ وَلَا تَلْذُ بِسِوَاهُ

کیا کام دوسرے سے پناہ خدا میں

مَلِكٌ عَظِيمُ الشَّانِ فِي وَاحِدٍ

وہ مالک بیکانہ ہے بیکتا و بے مثال

أَسْمَاءُهُ دَلَّتْ عَلَى أَوصَافِهِ

عظمت نشان میں نام جلیل الصفات کے

كُلُّ عَلَيْهِ مُعَوَّلٌ وَمُؤَمِّلٌ

اسکی رضایہ ساری جہان کا

فَإِذَا وَقَعَتْ بَشِيرَةٌ أَوْ كُرْبَةٌ

ہنگامہ سختیوں کا بپا تجہ یہ ہو اگر

يَكْشِفُ كُرُوبَكَ عَاجِلًا فَيَجْلُو

تیری مہیتوں کو وہ بل میں کریگا دور

فَادْعُ إِلَٰهَ مَدَدِ الزَّمَانِ لَذِيهِ

اللہ کو پکار سدا اسکی لے پناہ

مَنْ لِلشَّدَائِدِ مِنْ حَيْثُ ثَابَتَا

کھلتے ہیں کس کے سوا سختیوں کو بند

مَلِكٌ تُسَبِّحُهُ السَّمَوَاتُ الْعُلَى

وہ مالک جہان کہ زمین اور آسمان

وَالْعَرْشُ وَالْكُرْسِيُّ الْمَحِيطُ بِعِلْمِهِ

مَنْ لَا ذِي الْمَوْلَى الْجَلِيلِ كَفَاهُ

شاہنشہ جلیل کا بس تجہ کو اسرا

وَتَرْكَرِيمُ الصَّفْحِ جَلَّتْ شَأُهُ

اوسکا کرم بہت بڑی اوسکی ہر شنا

وَتَعَظَّمَتْ وَتَقَدَّسَتْ أَسْمَاءُهُ

ہر نام ایک پاک صفت کا ہے رہنا

مِنْهُ الرِّضَا طَوْعًا لِمَنْ أَرْضَاهُ

ہر خوش نصیب جسکو ملے دولت رضا

فَادْعُ الْكَرِيمَ وَقُلْ سِرِّيَا يَهُو

دل سے در کریم یہ یا ہو کی دوسدا

فَلَكَمُ وَكَمُ مِنْ غَارِقِ أُنْجَاهُ

کے ڈوبتوں کو لطف نے اسکے لیا بچا

مَا خَابَ عَبْدٌ لَا ذِي مَوْلَاةٍ

مولا کی گریباہ ہو تو بند کو غم ہو کیا

مَنْ لِلتَّوَائِبِ وَالْخُطُوبِ سِوَاهُ

حلال مشکلات کا کون اسکو ہے سوا

وَالْأَرْضُ وَالْأَشْجَارُ وَالْأَمْوَاةُ

تبیح جسکی پڑھتے ہیں ہر صبح اور سنا

وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ الْمُنِيرُ ضِيَاهُ

رطب اللسان حمدین ہیں آب اور شجر  
 وَالطَّيْرُ فِي جَوِّ السَّمَاءِ بِرِزْقِهِ  
 زیر فلک پرند اسی کی ہوا میں ہیں  
 وَكَذَلِكَ الْوَحْشُ الْمَشْرِقُ فِي الْفَلَاحِ  
 جنگل میں چلکے پہنچے ہے ہر جانور کو پاں  
 سُبْحَانَ مَنْ لَا يَسْتَعِينُ بِنَاصِرٍ  
 کیا پاک بے نیاز وہ رب جلیل ہے  
 نَادِ بِصَوْتِكَ يَا مُهَيِّمِينَ قَوِي  
 درپردہ اے اسکے کہ یارب یا قوی  
 يَا رَبِّ يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ يَا  
 حنان ہی اور تو ہی مہربان رہنا  
 عَبْدُ بَابِكَ وَاقِفٌ مُتَضَرِّعٌ  
 درگاہ بے نیاز میں تیری بعد نیاز  
 فَاَمَّا مَنْ عَلَيْهِ بَتَوْبَةٍ مَقْبُولَةٍ  
 پس توبہ اسکی اذرہ منت قبول کر  
 وَالْأَطْفَالُ بِعَبْدِكَ سَيِّدِ الْعَالَمِينَ  
 آقا ترا غلام جو عبد الرحیم ہے  
 کل مومنوں کو لطف سے رکھ اپنی بہرہ و  
 یارب بحق سیدنا شافع الامم

اور عرش و کرسی نہ خورشید پر ضیا  
 وَالْحَوْتَ وَسَطَ الْبَحْرِ مَا يَنْسَاهُ  
 دریا میں سبکی فیض کے بجلی کا ہے شنا  
 يَسْعَىٰ إِلَيْهِ الرِّزْقُ نَحْوَ فَلَاةٍ  
 پھیلے ہوئی زمین میں ہر یون و زرخدا  
 وَإِذَا الْبَحَالِاجُ إِلَيْهِ كَفَاهُ  
 پاتا جو سبکی لطف سے ہر بے نواوا  
 يَا مَنْ تَعَالَىٰ فِي عُلُوِّ سَمَاءِ  
 اوسکو پکارے امیہ میں اے ذوالعلاء  
 دِيَانُ يَا سُلْطَانُ يَا إِلَهَ  
 دیان تو ہی اور تو ہی سلطان یا الہ  
 مُسْتَغْرِقٌ مُّسْتَغْفِرٌ خَطَاةِ  
 ڈوبا ہوا اٹھرا ہے بھید بندہ پر خطا  
 وَأَغْفِرْ لَهُ الزَّلَّاتِ يَا رَبَّاهُ  
 پروردگار عفو تو کر اسکی خطا  
 وَالْمُسْلِمِينَ وَمَنْ يَجْلُ حَمَاهُ  
 اُمید وار لطف سے اسکی ہے التجا  
 دُونُو جہانمیں حاجتیں انکی تو کر روا  
 مسکین محی دین کی مقبول ہو دعا

وقت دعا ہر دامن عرفات اور منا

کوہ صفا و مروہ پہ کرتے ہیں جو دعا

تیرے حرم میں جو کہ رگڑتے ہیں بسے آ

میزابِ حمت اور در کعبہ سے آشن

دیدار کعبہ پر سے تصدیق ہے اور خدا

ہیں جانبِ حرم شہنشاہِ انبیاء

جسکی غبار دیدہ دل کی ہے تو تیا

یا رب سبیل ان صلوات و سلام کا

مَآلِحَ بَرَقَ وَأَسْتَدَارَ سَنَاءَ

تسلیم اور تحمید صلوٰۃ اے خدا

جب تک لب ملک پہ ہو سب جان ربا

جب تک چین میں نہکت گل لے پھر صبا

فَاغْفِرْ لِي لَذُنُوبِي حَقَّقْ بِالْمُنَى

یا رب سبیل انکی دعاؤں کا جسکے ہاتھ

رکنِ یمانی زمزم و قربان کہ خلیل

یا رب سبیل انکی دعاؤں کا جسکے سر

یا رب سبیل انکی دعاؤں کا جسکی آنکھ

یا رب سبیل انکی دعاؤں کا جسکے دل

یا رب سبیل انکی دعاؤں کا جسکے منہ

چلتے ہیں شہسوم کئے راہِ مدینہ میں

زوارِ روضہ نبویہ جو پڑھتے ہیں

ثُمَّ الصَّلَاةُ عَلَى النَّبِيِّ إِلَيْهِ

ہوئے نبی و آلِ صحابہ پاپے کے

جب تک فلک پہلے کار ہر خروش

روحِ رسول پاک پہ پہنچا یودود

يَا رَبِّ أَنْتَ تَعْلَمُ مَا فِي سِرِّي

**زیارت عبدالرحیم برقی**

۹ بچے کے قریب وادی خیف میں جدیدہ گاؤں کو پہنچے جہاں پر عاشق

رسول کریم حضرت شیخ عبدالرحیم برقی کا فرار مبارک ایک قبہ کے اندر ہے اونکے پہلو میں اور دو مزار میں

ہیں ایک احمد الحلبی اور دوسری زین العابدین کی یہ دونوں مشایخِ عظام سے ہیں۔ باہر کی طرف ایک مختصر

قبرستان ہے جس میں اور بہت سی قبریں ہیں۔ ایک مختصر مسجد قبہ کے پہلو میں ہے جہاں پر گاؤں کے لڑکے

اور لڑکیاں قرآن مجید اور دسی کتابیں پڑھتے ہیں۔ قبر شریف پر غلاف چڑھا ہوا ہے زردوزی صوفیوں میں

آپ کا اسم مبارک بافتہ ہے۔ سنا گیا کہ سالانہ آپ کا عرس ہوا کرتا ہے ترک عرب اور بدوی قبائل کے لوگ

اور زائرین و حجاج کی نہایت تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ عرب میں آپکا نام بچہ بچہ جانتا ہے آپ کے قصائد اکثر بدو پڑھا کرتے ہیں آپ نے ۱۵ یا ۱۶ وقت حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ تشریف لیجا نا چاہا۔ مگر اکیوت بھی کامیابی نہیں ہوئی ہر وقت حکمت خداوندی سے واپس ہی کر دئے گئے آخری وقت پر اپنے اس مقام پر تڑپ تڑپ کر جان دیدی۔ گاؤن بہت بڑا ہے بعض تو اس گاؤن کو آپ ہی کے نام سے پکارتے ہیں اور بعض جدیدہ کہتے ہیں یہاں پر کھجور کے باغات بہت ہیں نہر بھی جاری ہے۔ بختہ و نیم بختہ مکانات تقریباً ایک ہزار کے موضع میں ہیں۔ آبادی ۵ ہزار کے قریب ہے۔ پانی کے کنوئیں دو تین ہیں۔ ایک شکستہ قلعہ بھی ہے جہاں پہلے ترکی فوج رہا کرتی تھی بدوی عورات بہت سی چیزیں فروخت کی غرض سے لائی تھیں۔ گاؤن سے باہر مزار کے نزدیک بہت زائرین اپنے اونٹوں سے تعظیماً اور ترپڑے اور ہتھونے جا کر آپکی مزار پر انوار پر سلام پڑھا۔ دونے دنگے ایک بختہ کنواں ملا جہاں ایک ترکی آفسر کی قبر بختہ بنی ہے۔ ۱۵ بجے عصر کے بعد بیرعباس ملا جہاں پر ایک شکستہ قلعہ ہے جسکا عدم وجود برابر ہے۔ اس مقام پر دونوں راستہ ملگئے ہیں ایک جو خلیص ہو کر آیا اور دوسرا سلطان راستہ۔ بیرعباس میں چند بدویوں کے ڈیرے اور جو نیڈیریاں دکھائی دیں دو کنوئیں ہیں جنکا پانی اچھا ہے اس مقام کی اونچائی سطح سمندر سے ۲۳۵۰ فیٹ ہے۔ دونوں جانب پہاڑوں کا سلسلہ قائم ہے۔ جس پر بنی حرج شریق قابل رہتے ہیں جو چوری اور غارتگری میں مشہور ہیں۔ اکثر منازل بیرعباس اور بیردیش پر چورون اور ڈاکوؤں کا زیادہ خوف و خطر رہتا ہے۔ جو شخص دس قدم باہر قافلہ کے ہو اب اس کے مارے جانے کی افواہیں جو سنتے ہیں وہ محض غلط ہیں۔ البتہ بنی حرج کے لوگ اگر خاص اس خیال سے کہ چوری کریں۔ آکر قافلے میں شامل ہو جائیے کسی قدر ضرور خوف ہے۔ لوگ راستہ چلتے ہوئے کیون قافلہ کو چھوڑنے لگے البتہ مقام پر رفع حاجت کیلئے مختصر ڈیرا یا پردہ وغیرہ کر لیکر رہنا اچھا ہے۔ عورت اور مرد کے پردے کا لحاظ کچھ نہیں رہتا ہے بغیر دو چار محافظ یا اپنے شتر بان کے کوئی اگر رفع حاجت کیلئے باہر قافلے سے



چلا جائے تو خطرہ سے خالی نہیں ہے۔ خاص کر یہ منزلیں ذرا کٹھن ہیں یہاں بخل و کجوسی سے کام لینا سراسر حماقت ہے۔ ذرا دل کہو لکر یہاں خرچہ کیا جائے۔ تمام عمر میں ایک دفعہ حج فرض ہے اور وہ بھی کنگلے پن سے کیا جائے تو جائے شرم اور افسوس ہو اس راستہ میں اپنی جان و مال اگر نہ سناٹھ ہو تو عیال و اطفال کیلئے جتنا خرچ کیا جائے اتنی راحت ملے گی۔ زر پر سفر و لاد نہی نرم شود کا معاملہ اسی راستہ کی مصداق ہے۔ بیرعباس سے ۱۰ گھنٹے کی اور سافت طے کر کے ہمنے مقام کر دیا وہ یہ بتائی گئی کہ بیرعباس میں جو روٹکا خوف ہے۔ اور یہ جگہ ہمارے قافلہ سالار کی ہے آج رات کو زیادہ احتیاط سے خبر داری کی گئی۔ پانی یہاں سے اگلی منزل کیلئے لے لیا گیا۔ شام کو ایک افواہ سنی گئی کہ کسبئی نے ایک بخاری کو مار دیا مگر میں ایسی خبروں کو یقین نہیں کرتا ہوں بدو لوگ زیادہ بخشش لینے کی غرض سے خواہ مخواہ ایسی فضول خبریں اڑا دیا کرتے ہیں۔ ۶ محرم الحرام روز جمعرات مطابق ۲۸ دسمبر اور قافلہ نے تو رات کو ہی نکلنے کی طیاری کی مگر ہمارا قافلہ صبح برابر ۶ بجے روانہ ہو کر ۷ بجے شام کو مقام بیردیش میں داخل ہو گیا۔ راستہ آج بھی تنگ وادیوں سے گذرتا ہوا آیا دو دن جانب بڑے بڑے اونچے پہاڑ تھو جنکی بلندی ۵ اور ۶ ہزار فٹ سے کم نہ تھی۔ بعض زیادہ اونچے پہاڑوں کی چوٹیاں سفید بادل میں ڈھپی ہوئی تھیں۔ ایک پہاڑ کی چوٹی ایسی گول اور بلند نظر آرہی تھی کہ وہ بالکل سب سے علاحدہ معلوم ہوتی تھی۔ یہ تمام دن پادل ہی میں پوشیدہ رہی میرے قیاس میں اوسکی اونچائی ۷ ہزار فٹ سے ہرگز کم نہ ہوگی۔ اور وادی سے اوپر تک ۳ اور ۴ ہزار فٹ بلند ہوگی دشوار گزار پہاڑ معلوم ہوتے ہیں۔ کوئی راستہ ان پر جانے کا اوپر کی طرف نہیں دکھائی دیا۔ شاید اور کسی جانب سے ہو تو ہو۔ مگر پہاڑوں کے اوپر بدوؤں کے گھرنظر آرہے تھے بکریاں اور اونٹ بھی چرتے ہوئے دکھائی دئے۔ اوسکے بعد سہام پہاڑ بلند سطح کو وادیوں کے پیچھے تقاطع کیا ہوا ہے۔ جن میں سے بعض وسیع بعض تنگ اور بعض پیچڑا ہیں۔ لیکن دونوں جانب بلند پہاڑوں کی چوٹیاں سر بفلک دکھائی دے رہی ہیں جن پر

گہاٹن یا درخت کا نام نہیں ہے۔ راستہ انہیں اس طرح جارہا ہے کہ گویا چونہ کے پہاڑ سے مصنوعی طور پر کاٹا گیا ہے۔ ان وادیوں میں قبائل صبح اور امر کی آبادی اور سرسبزی اجتماع ہے۔ باغات۔ مکانات اور بلسان کے درخت اور دیہات نظر سے گہرائیوں میں چھپے ہیں۔ اور حجاج و زائرین خشک زمین پر سفر کرتے ہیں۔ ان وادیوں کی زمین ہلکی ہے جس میں ریگ اور چھوٹے چھوٹے کنکر ملتے ہوئے ہیں۔ جو پہاڑیوں سے نیچے بہ گئے ہیں۔ اور سیلاب کی گذر کے راستہ جا بجا نظر آتے ہیں۔ مگر یہ نالے کسی جگہ ندی یا سمندر میں جا کر نہیں ملتے ہیں۔ اونکا پڑا حصہ زمین کے نیچے جذب ہو جاتا ہے۔ ان سیلابوں میں سے ایک بھی راستہ میں ٹوٹنے کے بغیر تھرا حمر تک نہیں پہنچتا۔ بعض تو پہاڑوں کی حدود کی اندر ہی فوراً جذب ہو جاتے ہیں۔ مجھے بدوؤں کی زبانی معلوم ہوا کہ اگر یہاں سطح زمین کے اوپر پانی کا قحط ہے تو اس کے نیچے ہر سو میں اسکی کمی نہیں ہوتی ہے۔ یہی اندرونی وادیوں کی سرسبزی کا باعث ہے۔ میرے شتربان کی زبانی یہ بھی بتا لگا کہ اندرون وادی ۲۰ یا ۳۰ ہاتھ کہو دنے سے پانی با فرا نکلتا ہے۔ بلکہ بعض مقامات پر اس سے بھی کم گہرائی میں پانی نکل آتا ہے۔

سرمین حجاز کا پانی بحر نہر زبیدہ اور مخصوص چائنات مدینہ منورہ و عین زرقہ کے کسی قدر نکلیں گے۔ مگر جو لوگ اس کے پینے کے عادی ہیں اونکو بالکل بدمزہ معلوم نہیں ہوتا۔ ابیا رحسانی اور بیرویش پر نکلیں تو کیا بلکہ لوہا ملا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ جو زمین کی اون طبقات کی ہیئت کا پتہ دیتا ہے جس سے گذر کر آتا ہے۔ یہاں کی مٹی زبان پر رکھنے سے نمک کا ذائقہ محسوس ہوتا ہے۔ ان پہاڑوں پر مختلف دھاتوں کا ہونا تعجبات سے نہیں ہر۔ اہل عرب کو عموماً اور ترکوں کو خصوصاً اس جانب توجہ کرنی چاہیو افسوس ہے کہ میں حیا لوجی سے واقف نہیں ہوں ورنہ خود اسکی نسبت تلاش کرتا تھا۔ انشاء اللہ کوئی نہ کوئی حیا لوجسٹ بھی حج سے مشرف ہو کر اس مسئلہ کو حل کر دیگا۔

بیر روحاء | دشل بجے کے قریب بیر روحاء پر پہونچے۔ اس مقام پر دو کنوئیں ہیں ایک کا نام

ذات العلم ہے لوگ کہتے ہیں کہ اس کنوئین حضرت علیؑ نے جنون سے جنگ کیا تھا۔ اس وقت یہ کنوان خشک پڑا ہے۔ یہاں پر اکثر شیعہ اصحاب اتر کرتے ہیں۔ دو سکر کنوئین میں ذرا سا پانی ہو۔ لوگ پانی اور کھجور اور روٹیاں لیکر آئے تھے۔ یہاں کی بدوی عورت ایسی پاکیزہ روٹیاں بنا کر لائی تھیں جنکو دیکھ کر میں عیش و عشرت کر رہا گیا۔ ایک روٹی ایک تولہ سے شاید ہی وزن میں زائد ہو اور چورائی میں ایک فوٹ گول تھی۔ آٹا اچھا نہ ہونیکے باعث مزے میں فرق تھا مگر اونکی بناوٹ میں کسقی کا نقص تھا۔ سینے ایسے پاکیزہ روٹیاں لکھنؤ کے سوا اور کہیں نہیں دیکھی ہے۔

بیرودھار سے بیرودیش کے مابین ۹ گھنٹے کی مسافت میں ہم کو تمام کیکر کے ہی درخت ملے یہ پہلا جنگل تھا جسکو ہم نے ارض مقدس میں دیکھا اگر یہ درخت دس پانچ سال نہ کاٹے گئے تو بہت گہنا جنگل ہو جائیگا۔ سواہی بھول کے اور کسی قسم کا درخت نہیں نظر آیا۔ وادی کہیں تنگ اور کہیں شادہ ہو گئی ہو مگر اسیل سے زائد کہیں چوڑی نہ ملی۔ اور دو فرلانگ سے کم ہی کہیں نہ تھی۔ بارش میں یہاں پر بطور نالے کے پانی روان ہوتا ہو اور زمین کی قوت جاذبہ اس قدر تیز ہے کہ پانی کو بحر احمر تک جانا نہیں دیتی راستہ ہی میں جذب کر لیتی ہے۔ اس وادی میں چونہ کے پتھر اور کنکر کے ہمراہ ریت بھی ملی ہوئی ہے۔ ۱۱ بجے دن کو وادی سدا رہ بن گذر ہوا۔ یہاں پر بھی بہت بھول کے درخت تھے۔ بدوی لوگ پانی لیکر راستہ میں بیچنے کی غرض سے آئے تھے چھوٹے چھوٹے لڑکے اور لڑکیاں بدوؤں کے آنکر اپنی خوش آواز سے کچھ ہرستہ فقری پڑھ کر مانگتے رہے لوگ پیسہ یا روٹی دیدیا کرتے تھے۔ اونکے زبان سے جو دعائیہ فقری نکلتی تھے وہ مجھ بہت پیاری معلوم ہوئی اور میں اونکو اپنی آخر دم تک یاد رکھوں گا۔

حمرار | وادی سدا رہ کے دہنے بازو جو بڑے اونچے پہاڑ ہیں اونکو جبل درجاہ کہتے ہیں۔ ۲ بجے دن کے منزل حمرار ملی۔ دو کنوئین تھے ایک بالکل خشک اور دوسرے میں کسی قدر پانی تھا۔ یہاں پر بھی قافلے اکثر اتر کرتے ہیں۔ یہاں پر پہاڑ کا موڑ ہے۔ راستہ کسی قدر اوپر کو چڑھ کر پہر نیچے کی طرف اترتا ہو۔

**عار** ۱۵ بجے شام کو منزل عار پر گذر ہوا۔ یہاں پر پنجابی قافلہ اُترا ہوا تھا۔ یہاں پر بھی دو کنوئیں ہیں ایک بالکل خشک اور دوسری میں قدرے پانی تھا۔ یہاں پر بہت کم آدمیوں کے رہنے کی جائزہ ہے۔ اس مقام کے دھننے اور بائیں بدوی لوگ بکثرت آباد ہیں۔ آج راستہ میں پہاڑ بھی رنگ بزرگ کے ملے ہیں کوئی سرخ اور کوئی سفید تھا عجیب ہیئت اور خوش نما منظر تھا۔

**بیردیش** | بیردیش پر جب ہم آئے تو بدو ہم کو خوب ہی ڈرانے لگے کہ ذرا ہر شغوفن سے دہرے اور دہرے نہیں دیتے تھے اور خواہ مخواہ کی دہشت دلارہے تھے اور اپنی بند و قونگواند ہیرے میں آسمان کی طرف کر کے یوں ہی سینکڑوں خیر کرتے رہے گولیوں کو اندھا دہند چلایا کہنے کہ مجھے خوف ہوا کہ کہیں انکی گولی کسی کو نہ لگ جائے اور بتلائے مصیبت نہ ہو۔ وہاں کوئی پُرساں حال ہی نہیں کہ کیوں گولی چلائی گئی۔ اور کس طرح کوئی مرا۔ جو مرا وہ زمین کے حوالے ہوا جو زندہ رہا اس نے مدینہ طیبہ پہنچ کر آستانہ بوسی کی سعادت حاصل کی۔ خدا کا فضل رہا۔ کوئی واقعہ نہ ہوا اور نہ کوئی واردات سننے میں آئی۔

یہاں پر کوئی ۵ ہزار لوگ اُتر سکتے ہیں پانی نہیں ملتا ہے برائے نام دو کنوئیں ہیں جنہیں ذرا ذرا پانی ہے۔ بدو لوگ کہیں اور جگہ سے پانی لاکر فروخت کرتے ہیں۔ ۵ روپیہ کو ایک گربہ ملا ہے لکڑی تو ذرا ڈھونڈے سے مل جاتی ہے۔ آج ایک نئی چیز میری نظر سے گذری میں نے یہی بہت ممالک دیکھی ہیں۔ مگر اس قسم کا نظارہ اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ پہاڑوں کے چوٹیوں سے برابر اسن تک یعنی سطح وادی تک ادھر کی جانب ایک دیوار کے مانند نشان نظر آیا ہے۔ اس کے جتنے پہاڑ اور اس کے ڈھلوان ہیں اتنے دیوار میں معلوم ہوئے۔ نقشہ جو پڑھ سکتے ہیں ان کو بخوبی ظاہر ہوگا۔ میں نے جو نقطہ لگایا ہے وہ

دیوار کی یا قدرتی حد کی علامت ہے اس کا نمونہ یوں ہے

آج تمام شب بڑا بڑا کی بکا رہتی ہے خواہ مخواہ لوگ بکا کرتے تھے۔ آج خالی اونٹ نیوے کی طرف جاتے ہوئے سینکڑوں ملے۔ کوئی بڑی دردناک اور حسرت بھری آواز سے امیر منیائی کے یہ اشعار پڑھتا تھا



## قصیدہ امسیاری

و کہا ہے یا آلہی وہ مدینہ کیسی بستی ہے  
 محبوب بستی مدینہ ہی جہاں رحمت بستی ہے  
 تصور میں ہر تصویر محسوس گرد پرتی ہے  
 پیری کو حور کو کیا دیکھیں تیرے دیکھنے والے  
 مزا ہر زندگی کا یاد محبوب آلہی میں  
 جلاجل بند آنکھیں شوق سے راہ مدینہ میں  
 دو عالم کی حقیقت کیا ہے جس عشق کو آگے  
 محسوساتی کوثر کو کیا دھڑکا قیامت کا  
 مدینہ کو امیر اب ہند سچل چونکا ہر غافل

جہاں دن رات یا سولا پتری رحمت بستی ہے  
 زیارت کو ہماری آنکھ مدت سے ترستی ہے  
 ہماری بُت پرستی و حقیقت حق پرستی ہے  
 کن آنکھوں میں یہ شوخی ہو کن آنکھوں میں بستی ہے  
 جو غفلت میں بسر ہو موت کے بدتر وہ بستی ہے  
 زمین پر صاف آئینہ بلندی ہر نہ بستی ہے  
 عجب نعمت سے جس قیمت کو مائتہ آجا کر بستی ہے  
 جسے کہتے ہیں کوثر وہ مقام می پرستی ہے  
 کیسی نیند سوتا ہر کیسی تیری بستی ہے

رات کے ۱۲ بجے سے ہی لوگوں نے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہونا شروع کیا۔ دو ایک قافلے ہمارے سے  
 آگے ہی روانہ ہو گئے۔ مگر ہمارا قافلہ برابر ۱۲ بجے رات کے پیررویش سے روانہ ہو کر ۳ بجے دن کے یھنے قریب  
 عصر باب عنبری پر داخل ہو گیا۔ اونٹوں کی رفتار سے آج بذریعہ پیمائش کے معلوم کی تو فی گھنٹہ ۱۲ میل کی  
 تھی۔ ہر ۶ منٹ میں پاؤں میل چلا کرتے تھے اس حساب سے ۲۴ منٹ میں ایک میل۔ رات کو کسی قدر اس سے  
 زیادہ چلا کرتے ہیں اوسط ۲۱ میل کہنے سے برابر حساب ہلکتا ہے۔ ۷ فہرم الحرام روز جمعہ مطابق ۲۹ دسمبر  
 صبح ۹ بجے کے قریب ایک گہاٹی ملی جس پر سے اونٹ ہمارے گزر کر آئے وہاں سے ذرا دہنی طرف کسی قدر  
 اوپر چڑھ کر ٹیکری پر جانے سے مدینہ منورہ اور روضہ مبارکہ کا گنبد اخضر بخوبی دکھائی دیتا ہے۔ جہاں قافلہ  
 ذرا آہستہ چلتا ہے ہماری آنکھوں نے جو سب سے اول چیز دیکھی وہ جناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ  
 والتسلیمات کے روضہ منورہ کا سبز گنبد تھا۔ خود بخود ادب سے سر پئے تسلیم خم ہو گئے۔ جوش محبت سے آنسو

جاری ہو گئے۔ خوشی و فرحت طاری ہو گئی۔ حجاج کی محبت قلبی دلی مسرت کا بیان کس زبان اور قلم سے ادا ہو سکتا ہے۔ وہاں سے اوتر کر نیچے وادی میں آ گئے۔ پہر ایک وسیع میدان میں گذر ہوا۔ انجے دن سے برابر گنبد خضراء اور مسجد نبویؐ کے عالیشان منارے نظر آتے رہے اس حساب سے برابر امیل سے منارے نظر آنے لگتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب داخل ہو گئے مگر چلتے چلتے انسان تہک جاتا ہے اکثر حجاج تعظیماً و کمرائید پیدل چلنے لگے۔ میں بھی چار میل تک پیدل چلا۔ بیر عثمانؓ اور بیر علیؓ کے پاس سے گذر ہوا۔ بیر علیؓ کے پاس ایک مسجد ہے جسکو مسجد علیؓ کہتے ہیں۔

میدان نہایت وسیع اور صاف ہے۔ دخت کا نام و نشان نہیں سنا گیا کہ بدو لوگ یہاں پر بھی اکیلے آدمی پر حملہ کرتے ہیں۔ میں بیر عثمانؓ کے پاس اپنے قافلہ سے سو گز سے زیادہ آگے ہو گیا تھا مگر اونٹ نظر آ رہے تھے اور میرے آگے بھی بہت سے پیدل لوگ چلے جا رہے تھے۔ میرے ساربان کو قافلہ کے شیخ نے میرے روکنے کیلئے روانہ کیا وہ دور کرایا اور کہنے لگا یا شیخ حرامی کثیر لا روہ۔ میں نے کہا ابے چل یہاں کیا ڈر ہے لوگ سب جا رہے ہیں یہ تو شہر کے قریب ہے مگر اوسنے میرا کوئی عذر نہ مٹاؤ۔ مجھ کو کھڑی ہونے پر مجبور کر دیا۔ آخر میں میرے اونٹ کے آنے تک کھڑا ہر دو بارہ اس پر سوار ہو گیا۔

روضہ مبارکہ کا نظر آنا اور رائے بن کا اضطرابی میں جلد جانا راستہ کا نہ کٹنا زیادہ شاق گذرتا تھا۔ جتنا چلتے تھے اتنا ہی باقی نظر آتا تھا آخر خدا خدا کر کے باب عنبری پر ۳ بجے کے قریب پہنچ گئے۔ سب سے پہلے پختہ عمارت جو ہم کو نظر آئی وہ مسجد سلطانی ہے جو ریل سٹیشن کے متصل حجاج و زائیرین کیلئے بنی ہے نہایت خوبصورت مسجد ہے سیاہ پتھر اور سمن لگے ہیں ترکی دستکاری و معماری کا اعلیٰ نمونہ ہے جو یورپ کی عمارات سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ مسجد کی بناوٹ پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ اب بھی ہم میں ایسے افراد موجود ہیں جو یورپ سے کسی کام میں کم نہیں ہیں۔ ریلوے سٹیشن بالکل قریب ہے۔ لوگ بہت سے سوار ہونے کیلئے آئے تھے۔ ریلوے کا مفصل حال وقت رواں لکھا جائیگا۔

مسجد کے متصل ایک قہوہ خانہ ہے بخاری تہرکی، چرکسی دیور و پی حجاج قہوہ نوش کر رہے تھے اکثر ہندی حجاج اس مبارک ریل کو بڑی خوشی کی نظروں سے دیکھنے لگے۔ باب عنبری سے گزر کر فوجی پارک ملا اور ایک کشادہ گلی کے ذریعہ مدینہ منورہ میں داخل ہوئی۔ یہاں کا انتظام کچھ اور بھی ہے بلکہ معظمہ میں اور بھی تھا۔ وہاں شریفی دربار یہاں تہرکی سرکار۔ باب عنبری سے اندرون شہر آؤ آؤ ۴ بجگئے سامان وغیرہ اپنے مقامات پر لیجانے تک برابر ۵ بجگئے راستہ کی تہکان اور جسم کی کٹافٹ اور وقت پر بانی کے میسر نہ آنے سے غسل سے معذور ہو کر عینے مغرب اور عشا کی نماز اپنے مسکن پر ادا کی

مدینہ منورہ کی اقامت | ۷ محرم الحرام ۱۳۳۳ھ روز جمعہ بھی میرے لئے ایک باسعادت اور اسکا مفصل بیان روز تہاکہ میں دیا رسول اللہ میں داخل ہو گیا۔ ایک شخص

کمرہ میسری منزل پر باب الرحمۃ کے بالکل متصل سید احمد بافقیہ کا کرایہ پر لیکر قیام کیا۔ دوسری روز غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر دربار نبوی کی آستانہ بوسی اور سلام کیلئے حاضر ہوا حرم نبوی کو دیکھتے ہی میری دلیں یہ خیال آیا کہ آج ہم کہاں ہیں فوراً میری پرو مشد حضرت حافظ الحاج سید جماعت علی شاہ صاحب شہندی مظلہ العالی کا وہ مضمون یاد آگیا جسکو آپ نے انوار صوفیہ میں شائع فرمایا تھا آج ہم وہاں ہیں جو جبریل کا مہبط ہے۔ جہان رحمت اللعالمین حیات النبی تشریف فرما ہیں۔

جہان ہر روز ستر ہزار فرشتے صبح اور شام نازل ہو کر درود شریف پڑھتے رہتے ہیں۔

جہان ایک نماز ایک ہزار رکعت اور بروایت دیگر ۵۰ ہزار رکعت کا ثواب رکھتی ہے۔

جہان حضرت رحمتہ للعالمین اپنے نازک اور مبارک قدموں سے چلتے پھرتے تھے۔

جہان کی مٹی میں خاک شفا ہے۔

جہان کی ایک نیکی پچاس ہزار نیکی کا درجہ رکھتی ہے۔

جہان فی صدی ۹۰ رحمتیں نازل ہوتی ہے اور باقی ساری دنیا میں ۱۰۔



# دیرمَنور میں مسجد نبویؐ کا بابِ اُرحمۃ







جہان کے باشندے قیامت کیدن سب سے پہلے اُٹھائے جائیگے اور ساری مخلوقات سے پہلے  
اون کی شفاعت ہوگی۔

جہانِ رستہ اللعالمین کا دربار فیضِ آتا رہے۔

جہانِ حاضر ہونے سے سارے گناہ بخشے جاتے ہیں۔

جہانِ مکہ معظمہ کی نسبت دگنی برکت کے لئے آنحضرتؐ نے دعا مانگی تھی۔

جہانِ حاضر ہونے سے آنحضرتؐ کی شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔

جہانِ جنسرات ائمہ اہلبیت و اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مکانات و مزارات ہیں۔

جہانِ بہشت کے باغون میں سے ایک باغ ہے۔

جہان کے حاضر ہونے سے حدیث لا تشدوا لرجال الا الی ثلاثۃ المساجد کی تعمیل ہوتی ہے۔

جہانِ حاضر ہو کر سلام عرض کرے آنحضرتؐ بذاتِ خود جواب دیتے ہیں۔

جہانِ حاضر ہونے سے تمام انکار و عموم و ہجوم رفع ہو کر دلکوت سکین اطمینان ہو جاتا ہے۔

جہان وہ ستونِ خانہ موجود ہے جو آپ کے فراق میں چین چین مار مار کر رو یا تھا۔

جہان آپ کا منبر و محراب و مسجد موجود ہے۔

جہان وہ برکت ہے جو رویِ زمین پر کسی جگہ نہیں۔

جہان کے باشندے ساری دنیا سے خوش خلق ہیں۔

جہان پر آجکل تقریباً کل رویِ زمین کے مسلمان موجود ہیں۔

جہان پر حاضر ہونے سے اسلام کی شان و شوکت معلوم ہوتی ہے۔

جہان ایک ہی جگہ ہندی، جادی، بروہی، بخاری، ترکی کھڑے رہتے ہیں۔

جہان بادشاہ و مسکین سب دربارِ نبویؐ میں برابر کھڑے رہتے ہیں۔

جہان کے بازاروں میں شراب نہیں ہے۔

جہان کوئی بازاری عورت زانیہ نہیں ہے۔

جہان قساویازی نہیں ہے۔

جہان قہرسم کی سبزی و ترکاریاں موجود ہیں۔

جہان ہر ایک چیز باوجود اژدہا مخلق کے سستی ہے۔

جہان ایک جگہ ہے جو بیت اللہ بلکہ عرش معلیٰ سے بھی افضل ہے۔

جہان قطع نظر اور سب خوبیوں کے ایک ایسا متبرک مکان ہے جو دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔

جہان سنگدل سرسنگدل مسلمان کا حاضر ہو کر واپس جانے کو دل نہیں چاہتا۔

جہان سوائے مسلمانوں کے اور کوئی قوم حتیٰ کہ دیگر اہل کتاب کا گزر نہیں۔

جہان ہزار عاشقان رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سب تعلقات دنیاوی چھوڑ کر بیٹھے

ہوئے ہیں اور شہر اونکا ورد ہے یہ یا محمد ترا در چہوڑ کہاں جاوے غریب : ہا دشاہی سے

تو ہتر ہے گردائی تیری :

جہان قیامت تک ایماندار لوگ رہیں گے۔

جہان سے اسلام نکلا اور تمام دنیا سے پہر پہرا کر اس جگہ واپس آجاوے گا۔

جہان قیامت تک عالم موجود رہیں گے۔

جہان وصال اور طاعون اور دابة الارض و غیرہ کوئی قیامت تک داخل نہونے پاوے گے۔ اور وقت

اس شہر کے دروازوں پر فرشتے محاطت کیواسطے کھڑے ہو جاوے گے۔

جہان ایک قبرستان ہے جہان کے مدفون کیواسطے بہشت کی بشارت آچکی ہے۔

جہان مسجد نبوی کے اندر ایک چھوٹا سا کنواں ہے جو کوثر کے نام سے موسوم ہے جسکا پانی پینے

سے ظاہری و باطنی بیماریوں سے شفا ہو جاتی ہے۔

جہان حاضر ہو کر انسان قسم کھائے کہ میں بہشت میں ہوں تو وہ اپنے قسم میں سچا ہوتا ہے۔  
جہان ایک ایسا نورانی گنبد ہے جسکی زیارت کرنے کیوقت عاشقان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک روحمیں دُور شوق سے پرواز کر جاتی ہیں۔ جیسے حضرت شہیدی ہندیؒ۔ اور ایک بخاری جو گذشتہ مہینے میں فوت ہوا اور ایسی صد ہا مثالیں موجود ہیں۔  
جہان کی خدمتگزاری اور جاروب کشی کو بُرے بُرے بادشاہ مثل سلطان روم اپنا فخر اور ستارہ سمجھتے ہیں۔

جہان کے حاضر ہونیسے اس خدائی حکم کی تعمیل ہوتی ہے جو قرآن شریف میں ولوا انفسہم اذ ظلموا انفسہم جاؤا الی آخر سے ظاہر ہوتا ہے۔

جہان کی کجورین ساری دنیا سے زیادہ شیریں اور لذیذ ہیں۔  
جہان وہ رحمۃ اللعالمین تشریف فرما ہیں جن پر ایک مرتبہ درود پڑھنے سے دس مرتبہ رحمت الہی نازل ہوتی ہے۔

جہان حاضر ہونیسے اس فرمان کی تعمیل ہوتی ہے جس میں ارشاد ہے کہ جس نے وفات کے بعد میری زیارت کی اس نے گویا میری حیات میں زیارت کی۔

جہان کوئی کسی کو بلبند آواز سے نہیں بکارتا۔

جہان لڑائی جھگڑے کیوقت متخاصمین درود شریف پڑھنے سے فوراً لڑائی بند کر دیتے ہیں

جہان ایک ایسی مسجد ہے جو اسلام میں سب سے پہلے بنائی گئی۔

جہان ہر ایک نو مولود بچہ کو چالیس دن کے بعد آپکی خدمت میں حاضر کر کے کہا جاتا ہے کہ یا حضرت

آپکا اُمّی حاضر ہے۔



جہان مرنے کے بعد ہر ایک مردے کو حاضر کیا جاتا ہے کہ یا حضرت! آپ کا غلام حاضر ہے۔  
جہان کے درخت و شکار امن میں ہیں۔

جہان ہر مسلمان فوت ہوئیے شفاعت رسول مقبولؐ کا مستحق ہو جاتا ہے۔  
جہان کے باشندوں کو تکلیف دینے والے کیلئے عذاب الہی مقرر ہے۔  
جہان کی مسجد مبارک کی شان میں اسس علی التقویٰ نازل ہوا تھا۔  
جہان وہ مسجد ہے جسکی زیارت رسول مقبولؐ ہر ہفتہ میں ایک بار کیا کرتے تھے۔  
جہان کی کہجورین تریاق کا کام دیتی ہیں اور جادو سے محفوظ رکھتی ہیں۔  
جہان نقسریا ہر گہر میں ایک کنواں موجود ہے۔

جہان لکوکھا اُمتی ہر ملک کے دستہ بستہ کھڑے ہو کر پنجوقتہ نماز کے بعد السلام والصلوٰۃ  
علیک یا رسول اللہ پڑھتے ہیں۔

جہان شہر کے اندر و باہر متعدد نہروں جاری ہیں۔  
جہان سات کنوئیں ہیں جنکے پانی میں شفا ہے حجاج تبرکاً انکا پانی اپنے ہمراہ لیجاتے ہیں۔  
جہان نائب السلطان یعنی شیخ الحرم اپنے ہاتھ سے نماز عصر کے بعد شمع جلا کر اندر حجرہ مبارکہ کو  
جا کر حق نیابت سلطان کی طرف سے ادا کرتا ہے۔

جہان پرخطیب روز جمعہ کو شہر اشرف پر چڑھ کر خطبہ پڑھنے کی وقت الصلوٰۃ والسلام علی  
هذا النبیؐ پڑھ کر وضو مبارکہ کی جانب انگلی سے اشارہ کرتے ہی لاکھوں عاشقانِ رسولؐ کی  
دوان پڑھنے پر ہوتا ہے اور وہ حالت بخودی میں اپنے رسول مقبولؐ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے لگ جاتے ہیں۔  
جہان ۲۱ قسم کی کہجوریں ہیں جہان ایک قسم کی کہجور ہے جسکو کافر جلا کر لائے تھے کہ یا حضرت!  
یہ بار آور ہوگی تو ہم ایمان لا دیں گے۔

جہان ایک قسم کی ہجور بغیر گٹھلی کے ہے جو کافر معجزہ طلب کرنے کی واسطے لائے تھے۔

جہان دو نہریں ایک شیریں ایک تلخ ایک کنوئیں میں اکٹھی ہو کر ہیر الگ الگ ہوجاتی ہیں۔

**حرم شریف نبوی** ہم حرم شریف میں باب السلام سے داخل ہوئے ہمارے مزور کا صبیح ومان

موجود تھا ہم دو چار احباب تھے سب کو ایک ساتھ لیکر داخل ہوا۔ مقررہ سلام اور دعائیں پڑھاتا ہوا

محراب النبی کے پاس لیجا کر رکعت نفل پڑھنے کیلئے کہا بعد اداۓ دو گانہ دربار نبوی کے پاس لیجا کر ہوا

شریف کے نزدیک برنجی جالی کے پاس کھڑا کر دیا۔ اوسوقت کا حال جو تھا ہمارا دل ہی جانتا ہے

خوف نبوی دل پر سما گیا سارا بدن تہر تہرانے لگا آنکھوں سے خود بخود آنسو روان ہونے لگے جو حالت

ہم پر طاری ہوئی اس کی کیفیت میں کیا لکھوں۔ جنکو اس مقدس دربار کی حاضری نصیب ہوئی ہو۔

وہی جانتے ہیں سلم کی کیا مجال ہے کہ کچھ تحریر کر سکے۔ ہم خجالت سے سر نیچے کئے ہوئے کھڑے تھے۔

اور ہمارا مزور ہم کو سلام و صلوٰۃ اوس فضل الخبیت و تسلیات کی ذات بابرکات پر پڑھاتا رہتا۔

اوس کو ایک ایک لفظ کو ہم دہرا رہے تھے آنسو و نکی جھڑی برابر باران رحمت کی طرح ہماری آنکھوں

سے جاری تھی وہ کھٹا کچھ تھا اور ہمارے منہ سے نکلتا کچھ تھا۔ دل ہجور زیارت نبوی سے مسرور

ہوا خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا گیا کہ جس نے جیتے جی شفیع المذنبین رحمت اللعالمین خاتم المرسلین

کے قدم مبارک کے پاس کھڑے ہونیکا فخر جیسے عاصیوں کو بخشا۔ اور یہ شعر اوسوقت یاد آیا جسکو ہم

ہند میں پڑھتے تھے یا رب وہ دن کرے کہ مدینہ کو جائیں ہم خاک در رسول کا سرمہ لگائیں ہم

خاک تو وہاں میسر کہاں کہ اوٹھا کر آنکھوں کو لگاتے مگر اپنے دیدون کو جالی مطہرہ سے خوب ملکر دلو

تسکین دی غرض اسی حالت میں بنے حضرت رسول خدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام

پڑھا۔ پہلے جو کچھ میرے معلم نے مجھے پڑھایا اوسکو پڑھا بعد دست بستہ حضور پر نور کے دربار فیض

آثار پر کھڑا ہو کر بھی سلام مولانا جامی علیہ الرحمۃ کا پڑھا۔

## سلام جامی علیہ الرحمۃ

السلام ای سید اولاد آدم السلام	السلام ای سرور افراد عالم السلام
السلام ای آنکہ از روی تو روشن شد جهان	السلام ای صیقل مرآت آدم السلام
السلام ای آنکہ نابودہ نبودہ هیچ گہ	در حریم کبریا غیر تو محرم السلام
السلام ای آنکہ از فعلین تو دارد شرف	باہمہ قدر و بزرگی عرش اعظم السلام
السلام ای آنکہ نابودہ سخا وجود تو	گشت راز بہت بودہ از تو محرم السلام
بر روان پاک تو باد ازما گشتگان	ہر زمان ہر ساعت ہر خطہ ہر دم السلام

بعد سلام کے یہ چند اشعار جو کسی شاعر کے مجھے یاد تھے میری زبان سے بیساختہ اور سوقت نکلتے رہے

آپڑا ہون تیرے در پر یا شفیع المذنبین	بار عصیان سر پہ لیکر یا شفیع المذنبین
ہو گیا حیران مین آ کر مہسان	مین کہان اور روضہ اطہر کہان
یا شفیع المذنبین بارگشاہ آوردہ ام	برد رت این بار بایست دو تہاہ آوردہ ام
یا شفیع المذنبین بارگشاہ آوردہ ام	ہمچو گاہ عاجزم کوہ گشاہ آوردہ ام
گرچہ عصیان بے عدد اما نظر بر رحمت ہست	آیہ لا تقنطو بر خود گواہ آوردہ ام
چشم رحمت برکش روی سفید من بسین	گرچہ از شرمندگی روی سیاہ آوردہ ام
آن نیگویم کہ بودم سالہا در راہ تو	ہستم آن گمرہ کہ اکنون رہبرہ آوردہ ام
عجز و بخلویشی و دلریشی و درویشی درد	اینمہ برد عوی عشقت گواہ آوردہ ام
دیورہ زن در مکیں نفس ہوا اعدا دین	زین ہمہ با سائے لطف پناہ آوردہ ام
بستہ ام بر گیدگر نخل خارستان طبع	سوی فردوس برین مہشت گیاہ آوردہ ام
دو قسم این ہیں کہ بعد از محنت دور و دراز	بر حریم آستانہ می نہسم روشنی نیاز





روزِ عظمیٰ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم



کہان یہ بندہ اشیم عبد الرحیم اور کہان یہ دربار رسول کریم۔ کہان یہ عاجز پرگناہ اور کہان حضور سی لار دو چہا  
جس دیدار فرحت آثار کی مدتوں سے آرزو مینا تھی خداوند کریم کی عنایت و فیض سے برائی۔

بعد ایک قدم دینے جانب یحییٰ کو سٹ کر سیدنا ابابکر الصدیقؓ پر سلام پڑھا اوسکے بعد ایک اور قدم  
دینے جانب یحییٰ سرک کے خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروقؓ اعظمؓ پر سلام پڑھا پھر با چشم پر غم دینے جانب اوبابا چلتے  
ہوئے مقام ملائکہ پر کھڑے ہو کر سلام پڑھا۔ اوسکے بعد حضرت سیدہ فاطمہ الزہراءؓ بتول بنت الرسولؐ پر سلام  
پڑھا کمر جانب شمال روانہ ہوئے تہوڑی دور پر جا کر جنت البقیع پر سلام پڑھا۔ اوسکے بعد ذرا بائیں جانب چل کر  
سیدنا حمزہؓ عم رسول اللہؐ و شہداء احد پر سلام پڑھا۔ بعد ازاں قبلہ رو کھڑے ہو کر اپنے لئے دعا مانگی گئی اوسکو  
بعد راس النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھڑے ہو کر حجرہ مبارکہ کے پاس دعا مانگی گئی جب یہ سب مقامات  
سلام و دعا کے طے ہو گئے بعد ہم اپنے مزدور کو کچھ دیکر اپنے مکان کو واپس آ گئے۔ سچ تو یہ ہے کہ دل حرم  
نبوی سے جدا ہونیکو نہیں چاہتا ہے

**مسجد نبوی و** مدینہ کی جان اور روضے زمین کے اہل سلام کا دین ایمان مسجد نبوی  
**روضہ سرور عالم** اور اوسکے اندر روضہ سرور کائنات علیہ فضل التحیتہ و التسلیات ہے۔

زمین کا بہت سا حصہ میں لے دیکھا ہے ممالک شرقیہ میں چین، برہما، و جاپان کے بڑے بڑے شہر دیکھے۔  
مصر و شام و فلسطین کی عمارات بھی دیکھی مگر سچ تو یہ ہے کہ روضے زمین پر بہت کم مذہبی عمارات و  
عبادت گاہیں حرم نبویؐ کی خوبصورتی و خوبی اور شوکت کا دعویٰ ہم ساری کر سکتی ہیں مگر عظمت و  
تقدس کے لحاظ سے سولے حرم اللہ کے صفحہ زمین پر اور کوئی عبادت گاہ نہیں ہے۔ جہان پر بائیں  
بیتی و ممبری روضہ من ریاض الجنۃ تحریر ہے۔ اوس ایوان بکشا کا حال کیا کوئی بیان کر سکے جسکا ہر  
نقش محراب منقش رشک کہکشان۔ فلک کی یاد رکھ کہ میں جب رسائی کروں۔ فرشتوں کو یہ تمنا کہ کسی  
طرح بیان رسائی ہو۔ بادشاہوں کو یہ پانگی گدا ئی اور خادمی پر فخر جس گہر میں جبریل امین تشریف لاکر

پیام الہی پہنچاتے تھے۔ ملائکہ مقربین خاک پاک سید المرسلین اپنی آنکھوں سے اٹھاتے تھے۔

عرض شرقاً و غرباً ۲۴۵ فیٹ طول شمالاً و جنوباً ۲۴۰ فیٹ اور کل رقبہ ۵۸۰۰ مربع فیٹ

ہے۔ جبکہ سلطان عبد المجید خان خلد آشیان نے ۷ کڑوڑ روپیہ کے صرف سے طیار کرایا ہی۔ بھروادی عقیق سے لائے گئے ہیں۔

**حرم نبوی کے منارے** جانب قبلہ یعنی جنوب دونوں کونوں پر دو مناری ہیں۔ غرباً منارہ کو باب السلام اور شرقی کو منارہ رئیسہ کہتے ہیں۔ جانب غرب ایک اور منارہ باب الرحمۃ کو

پاس منارہ باب الرحمہ ہے۔ اوس غربی دیوار پر جانب شمال منار مجید یہ ہے۔ اور اوس کے متوازی جانب شرق منارہ سلیمانہ ہے جملہ ۵ منار ہیں۔

**حرم نبوی کے دروازے** حرم محترم کے چھ دروازے ہیں۔ جانب غرب باب السلام، باب الرحمۃ، جانب شرق، باب البحرئیل و باب النساء، اور جانب شمال باب المجیدی

اور باب الحزن آخر الذکر دروازہ بہت مختصر ہے۔

**حرم نبوی کے ستون** مسجد النبوی میں جملہ ۸۶ ستون ہیں جن میں ۸ ستون ریاض الجنۃ کے ہیں زیادہ سیدنا عمر کے ۳۵ ستون ہیں زیادہ سیدنا عثمان ابن عفان کے ۵ ستون

ہیں۔ زیادہ سیدنا الولید کے ۳۳ ستون ہیں۔ زیادہ المہدی کے ۵۵ ستون ہیں اور زیادہ سلطان عبد المجید خان غازی کے ۸ ستون ہیں۔ جملہ ستون موجودہ حرم نبوی میں ۲۶۰ ہیں۔

زمانہ پیغمبر خدا میں جبکہ مسجد تعمیر ہوئی تھی اوس کے ستون سنگ مرمر کے نہایت خوشنما ہیں اور پیر سنہر نقش و نگار کیا گیا ہے۔ اوس کے بعد جبکہ زمانہ خلافت سیدنا عمر و سیدنا عثمان میں بڑھائی

گئی اوس کے ستون سنگ سُرخ و غیرہ کے ہیں اور اوپر سنہر نقش و نگار تہوڑا کیا گیا ہے۔ دیگر خلفاء اور سلاطین کے عہد میں جو اضافے ہوئے اوس حصہ کے ستون سادہ سنگ سُرخ کے ہیں۔ ان میں بعضے سنگ

سماق اور شام شفاف کے ہیں۔ ہر ستون ایک ہی ڈال کا تھینا بائچ گز بلند اور دو گز مدور ہے۔ انہیں ستونوں پر گنبد قائم ہیں۔ ہر گنبد کے دور میں آیات قرآن نہایت خوشخط کندہ ہیں اور کوساتہ عمدہ نقش و نگار بھی ہیں۔ میں اوش شخص سے ملا ہوں جسکی زیر نگرانی یہ کل تحریرات قرآنی کا کام ہوا تھا۔ اوسکا نام عبدالقادر قبانی ہے اور وہ اسوقت مصر کے بازار خلیلی میں نقاشی کا کام کرتا ہے۔ ٹرالاق مصور ہے میں پورا ایک دن اوس کیساتھ رہا ہوں۔

مسجد گیارہ درجہ کی ہے۔ درمیان میں صحن وسیع کھلا ہوا ہے۔ صحن پر سایہ نہیں ہے۔ نقشہ سے پوری کیفیت معلوم ہو جاوے گی۔

**حرم نبوی** مسجد نبوی میں بائچ محراب ہیں ایک محراب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ دوسرا محراب سلطان سلیمان کے زمانہ میں ۹۰۸ھ میں بنایا گیا ہے۔ محراب نبوی کی پشت کے

مقابل بیان بھی ایک محراب ہے۔ یہ مقام مسجد نبوی سے ایک بالشت بلندی پر واقع ہے جسکو محراب عثمانی کہتے ہیں۔ محراب تہجد اور محراب دکتہ الاغوات

**روضہ خضر** مسجد کے شرقی جانب باب جبریل کے متصل روضہ منورہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

واقع ہے۔ دو درجہ کا روضہ ہے۔ اندرونی درجہ میں حضور شہنشاہ دو جہان ختم رسل پیمبر آخر الزمان

مدفون ہیں۔ اسکے اوپر سبز رنگ کا گنبد ہے جو دور سے نظر آتا ہے جسکو دیکھنے سے زائرین کے چشم

منور و روشن ہوتے ہیں۔ قبر شریف کے پائین حضرت خلیفہ اول صدیق اکبرؓ اور انکے ذرا پائین حضرت

فاروقؓ عظم خلیفہ دوم کی قبریں ہیں۔ جنابہ سیدہ حضرت فاطمہؓ الزہراءؓ کا فرار بھی بیان کیا جاتا ہے مگر

اسمیں اختلاف ہے۔ آپکا مزار مبارک جنت البقیع میں بھی بتایا جاتا ہے۔ واللہ اعلم

اندر کا درجہ ہر طرف سے بند ہے یعنی کوئی قبر نظر نہیں آتی اوس بند قبہ پر غلاف مبارک چڑھا رہتا

ہے جس میں کلمات تبرک بحروف سفید بافتہ ہیں۔ جو نقشہ منسلک سے معلوم ہونگے۔



اسکے اندر بجز ملائکہ مقربین کوئی جا ہی نہیں سکتا اور نہ جانیکا کسی طرف راستہ ہے۔ میں نے جو نقشہ دیا ہے۔ وہ ایک ایسے شخص کا بتایا ہوا ہے جو تعمیر مسجد نبویؐ کی وقت موجود تھا اور قبر شریف کی مرمت ہوتے وقت دیکھا ہوا ہے واللہ اعلم۔

متعدد احادیث صحیحہ برنجی حرفوں میں کندہ ہیں اور مخصوص مقامات پر لگائے گئے ہیں جنکو دیکھ کر

زائرین خوش ہوتے ہیں احادیث یہ ہیں۔ مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمَنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ۔ مَنْ زَارَنِي بَعْدَ مَاتٍ فَكَأَنَّمَا زَارَنِي فِي حَيَاتِي۔ مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي۔ صَلَواتٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا أَفْضَلُ مِنَ الْفِ صَلَواتٍ فِي مَاسِوَاهَا إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ۔

روضہ مبارکہ برنجی حالی سے محدود و محصور ہے۔ اسکے چار دروازے ہیں ایک دروازہ مسجد نبویؐ میں ہے جس سے آنحضرتؐ حجرہ عائشہ صدیقہؓ سے مسجد شریف کو تشریف لایا کرتے تھے۔ ایک دروازہ جانب جنوب اور ایک باب جبریل کے محاذی ہے جس سے ہر روز شیخ الحرم بعد نماز عصر داخل روضہ مبارکہ ہو کر سونو جگان حرم اندر کے چراغ روشن کیا کرتے ہیں۔ شیخ الحرم سفید لباس میں ملبوس مودب سر جہکائے ہوئے روشنی کرنے کیلئے روضہ شریف میں داخل ہوتے ہیں۔ باہر کی جانب دو رویہ سیاہ وردی میں تن کی سپاہ و خواجگان حرم مودب کپڑے پہنتے ہیں۔ اور باب جبریل پر تنگی تلوار و کلا پہرہ رہتا ہے ساتھ ہی اغوات حرم داخل حجرہ مطہرہ ہوتے ہیں۔

جب شیخ الحرم حجرہ مطہرہ سے باہر آتے ہیں تو معطر و معبر ہو کر نکلتے ہیں اور حاضرین زائرین آپسے اوسوقت مصافحہ کرتے ہیں جسکو وہ بڑی خوشی سے قبول کر کے لوگوں سے ہاتھ ملاتے ہیں۔ عآجز کو بھی ایک وقت آپسے مصافحہ کرنیکا افتخار حاصل ہوا ہے۔

روضہ منورہ میں شیرخوار بچے | اہل ان مدینہ منورہ کی عادت ہے کہ جب بچہ چالیس دن کا ہوتا ہے

تو شب و دو شب یا شب جمعہ کو صاف وزرین نفیس لباس میں بچوں کو ملبوس کر کے معطر و معطر خواجہ سراؤں کے حوالہ کر دیتے ہیں۔ خواجہ سرا بچوں کو اندرونی جالی کے پردے کے ساتھ فرش پر لٹا کر باہر لے جاتے ہیں۔ اس وقت لوگوں کا ہجوم زیادہ رہتا ہے۔ لوگ پیار کر کے بوسہ دیتے ہیں اور ان کے مانناپ اس قدر سید پر بہت خوشی کرتے ہیں برادری اور احباب کو دعوت دیکر پرتکلف کھانا کھلاتے ہیں۔ اور ایک دروازہ جانب شمال ہر جس کو باب مقصورہ کہتے ہیں۔

روضہ منورہ کے چار دروازے بتائے گئے ہیں اس سے یہ نہ خیال کیا جائے کہ ان دروازوں سے قبر شریف تک کسی کی رسائی ہو سکتی ہے۔ ہر گز نہیں پہلے لکھ چکا ہوں کہ قبر شریف کے احاطہ کو کوئی دروازہ وغیرہ نہیں ہر چاروں طرف سے بند ہے غلاف سبز پڑا ہوا ہے۔ خدام اور شیخ الحدیث مرکا دخل اور اونکی حاضری فقط بیرونی احاطہ تک ہوتی ہے البتہ اگر وہ چاہیں تو باقون سے اس قبہ کو مس کر سکتے ہیں جس کے اندر حضور انور شریف فرما ہیں۔ حجرہ منیفہ جس میں جناب سید المرسلین آرام فرما رہے ہیں۔ اول سیدتنا عائشہ صدیقہ کا گھر و حجرہ تھا۔ جناب ام المومنین عائشہ صدیقہؓ اس ہی حجرہ میں تشریف لے گئی تھیں۔ لوگ اندر آکر صلوٰۃ و سلام پڑھتے تھے۔ جنابہ صدیقہ نے ایک یوار حجرے کے درمیان جائل کر دی۔ جب سیدنا عمرؓ نے مسجد نبوی کو وسیع کیا تو حجرہ مطہرہ کو بھی کچی اینٹ سے بنادیا۔ یہی عمارت ولید بن عبد الملک بن مروان تک ہی۔ عمر بن عبد العزیز نے تمام حجرات امہات المومنین و اہل بیت الطاہرین کو گرا دیا۔ بقیہ خاندان نبوت و اہل بیت کو جبراً گھروں سے باہر نکال دیا۔ اور حجرہ شریفہ کی بنیاد و عمارت کو وسیع کر دیا۔ پتھر و ٹی دیواروں پر نقش و نگار کر دئے ۵۵۵ھ میں جمال الدین اصفہانی نے حجرہ شریفہ کے گرد صندل کا ٹھہر لگا دیا۔ ۶۷۸ھ قلاوون صالحی کے عہد سلطنت میں گنبد خضرا یعنی سبز رنگ کا گنبد حجرہ شریفہ پر بنایا گیا۔ گنبد کے ارد گرد تانبے کی جالی لگائی گئی۔ اس سے پیشتر گنبد شریفہ مسجد کی چہت سے اونچا نہ تھا۔ اس کے بعد اور سب سے آخری تعمیر سلطان سلیمان شاہ نے سنگ رخام و سنگ مرمر کا فرش

حجرہ مبارکہ کے اندر بچھا یا ہے۔ اسکے تین درجے ہیں ایک درجہ میں جو  $12 \times 12 = 144$  مربع گز ہے  
 سید المرسلین شفیع المذنبین مع اپنے دو خلیفوں کے آرام فرما رہے ہیں۔ ان فرارات کے گرد گز بلند  
 حجر بہشت دہاتی بنا ہوا ہے جس پر سبز غلاف بٹڑا رہتا ہے۔ دوسرے درجہ میں جانب شمال مزار خاتون  
 جنت بڑی تکلف اور شان شوکت سے بنا ہوا ہے۔ مزار کے اوپر شامیانہ ہے۔ کچھ ابڑ زین چادر  
 سے مڑین رہتا ہے جسکی جہک مشرقی دروازے سے بغور دیکھنے سے معلوم ہوتی ہے۔ اس حجر کا  
 ایک بہت بڑا دروازہ جانب شمال ہے جسکی چوکت کیواڑ زنجیریں اور قفل سب خاص سونے کے ہیں۔  
 تیسرے درجہ میں عجیب غریب نادر شہ یا پیش بہا قیمتی جواہرات مشکائے عنبر عود و کافور عطریات  
 و صندل کے صندوق و عطردان رکھے ہوئے ہیں۔ ظروف و سامان طبلائی اور خزانہ بھی اسی میں ہے۔  
 سنہری شمعدان بھی اسی جگہ روشن ہوتے ہیں۔ اس درجہ کے مشرق اور مغرب دونوں طرف  
 دروازے ہیں اور شمال میں تین دروازے ہیں۔ لیکن یہ دروازے سب کے سب بند رہتے ہیں۔  
 شیخ الحرم اور اغوات عوام صرف مشرقی دروازے کی جانب سے آتے جاتے ہیں۔

سنا گیا کہ ۸۰ لاکھ روپیہ صرف ان تینوں درجوں کی تعمیر میں خرچ ہوا۔ باہر قریب ۴ گز کے فاصلہ پر بہشت  
 دہات کی ڈہلی ہوئی جالی چاروں طرف لگی ہے۔ جس پر سبز رنگ چڑھایا گیا ہے اور چالی بہت بلند  
 ہے جو مسجد نبویؐ کی چہیت سے جاملی ہے۔ ان تمام درجوں اور سبز جالی کے اوپر سبز گنبد یعنی قبہ  
 نہضت ہے۔ دروازوں کی دہلیزیں سب سنہری ہیں۔ جانب جنوب تین درہیں۔ جسکے بالمقابل  
 زائرین کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں۔ ہر جالی کے وسط میں ایک بالشت گول دائرہ میں کھڑکی  
 ہے۔ جسکے اندر کی کیفیت بخوبی معلوم ہوتی ہے۔ باہر ہر دروازے پر سبز حریر کے پردے خوشنما لٹک  
 رہے ہیں۔ جانب جنوب جالی میں لا الہ الا اللہ الملك الحق المبين۔ محمد رسول  
 اللہ صادق الوعد الامین جارجا سطرون میں ڈھلا ہوا ہے۔ حضور انورؐ کے رخ انور کے



غلاف مبارك مرقداً طاهر محمد الرسول الله تعالى

صلى الله عليه وسلم





مقابل کوئٹہ الدری ہیرا نصب ہے جو روشنی و تاریکی میں چمکتا رہتا ہے۔ مگر آفتاب سالت کی روشنی سے وہ بھی شرمناک کسی قدر ماند پڑ گیا ہے۔ چمک برابر نہیں دیتا۔ اسکو سلطان احمد بن سلطان محمد عثمان مرحوم نے بیضہ کبوتر کے برابر تھاروانہ کیا۔ ایک اور ہیرا علی پاشا بن مہدی پاشا نے روانہ کیا تیسرا ہیرا دختر سلطان محمود خان ہمیشہ سلطان عبدالعزیز خان شہید نے روانہ کیا تھا۔ یہ دونوں الماس کوئٹہ دری کے اوپر لٹکائے گئے ہیں۔

**مصحف عثمانی** | حجر مبارک میں ایک صندوق ہے جس میں وہ قرآن شریف محفوظ رکھا ہوا ہے

جس پر خون سیدنا عثمان ابن عفان پڑا ہے جسوقت آپ شہید ہوئے اوس وقت کلام اللہ کی تلاوت فرما رہے تھے اوزخون کے قطرات فسیکفیکھم اللہ وہو السميع العليم پڑ گئے تھے۔ یہ بھی سنا گیا کہ بھہ قرآن مجید اسوقت قسطنطنیہ میں ہے مگر سینے مذکورہ بالا عبارت کو فوق الحاج سے نقل کیا ہے واللہ اعلم

**غلاف روضہ منورہ** | روضہ منورہ کا غلاف سبز ریشم کا ہوتا ہے جس میں سفید حرفون سے

کلمہ طیبہ اور یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما بافتہ ہوتا ہے۔ یہ غلاف قسطنطنیہ میں سلطان وقت اپنے صرف خاص سے طیار کراتے ہیں۔ سلطان عبدالحمید خان مرحوم کا غلاف دو سال ہوئے اتر ا اور سلطان عبدالحمید خان معزول کا غلاف چڑھایا گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اگلا غلاف تقریباً ۷۷ سال تک روضہ منورہ پر پڑا رہا۔ اس درمیان عبدالعزیز خان شہید و سلطان مراد خان معزول کو اتنی مہلت نہیں ملی کہ غلاف طیار کرواتے مگر سلطان المعظم عبدالحمید خان غازی نے ۲۵ برس میں اسکو طیار کروایا اونکی معزولی کے بعد روضہ مبارکہ پر ڈالا گیا ہے۔

اگلا غلاف جو اتارا گیا اوسکے ٹکڑے تیسرا اطراف عالم میں پھیل گئے ہیں۔ ایک بالشت کا ٹکڑا ایک شرفی کو ملتا رہا چونکہ یہ ٹکڑے غلاف کعبہ کے مانند نقلی نہیں ہوتے ہیں اسوجہ سے اسکی قیمت

زیادہ ہے۔ مجکو ایک پورا ٹکڑا میری خوش قسمتی سے مل گیا۔ جسکا مجکو ایک پیسہ نہیں دینا پڑا یہ حضور کی نوازش ہے جسکو چاہتے ہیں نوازتے ہیں۔

سنا گیا کہ اس غلاف کی طیاری میں تقریباً ایک لاکھ روپیہ خرچہ آتا ہے جسکو سلطان العظمٰی اپنی جیب خاص سے ادا کرتے ہیں۔ علاوہ اسکے محل شامی کے ذریعہ دروازوں کے سبز پرے جسمین زردوزی آیات قرآنی کشیدہ ہوتی ہیں ہر سال مدینہ طیبہ کو آتے ہیں جو محل شامی کیساتھ بڑی تزک و احتشام سے لائے جاتے ہیں

**حرم نبویؐ کی نماز** صبح کی نماز شافعی امام کے پیچھے سب سے اول ہوتی ہے اور سب سے آخر میں حنفی امام نماز پڑھاتا ہے۔ اور اوقات میں پہلے حنفی امام اور بالکی و صنبلی سب کے بعد شافعی امام نماز پڑھاتا ہے۔ جمعہ کے روز باری باری سے امام خطبہ و نماز پڑھاتے ہیں۔

حالت نماز میں آمد و رفت لوگوں کی برابر صفوں میں ہوتی ہے کوئی مانع و مزاحم نہیں ہوتا آخر مانگنے والے بکثرت نکلتے ہیں اسی طرح پانی پلانے والے جنکو

**زمزمی** یہاں زمزمی کہتے ہیں بشمار ہیں زبردستی اور تقاضے سے پانی پلاتے ہیں بہتر ہے کہ اونکو کچھ دیدے یا انکار کر دے ورنہ خاموشی کی حالت میں بہت دق کرتے ہیں بلکہ بعض وقت بُرا بہلا بھی کہہ بیٹھتے ہیں ان لوگوں کو بالکل کچھ بھی پاس ادب سرور کائنات علیہ افضل التحیۃ و تسلیما نہیں ہے ورنہ یہ ایسے مقدس مقام پر لوگوں کو دق نہ کرتے۔ میری رائے میں پہلے روز کل زمزمینکو جمع کر کے دو چار روپیہ دیکر یہ کہہ دینا چاہئے کہ جب تک ہم بیان آیا کریں ہمکو دق نہ کرنا اور پھر ہم انشاء اللہ بتاتے وقت بھی کچھ دیدینگے اس تدبیر سے ذرا راحت ہوگی ورنہ یہ لوگ آپ تسبیح و تہلیل ہی میں کیونٹ ہوں آپکا بیچھا نہیں جھوڑینگے۔

**حرم نبویؐ کا فرش** فرش اصلی تو سنگ مرمر کا ہے اوپر نہایت عمدہ حصیرین ڈالی گئی ہیں

حیرون پر اعلیٰ درجہ کے ترکی اور ایرانی قالین بچے ہیں جنکی مجموعی قیمت ایک لاکھ روپیہ سے ہرگز کم نہوگی۔ سلطان المعظم عبد الحمید خان کی والدہ نے بہت سے قالین اپنی جانب سے روانہ کیے ہیں۔

**روشنی حرم نبوی** حرم نبوی میں نہایت بیش بہا اور نایاب بلوری فانوس و جہاز ٹانڈیاں ٹانڈیاں

زنجیروں میں آویزاں ہیں۔ درخت بلوری مختلف قسم اور رنگ کے ہیں فرش جہازوں کی خوب درختی پان سے باہر ہے۔ تمام جہاز و ٹانڈیاں و فانوس بلا ناغہ ہر شب روشن کئے جاتے ہیں۔ بتیان موم خالص کی

علحدہ روشن ہوتی ہیں۔ محرابوں کے دو طرف بہت بڑی بڑی مومی بتیان جلا کرتی ہیں جنکا قطر دو فٹ

تک ہوتا ہے۔ ان کی بلندی ۸ یا ۱۰ فٹ ہوتی ہے۔ سیڑھی پر چڑھ کر اسکو روشن کرتے ہیں۔ علاوہ انکے

اسوقت گیارہ کی روشنی بھی ہوتی ہے متعدد لمپ گیارہ کے جو بجلی کی طاقت سے جلتے ہیں روشن رہتے

ہیں۔ قنادیل کی تعداد تو لکھنا مشکل ہے مگر میرے خیال میں ۶۵۰ سے ہرگز کم نہیں ہے۔ مصنف یمن

الحجاج نے تعداد قنادیل کو اسطرح پر لکھا ہے واللہ اعلم

قابوزی قنادیل۔ برنجی شمعدان۔ چاندی کے شمعدان۔ کبیر النون۔ مجوہر۔ شمعدان طلائی

۱۳ ۱۸ ۱۲ ۳ ۲ ۸

سرخ بلورین۔ سفیدی درخت خرما۔ جہاز سنھری ڈالین۔ جہاز سفید۔ جمہور

۲ ۳ ۳ ۵۳ ۸۱۹

بڑے جہازوں پر چوالیس چوالیس موم بتیان لگائی جاتی ہے۔ سلطنت کا خرچہ صرف اہتمام روشنی پر ہزاروں پونڈ ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

سنا گیا کہ رمضان المبارک کے پورے مہینے اور رجب کی ۲۷ تاریخ اور ربیع الاول کی

۱۲ تاریخ کو خصوصیت کیساتھ حرم شریف کو روشن کیا جاتا ہے۔ ۶ بجتے ہی روشنی ہوتی ہے اور ۹ کی گھ

ہی گیارہ کی روشنی تو خود بخود بند ہو جاتی ہیں اور باقی چھ راتوں کو جو جگان حرم گل کر دیتے ہیں جگہ بجا



کے اندر جو روغن زیتون کے چراغ جلتے ہیں وہ برابر شب بھر رہا کرتے ہیں اور حجرہ منورہ کے باہر فقط دو چراغ زیتون کے رکھتے ہیں باقی سب گل کر دیتے ہیں حجرہ شریف کے اندر دو شمع خالص سونیکے ۳ فیٹ بلند رکھے ہوئے نظر آتے ہیں جنہیں الماس جڑے ہیں۔ باوجود اس قدر کثرت روشنی کے میرے خیال میں آفتاب نبوت و رسالت کے آگے سب ماند ہیں۔ اتنی روشنی ہوتے پر بھی جب قاری لوگ قرآن مجید پڑھتے ہیں تو علیحدہ موم بتی کے شمع جلا کر پڑھتے ہیں اس معاملہ میں میں نے بہت غور کیا مجھے روشنی کم معلوم ہوتی رہی۔ جب چراغیں تمام گل ہو جاتے ہیں تب بھی ایک قدرتی نورانی چمک سے کل حرم محترم منور ہو جاتا ہے۔ اس عاصی کو دو شب حرم محترم کے اندر بعد نماز عشاء بیٹنے کا اتفاق ہوا ہے

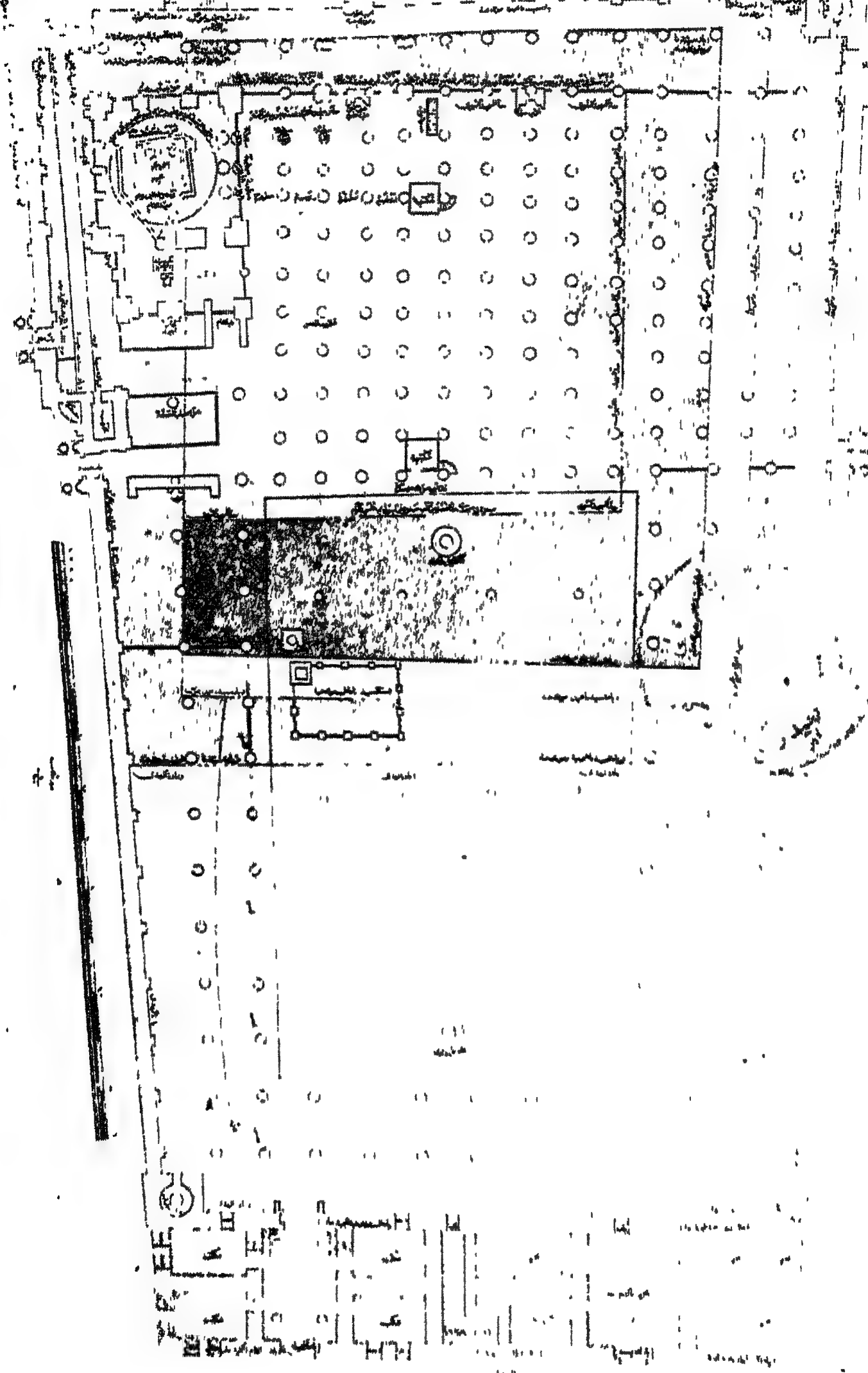
### جمعہ کی نماز حرم نبوی میں

روز جمعہ ۵ ارمحرم الحرام ۱۳۳۰ھ مطابق ۵ جنوری ۱۹۱۲ء آج کاروز ہمارے لئے ایک باسعادت روز تھا کہ حرم رسول اللہ میں ہم کو نماز جمعہ نصیب ہوئی یہاں

بر نماز جمعہ کی طیاری بہت جلد ہوتی ہے۔ لوگ سویرے ہی سے حرم نبوی میں جمع ہونے شروع ہوتے ہیں ہر ایک کا بھی خیال کہ جگہ نہیں ملیگی اس لئے جلدی آتے ہیں۔ میں بھی انبجے کے قریب حرم نبوی میں داخل ہو گیا۔ اللہ اکبر اس قدر آدمیوں کا ہجوم تھا کہ میں سمجھتا تھا کہ آج بہت سے زائرین کو جگہ کی باعث شاید مجبوراً باہر جانا پڑے برابر ۱۲ بجے اذان ہوئی۔ مجھ کو خوش قسمتی سے منبر شریف کے قرب میں جگہ مل گئی تھی۔ لوگ نفل اور سنتیں پہلے ہی سے پڑھ کر طیار تھے۔ منبر شریف کے دونوں بازو پر دو سبز علم نصب کئے گئے جن پر ردوزی حرفون میں کلمہ طیبہ بافتہ تھا مسجد نبوی کو خوب آراستہ و پیراستہ کیا گیا عطر چھڑکا گیا۔ عود و عنبر جلانے لگے۔ ہر ایک کی بھی خواہش تھی کہ روضہ ریاض الجنۃ میں جگہ ملے۔ اخوات حرم یعنی خواجہ سرا مختلف قسم کے لباس پہنے سردار دو جہان کے حضور میں مودب سر جھکائی کر رہے تھے۔ آجکی نماز میں مہری، شامی، ترکی، بخاری، ہندی، جاوی سب طرح کے لوگ موجود تھے۔

خطیب صاحب ایک نوجوان نگر سیاہ فام اٹکے چہرہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حرم شریف کے

# المنهج المنهج



سلطان نے اپنے فرائض ملک رانی و حکومت بخوبی ادھین کیے۔ اور عایا سے مشاورت کے بجائے استبداد سے کام لینا شروع کیا تو رعایا نے اُسے درست اور آئین کا پابند بنانے کے لیے اس کے مقابلے میں وہی اسلحہ استعمال کیے۔ اور مطلق العنانی کو جمہوریت سے مغلوب کر لیا۔

شاہانِ غرناطہ نے سرحدی علاقوں کی محافظ سپاہ کے لیے یہ دستور مقرر کیا تھا کہ ان کے ہر سپاہی اور افسر کو حسب حال اور بقدر مناسب زمین قطعات اراضی جاگیر کے طور پر عطا کر دیے گئے جن کی آمدنی ان کے اور ان کے خاندان کی گذر اوقات کے لیے بخوبی کافی ہوتی تھی۔ ان جاگیروں کے عطا کرنے کا اصل مقصد یہ تھا کہ جاگیر دار خود ہی ان قطعات زمین اور علاقہ کی حفاظت و نگرانی میں کو شان بہن گے۔ اور ان کو غنیم کی دست بردست بچانے میں جان و مال دیں گے۔

سلاطینِ غرناطہ مثل ملوکِ مغرب کے غریبوں، معذور آدمیوں، درویشوں اور سافروں کی تمام ضروریاتِ سلطنت کی طرف سے بہم پہنچاتے رہتے تھے۔ ان صناف کے تمام آدمیوں کا کھانا پینا سلطنت کے ذمے تھا۔ اور حکومت ہی کی جانب سے ان کی خبر گیری اور اعات ہوتی رہتی تھی۔ بازاروں میں ہر قسم کی جنسین اور غلے صاف و پاک اور بکثرت فراہم رہنے کا انتظام تھا۔ اور محکمہ پولیس و حساب کو غذا کے سامانوں کی دیکھ بھال اور بیانون اور اوزان کی جانچ پر تال کا کام سپرد تھا۔

دارالملکِ غرناطہ کا دو تین قریح یعنی رئوسیل سے دائرہ تھا۔ اس شہر میں پولیس کی زبردست جمعیت رہتی تھی جو محافظ سپاہ کا بھی کام دے سکتی تھی۔ شہر کی تشریف آتھ ای لحاظ سے آٹھ حلقوں پر کی گئی تھی۔ اور ہر ایک سلقہ میں پولیس کی جو تعداد مقرر تھی اُس پر ایک افسر (ضابطہ) مامور رہتا تھا۔ پولیس کے سپاہیوں کو عام طور سے حکم تھا کہ کہ چلنے والے رستوں میں وہ تمام شب گشت کو کے محافظت کرتے رہیں۔ تاکہ کوئی واردات نہ ہوئے پاسے۔

عامہ مخلوق کے ضروری اور تفریحی مقامات ~~مقامات~~ خلا سیر گاہیں۔ دکانیں۔ سلاور بازار وغیرہ ان کے سبب وکشاہ کے قواعد مقرر تھے۔ یہ سب مقامات ایک وقت مقررہ پر کھلنے اور بند ہو جایا کرتے۔ رعایا کے مختلف گروہوں میں پیشوں اور حرفتوں کی یوں تقسیم کی تھی کہ جو فرقہ جس پیشہ میں مصروف ہے۔ وہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا کام نہ اختیار کرے نیز اس خاندان کے بعض سلاطین غرناطہ نے تو اسلامی شرعی سزاؤں کا نفاذ کر دیا تھا اور ان کے عہد میں ان شراب خواروں کو جو بہت زیادہ پیکر بدستیاں کرتے تھے۔ از تکاب حرام کے جرم پر شدید سزائیں دی گئیں۔

ان کے عہد میں قوم یہود کو ایک خاص قومی علامت کے طرز کا لباس اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ مگر یہ صرف امتیاز کے لیے کیا گیا تھا۔ ورنہ یہود پر کسی قسم کا جبر و ظلم۔ یا جبر و ستم ہرگز نہیں کیا جاتا تھا۔ بلکہ وہ شہریت کے تمام حقوق سے اسی طرح متمتع تھے جس طرح کہ مسلمان باشندے۔

ان شاہان غرناطہ نے قرضہ نقد پر سود کا لین دین بالکل بند کر دیا تھا۔ تسکون۔ دستاویزوں اور اقرارناموں کی تحریر و کتابت میں جدید طریقے نکالے تھے جو بہت اچھے اور مفید تھے۔ یعنی ان سے ہر مطلب بہت صاف ظاہر ہو جاتا۔ اور آئندہ کسی قسم کا جھگڑا بکفیر نہیں ہوتا تھا۔

ماہر فن علماء کو سلطنت کی طرف سے گران قدر وظائف ملتے تھے۔ اور یہ خدمت سپرد تھی کہ وہ علمی پیشوں اور دستکاروں پر مفید کتابیں تصنیف کرتے رہیں۔ ممالک اسلامیہ میں فقہاء یعنی علماء علوم دینیہ کا رسوخ بہت بڑھا ہوا تھا۔ یہ ہستیاں عامہ مسلمانوں کو تقدس کی شان میں جلوہ گر نظر آتی تھیں۔ اور وہ ان کی کوثرانہ تقلید و اطاعت کرتے تھے۔ یہ طبقہ فقہاء اب تک آزاد و مطلق العنان چلا آتا تھا۔ وہ جو کچھ چاہتا کرتا تھا۔ نظام و قوانین ملک کا اس پر بہت کم اثر پڑتا تھا۔ لیکن ان شاہان غرناطہ نے یہ کمال کر دکھایا کہ علماء دین کو



از روئی بیانش مسجد نبوی میں صحن غیرہ کے ۶۰۵ آدمیوں کی جگہ ہے۔ آسراتی ہی جگہ اور کہیں ہو تو اسکے اندر ۶۰۵ سے زائد آدمی رہ کر نہیں سما سکتے۔ مگر آج خدا کی قدرت کا ایسا ظہور ہوا کہ ۱۲ ہزار آدمیوں نے برابر نماز ادا کی بلکہ اس سے اگر کچھ زائد ہو تو ہو کسی اور جگہ پر میں اسکا ذکر کروں گا۔

**منبر نبوی** | اب جس منبر پر مسجد نبوی میں خطبہ عیدین اور جمعہ پڑھتے ہیں وہ منبر نبوی ہر کے حادثے گذر گئے اور کئے منبر بد لگئے۔ مگر موجودہ منبر جب کو سلطان مراد خان بن سلطان سلیم خان نے ۹۹۹ھ میں روانہ کیا تھا جو قریب قریب اسی مقام پر رکھا گیا ہے جہاں پر منبر نبوی تھا۔ یہ بزرگ خام کا ہے اسکے ۱۲ درجے ہیں کہتے ہیں کہ اس منبر پر پچاس ہزار روپیہ کی لاگت آئی ہے۔ بہت اعلیٰ درجہ کا سنہری کام کیا ہوا ہے قابل دید ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ منبر نبوی کے کتنے درجے تھے صحیح قول یہی ہے کہ مسطح چار تھے یعنی ۳ تو طیر حیان اور ایک زمینہ جس پر حضور انور مابین خطبتین کی قدر آرام لیا کرتے تھے۔ اسی لئے اسکا نام مسطح ہوا یعنی مقام راحت۔ موجودہ منبر کو ایک دروازہ ہی جو ہمیشہ مقفل رہا کرتا ہے فقط جمعہ کے روز وقت مقررہ سے تھوڑے وقت آگے کھولا جاتا ہے۔ یہ منبر بڑا خوبصورت اور خوش وضع ہے۔

**سورون کی جائی نماز** | حصہ شرقی میں ایک جگہ مستورات کیلئے مخصوص ہے اور اسکے اطراف لکڑی کی بولی لگا دی گئی ہے اور اندر کی جانب پردوں سے محدود کیا گیا ہے جو یہاں کی اصطلاح میں قفیس النساء کہلاتا ہے۔ اس میں تقریباً ۱۵ سو عورات نماز پڑھ سکتی ہیں۔

**بیرالاب** | حرم نبوی میں ایک کنواں باغ فاطمہ کے نزدیک ہے اور اسکو کوئی نہ مزہم اور کوئی آب کوثر کہتے ہیں۔ خواہ کچھ ہی ہو مگر اسکا پانی نہایت لذیذ اور شیرین ہے۔ لوگ تبہ کا اسکو بھی اپنے ملکوں کو زمزمیوں میں بہر کر لیجا کرتے ہیں۔ اہل سیر کے نزدیک ثابت ہے کہ رسول خدا کے مبارک دہن کا لعاب اس میں ملا ہے۔

**باغ فاطمہ** | اس مقام پر جہاں بیراہاں ہے ایک مختصر باغ ہے جس میں چند کھجور کے درخت ہیں ایک بیر اور ایک اہلی کا درخت بھی ہے۔ نوجوان حرم انکے کھجور اکثر زائرین کو بطور تبرک دیتے ہیں آغا خلیل یکے از بوابین حرم نبویؐ نے مجھ کو بھی چار چھوٹے ان درختوں کے بطور تبرک دے تھے اہلی اور بیر بھی اکثر لوگ تبرک لیتے ہیں۔ اس کے متصل ایک مختصر مگر بچہ حوض بنا ہے جس میں سبز زمزم کا پانی بہر کر بوتراں حرم کو پلاتے ہیں اور یہ حوض اکثر اسی پانی سے بہا رہتا ہے۔

**روضہ ریاض الجنۃ** | مسجد نبویؐ کے خاص حصہ میں ایک قطعہ ہے جس کو ریاض الجنۃ کہتے ہیں ہر زائر کی بھی خواہش ہوتی ہے کہ اسی روضے میں نماز نصیب ہو۔ از روی پیمائش روضہ میں ۳۴۰ آدمیوں کی جا ہے اس کے زیادہ آدمی ہرگز نماز نہیں پڑھ سکتے مگر یہاں پر بھی خدا کی قدرت نظر آتی ہے کہ جتنے آدمی آتے ہیں سب اسی مقام پر آنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ ضرور ایک حد تک اس میں کامیاب بھی ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی آنحضرت رسول خدا کا زندہ معجزہ ہے۔ اس عاصی کو بھی ۵۶ نمازین مسجد نبویؐ میں پڑھنی نصیب ہوئیں جنہیں ۳۰ نمازین روضہ ریاض الجنۃ میں ملین علیٰ ہذا القیاس اسی طرح سے ہر ایک زائر روضہ رسولؐ کو نصیب ہوئی ہوگی ان معاملات میں ہماری عقل و فہم حیران ہے۔ ناظرین جو کچھ فیصلہ کر لیں مگر ہم نے تو یہ بھی دیکھا ہے جو لکھا ہے۔

**حجرہ شریف اور حرم نبویؐ کے خدام** | خدام حرم نبویؐ کی صحیح تعداد تو میں معلوم نہ کر سکا مگر جہاں تک مجھے ہو سکا کوشش کر کے اونکی تعداد اور تنخواہیں جو برابر ماہوار ملا کرتی ہیں ذیل میں درج کرتا ہوں ممکن ہے فرق بھی ملے اس میں بتانے والوں کا قصور ہے۔ ناظرین کو جب زیارت کا موقع ملے تو درست کر لیں۔ میرے نزدیک تو یہ حساب قریب تر صحیح ہے۔

- ۱۔ شیخ الحرم تنخواہ۔ ماہوار ایک ہزار دو سو پچاس عثمانی اشرفی جس کے تقریباً ۵۰۰ روپیہ ہوتے ہیں
- ۱۔ نائب شیخ الحرم .. ساٹھ اشرفی تقریباً ۸۴۰ روپیہ ماہوار اس کو ذمہ کل تنخواہ وغیرہ بانٹنے کا کام ہے

- ۱- خازن حرم بچاس شرفی۔ ۷۰۰ روپیہ ماہوار
- ۱- مستسلم سرداراغوات حرم۔ تیسرا شرفی۔ ۴۲۰ روپیہ ماہوار
- ۱۳- بوابین حرم محترم ماہوار سو۔ سو روپیہ
- ۲۸- خزیہ (راغوات حرم) ۷۵ روپیہ ماہوار فی کس
- ۲۸۰- امام خمین ۶۰ کو ماہوار ۲۲ روپیہ ملتے ہیں باقیوں کو کچھ نہیں
- ۳- خطیب انجمن جو خطیب اور امام دو دن ہیں ماہوار ۳۳ روپیہ پاتے ہیں
- ۱۳۸- موزن ۱۸ روپیہ ماہوار فی کس
- ۱۰- بواب جو باہر رہتے ہیں ۱۲ روپیہ ماہوار
- ۳۳- نحوے ۴۲ روپیہ ماہوار
- ۹۰۰- مشایخی
- ۵- حال
- ۱۸ روپیہ ماہوار
- ۱۰- فرشین
- ۲- ملازم
- ۲- سونار
- ۱۹ روپیہ ماہوار۔ حرم شریف کی سوئی اور چاندی کی زنجیروں یا اور دیگر حساب درست کرتے ہیں۔
- ۲- درزی
- ۱- انجمن

ذمہ ہے اور ترکے قسطنطنیہ کے انجینئر گارج کا تعلیم یافتہ ہے۔

۵۔ رنگریز ۶۔ اشرفی ۸۴۳ روپیہ ماہوار۔ کل نقش و نگار پرہنگ چٹوڑا کا کام لگے ڈھ

۱۔ روزنامہ جی یعنی نائب مدیر حرم ۳۵ اشرفی ۴۹۰ روپیہ ماہوار۔

۱۔ نمبر ۱۸ اشرفی ۲۵۲ روپیہ ماہوار

۱۔ باش کاتب یعنی میزبانی ۱۵ اشرفی ۲۱۰ روپیہ ماہوار

۱۔ محافظ بیت المال ۱۰ اشرفی ۱۴۰ روپیہ ماہوار

۱۰۔ سقے فی کس ۱۰ روپیہ ماہوار

کل اخراجات حرم نبوی سالانہ پانچ لاکھ روپیہ ہوتے ہیں جو اوقاف سلطانی سے آتا ہے جسکو محمل شامی سال میں ایک وقت لاکر دیا کرتا ہے علاوہ اسکے ماہوار سلطانی وظائف سے دعاگو یوں کیلئے جنکو یہاں رومی کہتے ہیں ۳ ہزار اشرفی سالانہ ملتی ہیں۔

ان تنخواہوں کے علاوہ خوجگان حرم کو سالانہ کچھ غلہ بھی دیا جاتا ہے جسکی تعداد ۱۲۰ گونی ہیں۔ یعنی تقریباً ۳۴۴ من۔ یہ کل اخراجات براہ راست سلطانی خزانہ سے آتے ہیں۔ کسی قسم کا ٹیکس حجاج و زائرین پر نہیں لگایا جاتا ہے۔

**خوجگان حرم** | خوجگان حرم کا تقریباً یہی ہے۔ نور الدین شہید کے زمانہ سے برابر چلا آتا ہے شہان

مصر نے اس اخراجات کیلئے متعدد گاؤں وقف کر دیے تھے مگر اب لاطین آل عثمان کی طرف سے برابر نہیں ماہوار تنخواہ نقد ملتا یا کرتی ہے۔ اور دیگر اہل اعتقاد بھی انہیں بطور بدو تحفہ کہہ دیدیا کرتے ہیں۔ تسلیم جو انکا بڑا

عہدہ دار ہے وہ انہیں میں سے ہوتا ہے۔ غرض یہ گروہ بہت مرفع الحال ہے۔ انکے باغات و مکانات ہیں

سواری کے گھوڑے اور بعضوں کے پاس گاڑیاں بھی ہیں۔ اکثر انہیں اہل صلاح اور علماء بھی ہیں۔ انکی ظاہری

وجاہت اور شوکت کو دیکھ کر عرب سا معلوم ہوتا ہے۔ چہرہ کے وقار اور بردباری کے لحاظ سے ان سے



یک بیک گفتگو کرنے کو شک معلوم ہوتا ہے۔ مگر بڑے خلیق اور ملنسار ہیں۔ انہیں ایک بواب آغا خلیل ہے جس سے میری ملاقات ہے بڑا پرہیزگار اور ولی صفت بزرگ ہے۔ پیر و مرشد حضرت سید جماعت علی شاہ صاحب قبلہ مدظلہ العالی سے آغا خلیل کی بڑی گہری دوستی ہے۔ دونوں بزرگ ایک دوسرے کی عزت کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا عامہ بدور ہے جس کے درمیان ایک ٹوپی جسکی قیمت ایک شرفی تک ہوتی ہے۔ عامہ بالکل سفید ہوتا ہے۔ مکلف لباس پر کمر بند ریشمی باند ہے ہوئے ماتھے میں عصائے ہوئے رہتے ہیں۔ اور یہ کل شیخ الحرم کے تابعدار ہیں۔

انہی میں چند چوہدار ہیں جو شیخ الحرم کے ساتھ ساتھ چاندی کے عصائے ہوئے مستعد رہتے ہیں۔ لوگوں کو روکتے ٹوکتے اور ادب کہاتے رہتے ہیں۔

**حرم شریف کا مخزن** | حرم شریف کے شامی سقف میں ایک گودام گہرے جسکو حرم کا مخزن کہتے ہیں۔ اس میں روغن زیتون۔ موم قبایں اور صیر وغیرہ سامان جمع رہتا ہے۔ روغن زیتون کیلئے ایک عوض ہے اس میں روغن رکھا گیا ہے۔ اس میں روشنی کا کل سامان رکھا رہتا ہے۔ یہ ایک شیخ کے ماتحت ہے جس کے ماتحت چند مشابچی اور سقے وغیرہ ہیں۔

**حرم نبوی کے مصلے** | مسجد نبوی میں اس وقت ۳ مصلے ہیں حنفی شافعی اور مالکی، حبلی مصلے مدینہ منورہ میں نہیں ہے۔ صبح کی نماز محراب جدید یعنی مصلے شافعی میں جسکو سلطان سلیمان خان کی نے بنایا ہے ہوتی ہے اور محراب نبوی کی پشت سے ٹھٹا کٹرے کے اوپر جو محراب ہے مصلے مالکی ہے اور محراب نبوی حنفی مصلے ہے۔ صبح میں سب سے پہلے شافعی اور پھر مالکی اور اخیر میں حنفی جماعت ہوتی ہے۔ جو جماعت طیار رہتی ہے اس میں ہر فرقہ کے لوگ شامل ہو جاتے ہیں سنا گیا کہ ایک رات دن محراب نبوی مصلے شافعی اور ایک رات دن مصلے حنفی رہتا ہے۔ مالکی امام کو اس مصلے میں جائی نہیں ملتی ہے۔ نمازیوں کی تعداد کا حساب لگانا بہت ہی مشکل ہے۔

## مقام اصحاب

صفہ چوتھے کو کہتے ہیں مسجد نبوی کے صحن میں ایک چبوترہ تھا۔ جو لوگ گہرا دنیا کے زرو مال آسائش آرام کو چھوڑ کر تعلیم دین و اسلام کیلئے حاضر ہو کر اس چبوترہ پر ٹہرا کرتے تھے اسلئے اہل صفہ کے نام سے مشہور تھے۔ عیہ شقان صداقت بہو کہ پیاس کی مصیبت اور گرمی سردی کی تکالیف برداشت کرتے۔ مگر دنیا کی کوئی تکلیف انکو اسلام کی تعلیم اور قرآن مجید کا درس لینے سے روک نہیں سکتی تھی۔ انہیں میں سے وہ لوگ طیار ہوتے تھے جو مختلف ملکوں میں جا کر اشاعت اسلام کرتے تھے۔ انہیں میں سے حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ ہیں جو نہارون احادیث کے راوی اور اسلام کے منبع ہیں۔ اسوقت اس مقام کو دکنۃ الاغوات کہتے ہیں جس پر خواجگان حرم بیٹھے رہتے ہیں یہ مقام مصلے تہجد کے بالمقابل ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ اکثر اوقات ایسا ہوتا تھا کہ میں شدت گرمی سے تھک رہا ہوں بیٹ پر باندھتا اور بیٹ پر رشتا۔ ایک روز اس حالت میں پڑا تھا کہ سیدنا ابابکر صدیقؓ اوس طرف سے گذرے مینے اون کو سنا کہ ایک آیت قرآن کی پڑھی تاکہ وہ مجھ پر رحم کہے اور نہوں نے التفات بھی نہ کیا بعد اونکے ابو القاسم محمد رسول اللہؐ او دہر سے تشریف فرما ہوئے میرا حال دیکھ کر تبسم فرمایا کہ ابابکر میرا آئین آپ کے پیچھے چھو جبکہ مبارک تک پہنچا۔ کوئی شخص آنحضرتؐ کیلئے ایک قدح بہر کر دودہ بدیہ لایا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جا کر اصحاب صفہ کو بلا لا۔ مینے اپنے دل میں کہا کہ یہ دودہ کتنا ہے جو اصحاب صفہ بلائے گئے مجھے عینایت کرتے تو میں اس کو پی لینا اور تھوڑی دیر آرام پاتا۔ میں اصحاب صفہ کو حضورؐ میں بلا لایا۔ آپ نے فرمایا دودہ کا قدح ادھا کر ان اصحاب کو بے مینے اصحاب کو قدح ادھا کر دیا ہر شخص نے اون میں سے خوب سیر ہو کر پیا۔ مگر دودہ کچھ کم نہ ہوا۔ میں قدح بہر کا بہر اہوا حضورؐ انور کی خدمت میں لایا آپ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ اب فقط ہم اور تم رہ گئے ہیں بیٹھے جا جان تک تیری بہو کی پی لے مینے بیٹ بہر کر پیا اور باقی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیاس رکھ دیا آپ نے خطبہ شکر خدا کا پڑھا اور جو دودہ قدح میں باقی تھا اوسکو نوش فرمایا یہ ہے تعلیم جو ہم کو ہمارے رہبر اور ہادی برحق نے دی ہے جو بہو کے اور پیاسوں کو ساتھ کرنی چاہئے۔

## مصارف حرم نبوی

سنا گیا کہ حسب معاہدہ سابقہ مابین دولت علیہ عثمانیہ و خدیو مصر سالانہ مصر سے ہر سال روغن زیتون، موم بتی، و صمیر برای فرش، ۱۷ ہزار کیسائے گندم مدینہ طیبہ کو آتے ہیں۔ علماء و حفاظ و خدام کو یہ گھیون تقسیم ہوتے ہیں۔ علاوہ اسکے ۵۸ لاکھ روپیہ سالانہ امیر المومنین خلیفۃ المسلمین سلطان المعظم سے ملتا ہے جو محمل شامی کے ذریعہ حرمین الشریفین کو روانہ کیا جاتا ہے۔ دولت علیہ عثمانیہ اور حکومت مصر یہ کو یہ برکت اور عزت کافی ہے۔

والیان ریاست ہندوستان جیسے نظام حیدر آباد، بیگم صاحبہ بہوپال، امیر بخارا، خان خواجہ و شاہ کابل کی طرف سے علاوہ حفاظ اور قاریان قرآن کو وظائف مقرر ہونے کے بعض اہل علم کو خفیف تنخواہیں بھی ملا کرتی ہیں۔ اور انکی رابطونین مساکین کو کسی میں ایکوفتہ اور کسی میں دو وقتہ روٹیاں تقسیم ہوتی ہیں۔ حفاظ سلطانیہ اکیسویں فی حفاظ ایک اشرفی ماہوار ملتی ہے سب سے بڑی کو جو سردار ہے ۴۰ اشرفی ملتی ہیں یہ سب سلطان کے دعا گو کہلاتے ہیں۔ خدیو مصر کے جانب سے دو سو آدھونکو نصف اشرفی کے حساب سے ملا کرتی ہے۔ سنا گیا کہ حیدر آباد کی طرف سے ۵۰ حفاظ مقرر ہیں فی کس ۱۶ روپیہ ماہوار ملتا ہے۔ اور بہوپال سے ۲۵ نفر مقرر ہیں فی کس ۹ روپیہ ملتے ہیں۔

## خزانہ حرم نبوی

مدینہ منورہ میں سنا گیا کہ شاہان سلف و سلاطین ترک و مصر و دیگر امراؤن کے جانب سے جو وقتاً فوقتاً حرم نبوی کیلئے تحفہ ہدایہ آتے تھے اونکی مجموعی قیمت کا اندازہ کرنا غیر ممکن نہیں تو حال ضرور ہے تاہم ایک معتبر شخص کی زبانی معلوم ہوا کہ حرم محترم کا خزانہ از قسم زر و جواہر ۸۵ ملیون پونڈ سے ہرگز کم نہیں ہوگا جو تقریباً ایک ارب ۷۷ کروڑ ۵۰ لاکھ روپیہ کے مساوی ہے۔ یہ کل خزانہ خازن حرم محترم کے زیر نگرانی ہے۔ شاہان سلف کی نہایت قیمتی اشیاء رکھی ہوئی ہیں واللہ اعلم

علمای حرم نبوی علماء و فضلاء جو حرم شریف میں وعظ و نصیحت کرتے ہیں اور بعضے حلقہ درس رکھے

ہوئے ہیں اونکے نام یہ ہیں :-

۱۔ سید ابوبکر بن سید علوی شیخ السادات و نقیب الاشراف با فقیہ مفتی شافعی۔ ماہوار انکو و شش اشرفی عثمانی ملتی ہیں۔

۲۔ مہمون آفندی مفتی احناف ہیں ماہوار دس شہر فی وظیفہ پاتے ہیں بڑے لائق بزرگ ہیں۔

۳۔ سید احمد ہر خزی محدث۔ ۴۔ شیخ یاسین۔ ۵۔ شیخ عبدالقادر طرابلسی۔ ۶۔ مولانا عمر بہدانی

الافندی۔ ۷۔ ابراہیم سکوبی و مولانا شیخ عبدالرباقی ہیں انکی تنخواہوں کا مجھے پتہ نہ لگا۔

اسطوانات | میں نے پہلے ستون حرم نبویؐ کا ذکر کر دیا ہے مگر انہیں بعض خصوصیت کیساتھ قابل ذکر

حرم نبویؐ ہیں۔ ۱۔ اسطوانہ مخلق۔ ۲۔ اسطوانہ عائشہ۔ ۳۔ اسطوانہ توبہ۔ ۴۔ اسطوانہ

ابی لبابہ۔ ۵۔ اسطوانہ محرس۔ ۶۔ اسطوانہ الوفودہ۔ ۷۔ اسطوانہ مربعۃ البعیر جسکو مقام جبریل بھی کہتے

۸۔ اسطوانۃ السیر۔ ۹۔ اسطوانہ تہجد۔ ان اسطوانات کی نسبت ایک روایت مشہور ہے اگر

تفصیل کی ضرورت ہو تو جذب القلوب دیکھ لیں۔ میری راسی میں زائرین کو چاہئے کہ ہر ایک اسطوانہ

کے پاس اگر موقع ملے تو دو گانہ نفل یا جو نماز ہو پڑھ لیں اور دعا کریں۔ ان اسطوانات تبرکات

کے اسماء مبارک اور نمبر نقش ہیں خصوصاً اسطوانہ عائشہ اور اسطوانہ توبہ پر لوگ بہت جمع رہتے

ہیں دعاؤں سے تضرع کرتے سہتے ہیں ذکر و تسبیح میں مشغول ہوتے ہیں۔ ان اسطوانات کی شرح اکثر سفر ناموں

میں درج ہے اسلئے میں نے فقط اتنا لکھ کر ختم کر دیا ہے کہ ہر ایک ستون کے پاس اگر موقع ملے تو دو گانہ لوا

کر کے دعا کریں۔

واحد عشرہ مبشرہ | روضہ پاک رسول خدا کے بالکل متصل یہ مقام ہے جو صحابای ذوی الاحترام کی

مشورت گاہ تھی۔ اس میں ایک کنواں ہے۔ اس دارالندوہ میں سب سے اول مہاجرین و انصار میں بعد

وفات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم خلافت کیلئے مشورہ ہوا تھا۔ بعد مشورہ عظیم حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ

خلیفہ بنائے گئے۔ یہاں سے امام میں یہ دارال عشرہ بڑا ہی تاریخی یادگار ہے جس میں مسلمانوں کے دو فرقے بنادے



یعنی شیعہ و سنی۔ اس دار عشرہ میں خلفای راشدین کے زمانہ تک شرعی اور ملکی انتظام کھیلے مشورے ہوتے رہے۔ اور دس اصحاب یعنی سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا علی، سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر، سیدنا سعد، سیدنا سعید، سیدنا عبدالرحمن، سیدنا ابوعبیدہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین خاص طور پر جلو فرماتے رہے۔ اسلام نے ابتدائی سے سلطنت جمہوری کی بنا ڈالی اور یہ مجلس گویا پارلیمنٹ تھی اس مقام پر دس صحابہ کرام کے نام دیواروں پر لکھے ہوئے ہیں۔

قبر ابو شجاع و نور الدین شہید اصفہانی وزیر نجم الدین ایک چوٹی کٹھڑے کے اندر رباط عجمین باب جبریل کے بالمقابل ہیں۔ ابو شجاع علما و شافعیہ میں ایک بہت بڑا عالم گذرا ہے۔

مکان سیدنا ابوبکر الصدیق و مکان و مسجد سیدنا علی کرم اللہ وجہہ مکان و مسجد حضرت سیدنا عمر باغ سیدنا طلحہ زاویہ جناب حضرت محبوب بنگانی و مکان حضرت سیدنا تمیم داری انصاری۔ ان سب متبرک مقامات پر اسوقت مکانات عالیشان بن گئے ہیں جنہیں زائرین کراہ پر رہتے ہیں۔ ایک مسجد عمامہ جسکو مسجد شمس بھی کہتے ہیں جہاں پر حضور انور سرور دو جہاں پر ابرنے سایہ کیا تھا۔ یہ مسجد مساجد بالا کے قریب میں محلہ مناخر یعنی شہر نپاہ کے باہر واقع ہے۔

**حرم نبوی میں دوشنب** روز شنبہ ۱۶ محرم الحرام و روز دوشنبہ ۱۸ محرم الحرام میرے لئے

بہت مبارک راتیں تھیں۔ میرے پیرو مشد مولانا مولوی حاجی حافظ سید جماعت علی شاہ صاحبہ نقشبندی محدث علی پوری مدظلہ العالی کی اجازت سے مجھے بھی یہ سعادت حاصل ہوئی کہ دوشنب حرم نبوی میں عبادت کرنیکا موقع ملا۔ پیرو مشد قبلہ کو ہمیشہ وہاں رہنے کی اجازت تھی۔ پہلی دفعہ ۵ شب کیلئے اجازت ملی تھی بعد کو شیخ الحرم نے آپکی سیادت و بزرگی پر خیال فرما کر یہ حکم صادر فرمایا کہ جب تک حضرت سید جماعت علی شاہ صاحب مدظلہ نہیں رہیں حرم نبوی میں شب گزاریں۔ یہی نہیں بلکہ مزید عنایت آپ پر یہ تھی کہ اپنے دو ایک خادموں کو بھی رکھ سکتے تھے۔

۹ بجے کے بعد کل روشنی بجادی جاتی ہے: بجلی کے چراغ خود بخود گل ہو جاتے ہیں۔ صرف قبۃ مبارک کے اندر زیتون کے چراغ جلا کرتے ہیں۔ بعد نماز عشا خوجگان حرم کل نمازیوں کو باہر کرنا شروع کرتے ہیں۔ ۱۰ منٹ کے اندر اندر سب کو باہر نکال کر کل دروازے بند کر دئے جاتے ہیں۔ حرم شریف میں اکدم ظاہری اندھیرا ہو جاتا ہے۔ مگر آفتاب سالت کی شعاعیں چاروں طرف اپنا جلوہ کوہنوتی ہیں ایک قسم کی قدرتی نورانی روشنی تمام شب رہتی ہے۔ سوائے خوجگان حرم کے اور میرے پیرو مرشد معہ ایک یا دو خادموں کے اور کوئی اوس شب کو اندر مسجد نبوی میں نہ تھا۔

جسوقت سے بیت المقدس میں چوری ہو کر نقب زنی کی وارداتیں ہوئی ہیں اوسوقت سے گورنٹ عثمانیہ حرم نبوی میں کیسکور ہونے کی اجازت نہیں دیتی۔ یعنی جہانتک مجھے معلوم ہے۔ اور میرے اقامت مدینہ طیبہ میں سوائے پیرو مرشد حضرت سید جماعت علی شاہ صاحب بلہ مظلہ العالی کو اور کسی کو اجازت نہ تھی۔ نہ بیٹے دو شب کسی اور کو دیکھا نہ ہزاروں لکھ بیتی اور سینکڑوں تقدس باب بزرگ موجود تھے مگر یہ شان ایزدی اور عنایت محمدی ہے جسکو چاہا بلالیا اور جسکو چاہا نوازا۔

اندر جو رہتے ہیں اونکی گنتی ہوا میں حرم محترم پہلے کر لیتے ہیں تاکہ کوئی پوشیدہ نہ بیٹھ رہے اچھی طرح سے چہان میں کر کے تب دروازے حرم شریف کے بند کرتے ہیں۔ میں تمام شب مواجہہ شریف کے پاس بیٹھ کر دلائل الخیرات پڑھتا رہا اور اپنے دلی حالات کو حضور انور کے دربار فیض آثار میں رور و کرنا یا کرتا تھا۔ خوجگان حرم جنہیں آغا خلیل جیسے بزرگ ہیں اکثر دربار نبوی کے روبرو دستہ بستہ کھڑے ہو کر دعا دے مانتا تھا کیا کرتے ہیں۔ عجیب سما اور حالت تھی جسکا بیان میں نہیں کر سکتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی خوبہ رات بہر نہیں سوتا ہے عبادت ہی میں گزارتے ہیں۔ اگر مکہ معظمہ میں بیت اللہ شریف کہی طواف سے خالی نہیں رہتا ہے تو حرم رسول اللہ میں دربار نبوی کے روبرو بھی کوئی نہ کوئی کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام عرض کرتا رہتا ہے۔ اللہ اکبر عجیب دربار ہے۔ پچھلی شب قبل نماز تہجد میرے پیرو مرشد نے ازراہ شفقت حرم نبوی

میں ستر بار اپنے دست حق پرست پر محکومت کرانی۔ اور جب تک میں مدینہ منورہ میں رہا وہ شب حرم نبوی میں اور دو یا تین وقت آپ کے دولت خانہ پر حیاں آپ تشریف فرما تھے بیعت کی۔ ایک وقت حرم میں بیعت کی تھی۔ میں اکثر محراب النبی واسطوانہ عائشہ و محراب تہجد واسطوانہ توبہ میں بیٹھ کر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے بعد دعا کرتا رہا۔ دینے و مان پر دو شب میں کیا کیا دیکھا اوسکا بیان کرنا خلاف ادب ہے۔ میری تو یہی دعا ہے کہ خداوند کریم ہر مسلمان کو جسکے دل میں محبت نبوی ہے یہ سعادت نصیب کرے آمین بحرمت سید المرسلین۔ چاندنی رات میں صحن شریف کے پرلی طرف بیٹھ کر گنبد خضراء کو دیکھنے سے دل پر عجیب فرحت حاصل ہوتی ہے۔ آنکھوں کی روشنی میں زیادتی معلوم ہوتی ہے۔

مدینہ منورہ

کی برکت

مدینہ منورہ جیسا بابرکت شہر روئی زمین پر نہ ہوگا۔ گرائی اور امساک بارش پیل

اور مندر کی دوری کے اعتبار سے اگر دوسرا کوئی شہر ہوتا تو بالکل ویران ہو جاتا۔

سال دو سال تک بعض اوقات بارش نہیں ہوتی مگر الحمد للہ کنعین تمام بانی سے پہرے رہتے ہیں چشمے اور انہار جاری ہیں دوکانوں میں ہر روز تازہ سنبری اور ترکاری میوہ جات نظر آتے ہیں جاؤ کل فریہ ایسے چربدار کے شاید ہی ہندوستان میں اس قسم کی زمین میں ہوں۔ کیونکہ ہو یہ ب حضور و رکائنا کے دعا کی برکت ہے۔ مسلم شریف میں ایک حدیث ہے جسکا ترجمہ یہ ہے۔ جب درختوں کو پہلا پھل آتا تو لوگ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہلے لایا کرتے تھے آنحضرت رسول خدا پہل کو اپنے ہاتھ میں لیتے اور خدا سے دعا کرتے کہ اسی خدا ہمارے پہلوئیں برکت دے اور ہمارے مدینہ میں برکت دے۔ ہمارے صاع میں برکت دے۔ ہمارے مدینہ میں برکت دے۔ ابراہیم تیرا بندہ تیرا خلیل اور تیرا نبی تھا۔ میں بھی تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں اور انہوں نے مکہ کیلئے دعا کی میں مدینہ کیلئے دعا کرتا ہوں۔ مکہ سے دو چند برکت مدینہ میں عطا کرے۔

دینی حیثیت سے مدینہ منورہ کو جو فضائل برکات حاصل ہیں دنیا میں کسی شہر کو حاصل نہیں ہیں

سب سے بڑی بزرگی و برکت یہ ہے کہ جناب سرور کائنات منہج موجودات رحمت عالمیان فخر رسل  
بیغیر آخر الزمان و مان حیات النبی موجود ہیں آپکا جوار اور ہمسایہ سے بڑھ کر اور کیا نعمت و برکت ہمارے  
لئے ہو سکتی ہے دنیا کی کڑوڑوں فہمتیں اوس ایک ذات با برکات کے ہمسایہ اور جوار رحمت پر تصدق  
و ترسان ہیں۔

مدینہ منورہ کی کسی چیز  
کو بُرا نہ کہنے کی تاکید

مدینہ طیبہ کی کسی چیز کو بُرا نہ کہنے کے باب میں میرے پیرو مشد مولانا مولوی  
حافظ حاجی سید جماعت علی شاہ صاحب بلہ مظلہ العالی نے دور و آیتا

بیان کیں۔ آپ نے بیان فرمایا کہ کوئی بزرگ مدینہ طیبہ میں آئے اور انہوں نے وہی خریدنے کیلئے ملازم سے کہا  
جب کہا یا گیا تو کسی قدر ترش تھا تو آپ نے ملازم سے فرمایا کہ میان دہی کہتا ہے۔ رات کو آنحضرت رسول خدا  
نے شیخ الحرم کو خواب میں ارشاد فرمایا کہ اُس سے کہدو کہ یہاں سے فوراً اوس جگہ چلا جاو جہاں کا دہی  
میٹھا ہو۔ شیخ الحرم نے اوس بزرگ کو تلاش کر کے رسول خدا کا فرمان سنا دیا تب وہ بہت بچپانے لگے  
اور خوب روئے اب کیا تھا جب تک معافی دربار نبوی سے نہ ہوئی وہ بزرگ بہت غمگین تھے۔

دوسری حدیث آپ نے یہ سنائی کہ زمانہ رسول خدا میں کہیں سے صحابائے کرام معہ حضرت عالمقام  
تشریف لاتے تھے راہ میں گرد و غبار بہت تھا۔ سب کے چہرے دھول سے بہر گئے تھے۔ ایک صحابی نے اپنے  
چہرے کی گرد و غبار کو کپڑے سے صاف کیا تو آپ نے یہ فرمایا کہ اسی فلان یہ غبار مدینہ ہے اس سے اپنے  
مونہ کو مت چھپاؤ سبحان اللہ کیا شان مدینہ منورہ ہے ایسے محبوب اور ایسے مقدس شہر کے ہشیار کو  
خراب اور بُرا کہنا چوٹا مونہ اور بڑی بات ہے اور رسول خدا کی سخت ناراضی کا باعث ہے۔

صحرین الشرفین

کی باہم فضیلت

بہت سے علماء اس بات کو طے کر چکے ہیں کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں کس کو  
کسی فضیلت حاصل ہے میں اس معاملہ میں اوس سے بڑھ کر کیا لکھ سکتا ہوں مگر  
میرا ایمان یہ ہے کہ مکہ معظمہ اگر بیت اللہ ہے تو مدینہ منورہ بیت رسول اللہ ہے۔ مکہ معظمہ میں ایک نیکی



اور ایک نماز لاکھ نیکی اور لاکھ نماز کا ثواب رکھتی ہے تو حرم رسول اللہ میں ایک نیکی یا ایک نماز ہزار کا بروایت دیگر بچاس ہزار کا ثواب کہتی ہے۔ مدینہ منورہ میں گناہ صغیرہ حکم گناہ کبیرہ رکھتا ہے جیسا بعض علماء کہتے ہیں کہ حرم مکہ میں ایک گناہ کے لاکھ گناہ لکھے جاتے ہیں واللہ اعلم بالصواب۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے زہر ہے سعادت آن بندہ کہ گردن زول : گہے بہ بیت خدا و گہے بہ بیت رسولؐ - وہاں لوگ بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں تو یہاں بیت رسول اللہ پر کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں۔ وہاں آب زمزم ہے تو یہاں آب کوثر ہے۔ وہ رسول اللہ کا پیارا وطن تھا تو یہ اللہ کا محبوب دیار ہے۔

حضرت عمرؓ و عبداللہ بن عمرؓ اور امام مالکؒ اور اکثر علماء اسی مدینہ کا مذہب یہ ہے کہ مدینہ منورہ فضل ہے کہ معظمہ سے والا بیت اللہ کے حامل کلام یہ ہے کہ قبر شریف حضرت سرور کائنات مہر موجودات رحمت عالمیان سرور دو جہان پیغمبر آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضل ہے مطلقاً خواہ مکہ سے خواہ کعبہ سے اور کعبہ معظمہ فضل ہے شہر مدینہ سے نہ کہ قبر شریف نبویؐ سے اور باقی مدینہ کے فضل ہونے میں باقی مکہ پر اور باقی مکہ کے فضل ہونے میں باقی مدینہ پر اختلاف ہے۔ ہماری تو یہی دعا ہے کہ خداوند کریم ہر ایک مسلمان کو حرمین الشریفین کی زیارت نصیب کری۔ اور دونوں سعادت سے ممتاز کرے آمین۔ خاص اس معاملہ میں کہ یہ فضل ہے یا وہ بحث کرنا یا زیارت نبویؐ کو ناجائز ٹھہرانا ہمارا کام نہیں۔

مدینہ منورہ	یہاں کے مکانات بھی دو منزلہ بلکہ چار منزلہ تک ہیں۔ مگر یہاں کو مکانات نہیں
کے مکانات	بتحضر زیادہ اور لکڑی کم ہے دیواریں وہی مٹی کی ہیں ایک قسم کا کچر ادا ہوا

رہتا ہے جو مکہ معظمہ کے مانند ہیں۔ بعض مکانات ترکی افسروں اور عرب تاجروں کے نہایت عمدہ اور عظیم الشان ہیں۔ پانخانہ وہی مخزن ہے جس میں سالہا سال تک صفائی نہیں ہوتی نہ بہتر ہے نہ کوئی صاف کرنے والا۔

مدینہ منورہ

کی گلیاں

دو ایک گلیوں کے سواے باقی سب گلی کوچے بہت تنگ ہیں کسادہ گلیوں میں ہوا

کی آمد و رفت ہوتی ہے مگر تنگ گلیوں میں نہیں ہے۔ کوتاہ گلیوں میں بڑے بڑے پتھر

بچھے ہوئے ہیں۔ تنگ گلیوں میں ہوا نہ چلنے کے سبب گرد و غبار نہیں ہوتا ہے۔ کل گلی اور شرکون کو دونوں

طرف دوکانیں ہیں کوئی گلی اور شرک دوکان سے خالی نہیں ہے۔ مدینہ منورہ میں زیادہ تر تجارت پیشہ رہتے ہیں

مدینہ منورہ

کے حمام

مدینہ منورہ میں دو حمام ہیں مگر ایک اسوقت خراب ہو جانے کی وجہ سے بند ہو چکا ہے۔

فقط ایک حمام باب المصری کے باہر باب العنبرۃ کے راستہ میں متصل بلدیہ یعنی

مینوسپالٹی آفس کے واقع ہے۔ تمام دن کھلا رہتا ہے۔ حمام کی مجموعی حالت قابل تعریف نہیں ہے۔ فی

کس ۱۲ لائے جاتے ہیں صابون تک اچھا نہیں دیتے چار یا پانچ کمرے غسل خانے کے اندر ہیں اور ایک

ڈال ہے ہر دو جگہ پر غسل کیا جاتا ہے۔ ہر مقام پر جہاں غسل کرتے ہیں دو نل ایک گرم اور ایک تھنڈی

پانی کا ہے جتنا چاہے خرچ کرو کوئی پوچھتا نہیں۔ فرش سنگ مرمر کا بہت عمدہ بچھایا گیا ہے۔ میری

رائے میں معر زین کے لائق تو یہ حمام نہیں ہے۔ جنکے طبائع کبھے غسل خانے اور برہنہ لوگوں کو دیکھنا پسند

کرتے ہوں وہ ان حمام میں جاسکتے ہیں۔ البتہ مجبوری کیلئے یہ بھی غنیمت ہے۔ میں اسکے اندر جا کر چھپایا

مدینہ منورہ

کی رباطیں

مدینہ منورہ میں ۳۸۰ رباط ہیں۔ جن میں گورنمنٹ کی ۶۲ رباط ہیں۔ گورنمنٹ رباط

میں ۱۰ سے ۵۰ آدمی تک فی رباط محافظ ہیں جنکو سالانہ دو گونی آٹا اور ماہوار

پانچ روپیہ فی کس ملتا ہے۔ انکے اوپر ایک مدرس مقرر ہے جسکی تنخواہ ۲۰۵۰۔ اشرفی ماہوار ہے۔ ایسے

ہر ایک رباط کو ایک مدرس اور اوسکا مکان سرکاری علیحدہ ہے۔

حیدر آبادی رباط میں سب سے بڑی بشیر الدولہ کی ہے جسکے اندر ۱۳۔ آدمی نوکر ہیں ایک ڈاکٹر

بھی مقرر ہے اوسکے مہتمم ہمارے بہ وطن جناب عبدالرحمن صاحب عنبر خانی دیلوری ہیں۔ جنکو ۶۰ روپیہ

ماہوار ملتے ہیں مہتممون کی تین رباط ہیں۔ مولوی ابوالبرکات صاحب کی ایک بڑی عالیشان رباط ہے

جس میں مردانہ اور زنانہ کمرے علیحدہ ہیں۔ خدیو مصر کی طرف سے ایک لنگر خانہ ہے مگر اس کا انتظام سنا گیا کہ درست نہیں ایک وقت روٹی ملتی ہے جس سے ایک بہو کے کا پیٹ نہیں بہتا ہے۔ ایک اور لنگر خانہ جناب عبدالرحمن صاحب سرخانی کے زیر اہتمام ہے۔ جب تک صاحب رباط کی طرف سے تحریری اجازت نہ ہو یا زائر اس ملک کا باشندہ نہ ہو جس کی رباط ہے تو اس میں مشکل سے اتر سکتا ہے۔ رباط میں رہنے والے حاجیوں کو لازم ہے کہ قبل روانگی وطن سے صاحب رباط کی اجازت تحریری لیکر جائے تو بہت آرام ملیگا۔ میرے خیال میں رباط کی سکونت صاحب ثروت کو ہرگز نہیں چاہئے۔ علیحدہ مکان کرایہ پر لیکر رہنے میں جو فائدہ ہے وہ رباط کو رہنے میں ہرگز نہیں ملتا۔ مینے رباطوں کو نام عدا چھوڑ دی ہیں۔

**مدینہ منورہ** | دولت علیہ عثمانیہ کی طرف سے مدارس ابتدائی اور مدارس رشیدیہ جاری ہیں۔ جہاں

**کے مدارس** عربی اور ترکی فرنیج زبان میں تعلیم دیا جاتا ہے۔ اسکے سند یافتہ کو سرکاری نوکری مل جاتی ہے

گزشتہ سال تک ۲۵ طلباء سے زائد تفرق کاموں پر مامور رہے۔ اشرفی تنخواہ تک نوکر ہو کر چلا گئے

مسجد نبوی میں تو کثرت سے حلقہات درس ہیں جو ہر ایک بجائے خود ایک مستقل مدرسہ

ہو سکتا ہے۔ علاوہ اسکے ایک قومی مدرسہ بنام مدرسۃ المقاصد الحمیدیہ سنتہ العلوم الاسلامیہ ہے جس کو

ایک مصری تاجر نے جاری کیا ہے جو چھ یا سات سال سے جاری ہے۔ اس کی تعلیم قدیم طرز پر ہوتی ہے

قرآن مجید قواعد تجوید کیساتھ پڑھاتے ہیں اور سات سات نحو کی تعلیم بھی جاری ہے۔

درجہ ابتدائی کو عقاید و فقہ کی تعلیم ہوتی ہے علم مباحثہ اور ریاضی بھی سکھایا جاتا ہے۔ دیگر

مدارس کے نام یہ ہیں۔ آمین آفندی، احسانیہ، اوزبک، بشیر آغا، ثروت آفندی، جلیلہ، حمیدیہ

حسین آغا، ساقری، مدرسہ شفا، قرہ باشی، محمودیہ، مدرسہ کشمیری، منظر حسین، علاوہ اسکے حرم

نبوی کے دروازہ باب مجیدی پر دو مدرسے کم سن لڑکوں کیلئے ہیں۔ یہاں کسی مدرسے میں علوم مغربی

کی تعلیم نہیں ہوتی ہے۔ البتہ ترکی مدارس رشیدیہ میں فرنیج زبان برائی نام سکھائی جاتی ہے جس کو عرب

سیکھنا پسند نہیں کرتے ہیں۔ ترکی گورنمنٹ نے اس سال ایک مدرسہ صنعت و حرفت کا بھی جاری کیا ہے۔ ماہوار ۷۰۔ اشرفی کا خرچہ ہے۔ اس سال یعنی ۱۳۳۱ھ میں ترکی گورنمنٹ نے ایک یونیورسٹی قائم کرنیکا ارادہ کر کے مدینہ یونیورسٹی کے نام سے ارادہ سنہ منجانب سلطان المعظم جاری کر دیا ہے۔ جسکا خلاصہ ہندوستانی اور انگریزی اخبارات میں شائع ہو چکا ہے۔

مدینہ منورہ  
کے کتب خانے

مدینہ طیبہ میں دو بڑے مشہور کتب خانے ہیں۔ ایک مدرسہ محمودیہ میں جو ماہین باب اسلام و باب الرحمتہ کے ایک عالیشان عمارت ہے۔ دوسرا کتب خانہ کتب خانہ شیخ الحرم ہے جو خارج باب جبریل پر ایک مشہور عمارت ہے۔ اول الذکر بعد ظہر کھولا جاتا ہے ہر فن کی کتابیں نمبر وار خوبصورت الماریوں میں جہیں آئینے خوشنما لگے ہیں سچی ہوئی ہیں۔ فہرست کتب موجود ہے۔ کتب خانہ میں نہایت عمدہ عربی وضع کافرشن جسپر جگہ جگہ عمدہ گدے اور تکے لگے ہیں بچھا ہوا ہے اور متعدد مینرین چھوٹی چھوٹی بھی رکھی ہوئیں ہیں جنپر کتاب رکھ کر دیکھ سکتے ہیں۔ فہرست کتب ناظر مدرسہ سے مانگنے پر ملتی ہے اور سکودیکٹر جس کتاب کی خواہش کرو منشی مدرسہ فوراً حاضر کرنا ہی جتنی مدت چاہو بیٹھ کر کتاب کا مطالعہ کرو۔ مگر باہر لیجانے کی ممانعت ہے۔ اگر کسی کتاب کی نقل لیا ہو تو ایسی جگہ بیٹھ کر نقل کر لو۔ کتب خانہ شیخ الحرم نہایت عمدہ کمرے میں جسپر ایک عالیشان قبہ ہے کتابیں آئینے کی الماریوں میں قرینہ وار رکھی ہوئیں ہیں۔ ہر فن کی کتاب علیحدہ علیحدہ ہے۔ فہرست یہاں بھی موجود ہے۔ فرش فروش یہاں کا اور بڑا بڑا نہایت مکلف بچھا ہوا ہے۔ ہر مذہب کی کتابیں موجود ہیں۔ علم یا ضی اور فلسفہ و منطق کی کتابیں بہت ہیں۔ دیواروں پر کمرے کے نہایت خوشخط خط نسخ میں عربی آیات و فقرات لکھے ہوئے ہیں۔

حرم نبوی میں باب الرحمتہ اور باب اسلام کی دیوار سے لگے ہوئے بہت سے صندوق نما الماریاں ہیں اور میں حرم شریف کی وقف شدہ کتابیں اور قرآن مجید رکھے ہوئے ہیں۔



علاوہ اسکے یہاں کے بازار میں ہر قسم کی عربی کتابیں نہایت مناسب قیمت پر مل جاتی ہیں جن میں زیادہ تر استنبولی اور بیروت و مصر کی طبع شدہ ہوتی ہیں۔

مدینہ منورہ کا ڈاکخانہ | شہر مدینہ طیبہ میں ڈاکخانہ اور تار گہرا ایک ہی جگہ میں (کبائینڈ) اور تار گہرا ہیں۔ تار آفس اوپر کے منزل میں اور ڈاک خانہ نیچے کے درجہ میں ہے۔

اسٹامپس یعنی ٹکٹ علیحدہ فروخت ہوتے ہیں۔ حسب رواج ملک کے فروخت کنندہ ہی اپنے لعاب میں سے ٹکٹوں کو خطوں چسپان کر دیتا ہے۔ کوئی لیٹر بکس غیر نہ پوسٹ آفس میں ہے نہ اندرون شہر کسی مقام پر اسے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک میں لیٹر بکس کا رواج ہی نہیں ہے ورنہ ضرور کہیں نہ کہیں نظر آتا۔ کلرک کے ہاتھ میں خط دیتے ہی وہ فوراً پیسے لیکر ٹکٹ چسپان کر کے مہر مار کر اپنے پاس رکھ لیتا ہے۔ کل آفس بہر میں ۳ کلرک ہیں ایک تو ٹکٹ چسپان کیا کرتا ہے۔ دوسرا رجسٹری اور تیسرا پوسٹ ماسٹر ہے۔ اگر اتفاق سے ٹکٹ چسپان کرنے والا موجود نہ ہو تو دوسرا شخص حتیٰ کہ پوسٹ ماسٹر بھی آپکا خط انہیں لیگا اور وہ آئے تک آپکو انتظار کرنا پڑیگا یا واپس جانا ہوگا۔

میں جو کچھ لکھتا ہوں وہ میرا ذاتی تجربہ ہے سنی سنائی باتیں نہیں ہیں۔ ڈاک اور تار والے سوائے سکے عثمانیہ کے اور کسی ملک کا سکہ خواہ کسی قسم کا ہو ہرگز نہیں لیتے ہیں۔ انگریزی سکہ لیا کر اسٹامپ طلب کرنا یا تار بھیجنے کی خواہش کرنا محض وقت کا کھونا ہے۔ ڈاکخانہ جانے سے پہلے سکے عثمانیہ کو بدل کر اپنے ہمراہ لے جاؤ ورنہ واپس آنا ہوگا۔ البتہ انگریزی سونے لے لی جاتی ہے اس حالت میں کہ اگر ڈاک خانے میں واپس دینے کیلئے روپیہ موجود ہو۔

مدینہ منورہ سے موسم حج میں بہت سے تار روانہ ہوتے ہیں۔ بگڑا نظام ایسا ناقص ہے کہ کچھ کہا نہیں جاتا میں اپنا ایک واقعہ بیان کرتا ہوں جس سے ناظرین وہاں کے انتظام کی بابت خود نتیجہ نکال لیں۔ مجھے ایک تار ہندوستان کو روانہ کرنے کی ضرورت ہوئی۔ میں تار گہرا گیا۔ دو آدمی تار لینے پر

مامور ہیں۔ ایک ترکی اور عربی تار لیا کرتا ہے اور دوسرا فریچ یا انگریزی زربا نکاتا وصول کرتا ہے۔ مینے  
 تار کا فارم طلب کیا تو ایک معمولی ردی کا غزمیرے حوالہ کیا اور کہا کہ اسپر لکھ دو۔ چونکہ یہاں پر کوئی مقررہ  
 فارم جیسے ہندوستان میں آئے دن بدلتے رہتے ہیں کوئی نہیں ہے۔ فقط کاغذ پر لکھ کر دینا ہوتا ہے۔ مینے  
 تار لکھ کر انگریزی میں اس کے حوالہ کیا۔ وہ شخص مجھ کو برابر آدھے گھنٹہ تک بٹھا کر بعد کو کہا کہ انگریزی تار لینے  
 والا کلر کہیں باہر گیا ہے۔ اس کے آؤتک میں اس تار کو ہرگز لے نہیں سکتا۔ وہ شاید ظہر تک آوے گا  
 اس وقت ۱ بجے تھے۔ یہ سن کر میں واپس آگیا اور اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر حرم شریف کو چلا گیا وہاں  
 نماز ظہر کی ادا کر کے دوبار تار گہر کو گیا۔ اس وقت تک اس کا پتہ نہ تھا۔ اب قریب ۲ بجنے کے تھے۔  
 غرض میں بہت وقت تک وہاں پر اونکے حالات کا ملاحظہ کرتا ہوا بیٹھ گیا۔ ۲ بجے کے قریب وہ  
 کلر آیا چوڑک تھا۔ انگریزی کسی قدر جانتا تھا بڑا نمازی معلوم ہوتا رہا اول اس نے آتے ہی آفس کے  
 اندر ایک کوچ پر ظہر کی نماز پڑھی اور بعد اپنا حساب وغیرہ دیکھ کر پھر میرا تار لیا۔ ۲ بجے تھے۔ میں  
 ویلور کوتا کرنا چاہتا تھا اپنی کتاب میں۔ ۱ منٹ دھونڈ کر ویلور کو نکالا۔ آج تمام دن میں اس نے ۳  
 تار لئے اور قریب ۱۶ تار کے بچہ لکھ کر واپس کئے کہ فرصت نہیں ہے ایسے انتظام سے سلطنت میں  
 آمدنی ہو تو کیسی ہو۔ روزانہ اوسط تاروں کا دیا ہوتا ہے اور آتے تو بہت ہیں مجبوراً واپس بھی جاتی  
 ہیں۔ یہ بات اعلیٰ حکام کو کیا معلوم اور یہاں یہ قاعدہ ہی نہیں ہے کہ اپنی فریاد کو اوپر تک پہنچائیں  
 جتنے عرصہ میں (یعنی صبح کے ۱۱ سے ۲ بجے دن تک) ترکی کلر نے میرا ایک تار لیا اس نے عرصہ میں  
 انگریزی تار آفس کا معمولی کلر دو سوتار سے زائد لے لیتا۔ نگرانی اور سختی یہاں نہیں ہے اللہ والی  
 کا رخانہ ہے۔ اتنا بڑا شہر جہاں لاکھوں زائرین و مسافریں آتے اور جاتے ہیں وہاں پر ایک کمیٹیڈ  
 آفس کا ہونا اور عملہ کا چست و چالاک نہ ہونا اور وقت پر کام کا نہ کرنا۔ کہاں تک ملک اور گورنمنٹ  
 کیلئے فائدہ بخش ہو سکتا ہے۔ ناظرین خود خیال کریں۔ مدینہ منورہ میں کم از کم دس پوسٹ آفس کا

ہونا ضروریات سے ہے۔ اگر تعداد آفسون کی نہ بڑھائی جائے تو عمدہ کو بڑھا کر قواعد کی پابندی رکھنا لازمی ہے۔ میرا تازہ سیرے روز دیورہ پونچ گیا شکریہ کہ مل تو گیا۔ میرے معزز ہم سفر حاجی محمد رفعت بے مفتی زادہ و برادر حق بے میر ششی سلطان المعظم نے مجھے کہا کہ مینے ایک تار مدینہ منورہ سے اپنے برادر حق بے کوروانہ کیا تھا تو تیرہویں دن اونکو ملا۔ وہ کہتے تھے کہ ایک روز زیادہ سے زیادہ جواب آنے کیلئے کافی ہے۔ یہ فقط انتظام کی خرابی ہے۔

مدینہ منورہ | مدینہ طیبہ میں سواری کیلئے دو قسم کی گاڑیاں ہیں ایک فٹن جسکو وکٹوریہ کہتے ہیں جبیں ۳ یا ۴ آدمی بخوبی بیٹھ سکتے ہیں۔ دوسری خچر کی گاڑیاں جس میں چھ

آدمی اندر اور ایک یا دو باہر بیٹھ سکتے ہیں۔ وکٹوریہ کو چار چاک اور خچر کی گاڑی کو دو پہیے ہوتے ہیں بظاہر ان گاڑیوں کی سواری میں آرام ضرور معلوم ہوتا ہے جب سوار ہو جاؤ گے اور سٹر کو نیکی ناگفتہ بہ حالت کو دیکھو گے تو آرام کے عوض بڑی مہبت کا سامنا پڑتا ہے سوار ہونے پر بہتہ لگیگا کہ ان کی سواری میں شغاف سے زیادہ خوف ہے اور خطرناک بھی ہے عرب گاڑیاں بے تحاشا ان خراب راستوں پر خچروں کو مار کر ڈورایا کرتے ہیں زمین کی نیچی اور اونچی حالت سے جب ایک پہیہ اوپر اور ایک نیچے کی طرف رہتا ہے تو خصوصاً اس وقت جب زانہ ساتھ ہو اور چھوٹے چھوٹے بچے ہمراہ ہوں تو اونکا دل ہی جانتا ہے۔ دو چاک کی گاڑی سے چار پہیے والی فٹن اچھی ہے اس میں متناظرہ نہیں

مدینہ منورہ میں | سواری کیلئے گدے اور خچر ہی بہت ملتے ہیں یہ ہر طرح سے آرام کی سواری سوار کے جانور ہے گھوڑے کسے کسے موجود رہتے ہیں زیارات بیرونی مدینہ طیبہ کو اکثر

زائرین انہیں پر سوار ہو کر جاتے ہیں۔ دو قسم کی سواری ہے ایک پر زین اور لگام مومہ کاب دوسرے پر فقط ملکی زین بغیر رکاب کے ہوتی ہے کرایہ میں صرف تھوڑا فرق ہے لہذا ہمیشہ رکابدار مرکب لینا اچھا ہے۔ بغیر رکاب کے سواری کرنا چلنے سے زیادہ تھکان لاتا ہے۔ عرب اور بدو جس طرح چاہتے ہیں

اولٹے سیدھے بیٹھ جاتے ہیں اونکی تقلید مت کرو۔ اگر کرو گے اور سوار پکے نہ ہو گے تو فوراً گر پڑو گے سواری کے عوض خواری ہوگی۔

**مدینہ منورہ کے محلے** | مدینہ طیبہ میں مندرجہ ذیل محلے و کوچے ہیں: ۱۔ زقاق زرنندی۔ ۲۔ شقیقہ الرصاص۔ ۳۔ زقاق خیاطین۔ ۴۔ دروان۔ ۵۔ زقاق شوز۔ ۶۔ چارت الاغوات۔ ۷۔ زقاق

حمزہ ولی۔ ۸۔ صاجہ۔ ۹۔ زقاق الحبس۔ ۱۰۔ زقاق السلطان۔ ۱۱۔ زقاق الاطبار۔ ۱۲۔ زقاق بن حسین۔ ۱۳۔ زقاق البدور۔ ۱۴۔ زقاق المجیدی۔ ۱۵۔ زقاق الجعفر۔ ۱۶۔ شقیقہ الامیر۔ ۱۷۔ شقیقہ شیخی۔ ۱۸۔ حمام۔ ۱۹۔ زقاق باب الشامی۔ ۲۰۔ زقاق الکبریت۔ ۲۱۔ زقاق الدرہ۔ ۲۲۔ زقاق حماسین۔ ۲۳۔ تومتہ حشفیہ۔ ۲۴۔ زقاق شجرہ۔ ۲۵۔ زقاق الطوال۔ ۲۶۔ دار الفیافیہ۔ ۲۷۔ دار البیضہ۔ ۲۸۔ زقاق الخشب۔ ۲۹۔ سیدنا عبداللہ والد ماجد سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔

**مدینہ منورہ کے بازار** | اس مقدس شہر میں یوں تو بہت بازار بلکہ سارا شہر بازار ہی بازار سے بہرا ہے مگر دو بڑے مشہور بازار ہیں۔ ایک تو باب اسلام سے باب المصری تک چلا گیا ہے۔ دوسرا

باب الحرمہ سے باب الشامی تک ہے۔ ان بازار و نمین تمام دن رونق رہتی ہے۔ ایام حج و زیارت میں حجاج و زائرین کی زیادہ کثرت رہتی ہے ہر ملک کا مسلمان جو آتا ہے کچھ نہ کچھ ضرور خرید کر کے لیجاتا ہے۔ دنیا کی ہر ایک چیز سوائے منہیات شرعیہ کے کم و بیش مل جاتی ہے۔ ان دو بڑے بازاروں کے سوا ذیل کے چھوٹے بازار ہیں:۔ سوق النخضر۔ اسمین سنبری اور ترکاری ہر قسم کی ملتی ہے۔ سوق اللاد و حبابہ۔ ہر قسم کی کھجوریں ملتی ہیں۔ باب المصری باہر ہے۔ سوق التمار۔ اس میں شیار خور دنی جیسے چانول۔ گیمون۔ دال۔ گہی وغیرہ ملتا ہے۔ شام کا گہی بمقابلہ ہندوستانی گہی کے ذرا اچھا ہوتا ہے۔ چانول بہت عمدہ ملتے ہیں۔ سوق الطباخہ۔ اس بازار میں زیادہ تر نان بائی اور ٹھیاہوں کی دوکانیں ہیں۔ عربی و ترکی مذاق کا کھانا ملتا ہے۔ ہندی مذاق کے مانند چٹپٹا نہیں ہوتا۔ سوق البرسیم۔ جانوروں کا چارہ



بکنا ہے۔ برسیم ایک قسم کا گھاس ہے جسکو دنبہ یا بکرون کو کھلاتے ہیں۔ سوق الہراج۔ یہاں نیدام ہوا کرتا ہے۔ بدوی تاجر اس میں زیادہ خرید و فروخت کرتے ہیں۔

**مدینہ منورہ** مکہ معظمہ میں مسلم و مطوف اور یہاں پر مزدورین ہیں جو زائرین کو زیارت کر کے صلوٰۃ کے معلم سلام پڑھایا کرتے ہیں۔ ہر قوم اور ہر ملک کیلئے جدا ہیں۔ سب بڑے شیخ المزدورین

سید عبدالکریم برزنجی ہیں۔ مدرس کے مزدور سید احمد بافقیہ کے بھتیجے ہیں جنکا نام بھی سید احمد ہے۔ آدمی جنٹلمین ہیں نئی روشنی لگی جھلک انہیں ذرا سی لگی ہے۔ پیسہ کی طمع نہیں۔ مگر یہ خود کسی وقت سدا صلوٰۃ نہیں پڑھاتے ہیں انکے دو ایک صبی ہیں وہی ہر نماز کے بعد لوگوں کو سلام پڑھایا کرتے ہیں۔ میری رائے میں ایک کتاب ملتی ہے اوسکو لیکراؤ سکے موافق پڑھ لینا بہت اچھا ہے۔ انہوہ کثیر کے ساتھ سلام پڑھنے سے الفاظ میں غلطی ہو جاتی ہے۔ تنہا کتاب دیکھ کر پڑھنا اچھا ہے۔ مدنی مزدور عموماً خوش خلق رحم کریم ہوتے ہیں۔ زائرین کو ہر قسم کی مدد دیتے ہیں۔ مکی معلموں کی طرح زیادہ حریص و طامع نہیں ہیں۔ زائر اپنی مرضی سے حق الخدمت جو چاہے دیدے وہ خوشی سے قبول کر لیتے ہیں جس نہیں کرتے۔ حکومت کی طرف سے سنا گیا کہ پانچ روپیہ فی کس حق الخدمت مقرر ہے۔ مگر وہ چندان پرواہ نہیں کرتے۔ میں نے نصف گنی دی تھی جسکو انہوں نے خوشی سے قبول کر لیا۔ مزدورون کے کام یہ ہیں پانچون وقت بعد نماز کے صلوٰۃ و سلام پڑھنا۔ شہر کی اندرونی و بیرونی زیارات پر لیجانا۔ مکانات کرایہ پر لے دینا جلتی دفعہ اونٹ کرایہ پر کر دینا اگر براہ سبوعہ یا جدہ واپس ہونا ہو تو۔ اگر براہ حجازی ریلوے کے سفر کرنا ہو تو اپنا ٹکٹ خود آپ خرید کر لو۔ مزدور اندر نہیں آسکتے ہیں سلام الوداع پڑھنا اور انکی خدمت اور خوش خلقی کے مقابلہ میں جتنا دیا جائے بہت ہی تہوڑا ہے۔ ایام اقامت میں مزدور لوگ عموماً اپنی زائرین کی ایک وقت دعوت کرتے ہیں۔ ہمارا مزدور سید احمد بافقیہ نے ہماری یعنی کل مدراسیوں کی نہایت پر تکلف دعوت کی تھی۔ جو بالکل ہماری ملک و وضع پر تھی اعلیٰ درجہ کی بریانی مع زردہ و فیرنی

اور عربی وضع کی مٹھائی بھی تھی۔

**مدینہ منورہ** یہاں دو قسم کی حکومت ہے۔ ترکی افواج عثمانیہ کے کمانڈر یعنی جنرل کے ماتحت ساری فوجی کی حکومت اور ملکی حکومت ہے۔ انکا درجہ نائب گورنر کے مانند ہے یکم محرم ۱۳۳۰ھ سے حجاز کی کل

حکومت جیسے کے سینے سنا شریف مکہ کے اختیار میں دیدیگئی۔ جس میں سیول اور ملٹری دو وزن حکومت وہی کرینگے البتہ فوجی معاملات میں کمانڈران افواج عثمانیہ متعینہ مکہ و مدینہ منورہ سے تجویز ضرور لیا کرینگے۔

مدینہ منورہ کی پاسبانی ترکی عساکر کے ذمہ ہوتی ہے۔ ایک کچہری ہے۔ جہاں مستغیث عریض پیش کرتے ہی فوراً مقدمہ کی سماعت ہو کر فیصلہ ہو جاتا ہے۔ شرعی حکومت قاضی مفتی اور محتسب کے ذمہ ہے۔ جنہیں

مقدمات شرعیہ، مہر نان و نفقہ، نکاح، بیع شرعی وغیرہ طے کرنے پڑتے ہیں۔ مدینہ منورہ کے قاضی القضاات

شیخ محمد آفندی جعفری کے مفتی شیخ محمد تاج الدین۔ مفتی شافعی سید احمد برزنجی بافقہ۔ شیخ السروین سید عبدالکریم برزنجی اور انکے نائب سید غلوی و شیخ یحییٰ مدنی ہیں۔

**مدینہ منورہ** اس مقدس شہر کا پانی اسقدر شیریں اور لذیذ ہے جسکا بیان نہیں ہو سکتا۔ مکہ معظمہ کا پانی

میں ایسا شیریں اور لذیذ پانی نہیں ملتا ہے۔ جتنا چاہو بی لو کبھی کہی قسم کی شکایت نہوگی۔ زود ہضم اور ہلکا ہے۔ قبض ہرگز نہیں لاتا سرد بھی ہے۔ بالکل حرم شریف کے بیر آب یعنی زمزم

کا پانی جسکو آب کوثر کہنا بجا ہے نہایت لذیذ اور شیریں ہے۔ میں نے ایسا عمدہ اور خوش ذائقہ پانی باوجود

دو دور از ملکون میں پہرنے کے کبھی نہیں پایا۔ خداوند کریم ہر مسلمان کو مدینہ طیبہ کا پانی پلائے آمین

بحرمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

**مدینہ منورہ** خاک شفا، ایک قسم کی مٹی ہوتی ہے جو پھرائے مدینہ میں ملتی ہے اسکی ٹکیاں ۲۰ سیکڑہ

کے تبرکات آتی ہیں ہر مرض کی دوا ہے مینے اس مٹی کو ہیفہ میں استعمال کرایا بفضلہ شفا رکلی حاصل

ہوئی میں بالکل یقین سے کہتا ہوں دردزدہ کیوقت استعمال کرایا تو فوراً درد میں افادہ ہوا۔ مزار پاک

کی خاک جھاڑی ہوئی بڑی مشکل سے ملتی ہے۔ صندل۔ مہندی۔ سات گنوؤں کا پانی، حرم نبوی کے اندر کے کنوئین کا پانی۔ بیدانہ۔ اور جلی ہوئی کھجوریں۔ وہ روغن زیتون اور روضہ منورہ میں جلایا ہے۔ مٹھم تہی کے تکرے جو حجرہ شریف کے اندر جلتے ہیں۔ غلاف روضہ مطہرہ کا تکرہ اگر سیسہ کبابی تو بہت بڑی برکت کی چیز ہے۔ مسواک مدینہ۔ مذکورہ بالا سب برکات مدینہ ہیں۔

مدینہ منورہ کے مہر کنندہ دو یا پار ہیں مکہ معظمہ میں بہت ہیں۔ سینے دہلی اور برہما و چین کے مہر کنندہ والوں کو دیکھا۔ مگر جو بات یہاں کے لوگوں میں ہے یہ اور کہیں نہیں دیکھی گئی وہ

یہ ہے کہ یہ لوگ اول تو ہسٹل کے اندر اندر نام لکھ کر دیتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ کہو دینے سے پہلے لکھتے نہیں۔ بس اکدم اول لٹا کہو دنا شروع کر دیتے ہیں قیمت بھی زیادہ نہیں لیتے ایک نام کیلئے نہ رسد مہر اور کہدوائی سے میری سمجھ میں زیادہ نہیں ہے نقش و نگار بھی کندہ کرتے ہیں سینے دو مہرین کہدوائی تہیں جن کا نمونہ انشا اللہ آخر کتاب میں دیا جائیگا۔

اکثر مہرین سلطانی طہرے کے نمونہ پر کہو دتے ہیں۔ تلے او پتیل کی مہر کے علاوہ تھوڑے بھی کہو دتے ہیں۔ اس قسم تھوڑے بنائے وٹان ملتے ہیں قیمت زیادہ نہیں ہے۔

مدینہ منورہ میں اوقاف عثمانیہ سے مدینہ منورہ میں ایک خیراتی شفا خانہ باب السلام کے سامنے ہے جہاں غریب اور مساکین کا مفت علاج ہوتا ہے۔ جس کا خرچہ

سالانہ ایک لاکھ روپیہ کے قریب ہے۔ اس شفا خانہ میں عورت و مرد کیلئے ۳۳ بستری ہیں اسکے اعلیٰ ڈاکٹر امین آفندی ہیں اورنگی تنخواہ ماہوار ۱۸ عثمانی اشرفی ہے اور جراح۔ دوا ساز سب خلیق اور ہمدرد ہیں۔ ہر وقت اس میں بیمار بہرے رہتے ہیں کہانا اور دوا مفت ملتی ہے انگریزی طریقہ پر علاج ہوتا ہے صفائی اور انتظام نہایت عمدہ ہے۔ ہسپتال دو منزلہ ہے۔ کمرے ہوادار اور فراخ ہیں۔ بیمار و بچی ابھی خدمت کیجاتی ہے۔ اور کوئی مسکین ہسپتال میں فوت ہوتا ہے تو

بیت المال سے اس کی تجہیز و تکفین سرکاری طور پر ہوتی ہے۔ باوجود ترکی اثر ہونے کے پہر بھی اہل

مدینہ طیبہ یونانی علاج کو ترجیح دیتے ہیں۔ دیسی ادویہ کی زیادہ قدر و منزلت ہے۔ سب زیادہ اعتقاد

اور دار الشفا حجرہ مطہرہ سرور عالم اور خاک شفا پر ہے جس سے کل امراض بدنی و روحی دور ہوتی ہیں

مدینہ منورہ میں | مدینہ طیبہ میں دو دواخانے ہیں جس میں یوروپین دوا ملتی ہے۔ عبدالقادر و

انگریزی دواخانہ | عبدالہادی آفندی کے زیر اہتمام ہیں۔ آخر الذکر مدینہ طیبہ یعنی مدیکل کالج

قسطنطنیہ کے تعلیم و سند یافتہ ہیں بڑے خلیق و ملنسار آدمی ہیں۔ دوائیوں کے نام فرانسس میں ہیں۔

انگریزی نام سے دوا نہیں مل سکتی۔ یا اپنی بیماری کو ڈاکٹر صاحب سے کہتے ہیں وہ شور و دو تجویز کر کے

دیتے ہیں۔ آپ چاہینگے کہ دواخانہ میں چاکر انگریزی نام کی فلاں دوا دو ہرگز نہیں ملے گی یا تو عربی

میں نام کہنا ہوگا یا فرانسسی میں قیمت ادویہ کی کچھ ایسی گراں نہیں ہے۔

مدینہ منورہ کی | مدینہ منورہ میں اسوقت ۶ ہٹالین ٹرکی رہتی ہیں جس میں فی ہٹلن ۸ سو سپاہی

ترکی فوج | وعہ دار و غیرہ شامل ہیں اس ہی میں سے مدائن صالح تک ریل کی حفاظت

کیلئے جایا کرتے ہیں۔ برگڈیر جنرل بھری پاشا کے زیر کمان یہ فوج ہے۔ انکی تنخواہ ۵۷ عثمانی شرنی

ہے جو قریباً ۱۰۵۰ روپیہ کے برابر ہے۔ ۲ فیلڈ باٹری یعنی توپ خانے ہیں ایک پچر باٹری ہے۔

ایک اسکوادرن سوار و نکا ہے جس میں سو سوار ہیں انکے علاوہ ۸ سو بدوی سوار و نکا جو سائنڈنی سوار

رسالہ ہے وہ ریل کی حفاظت کیلئے مقرر ہے۔ فی سوار ماہوار ۳۰ شرنی عثمانی یعنی ۳۲ روپیہ ملتے

ہیں انہیں عہدہ دار اور کمانڈر بھی ہے تنخواہ انکو زیادہ دیکھائی ہے۔ یہ لوگ کی وردی بھی عبتہم کی

ہے مہتیارانکے بہت عمدہ ہیں کل فوج کی وردی بہت اچھی ہے۔

مدینہ منورہ | دو شنبہ ۱۸ محرم الحرام کو بعد نماز عشا جب میں حرم نبوی میں رہا تمام رات بارش

میں بارش | پڑتی رہی۔ دوسرے روز جب شہر کی سیر کو گیا تو تمام گلی کو چون میں کچھ ہو گیا تھا



یہاں کی مٹی میں چکنا چن ہے جو تینوں کو خوب لپٹ جاتی ہے۔ مگر شام تک ساری زمین خشک ہو جاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کثرت سے بارش ہو تو یہاں بھی مکہ معظمہ کے مانند پانی ہی پانی ہو جائیگا دو چار بلکہ کئی روز تک لوگوں کی آمد و رفت میں تکلیف ہوا کوئی۔ جب بارش زیادہ ہوتی ہے تو جو جگان حرم محترم گنبدِ خضرا پر سے جو پانی گرتا ہے اسکو جمع کر کے رکبتے ہیں زائروں کو تبرکاً دیا کرتے ہیں۔ بیت اللہ میں میزابِ رحمت اور یہاں پر گنبدِ حضرت عائشہؓ کا پانی دونوں برابر سمجھتے ہیں۔ مسلمان کو خدا نصیب کرے۔ آغا ٹھیل باب نے مجھے بھی تھوڑا پانی گنبدِ نثار سے گرا ہوا دیا۔

مدینہ منورہ کی آب و ہوا معتدل اور غذائی روح حیات و صحت افزا ہے یہاں کسی قسم کی متعدی بیماری نہیں ہوتی۔ اور نہ بحیش نہ اسہال نہ ہیضہ نہ طاعون کا زور ہے۔ بلکہ جو لوگ مکہ معظمہ یا راستے سے مرضِ بحیش میں مبتلا ہو جاتے ہیں وہ یہاں آنکر صحتیاب خوش اور باشاش ہو جاتے ہیں۔ صبح اور شام تہندی ہوا چلتی ہے۔ شب عرب میں خاصہ کہ مدینہ منورہ کی رات مشہور و معروف ہے۔ گرمیوں میں سناگیا کہ چنڈان گرمی نہیں ہوتی۔ سردی میں زیادہ سردی ہوتی ہے ہم تو سردیوں میں ہی تھے آب سرد سے و نہو نہیں بنایا جاسکتا تھا تمام ہاتھ اور پیر پھٹ گئے تھے۔

مدینہ منورہ کو مجبورِ رمضان المبارک مدینہ طیبہ میں نصیب نہوا مگر میں اپنے ناظرین کی آگاہی کا رمضان | کیلئے مصنف سمرنامہ حرمین کے چشم دید واقعات رمضان نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ”سوائے مکہ معظمہ کے شاید ہی کہیں ایسا رمضان مسلمانوں کو نصیب ہوتا ہو۔ دن خوابیدہ اور رات زندہ ہے۔ تراویح کے بعد تمام شب سجد نبوی کے مناروں پر لوگ تسبیح و تہلیل ذکر و اذکار میں بیٹھے رہتے ہیں کبھی اپنے حسن صوت سے تسبیح اور ذکر کر کے لوگوں کو سلاتے اور کبھی جگاتے ہیں۔ عجب لطف خیز سماں ہے۔ افطار اور بھری کی وقت حکومت

کی طرف سے تو بین جلتی ہیں اور ہر موزن نے اذان کہی اور دہر تو سپکے فائز شروع کر دئے یا پہلے تو:  
 کی آواز آئی اور ہر موزن نے اذان دی۔ اوقات کی عموماً بہت پابندی ہے۔ عصر کے بعد سے عموماً  
 مسجد نبویؐ معمور۔ ہر ملک کے لوگ علاحدہ حلقہ کئے ہوئے افطار کے انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں۔ مساکین و فقرا  
 کا ہجوم کثرت سے ہوتا ہے۔ تراویح میں بڑی پریشانی ہوتی ہے۔ ایک ہی وقت میں متعدد جگہ پر تراویح  
 کیلئے جگہ بنتیں ہوتی ہیں۔ بعض وقت یہ پتہ نہیں لگتا کہ ہم کس امام کے تابع ہیں اور کسکے پیچھے نماز پڑھتے  
 ہیں۔ اسہی لئے اکثر علماء اپنے گہروں میں تراویح پڑھ لیتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ ہر ایک کو اپنی شوق  
 ہوتا ہے کہ مسجد نبویؐ میں قرآن مجید کو ختم کر کے ثواب دارین حاصل کرے کل ۳ ختم مسجد نبویؐ میں  
 ہوتے ہیں ۲۵ کو مالکی مصلے کا ختم۔ ۲۷ کو شافعی مصلے کا ختم اور ۲۹ کو حنفی مصلے کا ختم ہوتا ہے  
 ختم کی راتوں میں شیخ الحرم تشریف لاتے ہیں۔ سب ملکر حضور سرور کائنات علیہ افضل التہنات والتسلیمات  
 پر سلام پڑھتے ہیں۔

عید الفطر کے چاند نظر آنے پر ۲۱ تو بین جلتی ہیں۔ نماز عید الفطر کی ۹ بجے کے اندر اندر ختم ہو جاتی  
 ہے۔ خطیب خطبہ ثانیہ پڑھ کر منبر سے اترنے بھی نہیں پاتا کہ ۲۱ تو یون کی سلامی ٹرکشن باٹری سے  
 ہوتی ہے عجیب سمان اور شان اسلامی کا ظہور نظر آتا ہے۔ یہاں ۳ روز تک لوگ عید مناتے ہیں  
 اور آپس میں عید ملنے جاتے ہیں عید ملتے ہوئے یہ کہتے ہیں من العایدین مطلب یہ کہ ہر  
 سال تمکو عید مبارک ملے۔ ہر روز کیواسطے ملاقات کے جدا جدا محلہ مقرر ہیں عید ملنے جاتے ہیں تو شیرینی  
 سے تواضع ہوتی ہے۔

مدینہ منورہ کی  
 محفل میلاد  
 ہر دو وقت اتفاق جلسہ میلاد مبارک کے دیکھنے کا ہوا مگر وہ محفلیں ہمارے  
 ہندوستانی بہائیوں کی تھیں جو طریقہ کے ہمارے ملک میں رائج ہے وہی ہاں  
 بھی دیکھا گیا بعد ختم میلاد النبیؐ متھائی تقسیم ہوئی اور کہا نا بھی کہلایا گیا۔ مگر میں یہاں پر مراۃ العرب سے

جلسہ مولود شریف کا بیان نقل کرتا ہوں جو مغز مصنف کا چشم دید بیان ہے۔

ربیع الاول کی بارہویں تاریخ نماز صبح کے بعد صبح سجد نبویؐ میں ایک چوبی منبر لاکر رکھتے ہیں اور اس کے سامنے ایک فرش بچھایا جاتا ہے جس پر کل اعیان شہر و حکام قرینے سے بیٹھتے ہیں۔ منبر کے چاروں طرف کل افسران فوج و سپاہ کھڑے رہتے ہیں۔ بعد اوندے کل ہالی شہر اور حصار آفاقی ہیں بقصد شمول حاضر ہوتے ہیں۔ قطار اعیان کے اوپر وہ بیٹھتے بخوردان مرصع رکھے جلتے ہیں جن میں بخور غنبرین جلایا جاتا ہے اسکے آگے اغوات حرم نہایت ادب کیساتھ دستہ بستہ کھڑے ہوتے ہیں۔ صحن شریف میں ایک خمیہ سبیل کیلئے نصب کیا جاتا ہے۔ اس کے اندر شربت قند و گلاب اور نقل بادام جو خاص اس تقریب کیلئے قسطنطنیہ سے بنا کر بھیجتے ہیں رکھے جاتے ہیں۔ پہلے ایک خطیب پہرہ دوسرا پرتیزیرا پہرہ چوتھا باری باری سے کھڑا ہو کر منبر پر جا بیٹھتا ہے۔ اور ذکر و لادت با سعادت آنحضرت سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتسلیمات پڑھتا ہے۔ قیام کیلئے سب کھڑے ہو جاتے ہیں اس والیت امثال نبویؐ کو اظہار اس شان و جلال سے ہوتا ہے کہ فرشتے بھی ارشاد کرتے ہیں یہ منظر بھی ایک عجیب و غریب اور شان اسلام کو ظہرانے والا ہے۔ بعد ختم مجلس اعیان کو امتیاز کیا نمہ سہاے بنورین میں شربت پلایا جاتا ہے اور شیرازی اور دیگر غلام سنبھال لیتے ہیں۔ عوام کو سیتہ علی لغوم شربت پلاتے ہیں اور تقسیم شیرینی بھی کی جاتی ہے۔ اور خلیفہ کو جو سیتے آخر میں پڑھتا ہے پانچ پارہ کا خلعت دیتے ہیں اور مجلس ختم ہو جاتی ہے۔ ۲۰ رجب کو نماز عصر کے بعد عینہ اسی طرح کی اسی ہستہ تمام کیساتھ مجلس قرار پاتی ہے۔ اس میں ذکر معراج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتا ہے سوائے قیام کے کل باتیں اسی طرح انجام دیتے ہیں۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ حرمین الشریفین میں وقت ذکر میلاد سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتسلیمات قیام کا رواج ہے اور اسکو جائز سمجھتے ہیں اس میں اعتراض کرنا بے سود ہے۔

مدینہ منورہ کے  
مشہور مساجد

مسجد قبا، مسجد علی، مسجد عاتکہ اسکو مسجد عجمہ بھی کہتے ہیں۔ مسجد شمس۔ پہلے یہ  
مسجد فضیح سے موسوم تھی۔ مسجد قرظہ یہ مسجد بخستان کے انتہا پر پختہ شرقیہ ہے۔  
پاس مسجد شمس کے شرق کی جانب واقع ہے۔ جسوقت آنحضرتؐ نے بنی قرظہ کا محاصرہ کیا تھا۔ تو آپؐ اسجاں فرما کر  
ہوئے تھے۔ مسجد شریہ امام ابراہیم ہے۔ جہاں پیر سیدنا ابراہیم بن رسول اللہؐ تولد ہوئے۔ مسجد ہار  
مسجد الاجابہ۔ مسجد بقیع۔ مسجد بن معاویہ۔ مسجد طریق السافد اسکو اب مسجد ابی ذر غفاری کہتے ہیں۔  
مسجد علی۔ مسجد ابوبکر۔ مسجد فتح اسکو مسجد الانخاب اور مسجد اعلیٰ بھی کہتے ہیں اصل میں مسجد فتح وہی ہے۔  
جو کہ سلع پر واقع ہے۔ مسجد سلمان فارسی۔ مسجد بنی حرام۔ مسجد قبلتین۔ وادی عقیق اور بیروہ کے  
قریب واقع ہے۔ مسجد نسیہ۔ مسجد الربابہ۔ مسجد عینین۔ مسجد الوادی اسکو مسجد عسکری بھی کہتے ہیں۔  
مسجد السقیاء۔ ان تمام مساجد مشہورہ کی زیارت تقریباً کل زائرین حجاج کرتے ہیں مگر ضرور انکو بتانے  
میں بہت حیلہ و بہانے کرتے ہیں ممکن ہو تو ان تمام مساجد کی زیارت سے مستفید ہوں بہر مقام پر ایک  
ایک دو گانہ پڑھیں بروایت سلسل ان تمام مذکورہ بالمقامات پر آنحضرتؐ نے نمازین پڑھی ہیں اللہ اعلم  
علمائے سیر نے بہت سے مساجد و مشاہد نبویہ کا ذکر کیا ہے لیکن اب سوا ہی مساجد مذکورہ بالا اور کسی  
مسجد کی علامت باقی نہیں ہے۔ لیکن اب باب بصیرت پر جبکہ دیدہ دل انوار ہدایت و عنایت سے منور  
ہیں۔ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ ان سب پہاڑوں وادیوں میں اثر جمال محمدیؐ اور ظہور کمال احمدیؑ  
سے کس قدر نورانیت ظاہر و باہر ہے کہ جسکی انتہا نہیں۔ اور سب اسکا یہ ہے کہ ان سب جگہوں میں  
کوئی ذرہ ایسا نہیں جسپر نظر مبارک نہ پڑی ہو اور وہ جمال ہیبت مال سرور انس و جان بغیر آخر الزمان  
صلی اللہ علیہ وآلہ و صحابہ وسلم کے دیدار سے مشرت نہ ہوا ہو۔

مسجد چتر اپا | حضرت سیدنا حمزہؓ کی قبر شریف سے تھوڑی دو باب شمال جانے سے قبہ بنیادہنی  
طرف نظر آتا ہے۔ جہاں پر رسول خداؐ کے دندان مبارک شہید ہوئے تھے۔ اسوقت دیوار میں کسی قدر



بلندی پر ایک پتھر جہاں ہے اوس میں نشان مبارک دندان اقدس رسول خدا موجود ہے۔ دو سوراخ  
اوپر انچ کے فاصلہ پر سیقدر گہرے ہیں لوگ اوس کو بوسہ غیر دیتے ہیں آنکھوں کو لگاتے ہیں آیہ  
واقعی وہی پتھر ہے جسے آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے تھے اسکا ثبوت سوائے خدا کے اور کسی کے  
پاس نہیں ہے۔ بس ہمارا اعتقاد ہے جو سلسلہ وار برابر چلا آتا ہے۔ یہاں بھی فقرار اور ساکین  
صف بستہ بیٹھے ہوئے رہتے ہیں۔

**مشہور واقعات** ولادت باسعادت دوشنبہ ۹ ربیع الاول ۱۲۰۰ عام الفیل مطابق ۲۲ اپریل

۱۵۰۰ھ - معراج دوشنبہ ۲۴ رجب ۱۲۰۰ھ - ہجرت پنجشنبہ ۲ صفر ۱۲۰۰ھ نبوت مطابق  
۱۲ ستمبر ۱۲۰۰ھ - روانگی از غار ثور دوشنبہ یکم ربیع الاول ۱۲۰۰ھ نبوت مطابق ۱۶ ستمبر ۱۲۰۰ھ  
وفات شریف دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۲۰۰ھ مطابق ۱۱ جون ۱۲۰۰ھ - بنائے مسجد نبوی ۱۲۰۰ھ  
تحویل قبلہ ۱۲۰۰ھ - فرضیت زکوٰۃ ۱۲۰۰ھ - فرضیت رمضان ۱۲۰۰ھ - فرضیت حج ۱۲۰۰ھ  
جنگ بدر ۱۲۰۰ھ - جنگ احد ۱۲۰۰ھ شوال ۱۲۰۰ھ - جنگ خندق ۵ شوال ۱۲۰۰ھ  
جنگ خیبر ۲ ربیع الثانی ۱۲۰۰ھ - فتح مکہ ۲۰ رمضان ۱۲۰۰ھ - جنگ حنین شوال ۱۲۰۰ھ  
جنگ تبوک ۲ رجب ۱۲۰۰ھ ہجری۔

**آنحضرت کا قبا** ۸ ربیع الاول ۱۲۰۰ھ نبوت یا ۱۲۰۰ھ ہجری روز دوشنبہ ۲۳ ستمبر ۱۲۰۰ھ  
**میں پہونچنا** تھی کہ خدا کے نبی قبا پہونچ گئے۔ اہل شرب نے جب سے سنا تھا کہ آنحضرتؐ ذمہ سخطہ

کو چھوڑ دیا ہے روز صبح سے سراہ بہر چشم بکریٹھ جاتے۔ اور صبح ٹھیک دوپہر نہ ہو جاتی۔ بیٹھے رہتے  
یہ لوگ ابھی واپس ہی گئے تھے کہ حضورؐ انور معہ صدیق اکبرؓ و عامر بن فہیرہ راہبر کے قبا میں پہونچ گئے  
اور ایک شخص کے پکارنے سے سب جمع ہو گئے۔ اور خیر مقدم کیا۔ اللہ اکبر کے ترانے لگاتے ہوئے آفتاب  
رسالت کے گرد اگر دلوں میں شاعرانہ کی طرح جمع ہو گئے۔ اکثر مسلمان ایسے تھے جنہوں نے ہنوز دیدار



# نقش مسجد قبا



بر انوار سے چشم ظاہر میں کو روشن نہ کیا تھا۔ انہیں نبی اللہ اور ان کے رفیق ابو بکر صدیقؓ کی خشت  
میں شہتباہ ہو جاتا تھا۔ حضرت صدیقؓ اس ضرورت کو تاڑ گئے۔ اور مسبارک پر سایہ کر کے کھڑی ہو گئے  
خدا کے رسولؐ پنجشنبہ تک یہاں ٹہرے اور اس سہ روزہ قیام میں اور بروایت دیگر دس روزہ  
قیام میں سب سے پہلا کام یہاں یہ کیا کہ خدائی وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کیلئے ایک مسجد کی بنیاد  
رکھی جو آج مسجد قبا کے نام سے موسوم ہے۔

**مسجد قبا** مسجد قبا کی زیارت یوم السبت یعنی ہفتہ کے روز ہوتی ہے اسوجہ سے کل زائرین میں

روز و ماں جاتے ہیں راستہ میں ترکی سپاہ اور بدوی سواروں کا بدرقہ حفاظت کیلئے تعین ہو جاتا  
ہے غرض ہم بھی روز شنبہ تاریخ ۱۶ محرم الحرام ۱۳۳۳ھ مطابق ۶ جنوری ۱۹۱۲ء بعد نماز صبح جانب مسجد  
قبا روانہ ہوئے۔ باب قبا کے پاس جا کر ایک گاڑی کرایہ پر کر لی فی کس عہدہ آمد و رفت کیلئے ٹھہرایا  
چار آدمی اس میں آرام سے بیٹھ سکتے ہیں۔ باب قبا پر ترکی فوجی پہرہ ہے۔ ایک مختصر سا اوٹ پوسٹ  
بھی بطور گارڈ کے دروازے کے متصل ہی رہتا ہے میں نے اندر جانا چاہا تو سپاہی نے روکا۔

ہم جیسے ہی باب قبا سے باہر ہوئے تو کوٹے کچرے کا فخرن ملا جو سائے مدینہ منورہ کا کوڑا آہی  
مقام پر سکری گاڑیوں میں مینوسپینی کے مہتر لا کر جمع کرتے ہیں۔ بڑا بہاری انبار ہے۔ باب القبا  
سے مسجد قبا تک برابر آبادی دونوں جانب کم و بیش واقع ہے۔ دہنے جانب ایک سیاہ ٹیلہ جسکو مینے  
قدمتی پلاٹ فارم کہیں لکھا ہے نظر آتا رہا۔ نصف راستہ میں ایک اونچی جگہ ملی جہاں پر سیاہ تھوڑا  
ایک حصار ہے اس پر ایک ترکی پہرہ بلند مینار متعین ہے سنا گیا کہ ۷۵ آدمی اس مقام میں رہتے  
ہیں۔ سبزی کے باغات اور نخلستان بھی دہنی اور بائیں بہت ملے۔ ایک بہت بڑا کنواں ملا جس میں  
بیون کے ذریعہ چرمی بڑے ڈول سے پانی نکالا جاتا تھا جسکو اہل دکن موٹ کہتے ہیں۔ یہاں پر بہت  
لوگوں نے وضو کیا کسی نے پانی پیا۔ اسکے پانی سے دور دور تک آب پاشی ہوتی ہے۔ ہم قریب



۸ بجے کے مسجد قبا میں داخل ہو گئے۔ قریب مسجد قبا کے ایک نہایت سرسبز و شاداب باغ ہے جس میں ایک درخت کھجور کا سبزہ خواہیدہ کی طرح زمین پر لٹا ہوا ہے۔ زمانہ رسالت پناہی سے برابر ایسا ہی ایک درخت پیدا ہوتا چلا آ رہا ہے۔ مسجد پر فقط ایک مینارہ ہے اندرون مسجد فقط معمولی چٹائیاں پڑی ہوئی ہیں دو تین کنوئیں ہیں جن میں آنحضرتؐ کا عاب بن مبارک گرا ہوا ہے۔ ایک کنواں، بیر خاتم کے نام سے موسوم ہے اس کا سوختہ نصف بند ہے اس میں مہر مبارک یعنی خاتم آنحضرتؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمانہ خلافت حضرت سیدنا عثمان بن عفانؓ گر گرم ہو گئی اور اس کے بعد ہی نوبت شہادت آپ کی آئی۔ بہتیرا ڈنڈا گیا مگر خاتم مبارک نہ ملی پر نہ ملی۔ یہاں پر مسجد سیدتنا فاطمہؓ، مسجد رضیہؓ و مسجد علیؓ بھی ہیں جن میں مسجد قبا میں وہ شہرک مقام حبسہ ایک مختصر قصبہ ہے جہاں حضرت رسولؐ خدا کا ناقہ قصوۃ بیٹھ گیا تھا لوگ تہرا گاؤں ادا کر کر۔ لام پڑھتے ہیں۔ یہ مسجد جانب شرق مدینہ منورہ کے واقع ہے۔ اس مسجد مبارک کی برکت میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ دو رکعت نماز مسجد قبا کی مجھ کو محبوب تر ہے۔ دو بار زیارت بیت المقدس سے اور مجھ سے بھی فرمایا کہ اگر تم لوگ جان لو کہ اس مسجد میں خداوند کریم نے کیا بیدار کیا ہے تو بڑی کوشش اور سعی سے اس کی زیارت کرو گے۔

راستہ کی حالت ناگفتہ بہ ہے گاڑی کو جب دوڑاتے ہیں تو بہت خوف معلوم ہوتا ہے کہ اب گری اور تب ایک پہیہ اوپر تو ایک نیچے کو رہتا ہے آرام نہیں ہے آج میں دیکھا کہ عورتیں تک سہیل چکر زیارت کیلئے آگئیں بدوؤں کی آبادی معلوم ہوتی ہے یہ لوگ امامیہ فرقے کے شیعہ ہیں ممکن ہے کہ تنہا اگر کوئی ملتا ہو تو ضرور تکلیف دیتے ہونگے مگر آج کا روز کوئی واردات سننے میں نہیں آئی چوی کا بھی خوف دلایا جاتا ہے جیب پاکٹ سے ہوشیار رہنا چاہئے میرے بیسے ایک پاکٹ کسی نے اڑا لیا جس میں ۲۲ روپے تھے میری دانست میں بلازم کا یہی کام معلوم ہوا۔ واللہ اعلم۔

مسجد المہاجرہ | اسکے قریب ایک مختصر مسجد ہے جس کو مسجد المعابدہ کہتے ہیں۔ یہ وہ جگہ ہے۔

جسکی نسبت مشہور ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں کہیں تشریف لاتے تھے اور اس مقام پر کچھہ نوش فرماتے تھے۔ کفار آپ کے ناقہ یا خیر کو کہولدا کرتے تھے تو بہاگنے کی حالت میں اون جانوروں کے پاؤں زمین میں گڑ جایا کرتے تھے تو وہ پر بہاگ نہیں سکتے تھے۔ پاؤں کے نشانات پتھر پر اب تک موجود ہیں

**مسجد قبلتین** | مدینہ منورہ سے ۴ میل کے فاصلہ پر مسجد قبلتین ہے جہاں حالت نماز میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم قبلہ بدلنے کا ہوا تھا۔ یہ مسجد عثمانؓ کے پاس ہے۔ اسکو بیرومہ بھی کہتے ہیں اسکی نسبت مشہور ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے ایک یہودی سے خرید کر مسلمانوں کیلئے وقف کر دیا تھا۔ یہ بھی مشہور ہے کہ اس کنوئین کا پانی نکین تھا۔ آنحضرتؐ نے اپنا آب وضوٰ الدیاجس وہ شیر میں ہو گیا یہ کنواں شام کے راستہ پر واقع ہے۔ ریلوے سے پہلے جب شامی قافلہ مدینہ منورہ داخل ہوتا تھا تو اس کنوئین میں سے ایک سیع عوض کو جو متصل کنوئین کے ساتھ پانی سے بہرہ دیا جاتا تھا تاکہ اہل قافلہ کو آسائش ہو۔ ہماری اقامت مدینہ طیبہ میں مسجد قبلتین کو جانے میں بہت خوف بتلا رہے تھے ترکی اور بدوی سپاہی کا پہرہ تمام راستہ کے اوپر مقرر ہو گیا تھا۔

وایسی میں مسجد سلمان فارسیؓ، مسجد جناب صدیق اکبرؓ، مسجد جناب عمر فاروقؓ و مسجد جناب حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کی زیارت بھی کی۔

**زیارت اہل** | دین اسلام میں قبروں کی زیارت کا ثواب ہے۔ اس طور پر کہ وہاں جا کر اہل قبر کا جواز

**قبروں کا جواز** | قبروں سے بطریق مسنون سلام کہئے (السلام علیکم اہل الدیار من

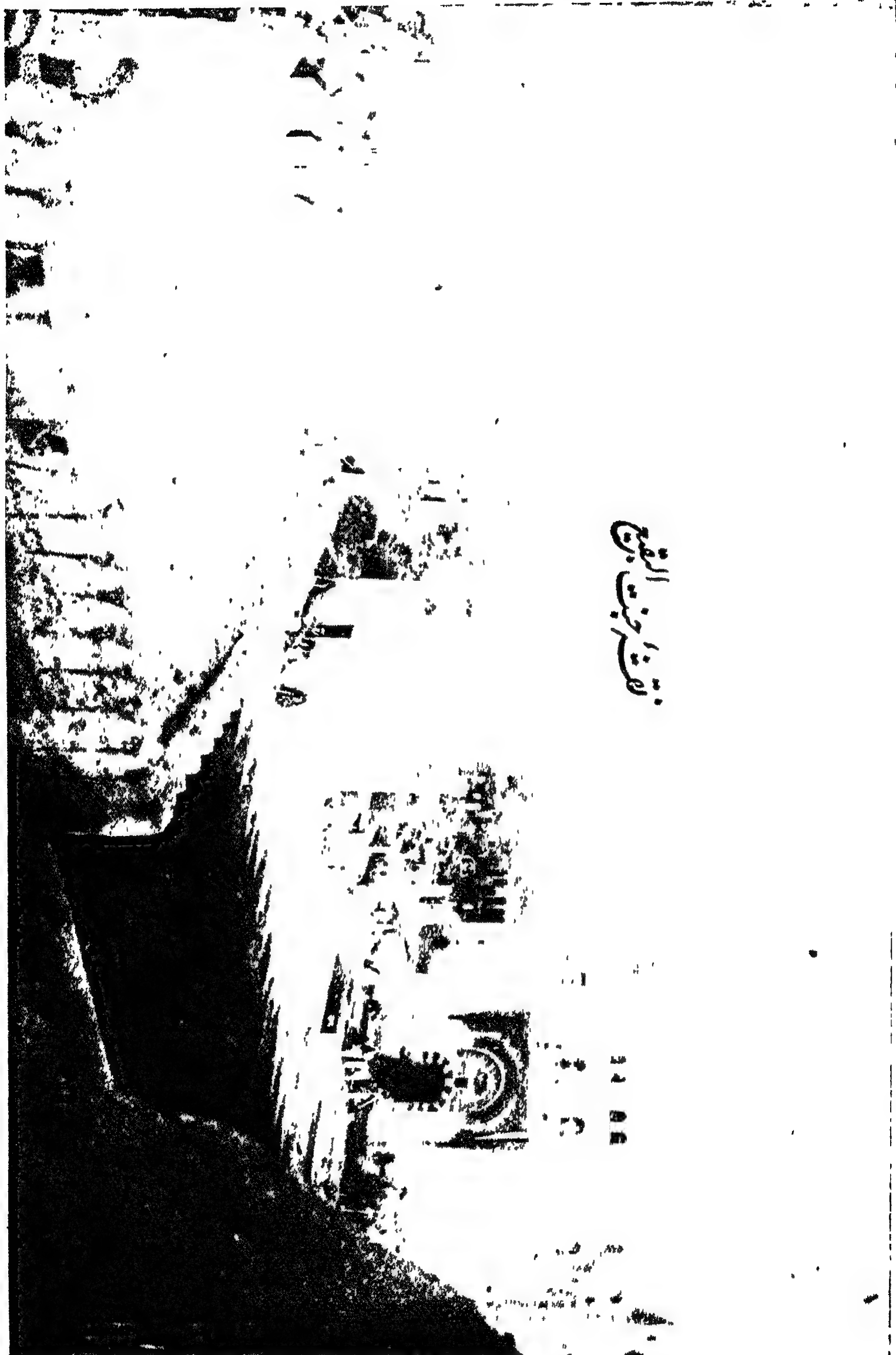
المومنین انا انشاء اللہ بیکم لاحقون نسأل ولنا ربکم العافیۃ ط) اپنے اور انکے لئے اللہ سے بہتری کی دعا مانگئے اور اپنی موت کو یاد کرے تاکہ دنیا سے دل سرد ہو اور گناہ سے بچنے لگے۔ اور اگر کسی بزرگ کی قبر کی زیارت کو دور سے قصد کر کے جاوے اس لئے ہے کہ اونکی قبر پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہوگی۔ مجھے بھی اوس سے برکت حاصل ہو تو فیضا یلہ بہنیں (اور حضرت خواجہ کائنات

علیہ افضل التحیۃ والتعلیۃ کی قبر شریف کی زیارت کا اجر تو جنت ہے (لیکن یہ نیت پرستش و طلب حاجات دنیوی کے کسی بزرگ کی قبر پر جاننا درست نہیں اور نہ کسی کی قبر کو سجدہ و طواف کرنا یا بوسہ دینا درست ہے۔ مدینہ طیبہ میں تمام مزارات اماکن مقدسہ پر زائرین و حجاج لازمی طور حاضر ہوتے ہیں سلام پڑھتے ہیں اور خیرات کرتے ہیں۔

**جنت البقیع** | روز یکشنبہ تاریخ ۱۳ رجب مطابق ۹ محرم الحرام ۱۳۳۳ھ کو میں جنت البقیع کی زیارت کی۔ باب جبرئیل سے نکلا کر اندرون شہر سیدار گلیوں میں سے گزرتے ہوئے باب البقیع کے باہر ہوتے ہی ایک قبرستان کا حصار ملا۔ جس کے سامنے سینکڑوں بلکہ ہزاروں فقراء و مساکین بیٹھے ہوئے تھے ہم نے خردانیان تہوئے بہنا کر کچھ خیرات کر کر اندر داخل ہوئے۔ سب سے اول ہمارا رہبر قبہ سیدنا عثمان بن عفان پر لگیا وہاں سلام پڑھنے کے بعد قبہ سیدنا ابوسعید الخدریؓ راوی احادیث النبوی کے قبہ پر لگیا وہاں سلام و دعا کرنے کے بعد قبہ سیدتنا فاطمہ بنت اسدؓ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ پر گئے وہاں سلام و دعا پڑھ کر بہت وقت کھڑے رہے کہتے ہیں کہ اس خالق کو خود بخود خیر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر میں اتارا تھا۔ اس کے بعد قبہ سیدتنا حلیمہ السعدیہؓ راویہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر ہو کر سلام و دعا پڑھا۔ زان بعد قبہ سیدنا ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گئے۔ اس قبہ میں کچھ مزارات صحابہ عشرہ مبشرہ کے بھی ہیں۔ سلام و دعا کے بعد قبہ سیدنا نافع بن عمرؓ شیخ القرآن پر حاضر ہو کر سلام عرض کئے اور اس کے بعد قبہ امام مالکی رحمۃ اللہ علیہ پر گئے سلام و دعا کر کے قبہ سیدنا عقیل بن ابی طالب و سفیان بن عمار و عبد اللہ بن جعفر طیار پر فاتحہ پڑھ کر وہاں سے قبہ امہات المؤمنین یعنی ازواج مطہرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر باہر سے یہی سلام عرض کئے۔ ادباً لوگ اندر نہیں جاتے ہیں اگر کوئی جانا چاہتا ہے تو بھی اندر جاتے نہیں دیتے ہیں۔ کل امہات المؤمنین کے اسمائی مبارکہ باہر ایک تختی پر لکھے ہوئے ہیں :-

# نقش‌آرامی‌های تخت‌البرق

نقش‌آرامی‌های تخت‌البرق







- ۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا - ۲۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا - ۳۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا - ۴۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا - ۵۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا - ۶۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا - ۷۔ حضرت میمونہ کا مزار مبارک المیمونہ میں ہے - ۸۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ کا مزار شریف مکہ معظمہ میں ہے۔

وہاں سے قبہ سیدنا بنات رسول اللہ جس میں سیدتنا ام کلثوم و سیدتنا رقیہ و سیدتنا زینب مدفون ہیں۔ یہاں سلام دو عاکر کے فاتحہ پڑھ کر قبہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گئے اس قبہ کے اندر حضرت سیدنا عباس ۲۔ سیدنا امام حسن بن علی المرتضیٰ ۳۔ سیدنا امام زین العابدین ۴۔ سیدنا امام محمد باقر ۵۔ سیدنا امام جعفر صادق مدفون ہیں۔ مزارات کو چوبلی صریح مثل کٹہرے کے حلقہ کئے ہوئے ہے سبز غلاف مزارات مقدسہ پر پڑے ہیں جنہیں دوڑی حرفوں میں اویس کے اسمائے مبارکہ بافتہ ہیں۔ اس قبہ کے ایک گوشہ میں ذرا بلندی سے مزار اقدس خاتون جنت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے اس پر سب کا زیادہ اتفاق ہے۔ مزار پاک بالکل غلاف میں پوشیدہ ہے آپ کے غلاف پر زیادہ کام کیا ہوا ہے۔ یہاں سلام و صلوات پڑھ کر دو عاکر کے قبہ عمارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوئے۔ اوس کے بعد مزار سیدنا اسمعیل رضی اللہ عنہ بن امام جعفر صادق پر حاضر ہو کر سلام و فاتحہ سے مشرف ہوئے۔ وہاں سے ایک قبہ میں گئے جہاں حضرت عمر ابن العاص فاتح مصر دفن ہیں۔ عبدالرحمن بن عوف سعد بن ابی وقاص عبداللہ بن مسعود ابو شحمہ بن عمر سعد بن معاذ ان سب زیارات سے فارغ ہو کر حضرات اولیاء اللہ کی زیارات کیں جو جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ منجانب حضرت قطب دیور شہیدہ عبداللطیف قادری کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔ بہت سے بزرگان کرام و اولیاء اعظام بقیع میں مدفون ہیں۔ ان سب پر مجموعی سلام پڑھ کر گنج شہدار کے پاس گئے وہاں سلام پڑھ کر ایک اور جگہ پر گئے جس کو شترخانہ جناب شاہ براق علیہ السلام باورچی خانہ اور خیمہ حضرت فاطمہ زہرہ کا ہے۔ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب۔ مالک بن انس۔ حضرت ابراہیم خزانہ

رسول اللہ - عبد الرحمن بن عمر معروف بہ ابوشحہ - عقیل بن ابی طالب - عبداللہ بن ذوالجناحین - جعفر ابن ابی طالب - عباس بن عبدالمطلب - حسن بن علی - مبارک حضرت حسین کا حضرت عباس کے پاؤں کی جانب سے - دونوں حضرات کی قبریں زمین سے بہت بلند ہیں۔

**زیارت سیدنا عبد اللہ** رفاق سیدنا عبد اللہ کے نام سے ایک محلہ ہے اوس میں ایک قبہ کے اندر تربت حضرت سیدنا عبد اللہ سلام اللہ علیہ والد بزرگوار حضور و کائنات علیہ افضل التحیۃ والتسلیمات ہے۔ یہ خاص مکان آپ کا تھا اوسی مکان میں آپ مدفون ہوئے۔ آپ نے سفر شام سے مراجعت کرتے وقت مدینہ منورہ میں وفات پائی تھی معلوم بیان بھی سلام پڑھاتے ہیں بہتر غلاف قبر شریف پر پڑا ہے جس میں سفید ریشمی حرف سے آپ کا نام مبارک بافتہ ہے۔

**زیارت سیدنا مالک بن سنان** اسی قبہ کے قریب ایک اور قبہ ہے جس میں حضرت مالک بن سنان دفن ہیں اہل مدینہ حضرت مالک بن سنان کی جہوٹی قسم ہر گز نہیں کہنا تھے۔ آپ کی

نسبت مدینہ میں مشہور ہے کہ یہ صحابی بہرا ہی سرور دو جہان خاتم مرسلان پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم جنگ حدین جہاد کو گئے اور شہداء احد کے ہمراہ آپ بھی شہید ہو گئے تھے۔ مگر یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہ تھی کہ آپ شہید ہو گئے ہیں۔ جب غازی جنگ سے واپس آ رہے تھے تو اونکی والدہ دروازہ شہر پر کھڑی ہوئیں ہر صحابی سے جو اونکے روبرو سے گذرتا تھا اپنے بیٹے کی خبر پوچھتی تھیں ہر شخص کہہ دیتا تھا کہ بچے لوگوں سے دریافت کرو جتنی کہ نوبت دریافت آنحضرت رسول خدا سے آئی اپنے فرمایا کہ تجھے آتے ہیں۔ شان کر لی کو دیکھئے کہ خدا نے اپنے حبیب دق کو سچا قرار دینے کی غرض سے مالک بن سنان کو زندہ کر دیا اور وہ سبکے پیچھے اپنے گھر پہنچے۔ اپنے گھر پہنچ کر اپنی والدہ سے ملو کے بعد وفات پائی اور اس جگہ دفن ہوئے اور علم بحقیقت احوال۔

**دیگر زیارات مدینہ منورہ** مکان حضرت سیدنا ابوالیوب انصاریؓ کے مکان حرم نبویؐ کے

پاس باب جبریل کے محاذی اور کتب خانہ شیخ الاسلام کے بالمقابل ہے۔ یہاں سب سے اول جناب سرور کائنات علیہ افضل التحیۃ والتسلیمات جب قبا سے وقت ہجرت پہلے پہل مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تب فروکش ہوئے تھے۔ اور یہیں پر ناقہ قصویٰ حضور انور کا بیٹھ گیا تھا۔ یہاں زائرین دو گانہ ادا کرتے ہیں مشہد سیدنا عثمان بن عفان خلیفہ سوم متصل مشیخت جلیلہ اور دار عشرہ مبشرہ کے بالمقابل ہے موٹے سنہری حروف سے ہذا مشہد سیدنا عثمانؓ تحریر ہے یہاں بھی دو گانہ ادا کیا جاتا ہے بسکن مسجد حضرت عثمانؓ اندرون قلعہ کے بھی ہے۔ باب جبریل سے آگے چل کر ایک قبہ ہے جس میں حضرت سیدنا اسماعیل بن سیدنا جعفر صادقؑ مدفون ہیں۔ زائرین یہاں بھی سلام و دعا پڑھتے ہیں۔ اسمعیلیہ فرقہ کے لوگ خصوصیت کیساتھ یہاں آتے ہیں۔ جنت البقیع سے واپس حرم شریف کو ہوتے ہوئے راستہ میں ہر پناہ کی اندر بھیہ مزار ملتا ہے۔ تربت سیدہ ملکہ بنت سید احمد رفاعی دار عشرہ مبشرہ میں ہے۔

مدینہ منورہ میں  
مساجد جنازہ

اہل مدینہ میت سے بھی زیارت کراتے ہیں یعنی پہلے جنازہ باب الرحمہ سے داخل مسجد نبویؐ کیا جاتا ہے اور نماز پڑھنے کے آگے اوسکو مواجہہ شریف کے

مقابل لجا کر تہوڑی دیر ٹہر کر حاملان جنازہ شفاعت کا دعا کرتے ہیں پھر کسی قدر ہٹ کر خلیفہ عظیم حضرت صدیق اکبرؓ کے مقابل اور پھر خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ کے مقابل کھڑے ہو کر سلام پڑھتے ہیں بعد ازاں جنازہ کو محراب عثمانی یا روضہ ریاض الجنۃ میں رکھ کر نماز جنازہ پڑھتے ہیں بعد باب جبریل کی طرف سے جنت البقیع کو لیجاتے ہیں میت کے ہمراہ آدمی بہت زیادہ نہیں جاتے جس قسم کی میت ہوتی ہے اویسے موافق آدمی جاتے ہیں ہم نے اکثر میتوں کو دیکھا ہے جس کے ساتھ ۱۰ سے ۲۰ آدمی تک بھی نہ تھے میت کے ہمراہ فقرا اور مساکین کا ہجوم ہو جاتا ہے۔

مقام احمد | دامن احمد ۳ میل سے کس قدر کم ہے اور قبہ سیدنا عمرؓ ۱۲ میل کے قریب ہے۔ مدینہ منورہ سے باہر نکلتے ہی جانب شمال راستہ جاتا ہے۔ تہوڑی دور جا کر سیدنا زکی الدین کا قبہ ہے اوس سے ذرا



آگے گزرنے سے ایک مقام پر دو قبے بنے ہیں کہا جاتا ہے کہ اس مقام پر حضرت رسول خدا نے جنگ اُحد کے روز اپنے صحابیوں کو لباس اور تہمیاں پہنے کا حکم دیا تھا۔ اوس کے ذرا اور آگے جانے سے ایک چبوترہ بختہ بنا ہے اسکی نسبت یہ مشہور ہے کہ یہاں پر آنحضرت رسول خدا نے کچھ دیر بیٹھ کر مشورہ جنگ کیا تھا اور پیغم صحابہ اس مقام سے کر کے جنگ کا مہینہ اور پیسہ مقرر فرمایا تھا۔ اوس سے کچھ اور آگے چل کر مقام شہادت کسمیرہ نامی حجرہ ہے، جہاں پر ایک پتھر کا چبوترہ بنا ہوا ہے۔ جہاں شہادت سے تقریباً سو گز جانب شمال مشرق حضرت حجرہ کی مسجد ہے جس میں آپ کو پہلے دفن کیا تھا۔ سن گیا کہ ۴۴ سال بعد ایک بہت بڑے سیدائے آ کر شہداء اراحد کو بہا دیا۔ اور کل گنج شہیدان پانی ہی پانی ہو گیا اور وقت سیدنا حجرہ اور دیگر شہداء اراحد کی لاشیں باہر آ گئیں۔ تب ماں سے لاشوں کو اٹھا کر ذرا پرے ہٹا کر موجودہ مقام میں دفن کیا گیا۔ تبرکات زائرین دو نوں مقامات پر سلام و دعا پڑھتے ہیں اور دو گانہ ادا کرتے ہیں۔ مسجد کے دو نوں جانب گنج شہیدان بنا ہوا ہے

**غار اُحد** | جبل اُحد کے دامن میں مسجد ثنائیہ سے ذرا دور یعنی تقریباً نصف میل پر ایک غار ہے۔

اوسکی نسبت یہ مشہور ہے کہ آنحضرت رسول خدا کے دندان مبارک شہید ہونے کے بعد جا کر یہ قدر آرام لیا تھا۔ اور شہداء اراحد یہاں پر جمع کئے گئے تھے۔ لوگ اس غار کی زیارت کرتے ہیں پہاڑ اُحد کا بالکل صاف کئی درخت یا اوکی تنہی کھجور کا نام و نشان نہیں ہے مٹی اور پتھر کا پہاڑ ہے چار بڑی چوٹیاں جبل اُحد کی ہیں ایک کا نام اُحد اور دوسرے کا مارون ہے۔ جبل مارون پر ایک قبہ نظر آتا ہے جسے قبۃ اہارون کہتے ہیں کہ حضرت مارون کی قبر ہے و اللہ اعلم بئیسے اونچے پہاڑ پر قبہ بنایا گیا ہے اینٹ اور گارا کیسے وہاں لینگے پانی کس جگہ سے ملا اسکا دریافت کرنا مشکل ہے روایت ہے کہ جب حضرت موسیٰ اور حضرت مارون علی نبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حج یا عمرے کی قصد سے مکہ معظمہ میں تشریف لائے اور مراجعت کی وقت مدینہ منورہ میں پہنچ کر جبل اُحد پر اترے ناگاہ پیغام

پیغام اجل حضرت مارونؓ کو پہونچا اور دین دفن کئے گئے۔ جو قبہ نظر آ رہا ہے وہ حقیقت میں آپ کی مزار پر انوار کا گنبد ہے جس میں ایک مختصر سی مسجد اور مرقد اور دو دفن ہیں۔ اس بات کا پتہ نہیں کہ آنحضرتؐ سرور انبیاء اس پہاڑ پر کس طرف سے چڑھے تھے۔ پانی کے دو چشمے یہاں موجود ہیں۔ اور چند مکانات لوگوں نے وقف کر کے رکھے ہیں جس کا جی چاہے جا کر وہاں قیام کرے کسی قدر بلندی پر کل مکانات بنے ہیں اس میں کچھ کچنہ اور کچھ مٹی کے دہانے نما ہیں یہاں سے جانب جنوب مشرق ایک بھرت مسجد نظر آتی ہے جس کا ایک منارہ ہے اس کو مسجد علی العریبؓ ابن جعفر صادقؑ کہتے ہیں یہاں میں آپ کا مزار ہے زائرین کم جاتے ہیں دور سے ہی فاتحہ و سلام پڑھتے ہیں۔

مقام احد جہاں جنگ اصد واقع ہوا ہے مدینہ منورہ سے ۳ میل جانب شمال ہے۔ یہ لڑائی ۷ شوال روز شنبہ ۳ھ کو واقع ہوئی۔ اہل مکہ اس لڑائی میں باپنج ہزار بہادر و نکاح کر جمع کر کے لائے جس میں ۳ ہزار شتر سوار دو سو سپہ سوار اور سات سو ذرہ پوش پیادہ تھے۔ یہ لوگ مدینہ تک بڑھ کر آ گئے آنحضرتؐ کی رائے یہی ہوئی کہ مدینہ کے اندر محصور ہو کر مدافعت کی جائے۔ مگر کثرت راسی بھی ٹھہری کہ مسلمان احد تک باہر نکل کر مقابلہ کریں۔ مسلمان تعداد میں ایک ہزار تھے۔ عین وقت پر عبداللہ بن مسعودؓ نے دغادی اور اپنے ۳ سو جنگ آزماؤں کو لیکر چلا گیا اسلئے سات سو مسلمانوں پر پانچ ہزار حملہ آوروں کی مدافعت کا کام ڈرامشکل تھا دشمن غصہ سے بہرے ہوئے جنگ بدر کا بدلہ لینے پر آمادہ تھے۔ غرض بڑے معرکہ کی لڑائی ہوئی طرفین کا سخت نقصان ہوا مسلمانوں کو ۷ صحابی شہید ہوئے اور لشکر کا بڑا حصہ تتر بتر ہو گیا۔ رسول خداؐ کے دو دندان مبارک شہید ہو گئے۔ آپ کی پیشانی مبارک اور بازو سے شرف پر بھی پتھر کے زخم آ گئے تھے۔ اس صدمہ سے آپ ایک غار میں جو اب تک زیارت گاہ خلائق بنا ہے آرام کی غرض سے چلا گئے۔ اتنی میں دشمنوں نے یہ افواہ اڑادی کہ حضورؐ انور شافع محشر شہید ہو گئے۔ یہ خبر آن کی آن بن بجلی کی طرح ادھر ادھر ڈور گئی

مدینہ منورہ سے محترم خواتین دوڑی دوڑی آئیں۔ یہاں آکر فاطمہ تولد پاتے والد بزرگوار کے زخم کو دھویا۔ پیشانی کا خون تہمتانہ تھا۔ اس میں چٹائی جلا کر بھری۔ علی مرتضیٰ اس وقت ڈھال میں پانی بہہ رہے لاتے رہے۔ عایشہ صدیقہ اور ام سلیم نے مشکیزے اٹھائے۔ وہ زخمیوں کو پانی لالاکر پلاتی تھیں۔ جنگ کے نقصانات میں بڑا بہاری نقصان یہ تھا حضرت سیدنا محمدؐ رسول اللہؐ شہید ہو گئے تھے۔ دشمنوں نے ان کے اعضاء کا ٹکڑا ان کی لاش کو بھی بے حرمت کیا تھا۔ آج یہ مقام سیدنا حمزہؓ کے نام نامی سے منسوب ہے۔ حضرت حمزہؓ کا مزار پُر انوار نہایت عالیشان ہے۔ دیواریں بلند صحن وسیع مسجد کے دو درجہ ہیں۔ اول درجہ میں مزار جلالت آثار ہے سبز کٹھن مزار مبارک کا ہے۔ آپ کے مزار پاک کے اندر ۳۔ اور شہداء احد مدفون ہیں۔ جن کے نام مبارک یہ ہیں ۱۔ سیدنا عبداللہؓ درجہ ہش۔ ۲۔ سیدنا مصعب بن عمیرؓ۔ ۳۔ سیدنا شامہ ابن عثمانؓ۔ پہلو میں ایک اور مزار ہے۔ میں سیدنا نقیلؓ مدفون ہیں۔ صحن مسجد میں شہداء احد مدفون ہیں اس جگہ بھی سلام پڑھایا جاتا ہے۔ مسجد اور مزار مبارک کے پاس بہت سے مساکین صف باندھے بیٹھے تھے پہلے انکو دیکھ کر پیسے گمان ہوا کہ شاید یہ حفاظ ہونگے جو قرآن ختم کرنے بیٹھے ہیں اسی طرح مسجد مصرعہ اور مسجد شنایا میں بھی لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ مگر یہ لوگ کسی کو ستاتے نہیں ہیں اگر کسی نے خوشی سے دیدیا لے لیا ورنہ تنگ نہیں کرتے ہیں۔ فرمایا رسول خداؐ نے کہ شہدائی احد پر سلام پڑھو کہ جب تک آسمان و زمین قائم ہے جو شخص ان پر سلام پڑھے اسکو یہ جواب سلام کا دینگے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جو شخص شہداء احد پر سلام پڑھے گا تو قیامت تک وہ شہدائی احد سلام پہنچے رہینگے۔ شہداء احد کی قبور شریفہ عموماً اور حضرت سیدنا الشہداء یعنی حمزہؓ کی قبر مبارک سے خصوصاً آواز سدھم کی بار بار سنی گئی اور اسباب میں اہل سلف کا اتفاق ہے۔

روایت کرتے ہیں کہ انہیں تین تین شہیدوں کو ایک کفن میں لپیٹا۔ تہ تہے اور فرماتے

# منزل سیدنا امیر عمرؓ

لا اله الا الله محمد رسول الله

بسم الله الرحمن الرحيم



III





تھے کہ جب بکو علم قرآن زیادہ ہے اوسکو لحدین پہلے اتارو۔ اخبار صحیحہ میں وارد ہے کہ ۳۶ برس کے بعد بعضے شہدائے احد کے قبور شریفہ کو کہولا تو تروتازہ پہولونکی کلیون کی سی لاشیں برآمد ہوئیں۔ بعضونکو اون میں سے دیکھا کہ اپنے زخون پر ہاتھ رکھ کر ویسے ہی رنگے ہیں ہاتھ کو زخم پر سے جدا کرتے ہیں تو زخم سے خون جاری ہوتا ہے۔ اور ہاتھ کو پہر چھوڑ دینے سے اوس زخم پر جا کر لگتا تھا۔ ان قبور کو کہولنے کا باعث یہ ہوا کہ بعضی بعضی لاشون کے دفن میں خلط ملط ہو گیا تھا۔ قرابتی ایک کا دوسرے کے پاس دفن ہوا تھا۔

**عرس سیدنا حمزہ رضی** عرس حضرت سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رجب کی ۱۲ تاریخ کو ہوتا ہے واسن کوہ احد میں اوس روز کل ہالیان شہر زن و مرد تربت سید الشہداء حضرت سیدنا حمزہ پر جمع ہوتے ہیں۔ فقط مدینہ منورہ ہی سے نہیں بلکہ رجب کے مہینے میں شرکت رجبی کی غرض سے مکہ معظمہ و طائف شریف وغیرہ ملک حجاز و نیز وسط عرب کے اکثر شہروں حتیٰ کہ حایل اور بریدہ و ریاض تک کے لوگ مدینہ طیبہ میں حاضر ہوتے ہیں اونکی شرکت بھی اس عرس شریف میں ہوتی ہے۔ لیکن جو مجالس سمع اور بعض حرکات قابل اعتراض جیسے طایفون کا آنا اور قبر پر سلام کرنا گانا ناچنا وغیرہ جو ہندوستان میں اکثر بزرگان دین کے مزارات پر ہوتے ہیں اونکا عرب میں کہیں ذکر نہیں ہے۔

**مقام بدر** ماہ رمضان ۱۲۸۰ ہجری کو حضرت رسول خدا اپنے ہمراہ ۳۱۳ مہاجر انصار کی ایک جماعت کو لیکر مدینہ سے جانب بدر روانہ ہوئے۔ اس اسلامی لشکر کے ساز و سامان کا جو سرور و جہاں رحمت عالمیان کے زیر کمان جمع ہو کر جاریا تھا اندازہ اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ تمام لشکر میں صرف دو گھوڑے اور ساٹھ اونٹ تھے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ اہل بدر کی تعداد بھی شکر طالوت کے برابر تھی جبکہ وہ جالوت کے مقابلہ کو نکلا تھا۔ اور مزملین کی بھی تعداد ۳۱۳ بتاتے ہیں۔ جب بدر پہنچے تو

دیکھا کہ مکہ کا لشکر جو تعداد میں ان سے سترہ چنڈ اور سامان میں ہزار چنڈ زیادہ ہے اُترا ہوا ہے۔ جنگ سے ایک روز پہلے اپنے میدان جنگ کا ملاحظہ فرمایا۔ اور بتلایا کہ کل نیشا راشد تعالیٰ فلا اس جگہ اور فلاں اوس جگہ مارے جائینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ۷۱ رمضان المبارک ۲ھ کو بروز جمعہ جنگ ہوئی۔ آنحضرتؐ نے نہایت تضرع سے خدا کے حضور میں دعا کی۔ اور کچھ بھی عرض کیا کہ ان مسلمانوں کے مائے جانے کے بعد دنیا پر توحید کی منادی کرنیوالا کوئی بھی نہ رہ جاوے گا۔ دعا قبول ہوئی نصرت الہی سے اہل مکہ کو شکست ہوئی۔ اونکے ۷۰ مشہور آدمی اسیر اور ستر بہادر مارے گئے۔ ابو جہل بھی اسی میں مارا گیا۔ ان تمام کے مقابر گنج شہیدان کے پرے ایک جگہ بنے ہوئے ہیں نشان باقی نہیں بے فقط لوگ بتاتے ہیں کہ یہ مقام ہے واللہ اعلم

موضع النحر سے جو سفر اودے کے پاس ہے قریباً ۳ یا ۴ میل کے فاصلہ پر منبوعہ کو راستہ میں مقام بدر واقع ہے۔ جہاں مسلمانوں کو فتح اور کافروں کو خواری و ذلت حاصل ہوئی تھی وہاں ایک مختصر مسجد موجود ہے مقامات متبرکہ سے قبور شہداء بدر ہیں جو اس غزوہ شریف میں شرف شہادت کو پہونچے۔ اور وہاں پراشک ایک عجیب غریب بات پھہ ہے کہ قبور شہداء رضی اللہ عنہم کے اوپر سے ایک نقائے کی سی آواز سنائی دیتی ہے۔ علماء یہ کہتے ہیں کہ نقائے کی سی آواز ہونا بے اصل ہے کچھ سبب سے کہ ہوا وہاں بیچ کہا کر آواز پیدا کرتی ہے بعضے کہتے ہیں کہ شاید اس میں کوئی بید ہے جو ہم کو نہیں معلوم ہوتا واللہ اعلم بالصواب

علاء ابن بلوطہ اس مقام کی نسبت یوں تحریر فرماتے ہیں کہ بدر ایک قریہ ہے جس میں کہنوں کے باغات نزدیک نزدیک ہیں اور ایک قلعہ وہاں بہت بلند واقع ہے جس میں جہاں ہمارا سناہ ایک میدان کے اندر سے ہے جو دو پہاڑوں کے درمیان میں واقع ہے اور بدر میں ایک چشمہ جو نر زن ہے جس کا پانی باری رہتا ہے اور وہیں قدیبت غار کی جگہ ہے جس میں مشرکین اعداء اللہ

گہیٹ گہیٹ کر پیشے گئے تھے اس زمانہ میں اس مقام پر ایک باغ واقع ہے جسکی نسبت پر  
 مقام شہدائی بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم واقع ہے اور جبل رحمت جسپر نزول ملیکہ ہوا تھا بدر سے  
 مقام صفراء میں داخل ہونیوالے کے بائیں جانب ملتا ہے۔ جبل رحمت کے مقابل میں جبل الطبول  
 ہے۔ وہاں کے لوگوں کا خیال ہے کہ شب جمعہ کو وہاں بڑے ڈھولوں کی آواز سنائی دیتی ہے  
 مقام بدر میں وہ مقام بھی ہے کہ جسپر جنگ بدر کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے  
 عرش قائم کیا گیا تھا۔ (عرش اوسکو کہتے ہیں جسکو خرے وغیرہ کی شاخوں سے ڈھانک تھیں  
 مثل سائبان یعنی منڈھوے کے) اور آپ اوس عرش پر تشریف لکھتے تھے اور آپ اللہ جل  
 جلالہ سے اسکے وعدے کا ایفاء چاہتے تھے یہ مقام جبل الطبول کے متصل اور مقام واقع جنگ  
 کے سامنے ہے اور نخل القلیب کے نزدیک ایک مسجد ہے لوگ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 ناقہ مبارک کے بیٹھنے کا مقام ہے۔ اور مابین مقام بدر اور صفراء کے پہاڑوں کے وسط میں ایک  
 میدان ہے جس میں بکثرت چشمے جاری ہیں اور گجور کے باغات ایک سے ایک ملے چلے گئے ہیں۔  
 موجودہ حالت اوسکی یہ ہے کہ مقام بدر میں ایک چار دیواری گہیرے گئی ہے مسجد وغیرہ  
 ندارد نہر کا نام و نشان نہیں قبور شہداء احد کا بہتہ نہیں البتہ بہت سی قبریں ہیں۔ نزدیک دور  
 سے لوگ لاکر اسہی مقام پر دفن کرتے ہیں۔ ابو عبید اللہ بن الجراح کا مزار کہتے ہیں کہ اسی مقام پر  
 ہے۔ زائون یہاں سلام و فاتحہ پڑھتے ہیں یعنی تبرکادو گانہ بھی ادا کرتے ہیں نقشہ میں ملنے  
 ان مقامات کو بتایا ہے۔ مابین بدر و صفراء منور نہر جاری نخلستان قائم ہے آبادی بکثرت ہے  
 مدینہ منورہ میوہ جات یہاں بکثرت اول ہی سے ہوتے تھے کم و زائد کوٹائف شریف سے لوگ  
 میوہ جات ایام حج میں گدھوں اور اونٹوں پر لا کر لاتے ہیں اور یہاں فروخت کرتے ہیں  
 مگر جیسے حجاز ریلوے کا سلسلہ قائم ہو گیا ہے تمام کا بہت سا میوہ سومی یہاں آکر فروخت ہوتا ہے



میں نے مدینہ طیبہ میں کچھ میوہ جات دیکھے انگور، انار، سیب، انجیر، آڑو، شفتالو، خربوز، تربوز، انار نہایت عمدہ ہوتے ہیں اکثر بے دانہ بھی آتا ہے نارنگی، لیمو، سنتر، کھجوریں ۱۲ قسم کی بگٹی، بادام، پستہ، کشمش، منقہ، چلغوزہ وغیرہ۔

عرب میں کھجور اور رطب، زرد آلو، آڑو، انجیر، انگور، تربوز، خربوز، کھیرے، انار، سیب بکثرت ہوتے ہیں اور حجاز و مین شام اور وسط عرب میں بھی انکی پیداوار زیادہ ہے۔ تازہ میوہ جات دیگر ممالک کو بہت کم جاتے ہیں انکا سب سے بڑا حصہ ایام حج میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں کہپ جاتا ہے۔ طائف شریف کے انار اور تربوز مشہور ہیں۔ انار میں دو قسم ہیں ایک اندار اور دوسرا بیدانہ۔ وسط عرب میں جوف اور حایل و جبل شمر کے باغات مشہور ہیں خصوصاً جوف کے باغات کی شہرت بیوجہ نہیں ہے انکی زرخیزی جبل شمر یا شمالی نجد کے باغوں سے بدرجہا بڑھ کر ہے حجاز اور شام وغیرہ سے بھی وسط عرب کی پیداوار بڑھ کر ہے۔ نجد اور حجاز میں کسی قدر انکی پیداوار کم ہوتی ہو مگر مصر اور کلا فریقہ یا بغداد سے لیکر بصرہ تک پوری وادی و جبل سے فائق تر ہے۔ یہ بھی سنا گیا کہ وسط عرب کے میوہ جات شام اور فلسطین کی پہاڑیوں کے خود رو میوہ جات سے زیادہ تر لذیذ ہوتے ہیں۔ یہاں پر مختلف قسم کے میوہ جات یا فصلوں کے پکنے کا موسم بھی اگر یورپ سے نہیں تو شام کے موسم سے پہلے آتا ہے۔ وسط عرب میں زرد آلو ماہ مئی میں پک کر تیار ہو جاتا ہے اور انگور کی فصل جولائی میں اور آڑو اگست کے پہلے حصہ میں اور کھجوریں اگست اور ستمبر میں پکتی ہیں۔ نجد اور مین میں یہ تمام ایام قریباً ایک ماہ اور عمان میں دو ماہ پہلے آتے ہیں ملک شام میں ستمبر، اکتوبر اور نومبر میں یہ میوہ جات پکتے ہیں۔ طائف شریف اور مدینہ منورہ میں بھی قریب قریب موسم کی یہی حالت ہے۔ مگر یافہ اور بیت المقدس کی نارنگیاں جو روئی زمین پر مشہور و معروف ہیں۔ دسمبر کے آخری حصہ سے جنوری کا پورا مہینا بلکہ فروری کے نصف تک اسکا موسم

لکھو کہا صندوق نازکیوں کے مصر اور قسطنطنیہ کی طرف بندریاں سے جہازوں پر روانہ ہوتے رہتے ہیں غرض میوہ جات میں ملک شام، فلسطین، حجاز، یمن، انجرا اور وسط بحر شبت سمور و معروف مقامات ہیں میں کسی طرح قلم سے اونکی لذت اور تعریف نہیں بیان کر سکتا خدا سے دعا کرتا ہوں کہ میرے سفر نامہ کے ناظرین کو اونکی عمر میں ضرور ایک وقت ان مقدس مقامات کی زیارت نصیب کرے اور وہاں کے میوہ جات کھلائے۔

**عرب کی ترکاریاں** ملک عرب میں ریگستانی حصہ کے علاوہ جہاں کہیں سرسبز و شاداب

مقامات ہیں وہاں پر عمدہ ترکاریاں پیدا ہوتی ہیں اور ملک شام میں اسکی کثرت ہے۔ مکہ معظمہ مدینہ منورہ اور طایف شریف میں بھہ ترکاریاں ہیں شلح، چقندر، تماشہ یعنی سرخ بیگن، کمریلا، بہنڈی، بندکوبی، اور کوبی کے پھول، بیگن، لکڑی، کھیرے، گدو، اونکی ہوتی، سیم، لوبیا، گاجر، اور سبزی میں سویا، میتھی، دہیان، پیاز، لہسن، پالک، چولائی وغیرہ اقسام کی ترکاریاں ملتی ہیں اور کچھ گران بھی نہیں ہیں۔ ایام حج میں باوجود کثرت حجاج کے ہر ایک کو ترکاری اور سبزی میسر آتی ہے۔ علاوہ ان ترکاریوں اور سبزی کے خاص ملک عرب کی سبزی بھی میسر آتی ہے جنکو ہم ہندوستانی نہیں کہتے ہیں۔ پان اس ملک میں تازہ میٹھن آتا ہے شوقین سوکھے پانی کا استعمال کرتے ہیں۔

مدینہ منورہ کے چاروں طرف زرعی زمین بکثرت ہے۔ لیکن اکثر قبائل اس کے غافل اور بخیر ہیں۔ حالانکہ اونکے ہاں کھاد کے عمدہ ذریعے اور خرن، خرن بہرے ہوئے ہیں۔ جو گیہوں کی جود ہر قسم موجود ہیں۔ شہری اعراب زراعت کی طرف متوجہ نہیں ہیں۔ جس قدر مکرمین بیابان و بخر ہے۔ اس قدر یہاں سیرابی و گلزار ہے یوں تو مدینہ منورہ میں ہر قسم کی سبزی اور ترکاری ملتی ہے مگر ہم نے ان ترکاریوں کو دیکھا ہے کہ وہ جو عرب ڈبہ کہتے ہیں۔ ڈبہ مدنی یہ ہندوستان میں بہت

ہوتا ہے سبز لائبا۔ کوئی یہ ہندوین نہیں ہوتا۔ وہ رومی کدو کی شیریں یعنی نرخ، بیگن، ٹماٹر جو  
ولایتی نرخ بیگن ہیں۔ سیم پاک، چولائی، شلیم، کوئی، بہندی، موتی، گماہر، میتھی کا ساگ سب  
مٹا ہے قیمت بھی کچھ ایسی زیادہ نہیں ہے۔ آدمیوں کی کثرت پر خیال کرتے ہوئے میرے نزدیک ارزان  
عرب کی پیداوار (غلہ) یہاں پر گندم اور جو کم ہیں جو اب جراثیم وغیرہ بھی پیدا ہوتا ہے نرخ

ہمیشہ گران رہتا ہے۔ چانول یہاں پیدا نہیں ہوتے۔ گندم و قند و شکر بھر سے۔ زیتون اور گھی شام  
سے چانول و نرخ مرغ ہندوستان سے آتا ہے۔ مدینہ منورہ کے قریب و جوار اور طائف شریف کے  
پاس مینے گھون کے کہیت بھی دیکھا۔ موشی کیلئے ایک قسم کا چارہ جس کو برسم کہتے ہیں پیدا ہوتا ہے  
یہ اونکے لئے نہایت فربہ کن غذا ہے اور ان کو کھجور کی گھٹلیاں کا چورہ کھلایا جاتا ہے۔

دیگر پیداوار جو ماکولات صنعت سے پیدا کرتے ہیں اور ان میں پنیر اور مسکہ عمدہ ہے۔ بدوی لوگ  
کوہستان سے عمدہ شہد اور بلوری نمک اور روغن بستان لاکر شہروں میں بیچتے ہیں۔

تبسج مکہ معظمہ اور بیت المقدس میں بہت عمدہ بنتی ہے۔ سرسہ بھی یہاں سے حجاج بطور  
تبرک کے لیجا یا کرتے ہیں۔ تمیر جس کو نامیران بھی کہتے ہیں یہاں اچھا ہوتا ہے چینی تمیر سے  
اسکی گرہ بڑی ہوتی ہے اور ارزان بھی ہر مینے ۸ روٹلہ کے حساب سے۔ مدینہ منورہ میں خرید اہتا  
یہ طائف سے آتا ہے۔ سنا مکہ معظمہ کی سنا کی کے نام سے نہایت مشہور ہے۔

عرب کے کھجور | کھجورین عرب کی بہت مشہور ہیں انکی پیداوار کا زیادہ حصہ شام اور مدینہ منورہ  
طائف، جوف، حائل، ریاض وغیرہ میں ہے یہ کھجورین قسم قسم کی ہیں مگر خاص قصیم کی پیداوار  
سننے میں کہ سب سے زیادہ لذیذ اور نفیس ہے اسکی خالص کھجورین بھی زیادہ لطیف ہیں ان  
کے پکنے کا موسم ۱۵ اگست سے ۱۵ ستمبر تک ہوتا ہے۔ جن لوگوں کو خشک کھجورون کے کھانڈ  
کا موقع ملتا ہے وہ وسطی اور مغربی عرب کی تازہ کھجورین (جنکو طلب کہتے ہیں) کی لذت کو کیا



محسوس کر سکتے ہیں۔ درختوں سے تازہ اُتری ہوئی کھجوریں صرف گرم ہی نہیں ہوتیں بلکہ جب قدر کہاںی جائیں جلد ہضم ہو جاتی ہیں غرض کہ یہ لذیذ اور صحت بخش ہیں ممالک غیر کے باشندے اسکی ارزانی کا حال سنکر حیران ہونگے۔ ایک انگریز سیاح انکی ارزانی کی نسبت یوں تحریر کرتا ہے مقام بریدہ کی اعلیٰ سے اعلیٰ قسم کی کھجوریں ۲ پیسے کی اس قدر ملین کہ عرب کے بڑے رومال میں جسکے کناے پندرہ پندرہ اونچے تھے۔ بمشکل سما سکیں۔ تاہم انکو چیونٹیوں سے بچانے کے لئے چھت کے کڑے کے ساتھ لٹکا دیا۔ اور باوجودیکہ انکا رس چوکر فرش پر چھپر لگ گیا۔ اور ہمارے دو وقتہ کھانے میں آتی رہیں بمشکل ۳ روز میں ختم ہوئیں کھجورون کے درخت اہل عرب کا بہاری متول ہیں غریب سہری اور دیہاتی چوٹا سا کھجورون کا خوشہ کہا کر میٹھ جاتے ہیں پس عرب میں امیر سے لیکر غریب تک کوئی ایسا خاندان نہیں جسکی خوراک میں شامل نہوں۔ تین اور حجاز کی کھجوریں ریاض اور بریدہ یا وسط عرب کا مقابلہ نہیں کر سکتیں تاہم ان مقامات میں بھی بہت پیداوار انکی ہوتی ہے۔

عرب میں جنگ کیوقت دشمنوں کے درختوں کو کاٹنا بڑا کارنامہ سمجھا جاتا ہے اور نئے درختوں کا لگانا قصبات و دیہات کی زیادہ تر سرسبزی اور فارغ البالی کے آثار ہیں۔ کھجور کے قسام بھی ہیں۔ شبلی، عجمہ، قند، مسکی، جدی، لوبانہ، بیض، حلیہ، صخرہ، بیدانہ، خالص، مسکریہ، عنبر، برنی، حلیہ سیاہ رنگ کی ہوتی ہیں اس کھجور کی نسبت مشہور ہے کہ یہودیوں نے کھجور کی گٹھلی جلا کر آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا اور معجزہ طلب کیا چنانچہ آنحضرت نے اس حلیہ بیج کو بویا تو درخت پیدا ہو گیا۔ اور اس میں سیاہ رنگ کی حلی ہوئی کھجوریں لگیں۔ اسی طرح سے بیدانہ کی نسبت بھی مشہور ہے مگر کچھ یہی ہو مدینہ طیبہ کے کھجور بہت ہی لطیف اور مزہ دار ہوتے ہیں۔ خالص کھجوریں حسا، کے قریب جوار میں پیدا ہوتی ہیں یہ تھیم کی کھجورون سے ذرا چوٹی کھربانی رنگ کی ہوتی ہیں اونکے ذائقہ کی کیفیت سے ناظرین کو آگاہ کرنا مشکل ہے۔ بعض کھجوریں انہیں سے نہایت شیریں اور لذیذ ہوتی ہیں



جنگ آگے مصری اور فند کی کیا حقیقت چند دانے کہانے سے انسان کی طبیعت سیرو بشارش ہو جاتی ہے  
 شبلی اور برقی کو جن جن زائوں میں حجاج نے کہا یا ہے اسکی لذت انہیں سے دریافت ہو۔ برقی کچور  
 شرج رنگ اعلیٰ درجہ کی شیرین و لذیذ ہوتے ہیں۔ جس میں شفا کے امراض ہے اور پسندیدہ خباب و رکائات  
 علیہ فضل التحیۃ والتسلیات ہے۔ یہ کچورین جب تازہ ٹوٹ کر آتی ہیں تو ان سے شیر ٹپکتا ہے۔ سچ پوچھ  
 تو یہ کچورین عرب کی جان ہے۔ خام کچور کا مرہ یا آچار بہت لذیذ ہوتا ہے شہر مدینہ کے ارد گرد کچورین  
 کے درخت بہت ہیں اور بہت لاشبے ہوتے ہیں۔ کئے درخت سبز و خوابیدہ کی طرح باغات میں لیٹے ہوئے  
 پہلے سے ہیں۔ کچورین کے باغات میں دیگر میوہ جات کے درخت بھی یکے کے جیسے لیون  
 انار، شہتوت، سنگترہ، نارنگی، بیری، املی وغیرہ وغیرہ

**عرب کا قہوہ** | میجر بالگریو صاحب اپنی سیاحت نامہ میں عرب کے قہوہ کی نسبت یہ رائے دیتے ہیں  
 یہاں میں اپنے ناظرین سے قہوہ کی نسبت اس قدر بیان کرنے کی واسطے معافی مانگتا ہوں۔ چونکہ مجھے کئے  
 کئے سال مشرقی ممالک میں رہنے کا اتفاق ہوا ہے قہوہ کی نسبت مغربی عقلمندوں کی ناواقفیت دیکھ کر  
 مجھے سخت رنج ہوتا ہے اور نیز میں ڈاکٹر بھی ہوں اسلئے میں نہیں چاہتا کہ میرے اہل وطن کے اعصاب  
 کو اس طرح نقصان پہنچے جس طرح مغربی باسفیس میں عموماً ظہور میں آیا کرتا ہے۔

واضح ہو کہ قہوہ کا ایک ہی نام ہے مگر اسکے اقسام بہت ہیں۔ اور ہر ایک قسم دانوں کے  
 اوصاف یکساں نہیں جو عموماً بے احتیاطی سے بیان کئے جاتے ہیں نکتہ چین خواہ کچھ ہی کہیں بہترین  
 قہوہ (روئے زمین پر) میں کا ہے جس کو عموماً (عرب لوگ) موخہ کہتے ہیں اور یہ اس مقام کے نام  
 سے مشہور ہے (جو بکرا حمر کے کنارے حدیدہ کے نزدیک واقع ہے) جہاں سے آتا ہے اگر سوداگر مجھے  
 اس راست بیانی کی واسطے قانونی مواخذہ کا مستوجب یا لائبل یا ہتک متکب خیال کرینگے تو ہلاشبہ  
 رنج کا مقام ہوگا۔ اگر وہ کائنات لندن کے بیشمار لیبلون پر بکرا حمر کے بندر گاہوں کا نام نہ ہوتا تو بلا

شعبہ اس عمدہ قہوہ کو منگوانے کی کوشش کرتے جو اس وقت اونکے پاس پہنچا کرتا ہے۔ اگر بیچ پوچھو تو میں کا قہوہ قسطنطنیہ کے مغرب کے جانب بہت کم بلکہ بالکل نہیں جاتا۔ اوسکی پوری پیداوار کی دو تہائی خالص عرب شام اور مصر میں خراج ہو جاتی ہے اور باقی ٹرکس اور رمنی آبادیوں میں کہیں جاتا ہے۔ بلکہ آخر الذکر مقامات کو بھی خالص پیداوار کا پورا پورا حصہ نہیں ملتا۔ اسکندریہ، یانہ اور بیروت وغیرہ بندرگاہوں پر پہنچنے سے پہلے راستہ ہی میں لوگ دانہ دانہ تلاش کر کے اونہیں سے اصل سخت گول نیم شفاف سنہری مائل زرد دانے احتیاط سے چھانٹ لیتے ہیں اور باقی چٹے بیضوی سفیدی مائل دانے بندرگاہ پر پہنچے جاتے ہیں یہ چھانٹ بار بار کی جاتی ہے جسکو مینے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور بعینہ اس طرح احتیاط کی جاتی ہے جسکا امریکہ کے جوہر لون پر خاتمہ ہے۔ اس طرح جو دانے ممالک غیر کو استعمال کیو اسطے پہنچے جاتے ہیں یہ اپنے وطن سے تین راستوں سے باہر جاتے ہیں ایک بحر احمر دوم انڈون حجاز اور سوم قسم کے راستہ سے۔ پہلے راستہ کی حد مصر و سکر کی شام اور تیسرے کی نجد اور شمر ہے اس طرح مصر اور شام ہی عرب کی سرحد پر ہیں جنکو خالص شے ملتی ہے اور انکے بعد اسکندریہ اور شام کے بندرگاہوں کی معرفت قسطنطنیہ اور شمالی ملک کو کم تقدراً ملتی ہے۔ مگر اس آخر الذکر مقام کو بہت شاذ و خالص شے ملتی ہے بشرطیکہ اوس کیواسطے خاص انتظام نہ کیا جائے۔ جہاں صرف تجارتی خرید و فروخت جاری ہے وہاں ادنیٰ کلم بناوٹی قہوہ بجائے اصل کے رکھ دیا جاتا ہے۔ اور ساحل کے بندرگاہوں پر عموماً گھوٹ ملا یا جاتا ہے اور اوسکے بعد یورپ اور مغرب کو پہنچا جاتا ہے اور اسی میں کے پودوں کا نام تک نہیں ہوتا۔

مدینہ منورہ کا نرخ | جس وقت میں مدینہ منورہ میں تھا۔ اس وقت کا نرخ حسب ذیل تھا۔ چاندل

معمولی فی اوگہ ۱۰ ار عمدہ ۱۲ ار سے ۱۴ ار تک۔ چاندل ابالے دکن میں جبکار و اج ہے فی اوگہ ۱۰ ار عمدہ ۱۲ ار و گہ ۱۴ ار۔ شام کو جانے والے یاد رکھیں کہ یہاں سے گہی ہرگز نہ لی جائیں فقط راستہ بہر کا خریدیں و شوق اور بیت المقدس میں اعلیٰ سے اعلیٰ خالص گائے کا گہی ۱۴ ار میں ایک کیلہ جو سوا اوگہ کے قریب ہے ملتا ہے۔ مدینہ

والو کہیں گے کہ یہاں لوہان نہیں ملتا ہے ہرگز اونچی بات سنیں۔ اچھا اور عمدہ گہی ملیگا۔ یا فہ میں تو خالص مکہن جامہ وومن ایک دوکان سے خرید لو اور خود گہی بنا لو۔ ارزان ہے۔

گوشت اوگہ ۱۲ ارشکر ۸۔ آٹا ۸۔ فی اوگہ تھا عرض کل شہیا مناسب قیمت بر ملتی ہیں۔ ہند سے باند بکر لیجانا بجز تکالیف اور کثرت اخراجات کے اور کوئی فائدہ نہیں ہے۔ البتہ سُرخ مرج، دہیان جنکو زیادہ کھانے کی عادت ہو وہ یہاں سے کوئٹہ اور سکاسفون لیجانے میں آرام ملیگا وہاں بھی ملتی ہیں مگر اچھی نہیں ملتی سبب یہ ہے کہ وہاں رواج نہیں ہے۔

**عرب کے گہوڑے** | عرب سے ہندو گہوڑے ممالک غیر کو جاتے ہیں یہ نصف سے زیادہ بندر گاہ کویت

یا کم سے کم صیب سے جو تجارت میں سبقت لگیا ہے بمبئی پہنچتے ہیں اور جانب شمال بیروت سے یوروپ یا مصر کو بھیجے جاتے ہیں۔ یہ گہوڑے نجدی نسل کے نہیں بلکہ شمالی عرب یا مصر کے شام یا خاص عربی نسل کے ہوتے ہیں۔ جبل شمر یا عنیزہ اور وادی دواسیر میں بھی بہت گہوڑے پیدا ہوتے ہیں۔ یہاں کو عراقی بھی مشرق اور جنوب کو جاتے ہیں کچھ ہر ایک بات میں جبل شمر کی نسل کے مشابہ ہوتے ہیں مگر اصلی نجدی گہوڑوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ نجد کی نسل کے گہوڑے عرب کے دیگر مقامات کے گہوڑوں سے بدرجہا بہتر ہیں۔ نجد عربی گہوڑوں کی پیدائش کا اصلی مقام ہے۔ یہ بات مشہور ہے کہ عرب کے گہوڑے دیگر ممالک کے گہوڑوں سے بہت کم رکش ہوتے ہیں۔ جبل شمر کے گہوڑے جو اعلیٰ نسل کے ہوتے ہیں جنکو یوروپین روس اور امیر الامراء اور عوام الناس بہت بہاری قیمتوں پر خرید کرتے ہیں۔ عموماً یہاں کے گہوڑے ۱۶۔ اور ۱۴ ماہ تک لبنائی کے ہوتے ہیں۔ گہوڑوں کے ہاں بچہ ہیں۔ منافہ، سقلاوی، ہمدانی، تعربی وغیرہ وغیرہ۔ نجدی گہوڑوں کی نسبت یہ مشہور ہے کہ یہ صرف دالیان ملک اور روسا و ذوی الاقتدار کے ہی اصطل میں نظر آتے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ کچھ عام طور سے فروخت بھی نہیں کئے جاتے اور جب کبھی انکا مصر، فارس، یا قسطنطنیہ کو بطور تحفہ بھیجا منظور ہے تو نہ ہی روانہ کئے جاتے ہیں۔ مادہ بہر بھی ملک سے



بہر جانے نہیں پاتی۔ عمان میں گھوڑے نجد جیسے نہیں ہیں بہت بہت بدلتے ہیں۔ نجدی گھوڑے تیزی اور تکان برداشت کرنے میں لاثانی مانے جاتے ہیں۔ اونکا پوے ۲۳ گھنٹے تک سڑک پر بغیر پانی کو چلنا بلاشبہ بڑا بیماری صاف ہے۔ اور پھر عرب کی جلدانے والی تمارت آفتاب میں قریباً ۳۸ گھنٹے اسی حالت میں روان رہنا اسی نسل کے گھوڑوں کا حصہ ہے۔ علاوہ اس انہیں اور ایک بڑی نزاکت بھی ہے کہ بغیر لگام کے عرب میں سواری کرنا عام بات ہے یہ سوار کی ذرا بھی آواز منہ سے نکالنے کے بغیر گھٹنوں اور رانوں کی تابعداری کرتے ہیں۔ اس میں یورپ کے داناہ اور قرنی والوں گھوڑوں سے بدرجہا اولیٰ ہیں۔ عربی گھوڑا قوی، نازک مزاج، چست اور چالاک ہوتا ہے۔ یہ گھوڑے ۵۰ یا ۶۰ میل تک ایک دن میں اپنے سوار کو پہنچاتے ہیں۔ اور مہینوں ایسی منازل طے کرتے ہیں۔ بہوک پیاس کا ضبط انہیں بہت ہے۔ سادہ اور چھوٹا سا نر۔ تیز تیلیاں۔ پہوے ہوئے نتھنے۔ گردن اونچی۔ کمر سلی۔ پیٹھ کبھی قدر لانا۔ دم پیچھے کو ابھری ہوئی۔ پیر تیلے۔ اسپر نازک مزاج۔ عرب اور تربیت پذیر۔ جاندا کم خوراک تیز رفتار پھر اوصاف ہیں جسکی وجہ سے عربی گھوڑا نہ فقط صورت و شکل میں تمام دنیا کے گھوڑوں سے گوی سبقت لگیا ہے۔ بلکہ سیرت میں بھی یورپ کی بہترین نسلوں پر فوقیت رکھتا ہے اگرچہ گھوڑا عربستان میں اس قدر بکار آمد ہے لیکن عام نہیں۔ اسکا باعث یہ ہے کہ اونٹ ہر حصہ میں نشوونما پاسکتا ہے۔ بخلاف اسکے گھوڑا فقط عراق، یمن و نجد میں ہوتا ہے۔

**عرب کے اونٹ اور بکرے** ملک عرب میں اونٹ دنبے اور بکرے بکثرت ہوتے ہیں۔ جبل شمر میں جو حائل کے جانب جنوبی اٹلی پیداوار بہت ہے۔ کیونکہ یہاں مزدور اراضی کو

غیر مزدور پر سبقت حاصل ہے۔ یہ جانور ملک کا تول خیال کئے جاتے ہیں انکی تعداد صرف ملک عرب کی واسطے ہی نہیں ہوتی ہے بلکہ یہ دیگر ممالک کو بھی بھیجے جاتے ہیں مگر باہر کے خریدار طریق کی پہلی نسل کے بہیڑوں کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ یہاں شتر دوسرے قسم ہوتے ہیں ایک اعلیٰ نسل کا اور دوسرا



اونے درجہ کا ہوتا ہے یا یون کہو کہ انہیں وہی فرق ہے جو ڈور والے گھوڑے اور گاڑیوں کے اسپون  
میں ساڈھو بصورت ہوتا ہے جسکے بال تراشے ہوئے۔ قدم ہلکا اور سکرو ہوتا ہے اور یہ لنچے پاؤں  
والے موٹے اور سنگین پاشترڈن سے زیادہ تر پاسب برداشت کرتا ہے۔ مگر دونوں کا گنبد یعنی کب  
ایک ہی کدڑھون کے پاس ہوتا ہے۔ جہاں بوجھ یا زین لٹکانی جاتی ہے دو کب والے حیوان بھی  
ہیں مگر یہ عرب کے نہیں بلکہ فارس کی نسل کے ہیں جنکو اہل عرب بختی کہتے ہیں۔ میں نے ملک عین کے  
دار الخلافہ یمن میں بہت سے دو کب کے اونٹوں کو دیکھا ہے مگر اونکے جسم پر لائے لائے بال ہوتے  
ہیں۔ عمان کے شتر ملک عرب میں مشہور ہیں۔ وسط عرب اور نجد میں اونٹوں کا رنگ سُرخ اور زردی  
مائل ہوتا ہے۔ ریاض اور بربدہ کے اونٹ کا سفید یا بہورا رنگ ہے۔ نجدی اونٹوں کا قد بھی شمالی عرب کے  
اونٹوں سے کس قدر چھوٹا ہوتا ہے مگر طائف اور حجاز مقدس کے اونٹ بڑے ہوتے ہیں۔ عرب میں  
نرا اونٹ زیادہ میں مادہ کم ہے۔ برخلاف اسکے چین میں خچروں کو جو دیکھا گیا تو مادہ زیادہ اور نہ  
کم معلوم ہوتے تھے۔ عرب کی کل احتیاج اونٹ سے رفع ہوتی ہے۔ اسلئے کہ یہ جانور بھرا نشینوں  
کے بڑے کام کا ہے۔ رنگ تان میں چلنا۔ کئے کئے دن تک بے آب و دانہ محنت کرنا اسی جانور کا  
کام ہے۔ اسکی کم خوراک اور ہاتھوں تک بغیر بانی زندگی بسر کرنا۔ محنت کی برداشت اور پُر طاقت  
جسمانی یہ وہ خاصیتیں ہیں جنکے بدولت کیا بلحاظ جانور سواری اور کیا بلحاظ جانور بار برداری کوئی چار  
پایہ اوسکا مقابلہ بہرگز نہیں کر سکتا۔

دن بے نجد کے بہت مشہور ہیں جن کی عرب کے بامبر بہت قدر ہے۔ نجد میں چراگا ہیں عمدہ  
اور وسیع ہیں آب وادہوں کی پرورش کیواسطے موزوں ہے۔ حجاز مقدس میں بھی لاکھوں دنبے ملتے  
ہیں وادیوں کے اندر جہاں ہم جاویں گا گذر نہیں ہوتا اور نہ کہی ہم نے اون مقامات کو دیکھا ہے۔  
جہاں یہ جانور پیدا ہوتے ہیں جہاں بدوی قبائل کے دیہات و قصبات ہیں بہت سے دنبے ہوتے

ہیں۔ ذائقہ میں میرا اور بہت سے سیاحان سالانہ کا یہ خیال ہے کہ شام اور دیار بکر کے دُنبے  
 نجد اور حجاز مقدس کے دُنبوں سے بہت عمدہ ہیں۔ مکہ کے قریب دیوار میں جو پیدا ہوتے ہیں وہ  
 زیادہ تر سنار کی پتی کہاتے ہیں انکی نسبت یہ بھی سُنا گیا کہ انکا گوشت دست آور ہے میں نے  
 اس معنیوں کو کسی اور جگہ پر وضاحت کیساتھ بیان کر دیا ہے۔ دیار بکر کے دُنبوں کی قیمت و مشق  
 میں زیادہ ہے۔ اور حجازی دُنبے حجاز مقدس میں حج کے موسم سوا اور زبان ملتے ہیں اُعراف  
 اور دیگر ایشیائے کوچک اور شام کے دُنبوں کی اون بہت عداوت ہوتی ہے حتیٰ کہ طائمت اور  
 نزاکت میں کشمیری اون کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ اونکی مُم چوڑی ہوتی ہے۔ اور بخوری اور حجازی دُنبوں کی  
 لابی اور گول۔ اگر عرب کی تجارت کو زیادہ تر فروغ ہو تو ایشیائی معروضات ہر شہا یہ کیوں اسلئے  
 صرف اسی ملک سے اون اور دُنبہ پہنچ سکتے ہیں۔ عرب میں ہر گاہ اور قابل کاشت زمین  
 ناقابل کاشت رگستانوں کی سطح کے مساوی ہے۔

بکرے بھی ملک عرب میں بہت ملتے ہیں انکی پیداوار کا زیادہ حصہ حجاز مقدس ہی میں حج  
 وسط عرب اور نجد وغیرہ میں ہوتے تو ہیں مگر قوراء میں کم۔ شام اور فلسطین میں انکی تعداد دُنبوں  
 سے بہت کم ہے۔ دُنبوں کے مقابلہ میں بکروں کی ملک عرب میں کوئی قدر نہیں ہے۔ قیمت میں  
 بھی یہ ارزان ہیں۔ حجاز کے بکرے بہت چوڑے اور شام کے کسب قدر بکرے ہوتے ہیں۔

سفرِ ناظرین کو اس مقام پر بہت غور سے خیال کر کے ان مذكورہ بالا جانوروں کی  
 سالانہ تجارت کا اندازہ قائم کرنا چاہیے ہیں جو کچھ اب نیچے لکھوٹا وہ میری ذاتی رائی ہوگی۔  
 میں ناظرین کو ہرگز مجبور نہیں کر سکتا کہ وہ میرے ہم خیال بنیں۔

مختلف روایات اور عینی مشاہدات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ سالانہ حاجیوں کی تعداد کسی  
 سال بھی ۳ لاکھ سے کم اور ۸ یا ۱۰ لاکھ سے زائد نہیں ہوتی ہے۔ اگر اس تعداد کے میں ہیں

بھی رکھ لیا جائے تو ہر سال ۵ لاکھ آدمی ضرور اس فرض کو ادا کرنے کیلئے میدان عرفات میں جمع ہوتے ہیں اور بھی تعداد اویں ذوالحجہ یعنی یوم النحر کے روز منامین ہوتی ہے۔ از روئے عقاید اسلام ہر ایک حاجی کو قربانی کرنا اور دم شکر یہ، اور دم جایت ادا کرنا واجب ہے۔ مینے دیکھا کہ اس سال منامین ایک ایک حاجی نے چار چار بلکہ پانچ پانچ دنبے اور کبڑے قربانی دئے اقل درجہ دو جانور کی ہر ایک نے قربانی ادا کی۔ اس حساب سے ۱۰ لاکھ جانور سے کم اس سال منامین دوسری دسمبر ۱۹۱۲ء سے ۴ دسمبر تک فرج نہیں کئے گئے۔ اس میں دنبوں کی تعداد سب سے زیادہ اوسکے بعد بکری اور بھراؤنٹوں کا نمبر تھا۔ آخر الذکر از روئے عقاید آدمیوں کیلئے ایک کافی ہے۔ اس فرضی ۱۰ لاکھ دنگر واقعی تعداد شاید اس سے بڑھ کر ہی ہو جانورونکو مینے اس طرح تقسیم کیا ہے۔ ۵ لاکھ دنبے ۲ ۱/۲ لاکھ بکری اور ۵ ہزار یا اوس سے کم اونٹ۔ ان جانورون کی قیمت ایام قربانی میں اس سال ۱۲۵ تھی دنبہ ۷۷۷ سے ۷۷۷، بکرا ۷۷۷ سے ۷۷۷، اور اونٹ ۷۷۷ سے ۷۷۷، اگر اوسکا بھی اوسط ہی لیا جائیگا تو باراروپہ دنبہ۔ پانچ روپیہ فی بکرا۔ اور اونٹ کی قیمت بیس روپیہ تھی۔ اس حساب سے مجموعی قیمت تعداد مذکورہ کی حسب ذیل ہوئی :-

۵ لاکھ دنبوں کی قیمت ساٹھ لاکھ روپیہ۔ ۲ ۱/۲ لاکھ بکروں کی قیمت ۲۲ ۱/۲ لاکھ روپیہ اور ۵ ہزار اونٹ کی قیمت ۱۰ لاکھ روپیہ جملہ ۹۲ لاکھ روپیہ سالانہ کی تجارت صرف ۳ روز کے اندر اندر قبائل بدوی کے لوگ حجاج سے کرتے ہیں۔ گو یہ حساب ایک قیاسی ہے۔ مگر اسکے واقعی ہونے میں شاید کبھی سیکو انکار ہو تو ہو۔ معاملہ غور طلب ہے۔ یعنی تقریباً ایک کھروڑ روپیہ کی تجارت سالانہ فقط جانورون ہی میں بدوی لوگ حجاج سے کرتے ہیں تو اور شہسار کا شمار خود ناظرین کر لیں۔ مینے جو قیمت کہ ان جانورون کی لگائی ہے وہ قیاسی نہیں ہے۔ اپنا ذاتی تجربہ ہے۔

دوسری بات یہاں ایک اور غور طلب ہے۔ فرض کرو کہ یہ تعداد جو مینے اوپر بیان کی ہے خواہ



کم و زاید ہی ہو مگر اس بات سے کسی انکار ہی نہیں کہ حجاج منامین قربانی نہیں کرتے۔ اور کون ایسا شخص اپنے کو حاجی کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔ جس نے قربانی ندی اور اپنی غربت یا افلاس کے ذریعہ اس واجب امر سے بچ گیا ہو۔ ایسے شخص وہی ہو سکتے ہیں جو کسی کے ملازم ہو کر جاتے ہیں۔ غریب ہیں جنہر حج فرض نہیں ہے۔ اب یہاں پر اپنے اصلی مطلب کو بیان کرتا ہوں۔ خواہ تعداد کی کمی یا بیشی کچھ ہی ہو۔ مگر سالانہ عرب میں اس قدر جانور ضرور ذبح کئے جاتے ہیں انکے علاوہ روزانہ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، طائف وغیرہ میں جو تعداد کے ذبح ہوتی ہے وہ علیحدہ ہے اسکا شمار اسمین نہیں ہے۔ یہ جانور کہاں سے آتے ہیں کیا ممالک غیر سے؟ نہیں ہرگز نہیں یہ سب جانور عرب کے ہی مقدس و نامعلوم اقطاع میں پیدا ہوتے ہیں اور خدا کے مہمانوں کیلئے سالانہ انکی تواضع ہوتی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے ملک عرب بالکل غیر آباد نہیں ہے جیسے کہ عوام میں مشہور ہے۔ بیشک اسکے نامعلوم وادیوں میں بہت سے ایسے سرسبز شاداب مقامات بھی موجود ہیں جو ہم سے اور بلکہ کل مہذب اقوام دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ہیں۔

**صنعت و حرفت** یہاں کے لوگ سوائے ملازمت کے تجارت، زراعت، حرفت جو موقع ہو کر پڑتی ہیں ملازمت میں زیادہ حصہ نہیں لیتے۔ غلامی کو ملازمت نہیں سمجھتے ہیں۔ حرفت و تجارت کو یہاں زیادہ دخل ہے۔ کسی زمانہ میں تجارت میں اہل عرب ایسے مشاق تھے کہ یورپ کی تجارت کو رونق تو درکنار اوسکا وجود تک نہ تھا۔ آجکل بھی اہل مدینہ کو اس فن میں خاص مناسبت ہے۔ یہاں پر بخاری، زرگری خیاطی انواع و اقسام کے پیشہ ور لوگ رہتے ہیں۔ یہاں کے مونے اور بوٹس، جوتے بہت مشہور ہیں۔ استنبولی مونے سے زاید لوگ مدینہ منورہ کے موزون کو پسند کرتے ہیں اور بہت قیمت سے فروخت ہوتے ہیں۔ دس روپیہ سے بیش تک ایک جوڑی مونے کی قیمت ہے۔ ولایتی مال کسی حالت میں کم نہیں ہے۔ مین دو بوٹس وہاں سے خرید کر لایا تھا۔ میرے ساتھی انگریز اونکی خوبی و خوبصورتی کو دیکھ کر اکثر بوجہ تھے کہ کیا یہ یورپ سے منگائے ہیں۔ جب میں کہتا تھا کہ یہ عربوں



کے بنائے ہوئے مدینہ منورہ کے مہین تو عیش عیش کرتے تھے۔

**عرب کا پردہ** | عرب میں اس قسم سخت پردہ کا رواج نہیں جیسا کہ ہندوستان میں ہر ملک

عرب میں ستورات زندگی کے کاروبار اور امور خانہ داری میں بڑا حصہ لیتی ہیں حتیٰ کہ دوکانوں کو

جا کر سودا سلف خرید کرتی ہیں اور بعض وقت ضرورت پر جنگ میں بھی شریک ہوتی ہیں۔ باوجود ان

تمام باتوں کے جن قوموں میں پردہ کا رواج نہیں ہے۔ اونکی طرح مردوں کیساتھ بلا تکلف میل

جول نہیں رکھتیں۔ گہری بڑی یا چھوٹی عورتیں مردوں کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا نہیں

کہاتیں اور اونکے خوشی کے جلسوں کے پاس بھی سرگزر نہیں جاتی ہیں۔ سب سے بڑا بکریہ بات ہے

کہ مہمانوں یا اجنبیوں کیساتھ خواہ وہ کسی حیثیت یا درجہ کے ہوں مطلق گفتگو نہیں کرتیں۔ برقع کا

یہاں عام رواج ہے نقاب پہنے ہوئے عورات عام بازاروں میں پہر کر سودا کرتی ہیں۔

افسوس ہے کہ ہندوستان کے شریف زائے اور امرا یہاں کے طرز پردہ داری کو اختیار

کرنے میں قبیح در پیج تکلف رکھتے ہیں اور جو رسم کہ بڑ لگتی ہے اس کے ترک کرنے میں حجاب درجہ

رکھتے ہیں اور سچ بھی ہے کہ جب حیا داری کے حدود ایک جم غفیر نے قائم کر لئے ہیں تو اونسے دفعتاً

باہر نکل آنا یا اسکی امید کرنا بیجائی سے مقابلہ کرنا ضرور ہے۔ گو فی الواقع بجز اپنے ہمچشمون کی تضحیک

بجائے کسی اور کے مقابلہ میں نہ تکلف ہے نہ خفت اور نہ خلاف شرع ہے۔ کاش اگر عرب کا سا پردہ

اختیار کر لیا جائے تو ہماری قوم کی حالت تندرستی نہایت عمدہ ہو جائے اور حیات میں ترقی اور ممت

میں تنزل فوراً نظر آجائے۔ مگر سیکو امید ہے کہ ہندوستان کی مسلمان عورتیں بلند چار دیواری

کے قید خانوں سے کبھی رہائی پائیں گی۔

برص کے لحاظ سے ایک بڑی بہاری دقت ہندوستان میں بکھیر بھی ہے کہ علاوہ

مختلف الاوام ہونے کے مختلف المذہب و فرقے کے لوگ تقریباً ہر چھوٹے و بڑے شہروں

قصبوں اور دیہاتوں میں آباد ہیں اور گوزمانہ کا تغیر اونکی حالتیں ایک رنگ پر لائے ہیں رات دن مصروف ہے تاہم اونکا طرز معاشرت اختلاف عظیم رکھتا ہے اور پردے کا ٹوٹنا ایسی صورت میں ایک زمانہ لامعلوم تک کچھ ناممکن سا نظر آتا ہے۔

میں نے برہما چین اور سیام کا بہت سا حصہ دیکھا۔ جہاں مسلمان بکثرت آباد ہیں اون ممالک میں بھی عرب جیسا پردہ ہی ہے۔ بلکہ وہاں پر برقعہ اور مقنع تک نہیں البتہ اونکے کپڑے ایسے ڈھیلے ہوتے ہیں کہ بجائے خود برقعہ یا پردے کا کام دیتے ہیں۔ مصر میں البتہ اب رواج پردہ کا کم ہوتا چلا ہے۔ عورات مصر بغیر مقنع کے باہر نکلنے لگی ہیں۔ گو برائے نام لبادہ یا برقع ضرور رہتا ہے جس کے چہرہ صاف دکھائی دیتا ہے۔

**عرب کے مرد** | مرد یہاں کے مختلف قسم ہیں قبائل بدوی کے لوگوں میں اور شہروں میں بہت فرق ہے۔ ہر رنگ کے لوگ ملک عرب میں موجود ہیں جنہیں حبشی خون ملا ہے۔ ان لوگوں میں کسی قدر سیاہی آگئی ہے۔ مدنی نہایت خوش رو، خوش خو، حلیم، متواضع، نرم دل خوش لباس نفیس طبیعت کے ہوتے ہیں جیسے صورت میں پاکیزہ شکل و صاحب جمال ہیں ویسے ہی عادات و اطوار میں خوش خصال ہیں۔ بکی لوگ سخت دل اور کسی قدر بے مروت بھی ہیں۔ ملک عرب میں جسم مرد و نکو میں نہیں دیکھا۔ قد و قامت میں اوسط درجے کے ہوتے ہیں۔ شاذ و نادر ہی کوئی جوان ۶ فیٹ کا ہو تو ہو۔ مگر عموماً ۵ فیٹ ۵۔ انچ سے لیکر ۷ انچ تک انکی لمبائی ہوتی ہے۔ دلیری میں تو مشہور ہیں۔

**عرب کی عورات** | عرب کی کل مستورات از کہ تامہ آزاد ہیں۔ نہ تو مسجد میں جانے سے کوئی اونکا

مانع نہ بازار میں خرید و فروخت سے انکا کوئی مزاحم۔ یہ ظاہر ہے کہ بازار میں ہزار ہا نظروں کی وہ نشانہ ہو سکتی ہیں۔ اور ہزار ہا آنکھ اونپر پڑتی ہے۔ مگر کوئی نگاہ پردہ درسی کے اغراض سے اونپر نہیں پڑ سکتی ہے۔ اور نہ اونکی عزت و حرمت و عصمت میں کوئی خلل و نقصان پیدا ہو سکتا ہے۔

یہاں کے لوگ تو اونکی نقل و حرکت کا خیال بھی نہیں کرتے ہاں غیر ممالک کے لوگ غیور اور اجنبی ہونے کی وجہ سے اونپر اپنی نگاہ جما سکتے ہیں مگر اونکی نگاہ ہرگز کسی قسم کا بُرا اثر پیدا نہیں کر سکتی اور بجز حیرت و خفت زدہ ہونے کے اور کچھ بھی بازگشت میں نہیں لاسکتی۔ یہاں کی عورتیں برقعے اوڑھتی ہیں چہرے پر مقنع ہوتا ہے۔ بیرون میں مونے پہنتی ہیں اور سکر باؤن تک پرے میں چہی ہوتی ہیں اور بجز آنکھوں کے اور کوئی بھی جسم کا حصہ نظر نہیں آتا اور آنکھیں بھی بغیر گھوڑے اور ملائے نظر نہیں آسکتیں الغرض مکہ مدنی مستوراتین و خواتین اپنی عفت و عصمت خدا و اطاعت اللہ و رسول و رضا جوئی خاوندین مشہور ہیں۔ امورات خانہ داری اپنی زیب و زینت بناؤ سنگار و صفائی میں کل مہذب دنیا کی تمام عورتوں سے ممتاز ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہ مستوراتین آزاد طبع زیادہ ہیں۔ خوشامد و تملق سے زیادہ خوش ہوتی ہیں۔ جبر و قہر ظلم و تعدی اور مار پیٹ سے طبعاً نفرت ہے۔ جس کو نوبت طلاق یا خلع تک پہنچتی ہے۔

**عربوں کی مہمان نوازی** | اہل مکہ اور مدینہ حاجیوں کیساتھ کہاں تک مہمان نوازی کیا

کریں گے۔ مگر عرب کی مہمان نوازی مشہور ہے اگر کوئی سیاح وسط عرب اور یمن یا نجد میں سیاحت کریں تو تب اونکی مہمان نوازی کا پتہ لگتا ہے۔ ایک یورپین سیاح عرب کی مہمان نوازی کی نسبت یون رقمطراز ہے۔ "اہل نجد بالعموم اور سدیر کے باشندے بالخصوص ایک بڑا وصف رکھتے ہیں جس سے اونکے وطن میں جانے والوں کو تسکین ہوتی ہے یعنی متواضع اور پرلے درجے کے مہمان نواز ہیں عرب کے اندر اور باہر نظروں اور نشروں میں انکے اس وصف کی بہت تعریف و توصیف کی گئی ہے اور یہ بلاشبہ اسکے مستحق ہیں۔" مجھے دو ایک مقامات پر عربوں کی دعوت میں شرکت حاصل کرنے کا فخر حاصل ہوا ہے میں اگر عربوں کی تعریف اونکی مہمان نوازی کی نسبت کچھ بیان کروں تو شاید لوگ مجھ پر ہم مذہب ہونیکا گمان کریں گے اسوجہ سے میں یہاں پر میجر یا لکرو کے ایک مختصر مضمون کو بیان کر کے اس عنوان کو

ختم کرتا ہوں۔ جب مہمان مکان کے اندر داخل ہوتا ہے تو اوسکو آستانہ کے اندر قدم رکھتے ہی پہلے بسم اللہ کہنا پڑتا ہے۔ کیونکہ اگر کچھ نہ کہا جائے تو پچھ مکان کے اندر داخل ہونے والے اور گھر والوں کی واسطے فال بد خیال کیا جاتا ہے۔ پہر داخل ہونے والا چپ چاپ نصف کمرے تک پہنچ کر حاضرین کو السلام علیکم کہتا ہے اس اثنا میں تمام حاضرین دم بخود ہو کر بے حرکت بیٹھ جاتے ہیں لیکن سلام کی آواز سن کر صاحب نہ اٹھ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور جواب میں کہتا ہے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا مہرجبا واهلاً یا سہلاً وغیرہ کئے الفاظ زبان سے نکالتا ہے جنکی تعداد کم نہیں تمام حاضرین کھڑے ہو کر اسی طرح کرتے ہیں۔ پہر مہمان صاحب خانہ کی طرف بڑھتا ہے اور صاحب خانہ اویس طرح ایک یا دو قدم بڑھتا ہے مہمان اپنے مہمان نواز کے ہاتھ پر اپنی ہتھیلی رکھتا ہے لیکن نہ تو ہاتھ کو پکڑتا ہے اور نہ اوسکو ہلاتا ہے۔ کیونکہ ایسا کرنا اونکے خلاف دستور ہے۔ پہر مزاج پُرسی تو اتر ہوتی ہے۔ تین چار دفعہ کہنے کے بعد ایک یا دوسرا شخص الحمد للہ کہتا ہے۔ جسکی مراد یہ ہوتی ہے کہ سب طرح خیریت ہے اور یہ سہ بات کا نشان ہوتا ہے کہ اب تکلفانہ سوالات کا موقع جاتا رہا۔

ایک اور مورخ عربوں کی مہمان نوازی میں یون رسم کرتا ہے۔ یہاں کے باشندوں کا سب سے بڑا اور عمدہ وصف انکی فراخ دلی اور مہمان نوازی ہے کہیں دوسری جگہ ایسی آؤ بہکت نہیں کیجاتی یہ وسط عرب کا حال ہے حجازی بچائے کہانیک کسی کی مہمان نوازی کرینگے ایک دو ہوتو کریں سالانہ لاکھوں خدا کے مہمان وہاں جایا کرتے ہیں۔ تاہم اون اون کے معلموں کے گھر ضرور حاجیوں کی مہمان نوازی ہوا کرتی ہے۔ وہی سیاح اور آگے لکھتا ہے۔ جب تم ایک دفعہ انکی حدود میں داخل ہو جاؤ تو آپکے ساتھ اپنی ذات جیسا سلوک کرتے ہیں۔ بہت صاحب دل ہیں اور اپنے جان و مال کو تم پر ایسے ہی نثار کر نیکیا رہیں جیسے کہ وہ اپنے پڑوسی یا رشتہ دار پر۔

علامہ ابن بطوطا اپنے سفر نامہ میں یون تحریر کرتے ہیں۔ اہل مکہ کی حسن عادات سے ہے کہ جب



کوئی کہا نادعوت کا پکا وینگے تو پہلے مساکین اور متوکلین کو کہلاوینگے۔ اور انکو بہت ہی لطف و اخلاق تواضع سے بلا کر کہلاوینگے۔ اکثر فقرار کا قیام وہیں رہا کرتا ہی۔ جہاں سب لوگوں کا مطبخ ہوا کرتا ہی جہاں کسی نے اپنے واسطے روٹی یکوائی اور گہریچلا تو مساکین اوسکے ساتھ ہوئے تو وہ ان مساکین کو تہوی تہوری روٹی بقدر حصہ کے دیدیتا ہے کسیکو گھر کتا یا جھڑکتا نہیں ہے حتی کہ اگر ایک وٹی بھی یکواتا ہے تو ثلث بلکہ نصف تک بطیب خاطر پہلے خیرات کر دیتا ہے۔

ایک اور یورپین سیاح عربوں کے لوٹ مار سختی اور تشدد کا ذکر کرتے ہوئے یوں تحریر کرتا ہی کہ کسی مسافر کو لوٹ لینا عربوں کے نزدیک ویسا ہی جو انگریزی کا کام ہے۔ جیسا کسی شہر کو فتح کرنا۔ ہمیں ایسے خصائص قبیحہ کے ساتھ ہرگز ہمدردی نہ ہوتی اگر اون ہی کے مقابل میں اعلیٰ درجہ کے اوصاف ہی نہ ہوتے وہی مرد کا زار حبس کا ہاتھ سے لوٹ کے اشتیاق یا غیرت کے جوش میں شدید سے شدید بے رحمی کے افعال سرزد ہوتے ہیں۔ جسوقت اپنے گہرین بیٹھتا ہے تو ایک مہربان میزبان بن جاتا ہے۔ اعلیٰ تواضع سے پیش آتا ہے۔ جو کوئی مصیبت زدہ اوسکی پناہ میں آگیا یا جس نے اوسکی تمیت پر بہرہ رسد کیا تو پیراوسکی مدارات دوستوں کی سی نہیں ہوتی بلکہ عزیزوں اور رشتہ داروں کی سی۔ اوسکے مہمان کی جان اوسکو نزدیک محترم ہو جاتی ہی اور میزبان کو اوسکی حفاظت خود اپنی جان پر کھیل کر بھی واجباً سے ہوتی ہی اگرچہ اوسپر کیون نہ ثابت ہو جائے کہ جو شخص اوسکی پناہ میں بیٹھتا ہے وہ اُسکا دشمن جانی ہے جسکی تباہی کی وہ سو بار آرزو کر چکا ہے۔ سخاوت اور فیاضی و نھصلت ہے جسے عرب تمام حصائل پر ترجیح دیتی ہی اور ان کے نزدیک نھصلت خاص اونکی قوم کے فضایل میں سے ہے۔

**عرب ہر لونکی غذا** | مہذب تسلیم یافتہ ملی مدنی اور شامیوں کی غذائیں نہایت عمدہ اور پُر تکلف

ہوتی ہیں۔ طرح طرح کے پکوان پکاتے ہیں۔ قورمہ، قلیہ، پلاؤ، فیرنی، شیرنی، سام، سام کی بنا کر کھاتے ہیں۔ مختلف قسم کی روٹیاں پر اٹے جبین اٹدے اور قیمہ بہار رہتا ہے۔ کچے انکی نہایت دلپسند غذا

ہے۔ مجھے دو ایک وقت عربوں کے گہر دعوت کہانے کا اتفاق ہوا تھا۔ یہ لوگ ہم ہندوستانیوں کے مانند مریچ، مصالح یا کھٹائی زیادہ نہیں کھاتے ہیں۔ آچاروں میں زیتون کا زیادہ رواج ہے۔ پلاؤ اور سمو سے اچھے بناتے ہیں۔ ایک بڑے خوان میں دو دو چار چار آدمی ملکر کھاتے ہیں بہت ہی اچھا اور پیارا معلوم ہوتا ہے میزبان خود اپنے ہاتھ سے مہمانوں کے ہاتھ دلاتا ہے۔ بعد کہانے کے قہوہ یا چائے نوش کرتے ہیں۔ ملک عرب میں پان کا رواج نہیں ہے البتہ سگریٹ پیتے ہیں اور آجکل کل اہل عرب حقہ نوشی کی طرف زیادہ مائل ہیں۔

**بدوؤں کی غذا** عربوں کی عموماً اور بدوؤں کی زندگی خصوصاً فقر و قناعت سے گذرتی ہے۔ ابتدائے اسلام کا اثر انہیں ابھی تک باقی ہے یعنی صبر اور قناعت و جہہ معیشت ان کے گلے میں خوراک یا کی جوار کی موٹی ٹکیاں کچی پکی سبکی ہوئی کچڑی۔ اونٹ کا گوشت دنبہ یا بکرے کا گوشت کبھی کبھی کھاتے ہیں۔ کھجور خواہ کیسے ہی بد مزہ کیون نہ ہو کھاتے ہیں۔ سینے اونکو دیکھا کہ جہازی روٹیاں یا بسکوٹ بڑی مشکل سے جو پتھر سے توڑنے پر ٹوٹتی نہیں اوسکو وہ لوگ بخوشی چیا جاتے ہیں۔ اونکے کہانے میں تکلف نہیں ہے۔ حلال شے جو ملے اوسکو خدا کی نعمت سمجھ کر کھا لیتے ہیں۔

**بدوی خانہ بدوش** یہ لوگ خمیوں میں رہتے ہیں۔ چاروں طرف دیوار مٹی کی ہوتی ہے۔ چھت کسل یا اور کسی کپڑے کی ہوتی ہے۔ بعض خمیوں کو بکرون یا دنبوں کی اون سے بنتے ہیں۔ ضرورت کی تو ایک مقام سے دوسرے مقام میں اونٹ یا کرا لیا جاتے ہیں۔ جہاں چارہ مویشیوں کو اور پانی اپنے لئے کافی میر آتا ہے۔ تب تک ایک جگہ میں ٹہرتے ہیں ورنہ وہاں سے کسی اور جگہ سرک جاتے ہیں۔ حتی المقدور یہ لوگ اپنے ہی قبیلہ کی سرحد میں بود و باش رکھا کرتے ہیں۔ دوسروں میں بہت کم ملتے ہیں۔ شادی بیاہ آپس میں ہی کر لیتے ہیں۔ بسا اوقات دوسرے قبائل میں بھی انکا رسم لین دین کا ہو جاتا ہے۔

انکے خیمے اکثر سات فیٹ اونچے اور تقریباً ۲۵ فیٹ تک لانے ہوتے ہیں۔ جنکا عرض کم از کم دس

فیٹ تک ہوتا ہے۔ اونکا اثاث البیت بہت ہی سادہ اور عھرائی زندگی کی ضرورتوں کو موافق ہوتا ہے۔ انکے خیموں میں ہتھیار۔ اونٹ کے پالان۔ سواری کی زین، مشک، گہی، دودھ رکھنے کے مشکیزی اُن جمع کرنے کا ایک چرمی تھیلا۔ چپاگل، ڈول، غلہ پیسنے کی جکبی، قہوہ دان، ہاون دستہ اور ضروری مگر مختصر کھانا پکانے کے برتن اور رہنے اور پچھانے کی بہت مختصر چیزیں نظر آتی ہیں۔ اکثر انکے پڑاؤ ریگستان کے کنارے سرسبز و شاداب مقامات پر ہوا کرتے ہیں۔

**شہری عربوں کا حال** | مکی۔ مدنی اور شامی عربوں کو جسے میری ملاقات ہوئی ہے اور جنکو میں نے

دیکھا ہے اونہیں متوسط اور آرام، عمدہ اور خوش قطع ہوا دار مکانوں میں باساز و سامان ہتے ہیں۔ انکے مکانات کئے کئے منزل کے ہوتے ہیں۔ علی العموم مکانوں میں صحن بہت ہی کم ہوا کرتا ہے بعض مکانوں میں تو صحن ہی ندارد۔ مگر ہوا کیلئے درتکچے ضرور ہوتے ہیں جو بجائے دروازوں کے ہوا کرتے ہیں۔ اندر کمروں میں چاروں جانب ملائم و نفیس طرح طرح کے خوشنما شیشی ہوتی حسب حیثیت چھندوں کے گدے عمدہ فرش۔ مختلف قسم خوبصورت تکیے۔ جنہیں دیواروں سے لگا کر بیٹھنے کے جدا۔ سرانے اور غل میں کہنے کے علیحدہ۔ غرض کہ آسائش و آرام کی کل چیزیں نہایت خوبصورت پُر تکلف ہوتی ہیں۔ فرش میں ایرانی قالینوں کا زیادہ رواج ہے۔ دیواروں کو بڑے بڑے خوشنما حلی آئینے اور جبرنی اور یورپی اشیا، سے مزین کرتے ہیں۔ میرے خیال میں ایک وسط درجہ کا آدمی عرب میں جو اپنے گھر کو سجاتا ہے ہندوستان میں شاید امیرون کے گھر ایسا ساز و سامان ہو۔

**تکدن و معاشرت** | اکثر مدنی تجار و اہل حرفہ ہیں۔ بدوی خانہ بدوش زمیندار و باغبان ہیں۔

خوراک عمدہ کہاتے ہیں۔ سیروسیاحت و تفریح کے شوقین عادات و اخلاق میں نیک خصال پسندیدہ افعال ہیں۔ مکان کی سجاوٹ اعلیٰ پیمانہ پر کرتے ہیں۔ زیورات میں روپیہ صرف نہیں کرتے۔ پہا پر زنا۔ جوا۔ شراب خواری، چانڈو خانے، اور ہنگڑ خانے نہیں ہیں۔

جتنے ملک میں دیکھے حتیٰ کہ شام و فلسطین و مصر۔ برہما و چین کا کوئی شہر اور قصبہ ان قبحات سے مُبرا نہیں ملا۔ اگر یہ شرف ہے تو حجاز مقدس ہی کو حاصل ہے۔ یہاں فسق و فجور اور لعب کا نام و نشان نہیں۔ شرک و غفلا ہے۔ شیطان ہزاروں کوس ہلکتا ہے۔ یورپ کی تہذیب کے دلدادہ و دعویٰ داریاں پارس و لندن کا کیا مقابلہ دہلائی گئے۔ مصر کے شیفہ اور جان نثار کیا ثابت کر سکیں گے کہ وہ ان خبیثات سے پاک ہیں۔ بچاری ہندوستانی ہندوستان کو کیا خاک سنا منے لائیں گے۔ جہاں شرک و بدعت گہر گہر ہے۔ کہیں دریا کی پوجا ہے تو کہیں پتھر اور درختوں کی سیوا ہے۔ برہمی و چینی کس برتنے پر حجاز کا مقابلہ کریں گے۔ جادو و سحر کی کیا لیکر سامنے آئیں گے جاپانی تو زنا میں مدیطولی رکھتے ہیں وہ تو مقابلہ پر آ ہی نہیں سکتے۔ سبحان اللہ یہ ملک حجاز ہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ صبح سے شام تک گہر گہرا اللہ اکبر کی صدا اور زبان واحد سے کلمہ لا الہ الا اللہ کی توحید پرستی ہوتی ہے۔ حرم نبویؐ میں ذکر و اذکار۔ درود و صلوٰۃ۔ درس تدریس قرآن و حدیث شب و روز جاری ہے۔ دنیاوی قیل و قال اندرون حرمین شریفین منع ہے۔ یاد آہی میں رات دن لوگ مصروف ہیں۔

ماہ ربیع الاول و رجب میں مجالس ذکر و میلاد شریف و معراج و رمضان المبارک میں تراویح و تلاوت قرآن مجید کا ہر گہر ہر درہر کوچہ و ہر گلی و ہر محلہ و شہر میں مشغلہ رہتا ہے۔ دنیا میں مخالفین کے معابد و مقدس مقامات ہزاروں بلکہ کڑوڑوں ہیں۔ مگر حقیقی توحیدی عبادت کی جھلک بہت کم نظر آتی ہے۔ تثلیث کے بندے کیا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ مشرکین کے پاس کونسی دلیل و برہان ہے۔ حرمین شریفین کی ہمسری دنیا بہر میں کوئی مخالفین کا مقدس مقام نہیں کر سکتا۔ فاتو برہا نکمراں کنتمہ صادقین۔ یہاں کے لوگوں کی سیدھی سادی گذران شب و روز ذکر آہی سے کام ہے۔ زاد اللہ شرفاً و تعظیماً۔

لباس

عربوں کا لباس بھی ایک دو سکر صوبہ سے مختلف ہے۔ یمن اور عمان میں وسط عرب اور حجاز میں شام اور فلسطین میں ایک دوسرے کے لباس ہیں فرق ہے۔ گفتگو کی شایستگی اور عقولیت



میں مشرقی عرب والے مغربی عرب تک لگے ہیں۔ جوف سے لیکر یمن تک مردوں اور عورتوں کا تقریباً ایک ہی لباس ہے۔ مہم جو اور اسکے قریب جوار میں لمبے سفید عری پر ہیں کے بجائے عمان کے زعفرانی بدن کے برابر کرتیاں مغربی ہند کے انگرکھوں کے نمونہ پر ہیں۔ بجائے عمامے کے رنگدار چھوٹی بگڑیاں پہنتے ہیں اور ہلکے سرخ جوئے جنکا مشرقی ساحل میں عام رواج ہے عربی سیاہ چادر کے عوض پہنے جاتے ہیں۔ پاؤں میں سرخ چمڑے کے چکدار بکریں یا عمان کے طرز پر جوتیاں نچد کے مویوں کی بھدی ساخت کی جا بجا نظر آتی ہیں۔ کمزین ذرا تیرھا لقرنی دستہ والا خنجر بھی لٹکا رہتا ہے صوبہ حرمین میں لوگ زیادہ تر ریشم اور زردوزی کام کے پارچات استعمال کرتے ہیں۔

مکہ اور مدینہ والوں کا لباس قریب قریب ایک ہے۔ مہذب اور خوش قطع ہے۔ بدوی اور شہری لوگوں میں البتہ فرق ہوتا ہے۔ شہری لوگ موسم مایں سر پر ٹوپی پہنتے ہیں جس کا رنگ ڈھنگ جاتے ہیں اور ٹوپی کے اوپر عمامہ باندھتے ہیں۔ بدن پر خیمہ یا شایہ عری وضع کا ہوتا ہے۔ یا جاکہ یا ازار پہنتے ہیں۔ بعض وقت سب کے اوپر کا کپڑا روئدار ہوتا ہے۔ پاؤں میں اکثر جراب پہنتے ہیں۔ کوئی برہنہ یا نہین دیکھا گیا۔ البتہ بدوی غریب لوگ برہنہ پر رہتے ہیں۔ مکہ اور مدینہ کے حرم میں لوگ جوتوں سے داخل ہوتے ہیں فقط اوپر کا سلیر نکال کر علیحدہ کر لیا جاتا ہے جس کو وہ اپنے پاس رکھ لیتے ہیں۔ بالکل خاصہ انگریزی وضع کے بوٹ اور شوز پر سلیر چڑھا لیا جاتا ہے جس کا تھکا کسی قدر اندر کے مونے سے سخت ہوتا ہے۔ شاید کے اوپر اکثر مشلحہ بھی ہوتا ہے جو دراصل ایسی کپڑا کا عبا ہوتا ہے جس کے آستین نہین ہوتے مگر اسکی وضع اور قطع ایسی ہوتی ہے کہ پہنتے سے آستینوں کا گمان ہوتا ہے۔ ان تمام کے اوپر بعض عرب ایک خوشنما صدریہ بھی پہنتے ہیں مگر مشلحہ پر صدریہ نہین پہنا جاتا ہے۔ ریشمی کپڑوں کا زیادہ رواج ہے اکثر امراء اور ریشمی عبا پہنے ہوئے دیکھا ہے۔

عورتوں کا لباس زیادہ تر ترکی وضع پر یا فرانسیسی ڈھنگ پر ہوتا ہے۔ مگر عری لباس یہ ہے

سروال یا ازار صدر پر کسا وہ جسکو مسفہ کہتے ہیں۔ باہر جانا ہو تو مسفہ کے اوپر مدورہ اور مدورہ پر برقعہ پاؤں میں موزہ یا انگریزی وضع کا بوٹا ہوتا ہے جسپر لپیر چڑھا رہتا ہے۔ بالغ اور نابالغ عورتوں کے لباس میں فرق ہے۔ نابالغ لڑکی برقعہ یا متغ نہیں اوڑھتی صرف ایک لائبا کڑا تا ایک ازار اور سر پر ایک کسا وہ ہوتا ہے۔ غرض ملک عرب کا لباس بحیثیت مجموعی بہت اچھا اور قابل تقلید ہے۔

### علم موسیقی

میسر پالگریو اپنے سیاحت نامہ میں یون تحریر فرماتے ہیں کہ ”میرے ناظرین میں سے کوئی صاحب عرب کی خوش الحانی کے دہو کے میں ہوں۔ میرے خیال میں بحر چین کے دنیا کے کسی ملک کو عرب سے بڑھ کر ایہ صوت ہونیکا فخر نہ ہوگا۔ مجھے چینوں کے گیت سُننے کا موقع تو نہیں ملا ہو مگر فطامہ یہ مجھے اس فن سے بے بہرہ معلوم ہوتے ہیں۔ مجھے اہل ترکی، فارس اور ہندوستان بلکہ حبشیوں کے گیت بھی سُننے کا اتفاق ہوا ہے۔ اہل شام اور امریکہ اور یونان کا ذکر ہی کیا ہے۔ میں دعویٰ کہہ سکتا ہوں کہ یہ سب کیا بلحاظ آواز اور کیا سماع یا سرود کے بنی قسطنطنیہ یا بنی اسماعیل سے فوق لیگئے ہیں۔ میرے عرب کے رہنے والے دوستوں کا اس امر میں میری ساتھ اتفاق نہیں یہ اپنے خیال میں علم موسیقی میں ید طولی رکھتے ہیں اور جو تانیں انکے نزدیک لربا وہ مرغوب ہیں وہ ہمیں نہایت کثرت اور سمع خراشی معلوم ہوتی ہیں۔ بدو نکا نمبر سے اخیر میں آتا ہے۔ انکا پیارا راگ ”ابوزید“ ہے جب کبھی سفر میں مجھے یہ سُننے کا موقع پیش آیا تو میں بہت ہی بدمزہ ہوا۔ البتہ شہری ادن سے کسی قدر بہتر ہیں اہل عرب کے سب بڑی عنایت یہ ہے کہ گالی کی تکلیف نہیں اٹھاتے۔ اہل فارس کی آواز بالعموم دلکش ہے انکا باجہ اگرچہ پورے کے باجہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا تاہم بہت سُرِیلا ہے جسکو سُننے سے رقت پیدا ہوتی ہے اونکے پڑوسی اہل بغداد بلکہ بصرہ سے لیکر دیار بکتر تک دریائے دجلہ کے باشندے تمام خوش الحان ہیں ملک شام میں بھی علم موسیقی کا چرچا ہے جہاں اہل دمشق سب پر فوق رکھتے ہیں اونکے بعد سمندر کے کنارے پڑھن

والے حیدر صیدا اور عکہ اور دیگر دیہات کے لوگ ہیں۔ اہل شری بھی اچھے گانے والے ہیں انکے سرین اہل یورپ کے قریب قریب ہیں۔ "میسر صاحب کو شاید عرب کا گانا پسند نہ آیا ہو۔ مگر مجھے بدون کے چھوٹے چھوٹے خورد سال لڑکے اور لڑکیاں اور عرب کے نوجوان عورتوں کا گانا بہت پسند آیا ہے گواونکی آوازیں اور تانین باقاعدہ نہ ہوں۔ تاہم دلکش اور شیرین ضرور ہیں۔ جدہ سے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو جاتا ہوو بہت سے بدوی اپنی اپنی آوازوں میں عمدہ قصائد پڑھتے ہوئے جایا کرتے ہیں اور نہتے نہتے بچے مختلف آوازوں سے حاجیوں کے دلوں کو اپنے جانب کھینچ لیتے ہیں۔

## رسم مہک

عرب و شام میں عموماً لوگ اپنے گھروں میں خوشبو جلایا کرتے ہیں۔ وسط عرب اور نجد میں بھی اسکا رواج بہ کثرت ہے۔ کہانے سے یا قہوہ سے فراغت ہونے کے بعد مہان اپنے ہاتھ صابون سے پاک و صاف کر لیتے ہیں اور کے بعد ایک چھوٹا عود دان یا ایک مربع صندوق چھ لایا جاتا ہو جسکے کناروں پر زیبائش کو واسطے خط یا کنگرے چھیدے ہوئے ہوتے ہیں اور اسکے نیچے اسقدر لبادا ہوتا ہے کہ بکڑنے والے کا ماتہ نہ چلے۔ یہ مٹی کا ہوتا ہے اس میں دیکھتے ہوئے کو نیلے ہوتے ہیں اور کونکوں پر چند خوشبو دار لکڑی کے ٹکڑے چھوٹے چھوٹے رکھتے ہیں جسکے جلنے سے خوشبو پیدا ہوتی ہو یا بعض مقامات پر عود یعنی لوبان اوسمیں جلاتے ہیں۔ جب خوشبو دار دھوان اوسمیں سے نکلتا ہو تو ہر ایک شخص نوبت بہ نوبت اوسکو ہاتھ میں لیکر یا اوس کو نزدیک جا کر اوس دھوئیں کو لیتا ہے۔ یہ اس قسم کا خوشبو دار دھوان ہوتا ہے کہ بہت دیر تک کپڑوں سے اسکی مہک آیا کرتی ہے۔

## بمردہ فروشی

افسوس ہو کہ عرب میں ہنوز غلاموں کی مٹھی قائم ہے۔ بازار بمردہ فروشی کے مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ۔ اور وسط عرب میں موجود ہیں جن میں سوڈانی حبشی، دوغلی اور عرب کے غلامین و کنیز گین فروخت ہوتی ہیں۔ انکو کمرسیوں پر عمدہ لباسوں میں بٹھایا جاتا ہے۔ خریدار اپنی مرضی موافق جیسے جانوروں کو ٹٹول کر اونکی فریبی و لاغری دیکھتے ہیں اسی طرح ان انسانوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔



کاش یہ رسم ملک عرب سے اٹھ جائے تو بہت ہی اچھا ہے۔

بردہ فروشی معاہدہ ہرسلزکی رو سے تمام دنیا میں موقوف ہوگئی اور کل گورنمنٹیں بردہ فروشی کی مخالف ہیں۔ سلطان المعظم محمود خان محوم نے ۱۸۳۰ء میں رواج غلامی کو جو محض خلاف شریعت تھا۔ ناپسند فرما کر دول یورپ کے معاہدہ پر دستخط کر دئے تھے۔ مملکت عثمانیہ میں ۱۸۳۰ء سے بردہ فروشی موقوف ہے۔ اس وقت ممالک عثمانیہ میں بردہ فروشی قانوناً منع ہے۔ کسفیقت گورنمنٹ عثمانیہ کے جہازات فقط اس ہی غرض سے بحر میں گشت کرتے تھے کہ جہاں کہیں بردہ فروشوں کی کشتیاں ساحل افریقہ سے حبشین غلام و باندیان ہوں تو پکڑ کر فوراً آزاد کر دئے جائیں۔ باوصف اس انتظام کے بھی اندرون عرب اور حجاز مقدس میں بردہ فروشی برابر جاری ہے۔ اس وقت حاجوئی کی صورت میں یہ لوگ افریقہ سے لائے جاتے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ نسبت اور ملکوں کے حبشی غلام و باندیان محنتی، جفاکش، مضبوط اور اطاعت شعار ہوتے ہیں اور عرب انہیں زیادہ پسند کرتے ہیں۔

نجد میں حبشی غلام تعداد میں شمال عرب حجاز مقدس سے زیادہ ہی نہیں بلکہ ہر قصبہ و شہر میں افریقین نسل کی ایک خاص آبادی قائم ہے۔ حتیٰ کہ کل آبادی کا چوتھا بلکہ تیسرا حصہ ہونگے۔ وادی دوا سیر اور ربیدہ وغیرہ میں بھی اونکی تعداد بہت زیادہ ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ غلاموں کی منڈیاں بہت قریب ہیں۔ راستوں کا اتصال کی وجہ سے یہاں تجارت کی گرم بازاری ہے وسط عرب کو آنیوالے غلام سید ہے عارض کے بیج سے گذرتے ہیں اور اونکی بڑی تعداد کیلئے گاہت بہین ملجاتے ہیں۔ یہاں اونکی قیمت بھی بمقابلہ مکہ معظمہ اور شمالی عرب کے تھوڑی ہوتی ہے۔ ایک حبشی غلام ریاض میں ۱۰ پونڈ کو ملتا ہے تو وہی حایل اور جوف میں ۵ پونڈ کو بکتا ہے اور مکہ معظمہ میں جو جدہ کی راہ سے آتے ہیں وہ سستے ملجاتے ہیں۔ ان غلاموں سے زیادہ تر زراعت کا کام لیا جاتا ہے اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ غلام کی خدمات کو قبول کر کے اپنے خاندان سے کوئی لڑکی بھی دیدیتے ہیں۔



ایسی صورت میں اوسکے معاہدہ کر لیا جاتا ہے کہ وہ چند سال تک فقط روٹی اور کپڑے پر اور بلا اہمت کے کام کرے۔ عرب میں غلام جس دلسوزی محنت سے اپنے آقا کی خدمت کرتا ہے ہندوستان میں کوئی خوشدل سے خوشدل خادم ہرگز نہیں دے سکتا۔ بعض غلام صنایع اور کار گیری ہوتے ہیں جو اپنے آقا کیلئے کچھ کما بھی لاتے ہیں۔ کینز کون کو کہنا پکانا دایہ کا کام و کل خانگی خدمات سپرد ہوتے ہیں مگر غلطہ میں جو کسی قدر خوبصورت عورتیں ملتی ہیں سرکشین کینزک ہیں۔ بہت سے اہل ثروت اونکو خرید کر آزاد کر کے پہر نکاح کر لیتے ہیں۔ جا رجیا کے گرجی قوم کی نسبت یہ بھی مشہور ہے کہ اونکے والدین کسی بچہ کو فروخت کر ڈالتے ہیں چونکہ وہ نہایت خوش جمال ہوتے ہیں اونکی قیمت بھی بہت ہوتی ہے میں ایک دن مکہ معظمہ کے بردہ فروشی بازار میں گیا تو ایک جا رجین لڑکی تھی جسکی قیمت اوسکی مالک نے ۷ سو پونڈ طلب کئے مگر میری رائے میں وہ کسی طرح سے ۳ سو پونڈ سے کم میں نہ دیتی۔ اس معاملہ میں یہاں پر معزز مولفہ مرآۃ العرب کی رائی تحریر کر کے اس عنوان کو ختم کرتا ہوں۔

”بردہ فروشی کی بابت عیسائی قوموں نے اس تصویر کا صرف ایک ہی رخ لے رکھا ہے جس وجہ سے دنیا پر اپنے آپ کو بنی نوع انسان کا ہمدرد ظاہر کیا جاتا ہے۔ مجھے افسوس کیسا تھا کہ یہ کہنا پڑتا کہ معترضوں نے قصداً اس معاملہ میں انصاف سے چشم پوشی کی ہے یا اونکو حقیقت میں پوری اطلاع نہیں اور محض اپنے ممالک کے غلاموں کی خراب حالت سے نتیجہ نکالتے ہیں۔ پس جب تک تحقیق کامل نہ کر لی جائے محض متعصب اور خود غرض اشخاص کی اشاعت اور غیر محقق لوگوں کی خبروں پر اعتماد کر کے خلاف رائے قائم کرنا یا اہمیت لگانا انصاف دوست اصحاب کا کام نہیں۔ جو لوگ رسم غلامی کو نگاہ نفرت سے دیکھتے ہیں۔ اونہوں نے دیگر ممالک میں غلاموں کو طرح طرح کے ظلم سہتے دیکھا ہے جیسا کہ یہ رسم یورپ میں جاری تھی جب کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا اور بعض ممالک امریکہ میں آج تک جاری ہے (ہے) اون ممالک میں غلاموں کو مار پڑتی ہے۔ اونکی امانت کی جاتی ہے۔ ننگے بہو کے رکھے جلتے

ہیں جو پاؤں کی طرح قید رہتے ہیں اونکی طاقت سے زیادہ اونسے مشقت کے کام لئے جاتے ہیں گویا کہ اونکا شمار نوع انسان میں نہیں۔ خاص کر کہ جب وہ سیاہ رنگ کے ہوں اونکا آزاد کرنا کارِ ثواب نہیں گنا جاتا ہے۔ اونکی حالت ادنیٰ درجہ کے حیوانات سے بھی بدتر ہے پس اس اپنی ملکی رسم و رواج پر قیاس کر کے اسلامی غلامی کو خیال کر لیا کہ دین محمدیؐ بھی شاید غلامی کو باوجود ان خرابیوں کے جائز رکھتا ہے۔ مگر اسلام میں غلامی کی حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کو دنیاوی ضرورتوں کو برآنے میں مدد ملے اعدائی دین کی ایذا رسانی سے غلاموں کو نجات حاصل ہو۔ غلامی کے بارہ میں ایسے احکام شریعت ہیں جنکے موافق غلام کی راحت محفوظ رہے۔ شریعت محمدیؐ اون بدسلوکیوں اور سختیوں کو جو دوسری قومیں برتا کرتی ہیں ہرگز روا نہیں کہتی بلکہ نہایت سختی سے اونکی ممانعت کرتی ہے۔ عذابِ خروی سے ڈراتی ہے۔ ثواب کا وعدہ کہے غلاموں کے آزاد کرنے اور اونکے ساتھ احسان و سلوک سے پیش آنے کی ترغیب دیتی ہے۔ بسا اوقات غلاموں کو غلامی کی بدولت ایسی نعمت ملتی ہے کہ اگر وہ غلامی میں داخل نہ ہوتے تو اوسکا ملنا ممکن نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غلاموں کی نسبت یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ تمہارے غلام تمہارے بیانی ہیں خدا نے اونکو تمہارے قبضہ میں کر دیا ہے۔ جو تم کہاؤ پہنؤ وہی اونکو کہلاؤ اور پہناؤ اور اونکو تکلیف نہ دو۔ عرب اپنے زر خرید غلام و باندیوں سے جو شرفیاء برتاؤ رکھتے ہیں اوسکے دیکھنے سے حیرت ہوتی ہے وہ غلاموں کیساتھ اسی طرح شفقت و محبت سے پیش آتے ہیں جس طرح اپنی اولاد یا عزیزوں سے غلاموں کو اپنے ہمراہ کہانا کہلاتے ہیں اونسے اوسقدر کام و محنت لیتے ہیں جسکو وہ بہ آسانی و بخوشی کر سکیں۔“

عرب میں جب مینے غلاموں سے اونکی حالت کو استفسار کیا تو اپنی موجودہ حالت میں نہایت خوش پائی گئے ایک غلام حجازی لوے میں مسٹر اسروز حامد بوسنیوی کے ہمراہ تھا جو میرے کپارٹمنٹ کے بازو والے کمرے میں میرے ہمسفر تھے اوسنے مجھے فخریہ بیان کیا کہ میری غلامی دوسرے لوگوں کی

آزادی سے نسبتاً بدرجہا بہتر ہے۔ اس میں کلام نہیں کہ عرب جس قدر آرام و آسائش باندھتی غلاموں کو دیتے ہیں اونکا عشر شیر بھی ممالک غیر میں ملازموں بلکہ خاص رشتہ داروں و عزیزوں کے ساتھ بڑاؤ نہیں دیکھا جاتا ہے۔ غلامی کے فوائد خواہ کچھ بھی ہوں مگر اصول غلامی سے بدتر دنیا میں کوئی شے نہیں ہے اور بھیکہ فعل ثمرے جابر و لونکا کام ہے۔ حمیت انسانی کا اقتضار ہے کہ غلامی بند ہو۔ میرے خیال میں رفتہ رفتہ یہ رسم حجاز مقدس میں بالکل بند ہو جائیگی اب وہ پہلے کی سی گرم بازاری نہیں ہے بہت کم تعداد میں اس وقت غلام و کنیزک میسر آتے ہیں خدا کرے کہ یہ غلامی اور بڑے فروشی کا بدنام داغ حجاز مقدس کی سرزمین سے اٹھ جائے۔

۱۸۶۲ء میں یا اوس سے کسی قدر پہلے دہابی گورنٹ فارس کے ہر ایک حاجی سے جو ریاض ہو کر مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ کو جاتا تھا ۴۰ طلائی مہرین سرحد ریاض سے گزرنے کیلئے اور ۴۰ مہرین سامان حفاظت سے پہنچانے کے کل ۸۰ طلائی مہرین وصول کرتی تھی انکے عوض گورنٹ کی جانب سے کوئی اہل کار قافلہ کی حفاظت کیلئے جاتا تھا۔ اور اس بدرقہ کو راستہ میں اور کاروانوں سے بھی چندہ وصول کر نیکاحی حاصل تھا۔ ہر ایک مقامی حاکم بغیر کچھ لئے یا قافلہ کو لوٹنے کے اپنے علاقہ سے گزرنے نہیں دیتا رہا۔ اس حساب سے ایرانی حاجی کو دہابی محافظوں کیساتھ وسطی عرب سے گزرتے ہوئے ڈیڑھ سو مہرون سے زائد رقم ادا کرنی پڑتی تھی جو انگریزی ۳۳ سو روپیہ کے برابر ہے یہ اہل ایران کیلئے جتنا گران بار تھا اتنا ہی اہل عرب کیلئے فائدہ رسان رہا۔ اس اخراجات کو نظر کر کے غلاموں کی آمد و رفت اس راستہ سے نہیں ہوتی تھی۔

**عرب کا محل وقوع** | اگر ہم عرب کو کرۂ ارض کے نقشہ پر دیکھیں۔ تو اسکے محل وقوع سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے اسے ایشیا، یورپ و افریقہ کے ۳ براعظموں کے وسط میں جگہ دی ہے عرب کی تری کے دونوں راستوں سے دنیا کو اپنے دہنے اور بائیں ہاتھ سے ملا کر ایک کر رہا ہے۔ اسلئے تمام دنیا کی

ہدایت کیلئے ایک واحد مرکز قائم کرنے کے واسطے عرب ہی موزون ہو سکتا ہے۔

کُرۃ ارض پر آباد حصہ کو اگر دیکھو گے تو جنوب میں زیادہ سے زیادہ ۴۰ درجہ عرض البلد اور

شمال میں زیادہ سے زیادہ ۸۰ درجے تک آبادی ہے۔ دونوں کا مجموعہ ۱۲۰۔ اور نصف ۶۰ ہوا

جب ۶۰ کو ۸۰ درجے شمالی سے تفریق کر دیں تب بھی ۲۰ درجہ شمالی رہ جاتے ہیں۔ اور مکہ معظمہ

۲۱ درجے پر آباد ہے۔ اسلئے کل کُرۃ ارض کی آباد زمین میں بھی وسط ہونے کا اعزاز رکھتا ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ مکہ کا نام لغات میں ناف زمین ہے۔ انسان کے جسم میں ناف بھی ٹھیک وسط

میں نہیں ہوتی۔ بلکہ قریباً وسط میں ہوتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ عرض بلد میں مکہ بھی وسط حقیقی کے

قریب تر واقعہ ہے ڈیڑھ درجہ کا جو تفاوت ہے وہ اس لئے ہے کہ مکہ ناف زمین ثابت ہو۔ دوسری

دلیل اسکے وسط ہونے کی یہ ہے کہ ملک عرب ۱۳ سے ۳۵ درجہ ہی عرض البلد شمالی پر واقع ہے اور

ان ہی خطوط کے اندر قریب قریب دنیا کی تمام مشہور نسلیں اور سوت آباد ہیں۔ مشرق میں آریا و منگول

اور مغرب میں حبشی و ہامٹ (نسل حام کے) اور ریڈ انڈینز (امریکہ کے اصلی باشندے) ہیں۔

اب جب کل اقوام میں تبلیغ کا پہنچانا مدنظر تھا تو عرب ہی اس کا مرکز قرار دیا گیا۔ غالباً اسہی لئے قرآن مجید

میں اللہ پاک نے فرمایا ہے: وَجَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عُرُجِهِمْ۔ یعنی تمکو

درمیانی اُمت بنایا ہے۔ تاکہ قوموں کے سامنے تم خدا کی شہادت ادا کرو۔ خصوصاً اس زمانہ پر نظر کرئیے

کہ جب افریقہ اور یورپ اور ایشیا کی ۳ بڑی سلطنتیں اسپر حکومت کر رہی تھیں تو عرب کی آواز ان

ملکوں میں بہت جلد پہنچ جانے کے ذرائع بخوبی موجود تھے۔ یہی وجہ ہے کہ رب العالمین رحمۃ العالمین

یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب میں مبعوث فرمایا گو اس وقت عرب بحیثیت زمین خشک ہو مگر بحیثیت

علوم دنیا کے کل ممالک سے آج بھی بہت سرسبز و شاداب ہے۔ عرب کی عام شکل ایک وسطی بلند ہوا ریزہ

کی سی ہے۔ جسکو ریگستانی حلقہ نے محصور کیا ہوا ہے۔ یہ جنوب مغرب اور شرق میں ریگستانی اور شمال



میں تھمڑی ہے۔ یہ بیرونی حلقہ بجائے خود پہاڑوں کی قطار سے محصور ہے اور زیادہ تربیت اور بخت  
ہیں۔ لیکن یمن اور عمان میں بلند فراخ اور زرخیز ہیں اور ان کے پارسا حل کے تنگ کنارہ کے ساتھ ساتھ  
سمندر پہیلا ہوا ہے۔ یمن و میان بلندی سطح جزیرہ نما کے نصف سے کچھ کم ہے اور اس کی خاص حدود بالکل  
نفوذ کے بیچ در بیچ اور اسکے اندر آبیوالی فروعات سے قائم کی گئی ہیں۔ اگر اس وسطی بلند ہموار کے  
ساتھ جوف، طائف، جبل عسیر، یمن، عمان، وادی دواسیر، مدینہ منورہ و حساد وغیرہ بیرونی حلقہ  
کے سرسبز مقامات شامل کریں تو اس کا نتیجہ ہوگا کہ کل عرب کی دو تہائی زمین کاشت کردہ یا کم سے  
کم قابل زراعت ہو۔ اور تیسرا حصہ ناقابل کاشت پتھریلا یا رنگستانی ہو۔ جس کا بڑا حصہ جنوب میں واقع  
ہے اور ملک عرب کے نقشہ اور اطراف میں ہو جگہ خالی چھوڑی گئی ہے اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ زمین  
ضرور ہی غیر آباد ہو۔ میری رائے میں اس خالی حصہ کے حالات تاحال یہاں علم میں نہیں آئے ہیں۔ بین  
کسی اور موقع پر نامعلوم عرب کی سرخی سے اس کا مفصل ذکر کر چکا ہوں۔

**عرب کا جغرافیہ** نقشہ عرب کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب وہ جزیرہ نما ہے جو ہندوستان  
کے جزیرہ نما سے بڑا ہے۔ جس کے مغرب میں بحر احمر اور جنوب میں بحیرہ ہند مشرق میں خلیج فارس اور شمال  
میں ملک شام و فلسطین ہے۔ اسے شام سے وہ سلسلہ کوہ جدا کرتا ہے جو اسکے شمال میں چلا گیا ہو۔ اور  
مصر سے آبنائے سویز جو ۴۴ برس پیشتر خاکائے سویز سے موسوم تھی الگ کرتی ہے۔ ہندوستان  
اور عرب میں خلیج فارس حائل ہے۔ عرب وسعت میں مملکت فرانس سے دو چند اور ممالک متحدہ امریکہ سے  
بہت بڑا ہے۔ ملک کے مختلف حصے اپنی خاص خصوصیتوں کی وجہ سے ممتاز ہیں۔ یمن اور دواسیر  
کی وادیں۔ طائف شریف اور جبل ثمر کے پہاڑ ایسے سرسبز ہیں کہ ہندوستان کے بہترین حصوں کو  
رشتہ آتا ہو۔ الحجاز کی تھمڑی زمین وسط عرب و نامعلوم عرب کا وسیع رنگستان اس قدر بے آب  
گیاہ ہے کہ صحرائی اعظم افریقہ سے مقابلہ کرتا ہے۔

**عرب کے طبقہ ارضی کی ساخت** | جزیرہ نما کے طبقات ارضی کی ساخت عربوں کی طرح سادہ ہو

اس پر سب نیچے ایک قسم کا آتش خیز مادہ اسپررگیک پتھر اور اوسپر چونے کا پتھر ہے۔

**گھونکی پیداوار** | میں نے احد کے نزدیک گندم کے کہیت دیکھا۔ یہ پہلا کہیت ہے جو میں نے

سرزمین حجاز میں دیکھا۔ نہر کے پانی سے اسمین آب باشی ہوتی ہے۔ سنا گیا کہ یہاں پر جو گندم، مکئی، بکثرت ہوتی ہے۔ یہاں کی اور زمین بھی قابل زراعت معلوم ہوتی ہے۔ پانی کی بھی کچھ قلت نہیں۔ مدینہ منورہ میں پانی کثرت سے ملتا ہے۔ متعدد نہروں ہیں کنوئیں ہیں۔

**باغات** | کھجور کے باغ اور مہندی کے درخت آلو، انار، انجیر وغیرہ بہت ہیں۔ مولیٰ، شلغم، گاجر

کوبی اور پالک بہت ہوتا ہے سبزی اور ترکاری اقسام کی ہے۔ سبزی ہر موسم میں مل سکتی ہے۔ پودینہ، دہیان، بھنڈا

سکہ جات ممالک غیر | جسطرح مکہ معظمہ میں ہر ملک روپیہ اور شرنی راج ہے اویسطرح یہاں بھی کل ممالک کا

روپیہ شرنی روانی اور چوانی جلتی ہے مگر سکہ بڑا نیہ کو سب پر فوقیت ہے کثرت سے بھی سکہ چلتا ہے میری خیال میں

نصف سے زیادہ کالین دین انگریزی سکے سے اور باقی نصف میں کل ممالک اجنبیہ سلطنت عثمانیہ کا شامل ہے آجکل

سرکاری نرخ ممالک غیر کے اشرفیون کا حسب ذیل ہے۔ انگریزی سون ۱۰۹ قرش۔ روسی ۱۱۳۔ عثمانی

۱۰۰ قرش۔ فرینچ ۸۹ قرش۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہاں اوس سکہ کی قدر ہے جس پر شہنشاہ ایدور ڈھنٹسم

آنجنہانی یا موجودہ فرمانروا انگلستان کی تصویر ہو۔ مکہ معظمہ میں بھی ملکہ مرحومہ روپیہ ۴۴ میں چلتا ہے۔

**مدینہ منورہ کے مجموعی حالات** | شہر مدینہ قدرتی طور پر ذرا بلند ٹیکری پر بسا ہوا ہے اس کے اطراف

قدرتی سیاہ پتھر کی سطح ایسی مضبوط قائم ہے جو دور سے ایک پہاڑی کی شکل میں دکھائی دیتی ہے اگر

غور سے اس کو دیکھا جائیگا تو چاروں سمت تقریباً ہ فیٹ اونچا قدرتی پلاٹ فارم یعنی چوترا سیاہ پتھر کا

دکھائی دیگا۔ اسکی دو شہر سیاہ کی دیواریں ہیں۔ اہل تاریخ ان دیواروں کو قدیم بتاتے ہیں گو دیواریں

قدیم ہوں مگر انکی تجدید ۹۳۹ھ میں ہوئی ہے۔ اندرونی شہر سیاہ کے ۶ باب ہیں جانب شرق باب البقیع

جسکو باب الجمعہ بھی کہتے ہیں اور جانب جنوب باب مجیدی ایک نیا دروازہ ہے جسکو باب الفتاحی

بھی کہتے ہیں۔ اور جانب شمال دو باب ہیں ایک باب شامی اور دوسرا باب شامیٹ۔ اور جانب ب  
دو دروازے ہیں۔ ایک کو باب الصغیر۔ دوسرے کو باب النہری کہتے ہیں۔ باہر کی شاہ کھدائی باب  
ہیں۔ جانب بقیع دو دروازے ہیں ایک کو باب العوالی دوسرے کو باب البقیع کہتے ہیں۔ انہی دو دروازوں کے  
متصل ایک اور باب ہے جسکو باب تبا کہتے ہیں۔ مغربی دروازے کو باب منبریہ کہتے ہیں جانب شمال  
جو باب ہوا جسکو باب الکومہ کہتے ہیں۔ اسوقت ان دونوں دیواروں کو باہر بھی آبادی پھیل گئی ہے  
مردم شماری کا صحیح بتا کوئی بھی نہیں بتا سکتا نہ دہان اب تک مردم شماری ہوئی ہے البتہ قیاسی شمار  
بالاتفاق اس سال کے تجربہ سے ایک لاکھ سے زائد ہے جس میں زائرین شامل نہیں ہیں۔ اگر کوئی قافلہ  
مغرب یا عشا کے بعد داخل مدینہ منورہ ہونا چاہتا ہے تو اندر داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتے ہیں  
کل دروازے بند ہو جاتے ہیں اسلئے رات بہر باہر قیام کر کے دوسری صبح کو اندر جاتے ہیں۔ مکہ معظمہ  
جدہ اور منبجہ سے آنی والے باب غبری سے اور شام سے آنے والے باب شام سے داخل ہوتے  
ہیں۔ مدینہ منورہ میں کل ممالک کے مہاجر آباد ہیں شامی، شامی، بخاری، ہندی، ترکی،  
کابل، غمیریہ وغیرہ۔

### خندق الصالح

اسکا قصیدہ یوں بیان کرتے ہیں کہ دو نصرانی شہسوار مدینہ منورہ میں

آئے اور اپنے کو بڑے زاہد اور عالم و فاضل بتا کر دہان کی بود و باش اختیار کی۔ باب جبریل کے متصل  
مشہد سیدنا عثمان کے قریب ایک مکان لیکر رہنے لگے جسکو اب رباط العجم کہتے ہیں۔ ریاکاراناس کی  
خاطر صوم و صلوٰۃ میں نہایت زور دیا۔ خیرات اور صدقات زیادہ کرتے رہے یہاں تک کہ مدنی اور کو اعتبار  
کر کے بزرگ اور شیخ ماننے لگے۔ اس طرح انہوں نے اٹالیان مدینہ کو اپنا گرویدہ کر لیا۔ انکی نیت یہ  
تھی کہ کسی طرح سے جسدا طہر سرور کائنات علیہ افضل التحیات والتسلیمات کو آپ کے مرقد مبارک سے نکال کر  
مدینہ منورہ میں جانتے تھے کہ این خیال است و محال است و جنوں۔ خداوند کریم آپکا محافظ و مددگار



جہاں ستر ہزار فرشتے روزانہ صلوٰۃ سلام پڑھنے حاضر ہوتے ہیں۔ یہ بات کیونکر ہو سکتی ہے۔ وہ رات کو خندق کہودتے اور سُرنگ لگا کر مٹی نکالتے رہے۔ اس مٹی کو اپنے گھر میں ایک بڑا گہرا کنواں غرض سے کہدوا دیا تھا کہ چھپا دیں۔ بعض روایات سے یہ معلوم ہوا کہ سُرنگ کی مٹی کو یہ لوگ جنت البقیع میں ڈال آیا کرتے تھے۔ آخر جسوقت یہ لوگ سُرنگ کہودتے کہودتے سرور دو جہاں کے جسدا طہر کے نزدیک پہنچے تو جناب سالتماب نے خواب میں تین بار متواتر سلطان نور الدین شہید زنگی کو ارشاد فرمایا کہ اٹھ اور ان دو کتوں کو مار ڈال۔ سلطان نے اپنے وزیر جمال الدین مصلیٰ کو طلب کر کے اس کام کے سر انجام کیوں کر روانہ کر دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ سلطان خود حاضر دربار سرور دو جہاں جسی اللہ علیہ آلہ وسلم ہوا۔ غرض آتے ہی اہالیان شہر کو بلا کر معائنہ کیا۔ جب وہیں دن دو نوں کو نہ پایا تو دریافت کیا کہ کوئی اور رہ گئے ہیں تب لوگوں نے کہا کہ دو تقدس ماب بزرگ جو ہمیشہ عبادت میں مشغول ہا کرتے ہیں نہیں حاضر ہو سکے اونکے سوا باقی کل لوگ حاضر ہو گئے ہیں۔ سلطان نے اونکو بلا کر دیکھا تو فوراً جہنچلا اوٹھا اور اونکے مکان پر جا کر تلاشی لی۔ پہاڑے۔ گڈال۔ بیلچے وغیرہ نکلے اور اونکے مصلے کے نیچے لنبی سُرنگ پائی گئی۔ سلطان نے فوراً اونکو پابجولان کر کے مقید کر لیا۔ اور سُرنگ کو سیسہ بگلا کر بہر دیا۔ اور چاروں طرف روضہ مطہرہ کے د فیٹ گہری خندق کہود کر اوسکو بھی سیسہ سے پٹوا دیا۔ اب وہ مقام موجود ہے لوگ اوسکو جا کر دیکھتے ہیں۔ بجو اتفاق دیکھنے کا نہیں ہوا۔ اون ملعونوں کو روضہ مطہرہ کے پاس لا کر قتل کر کے آگ میں ڈال دیا گیا

**قبة الخضر** | یہ قبة باب عنبر یہ کے باہر چلے ہوئے پتھروں پر ہے۔ کہتے ہیں کہ اس مقام پر حضرت خضرؑ نے قیام فرمایا تھا۔ جبکہ زیارت سرور کائنات علیہ افضل التحیت والتسلیمات کیلئے تشریف فرما ہوئے تھے لوگ زیارت کو جاتے ہیں افسوس مجھے موقعہ نہیں ملا۔

**قبة الروس** | یہ قبة باب عنبر یہ کے باہر اور قبة سیدنا خضرؑ کے درمیان واقع ہے۔ سنا گیا کہ یہاں عبدالوہاب نجدی کی فوج اور اوسکے سپاہ سالار عبداللہ مسعود کا سرکار مکر دیوار میں لٹکا دی تھا۔ ان لوگوں نے



حرمین شریفین میں بہت بے ادبیاں کین تھیں۔ کل قبات جو جنت البقیع میں تھے گرا دئے تھے! مایان  
مدینہ منورہ کو حضور انور پر درود و صلوات و سلام پڑھنے سے منع کیا گیا تھا۔ آخر کار سب کے سب لطانی  
فوج سے مائے گئے۔

**مقامِ حرّہ واقع** | مسجدِ قبا سے آنے ہوئے ہم کو ایک وسیع مقام دکھائی دیا۔ جہاں پر نخلستان نظر  
آ رہے تھے۔ میں نے اپنے مژور سے پوچھا کہ کون مقام ہے تو اس نے کہا کہ یہ بڑا تاریخی مقام ہے۔ جہاں پر واقع  
حرّہ ہوا تھا۔ میں جنگِ حرّہ کی حالت جذباتِ لعل سے ناظرین کی آگاہی کیلئے نقل کرتا ہوں:۔

اہلِ مدینہ کا مدینہ منورہ سے باہر نکلنے کا سبب جو کمالِ دونی و آبادی کے زمانہ میں کہ بقایا صحابہ  
اور تابعین سے مملو تھا۔ حادثے اور فتنے پے در پے آنے لگے تو اہلِ مدینہ ان فتنوں کے خوف سے باہر  
نکلے اور یزید نے مسلم بن عقبہ مرثیٰ کو ایک فوجِ عظیم شامیوں کی ساتھ دیکر مدینہ پر بھیجا۔ اُن انشیا  
نے اُن حضرات کو اسی مقامِ حرّہ میں نہایت ذلت و خواری کی ساتھ شہید کیا۔ اور تین دن تک ہتک  
حرمتِ مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مشغول رہے۔ اس ہی وجہ سے اس مقام کو واقعِ حرّہ کہتے ہیں۔  
زیادہ تفصیل کیلئے جذباتِ لعل ملاحظہ ہو۔ واقعاتِ حرّہ لکھنے کو میرا قلم لرزا ہوا۔ لکھنا ہی پر اکتفا کیا۔

مدینہ منورہ کے | مسجدِ قبا کے نزدیک بیراریش یا عیش ہے۔ اوسکو بیر خاتم بھی کہتے ہیں۔ سنا گیا کہ  
مشہور کوئین | آنحضرت رسول خدا کی خاتمِ مبارک ہرمانہ خلافت حضرت عثمان غنیؓ اس ہی کنوئین میں

گر گئی تھی۔ بیر غرس آنحضرتؐ نے اس کنوئین کو پانی سے وضو کیا تھا۔ بقیہ وضو کا پانی اس ہی میں ڈال دیا  
تھا اور لعابِ ہن مبارک آنحضرتؐ کا اوس میں پڑا ہے۔ تہوڑا سا شہد آپ کے لئے کوئی تحفہ لایا تو آپ نے وہ  
بھی اوس میں ڈال دیا۔ آپ حینِ حیات میں اسکا پانی اکثر پیا کرتے تھے اور بعد وفات آپ کی وصیت تھی کہ  
بیر غرس کے پانی سے غسل دینا۔ چنانچہ حسبِ وصیت آپ کو اسی کنوئین کے پانی سے غسل دیا گیا۔ بیر رومہ  
مسجدِ قبلتین سے جانبِ شمال اداۃ عقیق میں واقع ہے پانی اوسکا نہایت لطیف اور نہایت شیرین ہے۔

کہ تعریف میں نہیں آتا۔ اس کنوئین کو حسب الارشاد سرور کائنات سیدنا عثمان غنیؓ نے ۳۵ ہزار درہم کو خرید کر کے مسلمانوں کیلئے وقف کیا تھا۔ بیرضاعہ باب شامی کے متصل ایک کنواں ہے جب زیارت سیدنا حمزہؓ کو جاتے ہیں تو دھننے ملتا ہے۔ اس میں بھی آپکا لعاب دہن گرا ہے۔ اور آپنے وضو فرما کر باقی پانی وضو کا اس میں ڈال دیا تھا۔ آنحضرتؐ کے زمانہ باسعادت میں جو شخص بیمار ہوتا اوکو بیرضاعہ کے پانی سے غسل دیتے تھے۔ اس پانی کی برکت سے اللہ تعالیٰ شفای عاجل عنایت کرتا ہے۔ آجکل اسکی زیارت مشکل سے ہو سکتی ہے۔ یہ دوسرے لوگوں کی ملک میں آگیا ہے۔ بیرضاعہ اسکے پانی سے آنحضرتؐ نے غسل فرمایا ہے اور اپنا مسبر رک دھویا ہے۔ بیرضاعہ مسجد شریف سے جانب شمال واقع ہے کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات وہاں تشریف لیجا کر اوسکے درختوں کے سایہ میں جلوہ فرما ہوتے تھے اور اوسکا پانی نوش فرماتے تھے۔ ابطلحہ انصاریؒ کے پاس سائے اموال میں مجرب اور معزز تراونکے نزدیک بھی بیرضاعہ تھا۔ اس کنوئین کے نزدیک ایک مختصر سی مسجد اور رباط بشیر الدولہ حیدر آبادی کی ہے۔ اسکا پانی شیرین ہے۔ اور نہوا یہاں کی نہایت خوشگوار و فرحت انگیز ہے۔ بیرضاعہ مسجد قبا سے جانب مشرق ایک نخلستان میں جہانکی جگہ نہایت لطافت رکھتی ہے۔ رسول خدا اکثر یہاں تشریف فرما ہوتے رہے۔ آپنے اوسکے پانی سے وضو کر کے نماز پڑھی ہے۔ اکثر زائرین حجاج ان مذکورہ بالا کنوؤں کی زیارت کرتے ہیں اونکا پانی بطور تبرک پیتے ہیں اور ملک کو بھی لیجاتے ہیں

مدینہ منورہ کی نہر | عین زرقہ جو نخلستان قبا سے نکلی ہے۔ مروان بن حکم نے حضرت معاویہؓ کو حکم سے اس نہر کو طیار کر کے جاری کیا۔ اور مدینہ منورہ میں لایا۔ پانی اسکا نہایت لذیذ و شیرین ہے اسکا مزہ بغیر چکے معلوم نہیں ہو سکتا اور نہ تحریر سے دوسروں پر اسکے مزے کو دکھلا سکتے ہیں۔

منافہ | باب مصری اور شامی کے درمیان فکیل شہر کے باہر ایک وسیع میدان ہے۔ جہاں قافلے آکر اتر کرتے ہیں۔ اور شخاف و شمیری یہیں کہے جاتے ہیں۔ اس وسیع میدان کو حضرت سیدنا عمر فاروقؓ

نے مسلمانوں کیلئے وقف کر دیا ہے۔ تاکہ حجاج یمن آکر رہیں۔ منافہ کے چاروں طرف عالی شان مکانات بنے ہیں۔ اکثر بدوی یہاں سکونت پذیر ہیں۔ اس منافہ میں ترکی پولیس کی ایک چوکی ہے اور مساجد ذیل واقع ہیں جسکی لوگ زیارت کرتے ہیں۔

مسجد سیدنا عثمانؓ، مسجد سیدنا علیؓ، مسجد سیدنا ابوبکرؓ، مسجد انعامہ یا غنیمہ یا عید گاہ مسجد سیدنا عمرؓ، اور مسجد سیدنا بلالؓ۔ اس منافہ میں ایک بازار ہے۔ جہاں کھجور کی گٹھلیاں فروخت ہوتی ہیں۔ ان گٹھلیوں کو بھگو کر بکریوں اور اونٹوں کو کھلاتے ہیں۔

اسمائی مکہ معظمہ مکہ اور مدینہ کے بہت سے نام ہیں جنکا ذکر وضاحت کیساتھ کتب تواریخ و مدینہ منورہ میں کیا گیا ہے منجملہ ان کے انبیائے سابق کی کتابوں میں مکہ کو فاران او

مدینہ کو سلح کہتے ہیں۔ میں ان تمام ناموں کی فہرست کو عمدہ چھوڑ دیا ہوں۔

مہاجرین و عجمیہ شریفین تعداد مہاجرین جنہوں نے اقامت حرمین شریفین اختیار کر لی

ہے۔ بیان کرنا ایسا ہی مشکل امر ہے جیسے عرب کی مردم شماری کا لکھنا میرے خیال میں خالص ہندوستانی مہاجرین تقریباً ۱۲ ہزار سے کم نہ ہوں گے۔ مگر یہ تعداد بھی فرضی اور سنسی شنائی ہے۔ دیگر مہاجرین میں جاوی ترکی، شامی، مصری، حبشی، عجمی، تاتاری، مغربی اور روسی غرضکہ ہر ملک کے لوگ تقریباً تہوڑے بہت بڑے ہاتھ ہیں۔ انہیں بعض لوگ تجارت پیشہ ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں کہ وہ اپنے ملک میں جائداد یا بسا اوقات کے وسائل چھوڑ آئے ہیں جنکی آمدنی سے یہاں اپنا گزارہ کرتے ہیں۔

اکثر ایسے بھی شخصاء دیکھے گئے کہ محنت و مزدوری سے اپنی معاش پیدا کر لیتے ہیں علاوہ انکے مہاجرین کی ایک بڑی تعداد نے حجاج کی خدمت اپنے ذمہ لے رکھی ہے اور اس ذریعہ سے انکو اچھی خاصی آمدنی ہو جاتی ہے۔ اگر چند مہاجرین اپنے اپنے ملکی رسم و رواج کے موافق کہانے کی دوکانیں بھی ہاں کہولین تو میری رائی میں ایام حج کے اندر اندر ہی وہ سال بھر کیلئے روپیہ

کھا لے سکتے ہیں۔ نہ معلوم کیوں اور کس وجہ سے اس طرف توجہ نہیں کی گئی شاید طباطبائی پیشہ کو حقیر سمجھا گیا ہو۔ سالانہ ۲۰ اور ۲۲ ہزار ہندوستانی بغرض حج و زیارتِ عربین شریفین کو جاتے ہیں اتنے بڑے مجمع کیلئے جہان تک مجھے علم ہے ایک بھی ایسی دوکان کہانے کی وہاں نہیں ہے جو ہماری ضروریات کو پورا کر سکے۔ اہل حرفہ اس طرف توجہ کریں

**زیادتی کرایہ کی شکایت** اکثر اصحاب بھی شکایت کرتے ہیں کہ حجاز مقدس میں اونٹوں کا کرایہ ایک طرح پر نہیں رہتا ہے گا بے پڑھتا اور گا بے اُترتا ہے۔ ہمارے ذاتی تجربہ سے تو بھی پایا گیا کہ کرایہ اونٹوں کا شریف مکہ کی جانب سے مقرر ہوتا ہے۔ اگر نظر انصاف سے دیکھا جائے تو جو کرایہ مکہ کے شریف صاحب مقرر فرماتے ہیں وہ کسی حالت میں زیادہ نہیں ہے۔ یوں غیر ملک ہونے کی وجہ سے حجاج و زائرین جو کچھ کہہ لیں وہ کم ہے یہاں پر میں مولفِ مرآۃ العرب کا مضمون لکھ کر وہی رائے اپنی بھی قائم کرتا ہوں :-

کیونکہ حضراتِ کیاہندوستان کے ہر حصہ بلکہ ہر شہر میں ہجومِ مذہبی و نیز میلون کے موقعوں پر کرایہ گاڑی و یکہ وغیرہ کا سہ چند و چہار چند اور کہی اس سے زیادہ نہیں ہو جاتا۔ سہرات کے موسم میں علی العموم ریلوے اسٹیشن سے شہر تک ہر سواری کے کرایہ میں زیادتی نہیں ہو جاتی؛ گاڑی یکہ والی قانون اور قواعد سنو سپالٹی کو بالاسی طاق رکھ کر باختیار خود ترسیم کر کے آئے دن انحراف نہیں کرتے رہتے ہیں۔ اگر یہ مرصیح ہے اور یقینی صحیح ہے تو صرف خفیف سی شکایت زیادتی کرایہ کی موقع حج پر وہ بھی تمام عمر میں یکبار کس درجہ حدود انصاف سے علیحدہ اور بد نما ہے۔ ہماری رائے میں یہ اونکو اپنے منصب کی رو سے کامل اختیار ہے کہ موقعِ مصلحت کے لحاظ سے کرایہ جو چاہیں مقرر کریں۔

گرانی کرایہ کا حال بھی ذرا سن لیجئے کہ وہ کہاں تک زیادتی کرتے ہیں جسکی بومِ عربستان سے ہندوستان تک پہنچ گئی ہے۔ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تک آمد و رفت میں ۶۰۰ میل کا فاصلہ اور ۲۲ منازل ہیں۔ اس میں اقامتِ مدینہ منورہ جو کم سے کم ہفتہ یعنی آٹھ روز رکھ لیا جائے تو ۳۲ روز ہوئے



اس میں راستہ میں اکثر دو روز مقام کر دیا کرتے ہیں تو ۳۳ یا ۳۵ روز کا عرصہ آنے اور جانے میں ہوتا ہے اس تمام زمانہ کیلئے فی دن کرایہ سو روپیہ تک ہو جاتا ہے اور بعض وقت کم یا کچھ زائد جس پر دو حاجی سوار ہوتے ہیں جو فی کس ۵۰ روپیہ ہوتا ہے۔ اب آپ ہی انصاف سے کہئے کہ ۳۵ روز کیلئے ۵۰ روپیہ کرایہ کا دنیا کی بڑی قسّم اور بہر حرف شکایت زبان پر لانا۔

کیون حضرات! آپ زمانہ دربار دہلی ۱۹۰۳ء اور ۱۹۱۱ء کو ہو گئے جوابی ابھی گزرا ہے جو فرج قبر کے گاڑیوں کی مقرر ہوئی تھی جو کرایہ معمولی مکانات کا فلک چہارم پر پہنچ گیا تھا۔ معمولی یوں کا کرایہ فی گھنٹہ روپیہ سے دو روپیہ تک ہو گیا تھا۔ وکٹوریہ اور کوچ گاڑی کا کرایہ پچیس روپیہ تک ہو گیا تھا۔ اس سے ہندوستان کے ہر حصہ کا رہنے والا بچہ بچہ تک واقف ہو۔ اس کے بیان کی چند ضرورت نہیں۔ یہاں پہنچنے ہندوستان میں کبھی کسی کے منہ سے تو اس زیادتی کرایہ کی شکایت ہی نہیں سنی وجہ یہ تھی کہ کچھ دربار قیصری تھا اور وہ دربار خداوندی۔ پھر شکایت کیون نہ ہو۔ اس کا ایک بڑا بہاری سبب غالباً یہ ہو گا کہ ہم لوگ پہانگی بے اعتدالیوں کے عادی ہو رہے ہیں۔ یہاں ہجوم میلون اور سیرگاہوں پر جو ایذائیں و اخراجات پیش آتے ہیں اونکی تلافی خالی حلقہ نفسی سے سمجھ لی جاتی ہے۔ اور وہ خیالی فرحت کثیر اخراجات اور سخت تکلیف پر متوجہ ہی نہیں ہونے دیتی۔ پھر پہانگی ایذا۔ کیون ایذا سمجھی جانے لگی۔ وہاں ایک فرض مذہبی کے سوا دوسرا شغل ناروا۔ ماسزا۔ دوسرا خیال حرام اور گناہ ہے۔ میری رائی میں اگر کچھ شکایت ہو تو فقط معلم اور بطوفان کی ہونی چاہئے جو وہ لوگ اکثر جاوید باتیں اور موقعہ کو غنیمت سمجھ کر حجاج و زائرین کو سنا کر اون سے روپیہ وصول کرنے کی فکر کرتے ہیں۔ اہالیان مکہ و مدینہ کی ایسی کوئی شکایت نہیں جو قابل تحریر ہو۔

رابع سے مدینہ منورہ

رابع سے ایک تو سلطان راستہ ہے جس کا میں ذکر تفصیل کیساتھ کر چکا ہوں۔ ایک دوسری راہ سید ہی پہاڑوں کے درمیان سے ہو کر گذرتی ہے جس کے منازل حسب

ذیل ہیں۔ راستہ دشوار گزار ہے۔ جہاں تک ہو سکے اس راستہ سے جانیکا قصد نکروں۔ اگر شتر والے بدو اس طرف کے ہونگے تو ضرور کشتی بہانے سے لیکر ہی جائینگے۔ اور اون کے ہاتھ سے چھوٹنا بھی مشکل ہے۔

مقام بیر غنبریک | رابق سے بعد نماز صبح روانہ ہونی سے بعد عصر بیر غنبریک کو پہنچتے ہیں۔ آدھا راستہ صاف ہے جو رابق سے چلنے پر ملتا ہے۔ بعد کا نصف راستہ پہاڑیوں کے وادیوں میں سے ہو کر گذرتا ہے۔ راستہ میں مقام زمرة العقبة میں ہی اکثر قافلے اتر جاتے ہیں۔ مگر بیر غنبریک میں پانی دافر ہے۔ زمرة العقبة تک راستہ برابر میدان جاتا ہے۔ وہاں سے وادی میں داخل ہو جاتا ہے۔

مقام طبرا | مقام طبرا ایک پہاڑ کے دامن میں واقع ہے جو منزل غنبریک سے ۸ گھنٹے کی مسافت پر ہے۔ مقام غنبریک سے چل کر ایک پہاڑ پر گذر ہوتا ہے جس کا سلسلہ جبل صبح سے ملتا ہے۔ چڑھائی ذرا سخت مگر معلوم نہیں ہوتی ہے۔ جتنا چڑھتے ہیں اتنا ہی اوتار کر ایک وادی ملتی ہے۔ اسکو طے کر کے بہر تھوڑی چڑھائی چڑھ کر اترنے کے بعد منزل طبرا ملتی ہے۔ یہاں بدوی قبائل بنی ایوب کے لوگ آباد ہیں۔ اس موضع کے لوگ طبری کے لقب سے موسوم ہیں۔ یہاں نہر اور خرابیتر بھی جاری ہے۔ مختصر آبادی کیساتھ کھجورون کے چھوٹے چھوٹے درخت بکثرت ہیں۔ بدوی لوگ لکڑی اور پانی روغن لبان کھجور کے پینکے لاکر حجاج کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں۔ ذرا سنبھل کر یہاں رہنا چاہئے۔ قبائل کے لوگ شریر اور تکلیف دہندے ہیں۔

مقام بیر جبال اللہ | بعد ظہر مقام طبرا سے روانہ ہو کر قبل نماز صبح منزل بیر جبال اللہ میں پہنچے اسکو الریان بھی کہتے ہیں۔ یہ مقام پہاڑ کی چوٹی پر ڈھلوان جگہ میں واقع ہے۔ یہاں دو لون سمت اوترائی ملتی ہے۔ طبری سے چل کر تقریباً ۹ میل پر ایک مقام ملتا ہے جسکو ام الدباغ کہتے ہیں۔ بدوی لوگوں کے چند مکانات ہیں۔ پانی ملتا ہے۔ بعض لوگ ام الدباغ میں ہی ڈیرہ کرتے ہیں۔

مگر بیر الجبال اللہ اچھا ہے۔ بیر الجبال اللہ میں وہ راستہ بھی آکر مل جاتا ہے۔ جسکو درب تارک الخیر کہتے ہیں۔ جو مکہ معظمہ سے المیمونہ ہوتا ہوا وادی فاطمہ سے گذر کر آتا ہے۔ بڑا پرخطر راستہ ہے۔ اس راستہ سے بیر الجبال اللہ تک پانچ منازل میں لوگ آتے ہیں۔

مقام سطح غائر | منزل بیر الجبال اللہ یا أم الدباغ سے بعد طلوع آفتاب چل کر نصف شب پر مقام سطح غائر پر پہنچتے ہیں۔ اسکو خلیص بھی کہتے ہیں۔ یہ منزل بہ اعتبار نشیب و فراز راہ کے بہت خطرناک ہے۔ اس راستہ میں اونٹوں کا معہ شخادف کے گذرنا انسان کو حیرت میں ڈالتا ہے جا بجا کثرت سے پتھر بڑے ہوئے ہیں جہاں مشکل و باقیاط ایک ایک آدمی یا اونٹ چل سکتا ہے۔ اکثر سواریاں یہاں اتر کر چلتے ہیں اونٹ پر بیٹھنے سے اونٹوں کے گرنے کا اندیشہ اور خود کو سخت چوٹ آنیکا احتمال رہتا ہے خلیص کے نزدیک تین میل تک تو بالکل خراب اور ناہموار راستہ ملتا ہے۔ دوسرے کس قدر خطرناک بھی ہے۔ کتنی جگہ پر لوگ ٹھوکڑیں کھاتے اور اونٹ سے گر پڑتے ہیں۔ بڑی مصیبت یہ منزل طے ہوتی ہے۔ راستہ میں کہیں پانی نہیں ملتا ہے ۱۸ گھنٹے کی مسافت اور سخت مصیبت کا سامنا ہے۔ جو قبائل اس طرف آباد ہیں جب اونکے اونٹ کرایہ لئے جاتے ہیں تو وہی اس طرف قافلہ کو لاتے ہیں مقام بیر معاشی | اسکو البیشری بھی کہتے ہیں۔ حسب و تور بعد نماز صبح کے سطح غائر یعنی خلیص سے چل کر قریشا بیر معاشی کو پہنچے۔ یہاں پر بنی عرب کے لوگ بڑے آزاد اور چور و لٹیرے ہیں زیادہ خبرداری کرنی چاہئے۔ اکثر وارداتیں جوڑی کی ہوا کرتی ہیں۔ راستہ کی حالت اچھی نہ تھی نشیب و فراز سے زیادہ گذرنا پڑا۔ دہنے جانب جبل رشید اور بائیں طرف جبل درجہ کے مسلسل پہاڑ نظر آ رہے تھے۔ بڑے پہاڑوں سے چوٹی چوٹی دھارین (یعنی اسپرس) نکل کر راستہ تک گرتی ہیں۔ کبھی کبھی ان دھاروں پر چڑھ کر اترنا بھی پڑتا ہے۔ ملک اتنا خشک نہیں ہے کہیں کہیں سبزی کے آثار بھی دیکھے گئے۔ چند درخت بلسان کے بائیں طرف پہاڑوں پر نظر آئے۔ پہاڑ کی وجہ سے اونٹ



ذرا کم چلتے ہیں۔

**مقام بیر علی** | بیر علی مدینہ منورہ کے نزدیک سے اکثر قافلے پہلے یہاں اتر کر پھر مدینہ منورہ میں داخل ہوتے ہیں۔ بعد نماز صبح بیر معاشی سے چکر قریب عصر مقام بیر علی کو پہنچے۔ راستہ اچھا بن رہا۔ زیادہ چڑھائی اور اترائی ملی اور تنگ وادیوں سے گزرنا پڑا۔ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو جانے والے اکثر مقام بیر علی سے ہی احرام باندھ لیا کرتے ہیں۔ بیر علی پر بھی بعض اوقات موقعہ پاکر بدو قافلہ پر حملے کرتے ہیں ذرا ہوشیار رہنا چاہئے۔

**مدینہ منورہ** | بعد نماز ظہر بیر علی سے چکر قریب عصر مدینہ منورہ میں داخل ہو گئے۔ کثرتِ خلائق کی وجہ سے اونٹ ذرا کم چلتے ہیں ورنہ بیر علی سے مدینہ منورہ فقط چار یا پانچ میل ہے۔ نقشہ میں اس رستہ کو بین درمیانی راستہ کے نام سے لکھو نگا۔ اونٹ کی رفتار زیادہ سے زیادہ فی گھنٹہ دو ڈھائی میل کی رہی۔ لیکن حقیقتاً جس طرح قافلہ اس رستہ پر چلتا ہے اس رفتار کے لحاظ سے دیر بھر میل فی گھنٹہ یا اوسط دو میل سے ہرگز زیادہ نہیں ہوتی ہے۔

**رابق میں چوری** | گذشتہ شب کو ۱۲ بجے بدو کسی قافلہ پر لوٹ مار کرنے کی غرض سے آگئے وہ قافلہ ہمارے قافلہ سے کسی قدر فاصلہ پر تھا بہت شور مچا تھا۔ حاکم رابق نے کھانڈر فوج اسٹاف اور فوجی مدد کے موقعہ واردات پر پہنچ گیا۔ بدو فوراً گرفتار کر لئے گئے اور انکو پابھولان کر کے قید خانہ میں زیر حراست کر دیا گیا۔ بڑا بڑا کی آواز رات بھر ہوتی رہی عجب بھان تھا۔

**ریلوے** | عرب میں اس وقت تک صرف حجاز ریلوے مدینہ طیبہ تک جاری ہو چکی ہے! انشاء اللہ چند ہی سالوں کے درمیان مہذب دنیا پر بخوبی روشن ہو جائیگا کہ حجاز مقدس ارض میں و نجد کے اکثر حصص میں ریل جاری ہوگی۔ اسکا انتظام ہو رہا ہے۔ مگر بڑی عقلندی اور حکمت عملی کیساتھ کارروائی چل رہی ہے۔ جدیدہ سے بریدہ اور ریاض صنعا اور تبہ و ترابہ ہوتے ہوئے طائف



شریف تک ایک شاخ آج سے دس سال کے اندر اندر ضروری جاری ہو جائیگی مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ اور طائف سے جدہ تک دوسری شاخ عنقریب طیار ہونیوالی ہے۔ اور او و ہر بغداد ریلوے کا سلسلہ گونت سے بغداد و موصل ہوتا ہوا حلب تک ملا دیا جائیگا۔

راستہ کی حالت اور گورنمنٹ عثمانیہ کی کھم توجہی کل زائرین جو مدینہ منورہ کو آتے ہیں وہ مسجد قبا و زیارت سیدنا حمزہ و مسجد قبلتین وغیرہ کو ضرور جاتے ہیں۔ یہ کل مقامات شہر

سے ۲ میل کے اندر واقع ہیں زیادہ دور بھی نہیں ہیں زیارت کا قاعدہ ۱۳ سو برس سے جاری ہے اور انشاء اللہ قیامت تک برابر جاری رہیگا۔ سالانہ لاکھوں زائرین زیارت سے مستفید ہوتے ہیں۔ ایام حج کے سوائے غیر حج کے دنوں میں بھی اکثر شامی اور بدوی لوگ ان مقامات کی زیارت سے مشرف ہوا کرتے ہیں۔ راستہ ایسا خراب اور تاریک و غبار ہے کہ جسکا کچھ شمار نہیں۔ اگر پیدل آدمی ان مقامات سے کسی ایک مقام کو جا کر آویگا تو اسکی صورت بغیر دھوے کے پہچانی نہ جائیگی گورنمنٹ مہربانی کر کے ان مقامات پر بجٹہ سڑکین اگر بنائے تو بہت آرام ہوگا۔ اس حالت میں گاڑیاں جب گاڑیوں کو چلاتے ہیں اونچے و نکو مارتے ہیں تو ایک پہیہ نیچے اور ایک اوپر ہوجاتا ہے تب گاڑی کے گرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رہتی گاڑی گرتی نہیں ہے مگر سوار یوں کو ہر دم خوف گرنیکا رہتا ہے۔ اس ملک میں ہتھکڑی بھی کمی نہیں ہے قدرتی پتھر اسقدر بڑے ہوئے ہیں جسکا کوئی حد و شمار نہیں۔ میرے خیال اور اسٹیٹ میں ان چاروں مقامات پر کل ۱۲ میل لائی سڑک بنانے کیلئے فی میل زیادہ سے زیادہ ۳ ہزار روپیہ خرچ آویگا۔ ۳۶ ہزار روپیہ میں یہ کل راستے بنجاوینگے۔ یا اگر شاید اس سے زیادہ ہو تو ۵۰ ہزار سے تو ہرگز زیادہ نہیں ہو سکتا ہے۔ ہتھکڑی ہوئے ایسے سخت اور مضبوط قدرتی پٹرے ہوئے ہیں کہ گورنمنٹ چاہے تو ۸ روز کے اندر اندر کل ہتھکڑی جمع ہو سکتے ہیں۔ سوائے قولیوں کے خرچ کو اور دوسرا خرچہ نہیں ہے۔ ندیل باندھنے کی ضرورت

ہے نہ لیول کرنے کی جس حالت میں اسوقت سڑکیں ہیں اونکو کسیقدر کہو ذکر برابر کر کے پتھر چھبا کر رولنگ اسٹاک سے کام لیا ہے۔ افسوس اس طرف گورنمنٹ کا کچھ خیال نہیں ہے۔ مینو سب الٹی غریبے اور روپیہ موجود نہیں ہے تو زائرین پر ہی ایک خفیف ٹیکس لگا دیا جائے ایک سال کے اندر اندر اس قسم کا زائد روپیہ جمع ہو جائیگا۔ اور سڑکیں بن جائیں گی پیرا نپیر گھوڑا گاڑی بائیکل ٹم ٹم جوجی چاہے چلا سکتے ہیں۔ پتھر بھی یہاں کے ایسے سخت ہیں کہ ایک دفع کی بنائی ہوئی سڑک کو مدتوں تک مرمت کرنے کی ضرورت نہ پڑے گی۔ یہاں کے سیاہ پتھر لوہے کے مانند سخت ہیں خداوند کرم حکام عثمانیہ کو اسکا خیال عطا فرمائے جس سے جمد زائرین سیدنا حمزہؑ و مسجد قبا و قبلتین ہمیشہ گورنمنٹ کے شکر گزار رہیں گے۔ ایسے مقدس مقامات پر لوگ جاوین اور سڑکیں نہ ہوں یا اندیری شان ہے۔

مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی راہیں | بیت اللہ سے حرم رسول اللہ کی طرف ہمارا راستہ جاتے

ہیں جنکی تفصیل یہ ہے۔ درجہ سلطانہ یعنی سلطانی راستہ جس پر سے ہمارا قافلہ مدینہ منورہ کو آیا اس راستہ سے جانیوالے بسا اوقات ایسا آحسانی سے بیرالروشت ہو کر الحجار یا بیرعباس میں مل جاتے ہیں یا خلیص ہوتے ہوئے بیرالماشی ہو کر مدینہ طیبہ پہنچتے ہیں۔ دوسرا راستہ درجہ رقبہ یا شرقی راہ کے نام سے موسوم ہے (حجاز ریلوے غالباً اسہی راستہ سے نکلیگی) تیسرا راستہ درجہ تاریک الغیر کے نام سے ان دونوں راستوں کے درمیان سے ہوتا ہو خلیص میں مل جاتا ہے۔ یہ راہ نہایت پر خطر ہے اگر اس راستہ کا کوئی شیخ ضمانت دے کہ اگر وہ اس راستہ کا باشندہ اور بنی حریک کا معزز ممبر ہو تو اس راستہ سے جانا اچھا ہے۔ اکثر سائڈنی ہوا را اسہی راستہ سے جایا آیا کرتے ہیں۔ چوتھا راستہ مکہ معظمہ سے واپس جدہ شریف جا کر وہاں سے بذریعہ جہاز یا کشتی ینبوعہ جاتے ہیں ینبوعہ سے پھر مدینہ منورہ کو راستہ گیا ہے۔ تفصیل ان کل راستوں کی کسی اور مقام پر لکھی ہے۔

مدینہ منورہ سے ینبوعہ کا سفر | میرے ہمسفر جمدار حاجی عبدالغفور صاحب متوطن کو لا رملت

براہِ نبیوعہ واپس ہوئے وہ اپنے حالات سفر کو اس طرح لکھتے ہیں کہ:-

مدینہ منورہ سے الحمرات تک راستہ کی حالت جناب پر روشن ہے اسلئے میں الحمرات سے نبیوعہ تک کے حالات تحریر کرتا ہوں۔ ۲۶ محرم روز چار شنبہ صبح ۷ بجے الحمرات سے ہمارا قافلہ نبیوعہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں دو یا تین میل کے بعد مقام بدر ملا جہاں پر صرف ایک قبرستان ہے۔ اس کے گرد اگر ایک حصار باندھی گئی ہے حضرت ابو عبیدہ کا فرار اس کے اندر ہوتا ہے۔ یہاں پر بہت سے لوگ تعظیماً اونٹوں سے اتر کر سلام پیر کر آگے بڑھے۔

راستہ کی دونوں جانب پہاڑ ہیں۔ راستہ تنگ وادی سے ہو کر گذرتا ہے جس میں رنگیت کر اور چوٹے چوٹے پتھر ملے ہوئے ہیں۔ شام کو ۵ بجے مقام بصرعہ کو پہنچے فاصلہ تقریباً ۲۰ میل ہوگا۔ بصرعہ میں بدوؤں کے ۲۰ گھر پہاڑ کے دامن میں ہیں۔ حسبِ تصور ان کی مستورات اور بچے پانی اور لکڑی اور دیگر اشیا ضروری الا کر فروخت کر رہے تھے۔

۲۷ محرم روز جمعرات صبح ۷ بجے وہاں سے روانہ ہوئے ۱۲۰ بجے تک راستہ کی وہی حالت تھی۔ پہاڑ دونوں طرف اول تو نزدیک تھے جیسے جیسے ہم آگے بڑھتے گئے پہاڑ بھی ہمارے سے ذرا دور پر ہوتے گئے ۱۲۰ بجے ہم بالکل ایک وسیع میدان میں آگئے۔ جہاں تک نظر کام دیتی تھی میدان ہی میدان نظر آتا رہا۔ قریب مغرب کے ہمارا قافلہ اسی میدان میں اتر پڑا۔ پانی یہاں نہیں ہے۔ بصرعہ سے ہی پانی کا انتظام کر لیا گیا تھا۔ ۱۱ گھنٹے کی مسافت تھی اور فاصلہ تقریباً ۲۲ میل ہوگا۔ ہوا سخت اور تند چلتی رہی۔ مشکل سے لوگوں نے کہا نا پکایا۔ لوگ اپنے اپنے شعاوف و شبرون ہی میں لیٹ رہے۔ جنکے پاس یہ دونوں نہیں تھے اونکو ہوا میں سخت تکلیف اڑھانی پڑی۔ بہاے مطوف ہم کو یہاں چوری کا خوف دلا کہ خود ہماری چیزوں پر قبضہ کر لئے میرے دوست حاجی عبدالغفور صاحب بنگلوری (جنکو آپ اچھی طرح جانتے ہیں) کا ایک صندوق چوری



ہو گیا۔ میرے خیال میں یہ سوائے مطوف کے اور کسی کام نہیں ہے۔ یہاں تو انسانوں کی آبادی ہی نہیں ہے۔ تو جو رکبان سے آویٹے۔ بہت سے لوگ مائے خوف کے شب بیداری کرتے رہے۔

۲۸ محرم روز جمعہ بعد نماز صبح قافلہ روانہ ہو کر ۴ بجے عصر کے مقام ینبوع کو پہنچ گیا۔ فاصلہ

۲۵ میل کا ہے۔ راستہ صاف تھا اونٹ کی رفتار ذرا تیز تھی۔ ہوا اول ذرا زور سے جلی بعد کو ظہر کے وقت تھم گئی۔ ینبوع کے اطراف شہر بنا ہوا ہے۔ دروازوں پر ترکینوں کا سنگین پہرہ موجود ہے۔ مکانات کم ہیں اور چھوٹے چھوٹے مختصر مکانات ہیں۔ ترکی فوج مقیم ہے۔ بحر احمر کا کنارہ شہر سے نزدیک لگا ہوا ہے۔ پلاٹ فارم بنا ہے کشتی پلاٹ فارم تک آتی ہے۔ پلاٹ فارم کے نزدیک تک مکانات ہیں۔ شہر سے نصف میل کے فاصلہ پر سمندر کے کنارے کسی بزرگ گھڑاں اور حجاج شہر کے اندر ہی مکانون میں رہ گئے۔ بازار میں علاوہ اور ضروری اشیاء کے سمندر کی مچھلی تمام کی کثرت سے ملتی ہے۔ بعد مغرب شہر سے باہر کسی کو جانے کی اجازت نہ ملتی۔ بدوؤں کا خوف بتایا گیا صفر کی ۲ تاریخ روز دوشنبہ کو جدے سے جہاز حسینی آموجود ہوا ینبوع سے جدے تک ترقی کا کر ای نصف گنی (ساڑھے سات روپیہ) مقرر ہوا۔ قریب ۸ سو حجاج کے سوار ہو گئے۔ باقی حجاج دوسرے جہاز کی انتظار میں ٹھہر گئے۔

ینبوع سے جدہ

۳ صفر روز شنبہ دن کے ۱۲ بجے ہم جہاز حسینی پر سوار ہو گئے اور تاریخ روز چار شنبہ شام کے ۳ بجے جدہ پہنچے۔ جہاز میں چکر کے باعث بہت تکلیف رہی کسی نے نہیں کہا یا بحر احمر میں سخت طوفان رہا۔ جہاز جدہ میں شہر سے بہت دور پر کھڑا رہا۔ کشتیان بہت سی آگئیں اور لوگ دتر کشتی میں سوار ہو گئے۔ ابھی تک ہوا کا زور قائم تھا کشتی بہت ملتی رہی جس سے اور مصیبت زیادہ معلوم ہوئی۔ شام کے ۵ بجے تک کل حجاج جدہ کے پلاٹ فارم پر آ گئے فی کس عائد کر ایہ سوا مان کے دینا پڑا۔ بعد کو حسب طور تہہ میں اپنے اپنے معلون کے ذریعہ



مکان کرایہ پر لیکر اتر گئے ۲ روزانہ کرایہ دینا پڑا۔ اسوقت ساحل جدہ پر ہمایون، حسینی اور نواب یہ تین جہاز موجود تھے۔ جس میں ہمایون سب سے اچھا تھا۔ جہاز ہمایون کا کرایہ تیس ہزار روپیہ مقرر ہوا۔ جب حجاج کی کثرت ہو گئی تو ۳۰ سے ۳۵ ہوجکے۔ دیر نہ ہزار حجاج جہاز ہمایون کا ٹکٹ لئے۔ دوسرے جہاز ونکی شرح ٹکٹ ۳۰ روپیہ ہی رہی۔ حکم ہوا کہ ۷ صفر روز مہفتہ درہند اول کے مسافر شام کے ۵ بجے معہ سامان کے جہاز پر سوار ہو جائیں۔ دوسرے لوگ ۸ تاریخ اتوار کی صبح ۶ بجے سوار ہو جائیں۔ جدہ کی اطراف ایک شکستہ دیوار شہر پناہ کی ہے۔ جس کا طول جانب شمال ۳۰ گز اور جانب جنوب ۷۰ گز۔ جانب مشرق ۵۸۵ گز جانب مغرب ۶۲۵ گز اور جانب جنوب مشرق ۳۸۰ گز ہے۔ اس کے پانچ رخ ہیں۔

جدہ میں سلطانی قلعہ کے اندر لیلیٰ اور مجنون کی قبر ہے۔ سنا گیا کہ دونوں عاشق صادق ایک ہی قبر میں دفن ہوئے ہیں۔ قبر تہ خانہ کے اندر ہے۔ تہ خانہ بہت نیچا ہے۔ آدمی سے چھکا کر مشکل کھڑا ہوتا ہے قبر شکستہ حالت میں ہے نہ کوئی مجاور ہے نہ گداگر اول تو معلوم لوگ اس قبر سے انکار ہی کرتے ہیں جبکہ ونکو اگلے کتب کا حوالہ دیا جاتا ہے تب طوعاً و کرہاً لیجا کر بتاتے ہیں قلعہ کے دروازے پر ترکی پہرہ ہے اس لئے عام اشخاص وہاں اندر نہیں جاسکتے۔ ہاں اگر ترکیوں سے کوئی اجازت طلب کرے تو بخوشی دیتے ہیں۔

اور بھی یہاں مزار ابو ہریرہؓ راوی احادیث کثیرہ و مزار حضرت عقیل بن ابیطالبؓ عم علی رضی و قبر حضرت سید علوی صاحب شہر کے باہر واقع ہیں۔ ان میں سید علوی کا مزار ذرا پُر تکلف بنا ہوا ہے۔ مگر بھیجی بہت پورا بنا ہو گیا ہے۔ علاوہ ان بزرگوں کے گیارہ شہداء کے قبریں بھی اسی قبرستان میں موجود ہیں کوئی عمارت ان پر نہیں ہے سمندر کے کنارے تک یہ قبرستان چلا گیا ہے بعض اوقات جب سمندر میں پانی کا زور ہوتا ہے تو کچھ حصہ اس کا پانی میں

ہو جاتا ہے۔ سنا گیا کہ یہاں ماہ رمضان میں عرس بھی ہوتا ہے۔ عرس کے ایام میں خوب وشنی کجائی ہے اور قرب جوار کے بدوسی لوگ اور عرب بکثرت جمع ہوتے ہیں بہت بڑا ہجوم ہوتا ہے۔

**جدہ سے بمبئی** | کل حجاج کیلئے ایک ہی سیر ہی لگانی گئی تھی اسی مقام پر ڈاکٹر معائنہ ہوتا تھا جس سے لوگوں کو سخت تکلیف ہوئی ہوا اس قدر تیز اور سخت جل ہی تھی کہ بمشکل کشتی جہاز تک آسکتی تھی کشتی سے اوپر سیر ہی کے چڑھنا نہایت مشکل تھا۔ غرض شام کے ۴ بجے تک کل حجاج جہاز پر سوار ہو گئے۔ ماہ صفر تاریخ ۹ روز دو شنبہ ۱۲ بجے دن کے پہنے ساحل جدہ کو ہمیشہ کیلئے الوداع کہا۔ بخت لازم تہذا تھا جہاز بڑے آرام سے چلا۔ ۱۱ تاریخ کو عصر کی وقت پہر طوفان شروع ہوا سقوطہ میں تو بہت زور سے ہوا چلتی رہی جس سے لوگوں کو سخت تکلیف ہوئی۔ لوگ گہرا گئے اور وقت کی حالت جو تھی قابل تحریر نہیں۔ پانی سمندر کا جہاز کے اندر آتا اور جاتا رہا۔ کپڑے اور سامان پانی میں تر ہو گیا۔ ۸ بجے شب کے طوفان کے ذرا کم ہونیسے کچھ سکین ہوئی مگر پھر شب کے ۱۲ بجے سخت آندہ ہی اور طوفان کے ملنے سے پہر ہماری امیدیں منقطع ہو گئیں۔ کپتان جہاز نے بھی کہہ دیا کہ حاجی لوگ میری اس میں کچھ طاقت نہیں ہیں جو جو کام اس وقت کرنا تھا کر دیا ہوں اب میرے سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ بس یہ سننا تھا کہ لوگ رو کر دعا کرنے لگے غرض ہزار خرابی اور طرح طرح کے تکالیف سہنے کے بعد جمعہ کی صبح کے بعد طوفان کسی قدر کم ہوا۔ لوگوں کو سکون حاصل ہوتا گیا جہاز کی رفتار اس طوفان میں ۲ میل فی گھنٹہ سے زائد نہ تھی۔ ۱۴ صفر روز ہفتہ دن کے ۱۲ بجے جہاز ہمایون بحیرت عدن داخل ہو گیا۔ حسبِ تور کشتیوں میں سامان فروختنی آیا لوگ جو بہو کے اور کچھ کہائے نہ تھے ایک پر ایک گر کر خرید لئے۔ اسی روز جہاز رات کے ۱۰ بجے جانب مسقط روانہ ہوا۔ مسقط میں ایرانی حجاج قریب ۵ سو کے اتر گئے اور جہاز ہمایون وہاں سے جانب بمبئی روانہ ہوا۔ مسافروں کے خالی ہونے سے جگہ خلاصی ہو گئی۔ ۲۴ صفر روز منگل کو ۱۲ بجے

دنکے پیمرو عافیت ہم ساحل بمبئی پہنچ گئے۔ بعد معائنہ طبی کے لوگ اُتر کر کنا سے آگئے۔ اوسوقت ایک ٹیکل سیٹھ صاحب نے برف سے سر کیا ہوا شربت کل حجاج کو پلوایا۔ اوسوقت ایسے سڑانی کا ملنا ہمارے لئے آب کوثر سے کم نہ تھا۔ (المسند عبد الغفور)

بکرمی مسافت کا فاصلہ | ینبوعہ سے جدہ تک ۲ سو میل۔ ینبوعہ سے جبل طور ۳۶۶

میل طور سے سویز ۱۲۵ میل ہے۔ حدیدہ سے عدن تک ۲۳۵۔ عدن بمبئی ۱۶۶۰ میل ہے۔

امرائی ہندوستان | دن ہر سال ہزاروں ہندی جانب حجاز مقدس جاتے ہیں۔ مگر

اور فریضہ حج | جہاں تک یکھا گیا ان ہزاروں میں زیادہ تر تعداد متوسط اور مساکین

کی ہوتی ہے۔ مگر انہیں اون لوگوں پر زیادہ ہے کہ باوجود وسعت و فراخی دولت ہر طرح کی راحت

فرصت ہونے کے حج بیت اللہ شریف و زیارت مدینہ منورہ سے مشرف نہیں ہوتے۔ اپنی دولت

بہو و لعب و اسراف میں بجالاتے ہیں۔ فقروں کے عرس اولیا، کرام کے میلون پر دور و دراز

کا سفر اختیار کر کے ہزاروں روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ مگر اپنے سردار اپنے مولائی نامدار اور شفیع روز

محشر سید الجن والبشر ساقی محض کو شریعت علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہیں ہوتے۔ ایسی دولت

کیا فائدہ جو کار خیر سے اور فریضہ حج سے روکے رکھے اور شیاطین کے مشاغل میں صرف ہو۔

کیا ضرورت ہے کہ آئے سال کجاوے باند بکھر سخی سرور کے دربار پر اور حضرت عبدالقادر

ناگوری کے مزار پر یا حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے عرس میں حاضر ہوں۔ مانا کہ یہ ایک مستحب امر

ہے۔ جسکے کرنے سے نوابی اور نہ کرنے سے کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ فرایض و سن کو چھوڑ کر مستحب کو

اختیار کرنا شیوہ عقل نہیں ہے یا صاحب بجاں یا سید البشر: من جہک المنیر لقد نور القمر: لا یکن التنا

کما کان حق: بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر سبحان ربک رب العزت عما یصفون

وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العلمین آمین تمنا میں



کمترین کو ۲۹ دسمبر ۱۹۱۱ء کی مغرب سے ۱۰ جنوری ۱۹۱۲ء کی صبح تک مدینہ طیبہ کی آفتاب نصیب ہوئی۔ یہ زمانہ گونہایت مختصر تھا۔ مگر خوش قسمتی سے کل مقامات مقدسہ کی حاضری اور زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ اور وہاں کے تفصیلی حالات سے واقفیت بھی حاصل ہوئی۔ اکثر اعیان و بزرگان مدینہ طیبہ کی شرف ملازمت بھی نصیب ہوئی۔ میرے مکرم دوست اور ہم وطن جناب عبدالکریم صاحب منبر خانی ویلوری سے بہت سے معلومات حاصل ہوئے جسکو میں ناظرین کی آگاہی کیلئے بیان کرونگا۔ سب سے بڑی سعادت محکو یہ نصیب ہوئی کہ ۵۵ نمازین خاص ہرم نبوی کے اندر اور ۶ نمازین مدینہ منورہ میں برابر وقت پر ادا ہوئیں خداوند کریم ہر مسلمان اہل ایمان کو یہ سعادت نصیب کرے آمین بحرمت سید المرسلینؐ

ایشیائی ترکی کے بعض مشہور مقامات کا ذکر

ولایت بغداد کی آبادی ۸ لاکھ ۵۰ ہزار۔ حبشین ۷ ہزار عیسائی اور ۵۴ ہزار یہودی اور باقی کل مسلمان جنہیں شیعہ

اور سنی مذہب کے لوگ ہیں۔ ولایت بصرہ کی آبادی ۹ لاکھ ۵۰ ہزار حبشین ۶ ہزار عیسائی ساڑھے چار ہزار یہودی اور باقی کل مسلمان ہیں۔ سنی انہیں زیادہ ہیں۔ ولایت بغداد تین ضلع پر منقسم۔ بغداد۔ ہلالج۔ اور کربلا۔ اور ولایت بصرہ ۴ پر منقسم ہے۔ بصرہ، امارہ، منتفق اور نجد۔ ان کل ضلع میں بغداد رقبہ اور اہمیت کے لحاظ سے سب سے بڑا اور دونوں ولایتوں کا مرکز قصبہ زبیر ہے۔ یہ چوٹا سا قریہ قدیم بصرہ کے مقام پر واقع ہے۔ اور جو وہ شہر بصرہ سے چند گھنٹوں کی

مسافت پر ہے۔ زبیر میں اس اسلامی سپاہ سالار کا مقبرہ ہے۔ جس کے نام پر یہ قریہ مشہور ہے (یعنی زبیر بن العوامؓ) اس قریہ میں ۴ سو مکان ہیں اور یہاں کے لوگ متمول اور متعصب بھی ہیں۔ قرب جوار کے باغات میں ایک قسم کا خربوزہ ہوتا ہے جو دور دور تک جاتا ہے شیرینی اور لذت میں بہت مشہور ہے۔



## قصبہ فاؤ

فاؤ کی وقعت سوائے اسکے کچھ نہیں کہ یہ بوشہر کے سلسلہ تار کا انتہی مقام ہے۔

۱۸۶۴ء میں انگریزوں نے یہاں تار گہرا قائم کیا تھا۔ ترکی سلسلہ تار جو دریائے دجلہ اور فرات کی طرف آتا ہے۔ فاؤ میں ختم ہو جاتا ہے۔ مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ سے دو قسم تار روانہ ہوتے ہیں۔

ایک براہ جدہ و سویز جس کا حصول زیادہ ہے۔ اور دوسرا اور لیا نڈ ٹنگرام یعنی براہ فاؤ اس کا حصول کم ہے فی لفظ علیہ شاید لیتے ہیں۔ مگر ذرا دیر میں تار ملتا ہے۔ میں ایک تار مدینہ منورہ سے ۳۱ دسمبر کے ۳ بجے دن کے روانہ کیا تھا تو ویلور (جنوبی ہند) میں ۳۱ جنوری کی شام کو مل گیا تھا۔

## شہر بصرہ

اس شہر کے دو حصے ہیں۔ ایک عربی حصہ ہے جس میں بڑے بڑے بازار۔ گورنمنٹ

ہوس دفاتر وغیرہ ہیں اس کی آبادی بھی زیادہ ہے۔ اور جدید شہر جو دریائے عربی حصہ شہر

دوہیل کے فاصلہ پر ایک تنگ پہاڑی پر واقع ہے۔ دریا کے کنارے کنارے عمدہ شکر بنی ہے۔

جو شہر کے دونوں حصوں کو پیوستہ کرتی ہے۔ کیونکہ اسکے دونوں جانب بہت دور تک مکانات

و عمارات ہیں۔ بصرہ نے انقلاب روزگار کے مختلف پہلو دیکھے ہیں۔ اٹھارویں صدی میں اس کی

آبادی ڈیڑھ لاکھ کے قریب تھی ۱۸۲۵ء میں صرف ۶۰ ہزار رہ گئی ۱۸۳۱ء کی وبا میں نصف

آبادی رہ گئی۔ اور ۱۸۳۸ء کی وبا کے بعد صرف ۱۲ ہزار باشندے باقی بچے۔ ۱۸۵۴ء میں سین

صرف ۵ ہزار آبادی تھی۔ اب پھر یہ شہر زیادہ آباد ہو جاتا ہے۔ آب ہوا کے سوا اس کو بغداد

پر ہر طرح کا قدرتی فائدہ حاصل ہے۔ اگر ترکی حکومت میں اصلاح ہو جائے تو یہ شہر عباسیوں کو

پایہ تخت (بغداد) سے بڑھ جائیگا۔ عثمانی مردم شماری کی رو سے موجودہ آبادی ۸۸ ہزار کے قریب

شہر کے میدانوں اور باغوں میں جو کہنڈرات ہیں ان سے اس کی قدیم وسعت اور شان شوکت کا

بہتہ جل رہا ہے۔ بازاروں میں بچہ غلاطت ہے۔ اور حوالی میں دلدل جنکا پانی نکالا نہیں جاتا

ہے۔ اس لئے یہ شہر صحت کے حق میں نہایت مضر ہے۔ کیونکہ یہی عام بدروس ہے اور شہر کی نصف آبادی

پینے کا پانی بھی اسی سے لیتی ہے۔ امر اکتیتون کے ذریعہ فرات سے پانی منگوا لیا کرتے ہیں۔ لیکن غریب راہی میلے پانی کا استعمال کرتے ہیں۔ گورنمنٹ کی ذرا سی توجہ سے ان دلدون کو صاف کر کے پاک صاف پانی افراط سے مہیا کیا جاسکتا ہے۔

قدیم بصرہ موجودہ زبیر کے مقام پر ۶۳۶ء میں حضرت سیدنا عمرؓ نے کلید فرات و دجلہ کے طور پر آباد کیا تھا۔ اسکو بہت عروج ہوا۔ اور یہ شعر و سخن اور صرف و نحو کا منبع تھا۔ جیسا کہ بغداد علوم و فلسفہ کا مرکز تھا۔ بارہویں صدی کے بعد شہر میں زوال آنے لگا۔ سلطان مراد چہارم کی تسخیر بغداد ۶۳۸ء کے زمانہ میں یہ کل خطہ ترکوں کے ماتھے آیا۔ ۱۸۳۲ء سے ۱۸۴۰ء تک محمد علی اسپر قابض رہا۔ مدحت پاشا گورنر جنرل بغداد کے عہد حکومت میں شہر بصرہ کی وقعت زیادہ بڑھ گئی۔ بصرہ سے بغداد کو دو کمپنیاں جہاز رانی کرتی ہیں عثمانی لائن کے چٹے اور انگریزی کمپنی کے تین اسٹیمر ہیں۔ موخر الذکر کے جہاز اچھے ہیں اور ان میں سفر کرنے سے آرام ملتا ہے انگریزی جہاز ڈاک لایا اور لیجا یا کرتے ہیں۔ اور ہفتہ وار چلتے ہیں۔ بصرہ سے بغداد تک پہنچنے میں چار پانچ روز صرف ہوتے ہیں۔ اور واپس آنے میں تین روز۔ جب پانی بہت اُترا ہوا ہو تو زیادہ دیر لگ جاتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ خراب یا پایاب مقامات پر جہازوں کا اسباب اتار دیتے ہیں۔ اور پایاب حصہ سے گذر کر پھر اسباب لا دیا جاتا ہے۔ اس سے تجارت میں بہت ہرج واقع ہوتا ہے۔ اور بہت سا اسباب بصرہ میں ہفتوں تک جہازوں پر لاؤنے کیلئے بٹرا رہتا ہے۔ گورنمنٹ عثمانیہ اس پانی کو روکنے کی اگر تدبیر کرے تو بہت اچھا ہے جو دلدون میں چلا جاتا ہے ورنہ کچھ عرصے کے بعد اس پانی کے ضائع ہونے سے دریائے دجلہ کا بڑا دارا جہاز رانی کو قابل نہ رہیگا جیسا کہ دریائے فرات، سوق الشیوخ کے نیچے ترک استعمال کی وجہ دلدل ہو گیا ہے۔

مقام قرنا | یہ مقام بصرہ سے ۹ گھنٹے کی مسافت پر دونوں دریاؤں کو اتصال پر واقع ہے

اور یہاں سے دریائے دجلہ کے ذریعہ بغداد پہنچتے ہیں۔

**مقبرہ عزیر** | اسی مقام میں حضرت عزیرؑ کا مقبرہ ہے۔ یہ یہودیوں کا مقدس مقام ہے۔ یہ شہر دیا

کے کنائے بہت خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ یہودی یہاں اکثر زیارت عزیرؑ کو آتے ہیں۔ مقبرہ

مربع ہے۔ اور اس کے اوپر اور فرش نیسلی رنگ کی کیپڑ لگی ہے۔ دروازے پر سیاہ سنگ مرمر

کی دو تختیاں ہیں جنہیں یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ مقبرہ فی الحقیقت حضرت عزیرؑ کا ہے۔ غالباً حضرت

عزیرؑ بہین مدفون ہیں کیونکہ یہودیوں کی کتاب تلمذ میں لکھا ہے کہ وہ زمزمہ واقعہ دجلہ میں حلت

کئے تھے۔ کہتے ہیں کہ وہ کجیر و حکم دینے بیت المقدس سے سو سال قبل قیدی یہودیوں کو پھڑانے

کیلئے جا رہے تھے۔ برواہ مختلفہ آپکا مزار بیت المقدس میں بنی موسیٰ کی زیارت کو جاتی ہو کر

طور زیت کے دامن میں بھی ملتا ہے سینے وہاں بھی فاتحہ پڑھی ہے۔ مگر یہودیوں کو اس امر میں

شک نہیں کہ حضرت عزیرؑ کی نعش بائیں دریائے دجلہ کے قریب ہمیشہ کیلئے آرام کر رہی ہو۔

اس سے آگے اور دس گھنٹے کے سفر کے بعد دریائے دجلہ کے مغربی کنارے پر ایک

عربی دلی ابوصدرا کا مزار ہے۔ وہاں سرکنڈونگی ایک جھونپڑی اور دیواروں کے مانند درخت

ہیں۔ وہاں سے قصبہ امارہ ملتا ہے جسکی آبادی ۳ ہزار کے قریب ہے۔ جہاں کوئیلہ کا مخزن ہے۔

یہاں کے لوگ تجارت میں بہت مستعد ہیں۔ بصرہ سے بغداد تک بدوی قبائل آباد ہیں۔ یہ

لوگ زراعت کرتے ہیں۔ پہرہ وغیلہ، عزیزیہ، بغدادیہ اور بستان کسریٰ سے گذرتے ہیں۔

**قریہ سلمان فارسی** | اسی مقام پر ہے جس میں حضرت سلمانؑ فارسی کا مزار مبارک ہے۔ بہت

سیرو سیاحت کے بعد آپ اس مقام پر رحلت فرما ہوئے۔ آپ کا مرقہ مبارک بستان کسریٰ

سے تھوڑے ہی فاصلہ پر ہے۔ اس مقبرہ کے قریب ایک گھاؤں آباد ہو گیا ہے جو قریہ سلمان کے

نام سے موسوم ہے۔ زائرین بہت دور دور سے زیارت کیلئے آتے ہیں۔ عرب کے تمام مملعون

کی نسبت الجزیرہ میں زیادہ اولیاء اللہ کی زیارت گاہیں ہیں۔

**بستان کسری** | بستان کسری یا مھراب نوشیروان عادل بھی قابل دید مقام ہے یہاں

پہلے ایک شہر آباد تھا اور اسکے وسیع کھنڈرات میں سے اب بھی نمایان چیز باقی ہے۔ نوشیروان کے کھنڈر دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے اور سلوسہ کے مغربی کنارے پر ہیں۔ بستان کسری اب قریب انہدام ہے جو کسی زمانہ میں ایک عالی شان محل کا دروازہ تھا۔ اسکی لمبائی ۵۷۰ فٹ اور اسکی بلندی ۹۰ فٹ بتائی جاتی ہے۔ دیواریں ۱۲ فٹ موٹی ہیں۔ اور شاندار مھراب قریباً ۸ فٹ بلند ہے۔ حضرت سلمان فارسی کے مقبرے پر خسروان عجم کے تخت گاہ کے بہ نسبت زیادہ لوگ آتے ہیں۔ ان کھنڈرات سے ۸ گھنٹوں کے سفر کے بعد خلفائے عباسیہ کا بائیں تخت و خلیفہ ہارون الرشید کا شہر نظر آتا ہے۔

**بغداد شریف** | اسکو خلیفہ منصور نے ۷۶۵ء میں آباد کیا تھا۔ یہ شہر پانچ سو سال تک اسلامی

دنیا کا پایہ تخت رہا۔ حتیٰ کہ ہلاکو خان چنگیز خان کے پوتے نے اسکو تباہ و سمار کر دیا۔ یہ شہر ایسے خطے میں واقع ہے جو کسی زمانہ میں نہایت زرخیز و شاداب تھا۔ اسکو زمانہ قدیم میں عربیوں نے آباد کہتے تھے۔ اسوقت اسکی حالت بالکل خراب ہے۔ بازاروں میں صفائی کی از حد ضرورت ہے۔ ویران اور سمار مساجد اور شکستہ کشتیوں کے پل۔ مفلس لوگ اور نادار بازاروں میں بیک مانگتے پھرتے ہیں۔ دریائے دجلہ کے مغرب میں قدیم بغداد ہے۔ اسکے گرد نارنگی اور کھجور کے وسیع باغات ہیں۔ مشرقی کنارے پر جدید بغداد ہے۔ یہاں برگورنٹ کے دفاتر و فصل خانے۔ اور بڑے بڑے تجارتی کارخانے ہیں۔ بڑے بڑے کوٹھیاں اور جنگی گہر موجود ہیں۔ کئے امور سے اب بھی بغداد ایک اہم شہر مانا جاتا ہے۔ ترکی سلطنت میں کسی شہر پر صحرا اور عرب کا بغداد کی طرح اثر نہیں اور کسی اور شہر کا اسکی طرح جزیرہ نمائے عرب کے اندرونی شہروں سے تعلق نہیں۔ یہاں



جیسے ملک میسور کے مکانات جنکو وہاں کے لوگ دہا بے کہتے ہیں۔ بعینہ اسہی موافق ریاض کے مکانات ہیں۔ یہاں کا قلعہ بڑا بلند اسکی فصیلین نہایت خوشنما شاندار ہیں۔ قلعہ کے قریب امیر ریاض کا عالی شان محل ہے۔ شہر کے چاروں طرف سبز کہیت اور سیراب باغات اور کھجور کے درخت بکثرت ہیں۔ آب پاشی پھیونجی الی چرخ سے ہوتی ہے جسکی آواز لوگوں کو پاؤ ہیل تک سنائی دیتی ہے۔ اہل نجد بہت گوشت خور ہیں اور یہاں گوشت بھی ارزان ہے۔ ایک بہ عمدہ بھڑتین یا چار روپیہ کو ملتا ہے۔ قصا بونکی دوکانیں صاف نہیں ہوتی ہیں۔ یہ شہر جابر حصہ میں منقسم ہے۔ شمالی و مغربی حصہ میں شاہی خاندان کے محل سرکاری اہلکاروں کے مکانات اور متمول لوگ کے مسکن ہیں اس میں مکانات بہت بلند ہیں۔ سید ہے اور تنگ نہیں۔ مگر زمین کی سطح ذرا نشیب میں واقع ہے۔ دو سکر شمال مشرقی حصہ میں ببقاعدہ مکانات کا مجموعہ ہے۔ عمدہ مکان سے لیکر بدترین مکان تک موجود ہے۔ اس میں زیادہ تر اجنبی اور مشتبہ جال و جل کے لوگ موجود ہیں۔ جنگی عموماً بڑے شہروں میں کمی نہیں ہوتی۔ جنوب مغربی حصہ میں پر جوش فرقہ مہدیہ آباد ہے۔ اور نمازی کثرت سے بسے ہیں۔ وہابی لوگوں کی کثرت اسی محلہ میں ہے اس میں سادہ قسم کی مسجدیں ہیں۔ شہر کا یہ حصہ زیادہ آباد اور سرسبز ہے۔ اور سچے دہا بیوں کی قومی اور مذہبی تہذیب اور عارفانہ تکبر کا حصہ ہیں۔

آخری یعنی جنوبی و مشرقی حصہ کو خزیق کہتے ہیں۔ یہ پلیم مسیح اور دوسری حصہ زیادہ آباد ہے۔ مگر اسمین عمائد اور متمول کم آباد ہیں یہاں عموماً ادنیٰ مدارج کے لوگ ہتے ہیں۔ گرد و فواح کے جو رہتقان مسافر آتے ہیں تو اسی حصہ میں اترتے ہیں۔ پس یہ حصہ قدرتی طور پر ابتر حالت میں اسکی زمین بہت اور آب ہوا ناقص ہے۔ ان حصوں کے اتصال کا مرکز مارکیٹ ہے جسکی ایک جانب شاہی عمارات اور دوسری جانب جامع مسجد واقع ہے۔ یہاں کے شہروں میں فقط ایک ہی جامع مسجد

واقع ہے۔ یہاں کے شہروں میں فقط ایک ہی جامع مسجد ہوتی ہے۔ جہاں سارے شہر کے لوگ جمعہ کے روز نماز ادا کرتے ہیں۔ باقی مساجد کا شمار ۳۵ کے قریب ہے۔ یہ کل مساجد بالکل سادہ اور بلا کسی زیبائش کے ہیں۔ شہر کے چاروں طرف ۲۰ سے ۳۰ فیٹ تک بلند فاصلہ ہے۔ یہ نہایت مضبوط اور بالکل درست ہے۔ یہ گہری خندق اور چوڑے بند سے محفوظ کی گئی ہے۔ یہاں چہرا گاہ پر عمدہ اور وسیع ہیں یہاں کی آب و ہوا خاص کے کم بہتر و ٹکی پرورش کیلئے موزون ہے۔ جنگی قدر دمشق میں زیادہ ہے قطع نظر اسکے یہاں زراعت اور باغبانی کا کام بہت ہوتا ہے۔ شہر خاص کے پاس تھوڑی بہت زمین موجود ہے جس سے یہ اپنا اور اپنے کنبہ کا گزارہ بخوبی کر لیتا ہے۔ میجر بالکریو کا قول ہے کہ نجد حبیبیہ قبوہ پیارس سے لیکر استنبول تک کہیں نہیں ملتا ہے۔

**بریدہ**

شہر بریدہ بھی ایک مشہور شہر قصیم کا اور عنیزہ سے دو سگر درجہ کا شہر ہے۔ اور وادی الرومہ پر بسا ہوا ہے۔ اسکے چاروں طرف ریگستان ہے۔ کھجور کے درخت بکثرت ہیں۔ اور عنیزہ سے کسی قدر نشیب میں واقع ہے۔ سطح سمندر سے تقریباً ۲ ہزار فیٹ بلند ہوگا۔ شہر کے گرد اگر دیکھی اسٹ کی دیوار ہے جس پر جو گوشہ مینارین ہیں۔ اسکے شمال میں ایک عمارت ہو جسکو قصر منہا کہتے ہیں جس پر ایک بلند قلعہ ہے شہر کے اندر مکانات دو منزلہ بلکہ سہ منزلہ تک بنے ہیں۔ گلی کوچے اس میں زیادہ ہیں۔ شہر کے وسطی بازار کو مجلس کہتے ہیں۔ جو شمالاً و جنوباً چلا گیا ہے اوس کے کئے حصے ہیں اون حصوں میں بھی دکانیں بیشمار ہیں۔ تقریباً ۴۰ سودوکان ہونگے۔ ان میں ہر قسم کے لوگ موجود ہیں۔ سونار، لوہار، ٹنگر، موچی، درزی غرض ہر پیشہ والے موجود ہیں مشہور محلوں کے نام یہ ہیں۔ جرہ، جدیدہ، بوٹہ، دوش اور شمال انہیں سب سے زیادہ بڑا حصہ جرہ ہے جو سائے شہر کے تیسرے حصہ پر مشتمل ہے۔ شہر کی آبادی تقریباً ۸ ہزار ہے جس میں قبیلہ عنیزہ اور قصیم کے لوگ بکثرت ہیں۔ بچوں کیلئے ۷۔ اسکول یا مدرسے ہیں جنہیں قرآن مجید فقہ اور دیگر علوم کی

پہاڑ اور چوٹیاں ۵۵۰۰ فٹ تک بلند ہیں۔ اور اکثر انہیں سرسبز و شاداب ہیں۔ اسکی وادیاں ریگ اور چوٹوں کے پتھروں سے مخلوط ہیں۔ ان وادیوں میں نجد کی زرخیزی اور آبادی منحصر ہے۔ وادیوں کی زمین سبک ہے۔ مگر اس میں ریگ اور سنگریزے ملتے ہیں۔ چھ بلند پہاڑوں کی چوٹیوں سے ہوا اور برسات کی وقت لڑھک کر آتے ہیں۔ پانی کی حالت ہے کہ اگر ایا ۱۵ ماہ تک زمین کو کسی وادی میں بھی کہو دے تو پانی نکل آتا ہے۔ مگر مزہ پانی کا کسی قدر نکلیں ہے۔ مگر پانی گندہ کا قول ہے کہ نجد کی آب و ہوا تمام دنیا سے زیادہ صحت افزا ہے۔ ہوا صاف اور خشک و ساحل کے زہریلے اثرات سے پاک ہے۔ گرمی میں طبع ضرور ہوتی ہے۔ مگر حبس نہیں ہوتا۔ اور چاروں طرف ہوا نہایت سرد ہوتی ہے۔ دیہات کے نزدیک کھجور کے درختوں کے علاوہ دیگر میوے جات کے درخت بھی ہوتے ہیں۔ نجد بیڑوں کی چراگاہ ہے۔ یہاں کی بہترین تمام عرب میں مشہور ہیں۔ انکی اون نہایت ملائم اور باریک ہوتی ہے۔ علاوہ بہیر اور بکریوں کے نجد اونٹ اور گھوڑوں کی سڑ میں ہے۔ مغربی نجد اور وادی دو اسیر میں شتر مرغ بھی ہیں جنکا بدوشکار کرتے ہیں۔ اور اونکا چمڑا مشرق میں لا کر فروخت کرتے ہیں۔ ایک چمڑے کی قیمت ۳۰ مجیدی تک ہوتی ہے۔ میں نے ایسے چمڑے و مشرق کے سوق الحمیدیہ میں دیکھا ہے۔ اسکا وہ لوگ پوستیں بناتے ہیں۔ اسوقت نجد کا حاکم عبدالعزیز بن متعب ہے۔ اسنے اپنے دشمنوں کو بڑا شمشیر مسخر کر لیا ہے۔ عرب کے ترکی صوبوں کو مقابلہ میں لگایا کہ امیر نجد کی رعایا کم ٹیکس ادا کرتی ہے۔ بدوی سپاہ جو امیر نجد کے ملازم ہیں سلطانی فوج سے زیادہ تنخواہ پاتے ہیں۔ نجد کے اکثر نوجوان تجارت کیلئے بصرہ و بغداد بکریں اور شام کا سفر کرتے ہیں۔ نجد میں صرف چار بڑے شہر ہیں۔ حائل (پام تخت) ریاض۔ بریدہ اور غنیمہ۔ باقی قصبات معمولی ہیں۔ بدوی قبائل ہر جگہ آباد ہیں۔ یہ ہقان شہر میں بھی زرخیز گلستان کی کاشت کرتے ہیں۔ مگر آبادی نجد کی عمان یا میں بلکہ بحر ان



اور وادی دواسیر کی طرح گنجان نہیں ہے۔ نجد کے موجودہ دار الخلافہ حائل کی آبادی تقریباً ۱۲ ہزار ہے۔ یہ مقام جبل عجب کے مشرق میں ہے جو ۶ ہزار فٹ بلند ہو کر اس شہر کے پاس یکایک ختم ہو گیا ہے۔

**حائل** شہر حائل ایک سطح مرتفع پر ۳۵۰ فٹ سطح سمندر سے بلندی پر واقع ہے۔ امیر نجد کا مضبوط محل جبل عجب کے ایک قدرتی مستحکم مقام پر بنا ہے۔ اس شہر کے گرد فصیلین اور کئی دروازے ہیں۔ شہر میں مساجد بکثرت ہیں اور شہر صاف و عمدہ ہے۔ اسکے گرد ایک گنٹے میں چکر لگا سکتے ہیں فصیل اور شہر کے وسط میں محل ہے۔ اسکے قریب جامع مسجد اور اسکے عین مقابل میں بڑا بازار ہے۔ حائل ایک بجزر ملک میں واقع ہے۔ قدرت نے اسکو نخلستان بنایا تھا۔ بلکہ اسکے بانیونکی ہمت اور جرات نے اسکو زرخیز بنا دیا ہے۔ مکہ معظمہ سے جو قافلہ ایرانیوں کا بغداد کو جاتا ہے تو اس شہر سے گزرتا ہے۔ جو اختتام حج مکہ معظمہ سے اور بعض اسی میں بیت المقدس سے بھی حائل کو جاتے ہیں۔

**الریاض** مشرقی نجد میں یہ مابی سلطنت کا پایہ تخت تھا۔ یہ شہر عربستان کے قلب میں ہے اسکے شمال اور مشرق میں جبل تودیک ہے۔ اور یہ حائل سے ۲۸۰ میل جانب جنوب مشرق واقع ہے۔ یہ جبریا لکرو نے ریاض کی آبادی ۳۰ ہزار بتائی ہے۔ مگر اسکی موجودہ حالت شاید کسی قدر کم ہو۔ اس سال کثرت سے حجاج ریاض اور نجد سے آئے تھے افسوس کہ زبان کی عدم واقفیت نے ان لوگوں سے کسی قسم کے حالات دریافت کرنے کی جرات نہ دلائی۔ ہندی مہاجرین جو اردو سے واقف ہیں تو اونسے ایسے حالات دریافت کرنے میں مدد ملتی ہی مگر بہت اوس ملک کے باشندے نہیں ملتے۔ سنا گیا کہ اس شہر کی عام صورت شہر دمشق کی سی ہے۔ یہ ایک بڑا مربع برعبار شہر ہے۔ اسکی فصیلین مضبوط اور مکانوں کی چیتیں مٹی سے بٹی ہوئی ہیں۔



خالص عربی زبان بولی جاتی ہے۔ یہاں پر مخلوط آبادی ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور حضرت امام غزالیؒ کے مزارات مقدسہ کی

زیارت کیلئے شہنی اور کاظمین میں اہل بیت کی زیارت کیلئے شیعہ کثرت آتے ہیں

بصرہ کی طرح بغداد بھی وبا سے کئے مرتبہ ویران ہو چکا۔ بالخصوص سنہ ۱۸۳۳ء میں جب وبا

کے بعد سخت سیلاب آیا۔ ایک رات میں سیلاب دریا کے کناروں کے باہر نکل آیا۔ اور

۷ ہزار مکانات تباہ اور ۵۰ ہزار باشندے ہلاک ہو گئے تھے۔ بغداد کی موجودہ آبادی ۲ لاکھ

کے قریب بتائی جاتی ہے۔ جن میں ایک ٹلٹ یہودی۔ پانچ ہزار عیسائی اور باقی کل مسلمان ہیں۔

مسلمانوں میں شیعہ اور سنی دونوں مذہب کے لوگ آباد ہیں

دریا کے دجلہ یہاں مثل موتیوں کی لٹری کے ہے جو کہ سینہ کے درمیان سے نکل گئی ہے۔

الغرض دجلہ جو کہ وسط بغداد سے ہو کر نکلا ہے اسکی عجیبان ہے جسکا بیان کرنا قلم سے

مشکل ہے۔ ابن بطوطہ اُس زمانہ کا حال یوں لکھتا ہے کہ۔

”بغداد اہل دل اور مالدار لوگوں کا گھر ہے۔ مفلسوں کیواسطے مصیبت خانہ اور ضیق کا گھر

ہے۔ کل ملک عراق میں شہر بغداد اپنی خوبوں اور رونق میں مثل چودہویں بات کی جائد کہ ہے۔“

**بغداد کی تجارت** بغداد کی نہ صرف جنوبی خطوں اور بصرہ کی طرف کثیر تجارت ہے بلکہ

سجد اور شمالی الجزائر کیساتھ بھی بہت ہے۔ ہندوستان اور یورپ سے بغداد میں ہر سال

۱۰ لاکھ پونڈ کی ہشیا تجارت آتی ہیں۔ اور یورپ کی طرف یہاں سے تقریباً ۵۲ لاکھ پونڈ کی

ہشیا جاتی ہیں۔ بغداد میں دریای دجلہ کا نظارہ بہت دل فریب ہے۔ اسکی تیز و مار کناروں

سے نکل کر سیلون تک باغوں کو سیراب کرتی ہے۔ مکانات لب دریا تک بنے ہیں۔ اور بعض

مکانات کے صحن میں ایسے باغ ہیں جو دریا تک پہنچ گئے ہیں۔ چوتھے اور برآمدہ مشرقی

طرز کے نہایت خوشنما ہیں۔ پٹش کونسلٹیٹ کا مقام وقوع دریا کے مجاذمین واقع ہونے کی وجہ سے بہت ہی خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ دیگر تو فضل خانے بھی عمدہ ہیں جسے یورپین سلطنتوں کی قوت اور جرئت کا عمدہ اظہار ہوتا ہے۔ بصرہ کی نسبت یہاں یورپین باشندے بکثرت ہیں۔ عثمانیہ آرمی کورز نمبر ۶ کا کمانڈر انچیف بغداد میں رہتا ہے۔ اور بہت سے ترکی سپاہی اس شہر کے بار کون میں مقیم ہیں۔ بغداد میں ۶۸ مسجدیں۔ ۶ گرجے۔ اور ۲۲ صوامع ہیں۔ داؤد پاشا وغیرہ کی مساجد عمدہ حالت میں ہیں۔ اور بعض بالکل مسمار ہیں۔

**بغداد کے حمام** | بغداد میں بکثرت حمام ہیں۔ یہاں کے ہر حمام میں خلوت خانے بکثرت ہوتے ہیں۔ ہر خلوت خانہ میں ایک سنگ مرمر کا حوض اور دو ٹوٹیاں ہوتی ہیں۔ ایک ٹوٹی سے گرم اور دوسری سے سرد پانی نکلتا ہے۔ ہر شخص حمام میں تنہا خلوت میں نہا سکتا ہے۔ شام اور صبح کے مابین نہا کر کے ایک کے بعد دوسرا برہنہ ہو کر نہاتا رہے۔ دوسرا شخص خلوت خانہ میں نہیں جاسکتا تاؤنیکہ پہلا شخص آنے کی اجازت نہ دے۔ نہانے والی کو ایک سنگی اور ترکش تو ال اعلیٰ درجہ کے دئے جاتے ہیں۔ لنگی باندھنے کیلئے اور تو ال بدن صاف کرنے اور باہر آتے وقت اوڑھکر آنے کیلئے اس طرح کا عمدہ انتظام حماموں کا سوا ہے بغداد کے اور جگہ بہت کم ہے۔ بعض جگہ گوانظام اسکے قریب قریب ہوگا مگر ایسا پورا کامل انتظام کہیں نہیں ہے۔ اجرت فی کس غلہ اور کبھی کبھی اس سے کم بھی ہو جاتی ہے۔ جو اس انتظام کے مقابلہ میں کچھ نہیں ہے شہر کے متعدد محلے ہیں ہر محلہ میں دو یا تین تین حمام ہیں۔

**حالات نجد** | میں یہاں پر نجد کے کچھ مختصر حالات بیان کرنا مناسب سمجھتا ہوں گو میرے سفر نامہ کو اس سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔ تاہم سفر نامہ کے ناظرین کو یکٹ پچھلی کا موقع ضرور ہوگا۔ ملک نجد سطح مرتفع یعنی بلاٹیو ہے۔ اسکی بلندی سطح سمندر سے تقریباً ۴۰ ہزار فٹ ہے۔ لیکن پھر

تعلیم ہوتی ہے۔ ۵ مدارس لڑکیوں کے ہیں۔ جنہیں لکھنے پڑھنے کے سوا سب زین کاری کا کام بھی سکھایا جاتا ہے۔ کنوئین پانی کے بکثرت ہیں جنہیں عمرہ پانی میسر ہوتا ہے۔ جو قافلے کہ کوٹ سے ملکہ بعض جگہ کو جاتے ہیں وہ بریدہ میں چند روزہ قیام کرتے ہیں۔ جو اشیا تجارت یہاں آتی ہیں وہ کویت اور بکیرین سے آتی ہے۔ جتنا روٹی کا سامان ہے وہ سب کوٹ سے ہی آتا ہے۔ ہر وقت شہر میں قافلے موجود رہتے ہیں بعض وقت سو سو ڈیڑے تک قافلے والوں کے لگے رہتے ہیں۔ سال کا کوئی حصہ ایسا نہیں جو یہاں قافلہ آتا اور جاتا نہ ہو۔ فوجی قوت یہاں کی ہر اے نام ہے۔ سنا گیا کہ جب سے اس کے لوگ سرکشی پر تلے رہتے ہیں اس خیال سے ترکی فوج ۵ سو کی تعداد میں یہاں رہتی ہے اس سے آگے سو سپاہ رہتی تھی۔ انکے لئے ایک معمولی بارکس بنا ہوا ہے۔ بریدہ میں بھی عرب کے دیگر بڑے بڑے شہر کی طرح مورچہ بندیاں صرف گہروں کے گرد ہیں اور باغ اونکے باہر ہیں۔ البتہ بعض باغوں کے اطراف چار دیواری ہے۔ شہر میں کوپے، بازار، مکانات اور مارکیٹ ہیں۔ بعض مکانات اس میں دو اور تین برس کے بنے ہوئے ہیں جنکی وضع قطع بہت اچھی ہے۔ پالگو لو یہاں کے حالات اس طرح لکھتا ہے: ”کہ جس مکان میں ہم بریدہ میں اترے تھے۔ میرے خیال میں اہل لندن ایسے وسیع مکان کیواسطے اٹھارہ پنس ماہوار کرایہ زیادہ نہیں خیال کریں گے۔ اسی میں پانی کے اخراجات بھی شامل ہیں۔ جب ہم اس گہر میں اتر گئے تو صبح کا کھانا مالک مکان نے ایک وقت کہلایا۔ یہاں کی عمارتوں میں صدیوں پہلے کے آثار نمایاں ہیں۔ یہ دہائیوں کا مشہور شہر رہا ہے۔ جو سوا اپنے سب کو کافر اور مرتد کہتے ہیں۔ بریدہ کی مستورات اہل فارس سے خمیری روٹیاں پکانی سیکھ لی ہیں اسلئے یہاں کے کہانے میں اعلیٰ سے اعلیٰ شمار ہونے لگا ہے۔ گو قصیم گرم ملک مگر پٹنہر کے اخیرین صبح کا وقت فرحت ناک ہے۔ صفا اور بے گرد آسمان پر آفتاب بے انتہا میدان پر نور برساتا ہے۔ یہاں کی نسیم مسرور اور زرخیز پیدا کر نیوالی ہے۔ یہ فخر عرب کو قریباً ہمیشہ نصیب ہوتا ہے۔“



مگر مصر کے مغرب اور ہندوستان کے مشرق کو حاصل نہیں۔

یہاں کے بازار وین انڈون کے انبار۔ کھجور کے ٹوکری۔ روٹیوں کے ڈھیر اور سفید لہسن کی ٹکیاں اور ہنیرم کے انبار کثرت سے ہوتے ہیں۔ اونٹ یا بکروں کے دودھ کے مشکے بہرے ہوتے ہیں جسکو اس ملک کی مستورات قطار و قطار بیٹھ کر فروخت کرتی ہیں۔ تقریباً ہر قسم کی چیزیں یہاں میسر ہو جاتی ہیں۔ قصابوں کی دوکانیں جو ایک لہنی قطار میں ہیں جہاں بہیر اور شتر کا گوشت بمقدار کثیر لٹکا رہتا ہے جو نہایت کثیف ہے۔ اگر وہاں کی ہوا مصفا اور صحت بخش نہ ہوتی تو ہیضہ یا دیگر وبائیہ امراض کے پھیلنے میں کوئی شک نہیں تھا۔ مگر عرب میں ان امراض کا مطلق اندیشہ نہیں۔ پارچوں کی درکان میں بغداد کے پارچات، شامی کمر بند اور سر کے دوپٹے جو حلبی ساخت کے ہیں۔ اور مصر کے سلیمبر کثرت سے موجود ہیں۔ ہر ایک شے قرینہ کیساتھ علاحدہ علاحدہ رکھی ہوئی ہے۔ ان بازاروں میں اس قدر ہجوم رہتا ہے کہ چلتے ہوئے شانہ سے شانہ چلتا ہے۔ اور اونٹوں کی آمد و رفت سے اور تکلیف ہوتی ہے۔ اگر کسی کو تنگ موڑ پر اونٹوں کی لانی قطار کا گذر ہو تو راستہ چلنے والوں کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔

لوہاروں کے بازار میں ضربوں کی آواز سے مرے بیدار اور زندہ ہلاک ہونے کی نوبت رہتی ہے۔ شہر کے وسط میں ایک جامع مسجد ہے جسکی عمارت دو سو سال کے آگے کی معلوم ہوتی ہے۔ اسکے کسی محراب یا ستون پر کوئی جمیری یا عربی تحریر موجود نہیں ہے۔ اس مسجد کا مینار بہت بلند اور جو گوشہ ہے۔ کئے باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اسکی تاریخ وہابی سلطنت سے پہلے کی ہے۔ وہابی فرقہ کے لوگ بلند میناروں کو پسند نہیں کرتے۔ مینار کے پہلو میں ایک شگاف ہے جو ۱۸۱۰ء کے زلزلہ میں ہو گیا تھا بازار میں کافہ، حنا اور زعفران نباتات اور پھل کثرت سے موجود ہیں جنکو عموماً مستورات فروخت کرتی ہیں۔ عطاروں اور مصالح فروشنوں کی دوکانیں بھی موجود ہیں۔ بریدہ کی مستورات کا رو بار تجارت اور امری خانہ داری میں اپنے مردوں سے کم واقف، مسند نہیں شہر کے اندرونی کوچے تنگ اور گرم



ہیں جنہیں خاک نہ ہول اڑھ رہی ہے۔

**عنبرہ**

یہ شہر القصیم کا بڑا شہر بلکہ سائے نجد میں مشہور ہے۔ یہ حائل سے تقریباً ۱۵۰ میل جانب جنوب

مشرق اور ۲۰ میل ریاض سے جانب شمال اور ۱۵ میل بریدہ سے جانب جنوب واقع ہے۔ یہ فاصلہ

میں نے اندازاً لکھا ہے۔ بدون سے جب دریافت کیا تو اونہون نے اونٹوں کی رفتار کا وقت بتلایا

ہے۔ میرے اسکے میل بنا کر لکھا ہے۔ ممکن ہے کہ کچھ کم و زائد بھی ہو۔ عنبرہ تقریباً نصف راستہ کے

فاصلہ پر مکہ اور بصرہ کے درمیان ہے۔ جس کا فاصلہ ۴۴ میل دو دن جانے سے۔ بدو لوگ عنبرہ کو

أم النجد کہتے ہیں۔ مکہ معظمہ سے تقریباً ۸ روز میں عنبرہ اور وہاں سے تقریباً ۲ روز میں بصرہ

جبلہ ۳۸ یا ۴۰ منازل میں بصرہ سے مکہ پہنچتا ہے۔ شہر سے ۳ یا ۴ میل کے فاصلہ پر وادی رومہ

جو مشہور وادی ملک عرب کی واقع ہے۔ اسکی بلندی کی نسبت بدو و نگاریاں ہے کہ مکہ معظمہ

اور مدینہ منورہ سے کچھ ہی زیادہ ہوگی۔ اس سے میں سمجھتا ہوں کہ تقریباً ڈھائی ہزار فیٹ سطح بحر

سے بلند ہو۔ اسکے اطراف شہر سیاہ کی دیوار ہے۔ یہاں کے کنوؤں میں پانی بکثرت ہے۔ مکانات دو

منزلہ بھی ہیں۔ سکان کی بناوٹ نہایت مضبوط اور صاف ہے۔ آبادی کا اندازہ کرنا سخت مشکل

ہے مگر اُنکے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۳ ہزار نفوس کی آبادی ہوگی۔ جس میں زیادہ ترقیدہ نسلی تہم

اور بنی خالد کے لوگ ہیں۔ یہاں زراعت بھی ہوتی ہے۔ کھجور کے درخت بکثرت ہیں۔ گھوڑے

اوٹ اور بھیر بہت ہیں۔ شہر میں ایک بڑا بازار ہے جسکو مسکف کہتے ہیں۔ اوس میں تقریباً دیرھ

سودوکانین ہیں۔ بعض دکانوں پر تھفے۔ سونا روپا لوہا و بکثرت ہیں۔ تجارت یہاں کی بھراؤ

حد تک ہوتی ہے۔ یہاں کا گہی مکہ معظمہ تک آتا ہے جو سالانہ تقریباً ۵۷ ہزار روپیہ کے قریب

فروخت ہوتا ہے۔ یہاں پر اسوقت ۵۰۰ سو کے قریب ترکی سپاہ رہتی ہے۔ ملکی حاکم کو

امیر کہتے ہیں۔ جسکو گورنٹ عثمانیہ سے ماہوار تنخواہ ملتی ہے۔

## ہفوف یا ہف ہف

الحا کا ایک شہر قدیمی ہے۔ اس شہر کے باشندے تمام مسلمان

ہیں۔ ۳۰ یورپین سیاحوں نے ہف ہف کی سیر کی ہے۔ کپتان ساڈلیر ۱۸۱۹ء میں بیجر بالگوو  
۱۸۶۳ء میں کرنل پیل ۱۸۶۵ء میں اور زویر ۱۸۹۳ء میں شہر کی آبادی تقریباً ۲۰ ہزار نفوس  
کی ہے ۱۸۷۵ء میں ترکوں نے نجد پر چڑھائی کی اور اس شہر کو مسخر کر لیا۔ کہتے ہیں کہ اس وقت اس میں  
۵۰ ہزار مکانات اور ۲۰ سو مضافاتی دیہات تھے اس سے صاف ظاہر ہے کہ عرب کی مردم شماری  
کے نتائج پر چندان یقین نہ کرنا چاہئے۔ مقام الحا مشرقی عرب کے اوس راستہ پر جو مکہ اور جدہ  
کو جاتا ہے پہلی منزل ہے۔ ایک ہندوستانی مہاجر مقیم مدینہ منورہ نے مجھ کو میری درخواست پر کسی سے  
دریافت کر کے اس راستہ کا حال اس طرح سے بتلایا ہے۔ الحا سے ریاض تک چھ روز، ریاض سے  
جبل شمر تک ۹ روز اور ریاض سے مکہ معظمہ تک اٹھارہ روز کا فاصلہ یعنی اونٹوں کے منازل ہیں۔ اگر  
کوئی شخص قافلہ کے ساتھ مکہ معظمہ سے نکلیگا تو الحا کو سیدھا ۲۴ روز یا زیادہ سے زیادہ ۲۷ روز  
پہنچ جاویگا۔ اس سال بھی بعد اختتام حج کے دو بڑے بڑے قافلے اسی راستہ سے واپس ہوئے ہیں  
اس حساب سے جزیرہ نما کے اس سرے سے اوس سرے تک ربع طالی کے شمال کی طرف سے پہنچنے  
کیلئے ۲۸ روز صرف ہونگے۔ مگر منزل پر مقام کرنے کا وقت اس میں شامل نہیں اور اس سفر میں اردن  
کی معمولی رفتار فی گھنٹہ ۳ میل فرضی رکھ لی گئی ہے۔ شہر تین حصوں میں منقسم ہے۔ پہلا حصہ موسومہ  
کوٹ شمال مشرق میں دوسرا موسومہ فاعیہ شمال مشرق اور مشرق میں تیسرا ناشر مشرق جنوب  
میں واقع ہے۔ یہاں ایک قلعہ ہے جس کے گرد خندق ہے۔ اوس کے فصیل اور بنیاد غیر معمولی بلند اور  
موٹے ہیں۔ یہ قلعہ تقریباً مربع ہے ایک تہائی میل لانا اور پانچویں چوڑا ہے۔ اس کے ۳ دروازے  
ہیں۔ محلہ فاعیہ وسیع ہے اوس کے مکان عمدہ بلکہ بعض نہایت خوبصورت ہیں۔ ہفوف کی معماری  
بوجہ محرابوں کے رونق پاگئی ہے۔ ایسی عمارت معان سے لیکر حارث تک۔ بلکہ نجد اور شمر کے

پہاڑی صنایع میں کہیں نظر نہیں آتی۔ اس حصہ کی آب ہوا بھی صحت بخش ہے۔ نانٹرسے بڑا محلہ ہے تقریباً نصف شہر کی آبادی اس میں رہتی ہے۔ اس میں ہر حیثیت اور شکل کے مکانات ہیں شاہی محل سے لیکر جو پٹرولون تک ہیں۔ جامع مسجد اسی محلہ میں ہے۔ جسکی خوبصورت محرابیں درواق پر صاف بلشر کیا ہوا ہے۔ فرش پر چٹائیاں بچھی ہوئی ہیں۔ اور ریاض کی جامع مسجد سے بڑھ کر اس میں تہذیب کا نمونہ دکھایا گیا ہے۔ اس محلہ میں وہابیوں کی تعداد کم ہے۔ زیادہ تر سوداگر رہتے ہیں۔ اجنبی بھی اسی محلہ میں اترتے ہیں۔ ہف ہف میں ایک بازار قیصریہ ہے جس میں تمام ضروریات اور عیش و آرام کی معمولی چیزیں مل جاتی ہیں۔ اسلحہ پارہ، زرین لیس، گوٹہ کناری، کچور، نباتات، خشک مچھلی میوے، کھڑا دین، جوتی، تنباکو، تانبے کے ظروف، کاغذ، قلم، دوات، وغیرہ یہ سب چیزیں دوکانوں میں گڈ مڈ پڑی ہوتی ہیں۔ الحی، دو قسم کی صنعتوں کیلئے مشہور ہے۔ کوٹ یا عبائین۔ جیپرفیس زری تاگے سے بیل بوٹے اور کشیدہ کیا ہوا ہوتا ہے۔ عبائین عرب کی نہایت خوبصورت اور نفیس ساخت کی ہوتی ہیں جو تمام عرب میں یہاں سے بھیجی جاتی ہیں۔ بلکہ بھرہ اور مسقط تک جاتی ہیں۔ اسکول ترکی گورنمنٹ کے جانب سے کہولے گئے ہیں جنہیں ۵۵۰ طلباء تعلیم پڑھ رہے ہیں جو بک کال آبادی کا تخمینہ ۲ لاکھ ۵۰ ہزار تک کیا گیا ہے۔ جامع مسجد کی جو بیس محرابیں اور دالان ہیں۔ اس پر بہت عمدہ چوند پہرا ہوا ہے۔ اور فرش پر چٹائیں بچھی ہیں۔

**جوف** اس نام کا ایک قطع ملک عرب میں ہے۔ یہ مقام حائل اور دمشق کے درمیان واقع ہے۔ تمام ضلع میں یہی ایک شہر بڑا ہے۔ اس میں تقریباً ۳ سو گھر ہیں۔ اسکے محلے اس قدر دور و دراز تک پہیلے ہوئے ہیں کہ مجموعی شہر کا طول ۳ میل اور عرض نصف میل یا اس سے کم ہی۔ مکانات کی وسعت ان کے مالکوں کی حیثیت کے مطابق ہوتی ہے۔ غریبوں کے مسکن تنگ تاریک ہیں۔ امیر کا محل عمدہ گہروں کی بہترین نظیر ہے۔ مکانات کیساتھ اندرونی و بیرونی صحن اور باغات بھی ملتی ہیں۔



مکانات ایک دوسرے سے عموماً بذریعہ باغون کے جدا کئے گئے ہیں۔ مشرق کے اس حصہ میں جوف کے باغات بہت مشہور ہیں۔ یہ جبل شمر یا شمالی نجد کے باغون سے بدرجہا بڑے ہیں۔ اگر اس کی پیداوار نجد اور حجاز کی پیداوار سے ادنیٰ ہو تو ہو مگر مصر، افریقہ، بغداد سے لیکر بصرہ تک ادنیٰ جلد سے فائق تر ہے۔ صرف کھجور کے درخت پر ہی کیا مدار زرد آلو، آڑو، انجیر، انگور وغیرہ ان باغیچوں میں بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔ ساودہ مشرق شام اور فلسطین کی پہاڑیوں کے میوہ جات سے زیادہ تر لذیذ ہوتے ہیں شہر کے اطراف کوئی شہر نہ پایا نہیں ہے۔ کثرت آبادی باشندوں کی جبار کے باعث بد وقت و فراقون کے دست برد سے بچا رہتا ہے۔ جوف سے ۱۲ میل پر ایک موضع متعاقا ہے جو اس شہر سے کسی قدر ہی چوڑا ہے۔ دونوں شہر کی مجموعی آبادی کا تخمینہ ۴۰ ہزار کے قریب قریب ہے۔ فوجی طاقت اس جگہ کی بے تصور کر لیتا چاہئے۔ اس کے علاوہ اور چند دیہات اس کے قریب جو امین واقع ہیں انکی مجموعی آبادی سے مذکورہ بالا دو مقامات کے تقریباً ۴۰ ہزار نفوس کے ہونگی اس سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ جوف کے قلعہ کے اندر ایک وسیع مسجد ہے۔ مگر بہت ساوی جہین کوئی نقش و نگار نہیں اس کے جانب طول ۴۰ استون اور عرض کی طرف ۳۰ استون ہیں۔ کل عمارت ۸۰ فیٹ لابی اور ۳۰ فیٹ چوڑی ہے۔ اسی میں نماز جمعہ ادا ہوتی ہے۔ خطبہ میں سلطان المعظم کا نام لیا جاتا ہے۔ عاکر عثمانیہ کیلئے دعا کی جاتی ہے۔

**حدیدہ** سمندر کی طرف سے حدیدہ کی شکل و صورت جدہ سے متشابہ معلوم ہوتی ہے۔ اس کے بازار تنگ، خم دار اور بہت ہی گندے ہیں۔ ایک یونانی ہوٹل ہے۔ شہر بہرین نہایت خوبصورت مکان مارون کا ہے جو سمندر کے قریب ہے۔ یہاں کی آبادی مخلوط ہے شہر کے مشرقی حصہ میں عرب رہتے ہیں۔ اونکی اصلیت کا کچھ پتہ نہیں دو ستر عرب اونکو اپنی قوم سے خارج سمجھتے ہیں اونکو ہتھیار رکھنے کی اجازت نہیں اور ان سے کوئی شادی نہیں کرتا۔ حدیدہ سے عدن کی طرف برابر باقاعدہ خانی جہاز کی



آمد و رفت ہوتی ہے۔ عدن سے حدیدہ براہ سمندر تقریباً ۲۸۰ میل ہے۔ اور جہاز ۲۰ گھنٹوں میں پہنچتا ہے۔

**شہر صنعاء** | شہر صنعاء زمانہ قدیم میں غزال کے نام سے مشہور تھا۔ اور یہ کئی صدیوں سے یمن کا پایتخت کہلاتا ہے۔ آبادی ۵۰ ہزار نفوس کی ہے۔ اور یہ ایک وسیع سطح وادی میں جو جبل نقوم اور ٹروکر پہاڑوں کے درمیان ہے واقع ہے۔ یہ مقام سطح سمندر سے ۶۵۰۰ فٹ بلند ہے۔ شہر مثلث شکل میں بنا ہے۔ مشرقی نقطہ پر ایک بڑا قلعہ ہے جس سے شہر کی حفاظت اور سرکوبی ہو سکتی ہے۔ یہ جبل نقوم ایک نشیب ترین ٹکڑے پر بنا ہے۔ شہر تین فصیل دار حصوں میں منقسم ہے۔ اور کل شہر کے اطراف پتھر اور انیٹونکی ایک مسلسل دیوار ہے۔ تین حصہ بالترتیب یہ ہیں۔ خاص شہر اس میں گورنمنٹ کے دفاتر بڑے بڑے بازار عربوں اور ترکوں کے مکانات واقع ہیں۔ یہودیوں کا حصہ اور بیر القصب جو دونوں حصوں کے درمیان ہے اس میں متمول عربوں اور ترکوں کے مکانات و باغات ہیں۔ یہ شہر کسی زمانہ میں بہت متمول اور عروج پر تھا۔ اور فی زمانہ بغداد سے دوسرے درجہ پر تمام عرب میں نہایت سرسبز و شاداب ہے۔ دوکانوں میں یورپین اشیاء کی بہتات ہے۔ ریشم اور زیورات اور اسلحہ بہت طیار ہوتے ہیں۔ گورنمنٹ اسکو ایر میں قہوہ خانے۔ انٹہ گہر۔ بڑی بڑی یونانی دوکانیں، گاڑیاں، بوٹوں پر سیاہی و سرخی کرنے والے ہیں اور یہاں کابیانڈ دیکھ کر قاہرہ کا سماں یاد آتا ہے۔ صنعاء میں ۳۸ مساجد، ۳۹ صوامع، ۱۲ بڑے حمام ایک فوجی شفا خانہ جسمیں ۲۰ سو بستر ہیں۔ ہے۔ یہ شہر تمام شمالی یمن، شمال مغربی حضرموت اور بحر ان کے عبید دیہات اور زرخیز وادی دواسیر (وافلاج) کا تجارتی مرکز ہے۔ ہر ضلع کے عرب بازاروں میں جوق و جوق پہرتے ہیں اور اونٹوں کے طویل قافلے ساحل حدیدہ کی طرف روانہ ہوتے ہیں (اسوقت جب یمن سویڈن سے بھی آتے ہوئے حدیدہ پر آیا تو جس جہاز میں اس میں حدیدہ سے بہت سے

انجنیئرس اور کارگیر سوار ہوئے جس میں بہت سے ہندوستانی جو عدن کے رہنے والے تھے شامل تھے اونکی زبان معلوم ہوا کہ یہ لوگ ریل کی ٹرک بنانے میں مشغول ہیں حدید ہ سے ۵۰ کیلو میٹر تک ریل کی ٹری پھیل گئی ہے اور صنعا تک مٹی کا کام ختم ہو چکا ہے اگر ترکی اور اطالیہ کی لڑائی نہ چڑھ جاتی تو غالباً سال بہر کے اندر یہ رخ ریلوے کی صنعا تک طیار ہو جاتی مگر اسوقت کسی مصلحت سے کام توقف کر دیا گیا ہے اور ہم واپس اپنے ملک کو جا رہے ہیں۔ اور نکاح خیال ہے کہ دو سال کے اندر اندر اگر اندرون و بیرون فسادوں سے ترکی کو ذرا چین لینا نصیب ہوا تو پھر ریل صنعا تک پہنچانے کے بعد وہاں سے یمن کے اندر سے ہوتی ہوئی براہ بحر ان و شہر و ثرآبہ، طائف شریف کو لجا کر حجاز ریلوے سے ملا دی جاوے گی (صنعا کے جنوب مشرق کی سمت شہر سبا جسکو اسوقت مارب کہتے ہیں اتمہ ہے یہ وہی سبا ہے جہاں پر بلقیس کا پائے تخت تھا۔

نامعلوم اقطاع عرب | معزز ناظرین میں آپ سے معذرت جانتا ہوں کہ قبل روانگی

مدینہ طیبہ کے کچھ حالات و سٹی مشرقی اور نامعلوم اقطاع عرب کے بیان کروں جنکو میں نے اپنے دوران اقامت عربین شریفین میں کوشش کیساتھ جمع کیا اور سیاحان یوروپ کے سفر ناموں اور لکچروں سے اخذ کیا ہے۔ انکے صحیح اور غلطی کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔ جو کچھ میں نے سنا ہے اسکو البتہ تحقیق کر کے لکھ دیا ہے۔ واللہ اعلم بحقیقت حال

ملک عرب ایسا ملک ہے کہ ہم کو ضرور تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ عربستان سے جغرافیہ دانوں اور مورخوں کو ہمیشہ دلچسپی رہی اور رہیگی۔ جتنے حالات اس مقدس زمین کے مہذب دنیا کو معلوم ہوئے رہینگے اتنا ہی قہر و کمر کا مزہ دینگے۔ بہت سے یوروپین سیاحوں نے سواحل عرب کو چہاں ڈالا ہے اور اندرون ملک میں بھی پہنچے ہیں۔ تاہم اسکے پورے حالات سے ہنوز اہل یورپ شہسہ ہیں۔ اسوقت تک کوئی سیاح حضرموت کی شمالی حد سے گئے نہیں ٹرٹا۔ اور صحرائے عظیم جسکو ربع الخالی کہتے

ہیں اب تک اسکے حالات کی کسی نے کامل تحقیقات نہیں کی۔ تہوڑے عرصہ بیشتر تک عرب ایک وسیع ریگستان خیال کیا جاتا تھا۔ حال کی تحقیقاتوں سے اس خیال کی غلطی بخوبی ثابت ہو گئی ہو۔ اس ملک کے بہت سے حصہ کی نسبت اب تک بھی خیال ہے کہ یہ بیابان ہے۔ مگر ابھی اس کی کامل تحقیقات نہیں کی گئی۔ عرب کی دو ثلث زمین قابل زراعت اور ایک ثلث بیابان ہے۔

عدن سے اندرون  
عرب کا سفر حدیدہ تک

امریکن مشنری زویر لکھتا ہے کہ ۱۸۹۳ء دوم جولائی کی صبح کو مقام شیخ عثمان سے روانہ ہو کر دو پہر کو ایک چھوٹے سے گاؤں

میں پہنچے۔ گرمی کا یہ عالم کہ سایہ میں آدھ معیاس الحرارة ۹۶ درجہ تھا۔ تہوڑی دیر تک آرام کر کے ہم شام کے بجے اونٹوں پر سوار ہوئے۔ تمام رات ایک بنجر زمین میں سفر کرتے ہوئے صبح کی وقت وادی مرعبیا میں داخل ہوئے۔ ہم نے اوسے نام کے ایک گاؤں میں ایک ببول کے درخت کے نیچے آرام کیا۔ دو روز ہم کوہستان میں داخل ہوئے۔ جہاں نباتات کی کثرت سے آب ہوا خشک تھی۔ ہم ان قصبات پر گزے دارالقدیم، خطیبہ، سوق الجمع وغیرہ چونکہ یہ مقامات خطرناک بیان کئے گئے دوسرے روز صبح کے ۳ بجے مابک میں پہنچ کر آرام کیا۔ یہاں سب مکانات پتھر کے ہیں۔ مابک سے دوسرے روز ہم کوہستان نیو، ہی، انگو، آم، بیر، خوبانی، آڑو، سیب، آمار، کچور، انجیر، کیلا اور شہتوت کے درخت کثرت سے ملے۔ علاوہ اسکے جو، مکئی، باجرا، اور قہوہ بڑی بڑی پیداوار کی چیزیں ہیں۔ اس ملک کے پہاڑ ۹ ہزار فٹ تک سطح سمندر سے بلند ہیں۔ اونچی چوٹیاں سرد، اور وادیاں گرم ہیں۔ اور اوپر سے نیچے تک زراعت کا قدرتی اکھاڑہ لگا ہے۔ جسکی بیشمار ندیوں اور نالوں سے آب پاشی ہوتی ہے۔ طلوع آفتاب کے وقت ہم کو وادی کے بائیں جانب میں نہایت بلند چوٹیاں نظر آتی تھیں ایک چوٹی پر سعید بن نقہ ولی کا مزار تھا۔ ایسے بزرگوں کے مزارات میں بہت ہیں۔ محلہ میں شیخ ابوسعید خاوری کا مزار ہے۔ جنہوں نے قہوہ کا استعمال پہلے پہل دریافت کیا تھا۔ ہزار ہا لوگ



آپکی زیارت کو دور دور سے آتے ہیں۔ ۳ جولائی کی صبح کو ہم مرج مفلس میں پہنچے۔ جہاں ایک جنگی گہر ملا۔ ایک ناشایستہ حبشی نے جو اپنے کو مدیر جنگی کہتا تھا۔ میرے اسباب کو کہو لکر کتب اور نقوشات ضبط کر لئے۔ جب میں نے کچھ کہا تو جواب دیا کہ تائیز میں جا کر گورنر سے اپیل کرو۔ ۱۱ بجے جنگی گہر سے روانہ ہو کر دو بجے کے قریب ایک پہاڑ کے سایہ میں ایک گہنڈہ کیلئے ٹہرے۔ اس درمیان میں سیاہ بال آسمان سے اڑھا اور سلا دار منیہ برسنے لگا جسکی وجہ سے اونٹوں کو واوی میں تیز چلنا پڑا جو اونٹوں کیلئے مشکل تھا۔ کوئی جائے پناہ نظر نہیں آتی تھی۔ بارش تھوڑی دیر کے بعد ٹالون سے تبدیل ہو گئی اولے لٹنے بڑے بڑے تھے کہ اونٹ ڈر کر ہیاک گئے نصف گہنڈے بیشتر جو واوی بالکل خشک تھی۔ اب پانی کی رواو میں نہایت زور سے بہتی تھی۔ ہم نے ایک مکان پر ٹہر نیکا قصد کیا جو کستی در بلندی پر واقع تھا۔ وہاں سے ہم موضع ہروا کو آ گئے۔ دوسرے روز ہم سخت اظلمہ میں پہونچے یہاں ہم کو مکان مل گیا۔ وہاں کچھ آرام کر کے ہم پہر تائیز کی طرف چلے جو عدن سے روانہ ہونیکے ایک مہفتہ بعد وہاں دوپہر کو پہونچے۔ تائیز کا متصرف یہ سنکر کہ میری کتابیں ضبط کی گئی ہیں۔ بہت افسوس کیا مگر کہنے لگا کہ قانون بھی ہے۔ اوسنے مجھے اجازت دی کہ کتابوں کو وہاں سے منگواؤں تاکہ اونکا معائنہ ہو سکے۔ جو بات یہاں چند سطروں میں لکھی ہے اسکے انتظام میں چار روز صرف ہوئے۔ کتابیں آنے پر معصودق کے وزن کر کے محصول لگایا گیا جسکی قیمت ۴ ہزار پیا سٹر مقرر کر کے محصول ۲۸۸ پیا سٹر لیا گیا (پیا سٹر ۲ روکا ہوتا ہے)

زومیر سیاح لکھتا ہے کہ تائیز میں مشرقی سیاح اکثر نہیں آتے۔ لیکن یہ نہایت دلچسپ مقام ہے۔ آبادی ۵ ہزار ہے۔ ایک متصرف رہتا ہے۔ جسکی حکومت صوبہ حدیدہ سے سرحد عدن تک بشمولیت مخنہ و شیخ تید ہے۔ تائیز کے ۵ دروازے ہیں۔ ایک دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔ اور پانچ ہی بڑی مسجدیں ہیں۔ سب سے بڑی مسجد انام المظفر ہے اسکے دو بڑے مینار اور بارہ خوبصورت گہنڈیں ہیں۔



تائیز ایک ماہ میں علم و فضیلت کا مرکز تھا۔ اور اسکے کتب خانے تمام عرب میں مشہور تھے۔ یہاں بڑا بازار نہیں مگر چار یورپین دوکانوں میں جو یونانی کی ہیں تہذیب کی کل معمولی اشیا دستیاب ہو سکتی ہیں۔ ایک عالیشان حمام اور ایک فوجی ہاسپٹل عثمانی قبضہ پر شاہد ہیں۔ قلعہ میں ۳۱ سوپا ہی رہتے ہیں اور متصرف کا نفیس اور آرام دہ محل شہر کے باہر بنا ہوا ہے۔ ۲۶ جولائی کو میں تائیز سے چلا سواری کیلئے ایک فجر تھا۔ تیسرے روز ہم لمحہ بقیہ پہنچے۔ مجھے یہاں زبردستی شہر سے باہر اوتار گیا۔ کیونکہ گارڈ کو ہدایت تھی کہ مجھے شہر دیکھنے کی اجازت نہ دیکجائے۔ مینے یہ سلوک بہت بچپنی سے برداشت کیا میرے نوکر کو قید کر لیا گیا۔ کیونکہ اوسنے راستہ میں دیہات کے نام بتائے تھے۔ مینے حاکم سے درخواست کی۔ اور اپنے پروانجات راہداری کی بنا پر شہر میں سیر کرنے کے حق اور اپنے نوکر کی رہائی کا خواستگار ہوا۔ کچھ دیر بعد میری دونوں درخواستیں منظور کی گئیں۔ اس ظاہر ہے کہ مین کے حکام اجنبیوں سے بدظن رہتے ہیں۔ سینچر کے روز بارہ گھنٹے کے بعد ہم لوگ یرم میں داخل ہوئے۔ اور سہا بے لے اونٹ کا انتظار کرنے لگے۔ یہ ملک پرفضا اور زرخیز تھا اور ہر جگہ قہوہ کے باغات اور قات کے جہند دکھائی دیتے تھے۔ یرم میں ۲۱ سو مکانات ہیں۔ اس میں ایک قلعہ اور بعض عالیشان عمارتیں ہیں۔ عسے یرم کو جو شکر لگئی ہے۔ مین کے تمام حصوں سے اس کی سبزی نہایت عمدہ ہے۔ یہاں کوہسار اور وادیوں پر سبزی، نباتات اور پھول عجیب و غریب معلوم ہوتے ہیں۔ طرح طرح کے خورد و پھول نظر آتے ہیں۔ گویا یہ حصہ بہشت برین کا ثمر ہے۔

۲۹ جولائی کو اوتار تھا۔ اور یرم میں اس روز سخت سردی تھی۔ صبح کے وقت ٹمپریچر ۵۲ درجے تک اتر گئی تھی اور رات کی وقت دوپہل اوڑھنے کی ضرورت ہوئی۔ یرم کے تاجر بہ سبب سردی کے ۹ بجے اپنی دوکانیں کھولتے تھے۔ جب ہم یرم سے آگے کو روانہ ہوئے تو ایک بڑی سنگین سڑک کے پاس سے گزے جس پر ایک بے قاعدہ سا نقش ہے۔ عرب ادسکر حضرت علیؑ کا نقش قدم کہتے ہیں

جو عرب یہاں سے گزرتے ہیں اور سیریل چڑھاتے ہیں۔ راستہ ہمارا نشیب فراز سے گزر رہا تھا۔ ہم سے صنعا تک بلند میدان زیادہ ہموار ہے۔ جو اور گندم کے کہیت آج بہت نظر آئے۔ یہاں اونٹوں کے ذریعہ ابل جوتا کرتے ہیں۔ سمیٹے خمار میں مقام کیا جو سطح سمندر سے ۹ ہزار فٹ بلند ہے۔ یہ ایک بڑا شہر ہے اور اس میں ۳۰ مینار دار مسجدیں اور ایک بڑا بازار ہے۔ مکانات پتھر کے ساختہ ستہ منزلہ اور چار منزلہ ہیں۔ جو بہت ستہرے اور عمدہ ہیں۔ اندر کی طرف اس میں سفیدی پھری ہوئی ہے اور کھڑکیوں میں شیشے کی بجائے یمن کے شفاف جسیم پتھر کے ٹکڑے لگے ہیں۔ خمار سے سڑک شمال مشرق میں منامر اور النگیل پر سے دلائن کی طرف جاتی ہے۔ اور پھر شمال کی جانب صنعا کی طرف خمار سے دلائن تک ۳۵ میل فاصلہ ہے۔ اور دلائن سے یمن کے پائے تخت صنعا تک ۸۵ میل کا فاصلہ ہے۔ صنعا کے قریب ترکی تو پچانہ کیلئے سڑکیں عمدہ حالت میں رکھی جاتی ہیں۔ گو اس شہر میں پہلے دارگاڑیان نہیں چلتیں۔ دوم اگست روز جمعرات کو ہم بمبئی دروانے سے صنعا میں داخل ہوئے۔ ۳ سال قبل جب میں حدیدہ سے آیا تھا تو دوسری جانب سے اس شہر میں داخل ہوا تھا۔ اسوقت عربی بغاوت ہو رہی تھی۔ اور اب یمن خود قید تھا سب سے چوکی میں ایک پولس میں کے حوالہ کیا گیا تاوقتیکہ والی میرے مقدمہ کی تحقیقات نہ کرے۔ میرے ایک عدل کے یونانی دوست نے میری ضمانت دی۔ اور میں کیا گیا۔ ۱۹ روز تک میں شہر کی سیر کرتا۔ اور پھر یہودیوں سے ملتا رہا۔ ۴ اگست کو میں علی الصباح قریہ روضہ کی طرف ہوا خوری کیلئے گیا جو صنعا سے ۸ میل کے فاصلہ پر خوبصورت باغات کے درمیان واقع ہے۔ روضہ سے ایک کاروانی راستہ بخران کو گیا ہے۔ اس مقام سے جانب شمال ایک دلکش منظر پیش نظر تھا۔ ایک درخیز سطح مرتفع افق تک پہیلی ہوئی تھی۔ مسافر دور دراز کے سفر کے بعد ترکی حکومت سے آزاد ہو کر زبان میں پہنچ سکتا ہے۔ مگر یمن دیوالیہ ہو رہا تھا۔ اسلئے ملک میں سے گزرنا ناممکن تھا۔ میرے مفلس ہونے کی وجہ یہ تھی کہ یرم کے قبوہ خانہ میں

میرا روپیہ چوری ہو گیا تھا۔ اور میں صنعا میں مقروض ہو رہا تھا۔ میرے لئے سولے درویش کی صورت اختیار کرنے کے سفر کا کوئی اور طریقہ نہ تھا۔ ۳۱ اگست کو میں صنعا سے حدیدہ کی طرف روانہ ہوا۔ میں نے گورنمنٹ عثمانیہ سے ۲۰ ڈالر قرض لئے۔ اس وعدہ پر کہ امریکن قونسل خانہ میں ادا کرونگا۔ ہم معمولی ڈاک کے راستہ پر سفر کرنے لگے۔ ستغان اور بنعان کے درمیان سطح مرتفع ایک چراگاہ ہے۔ بدو لوگ پتھر کے مکاؤں میں رہتے ہیں اور اپنے بشتار ریوڑ و نکود مع میدان میں پالتے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں اونٹ گائے اور بھیر چڑھتے تھے۔ بنعان کے بعد ساحل کی طرف نہایت مشکل سے اترنا ہوا۔ پہاڑی راستہ سٹیڑیوں کی شکل میں تھا۔ اسکو ٹرک کہہ نہیں سکتے جا بجا ٹیلین اور قدمی محرابین آتی تھیں۔ زرخیز کوہستانی ڈابھوائین۔ ہر طرف میں تھیں۔ جسکو دیکھنے سے سو میز لینڈ کی وادیان یاد آتی تھیں۔ سوق النخعیس کے قریب ایک مقام پر پہاڑ کے چاروں طرف ۶ ہزار فیٹ کی بلندی تک چبوترے بنے ہوئے ہیں۔ ان چبوتروں کے بنائے ہیں بہت محنت اور ثابت قدمی نظر آتی ہے۔ چبوتروں کی دیواریں ۵ سے ۸ فیٹ تک بلند ہیں۔ مگر پہاڑوں کی چوٹیوں کے پاس بلندی ۱۵ سے ۸ فیٹ تک بھی چلے گئی ہے۔ یہ کہ درے بھرون سے بنائے گئے ہیں اور بغیر چوڑے اور لیستر کے قائم ہیں۔ ہر ایک دیوار پر اس کی بلندی سے دگنا چوڑا چبوترہ ہوتا ہے مجال نہیں کہ کسی چبوترے میں سوراخ تک نظر آئے۔ یمن میں بارش کے دو موسم ہیں۔ بہار اور خزان۔ جہاںچہ آب پاشی کے حوضوں میں پانی کثرت سے رہتا ہے۔ مگر باوجود زمین کی بے حد زرخیزی۔ اور باشندوں کی حیرت انگیز محنت و مشقت کے اکثر لوگ نہایت مفلس دیکھے گئے۔ اونٹنی خوراک ناقص اور لباس کپڑے خراب تھے۔ اس صوبہ میں گورنمنٹ کسی قدر ٹیکس زیادہ وصول کرتی ہے سوق النخعیس یا نخعیس ایک غلیظ موضع پہاڑ کی بلندی پر ہے جسکی اونچائی سطح سمندر سے ۱۵۰۰ فیٹ بلند ہے۔ یہاں سے مسفاک اور وادی دونوں کے راستہ سے منافہ کی طرف سفر کیا گیا ہے



جسکی بلندی ۶۰۰ فٹ ہے۔ یہ موضع ایک مختصر ٹیلے پر واقع ہے۔ مناخ قہوہ کی تجارت کا ایک مرکز ہے۔ اسکی آبادی ۱۰ ہزار نفوس کی ہے جس میں ایک ٹلٹ یہودی (اور باقی مسلمان ہیں) ہیں یہاں چار یونانی تاجر ہیں ۲ ہزار ترک فوج رہتی ہے۔ مناخ سے ساحل تک دو روز کا راستہ ہے اونٹ ۳ روز میں چلے جاتے ہیں۔ پہلی منزل حبلہ جو بلند پہاڑوں کے دامن میں واقع ہے وہاں سے باجیل جسکی آبادی ۲ ہزار ہے۔ باجیل کے باشندے تمام گورے ہیں اور وہاں کی بڑی دستکاری کپڑا رنگنا ہے۔ یہاں دہقان لڑکیاں منہ پر نقاب نہیں ڈالتیں۔ مگر وہ صاف باطن ہوتی ہیں۔

کپتان جی۔ اے۔ لیج میان کالج

شمال مشرقی عرب میں سب سے آخری سیاح کپتان جی اے لیج میان متعلقہ اہل سکس جنٹ نے اپنے سفر کے بعد جو لندن کے رائل جیوگرافیکل سوسائٹی میں اپنا کچر دیا تھا۔ میرے خیال میں یہ آخری سیاح ہے اسکے بعد اب تک کوئی دوسرا سیاح عرب کے حالات دریافت کرنے کیلئے نہیں نکلا۔ کپتان صاحب کہتے ہیں کہ میرا ارادہ پہلے ہی تھا کہ میں حامل رجیل شہر سے القاسم ہوتا ہوا ریاض کو جاؤں (اس راستہ پر ان سے پہلے دو ایک یورپین سیاحوں نے اپنا سفر کیا ہے) مگر چند ایسے مشکلات پیش آئے کہ مجھے یہ ارادہ قطعی ترک کرنا پڑا۔ لیکن اتفاق نے مجکو امیر حائل ابن الرشید کے کپ تک پہنچا دیا۔ امیر موصوف دوسرے عرب قبائل کی نسبت زیادہ طاقتور اور بارسوخ شخص ہے۔ اسلئے اس سفر کے حالات زیادہ دلچسپ ہونگے۔

یورپین سیاح جو جبل شمر کی امارت گماہ تک پہنچے ہیں وہ بالکل گنتی کے ہیں۔ ان میں سے آخر بیرن تولڈ ہے جو ۱۸۹۳ء میں گیا تھا۔ اوسکے آگے ۸ سیاح اور جا چکے ہیں۔ یہ سب حائل کو شمال یا مغرب سے آئے اور ان میں ۴ بغداد کو واپس چلے گئے جبکہ نام یہ ہیں۔ والرشید ۱۸۹۳ء میں۔ بلنٹس ۱۸۹۴ء میں۔ ہو ۱۸۸۱ء میں اور بیرن تولڈ ۱۸۹۳ء میں۔ یہ تمام اون تین راستوں میں سے شاید کسی ایک پر سفر کئے ہونگے۔ جو حائل سے مشہد علی (نخف) اور بغداد کو گئے ہیں۔



گذشتہ موسم خزان میں قبائل شمر کے لوگ ایک بڑی تعداد میں دریائے فرات کو عبور کر کے جزائر عراق میں چراگا ہونکی تلاش میں آئے۔ میری اگلی دوستی کے لحاظ سے اونکے شیخ نے مجھ کو اجازت دی کہ میں اونکے ساتھ جب وہ حائل کو واپس چلیں تو ہمراہ جاسکتا ہوں۔

میں ۶ جنوری ۱۹۱۷ء کو بغداد چھوڑ کر کربلا سے ۶ میل کے فاصلہ پر مقام شامی میں بدون سے آ ملا۔ اونکا کمپ ابو واپس نامی تالاب کے کنارے واقع تھا یہ تالاب ایشیائے ترکی کے نقشہ پر حجازی جیوگرافیکل سوسائٹی نے شائع کیا ہے بتلایا گیا ہے (کل کمپ میں ۲ سو خیمے تھے اونہیں جبل شمر کے چار بڑے قبائل شامل تھے ان چاروں میں عبیدہ قبیلہ کی تعداد زیادہ تھی۔ ہم آہستہ آہستہ جنوب مغرب کی طرف سفر کرتے ہوئے ضلع الوادیان کو پار ہوئے۔ یہ ضلع جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کنکولون سے بہرا ہوا رنگستان ہریمین سلسل وادیان مشرق اور شمال مشرق کی طرف جاتی ہوئی ملتی ہیں جہاں دریائے فرات میں ملگتی ہیں۔ حال کے سیاح جنکو ان وادیوں سے گزرنے کا اتفاق ہوا ہے وہ بھی کہیں گے کہ اکثر یہ وادیان راستہ ہی کے رینگ میں جذب ہو جاتی ہیں۔ کوئی وادی دریائے فرات تک جا کر نہیں ملتی ہے۔ یا یہ سب ایک ہو کر رہ جاتی ہے۔ میں نے جس وادی میں سفر کیا تھا وہ ایک ہی تھی اور اسکا نام وادی الخار تھا۔ اسکو میں ہی سب سے پہلے دریافت کیا ہے اور اسکے دریافت کرنے سے جغرافیائی معلومات میں ایک مزید اضافہ کا باعث ہوا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ جوف اور نجف کے درمیان تھوڑے تھوڑے دور پر ان وادیوں میں میدان فرات کے نزدیک پانی مل سکیگا۔ بدو کہتے ہیں کہ وادی الخار کا سرچشمہ جوف کے نزدیک واقع ہے۔ اور یہ بحر الخف میں شامل ہوتی ہے۔ اس وادی کا دامن ۴۰ اور ۵۰ میل تک چوڑا ہے۔ میں نے اس وادی کے کنارے کنارے برابر ۳۰ روز تک سفر کیا۔ موسم خزان کی بارش کے بعد پانی آسمان چند ہفتوں تک ہوتا ہے۔ اور اکثر جگہ پر ہمیشہ سال بہر کسی موسم میں چند قدم کہو دنیسے پانی میسر آسکتا ہو۔ اگر اس سے قطع نظر کی جائے تو ضلع الوادیان

ایک بے آب گیارہ بجز زمین ہے۔ کیونکہ ہم کو ۱۸ دن کے سفر میں صرف ۶ کنوئین ملے۔

۵۔ فروری کو ہم سامت کے کنوئین پر پہنچے جو حائل اور شہد علی کے راستہ پر مغربی حد پر واقع ہے۔ اکثر نقشوئین اس راستہ کو درب الغزال کے نام سے لکھا گیا ہے۔ حالانکہ عرب اس نام سے بالکل ناواقف ہیں۔ یہ راستہ سب راستوں سے لنبا اور بالکل غیر آباد ہے۔ مگر دو سکر راستوں کی بہ نسبت یہ زیادہ محفوظ ہے۔ سیاح و آلن حائل سے واپس ہوتے وقت یہاں سے ۱۸۴۸ گزرا تھا۔ ہم جس وقت یہاں پہنچے تو وادی فرات کے میدانی عربوں کا کیا مپ تھا۔ یہ لوگ موسم بہار میں ریگستانوں میں اپنے بکرے اور ریوڑوں کے لئے چراگاہ کی تلاش میں نکلتے ہیں انکے پاس اونٹ نہیں ہوتے۔ اور یہ لوگ اوایل موسم گرما میں جب بہار ختم ہونے لگتی ہے تو واپس ہوتے ہیں۔ یہ لوگ بدوؤں کی نسبت خوب صلح رہتے ہیں اور ہمیشہ ابن الرشید کے اون کاروان کو جو شہد علی کو جاتے ہیں لوٹ لیا کرتے ہیں۔ سامت سے جب ہم اوس راستہ پر گزے جو خازل کے کنوؤں کے قریب جاتا ہے۔ تو جیسے جیسے ہم آگے بڑھتے تھے زمین زیادہ سخت اور سنگلاخ ہوتی جاتی تھی اور اکثر اسکا سلسلہ پانی کے بہاؤ سے ٹوٹ جاتا تھا۔ المجامیر کے نزدیک ہم کو ایک اور وادی ملی جسکا نام المسیب تھا اور یہ بحر النجف میں داخل ہوتی ہے۔ المجامیر کے نزدیک ہم کو سیکڑوں ٹیلے جنگی چوٹیاں چھٹی تھیں ملے۔ نبوا کے سبب انکی مٹی اوڑ لگئی تھی اور یہ برہنہ ہو گئے تھے بعض بعض تو ۴۵ فٹ تک بلند تھے۔ یہ تمام ملک قبیلہ عنیزہ کے قبضہ میں اس طرح ہے کہ یہ لوگ یہاں کی چراگاہ اور پانی پر بالکامہ حقوق رکھتے ہیں۔ قبیلہ عنیزہ اور قبیلہ شمر میں موروثی دشمنی چلی آتی ہے۔ مگر ریگستانی اصول کے بموجب ان دونوں میں ایک معاہدہ ہو چکا ہے۔ کہ عنیزائی لوگ قبیلہ شمر کے افراد کو جنکے ساتھ میں سفر کر رہا تھا سلامتی سے گذر جانے دیں۔ حائل کے نزدیک ہم فرقہ سلالب کے چند لوگوں سے ملے جسے سنا گیا کہ قبیلہ عنیازی سوائے ایک فرقہ کے جو جنوب طرف امیر ابن الرشید پر حملہ کی غرض سے بڑھ رہا ہے۔ ۳ مہینے قبل قبائل غیر

کا ایک فرقہ روئیدہ نامی جو جوہر کے نزدیک رہتا تھا جوہر پر حملہ کر کے اس پر قابض ہو گیا۔ ابن الرشد کے بیٹے کو قتل کر کے انکا شیخ ابن سیلان نامی نے اپنے بیٹے کو وہاں کا حاکم مقرر کر دیا۔ اس جرات پر قبیلہ عنیزہ اب حائل پر حملہ کرنے کی نیت سے بڑھ رہا ہے۔ اور ابن مسعود امیر ریاض بھی اونکی کمک کو جنوب کی طرف سے آ رہا ہے۔ ۱۲ فروری کو علی الصباح پہنے عنیزہ قبیلہ کے لوگوں کو دیکھا۔ مگر بد قسمتی سے فرقہ روئیدہ جو معاہدہ سے ناواقف تھا۔ بالکل قریب گیا۔ اونکے سواروں نے ہمپر (شمر) حملہ کر کے شام ہونے تک کل سامان کو لوٹ لیا۔ مین اور تین آدمی اونسے نظر بجا کر امارت گاہ تک پہنچ گئے جہاں امیر محمد بیگ بھی بڑی مہربانی سے پیش آیا۔ اس مذکورہ بالا لڑائی کا حال امیر موصوف کو جب معلوم ہوا تو اونسے فوراً گوش کر کے تمام مال و اسباب جو لوٹ لی گئے تھے واپس منگا لیا۔ عنیزہ قبیلہ اس وقت کام قبائل میں سب سے بڑا ہے شیخ نے مجھے کہا کہ مین نے بھی اس قبیلہ کی اتنی بڑی تعداد کو نہیں دیکھا جو آج میدان جنگ میں شامل ہوئی تھی۔ ریگستان میں جہاں تک نظر جاتی تھی عربوں کا ایک دریا اُٹا چلا آ رہا تھا۔ ہر ایک فرقہ جدا جدا اپنی اپنی راہ پر بڑھ رہا تھا۔ قاعدہ کے بموجب سوار سب آگے تھے اور اونکے بعد سائڈنی سوار اور اونکے بعد حیدرہ سوار اونکی جماعت جس میں فرقہ روئیدہ کا ایک محل نظر آیا جو شتر مرغ کے برون سے ڈھنپا ہوا تھا۔ یہ ایک لکڑی کی نشست گاہ تھی جس میں اونکے شیخ کی ایک ناکھڑا لڑکی بیٹھی ہوئی میدان جنگ میں رزمیدار شوار بڑے دردمند لہجے میں سنا کر لڑنے والوں کے حوصلے بڑھا رہی تھی۔ بدوؤں کی لڑائی میں اکثر اس قسم کا محل ساتھ رہتا تھا۔ مگر آجکل سوائے فرقہ روئیدہ کے اور کسی میں بھرواج نہیں ہے۔ یہ لوگ قبیلہ شمر سے لڑتے ہوئے تیسرے دن درب الزبیدہ نامی راستہ پر جمہیمہ گاؤں میں پہنچے۔ درب زبیدہ پر جو مشہد علی سے حائل ہوتا ہوا جبل شمر پر سے مدینہ منورہ جاتا ہے۔ اس پر وہ حاجی سفر کرتے ہیں جو ایران اور بغداد سے (کر بلائے معلے ہوتے ہوئے) آتے ہیں سیاح بلوٹ اور ہوبہر حائل سے واپس ہوتے وقت اسی راستہ سے گزرتے تھے۔ اس راستہ کا نام خلیفہ

خلیفہ مارون الرشید کی چاہتی ہوئی زبیدہ خاتون کے نام پر رکھا گیا ہے۔ کیونکہ اسی خاتون نے اس رگیستانی راستہ میں مسافروں کے آرام کیلئے کنوئیں اور سرائیں بنوائے تھے۔ کئے بار حملہ آوروں نے اور وہابیوں نے خصوصاً ان کنوؤں کو توڑ دیا۔ اب فقط ایک کنواں باقی ہے۔ یہ کنواں چونکہ ایک نشیب میں واقع ہے اس سبب سے پانی اس میں ہر طرف سے اکڑ جمع ہوتا ہے۔ اترنے کیلئے سیڑھیاں لگی ہوئی ہیں۔ اور کنارے پر چاروں طرف لٹکی ہوئی ہیں۔ یہ کنواں ۹۰ فیٹ گول ۲۰ فیٹ عمیق ہے۔

ہم کو جہیمہ میں خبر ملی کہ امیر ابن الرشید حائل سے دو دن کے فاصلہ پر ہے۔ یہ خبر سنستے ہی عنیز ایون نے اپنا جنگی کپ درست کر لیا۔ اس نشیب میں جہان کنواں تھا۔ میں نے سرسری طور پر ۳۳ ہزار خیمے شمار کئے۔ ان میں ہر روز ریاے فرات کے میدانی عربوں کے قبائل لوٹ مار کی حرص سے اکڑ جمع ہوتے جاتے تھے۔ یہ لوگ نسبت بدوں کے زیادہ مسلح اور طاقتور ہیں اور میدان جنگ سے نہیں بہا گتے ہیں جیسا کہ بدو کرتے ہیں۔ میدانی عربوں کا جب کوئی گروہ کپ میں داخل ہوتا تھا تو اونکی آمد کی خوشی اور حیرت مقدم میں بدو اپنی بند و قون سے دھواں دھار فریر کرتے تھے۔ یہ گروہ جب آتا تو سیدھا شیخ کے خیمہ کے پاس جا کر غرہ جنگ بلند کرتا اور لوگ ناچتے گاتے اور بند و قین اڑاتے تھے۔ انکو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ انکی گولیاں کہاں گرتی ہیں ان باتوں سے پایا جاتا ہے کہ عنیازی بالکل نا تجربہ کار ہیں۔ اس طرح جب چند دن گزر گئے تو ایک روز یکایک بہت بہاری فائرنگ کی آواز آئی۔ ہر ایک نے بھی سمجھا کہ میدانی عربوں کا کوئی اور بازہ گروہ آیا ہوگا۔ مگر یہ دراصل امیر ابن الرشید تھا جو یکایک اس طور سے آگیا۔ اندھیرا ہو جانے کی وجہ سے اس کپ پر حملہ نہ کر سکا دوسرے روز علی الصباح قبیلہ شمر کے سردار نے عنیز ایون پر حملہ کر دیا اور کل مال و سباب لوٹ لئے۔ عنیزانی فرار ہونے لگے۔ صرف مرثے اور لاشوں سے پتہ چلتا تھا کہ عنیازی قبیلہ کا نالیشان و وسیع کپ ہجگہ نصب تھا بلحاظ حمیت ابن الرشید نے حکم دیدیا کہ کوئی شخص عنیازیوں کے خیموں کو ہات نہ لگائے۔ اس واقعہ کے بعد میں ابن الرشید کے کیا مپ کو ایرویلے میں نہا گیا۔ یہاں کا کنواں شکستہ ہے۔



حائل کا موجودہ امیر عبدالرشید اپنے باپ امیر عبدالعزیز کے ۱۹۰۶ء میں میدان جنگ میں مارے جانے کے بعد اوسکا جانشین بنا۔ کسب میں داخل ہوتے ہی میں امیر کی خدمت میں پہنچا یا گیا۔ امیر سعود کی عمر (اسوقت) ۳۲ سال کی تھی۔ یہ نہایت خوبصورت اور عمدہ سوار ہے۔ زائل بن سحبان اس کے بازو بیٹھا ہوا تھا۔ اور یہی امارت کا سرپرست ہے۔ اسکی عمر تقریباً ۳۳ سال کی ہوگی۔ باوجود اس کم عمری کے اس نے دل و دماغ والا شخص اب تک کوئی امارت حائل میں نہیں گذرا۔

اگلے دن میں تمباکو کثرت سے استعمال ہوتا تھا۔ مگر بعد میں موقوف ہو گیا۔ مگر اب پہر اسکا استعمال شروع ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ امیر کے دیوان میں کئے ایک لوگ سگریٹ پی رہے تھے۔ جب میں داخل بن سحبان کے خیمہ کو گیا تو وہ ایک عمدہ سگریٹ بتا ہوا بیٹھا تھا۔ مجھے مصافحہ کے بعد گھنٹہ کھینے کی آرزو کیا۔ پہنے ترکی طریقہ پر یہ کھیل کھیلے۔ آجکل امارت حائل کے پولیٹیکل اور مذہبی تعلقات بد لگے ہیں۔ اب وہاں یروہابی اثر دن بدن کم ہوتا چلا ہے۔ اور وہ اگلی عداوت اور دشمنی جو دولت علیہ عثمانیہ کے ساتھ وابستہ تھی اب دوستی سے تبدیل ہو گئی ہے۔ زائل بن سحبان جب کبھی آستانہ کو خط لکھتا ہے تو دولتنا کے خطاب سے مخاطب کرتا ہے۔ یہاں تک فوجی طریقہ اسطرح ہے کہ فی گہرا ایک مرد انتخاب کے لیا جاتا ہے اور بعض بڑے بڑے خاندانوں سے دو دو شخص بھی لے لئے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کو ہتھیار و لباس کے علاوہ ماہوار قریب ۱۲ روپیہ کے ملتا ہے۔ انکو ہر وقت جنگ ال غنیمت میں سوار کر دیا جاتا ہے۔ اور تمام چیزیں لوٹ لینے کی اجازت ہے۔ اکثر فوج اور لوگوں سے بنائی جاتی ہے جو ابن الرشید کے خاندانی غلام ہیں یہ لوگ اچھی طرح مسلح اور عمدہ سوار ہیں۔ قبیلہ شمر کے کسب میں کل خیمہ سفید کیا زویر کے اور عنیازی بدو دن کے خیمے سیاہ بالوں کے تھے۔ عنیازی بدو جنگ میں زیادہ تر لوٹ مار پر خیال رکھتے ہیں۔ مگر شمر کے لوگ جب تک دشمن کو مار نہ لیں اس پر خیال نہیں کرتے۔ عام قیدیوں کا سر کاٹ لیا جاتا ہے مگر شیوخ کو کبھی کبھی (ایک خاص معاہدے سے) معاف بھی کر دیا جاتا ہے۔ خاص مہمانوں کو ایک علیحدہ خیمہ

دیا جاتا ہے۔ اور عام مہمان کل ایک خمیہ میں رکھے جاتے ہیں۔ مگر سب کو کہانا امیر کے باورچی خانہ سے دیا جاتا ہے۔ عام مہمانوں کی تعداد کسی وقت ۶۰ اور ۷۰ سے کم نہیں ہوتی۔ پیر شب امیر کے دیوان خاص میں مجلس قائم ہوتی ہے جس میں زیادہ تر تاریخی واقعات اور جنگی تذکرے رہتے ہیں جو اس قبیلہ میں آگے ہو چکے ہیں۔ ان مجلسوں میں شاعر قصیدہ پڑھتے اور انعام پاتے ہیں۔ اگر ان کو انعام نہیں ملتا تو ہجو لکھ کر دشمن کے قبائل میں جا کر پڑھتے ہیں (ایسا کر نیسے فریق اول ہذامی کا باعث ہے۔ اس لئے ان کو انعام کچھ خوش کرتے ہیں) حامل کے لوگ ناز کے بڑے پابند ہیں۔ حتیٰ کہ کپ میں بھی برابر یا بچوقت موذن اذان دیتا ہے۔ اور مسجد میں لوگوں کی حاضری بھی جاتی ہے۔ غیر حاضر لوگوں کو سزا دی جاتی ہے۔ باوجود پابندی صوم و صلوٰۃ کے انہیں عراقی عربوں کے مانند مذہبی تعصبات لگاتار نہیں ہوتے۔ میرے پنج ہفتہ قیام میں میں نے کسی مذہب عیسائی کے خلاف کچھ کہتے ہوئے نہیں سنا۔ مجلس میں بھی اس کا تذکرہ نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص مذہبی معاملات میں۔ مجھے کوئی سوال کرتا تھا تو شیوخ اور خود زائل او سکوروک دیا کرتے تھے ملا اکثر میرے خمیہ میں آکر میرے ساتھ کہانا کھاتے اور چار پیتے تھے۔ جس وقت میں امیر سے رخصت ہوا تو انہیں اکثر مجھے آکر ملے۔ انہوں نے اپنے اس بڑاؤ اور جہل سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ وہ عیسائیوں کو اہل تشیع پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور عیسائیوں کے یہاں کہانا شیعوں کے یہاں کہانے سے بہتر سمجھتے ہیں۔ اس عرصہ میں ہمارا کاروان مختصر منازل طے کرتا ہوا ہجیرا کی سنگلاخ زمین میں داخل ہوا۔ ہجیرا نفود اور شام کے درمیان ہے۔ پانی یہاں کثرت سے ملتا ہے۔ اکثر جگہ پر شکستہ سنگی عمارات ہیں اور انکی تعداد ۳۰ اور ۵۰ کے درمیان ہے۔ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ کسی وقت پر بڑی آبادی تھی۔ بدو کہتے ہیں کہ اسلام کے آگے سے یہ جگہ آباد تھی مگر قحط کی وجہ سے ویران ہو گئی ہے وسط ماہج میں ہمارے قافلے نے ہجیرا چھوڑ کر لینیا (Linnia) کے مشہور کنوؤں پر قیام کیا جو نفود اور ہجیرا کے درمیان ایک وادی میں واقع ہیں۔ یہ کنوئیں پانچ یا چھ میل کے وسیع قطع میں

سفید پتھروں سے بنے ہوئے ۲۰ سے ۳۰ فیٹ تک عمیق ہیں۔ مگر نیچے اونچی گہرائی بمشکل ۱۰ فیٹ سے زیادہ ہوگی۔ اسکے قریب میں بہت سے سنگی عمارات کے کنبڑ رات ہیں۔ ان کنوؤں پر اب تک سوائے میرے دوسرا کوئی یورپین سیاح نہیں گذرا ہے۔ ہوہر اور والن یہاں سے چند میل کے فاصلہ پر سے گزرتے ہیں۔ بدوی عرب کہتے ہیں کہ اس ریگستان میں جب لیمان بن داؤد علیہا السلام کا گذر ہوا تو وہ پیاس سے بقیاب ہو گئے کہیں پانی نہیں ملا۔ تب اپنے ماتحت جنوں کو حکم دیکر ایک گھنٹے کے عرصہ میں ان کنوؤں کو طیار کر دیا تھا۔ ایسی سنگلاخ اور سخت زمین میں انسانی ماتھے کچھ کام نہیں کر سکتے ہیں۔ لیٹنا دربار اسلام راستہ پر ہے۔ یہ راستہ حائل کے مشرقی جانب سے مشہد علی کو جاتا ہے۔ ہیکو اسجگہ حاجون کا ایک کاروان ملا جو مدینہ (منورہ) سے مشہد علی کو واپس جا رہا تھا۔ ملک کی بد نظمی کی وجہ سے اس راستہ پر سال سے آمد و رفت موقوف ہے۔ لوگ آجکل براہ سمندر یا دمشق ہو کر جانا اچھا سمجھتے ہیں۔ چونکہ اس راستہ سے حج کو جانے میں امیر ابن الرشید اور اہل حائل کو بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں اسلئے وہ اس راستہ کی بہت حفاظت کرتے ہیں اور محصول بالکل کم لگایا جاتا ہے۔ اگلے دن میں حائل کے حکمران حجاج کو لوٹ کر بالکل تباہ و تاراج کر دیتے تھے۔ مگر آجکل فی کس محصول صرف ۳۳ روپیہ لیا جاتا ہے۔ اسلئے علاوہ حاجون کو مدینہ (منورہ) سے مشہد علی تک انٹ کا کرایہ تقریباً ۳۷ روپیہ (میری رائے میں غلط معلوم ہوتا ہے) کیونکہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تک ۳۰۰ سو میل کے فاصلہ کو ۵۵ روپیہ لائے جاتے ہیں تو اسقدر دور و دراز مقام کیلئے کیونکر ۳۷ روپیہ ہونگے) ہوتے ہیں۔ ان کاروانوں میں زیادہ تر تعداد شیعوں کی ہوتی ہے۔ ہنسے عرب بہت نفرت کرتے ہیں۔ قافلہ راج سے جدا ہو کر ہم نفوذ پہنچے۔ یہ ریگستان جسکو یہاں وہاں کہتے ہیں ہجیرا اور لئے ننا کنوؤں کی وادی کے درمیان وسط میل چڑا ہے۔ یہاں کی زمین زیادہ سنگلاخ اور سخت ہے۔ ریگ بالکل ہلکی سرخ رنگ کی زردار ہے۔ مگر بدو کہتے ہیں کہ نسبت شمال کے زیادہ سرخ ہے۔ یہاں نشیب فراز اسطرح ہے کہ بالکل تہوڑی



فاصلہ کے اندر دو تین سو فیٹ کا فرق پایا جاتا ہے۔ موسم میں بدو یہاں زیادہ تر آتے ہیں۔ کیونکہ یہاں اونکے جانوروں کیلئے کثرت سے چارہ ملتا ہے۔ مختلف بوٹیاں اور پہولدار درخت بھی کثرت سے ہیں۔ میں نے زائل بن سبحان سے کئے دفعہ درخواست کی کہ وہ مجھ کو حامل تک جو یہاں سے سوانہ کی راہ پر ہے بچھائے۔ مگر اس نے ہر دفعہ یہی کہہ کر ٹال دیا کہ آج کل راستہ مخدوش ہے۔ دراصل اوسکا راڑو مجھ کو حامل بھیجنے کا نہیں تھا۔ چنانچہ ایک دن علی الصباح اُس نے مجھ کو بلوا کر کہا کہ ایک قافلہ یہاں سے زبیر کو جو بھرہ کے نزدیک جانیا والا ہے ہم اوسکے ساتھ فوراً واپس چلے جاؤ اور اوس نے یہ بھی کہا کہ اگر میں واپس جاؤں تو میرا کل مال اور جان اوسکے قبضہ میں ہے۔ گزشتہ سیاحوں کی حالت دیکھتے ہوئے مجھے نہایت تعجب ہوا کہ میرا مال کس طرح اب تک حفاظت سے ہے۔ شیوخ نے کئے بار مجھے کئے ایک حیرین منگوا کر دیکھیں مگر احتیاط سے واپس کر دیا کرتے رہے۔ مگر دوسروں سے اتنی بات مجھے معلوم کر دی گئی کہ فلان فلان چیز قابل تحفہ ہیں (اس اشارے پر کچھ ارک کو لازم تھا کہ اوس احسان کے بدلہ میں جو اوس نے ان بدوی اعراب کے زیر حمایت اتنے روز آرام سے رہا ہے ساری چیزیں دیدیتا۔ بدوؤں نے نہایت ہی شرفیاء نہ ہر تاؤ کیا کہ اوس کو نہ لوٹا ورنہ بقول اُسکے کل جان و مال اوسکا اونکے قبضہ میں ہی تھا) غرض میں دوستانہ طور پر اوس سے نصحت ہو کر شمر کے ایک قافلہ کے ساتھ ارقاہی کو واپس ہوا۔ ارقاہی بڑا سکس شیوخ کے درمیان واقع ہے۔ ہم جلد جلد سفر کرتے ہوئے نفوذ سے گذر کر ہجیرا ہوتے ہوئے درات پہونچے اور وہاں سے بے آب گیاہ کنکروں کے رگستان کو قطع کرتے ہوئے ہم سیدون باشا قباہل متفیق کے شیخ کے کپ میں پہونچے۔ یہ قبائل جزائر عراق کے جنوبی حصہ میں جتے ہیں۔ انکی تعداد بہت بڑی ہے اور یہ بہت طاقتور ہیں۔ سیدون پاشا اس وقت جنگی کپ میں مبارک بن صلاح اور ابن سعود امیر ریاض کے حکم کا انتظار کر رہا تھا۔ یہ دونوں امیر اوسپر چند دن بشیر حملہ آور ہوئے تھے۔ مگر سخت نقصان کیساتھ سببا کر دئے گئے۔ واقعی عربوں کیلئے یہ ایک بہت بڑا نقصان تھا کہ کیونکہ میدان



جنگ میں قریب لاشوں کے پڑ گئے تھے۔ پہرہ خبر پہنچی کہ مبارک اور ابن سعود پہر حملہ کرنے کے لئے طیارہ ہوا کر آئے ہیں۔ سیدوں پاشا کے ہمراہ ریکرو میں نے ایک ایسا واقعہ دیکھا جو دوسرے سیاحوں نے اسکا بالکل ذکر نہیں کیا ہے۔ اگر لڑائی میں دشمن کا کوئی آدمی قید ہو جاتا ہے تو اسکی رہائی کیلئے اسی قید کا ایک شخص رات کی وقت گرفتار کرنے والے قبیلہ کے شیخ کے خیمہ پر آکر اسکی ہجو میں شاعر گاتا ہو جس میں اپنے قیدی اور قبیلہ کی بہت تعریف ہوتی ہے۔ ایسا واقعہ کہی کہی پیش ہوتا ہے تو اسکی بہت شہرت ہو جاتی ہے اور اس طرح سے چٹرالانے والیکی تمام قبیلہ میں زیادہ تعریف ہوتی ہے۔

سیدوں پاشا میرے ساتھ نہایت مہربانی سے پیش آیا۔ میں وہاں سے سفر کرتا ہوا دریا فرات پر سوا کے قریب گیا جہاں سے میدان بغداد کے شیعوں میں ہوتا ہوا بغداد آگیا۔ دوران سفر میں کیا عربوں کے بہت سے حالات معلوم کئے جن کا حال دوسروں کو بہت کم معلوم ہے۔ تعجب سے سنا جائیگا کہ پچھلے صدیوں کے آگے کے حالات کو بخوبی جانتے ہیں اور یوروپین کی نسبت کچھ بھی نہیں جانتے۔ سلاطین ہمیشہ پانچ چپے کی تعداد میں سفر کرتے ہیں۔ انکے پاس صرف گدھے اور خچر ہوتے ہیں۔ یہ لوگ مشہور کنوؤں پر نہیں آتے بلکہ ہمیشہ غیر معلوم جگہ بانی کی تلاش کرتے اور وہاں قیام کرتے ہیں۔ لہذا انکو ملک کے چپے چپے کی خبر ہے۔ اونکا لباس ایک لمبی عبا اور شکار کی وقت اوپر ایک قسم کا چنہ پہنتے ہیں جس کا وہ غزالوں کے مندوں کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔ عرب اس قبیلہ کی بڑی تعریف کرتے ہیں کہ انکی بود و باش اور خوراک اچھی ہے۔ یہ ہمیشہ گوشت کھاتے ہیں۔ وہی پیتے ہیں انکے حالات سوائے بنی قحطان کے جو جنوب مغربی عرب میں جیتے ہیں باقی سب قبائل کو معلوم ہیں۔ (دیکھ میان)

نامعلوم عرب | سفر حجاز کو جانے کے قبل ہی میرے مجھے اس بات کا زیادہ شوق رہا کہ جتنی معلومات عرب کی مجھے وہاں ملین حاصل کروں۔ اسی خیال سے میں بہت سی انگریزی کتابیں اور یوروپین سیاحوں کو سفر ناموں کو دیکھتا رہا۔ اتفاق سے مجھ کو ایک انگریزی کتاب پیریشن آف عربیہ میں نامعلوم

حصہ عرب کا حال یکساں خیال ہوا کہ اگر ممکن ہو تو اس حصہ کے مزید حالات حجاج سے دریافت کروں انہوں نے مجھ کو زبان کی ناواقفیت سے اس میں پوری کامیابی نہیں ہو سکی مگر جو کچھ کہ میری اس حصہ کی متعلق تحقیقات سے وہ ناظرین کی آگاہی کیلئے پیش کرتا ہوں۔ روئی زمین کے ہر حصہ پر یورپین سیاحوں نے اپنی معلومات کو وسیع کرنے کے خیال سے آئے دن تکالیف اٹھا کر جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ قطب شمالی و جنوبی کے نزدیک تک ہو آئے۔ اور بہتوں نے اپنی عزیز جانوں کو ایسی تحقیقاتوں میں کہو دیا۔ مگر ملک بے بین اور نکو اس قدر کامیابی نہیں ہوئی جس قدر کہ ہونی چاہئے تھی۔

ملک بے اپنے جغرافیائی راز کو صرف اپنے نامعلوم اقطاع میں پوشیدہ رکھا ہے۔ ایسی سرزمین جسکی قدرتی بناوٹ محدود ہو۔ جہاں رنگ موج در موج تو دو نکی شکل میں پھیل گئی ہو۔ جہاں زمین اپنی فطرتی حالت کی وجہ عجیب سم کی شکل پیدا کر لی ہو۔ جہاں کے نباتات و معدنیات سے دنیا ناواقف ہو اور جہاں بڑے بڑے دریا اور نہریں نہ ہوں۔ وہاں ایک سیاح کو اپنی دلچسپی کا کل سامان مہیا ہوا اور اسکے روبرو زمین کا ایک خوشنما منظر موجود ہو۔ اور ساتھ ہی اوسکو اپنی موت و زندگی کا مرحلہ کسی نامعلوم ریگستان یا بے آب گیاہ میدان پر طے کرنا ہو تو اکثر ان وادیوں میں وہ بات ہو جاتی ہے جسکی دریافت کیلئے اس قدر دور و دراز کا سفر طے کر کے آتے ہیں۔ اور کہی فتح مند ہو کر واپس بھی جاتے ہیں۔ مگر حصہ نامعلوم عرب ایسا نہیں ہے۔ اسکے شمالی حصہ کے ہزار ہا میل سے مغربی آنکھیں نہ ہٹا سکتا ہیں۔ مگر سیاح چونکہ داوی نفود کے دونوں کناروں سے گزرے ہیں لہذا وہ اندرونی حصہ کا فرضی نقشہ بنا لیتے ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ بالکل غلط ہو۔ اور اس میں آبادی کثرت سے ہو مگر یہ نامعلوم حصہ صوبہ حجاز، حیر ابو عریش، حضرموت، عمان اور ترکی صوبہ نجد کی سرحدوں سے ملا ہوا ہے۔ گویا یہ سب ایک محدود ہیں۔ ان حدود کا متعدد یورپین سیاحوں نے جنکے نام کسی اور جگہ لکھا ہوں۔ مختصر پیمانہ پر نقشہ بھی بنایا ہے جنہیں بعضوں کے پاس بالکل نا کافی سامان نقشہ کشی کا تھا۔ اور ابھی تک لان کے دریا

تالاب اور پہاڑوں کی نسبت یقینی طور پر کچھ معلوم نہ ہوا۔ اور جو چیز معلوم ہوئی ہے وہ پہاڑ کے روبرو پیش کر دی گئی ہے۔ یہ نامعلوم حصہ عرب تہوار عرصہ ہوا کہ بالکل نزدیک سے دیکھا گیا۔ گود پینے والوں کی تعداد بالکل گنتی کی ہے (تاہم اونکے خیال میں) اچھی طرح دیکھ لی گئی ہے۔ زمین وسیع ہے مگر ناکافی سامان کی وجہ سے اسکا صحیح نقشہ اتر نہ سکا۔ سیح پوچھو تو اگر سائنٹفک نظر سے اسکو دیکھا جائے تو عرب کا حال کچھ بھی معلوم نہیں ہوا ہے۔ کل جزیرہ نما کا ایک سو ان حصہ بھی یا ضعی صاحب صحیح طور پر معلوم نہیں کیا گیا۔ اور نہ صحیح نقشہ اسکا کسی نے اب تک بنایا۔ کسی جگہ کالانی ٹیوڈ یا لانگی ٹیوڈ یقینی طور سے قائم نہیں کیا گیا یوں تو برائے نام بہت سے لوگوں نے ابزر ویشن لیا ہے۔ میرے خیال میں ملک عرب کا ٹرینگولیشن کیا جائے تو موجودہ مقامات عرب میں بہت کچھ فرق دکھائی دے گا۔ بڑے بڑے شہر اور قصبات اپنی فرضی مقرر کردہ جگہ سے کوسوں دور جا پڑینگے۔ کرنل بیلی صاحب نے ۱۸۹۵ء میں چند مقامات پر ابزر ویشن لیا تھا مگر اس میں بھی بہت سی غلطیاں تھیں۔ کیونکہ یہ کام بہت جلدی میں کیا گیا تھا۔ بس اسی بنا پر اگلے سیاحوں نے اپنی عقل کے زور پر اندرونی حصہ کا اندازہ لگا لیا ہے۔ پہاڑ اور وادیوں کے نقشجات مرقعہ پر نہیں بنائے گئے ہیں اسلئے اگر افسانہ منانی کا کام لیا جائیگا تو ضرور غلطی ملیگی۔ میں اس مختصر سفر میں جو نقطہ جہ سے مکہ معظمہ و طائف شریف اور ہرمکہ سے مدینہ منورہ و دمشق تک میری عمیق نظر سے برابر زمین کو دیکھتا گیا تو کسی جگہ پر بھی موجودہ نقشہ کے مطابق نہیں پایا ہوں۔ اگر ملک عرب کا صحیح نقشہ بنایا جائیگا تو موجودہ نقشہ کمرہ ارض پر بہت کچھ تبدیلیاں کرنی پڑینگی۔

ابھی ہم عرب کے بہت سے حصہ شمالی و جنوبی کے حالات سے بالکل ناواقف ہیں اور اونکو حذو و بھی صحیح طور پر معلوم نہیں ہوئے ہیں۔ شمالی نفود کے وسیع ریگستان سے قطع نظر کرتے ہوئے کل مغربی میدان اور جانب جنوب سمندر کی طرف زمین کا ڈھلاؤ۔ اور جبل شیر اسے میں تک کی حالات



بھی ہم بے خبر ہیں چونکہ اس وسیع قطعہ میں آب و نشان مادہ شامل ہے۔ اس لئے یہ جغرافیہ دان اصحاب کھیلے کچھ کم حیرت کا باعث نہیں۔ نفوذ کی دوسری جانب نامعلوم میدان سینکڑوں میل خلیج فارس تک پہنچا ہوا ہے۔ جو سطح سمندر سے دو میل اونچا ہوگا۔ حرب اور عتبہ کے وسیع میدان جنہیں سے نجدی قافلے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو جاتے ہیں حضرموت کا شمالی حصہ۔ مہرا اور گارا کے قطعات اور ساحل خلیج کے سرے کا حال بھی ہم کو مفصل معلوم نہیں ہوا ہے۔ جہاں تک دیکھا گیا ہے سیاحان یورپ کا قدم زیادہ تر جنوب و وسط عرب میں پڑا ہے۔ مگر اس کنواری زمین میں جسکامین نے ابھنی کر لیا ہے۔ ابھی تک کسی یورپین سیاح کا قدم نہیں پڑا۔ اگر یہ ہو جاتا تو بہر کل جزیرہ نما کا راز افشا ہو جاتا۔ اس وقت تک یورپین سیاح عرب میں چار سمت سے داخل ہو رہے ہیں۔ مگر اوسکے درمیان ایک ایسا قطعہ جاگل ہے جسکا طول شمالاً و جنوباً ۵۰ میل اور عرض شرقاً و غرباً ۸۵ میل اور رقبہ ساڑھے پانچ لاکھ اور یکپیش ہزار کد قریب قریب ہے۔ یا کل عرب کے تقریباً نصف حصہ تک پہنچا ہوا ہے۔ اتنا وسیع نامعلوم حصہ ضرور کئے ایک جغرافیائی راز پوشیدہ رکھتا ہوگا۔ جسکا حال ہم بالکل نہیں جانتے۔ گو جغرافیہ دانوں نے اوس حصہ کا فقط گمانی نقشہ بنایا ہے۔ مگر وہ کسی طرح قابل یقین نہیں ہو سکتا۔ بغیر اچھی طرح اوسکو سرشتے کئے کہ ہم بہتر نہیں کر سکتے کہ وہاں کیا ہے اور کیا نہیں ہو سکتا۔ یا نہیں اگر ہے تو کس طرف بہتا ہے۔ اور زمین کا ڈھلاؤ یا چڑھاؤ کس طرف ہے۔ البتہ میری دریافت میں کسی قدر پتہ یہ لگا کہ اس وسیع اور نامعلوم قطعہ میں ایک بہت بڑی جہیل ہے۔ جسکے چاروں طرف کثرت سے آبادی ہے۔ سینکڑوں بدوئی قبائل اوس طرف کے اس سال حج اکبری کی وجہ سے آئے تھے۔ اونکی زبانی یہ بھی پتہ لگا کہ وہ لوگ اوس جہیل سے طائف شریف ہوتے ہوئے مکہ معظمہ کوئے اور زمین پہنچے۔ اوس جہیل سے وہ پہلے وادی بخران کو آئے۔ اوسکے بعد ریشہ اور ترو بہ کی وادیوں سے گذرتے ہوئے طائف پہنچے اور وہاں سے میدان عرفات میں آگئے۔ فرض کر لیا کہ وہاں پانی بکثرت ہے تو وہاں کوئی قبائل آباد ہیں یا صرف غیر آباد ہے۔



کے نیلے یا بڑے بڑے پہاڑوں کے سوا کچھ ہی یا نہیں تو جب تک اس نامعلوم حصہ کو اچھی طرح نہ دیکھ لیا جائیگا اسکا کچھ بھی حال نہیں کہنے کا نہ یہ معلوم ہوگا کہ حضرموت کی ندیوں اور نجد کے جنوبی نہروں کا چشمہ کہاں ہے۔ مینے یہ بھی سنا کہ یہ جہیل بہت بڑی ہے۔ ایک بدو کے شیخ نے مجھے سنا میں کہا کہ اگر کوئی ساڈنی سوا اس جہیل کے اطراف پہنچا ہے تو دو دن میں اسکا چکر مشکل سے لگا سکتا ہے۔ یہ بھی سنا گیا کہ اس جہیل کا پانی شیرین ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اسی نامعلوم قطعہ کے شمال میں۔ کلب۔ قسطن آل ہوا قبائل کے بدو آباد ہیں اور جنوب میں قبائل عوامی جنہ، نگارا، مہرا، کتھیرا، رہتے ہیں۔ ممکن ہو کہ قبیلہ نواد کے اور بھی کوئی شاخیں ہوں آباد ہوں۔ آگے اس نامعلوم حصہ میں ہو کر حج کو قافلے آیا کرتے تھے۔ مگر اب سوائے حج اکبری یا کوئی خاص سال کے لوگ اس نامعلوم قطعہ سے نہیں آتے۔ اکثر سودا گروں سے عمان یا شمالی نجد کو اسی صحرائی ربع الخالی سے ہو کر گزرتے ہیں۔ حضرموت کو اسی حصہ میں سے ہو کر جاتے ہیں۔ زمین کی فطرت اس بات کا پتہ دے رہی ہے کہ ضرور اس نامعلوم قطعہ میں آتش فشان بادہ موجود ہے۔ اور جزیرہ نما کے باقی حصہ میں بہت کم۔ ایک یورپین سیاح لکھتا ہے کہ یہ نامعلوم حصہ خدا جانے دراصل ریگستان ہے یا صرف اطراف اسکے ریگ نظر آرہی ہے۔ زمین نشیب میں واقع ہے۔ یا چٹاؤ میں۔ اس میں بڑے بڑے پہاڑ اور عمیق وادئیں ہیں یا نہیں و حقیقت اسکا راز ایسا ہی ستر ہے جیسا کہ قرون وسطی میں تھا۔ میں اس نامعلوم قطعہ کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہوں تاکہ ہم کو ہر جائے کہ کونسا حصہ نسبت دوسرے کے زیادہ نامعلوم ہے۔ شمال یا شمال مغربی حصہ میں معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سیراب زمین بھی ہوگی۔ جنوبی و مشرقی حصہ میں معلوم ہوتا ہے کہ ایک وسیع ریگستان ہوگا۔ پہلا قطعہ قریباً ۳۵ میل چوڑا ہے جو بخران سے حریق (نجد) تک پہنچا ہوا ہے۔ جسکے شمال میں حنیفہ مکہ روڈ ہے اندرونی راستوں سے ایک ریسرچر یا لکرویا افلاج کو جاتے وقت گیا تھا۔ کرنیل ہیلی کے معلومات سے جو اسے ۱۸۶۵ء میں گویت میں جمع کیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حصہ ادوی دوا سیر کا ایک ٹکڑا ہے۔ مگر پالکرویا کا بیان ہر کہ

اس نامعلوم قطعہ اور وادی دو اسیر کے درمیان ایک سیراب زمین ۲۰ میل چوڑی حامل ہے اور قطعہ ۳ میل چوڑا حد و بخران تک پھیلا ہوا ہے۔ جنوبی جانب زیادہ تر ریگستان ہی ہے۔ اس قطعہ میں کنوئیں اور سیراب زمین بھی کہیں کہیں ہے جنہیں جاہل متعصب اور کینہ و رقباہل آباد ہیں۔ ان کے گھر کھجور کے پتوں سے بنے ہوئے ہیں اور ان کا روزانہ کا جو بچہ سے یمن کو جاتے ہیں یہ لوگ سامان خورد و نوش مہیا کرتے ہیں۔ سیاح ڈوئی لکھتا ہے کہ وہاں کی زمین ریگستانی اور بانی صرف کنوئیں سے ملتا ہے۔ ان وادیوں میں وہ لوگ آباد ہیں جو عرب کے مشہور مہمان نواز بد و افلاج اور دو اسیر کے لوگ ہیں۔ اوکل مسافت ریاض سے وادی بشلہ یعنی عسیر کے مشرقی حدود تک ۲۰ ادنیٰ ہے۔ اگر کوئی پرند اس سسر سے اوس سرے تک اڑ کر جائے تو اوسکو ۴۵۰ میل طے کرنا ہوگا۔ مٹا گیا کہ عنقریب اس نامعلوم قطعہ کا حال بدریغ ہوائی جہاز کے دریافت کیا جائیگا جس کے لئے ایک فریج سیاح کو شش کر رہا ہے۔ سیاح ہالور لکھتا ہے کہ میں وادی دو اسیر کے جنوب میں بخران کی طرف ۱۸ میل عین گیا تھا۔

بیان سے سابقہ بیانات کی تصدیق ہوتی ہے کہ یمن سے نجد تک کاروانی راستہ ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ریگستان کی ایک تنگ وادی بخران کو وادی دو اسیر سے جدا کرتی ہے۔ اور بخران کی نہریں جنکو وہ وادی ہبوتہ میں دیکھا تھا جو مشرق کی سمت بہتے تھے دو اسیر کی نہروں میں مل گئی ہیں۔

سیاح چدفو کا بیان ہے کہ عسیر کی نہریں دو اسیر کو وادی بشلہ میں ہو کر آتی ہیں اسکا اور ہالور کا بیان اگر صحیح مان لیا جائے تو کوئی شک باقی نہیں رہتا کہ ان نہروں کا مجمع نامعلوم جزیرہ نما کو وسط میں ضرور کوئی تالاب یا دریا کی صورت میں واقع ہے۔ جسکا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ ایک فریج سیاح اپنی نقشہ میں اس بانی کے مجمع کو جو مارڈر کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ ہم کوئی الحال یہ سوال آئندہ سیاحوں کیلئے چھوڑ دینا چاہئے۔ انشا اللہ کوئی دن ضرور ایسا آئیگا کہ کسی کسی سیاح کو ایک ایسا راستہ مل جائیگا جو عسیر وادی ترابہ اور وادی بشلہ کو شمال مشرقی طرف سے جاتا ہو۔ یا بخران سے وادی دو اسیر کو آتا ہو۔

یہ راستے یقیناً ریگستان میں سے نہیں بلکہ میدان میں سے گزرتے ہیں۔ جیسا کہ مجھ کو اون حجاج سے معلوم ہوا ہے جو وادی ترابہ اور شہتے آئے تھے۔ وہ کیا ہی خوش قسمت انسان ہو گا جو ملک عرب کی آب ہوا اور نامعلوم زمین کی شکل مسندہ حل کریگا۔ اسی کیساتھ اسکو یہ بھی دریافت کرنا ہو گا کہ کیا جنوبی نجد کے پہاڑوں کا سلسلہ عیسر کے پہاڑوں سے ملتا ہے یا نہیں۔

موجودہ نقشہ میں ایک لمبا سلسلہ پہاڑوں کا طائف سے وادی حنیفہ تک پکڑا گیا ہے۔ اور میں نے ایک ترکی نقشہ دیکھا تھا اس میں بھی قریب قریب اسی طرح پر بتایا گیا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو ہم کو یہ دریافت کرنا چاہیے کہ یہ پہاڑی سلسلہ کے ڈبلوان کا شبیہ حصہ اس وسیع نامعلوم قطع کی حد ہے یا نہیں۔ جسکو راجع الخالی کہتے ہیں۔ علامہ ابو الفدا لکھتا ہے کہ ”یہ قطعہ خالص کھجورون کے درختوں سے بہرا ہوا ہے۔ اس میں دو نہریں ہیں اور یہ مقام یامہ سے ۳ دن اور الحار (یعنی مہوف) سے بھی ۳ ہی دن کے راستہ پر واقع ہے۔ کتاب جہان نما بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔

سیاح پہلی صدی ۱۸۶۵ء میں ریاض کے راستہ پر قبیلہ السوار کے چند آدمیوں سے ملکر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ جبل عابرین یا۔ یا برین۔ جنوبی ریگستان میں واقع ہے۔ یہ کسی زمانہ قدیم میں بالکل سرسبز و شاداب شہر تھا۔ اب صرف کھنڈر باقی ہیں۔ مگر نہروں میں ابھی تک پانی باقی ہے جس سے سالانہ فصل کھجور کی ہوتی ہے اور یہ مقام ابھی تک بدوؤں کا تفرج گاہ ہے۔

اسی بیان کی تائید سیاح بلیس نے ۱۸۷۷ء میں جب وہ عمان میں تھا کسی ایک قبیلہ کے شیخ سے سنا۔ مگر وہ لکھتا ہے کہ یہ شہر بلیریا اور بخار کی جہ سے ویران ہو گیا۔

وادی عابرین جس کا ذکر ابو الفدا نے بھی کیا ہے۔ اتنا دور مغرب طرف نہیں ہے جیسا کہ

اسٹیلر کے نقشہ پر بتایا گیا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ ۵۰ اور ۴۹ لانگی ٹیوڈ کے درمیان ہوگی۔ اور

اوسکی آب ہوا شمال مشرق میں خیرتی سے اور مشرق سے دلدل سبقت سے جو خلیج میں خورالدوان کر

پاس داخل ہوتی ہے ملتی جلتی ہوگی۔ حریق بھی اسی طرح نامعلوم عرب میں واقع ہے۔  
پالنگریو یا مہ میں یہ سنا تھا کہ حریق ایک گرم مگر سرسبز زمین ہے مگر ظاہر طور پر وادی حنیفہ ہی کا  
ایک حصہ معلوم ہوتا ہے اور یہ حصہ مشرق اور جنوب طرف پھیلا ہوا ہے۔ اور یہ بھی سنا گیا کہ یہ حصہ اس معلوم  
قطعہ کے اندر بہت دور تک چلا گیا ہے۔ جہاں پر کاتارا اور عمان کے حدود ختم ہوتے ہیں۔

میرے خیال میں اس نامعلوم زمین کا آباد حصہ نہ صرف دو آسیروافلاج کی حدود سے ملا ہے  
بلکہ اس بڑے ریگستان کے اندر جبکور و الخالی کہتے ہیں کئے ایسے سیراب اور آباد قطعے ہونگے  
دو آسیر سے جنوب مشرق کی طرف ایک سیراب قطعہ وادی یبیرین کے نام سے واقع ہے۔ جسکا ذکر مسلمان  
جغرافیہ دانوں نے بھی کیا ہے۔

یامہ اور خرمہ کے امیر جو قرون وسطیٰ میں ان وادیوں پر حکمران تھے اکثر حریق کو جاتے تھے  
اور انکی امارت گاہ حوطہ میں تھی۔ یہ شہر آجکل وادی حنیفہ کے بڑے شہروں میں شمار ہوتا ہے۔ دوئی  
اور ولڈ دون اسکو عزیزہ کے مانند بڑا اور عالیشان شہر خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ وہاں کے شیوخ کو امیر کے  
کپ میں بہت بار سوخ پائے ہیں۔

پالنگریو حریق کی نہرو نکو وادی حنیفہ سے الگ دوسری وادیوں میں بتلاتا ہے مگر میلس کہتا ہے کہ  
یہ نہرین سبقہ میں اگر طحانی ہیں اور وہاں سے خلیج میں میں گرتی ہیں۔ اس حالت میں یہ کو حنیفہ کو انہار  
اور پالنگریو کے بیان کردہ وادیوں میں سے کونسی بات صحیح ہے معلوم نہیں۔ لہذا اسکو ترجیح دیجائی گی کہ  
حریق کی نہرین اپنا سرچشمہ اسی جگہ رکھتی ہیں جہاں سے جنوبی نجد کی نہرین نکلتی ہیں۔ اور یامہ کے نالے  
جنکا ذکر پہلی نے کیا ہے۔ وادی دو آسیر سے نہیں آتے بلکہ وادی حنیفہ ہی کا ایک حصہ ہیں۔ یہ سب اپنا سرچشمہ  
وادی آفتان میں رکھتی ہیں۔ جو وادی یامہ کو دو حصوں میں جدا کرتی ہے۔ ایسی حالت میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ  
وادی عابریں یا تو حنیفہ کی نہروں سے فاصلہ پر واقع ہے یا اون نہروں کے پاس ہے جو مغرب طے



آتی ہیں۔ یقیناً اب بھی کہا جائیگا کہ یہ تمام دواسیر کی نہروں کا ہی حصہ ہونگے جو صیفہ کی نہروں میں مل گئے ہیں جو دلدل شبنہ میں ملکر خورالدوان کے پاس خلیج میں گرتے ہیں۔ ان نہروں کی آب ہو خواہ کچھ ہی ہو مگر نشانات کا سلسلہ ہمیں بتلا رہا ہے کہ نجد کی سیراب زمین کے جنوب میں ضرور بانی موجود ہے۔ جہاں عمان سے دواسیر کو اور وہاں سے مغرب طائف اور مکہ کو راستہ جاتا ہے۔ اسی راستہ پر اس سال یعنی ۱۹۱۱ء میں بہت سے حجاج عجمان سے بشتہ وادی تروہ بہوتے ہوئے مکہ معظمہ داخل ہوئے ہیں۔ حاجی خلیفہ اپنی کتاب جہان نما میں لکھتا ہے کہ آجکل بھی ایک سیدہ راستہ عمان سے مکہ کو ۲۱ دن میں جاتا ہے اور یہ راستہ کسی جگہ بھی تنجد اور عین کے راستہ سے نہیں ملتا ہے۔ بہا محکمے پاس اس راستہ کے بہت سے معلومات ہیں۔

پانگریز کتاب ہے کہ وہ کاتار میں دو نہایت ہشیار بدوؤں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ عین سے عمان کو ۳ ماہ میں آئے اور اونکو راستہ میں سلسل سیراب زمین ملتی گئی۔ بعض جگہ آبادی نہ تھی مگر کھجور کے درخت کثرت سے تھے۔ اور بعض سیراب زمین کا لے بدوؤں کے قبضہ میں تھی۔ "میلین اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے کہ سیرامین ہذا کہ ایک نجدی امیر سعود ابن صالح سے ۱۸۷۷ء میں ۵۶ منزلیں کرتا ہوا بخران سے ابوتہابی کو جو خلیج پر ڈاکوؤں کے ساحل میں ہے آیا تھا۔ اوسکا بیان ہے کہ اخیر اسنازل تک یہ افراط پائی ملتا ہے۔

نامعلوم عرب کا  
دوسرا حصہ

وادی عابریں اور اوسکے سیراب حصہ کے جنوب مغرب اور مشرق طرف کے دوسرا حصہ اس نامعلوم قطعہ کا شروع ہوتا ہے جو کل موجودہ نقشو نمین گریٹ ڈسٹرکٹ (جسکو عربی میں بیع الخالی کہتے ہیں) لکھا ہے۔ ہاتھ اور وریڈ لکھتے ہیں کہ اس کے مغربی حصہ کو حضرت اور بخران میں اقطیف کہتے ہیں۔ وسطی اور مشرقی حصہ کو مانہ کہتے ہیں۔ یہی لکھا ہے کہ عرب میں مانہ اوس ریگستان کو کہتے ہیں جو بالکل سخت اور دشوار گزار ہو۔ اسکا رقبہ تقریباً ۳ لاکھ میل مربع ہے

تین سیاحوں کا دعویٰ ہے کہ وہ اس حشت ناگ زمین کے حصہ کو دور سے دیکھتے ہیں۔ وٹسٹڈ ۱۸۳۹ء میں عمان کے جیل افراد کی چوٹی پر سے دیکھا ہے۔ وٹسٹڈ ۱۸۴۳ء میں وادی حضرموت کی ایک چوٹی پر سے دیکھا ہے۔ تاویس ۱۸۴۵ء میں جب وہ جوف سے بخران کو جاتا تھا۔ وہ اپنے سفر نامہ میں لکھتا ہے کہ یہ ایک وسیع ریگ کی دریا ہے۔ جو حد نظر تک جھکونپڑائی جب اس وسیع ریگستان کی طرف نظر اٹھتی تھی تو ہمارا جسم کانپ جاتا تھا۔ مگر انہیں کوئی بھی یقینی طور پر یہ نہیں کہتا کہ وہ اس ریگستان کے اصلی حصہ کو دیکھا ہے۔ وٹسٹڈ جیل اخذ اسے سولے ایک وسیع ریگستان کے اور کچھ نہیں دیکھا۔ تاویس کو مغرب طرف سوسل کے فاصلہ پر کچھ سیراب زمین کا شبہ ہوا۔ ہر جس لکھتا ہے کہ وٹسٹڈ اصلی آخطف کو نہیں پہونچا کیونکہ وہ جہاننگ گیا تھا اور سکا نام بحر الصفی ہے اور آخطف اس سے بہت دور شمال میں واقع ہے۔ تاویس کا بیان اس باب میں بالکل کمزور ہے کیونکہ وہ صرف اپنے راہ نامہ دون کی زبانی سنگر لکھا ہے۔ خواہ کچھ ہی ہونے کو وہ بالاتین سیاحوں کی چشم دید شہادت و دیگر عربی سیاحوں کی تحریرات قریب قریب ایک ہی ہیں۔ سیاح ڈوٹی لکھتا ہے کہ میں کبھی کسی عرب کو اس خطاک زمین کا حال بیان کرتے ہوئے نہیں سنا۔ عرب کہتے ہیں کہ نفود ہی ایک ایسا وسیع ملک ہے جہاں ہم ۴۰ میل کی ایک ایک منزل کرتے ہوئے موسم بہار میں جا سکتے ہیں۔

سیاح یونٹنگ بنی قحطان اور وادی دواسیر کے عربوں کے بیانات پر یقین کر کے لکھتا ہے کہ یہ جنوبی ریگستان بالکل غیر آباد ہے اور ان لوگوں نے کبھی سیکو وٹان جاتے یا آتے ہوئے نہ دیکھا اور نہ سنا۔ آخر میں وٹان ڈان برگ کی تحریر ان کل باتوں کا فیصلہ کرتی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ میں اس نامعلوم ریگستان کی جنوب میں بننے والے چند عربوں سے ملا جکی تمام عمر سفری اور سیاحت میں گزاری تھی۔ بیانات سے بھی پتہ لگا کہ اس وسیع ریگستان میں آبادی اور سرسبز و شادابی میں کے حصے بھی ہیں ایسی کے مطابق برٹن اور بالگر وی بھی لکھتے ہیں۔ برٹن اپنے سفر جے کے اختتام پر جو خط رائل جو گرافیکل سوسائٹی کے

سکرٹری کے نام لکھا تھا اوس میں لکھا ہے کہ اس بڑے ریگستان کو جو ہمارے نقشہ میں غیسر آباد او  
 ر بیج الخالی کے نام سے لکھا گیا ہے۔ مینے سنا ہے کہ اوس کے اندر بہت بڑی آبادی ہے جن میں سخت جفاکش  
 لوگ ہتے ہیں۔ مگر ایک جفاکش سیاح اسکی سیاحت کر سکتا ہے اور یہاں اوس سیاح کو چوٹے پہاڑ  
 واؤین اور ریگ کے ٹیلے پر سخت مٹی کے میدان پر چنیں جائے کی برسات میں بہت کم سبزی اودگتی  
 ہے۔ گذرنا پڑیگا۔

میں مدینہ منورہ میں ایک شخص سے سنا کہ یہاں سے ایک راستہ حضرموت کو اس وحشتناک  
 ریگستان میں سے ہو کر گذرتا ہے تو میں اوس طرف جانیکا خیال کیا تو میرے بدو و بکوپا گل سمجھنے لگے۔  
 پالکرو اپنے سفر نامہ میں اس نطاعہ کو نفود ہی کا ایک حصہ کہتا ہے اور آل موراک کی زبان میں وہ  
 الحارین ملا تہا سنا کہ ”و مانہ میں جو سیراب زمینیں ہیں۔ کل اسی قبیلہ کے ماتحت۔ ہے جہاں بوٹیاں  
 اور جھاڑیاں اور کھجور کے درخت کنوؤں کے پاس ہوتے ہیں۔ ان کنوؤں میں صرف اس قدر پانی ہوتا ہے  
 کہ وقت پر دو ایک راہ گیر بدو و بکوپا خوشنگی سے جان بلب ہو جاتے ہیں بچا لیتے ہیں۔ مگر یہ کنوؤں عام  
 مسافروں کی خوشنگی کو ہرگز نہیں بچا سکتے۔ جو راستہ کہ عمان سے میں کو جاتا ہے اس میں ہی بہت سے  
 سرسبز و شاداب حصے اس ریگستان میں ملتے ہیں۔ وادی حضرموت کے دامن میں بھی ایسی بہت سی  
 زمین ملتی ہے جہاں پہاڑی سلسلہ ریگستان کو قطع کر دیا ہے۔

یس جو کچھ کہ اوپر مذکور ہوا ہے اوس ریگستان کا سرسری خاکہ ہے۔ ہم کو اس قطعہ کی نسبت  
 آج تک صرف اتنا ہی معلوم ہوا ہے جتنا کہ دسویں صدی عیسوی میں سیاحوں کو معلوم تھا۔ سترہویں صدی  
 میں حاجی خلیفہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ہم قیاس کر سکتے ہیں کہ نفود کی ریگستان کے مانند  
 ہی ایک ریگ کا بہت بڑا قطعہ ہوگا۔ اور زمین کی بناوٹ اوس طرح پر ہوگی جیسی کہ شمالی ریگستان  
 میں ہے۔ ہاں ہم کو یہ بھی یقین ہے کہ ریگ یہاں زیادہ اور گہری ہے۔ مگر جنوب مغرب میں کچھ کم

جس سے اسکا نام مغرب میں جاگف رکھا گیا ہے۔ اس حالت میں ریگستان کا مشرقی حصہ ہی اصلی زمانہ ہو سکتا ہے۔ ریگ موج در موج وسیع ہوتی ہوئی حیل آخدار کی نہروں تک پہنچتی ہے یہ بھی غصینا کہہ سکتے ہیں کہ ریگستان کا زیادہ حصہ خسروٹ کے شمال میں ہے جسکو نجد کہتے ہیں جو بہتری بدوؤں کا مسکن ہے اور مشرقی قطعہ میں قبیلہ مہارا کے بدوی قبائل آباد ہیں۔ وہ کسی کرینے بول کے درختوں کی بوٹ اونٹ پالتے ہیں۔ اور تہر سیرے یا جو تھے دن راستہ میں مسافر و نکو پانی مہیا کرتے ہیں اور یہ لوگ نجد سے مہارا کو ۲۵ منزلوں میں جاتے ہیں۔

میں اس مضمون کو پہلے دیکھ چکا تھا اور میرے نزدیک اسکی ایک نقل موجود تھی۔ مینے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں جب اس دہانہ کی نسبت لوگوں سے دریافت کیا تو نتیجہ میری دریافت کا آخر یہ نکلا کہ مدینہ منورہ سے لوگ اب بھی اس وسیع ریگستان میں سے گزر کر جاسکتے ہیں۔ اور اس میں آبادی بھی بہت ہے۔ مکہ معظمہ یا طائف سے ہو کر بھی راستہ جاتا ہے۔ ایک دو اونٹ اس میں ہر گز نہیں جاسکتے ایک بردست اونٹوں کے قافلے کے ساتھ ایک جفاکش سیاح اس راستہ پر جاسکتا ہے۔ والی طائف وادی بشتہ تک پہنچا دیگا۔ اہل بخران آگے کو پہنچا دیں گے۔ مگر اس سفر میں دو ایک رفیق عمدہ ہونے چاہئے۔ ڈاکٹری پیشہ یا سوداگری ہشیا لیکر آدمی جاسکتا ہے۔ میری رائے میں دہزار روپیہ کے خرچ سے اس مشن کو کامیابی ہو سکتی ہے۔ اس سے کم روپیہ لیکر بیچ الخالی سے گزرنے کا خیال کرنا سراسر حماقت ہے تین یا چار طرف سے سیاح اس میں جاسکتے ہیں۔ باقی علم عبداللہ۔ آئندہ دس سال کے اندر ضرور اس وسیع و وحشت ناک نامعلوم قطعہ کا حال دنیا پر ظاہر ہو جائیگا۔ اور اس معلوم کرنے والے کے سینہ کو یورپ کے حکمران چاندی اور سونے کے تمغوں سے جگمگا دیں گے۔

باو سموم | عرب میں اقسام کی بادِ سموم چلتی ہے جسکا ذکر اکثر سیاحان یورپ نے بھی کیا ہے اور ان مقامات پر جہاں دخت کم ہیں یا جو صحرائے ریگ کے قریب ہیں گرمی شدت ہوتی ہے۔ علاوہ گرمی



کے صحرائے عرب میں ایک قسم کی لوجبیتی ہے جس میں سولائے سمیت کے ایک اور تکلیف یہ ہوتی ہے کہ لو کے ساتھ آندہ ہی کیساتھ ریگ اڑ کر ایک جگہ سے دوسرے جگہ پہنچا دیں۔ یہاں تک کہ پہاڑ بجا دیں۔ ایسے موقع پر اگر کوئی قافلہ صحرائے عرب میں ہوتا ہے تو کل انسان اور حیوان آندہ ہی کے ختم ہونے تک اوندھے ریت پر لیٹ جاتے ہیں۔ یہی بادِ سموم اور قلت آب دو چیزیں ہیں جو عربستان میں قافلوں کی بربادی کا باعث ہوتی ہیں۔ بادِ سموم کی آمد کے آثار قافلہ پر فوراً ظاہر ہو جاتے ہیں۔ آسمان پر جانبِ افق پہلے ایک سُرخ آتی ہے اور اسکے بعد تاریکی پھیل جاتی ہے۔ یہی وقت سر پہ پاؤں رکھ کر ہلکے گاموں سے اگر طوفان کے گرد و غبار میں قافلہ نے راہ گم نہ کی تو وہ کسی تپھر کے نیچے یا کسی غار میں جا چھپتا ہے ورنہ موت کے حوالے ہوتا ہے۔

پالگریو اور دیگر یورپین سیاح اس سوا کی حالت ایسی بیان کرتے ہیں۔ یہ ہوا جب چلنے لگتی ہے تو اونٹ زمین پر لیٹ جاتے ہیں اور انکی لمبائی گز زمین ایسی ڈھیلی ڈال دیتے ہیں جس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس وقت جاں کنی کی حالت میں پہنچ گئے ہیں۔

پالگریو کا بیان ہے کہ ایک مقام پر اسکو اس ہوا سے اتفاق ہوا وہ کیسے گز کے فاصلہ پر تھا کہ ہوا کے جھونکے زیادہ گرم اور تند ہو گئے۔ افق پر سیاہی چھا گئی اور اندھیرا سا معلوم ہونے لگا اور تاریکی میں ہونے کے گرم جھونکے شروع ہو گئے گویا کیسی جلتے ہوئے پہاڑ سے نکل رہے تھے باوجود ہماری تمام کوششوں کے ہمارے اونٹ غش کہا کر اپنے گھٹنے زمین پر جھکا دیے اور بادِ سموم کا طوفان زور پرا گیا۔ ہم بھی اپنے ساتھیوں کے مانند زمین پر اوندھے لیٹ کر اپنے چہرے ڈھانپ لئے۔ گرہ ہوا اس قدر تارک کہ اور گرمی اس قدر جانسوز تھی کہ یہی معلوم ہوتا تھا کہ خدا نے دوزخ کو زمین پر اتار دیا ہے۔ ہم اس طرح قریباً ۱۰ منٹ زمین پر پڑے رہے اور سُرخ آہن کی سی گرم ہوا ہمارے اوپر سے گذرتی رہی۔ کچھ دیر بعد ہم نیم مردوں کی طرح اڑھکڑاپے چہروں سے نقاب اُٹھائے۔ مجھے اپنے ساتھیوں کی شکلیں ایسی نظر آئیں کہ گویا ابھی

قبروں سے نکل کر آئے ہیں۔ اور بلاشبہ میری صورت بھی اوشے کم نہ ہوگی جو مجھے نظر نہیں آتی تھی۔ اونٹوں کو دیکھا تو وہ ابھی اپنی گردنیں لانی کئے ہوئے زمین پر پڑے ہوئے ہیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہندوؤں کی گولیوں سے زخمی ہو گئے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد اول مطلع صاف ہونے لگا اور بتدریج اپنی اصلی حالت پر آگیا۔ اور تعجب ہے کہ جب تک بادِ سموم محسوس ہوتی رہی۔ ہوا۔ ریت اور غبار سے بالکل صاف تھی۔

**عرب کی حالت** جزیرہ نامی عرب کے جنوب پر سلطنت حبش کا اور مشرقی حصہ پر سلطنت فارس کا اور **قبل بعثت** شمالی اقطاع پر سلطنت قسطنطنیہ کا قبضہ تھا۔ اور اندرون ملک آزاد تھا۔ حبش اور

قسطنطنیہ کا مذہب عیسائیت تھا مگر عقاید میں بہت بڑا فرق تھا جس سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ گویا دو مذہب ہیں اور فارس کا مذہب زرتشتی تھا۔ ہر ایک سلطنت عرب میں اپنے مذہب کی اشاعت اور قیام کی سعی تھی۔ اسلئے عرب صرف مختلف اغراض و مقاصد کا سلطنتوں کی انقلابات کا آماج گاہ تھا۔ بلکہ مختلف مذاہب کے تاثرات متصادمہ کا بھی تختہ مشق تھا۔ اندرون ملک حبشین مکہ اور مدینہ بھی شامل ہیں خود مختار تھا مگر خود مختاری نے اون پر بہت برا اثر ڈالا تھا۔ خود مختاری سے خود سری پیدا ہو گئی تھی۔ اونہوں نے اپنی شجاعت و جرات کا نشانہ اپنے ہی بہائیوں کو بنا رکھا تھا۔

جب حضور انور رسول خدا اس ملک میں مبعوث ہوئے تو آپ نے اور آپ کے خلفاء نے شمالی عرب کو شاہ قسطنطنیہ کی بند مملوکی سے اور مشرقی عرب کو کسریٰ ایران کے حلقہ غلامی سے اور جنوبی عرب کو حبش کے طوق بندگی سے نجات دلائی۔

اور اندرون عرب و حجاز مقدس میں خود بکر اسلامی سکھ جایا جو آج تک ایسا مضبوط جمع ہے کہ قیامت تک بھی اسکو کوئی بدل نہیں سکتا عادت قدیمی کے موافق اسوقت بھی وسط عرب کے لوگ خود مختار و آزاد ہیں مگر اونکی یہ آزادی اگلی جہالت کے موافق نہیں ہے۔

**فوری تحسیر** بعثت کے آگے اور پیچھے کے حالات کو ملا کر دیکھا جائے تو چند ہی روز کے عرصہ میں

ایک فوری تغیر معلوم ہو گا جسکو دیکھ کر متعصب متعصب مذہب کے افراد کو بھی تسلیم نہ کر سکیں گے۔ یہ کون نہیں جانتا ہے کہ عبداللہ بن سلام یہودیت۔ زبیر بن عبداللہ عیسائیت عثمان بن طلحہ ابراہیت کی سند ہائے امامت کو چھوڑ کر اسلام کے خادم شمار کئے جانے پر مفتخر ہیں۔ یہودیوں کا زرخرید غلام سلمان فارسی من اہل البیت کے درجہ پر فائز ہو جاتا ہے اور بت پرستوں کے زرخرید غلام بدال حبشی کو فاروق اعظم بھی جسکی میت و بطوت سے قیصر و کسریٰ کے اندام پر رزہ تھا سید سید کبیر پکار رہا ہے۔ رنگتوں زبانوں کا اختلاف قومیت کا فرقہ ملکی خصوصیات کا امتیاز سب کچھ جاتا رہا ہے۔ حسب نسب کی شرافت کا زبان پر لانا کمینگی کی دلیل بن گیا ہے۔ دین و احد نے سبکدوشی و احد بنا کر ایک ہی دولہ دونوں میں ایک ہی جوش طبعیتوں میں۔ ایک ہی خیال و باغون میں ایک ہی آواز توحید زبانوں پر جاری کر دیا ہے۔ دشمن دوست بن گئے ہیں اور جان نشاری پر آمادہ ہیں۔ وہ عمرو بن عاص جو حبش میں بنجاشی کے پاس قریش کا سفیر بن کر گیا تھا کہ مہاجر مسلمانوں کو بطور اکسرا ویش (سیردگی) ملازموں کے حاصل کرے چند سال کے بعد بادشاہ عمان کے پاس داعی اسلام بن کر جاتا ہے۔ اور ہزاروں شیخاں کے مسلمان ہو جانے کی بشارت جناب نبویؐ میں لاتا ہے۔ وہ خالد بن ولید جو جنگ احد میں بہت پرستونکی رسالوں کی کمانڈ کرتا ہوا مسلمانوں کو تباہ کرنا اپنی زندگی کا اعلیٰ ترین مقصد سمجھتا تھا کچھ عرصے کے بعد خود بخود حاضر ہوتا ہے۔ لات و غزا کے مندروں کو اپنے لاتوں سے گراتا اور اسلامی فتوحات میں گرجاؤں بشریں کا درجہ یا کرسٹیف ٹیڈ کا معزز خطاب حاصل کرتا ہے۔

وہ عروہ بن مسعود جو حدیبیہ میں آنحضرتؐ کو مکہ میں داخل ہوئیے روکنے کیلئے قریش کا سفیر بن کر گیا تھا۔ خود بخود مدینہ منورہ میں حاضر اپنی قوم میں موت اسلام کی اجازت حاصل کر کے وطن کو جاتا اور اسی خدمت میں اپنی بہان شیریں قربان کر دیتا ہے۔

وہ ہبل بن عمرو جو معاہدہ حدیبیہ میں بت پرستوں کی جانب سے کمشنر معاہدہ تھا جس نے عبدنامہ

میں اسم پاک محمدؐ کے ساتھ لفظ رسولؐ لکھے جانے پر انکار کیا تھا۔ مسلمان ہوتا اور وفات نبویؐ کی خبر پا کر بیت اللہ میں کھڑا ہو جاتا اسلام کی صداقت اور دین الہی کی تائید میں ایسی زبردست تقریر کرتا ہے۔ جو سینکڑوں دلایان سے منور ہو جاتے ہیں۔

وہ عمر بن خطابؓ جو تلوار لیکر گھر سے آنحضرتؐ کا قتل کرنے کیلئے نکلے تھے۔ وفات نبویؐ کے دن مشیر برہنہ لیکر کہہ رہے تھے کہ جو کوئی کہے گا کہ آنحضرتؐ نے وفات پائی ہے تو اس کا قتل کر دوں گا۔ وہ وحشی شخص نے عمرؓ رسولؐ حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا کلیجہ نکالا اعضا کاٹے جنازہ بے حرمت کیا کچھ دنوں کے بعد مسلمان ہو جاتا ہے۔ شرم و خجالت سے حضورؐ انورؐ کے سامنے منہ نہیں کرتا اور بالآخر مسیلمہ جیسے کذاب کے قتل کو اپنی حرکت سابقہ کی تلافی سمجھتا ہے۔ وہ ابوسفیان بن عبدالمطلبؓ جو حقیقی چچا کا بیٹا ہو کر حضرت رسولؐ خدا کی ہجو میں متواتر اشعار کہا کرتا تھا جذبہ توفیق سے خدمت میں حاضر ہوتا ہی اور جنگِ حنین کے میدان میں جو سوال شہرِ ہجریؐ کو ہوا تھا وہی اکیلار کا بنبویؐ تھا مے نظر آتا تھا۔ وہ ابوسفیان بن حربؓ جو سات برس تک آنحضرتؐ کے مقابلہ میں فوجیں لاتارہا اور مسلمانوں کے خلاف سارے ملک میں آتشِ فساد پھرتا رہا اسلام لاتا ہے بحران کے علاقہ عیسائی پر سلامی حاکم بنا کر بھیجا جاتا ہے۔ وہ طفیل بن عمروؓ دوسی جو مکہ میں رونی کے ڈاٹ کا نون میں لگا کر پیرتا تھا کہ محمدؐ کی آواز کان میں ہونے لگا بالآخر اپنے ملک میں گھر گھر پیرتا محمدؐ کی آواز کو سب کے کانوں تک پہنچاتا ہے۔ وہ عبدیالیل ثقفیؓ جس نے طائف میں غلاموں اور بچوں کو حضورؐ پر پتھر مارنے کے لئے مقرر کیا تھا۔ تھوٹے سے عرصہ کے بعد از خود مدینہ میں حاضر ہوتا اور یہاں سے اپنے قوم کیلئے جو اہر ایمان و ایقان دامن میں بہر کر لجاتا ہے۔ وہ بریدہ بن العسیبؓ سلمیٰ جو قریش سے سوشتر سرخ کے انعام کا وعدہ لیکر آنحضرتؐ کی گرفتاری کیلئے، ۷ سواروں کا دستہ لیکر گیا۔ چند گھنٹوں کے بعد نبیؐ کے سامنے اپنی سفید پگڑی کو نیزے پر باندھ کر ہوئے آنحضرتؐ کا علم بردار بنا ہوا نظر آتا ہے۔ الغرض ایسی مثالوں کیلئے دفترِ کار میں (محمد سلیمان از الہدیت)



## وادیان

عرب میں بڑی بڑی وادیاں ہیں۔ جو ایوب عربی کے زمانہ سے مشہور چلی آتی ہیں۔ یہ وادیاں موسمِ مائیں لبالب بہر جاتی ہیں اور موسمِ گرا میں بالکل خشک ہو جاتی ہیں۔ اس وقت ان کنوؤں کا پانی استعمال کیا جاتا ہے جو وادی کے قعر میں کہوٹے جاتے ہیں۔ وادی بڑان جنوب مشرقی سمت میں کوہستانی حوران سے ضلع جوف تک بہتی ہیں۔ جو نفود اعظم کے کنارے پر ہے۔ اس میں ایک چھوٹی وادی لر جل شامل ہو جاتی ہے۔ وادی دو آسیز میں بخران کے نالے گرتے ہیں۔ تمام ملک اسیر اور جنوبی کوہستان و جہیل سلومہ کے شمال تک کا پانی کھینچ لی جاتی ہے۔ تمام جزیرہ نمائی عرب میں فقط یہی ایک جہیل ہے۔ عرب کی نہایت مشہور وادی الرما ہے۔ یہ حجاز سے تقریباً ۸ سو میل تک جزیرہ نمائیں گزرتی ہوئی جانب شمال مغرب دریائے فرات کی طرف چلی گئی ہے۔ اگر بارش کثرت سے ہوتی تو یہ وادی شط العرب تک پہنچ جاتی اور شمالی عرب کے دریاؤں کو جواب علاحدہ علاحدہ ہیں ملا دیتی ہے۔

## اسمائے وادیاں عرب

وادئ عینونہ	وادئ اڈم	وادئ الحزن	وادئ الہادی
وادئ افعال	وادئ ام قاین	وادئ شہر	وادئ الرومناہ
وادئ الاربعہ	وادئ الظہور	وادئ علی	وادئ المیر
وادئ الابخی	وادئ الحجر	وادئ لیل	وادئ المیاب
وادئ ہسام	وادئ الاسر	وادئ عقیق	وادئ ابوالقروش
وادئ اہل عجیحات	وادئ عین	وادئ الریم	وادئ الرودا
وادئ الاناب	وادئ عمد	وادئ الرومہ	وادئ عسیر
وادئ آش	وادئ الغبرا	وادئ الریل	وادئ العجش

وادی بشار	وادی ہتھوار	وادی موسیٰ	وادی رقب
وادی دیرہ	وادی حوران	وادی شرف	وادی رکنایاب
وادی دہورہ	وادی حمدار	وادی مہنا	وادی سہران
وادی دوان	وادی حلواء	وادی مونا	وادی شوابہ
وادی دواسیر	وادی حنفہ	وادی ہایفہ	وادی سرہبان
وادی دمانہ	وادی عرقہ	وادی مجمع	وادی بسواب
وادی فاطمہ	وادی جوامم	وادی مغل	وادی شعبہ
وادی غار	وادی جباح	وادی مہبت	وادی ثبات
وادی غزال	وادی جریدہ	وادی بخران	وادی سمہان
وادی غذای	وادی کیو	وادی نابل	وادی شبروم
وادی تاریک الغیر	وادی خورا	وادی رعیدت الدین	وادی شلاہی
وادی شمس	وادی کوراب	وادی قلیح آب	وادی سعال
وادی حلان	وادی کراہی	وادی رتقاب	وادی سر
وادی حضرموت	وادی لایمان	وادی رکوب	وادی سلمہ
وادی حسان	وادی تناک	وادی راہد	وادی صااد
وادی ہبونہ	وادی مرکب	وادی کنغان	وادی شتر
	وادی ترابہ	وادی یرقہ	
اسماء صحرائے عرب (یعنی دشت عرب)			
دشت سفاحہ	دشت نفود	دشت حماد	دشت بجارہ

دشت و دہانی یاب	دشت قرہ	دشت دمانہ	دشت میاہ
دشت ربع الخالی یادمانہ	دشت والق	دشت حصار	دشت عطیب
	دشت الشانی	دشت الاغات	
تخمنا او بچسائی سطح سمندر سے	اسمائی جبال عرب	تخمنا او بچسائی سطح سمندر سے	اسمائی جبال عرب
۶۰۰۰	جبل بیاض	۲۴۰۰	جبل ازید
۴۷۰۰	جبل رمضان	۲۷۰۰	جبل ازراہلی
۳۱۰۰	جبل عناف	۳۷۰۰	جبل ابوریخ
۴۰۰۰	جبل الشباب	۳۲۰۰	جبل اورب
۳۳۰۰	جبل عوجب	۶۹۵۰	جبل ابومیاہ
۴۰۵۰	جبل المروب	۲۳۰۰	جبل اتاقہ
۵۰۰۰	جبل ابراق	۴۱۵۰	جبل عوجی مل
۲۳۰۰	جبل اکامین	۳۰۰۰	جبل ابراب
۴۵۰۰	جبل البرہ	۳۱۰۰	جبل انتار
۳۲۵۰	جبل عدولہ	۲۹۰۰	جبل غناز
۴۵۰۰	جبل الخراق	۳۳۰۰	جبل عوارش
۲۳۰۰	جبل خنیر	۳۷۰۰	جبل الازراق
۳۶۰۰	جبل بانل	۳۰۵۰	جبل الشرقي
۴۲۰۰	جبل القوسہ	۳۱۵۰	جبل ابوقباب
۳۲۰۰	جبل بدباب	۲۶۰۰	جبل اشارہ

۳۳۰۰	جبل بس	۳۳۰۰	جبل اوداوه
۸۲۰۰	جبل وبلغ	۴۰۰۰	جبل ارکان
۶۱۰۰	جبل ونبهاتباير	۳۲۰۰	جبل انامین
۴۱۰۰	جبل ولبه	۴۰۰۰	جبل الای یاب
۳۰۰۰	جبل دهارف	۳۷۰۰	جبل اربع
۲۳۰۰	جبل دهام	۳۲۰۰	جبل ابوشوق
۳۰۰۰	جبل دهراس	۴۱۰۰	جبل ابوشقاق
۳۵۰۰	جبل دخالی	۲۳۰۰	جبل عرفات
۵۰۰۰	جبل دهرم	۳۲۰۰	جبل اهر
۷۹۰۰	جبل التبت	۲۳۰۰	جبل ارج
۶۷۰۰	جبل فراوی	۲۶۰۰	جبل محک
۴۰۰۰	جبل فرای	۳۱۰۰	جبل عینه
۳۱۰۰	جبل فرقین	۳۲۰۰	جبل طحی
۳۶۷۰	جبل غمال	۳۲۵۰	جبل برق
۵۵۰۰	جبل غاریه	۳۲۰۰	جبل تقاراب
۵۰۰۰	جبل غراب	۴۳۰۰	جبل برکت
۴۵۱۰	جبل غسوان	۳۱۰۰	جبل بنانه
۱۵۵۰	جبل حمام	۳۴۵۰	جبل برایم
۳۳۰۰	جبل حرا	۳۱۰۰	جبل بجایله



جبل حاراب	۷۷۵۰	جبل ارژان
جبل حبشی	۶۶۰۰	جبل ابن یعقوب
جبل حمار	۲۲۰۰	جبل الواد
جبل خنجر	۳۰۰۰	جبل جلیہ
جبل حوران	۲۴۰۰	جبل بیاع
جبل حلوان		جبل جناب
جبل حبران		جبل جولہ
جبل حکران		جبل جوبواب
جبل حلیت		جبل جبار
جبل حسلہ		جبل کعبہ
جبل میرشی		جبل خان دہراو
جبل مدوب		جبل خال
جبل ملوب		جبل کبوشال
جبل علوبان		جبل خزار
جبل علیاب		جبل کلاب
جبل حنما جس		جبل لاج
جبل عالی		جبل تقایت
جبل حدن		جبل لاد
جبل حیری		جبل موئے
		۷۴۰۰

جبل نمائیر	۲۰۰۰	جبل راجب	۵۰۰۰
جبل قنار		جبل ریباغہ	
جبل مسنہ		جبل رمان	
جبل حبیبہ		جبل رباب	
جبل موتیہ		جبل راف	۲۲۰۰
جبل مکسر		جبل روات	
جبل قتالہ	۳۸۵۰	جبل راحت	۲۲۵۰
جبل غیباب		جبل رفوہ	۶۰۰۰
جبل موشم		جبل رواف	
جبل محرم		جبل راتق	
جبل شرق		جبل ریاح	۶۱۰۰
جبل نعامہ		جبل شران	
جبل نضانیہ		جبل سلوک	
جبل نعمان		جبل شیطان	
جبل احد	۳۷۳۰	جبل سراج	۲۹۰۰
جبل اوڑہ		جبل سمرح	۴۰۰۰
جبل قدم		جبل سفنوات	
جبل قرہ	۵۶۰۰	جبل سبحان	
جبل رامد		جبل ستار	

جبل سعار		جبل شفاع	
جبل سراب		جبل شقاب	
جبل سزل	۶۸۰۰	جبل طوبیک	
جبل ساد		جبل طتلیخ	
جبل خفزار		جبل طنداوی	
جبل شفاء		جبل طمراہ	
جبل سویقہ		جبل طارات	
جبل شہر	۹۹۰۰	جبل طہیان	۸۲۵۰
جبل شعیبان		جبل اوطل	۵۱۰۰
جبل صوح	۵۰۰۰	جبل ام الشایبہ	
جبل ساق	۲۵۵۰	جبل ام الشمر	۸۲۵۰
جبل حدیہ	۳۲۰۰	جبل ام طیر	۵۱۰۰
جبل شائل		جبل ام لیلی	
جبل شاہرن		جبل ام قوف	
جبل سلاح		جبل وطر	
جبل سلیم		جبل ویدان	

## اسکائی قبایل بدویہ جمعہ مردم شمارہ

مجاویہ حساب ایک بدوی شیخ نے جو وسط عرب میں خوب سفر کیا ہوا ہے اور بہت احمہ رحہ

بیرا حسانی کے قرب و جوار میں رہتا ہے بتایا ہے اور اسکی رائے میں یہ تعداد قلیل ہے اس سے بڑھکر مردم شماری ہوگی۔ واللہ اعلم۔ گو یہ قیاسی ہے تاہم قابل اطمینان ضرور ہے۔

۶۰۰۰۰	الحجازیر	۲۰۰۰	الاعظم
۲۰۰۰	النجم	۱۵,۶۰۰	البلاخس
۴۵۰۰	البشاکیر	۵۳۰۰	المعمور
۵۰۰۰۰	الدولا	۱۳,۰۰۰	البحرہ
۵۰,۰۰۰	اولاد علی	۱۳,۰۰۰	الرخان
۲۰۰۰	الحربہ	۳۰,۴۵۰	البرخانہ
۶۰۰۰	الفواجر	۱۳,۰۰۰	العلمار
۱۵۵۰۰	الحما	۱۶۹۰۰	السریہ
۱۰۰۰۰	الشمس	۸۲۰۰	الشرفار
۳۰۵۰۰	المخلق	۲۳,۰۰۰	الشرارہ
۲۰۰۰۰	السلقا	۱۳,۰۰۰	الجملات
۱۶۰۰۰	الوالدہ	۳۶,۰۰۰	المساحید
۲۰,۴۰۰	السبحہ	۱۰,۸۰۰	الاشیما
۲۳۰۰۰	الضغیر	۲۹۵۰۰	المتفتح
۲۰۰۰۰	المصلیخ	۵۰,۰۰۰	القمعان
۱۵۰۰۰	السوانہ	۱۵,۰۰۰	الحالید
۲۰,۰۰۰	السلکہ	۸۵۰۰	الحجابہ



۳۰۰۰	القبای	۶۵۰۰	الفضه
۶۰۰۰	البشارین	۱۵۰۰۰	الغماک
۷,۰۰۰	التبرین	۳,۲۵۰	الخزائل
۵,۰۰۰	امارس	۲۵۰۰۰	الحسنه
۴۰۰۰	اولاد حمید	۴۰۰۰	التنایله
۶,۰۰۰	القشیشی	۶۰۰۰	الباده
۴۰۰۰	المغر	۸,۵۰۰	الغایه
۶۵۰۰	رجحان	۴۰۰۰	المزاید
۴,۰۰۰	آل مره	۳۰۰۰	الکراو
۷,۰۰۰	الولایه	۵,۵۰۰	اسمره
۴,۰۰۰	الخلیفه	۱۴,۶۰۰	الغزه
۵,۰۰۰	آل عمار	۱۰,۰۰۰	الصوالحه
۲۸,۰۰۰	بنی مخمر	۱۷,۰۰۰	القراشی
۵۰,۰۰۰	بنی ذهب	۹,۰۰۰	العوارمه
۱۴,۰۰۰	بنی طه	۲,۰۰۰	الرحمه
۱۳,۵۰۰	بنی عبداللہ	۶,۰۰۰	العلاقات
۱۴,۰۰۰	بنی حرب	۷,۰۰۰	المنزبیه
۷,۵۰۰	بنی عمرو	۳,۰۰۰	اولاد سلیمان
۳,۰۰۰	بنی تمیم	۲۵,۰۰	الحیوات

۸۰۰۰۰	بنی شمر	۴۰۰۰	بنی حطیم
۳۹۰۰۰	بنی غنیمہ	۷۰۰۰	بنی خدیجہ
۳۰۰۰	بنی رولہ	۳۰۰۰	بنی واصل
۵۰۰۰	بنی داؤد	۴۰۰۰	بنی سوائف
۳۲۰۰۰	بنی عریض	۱۵۰۰۰	بنی عامر
۱۲۵۰۰	بنی عتیبہ	۵۰۰۰	بنی یاس
۳۶۰۰۰	بنی خالد	۲۰۰۰	بنی مناس
۲۸۰۰۰	بنی دواسر	۴۰۰۰	بنی ایوب
۴۹۰۰	بنی حجیر باخر	۴۰۰۰	بنی عوف
۷۰۰۰	بنی فضول	۶۰۰۰	بنی نغاحیر
۶۰۰۰	بنی آل عیسیٰ	۷۰۰۰	بنی صوارب
۶۰۰۰	بنی قطان	۹,۰۰۰	بنی ہویوئیر
۶۰۰۰	بنی سبائی	۴۰۰۰	بنی قباہیش
۳۰۰۰	بنی اشراق	۳۰۰۰	بنی رباطاط
۵۰۰۰	بنی سلائل	۷۰۰۰	بنی ہویابس
۳۰۰۰	بنی سلیم	۱۰۰۰۰	بنی رشیدہ
۴۰۰۰	بنی اشغر	۴۰۰۰	بنی ہندوا
۱۷۰۰۰	بنی صبح	۲۵۰۰	بنی ہواویر
۶۰۰۰	بنی جحین	۷۰۰۰	بنی سفیہ

۴,۰۰۰	بنی اسماعیل	۷۰۰۰	بنی فاطمہ
۵,۰۰۰	بنی جیدی	۲۰۰۰	بنی ہاشم
۴,۰۰۰	بنی سلیمہ	۶,۶۰۰	بنی عطیسہ
۶,۰۰۰	بنی تہین	۲۰۰۰	بنی بھجان
۵,۰۰۰	بنی زبید	۵۰۰۰	بنی سلیم
۲۰۲۸۵۰		۳۰۰۰	بنی سلیمہ
۷۳۵۷۵۰		۳۰۰۰	بنی سیا
۲۳۶۵۰۰		۳۰۰۰	بنی غینزہ
۱۶۳۶۰۰		۴۱۰۰۰	بنی شرارت
		۲۱۰۰۰	بنی حوینطات
۱۵,۳۳۷۰۰		۶۰۰۰	بنی عبیدہ
۱۵,۰۰۰	بنی عطنان	۳۰۰۰	بنی تقیفہ
		۱۶۳۶۰۰	

## بڑے شہر و نکی آبادی

ایک لاکھ ۳۰ ہزار	مدینہ	۵ ہزار	خولہ
۳۰ ہزار	جوف	۲۰ ہزار	حیال
۱۶ ہزار	ستاما	۹ ہزار	بریدہ
۳۰ ہزار	نیسر	ایک لاکھ ۵۰ ہزار	مکہ

قیمه	۱۳ هزار	مخاله	ایک لاکه ۲۰ هزار
مجمع	۱۲ هزار	میووی	۳۰ هزار
توین	۱۵ هزار	مقاد	۱۶ هزار
درمیه	۲۰ هزار	سبوان	۷ هزار
عیون	۱۰ هزار	نیوج	۶ هزار
عارض	ایک لاکه ۵ هزار	نخل	۳ هزار
یامه	ایک لاکه ۴ هزار	صنعار	۱۶ هزار
حریق	۴۵ هزار	دشق	۲ لاکه ۱۰ هزار
افلاج	۱۴ هزار	حوران	ایک لاکه ۸ هزار
وادی دواسیر	ایک لاکه	میناب	۵ هزار
سلیل	۳۰ هزار	ریاض	ایک لاکه ۲۰ هزار
دشیم	۸۰ هزار	ادم	۹ هزار
سیر	ایک لاکه ۴ هزار	شتاق	۱۰ هزار
قصیم	۳ لاکه	خرما	۷ هزار
المسار	ایک لاکه ۶۰ هزار	هفوف	۵۰ هزار
قطیف	ایک لاکه	مبزان	۱۲ هزار
جبل شمر	ایک لاکه ۶۲ هزار	جده	۲۵ هزار
شمالی قصیم	۳۵ هزار	قاصد	۴۰ هزار
نعمان	۲۵ هزار	دمنه	۷ هزار



کل آبادی تخمیناً ۲۷ لاکھ ۲۷ ہزار ہے۔ بچہ حساب بھی ایک ایسے شخص کا بتایا ہوا ہے جس نے وسط عرب میں بہت دور دور تک سیاحت کی ہے تاہم سیکر خیال میں اس سے زیادہ ہی آبادی ہوگی مگر کم نہیں فوجی قوت کل عرب کی اسکا چوتھائی حصہ سمجھنا چاہئے۔ بروقت جنگ یا مذہبی جہاد کے وقت اسکے تیسرے حصہ تک بھی نوبت پہنچ سکتی ہے۔ واللہ اعلم

**گورنمنٹ ہند کی خوبیاں اور کچھ اپنی تعریف** | برٹش گورنمنٹ کی خوبیاں قابل شکر اور لائق ستائش ہیں۔ بچہ امرسلہ ہے

کہ اصولاً دنیا کے کل حکمرانوں میں سب سے بہتر حکومت گورنمنٹ برطانیہ ہندوہی آزادی ایسی ہے شاید کسی اور ملک میں نہ ہو۔ ہر فرقہ کی جائداد محفوظ۔ اور مذہب محفوظ۔ ارکان مذہبی کے ادا کرنے میں ایسی۔ آزادی ہے کہ جس کی بہتر نظیر کسی اسلامی سلطنت کی تاریخ میں نہ ملے گی۔

گورنمنٹ برطانیہ کی بدولت اگلے کل بدترین جیسے دختر کشی۔ ستی۔ ٹہگون کی جماعت انسانی قربانی۔ ڈاکہ زنی یہ سب کل نابود و مفقود ہو گئیں ہیں۔ اسکے عوض راستہ صاف اور بے خطر نہریں بکثرت جاری۔ ریل و جہاز کی وجہ سے بری و بحری سفر کی سہولت۔ تار و اکٹ خانے بکثرت ہزار ہا میل کی خبر ایک گھنٹے میں معلوم کرنا۔ اسکولیں جاری۔ بلحاظ قابلیت ہر شخص کو ملازمت ملنے کا حق حاصل نہایت شفاخانہ موجود۔ چہا پے خانے بلا تعداد۔ اخباروں کی کثرت۔ چیچک طاعون اور ہیضہ کی حفاظت کیلئے ٹیکہ کا محکمہ۔ امراض متعدی کے واسطے جداگانہ انتظامات۔ نلوں کے ذریعہ پانی کا بہم پہنچانا۔ شہروں اور قصبوں میں صفائی کا انتظام۔ تعلیم نسوان کی تحریک وغیرہ موجود ہے۔ ہم کو اس اقرار کرنے میں کوئی عذر نہیں ہے کہ انصاف میں انسانی ہمدردی میں رعایا کی آزادی اور رعایا کو مذہب بنانے میں۔ ملک کی فلاح و بہبود میں۔ ملک کی ترقی میں۔ امن و آسائش میں تجارت میں صنعت میں دنیا کی کوئی گورنمنٹ۔ گورنمنٹ برطانیہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

اس قدر احسانات کے بدلے اس معیار سے اظہارِ مسرت نہ تو یہ صریحی کفرانِ نعمت اور احسانِ فراموشی نہیں ہے تو کیا ہے۔ لیکن رعایاے ہند نہ احسانِ فراموشی ہے اور نہ سرکش۔ بلکہ روئی زمین کے تمام ممالک میں سب سے زیادہ مطیع اور غریب وفادار رعایاے ہند ہے۔ فرمانروا سے وقت کے کسی حکم سے انحراف کرنا گناہ جانتی ہے۔

یوں تو ہندوستانی تمام قوموں کی نسبت ہیں حسن ظن ہے۔ مگر خصوصیت اور فوٹوق کیساتھ مسلمانوں کی جانب سے کہا جاسکتا ہے کہ اطاعتِ شعائر معاملات دنیوی میں زود یقین اپنے محسن کے سچے جان نثار دنیا کے پردے پر ان سے زیادہ کوئی قوم نہیں۔ ہمارے تجربے میں ثابت کر دیا کہ اگر حاکم ذرا سی اچھی بات کیا تو مسلمان ایسے وفادار بن جاتے ہیں کہ اسکی تعریف کے ذکر باندھتے ہیں۔ یوں تو مسلمانوں میں جاہل۔ غافل۔ آمدنی کم اور خرچ زیادہ کرنے والے ضرور ہونگے مگر انہیں ناشکر گزار گورنٹ ایکٹ بھی نہ ہوگا۔

کبھی مسلمانوں کا وہ زمانہ تھا کہ غیر قوم اور غیر مذہب کے لوگ اسلام کی زور و قوت و شمت و عسل و عمل اور بہادری پر رشک کرتے تھے۔ اب بھی بہادری میں انکے کوئی کلام نہیں ہے ساری دنیا بدوینکی بھادریکو جانتی ہے ہر قوم کے افراد حتیٰ کہ مسلمانانِ ممالک غیر بھی انکی بہادری کا لوہا مان گئے ہیں۔ لیکن ادبار کی حالت میں اقبال کا ذکر سخت حماقت ہے۔ بقول محترم قوم شمس العلماء و مولانا ندیر احمد صاحب مرحوم غفرلہ۔

ہمارا حال ہے از بسکہ قابلِ عبرت	بیان کیجے تو بہ جائے خون ہو کے جگر
وہی ہیں ہم جو کبھی افسری کے شایاں تھے	وہی ہیں ہم نہیں رکھتا ہیں کوئی نوکری
وہی ہیں ہم کہ ہیں کوڑیوں کو اب محتاج	وہی تو ہم ہیں کہ تھے مالکِ زر و گوہر
وہی تو ہم ہیں کہ تھے مالکِ حصوں و قصور	وہی تو ہم ہیں کہ کہیں پیرل اور نہ ہے چہر

وہی تو ہم ہیں کہ تھے سندو پہ جائی گزین  
 وہی تو ہم ہیں کہ باغ جہاں کی روتی تھے  
 وہی تو ہم ہیں کہ اب سب سے گئی گزرتے  
 وہی تو ہم ہیں کہ تھے مالک رقاب ام  
 وہی تو ہم ہیں کہ ہے جاہلوں میں اپنا شمار  
 وہی تو ہم ہیں کہ اب پنا شکستہ بیٹھے ہیں  
 وہی تو ہم ہیں کہ سب ایک سمجھے جاتے تھے  
 وہی ہیں ہم کہ کبھی ملک واریاں کہیں ہیں  
 وہی تو ہم ہیں کہ اپنا بھی کچھ شعور نہیں  
 وہی تو ہم ہیں کہ جادو آما سے کتنوں کے  
 وہی تو ہم ہیں کہ جس امتحان میں دیکھو نیل  
 لٹے بہت مگر ایسے بھی کم لٹے ہونگے  
 ہماری احسان شناسی کا اقتضار یہ ہے کہ جس سلطنت کی بے انتہا برکتوں سے ہم نفع  
 اٹھا رہے ہیں۔ اوسکے اطاعت مند خیر خواہ اور دغا دار رعایا بنے رہیں۔ (ازمراء العرب)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

۱۳۳۰ھ ہجری | اس سال گورنمنٹ عثمانیہ نے ایک نیا قانون زائرین ارض مقدس کیلئے جاری  
 کا نیا قانون کیا ہے۔ مدینہ منورہ سے حجاز ریلوے پر دمشق یا بیت المقدس جانیوالون کو  
 پہلے ٹکٹ بلدیہ لینا ضروری ہے۔ جسکے بغیر ریل کا ٹکٹ ہرگز نہیں ملتا۔ ٹکٹ بلدیہ مدینہ منورہ  
 کی نیو سٹیشن میں ایک مجیدی ادا کرنے پر ملتا ہے۔ روزانہ پانچ سو اشخاص کو یہ ٹکٹ دیا جاتا ہے۔ پھر  
 لوگ ۲۴ گھنٹے کے اندر مدینہ منورہ کو چھوڑ دینا چاہئے۔ ورنہ وہ ٹکٹ منسوخ سمجھا جائیگا۔ اور دوسرا ٹکٹ  
 دوبارہ خریدنا پڑے گا۔

اندون مدین صالح کی نزدیک قدس شریف سے آتی ہوئی گاڑی کا انجن ریل سے اتر گیا تھا۔  
 جسکی وجہ سے تین روز تک ریل کی آمد و رفت موقوف رہی۔ اور ہر ٹکٹ بلدیہ نہیں ملا۔  
 زیارت الوداع اور حرم نبوی شریف | ۱۰ جنوری ۱۹۱۲ء مطابق ۲۰ محرم الحرام ۱۳۳۰ھ ہجری میں ہر ٹکٹ



بلدیہ مل چکا۔ اور میرا ضرور سید احمد نے یہ کہا کہ گاڑی آج جانیوالی ہے۔ فوراً طیارہ ہو کر چلے جاؤ چچک  
شہر میں پہنچا ہوا ہے۔ اگر آج نہیں جاؤ گے تو پھر سب سے حکم تک جو گورنمنٹ کی جانب سے جاری ہوگا  
انتظار کرنا پڑیگا۔ اور کہا کہ چلو زیارت الوداع کرلو۔

مجھے یہ سنتے ہی مدینۃ الرسولؐ کی چھوڑ نیکا کس قدر صدمہ ہوا میرا دل ہی جانتا ہے۔ فوراً گھر سے وضو  
کر کے حرمِ نبویؐ کو اندر آخری دفعہ داخل ہوا۔ ہر قدم پر خود بخود آنسوؤں روان ہو رہے تھے۔ اور یہی  
خیال بار بار آتا تھا کہ یہ کب بجو اس مقدس روضہ کی دیدار نصیب ہوگی۔ طرح طرح کے خیالات  
دل میں آتے اور جاتے تھے۔ حرم شریف کے بابِ الحرمہ کے پاس ہمارا ضرور بیٹھا ہوا تھا۔ اوسنے ہمکو  
زیارت الوداع کر کر ہر مقام پر مقررہ دعائیں اور سلام پڑھایا۔ بحرابِ نبویؐ میں دو رکعت نماز نفل  
پڑھی۔ یہ وہاں سے تین دوبارہ دربارِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نصرت ہونے اور اجازت لینے کیلئے  
گیا۔ اوسوقت جدائی کی حالت ہی جان سکتا ہے جسکے دل میں محبت و ذوق شوق رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم ہو۔ دست بستہ روضہ مطہرہ کے سامنے الوداع یا رسول اللہ! الفراق یا حبیب اللہ پڑتا جاتا  
تھا۔ اور میری آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی برابر بارانِ رحمت کی طرح مسلسل جاری تھی۔ اپنے آقا اپنے  
مولا اپنے سردار سے آخر جدا ہونا پڑا۔ اوسوقت دل بہت ہی شاق گذرا۔ مدینہ منورہ چھوڑنے کو جی  
نہیں چاہتا تھا۔ بدیہی اور شومی طالع سے ریاض الحبتہ سے باہر ہو کر نہایت آہ و زاری سے دربار  
سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہوا۔

حرمِ نبویؐ سے اپنے پیرومِ رشد مولا نامولوی حاجی حافظ سید جماعت علی شاہ صاحبِ محدث  
علی پوری ظلمِ اعلیٰ کی خدمت بابرکت میں آخری ملاقات اور فیضِ حاصل کرنے کیلئے حاضر ہوا۔ آپ  
اس چانک خبر کو سن کر متحیر ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ تم تو بہت جلد یہاں سے جانیکا ارادہ رکھتے ہو پھر  
جواب دیا کہ مجھے دربارِ نبویؐ سے اجازت ملگئی ہے۔ جتنے روز کا آپ دانہ تہا رہا۔ اب دعائی خیر سے

خصت فرماتے آپ میرے ہمراہ حرم شریف میں آئے اور ارشاد فرمایا کہ جا اور چند منٹ مواہب شریف کے پاس کھڑا ہو کر دعا مانگ لے، میں اپنے پیرو مشد کے حکم کی تعمیل پر دوبارہ دربار نبویؐ کی پاس آنکر کھڑا ہو گیا اسوقت میرا حال جو کچھ تھا۔ میرا دل ہی جانتا ہو۔ عرب نبویؐ میری دلپس چھا گیا۔ زبان میں طاقت نہ تھی کچھ عرض کر سکون۔ نہ وہاں ہوا پس آنیکو جی چاہتا تھا۔ غرض چند منٹ اس حالت میں گزری۔ بعدہ ہاشم پیر خم حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آخری سلام عرض کر کے میری پیرو مشد قبلہ کے پاس حاضر ہوا وہاں آغا خلیل یکے از بوابین روضہ منورہ میرے لئے چند تبرکات لیکر آئے تھے۔ میں اون تبرکات کو لیکر باب الحرمہ سے باہر ہو گیا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہو کہ اس عاصی پیر معاصی کو حرم نبویؐ میں ۵۶ نمازین باجماعت پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی جسمیں کوئی نماز قضا نہ ہوئی۔ میرے پیرو مشد قبلہ مظلہ العالی سے اپنے دو خادموں کو مجھے اسٹیشن تک پہنچانے آئے میں ذیہر چند منع کیا۔ مگر آپ نے ازراہ بندہ نوازی پیدل میری ساتھ باب عنبرینہ تک تشریف لا کر مجھے دعائی خیر سے رخصت فرمایا۔ میں ۲ بجے دن کے باب عنبرینہ سے گذر کر اسٹیشن مدینہ منورہ پہنچا گیا۔

مدینہ منورہ کا | مدینہ منورہ کا ریلوے اسٹیشن نہایت عمدہ اور بختہ سیاہ پتھروں سے بنایا گیا ہے۔  
 ریلوے اسٹیشن | ہر ایک ڈپارٹمنٹ کے علاوہ علیحدہ کمرے ہیں اسٹیشن ماسٹر اور دیگر عملہ ریلوے نہایت خلیق پابند صلوٰۃ دیکھے گئے جس سے جو دریافت کرو وہ شوق سے بتا دیتا ہے۔ مگر زبان کا جاننا ضروری ہے۔  
 ترکی، عربی یا فرنجی زبان جاننے والوں کو زیادہ آرام اور تفتیش حالات میں آسانی ہوتی ہے۔ ان میں بالوں کو سوا اور کوئی زبان یہاں ترکیوں میں عام نہیں ہے۔ مدینہ طیبہ کو اکثر عرب اردو سمجھ لیتے ہیں۔ بعض ترکی افسر و نگو فارسی اور کسی قدر انگریزی بولتے ہوئے بھی ہیں نے دیکھا ہے۔ کوئی کوئی روسی اور جرمنی زبانیں بھی جانتے ہیں۔ مگر فرنجی اکثر جانتے ہیں۔ اسٹیشن پر درجہ سوم کو مسافروں کیلئے سائیناں اور کھلی جگہ بہت ہے۔ اور اندر احاطہ میں کھلا میدان پڑا ہے۔ کسی قسم کی ممانعت نہیں جسکا جی جہان

چاہے رہے۔ ٹکٹ بلدیہ کے بغیر اسٹیشن کو اندر گز نہیں دھل ہو سکتے

تین یا چار نل بانی کے اندر احاطہ میں ہیں۔ جمرات اور دن کیلے رہتی ہیں۔ جس قدر بانی درکار ہو لیلو۔ اور ۲ ہڑے پختہ بیت الخلاء میں ۹ چھوٹے چھوٹے حصے بنے ہیں موجود ہیں۔ انہیں بانی بھی رکھا ہوتا ہے۔ مگر لوگ ایسے بے سمجھ ہیں کہ باوجود ایسے عمدہ بیت الخلاءوں کو ہونے پر باہر میدان میں رفع حاجت کیلئے بیٹھ جاتے ہیں۔ جسکے باعث سارا میدان غلیظ اور ناپاک ہوتا ہے۔ اسکی روک تھام نہیں ہوتی۔ زیادہ تر بخاری و مغربی (یعنی مراکوی) ایسی بیجا حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں۔ عمدہ اسٹیشن اسکا کچھ خیال نہیں کرتا۔ اگر وہ ایک سپاہی مقرر کر دے جائیں اور حجاج و زائرین مسافروں کو اس بیجا حرکت سے روکین تو اسٹیشن میں صفائی رہ سکتی ہے۔ آجکل جہان ٹرین کٹری ہوتی ہے اسجگہ کی حالت قابل تحریر نہیں غلاطت سے پُر ہے۔ اسحالت میں امراض و بایئہ کا نہونا فقط خداوند کریم کی مہربانی اور فضل کا باعث ہے۔

اسٹیشن پر پلاٹ فارم نہیں ہے۔ صرف ریل کی پٹریوں پر گاڑی کٹری ہوتی ہے جو زمین کے برابر ہے۔ آجکل جو گاڑیاں مال کی لگائی جاتی ہیں۔ اون گاڑیوں میں پائیدان ہی نہیں ہے۔ جس سے مستورات اور ضعیف لوگوں کو چڑھنے اور ترنے میں سخت تکلیف ہوتی ہے۔

اسٹیشن کا اسٹیشن میں درجہ اول کا وٹینگ و م کو مختصر ہے۔ مگر نہایت عمدہ اور ضروری و وٹینگ و م سامان سے آراستہ ہے۔ تین ٹری مرا کو جرم کو چون پر گدے لگے ہیں۔ ایک

درجن کو قریب اسپرنگ دار عمدہ کرسیاں وہی مرا کو جرم کے گدوں سے آراستہ دھری ہیں۔ درمیان میں دو بڑی بڑی میزیں اور دروازوں پر نہایت خوبصورت شامی پیرے پڑے ہیں۔ مجموعی حیثیت سے یہ کمرہ بہت اچھا ہے۔

میرا اسباب وغیرہ پہلے سے یہاں آچکا تھا۔ ٹکٹ بلدیہ کے دکھانیسے فوراً اندر جانیکلی اجازت

ملگنی۔ اندر پہونچ کر اسبابِ ترازو کے پاس رکھ کر مین ٹکٹ لینے کو گیا۔ درجہ اول کا ٹکٹ ایک طرف اور درجہ سوم کا دوسری جانب ملتا ہے۔ مین نے اسٹیشن ماسٹر سے ٹکٹ کی درخواست کی تو اس نے فوراً ایک آفسر کو میرے ہمراہ کر دیا۔ وہ مجھے ٹکٹ گھر میں لیجا کر ٹکٹ دلا دیا۔ درجہ اول کا ٹکٹ مدینہ منورہ سے دمشق تک ۷۷۰ قرش۔ قرنطینہ تبوک کی فیس ۱/۲ ۲۱ قرش جملہ ۷۹۱ قرش مین نے دی۔ اور میری ملازم کا ٹکٹ درجہ سوم کا ۱/۲ ۳۹ قرش (مٹھے قرنطینہ) کو ملا۔

اوایل ۱۳۳۳ھ میں مجھ پر ایک خط میری دوست محمد عبدالرحمن صاحب عنبر خانی دیواری حال ساکن مدینہ منورہ سے آیا۔ او میں لکھا تھا کہ گورنمنٹ عثمانیہ شامی مسافریں کیلئے یکطرفہ کرایہ ادا کرنے پر مدینہ منورہ اور دمشق تک آمد و رفت کا ٹکٹ دیتی ہے۔

بولس کا سپاہی درجہ سوم کے مسافر و نکو نمبر وار بٹھاتا جاتا ہے۔ یکے بعد دیگرے ٹکٹ لینے کی نوبت آتی ہے۔ نہ دھکم دھکنا نہ ضعیفون کو زحمت نہایت عمدہ انتظام ہے۔

ٹکٹ ملتے ہی اپنا کل اسباب ترازو پر معہ بستر کے وزن کر کر بوکنگ کلرک کو پاس جاتا ہے وہ فی ٹکٹ ۳۰ اوگہ وضع کر کے باقی سامان کا محصول فی اوگہ ۲ قرش کے حساب سے دمشق تک لیگا۔ حجاز ریلوی پر درجہ اول سوم مین کوئی امتیاز سامان کو معافی کا نہیں ہے۔ دونوں کیلئے وہی ۳۰ اوگہ معاف ملتا ہے۔ اگر کوئی وزنی اسباب بریک مین رکھنا چاہو تو کلرک سے کہہ کر سیدھا مل کر لیں۔ ورنہ کل سامان آپکو اپنے ہی پاس رکھنا پڑے گا۔ بوکنگ کلرک کی دی ہوئی رسید لیکر دوبارہ ترازو پر آنیے وزن کنندہ اسباب پر ٹکٹ چسپان کر دیگا۔ اب ریل آتے ہی سوار ہو جانا چاہئے۔

میں ۱۰ اربتایخ ظہر کا آیا ہوا۔ ۱۱ کے صبح ۱۰ بجے تک ویننگ روم میں رہا درجہ سوم کے مسافر و نکو ۱۰ اربتایخ ہی کو شام کو گاڑیوں میں سوار کر دیا گیا۔ وہ تمام شب اور صبح دس بجے تک گاڑیوں میں رہی رہے پڑی سیر ہی تھی۔



**حجاز ریلوے** حجاز ریلوے لائسنس چھوٹی پٹری کی ہے۔ اور اس میں فقط دو درجے ہیں۔ درجہ کی گاڑیاں **اول** (جسکو ترک پر یو کلاس کہتے ہیں) کی گاڑیاں عمدہ و خوشنما ہیں۔ مگر ایک ایک کمرہ۔ ۶ مسافروں کیلئے مخصوص ہے۔ ان کمروں کے سامنے مکان کو برآمدے کی طرح راستہ ہے۔ جس میں سو گزر کر مسافر اپنے کمرے میں داخل ہوتا ہے۔ وہاں کے آخر ۳۹ مسافروں کو ایک بیت الخلا ہے۔ جس میں منہ دھونیکا برتن اور پانی رکھا ہوتا ہے۔ بیرونی اور اندرونی ہر دو جانب رنگ و روغن کے لحاظ سے درجہ اول کی گاڑیاں اچھی ہیں۔ مگر ۶ مسافروں کو جو بٹھایا جاتا ہے سخت تکلیف کے سوا تین شبانہ روز بیٹھنے سے بیمار ہونیکا اندیشہ ہے۔ اگر اتفاق سے مسافر کم ہیں تو البتہ آرام ہے ورنہ تکلیف۔

درجہ سوم کی گاڑیاں ہندوستان کی ٹراموے کے نمونہ پر ہیں۔ درمیان میں راستہ۔ ادھر ادھر دو شخص بیٹھنے کو بیچ۔ گویا ایک درجہ جسمیں راستہ کے دونوں جانب آمنے سامنے چار آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔ ایک گاڑی ۶۴ مسافروں کیلئے مخصوص ہے۔ اس میں بیت الخلا نہیں ہے۔ ایک گاڑی دوسری گاڑی سے بذریعہ پائیدان ملحق ہے جس سے چلتی ہوئی گاڑیوں میں مسافر آسانی سے اس سرے سے دوسرے سرے تک آ جاسکتے ہیں۔ ہر درجہ میں دونوں طرف کھڑکیاں ہیں جن میں نہایت دبیز صلیب شیشہ لگا ہوا ہے۔ ضروری سامان درجہ اول کی گاڑیوں میں صرف اوپر رکھ سکتے ہیں اور درجہ سوم میں بیچ کے نیچے۔ کل ریل میں انجن کو ملا کر ۴ گاڑیاں ہوتے ہیں جن میں ایک یا دو درجہ اول کی۔ اور ایک یا دو درجہ سوم کی باقی سب ال گاڑیاں ہوتی ہیں جنہیں ایام حج میں مسافروں کو سوار کیا جاتا ہے۔

دمشق اور مدینہ منورہ کو درمیان چھوٹے اور بڑے کل ۷۶ اسٹیشن ہیں۔ سوا درعاکے اور کسی اسٹیشن پر مسافروں یا مال کا چڑھنا یا اترنا نہیں دیکھا گیا۔

مدینہ منورہ اور تبوک کے درمیان صحرائی بدو آباد ہیں۔ گزشتہ ایام میں بعض صحرائی بدو ریل کی

پٹری کو اوکھیر دیا کرتے تھے جسکی بندوبست کیلئے ہر ٹرین میں کچھ فوجی حصہ بغرض حفاظت جایا کرتا ہے۔ اور اسٹیشنوں پر حسب ضرورت فوجی چوکیاں بھی قائم ہیں جسکا ایک دستہ ہر روز اپنی حدود مقررہ پر دیکھ بھال کی غرض سے جاتا ہے۔ جہاں سڑک خراب ملتی ہے فوراً مرمت کزدی جاتی ہے۔ حجاز ریلوی پر کل فوجی اقتدار ہے۔ اسٹیشن ماسٹر سے لیکر ٹرافک منیجر تک کل فوجی آفسر ہیں ان وجوہات کو باعث چونکہ آمدنی کم اور مصارف زیادہ ہیں۔ اسلئے کرایہ بھی زیادہ ہے۔ جو کچھ اپنی اس ریلوی کو ہوتی ہے۔ وہ فقط موسم حج ہی میں ہوتی ہے۔ مدینہ منورہ سے دمشق تک ۸۱۰ میل کیلئے درجہ اول کو ۱۰ روپیہ اور درجہ سوئم کیلئے ۵۳ روپیہ لئے جاتی ہیں۔ جو ہندوستان میں اس مسافت کے کرایہ سے تقریباً پانچ گنا زیادہ ہے۔ تاہم اس مشقت و محنت و مصائب پر خیال کیا جائے جو اس سے قبل زائرین مسافرین شام و بیت المقدس کو اونٹوں کی سواری میں ایکماہ تک اٹھانی پڑتی تھی تو یہ کرایہ بہت ارزان۔ اور سلطان عبد المجید خان غازی حسن اللہ خلاصہ کا کام ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ اونٹوں کی سواری کو خوف سے اکثر متمول ہندی حجاج ریل کی سواری کو آسان سمجھ کر بغیر زیارت دمشق و بیت المقدس سید ہی حیف ہو کر براہ پورٹ سعید بمبئی واپس ہو جاتی ہیں۔ مگر ایسے لوگوں کو اس بات کا خیال ہونا چاہیے کہ اس قدر دور و دراز کا سفر کر کے ان مقامات سے محروم رہ جانا کہاں تک افسوس کا باعث ہے۔ خصوصاً محرم ثلاث کی زیارت کو نہایت صحیح سے ثابت ہے۔

ایام حج میں اس لائن پر وقت کی پابندی بالکل نہیں ہے۔ ریل حابیون کو ارادہ ہے چلتی ہے۔ جہاں دو منٹ ٹھہرنی کی ضرورت ہو وہاں حجاج کی خاطر ۱۰ منٹ ٹھہر جاتی ہے۔ عملہ ریلوے سب کا سب مسلمان ہے۔ اسلامی اخوت اس بات کو کب گوارا کر سکتی ہے کہ حجاج کو میدان میں چھوڑ کر ریل چلی جائے۔ اسی وجہ سے وقت کی پابندی نہیں ہے۔ میں نے اسلئے ٹائم ٹیبل اپنی کتاب میں نہیں لگایا۔ چونکہ اول تو پابندی اوقات ہی نہیں۔ دوسری ہمیشہ وقت بدلتا رہتا ہے۔ آئندہ جسکو اس لائن پر

سفر کرنیکا اتفاق ہو تو وہ مدینہ منورہ۔ شام (قدم شریف) حیفاء۔ بیروت یا معان وغیرہ میں اسٹیشن  
ماٹر سے طلب کرنے پر فوراً مل جائیگا۔ جو عربی اور بیچ زبان میں ہوتا ہے۔

ہفتہ میں تین دن جمعہ دو شنبہ اور چار شنبہ کو دمشق کی گاڑی مدینہ منورہ میں داخل ہوتی  
ہے۔ اور اسید طرح تین روز شنبہ شنبہ اور پنجشنبہ کو مدینہ منورہ سے جانب شام روانہ ہوتی ہے۔

البتہ موسم حج و زیارت میں شامی، ترکی، بخاری، چرکسی، مراکوی اور ہندی حجاج بکثرت  
اس لائن پر سفر کرتے ہیں۔ اسلئے روزانہ دو گاڑیاں ایک صبح اور ایک شام جانب شام روانہ ہوتی ہیں

بعض انہیں ایسے حجاج بھی ہوتے ہیں کہ جنہوں نے ریل کبھی نہیں دیکھی۔ اور نیز حکومت غیر کی  
رعایا ہونیکے وجہ سے انکو پابندی قواعد کا بالکل خیال نہیں رہتا۔ گاڑیوں کی صفائی اور حفاظت

کی بھی چندان پرواہ نہیں کرتے۔ اسلئے اندون ترکی گورنٹ درجہ سوئم کی گاڑیوں کی بجائے  
مال کی گاڑیاں مسافروں کی آمد و رفت کیلئے لگا دیتی ہیں۔ ہر ٹرین میں اسوقت اگر ایک سواری

گاڑی ہوگی تو ۱۰ مال گاڑیاں ہونگی۔ اس سواری گاڑی میں معزز و سلیقہ شعار حجاج کو دیکھ کر  
بٹھلایا جاتا ہے۔ خدا بخاری اور چرکسی و مغربی یعنی مراکوی اقوام کا ساتھ دے بڑے غلیظ اور

جھگڑالو ہوتے ہیں۔ اسلئے محرم الحرام کے بعد صفر کی ۱۵ کو مدینہ منورہ سے شام کی جانب سفر کرتے  
تو درجہ سوم میں نہایت آرام ملیگا۔ نہ اذہام کی تکلیف نہ مال گاڑی میں سوار ہونیکے نہمت۔ نہ

درجہ اول کا ٹکٹ لیکر مفت روپیہ برباد و تکلیف گوارا کرنیکی مصیبت ہوگی۔ برخلاف اسکے  
نہایت آرام سے سفر ہوگا۔ تبوک کا قریظینہ اسوقت تک اٹھا دیا جاتا ہے اگر رہا بھی تو فقط ایک

روز کے لئے ہوگا۔

حجاز ریلوے کی اسٹیشن | حجاز ریلوے کی تمام اسٹیشن بجز تین یا چار اسٹیشنوں کے بالکل مختصر ہیں جن میں

بعض دو منزلہ بھی ہیں اور کل اسٹیشن سیاہ پتھر سے بنے ہیں۔ ان اسٹیشنوں پر ہندوستان پر تہا

کی طرح پھیری والے ہشیاء فروختی لیکر نہیں پہرتے۔ کہیں شاذ و نادر کسی نے کچھ لایا تو بجز سنگترے، لیمو، نارنگی یا سیب و انگور کے اور کچھ نہیں۔ سقے یہاں اسٹیشن پر مقرر نہیں ہیں۔ مگر بڑے اسٹیشن پر تقریباً پانی مل سکتا ہے۔ خود آکر لینا چاہئے۔ چھوٹے اسٹیشنوں پر سپاہیوں کیلئے دور سے پانی لا کر رکھا جاتا ہے۔ اگر اس سے مل سکے تو مانگ لے سکتے ہیں۔ تبوک، معان، درعا اور حوران چند بڑے اسٹیشنوں پر باہر کی طرف ایک یا دو دوکانیں بھی ہیں۔ مین نے مدائن صالح کی دوکان میں دیکھا کہ وہی ملکی خوراک جسکے ہم عادی نہیں ہیں ملتی ہے۔ مثلاً پنیر، منقی، سوکھے انگور، زیتون کا آچار، چار، ابلے ہوئے اٹلی، مصری وغیرہ بڑے اسٹیشنوں کو نام یہ ہیں۔

مدینہ منورہ سو کوٹہ شیش	نام اسٹیشن	مسافت کیلو میٹر	کرایہ درجنہ اول (برنجی بیو کلاس)	کرایہ درجنہ سوم (اوجھنی)
۱	مدینہ منورہ			
۱۸	العلاء	۳۲۳	۱۹۳ $\frac{۱}{۲}$	۹۷ $\frac{۱}{۲}$
۲۰	مدائن صالح	۳۳۸	۲۱۰	۱۰۵
۲۷	معظم	۴۷۵	۲۸۶	۱۳۳
۳۳	تبوک	۶۱۰	۳۶۸	۱۸۴
۳۸	ذات الحج	۶۹۴	۴۱۷ $\frac{۱}{۲}$	۲۰۸ $\frac{۳}{۴}$
۴۰	مدورہ	۷۳۱	۴۳۹	۲۱۹ $\frac{۱}{۲}$
۴۸	معان	۸۴۳	۵۰۷ $\frac{۱}{۲}$	۲۵۳ $\frac{۲}{۳}$
۵۰	عنیزہ	۸۹۷	۵۳۲	۲۶۶
۵۲	الحار	۹۲۴	۵۵۶	۲۷۸

نوٹ: ایک شش ۲۰ کراہوتا ہے۔ انگریزی شرفی کراہ ۱۰۹ قرش۔ فرنچ بیولین کے ۸۶  $\frac{۱}{۲}$ ۔ عثمانی مجیدی کے ۱۸  $\frac{۱}{۲}$ ۔ قرش ہوتے ہیں ۱۱



۶۱	قصر	۱۰۶۸ اکڑیں	۶۳۲ ترش	۳۳۱ ترش
۶۲	عَمَّان	۱۰۸۰	۶۳۹	۳۲۳ $\frac{1}{4}$
۶۴	درعا و جکشن	۱۱۷۹	۷۱۰	۳۵۵
۷۰	محجہ	۱۲۲۳	۷۲۸	۳۶۳
۷۶	قدم شریف دمشق	۱۳۰۳	۷۵۹	۳۷۹ $\frac{1}{4}$
	درعا و جکشن	.	.	.
۵	شجرہ	۳۱	.	.
۱۰	بیسان	۱۰۲	.	.
۱۲	عفولہ	۱۲۳	.	.
۱۳	حیفا	۱۶۱	۷۹۰	۳۹۵
.	مدینہ منورہ سے حیفا تک	۱۳۳۰		

میں پہلے لکھ آیا ہوں کہ مدینہ منورہ سے دمشق تک کل ۶۷ سٹیشن ہیں اور حیفا تک ہر راہ درعا ۸۱ سٹیشن ہیں۔ ان سٹیشنوں میں کوئی ہندوستانی نہیں اترتے سوائے دمشق یا حیفا کے میں نے اس لیے کل ٹائم ٹیبل کا ترجمہ نہیں کیا ہے۔

بھاب انگریزی۔ مدینہ منورہ سے دمشق تک درجہ اول کا کرایہ ۹ - ۱۰ - ۱۲۳ روپیہ مفید

قرطینہ اور درجہ سوئم کا ۹ - ۱۰ - ۶۳ روپیہ دیا گیا۔ اور حیفا تک درجہ اول کا ۰ - ۸ - ۱۱۸ روپیہ

اور درجہ سوئم کا ۵۹ روپیہ ۴ روپیہ ۱۰ - ۳ روپیہ ۱۰ - ۹ پانی فیس قرطینہ ہر دو مدارج کے لئے شاکر

چلتی ہوئی ریل پر گیس اور کوئلہ کے چولہوں میں لوگ روٹی - ترکاری اور چائے وغیرہ طیارے کے لئے

لے حیفا و بیت المقدس جانے والے بیان اتر کر دوسری گاڑی پر سوار ہونا چاہئے ۱۷

ہیں جو خلاف قانون ہر چلنے کے قبل تین یا چار یوم کیلئے کچھ نیند و بستی کر لینا چاہئے۔ جو رہتہ  
میں عند الضرورت کام آوے۔

فی الحال حجاز ریلوے لائن پر ۳۰-۱۱ بجن اور ۹۰ درجہ اول و سوم کی گاڑیاں ہیں۔  
مدینہ منورہ | ۱۱ جنوری ۱۹۱۲ء میری لئے ایک نہایت منحوس دن تھا کہ اوس روز میں <sup>اللہ</sup> یار رسول  
سے روانگی صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہو گیا۔ مدینہ منورہ سے وٹل بجے گاڑی روانہ ہوئی  
ٹرین کی آمد و رفت کی وقت یہاں پر کسی دست احباب کو اندر آنیکی اجازت نہیں ہے۔ ترکی بڑی  
بڑی آفسریاء عمائدین شہر اگر آنا چاہیں تو فقط اونکو اجازت ہے۔ حجاج یا دیگر مسافروں میں بغیر ٹکٹ اندر نہیں  
آ سکتے۔ پلاٹ فارم ٹکٹ یہاں نہیں ہو کہ دوست احباب ٹرین کی آمد و رفت کی وقت اندر آویں۔ سبکو  
باہر ہی سو خدا حافظ کہنا پڑتا ہے۔

جس وقت ہماری ٹرین شہر سے گذر رہی تھی تو روضہ مطہرہ کا وہ سبز قبہ اور مسجد نبویؐ کی عالیشان  
منار و دوز تک نظر آتے رہے۔ مسافروں میں کوئی غم جدائی سرور نہ تھا۔ کوئی آہیں مارتا تھا۔ عجب حالت  
تھی۔ اول تو ریل ذرا تیز رفتاری سے چلی۔ بعد کو جب تک قبة الخضر نظر آتا رہا ادا بہت آہستہ آہستہ چلنے لگی۔  
تار کو کہیے ہمارے مشرقی جانب لگو ہوئے تھے۔ تین تار میں تہیں۔ کہیے ہوائی لکڑی کرہیں بسنا گیا کہ گذشتہ  
سال وہیں بدوا کثر تار و نگوڑ کر تماشا دیکھا کرتے تھے۔ اسلئے ترکی گورنمنٹ کو ریل کی حفاظت کیلئے  
فوجی دستہ مدین صالح تک زیادہ تعداد میں رکھنا پڑتا ہے۔ میں آج دیکھا کہ سرکاری دہنو کو جو غالباً  
سپاہیوں کو راشن کر ہونگو فوجی مسلح سپاہیوں کا ایک دستہ پہاڑوں پر چڑھا رہا تھا۔

پہلے اسٹیشن پر گاڑی بہت دیر تک ٹہری رہی۔ یہاں پر فوجی سپاہ خیموں میں دیکھے گئے۔ ان  
کیلئے پانی اور لکڑی مدینہ منورہ سے آتی ہے۔ اسٹیشن مختصر مگر دو منزلہ ہے۔ ہر تیسری یا چوتھی گاڑی کے  
چہت پر سپاہی کرپہرہ دینے کی جگہ بنی ہوئی ہے۔ اس پر مسلح سپاہی بیٹھا رہتا ہے۔ کل ٹرین میں ایسی

تین یا چار گاڑیاں ہوتی ہیں۔ جن پر سپاہی بیٹھے رہتے ہیں۔ تاکہ دور تک شرار کو دیکھ سکیں۔

آج ہوا میں تیزی اور سردی ہے۔ ۱۲ بجے دن تک زیادہ سردی معلوم ہوتی تھی۔ ریل بہار لونا میں ہوتی ہوئی واویلوں میں گذرتی ہے۔ اور یہاں پر گھماؤ بہت ہیں بہت سے پیچیدہ مقامات طے کر کے ریل کونکالے ہیں۔ ریل کی سٹرک وہی قدیم اونٹ کے راستہ کے ساتھ ساتھ گئی ہے۔ اور کہیں کچھ فاصلہ پر ہے۔ دو چار اسٹیشن تک تو ریل کی سٹرک پر زیادہ کھدائی اور بہرائی کا کام نظر نہیں آیا۔ ریل کی روانگی بذریعہ بگل ہوتی ہے۔ جسکو گارڈ بجاتا ہے۔ ہندوستانی طرح ہندو شیش بھندہ یون سو کام نہیں لیا جاتا۔ اس وقت ریل برابر دن اور رات چلا کرتی ہے۔

مدنیہ و حد غیر مدنیہ منورہ سے دسواں اسٹیشن ہے۔ یہ بہت عمدہ اور بچتہ بنا ہوا ہے۔ ایک فرسٹ کلاس مسلمان مسلمانوں کی ایک ٹاکی بھی موجود ہے۔ یہاں سے چکر پڑا اسٹیشن اٹھتا ہے جو مدنیہ

منورہ سے اٹھارواں اسٹیشن ہے۔ ایک بچتہ کنواں ہے۔ اور چنڈ پانی کے ٹاکیاں بھی موجود ہیں۔ دو بیت الخلاء ترکی وضع کی ہیں۔ یہ اسٹیشن غیر مسلم کے آئین کا حدھی۔ اس کے آگے جانب مدنیہ منورہ سے مسلمانوں کے کوئی دوسری قوم کا آدمی ہرگز نہیں جاسکتا تا وقتیکہ وہ مسلمانوں کا سالباںش پہنچے۔ اور اپنے کو مسلمان ثابت کرے۔ اس ممانعت میں گورنمنٹ ترکی بالکل حق بجانب ہے۔ کیونکہ اداں تو یوروپین مسلمانوں کے ٹہرنے کیلئے ابھی اس نواح میں کوئی انتظام نہیں۔ دوم ترکی حکام جو اس طرف رہتے ہیں وہ اس قدر مطمئن نہیں ہیں۔ اور اونکو ہر وقت بد وقت باطل کے شرار کا خوف لگا رہتا ہے۔ کہ کب اور کس وقت اس ریل کی سٹرک کو موقع پا کر اوکھاڑ نہ دیں۔ ایسی صورت میں وہ یوروپین سیاحوں کی بہانداری کیلئے ہر وقت طیارہ نہیں بھیج سکتے۔ سوم بعض یوروپین سیاح سلطان سرزمین میں آکر انصاف و دیانت کو بالاطلاق رکھ دیتے ہیں۔ اور خواہ اونکو کوئی حادثہ اپنی تیزی جلد کاری یا غلطی سے محض اتفاقاً پیش آجائے تو خواہ مخواہ اُسے حکومت عثمانیہ کی بدنیتی و بدانتظامی و عداوت کی طرف منسوب کر کے بڑی لہجے چوڑی

ہر جانوں کے مدعی بنتے ہیں۔

میرز خیال میں جب اس لائین پر معقول انتظام ہو جائیگا تو غالباً العلامہ سے آگے بھی غیر مسلم کو جانے کی اجازت مل جائے گی۔

العلامہ کے جنوب ٹرین ایک کشادہ واوی سے گذر کر العلامہ میں داخل ہوئی۔ العلامہ کی آبادی اس وقت سو یا ۵۰ ہزار کے قریب ہے۔ ریلوے سٹیشن کے متصل دو ایک دوکانیں موجود ہیں۔

پہلے گورنمنٹ عثمانیہ کا یہ خیال تھا کہ العلامہ میں ایک ڈپو ریل کا قائم کیا جائے۔ مگر جب پانی مدین صبح میں یہاں سے زائد مل گیا تو اس تجویز کو رد کر دیا گیا۔ العلامہ میں بھی پانی کو چشمے بکثرت ہیں۔ اور تقریباً سو اسی ہزار ایکڑ سے زیادہ رقبہ پختلستان و باغات ہیں۔ اور گھونگی کاشت بھی ہوتی ہے۔ مگر وہاں کی ایک قباحت ان تمام خوبیوں پر پانی بھیر دیتی ہے۔ یعنی وہاں پر کوئی غیر ملک کا باشندہ ترک ہو یا شامی دو چار روز سے زیادہ نہیں ٹھہر سکتا۔ اگر زیادہ ٹھہر جائیگا تو مرضی ناسور میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

رفتے بے کی زبان معلوم ہوا کہ حلب کو ناسور کی طرح یہاں کا ناسور بھی بڑا تکلیف دہ اور دیر درست ہوتا ہے۔ اونکی راس میں اس بیماری کا ہونا العلامہ کے کھجور ونگی خاصیت کا باعث ہے۔ اور بعض اُسے وہانکی آب ہوا کا باعث قرار دیتے ہیں۔ ایک قلعہ بھی یہاں پر ہے۔ جسکے مغربی فصیل کو توڑ کر دروازہ بنایا گیا ہے۔

عاد و شود کی | العلامہ سے جب ہم آگے کو روانہ ہوئے تو ہم کو عجیب تماشہ نظر آیا۔ یہاں پر وسیع منقلبہ بستیاں | میدان دور دور تک دکھائی دیتا ہے۔ درمیان میں قوم عاد و شود کی وہ بستیاں جو اونکی بدکرداریوں کی وجہ سے غضب الہی سے اولٹ دی گئی تھیں نظر پڑتی ہیں۔ پہاڑوں میں بگائے منقلبہ کے نشانات نمایان طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ ہموار زمین میں اونچے نیچے ہزار ہا ٹیلے کچھ ایسی عجیب اور زالی ہتھ پیر دکھائی دے رہے ہیں۔ جن سے عبرت خیز انقلاب محسوس ہوتا ہے۔



یہاں سے ذرا دور پر وہ قدیم اغرا کے کھنڈرات ہیں جہاں پر قوم بنی طے کے عجیب و غریب  
 منادروں و مقابر ابھی تک موجود ہیں۔ قوم بنی عاد و ثمود کے لوگ بڑے قوی ہیکل اور دیو قاست ہوتے تھے  
 یہ لوگ پہاڑوں اور چٹانوں کو کھود کر مکان بنایا کرتے تھے۔ جب ہم اس مقام سے گذر رہے تھے  
 تو صبح کا وقت تھا غضب الہی کا ادنیٰ نمونہ دیکھ کر ہماری عقل حیران ہو گئی اور فوراً یہ آیت کریمہ یاد  
 آئی قل سیرو فی الارض کیف کان عاقبة اللکذبین اس قدر امتداد زمانہ کے بعد  
 مکانات منقلبہ کے آثار نمایان ظاہر ہیں۔ مکانات کی بناوٹ دو منزلہ بلکہ سہ منزلہ کی حیثیت سے  
 اچھی طرح معلوم ہوتی ہے۔ جن پر نقش و نگار بھی کیا گیا ہے۔ ان کے دروازے بہت چھوٹے ہیں۔ اسکی نسبت  
 تران پاکین یہ دلیل آتی ہے۔ وجاہوا الصخر بالواد۔ پھر بھی سنا گیا کہ اب تک ان مکانات میں  
 انسانی ہڈیاں اور سر کی کہو بریان جو پڑی ہیں کہات کا پتہ دے رہی ہیں کہ اوس نے مانہ کے لوگ  
 بڑے قوی ہیکل تھے۔

اگر شائقین علوم عمارات قدیمہ کو یہاں تک جانیکی اجازت ملگئی تو انہیں غالباً ان مکانوں کو  
 کہو دنے اور تلاش کرنے میں قابل قدر قدیم اشیاء دستیاب ہونگی۔ معلوم ہوتا ہے کہ قدیم شہر اغرا اس  
 موقع پر تھا جہاں اب ٹیلے موجود ہیں۔ یہ مقام قلعہ کے جنوب میں ریلوے لائن اور منقلبہ مقام گردیا و نام  
 قدیم اشیاء کا میرے معزز ہمسفر جناب رفعت بے کی زبانی معلوم ہوا کہ عملہ ریلوے کو تعمیر ریلوے کے  
 دستیاب ہونا وقت زمین کہو دتے ہوئے کئے قدیم کتبے اور سنگین شکے ملے جو ۳ سے ۵ فٹ تک بلند

اور قطر انکا ۲۰-۳۰ انچ تک تھا۔ اور نیز آتشین ہوا کی بنی ہوئی دستی چکیاں اور ایک سیاہ آتش نشان  
 پتھر سے بنی ہوئی دھوپ گھڑی بھی ملی تھی۔ جو قسطنطنیہ کے میوزیم عجائب گھر کو بھیج دی گئی۔ ابھی تک  
 ان ٹیلوں پر جہاں کہیں ریت کو دسے ہوں ظروف گلی کی ٹھیکریاں بکثرت پائی جاتی ہیں جن پر  
 روغن کیا ہوا نظر آتا ہے۔

**راستہ کا منظر** ہموار زمین پر اونچے اونچے تیز اقسام کے ٹیلے اور چوٹیاں کچھ ایسی عجیب نرالی طرح سے نظر آرہی ہیں جیسے دیکھنے سے عبرت اور خدا کر غضب کی جھلک فوراً آنکھوں کے سامنے آجاتی ہیں۔ اس منظر کو دیکھتے ہوئے ہم مدائنِ صالح کو پہنچے۔

**مدائنِ صالح** جب ہماری ریل مدائنِ صالح میں داخل ہوئی تو ایک شخص عبدالصمد نامی متوطن پنجاب (ہند) حال ساکن مدائنِ صالح و ملازم گورنمنٹ عثمانیہ بھدہ مستری اسٹیشن پر ڈکھائی دیا۔ جب اس نے ہم کو دیکھا تو اس کو بھی ایک فطرتی جوش اور خوشی پیدا ہوئی۔ اور ہم سے آکر باتیں کرنے لگا۔ اتفاق سے ریل زیادہ وقت ٹھہری۔ میں عبدالصمد صاحب کے ہمراہ شہر کی سیر کو چلا گیا۔ یہاں ایک ترکی قلعہ جو زمین زیادہ فوج رہتی ہے۔ عبدالصمد ایک ہندوستانی کو ترکیوں کا نوکر رکھ لینا۔ انصاف پسندی کا بین ثبوت ہے۔ صاحب لیاقت دابل ہنر کو اگر وہ زبان جانتا ہے تو نوکر رکھ لیتے ہیں۔ حجاز ریلوے کا انجن جو مدینہ منورہ سے آتا ہے وہ یہاں بدلدیا جاتا ہے۔ اس وقت ترکی سفر میں ان پہاڑیوں پر سفید پتھر نہایت خوبصورت تراشکر مدائنِ صالح کو ٹرالیوں کو ذریعہ لاتی ہے۔ جہاں پر مختلف عمارات پختہ عملہ ریلوے کیلئے زیر تعمیر ہیں۔ ایک انجن گھر بنا ہے۔

**مبصرۃ الناقۃ** مدائنِ صالح سے ہم منٹ کے بعد یہ مقام ملتا ہے۔ یہاں ترکی فوج کا ایک بردست حصہ مقیم ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے بیٹھنے یا اس کے بچے کے ذبح ہونے کی جگہ ہے۔ اس مقام پر ہوا اس کثرت سے چلا کرتی ہے کہ ریت کے بڑے بڑے ٹیلے بن گئے ہیں۔ ایسی زمین اور ایسے پہاڑ زمین نے کہیں نہیں دیکھا۔ برہما چین، شان اور سیام سب کچھ دیکھا۔ مگر غضب الہی کا نوہ صرف اس ہی مقام پر نظر آیا۔ یہاں میدان بہت وسیع ہے اس میں ہزاروں اونٹ اور اونٹ کے چھوٹے چھوٹے بچے چرتے ہوئے دکھائی دئے۔ معلوم ہوا کہ یہاں پر اونٹ کی نسل کشی کا خاص نظام ہے۔ چونکہ اس مقام پر چارہ وغیرہ کثرت سے میسر آتا ہے۔ اور غضب الہی بہت ناک منظر ہی یہاں پر

ختم ہو جاتا ہے۔ تھوڑی دور آگے چلکر ابوظاقہ ایک مقام ہے جس کے متصل ایک عجیب مینار نما پہاڑی ہے جسکی چوٹی سے نیچے تک ایک بڑا سوراخ چلا گیا ہے۔

راستہ کا منظر یہاں سے اور تھوڑی دور چلکر ریل پہاڑوں کو درمیان بہت گھوم گھوم کر گذرتی ہے۔ اگر اس ملک کا صحیح جغرافیائی نقشہ بنایا جائیگا تو نہایت قابل دید ہوگا۔ زمین کی اصلی حیثیت کو اگر بتایا جائیگا تو یہ نقشہ عرب میں بہت ہی خوبصورت دکھائی دیگا۔ دوپہر کے بعد ہم کو دہرا منظر دکھائی دیا۔ یہاں پر لائین پہاڑ میں سے ہیچ در ہیچ کہاتی ہوئی گذرتی ہے۔ یہ سلسلہ مسلسل نہیں ہے۔ بلکہ سرخ چٹانوں اور بڑی بڑی سنگین سلون کے متفرق ڈھیر و نیکی قطار ہے۔ جو کھین بالکل میدان کے برابر ہو جاتی ہے۔ اور کہیں کم و بیش جسکے پتھر و نیکی شکلیں مناروں، برجوں شاخ و شاخ آہو یا دندان فیل کی طرح یا یون کہو کہ فوج کر قوی ہیکل سپاہی میدان جنگ میں دشمن کے مقابلہ پر ڈھال و سپر لیکر اڑی ہوئی ہیں۔ عجیب غریب طرز و ہئیت میں کہانی دیتی ہیں اور آندھریوں کو طلاطم نے اونکی سطح کو صاف کر کے ایک اور نیرنگی پیدا کر رکھی ہے۔ اور انکے حاشیہ کے اندر زرد رنگ کی صحرائی بالوکی موجودہ زمین کچھ اور ہی کیفیت دکھا رہی ہے۔ پڑھائی جب ختم ہو کر ریل اوپر پہنچ جاتی ہے تو اوپر سے دوسری وادی ہی نظر آتی ہے۔ بعد میں مغرب کے جنوبی طرف ٹرین ایک نخت ایک بڑا چکر کا ٹکڑا اس میدان میں پہنچ جاتی ہے۔ جہاں پہاڑ کی جانب اس موقع پر بعدیہ ایک دیوار کی شکل میں حرارت الہیب کے سیاہ چٹان اس موقع پر وادی سے پری دور تک بلند ہوتے چلے جاتے ہیں جو برج و نیکی شکل میں کھڑی ہیں۔ یہ چٹان دراصل آتشیں مواد کو ڈھیر ہیں جو کبھی اس خشک وادی میں زرد رنگ کی رتیلی پتھر کی پست قد پہاڑیوں والی سرزمین سے جوش کہا کر نکلے تھے۔ پہاڑوں کو دامن کر سوا جہاں رنگ کے ٹیلے جمع ہو گئے ہیں یہ کل میدان ہنری زردی کا مجموعہ ہے۔ یہاں گہا نسا اور دوب بکثرت ہے۔ اور اونکے زرد و سبز جھنڈ رتیلی سطح کے کثیر حصہ کو



ڈھانچے ہوئے ہیں۔

وادی کے جنوبی حصہ میں کوہ آرہ کی شکل کا ایک دندانہ دار پہاڑی سلسلہ احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اور جنوب مغرب پر ایک عظیم الشان چٹان کھڑا ہے جو بالکل مربع شکل کا ہے۔ اسکی چوٹی آتشیں مواد سے بٹی ہوئی ہے۔ بظاہر اسی پر چڑھنا ناممکن نظر آتا ہے۔ اسکی شکل دیکھ کر دراصل ہی خیال آتا ہے کہ کسی زلزلہ یا غضب الہی سے پہاڑ پتھر زمین اولٹ گئی ہے۔

آگے چل کر وسیع میدان کے نشیب و فراز میں پھر پتھروں کے قدرتی انبار لگے ہیں۔ بعض جگہ یہ پتھر اس قدر تیز تھے کہ دور سے انسانی شکلیں معلوم ہوتی تھیں۔ اس کے درمیانی زمین کسی طرح قابل زراعت نہیں ہے۔ جہاں تک نظر کام دیتی تھی کسی درخت کا نام و نشان نہ تھا۔

دارالحرار | مقام دارالحرار میں قریب ایک بجے دن کے ہماری ٹرین پہنچی جہاں پر صرف چند سپاہی رہتے ہیں۔ یہ مقام حجاز ریلوے پر سب سے بلند ہے جو سطح بحر سے ۷۵۰۰ فیٹ اونچا ہے۔ اوپر مدینہ منورہ کی طرف اوپر قدس شریف کی جانب زمین نیچی ہوتی چلے گئی ہے۔ ایک ٹنگراف لائن اس جگہ سے کسی اور جانب چلا گئی ہے۔ یہ علاقہ بالکل ویران اور بیابانک معلوم ہوتا ہے۔ بئرخ پتھر کے نوک دار پہاڑ یاں اس کف دست میدان میں طبعی خط و خال معلوم ہوتے ہیں۔ یہ بے آب گیاہ علاقہ تقریباً ۲۲ میل تک چلا گیا ہے۔ اور پھر وادی المعظم کی طرف مائل نشیب ہوتا ہوا وادی عاقل اور وادی ہمدہ جو سطح مرتفع پر واقع ہے جا ملا ہے۔ اس کے سر و طرف کا پانی موسم باران میں بہہ کر وادی ہمدہ کو چلا جاتا ہے۔ بارش اس جگہ پر کبھی کبھی ہوتی ہے پھر یہ علاقہ نشیب و فراز سے گذرتا ہوا المعظم تک چلا گیا ہے۔

المعظم | اس مقام کو قلعۃ المعظم بھی کہتے ہیں۔ دارالحرار سے ریل جب نیچے کی طرف آتی ہے تو پہلے وادی آتش اور پھر وادی ویرا کو پار ہو کر گذرتی ہے۔ وادی ویرا سے جانب مشرق تھوڑی



دور چاکروادی جہریدہ میں جو تائیہ سے نکلتی ہو ملجاتی ہے۔ یہ دونوں وادیوں ملکر وادی الثانی کے نام سے بہت دور تک جا کر وادی آنحضرت میں ملجاتی ہیں۔ المعظم سے جبل دنا بہ جانب شرق دکھائی

دیتا ہے۔ یہاں پر انجن پانی لیتا ہے۔

ایکٹ روپین حاجی [تایخ ۱۲ جنوری روز جمعہ جس کمری میں رفعت بے اور میں بیٹھے ہوئے تھے

اوسکے بازو کے کمرے میں ایک یورپین معاوسکی والدہ اور بہن کے سفر کر رہا تھا۔ آج وہ شخص ہمارے کمرے کو پاس آنکر چہانکنے لگا۔ میں دوستہ ایک انگریزی نقشہ اوٹھا کر دیکھنے لگا۔ وہ یورپین دروازے کے پاس کھڑا ہو کر مجھ کو دیکھتا رہا۔ مگر کہہ نہیں سکتا تھا کہ اندر آنا چاہتا ہوں میں نے رفعت بے سے کہا کہ اسکو بلالین۔ اونہوں نے اوسکو اندر بلالیا۔ وہ اندر آتے ہی السلام علیکم

کہے میری دوست سے پہلے مصافحہ کیا اور مزاج پرسی لہنی کرنے کے بعد مجھے مصافحہ کر کے بیٹھ گیا۔

اب ہم میں مسلمان ایک کمری میں چند منٹ کیلئے ہو گئے۔ ایک ترک۔ دوسرا بوسینیوی اور تیسرا

ہندی۔ اوسنے اپنا نام اسروز حامد بتایا۔ اور ملک بوسینا کا رہنے والا تھا۔ اسکا ایک عربی خادم تھا جسکو میں نے مکہ معظمہ کے زاویہ شاذلیہ میں دیکھا تھا۔ خادم عربی۔ ترکی کے علاوہ

زبان بوسینیوی خوب جانتا تھا۔ ہم تینوں آپس میں صاف صاف گفتگو نہیں کر سکتے تھے ہمارا

نیا دوست حاجی اسروز حامد سوائے اپنی مادری و روسی زبان کو دوسری زبانوں سے محض ناواقف تھا۔ میرے رفیق محمد رفعت بے ان دونوں زبانوں سے ناواقف تھے اور میں بالکل

جانتا ہی نہ تھا۔

ہماری اشارے سے اوسنے اپنے مترجم کو بلالیا اور پھر آپس میں باتیں خوب ہوئیں۔ جب اسروز حامد کی عمر اسوقت ۲۵ سال کی تھی وہ وائینا دار الخلافۃ آسٹریہ کی یونیورسٹی میں تعلیم پڑھا ہے۔ اسوقت یونیورسٹی کی تعطیل تھی اوسنے موقع کو غنیمت جان کر فریضہ حج و زیارت سر

مشرف ہو نیکے لئے اپنی والدہ اور ہمیشہ کیساتھ براہ قسطنطنیہ و بیروت حریم شریفین میں داخل ہوا۔ اور عید حج و زیارت کے ہی اسی راستہ سے واپس وطن جا رہا ہے۔

میں نے اس نوجوان آسٹریں کو مکہ معظمہ میں میزبان رحمت کے نیچے دو تین وقت قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے دیکھا تھا اور اس وقت یہ محرم تھا اور اس وقت خاصہ یوروپین لباس میں موجود تھے۔ رفعت بے نے دریافت کیا کہ بوسینا میں اسلامی آزادی کیسی ہے (میں بیان یہ کھنا ضروری سمجھتا ہوں کہ رفعت بے ہر کسی مسلمان سے پہلے ہی سوال کرتے تھے روسی۔ بخاری وغیرہ جو ملتا سب سے پہلا سوال اونکا یہی ہوتا تھا) حاجی حامد نے جواب دیا کہ شکر ہے خدا کا کہ کوئی ظلم مسلمانوں پر نہیں ہے ہر طرح کی آزادی اور راحت ہے۔ گورنمنٹ کی نہ زیادہ تعریف کی نہ توہین مگر یہ ضرور کہا کہ مذہبی امور پر گورنمنٹ کا کوئی دباؤ یا روک نہیں ہے۔

اوسنے بوسینا کی اسلامی آبادی سولہ لاکھ کے قریب بتایا۔ اور مساجد آباد میں کہا۔ ایک بڑی جامع مسجد بھی بتائی۔

**اخراجات** | اثنا گفتگو میں اخراجات سفر پر بحث چہر گئی تو اوسنے مجھے دریافت کیا کہ **سفر پر بحث** | ہندی حجاج کو کس قدر خرچہ ہوتا ہے۔ میں نے کہا اور ونکا حال تو مجھے معلوم نہیں مگر میرے دوستوں کے قریب خرچ ہو گئے۔ یہ سنتے ہی دونوں دوستوں نے طرے زور سے قہقہہ لگایا۔ اور کہا کہ یہ تو کچھ ہی نہیں بہت کم خرچ ہے۔ میں اون دونوں سے سوال کیا کہ تم کس قدر خرچ لائے ہو۔ میرے معزز دوست محمد رفعت بے نے کہا کہ جب وقت میں دیا بکری سے چلا تھا تو میرے ہمراہ ۷۴۰ ترکی پونڈ تھے (ترکی پونڈ تقریباً ۱۴ روپے کا ہوتا ہے) اور میری خیال میں یہ تعداد کم تھی اسوجہ سے میں نے اپنے ہمراہ وطن سے ملازم نہیں لایا۔ اور مقامی کروں سے اپنا کام چلا رہا ہوں اور ہمارے نئے رفیق مسٹر اسروز حامد نے بیان کیا کہ میں یکہزار

نبولین (فرینچ پونڈ) لیکر چلا تھا۔ مین یقین کرتا ہوں کہ دونوں نے بالکل سچ کہا ہوگا۔ اونکی ظاہری شان و شوکت اور وجاہت بتلا رہی تھی کہ یہ متول لوگ ہیں۔

جج اگر فرض ہے تو ایسے ہی لوگوں پر ہے۔ نہ کہ اون لوگوں پر کہ گھر سے ایک چادر لیکر نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ اور در بدر ہیک مانگتے ہوئے فریضہ جج ادا کرنے کے لئے اس قدر دور و دراز ملک کو چلے آتے ہیں۔ بعد جج کے جدہ یا مکہ معظمہ کی گلیوں میں مانگتے پھرتے ہیں۔ جسے دیا اوکو دعائیں دین اور جو نہ دیا اوکو سونے لگے۔ بمبئی سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ تک جس قدر مانگنے والے مالک غیر کے دیکھے گئے اونہیں زیادہ تر قحط و ہندوستانوں کی ہی تھی۔ اور انہیں بنگالی یا وہ تائیمہ | المعظم سے ایک راستہ جانب شرق تائیمہ کو جاتا ہے جو تقریباً ۶۰ میل ہے۔ پھر راستہ سنا گیا کہ اول وادی ویرا میں ۳۰ میل تک گذرتا ہے۔ اوسکے بعد جبل اُم آرتا کو عبور کرتا ہے یہ پہاڑ راستہ کے دہنے جانب اور جبل فراوی راستہ کے بائیں جانب واقع ہے۔ تھوڑی دور آگے چلکر وادی جریدہ کو عبور کر کے جبل منتار کے نزدیک سے ہوتا ہوا شہر تائیمہ کو پہنچتا ہے۔ تائیمہ سطح سمندر سے ۳۱۰۰ فٹ بلند ہے۔ سنا گیا کہ یہاں کی آب ہوا بہت عمدہ ہے۔ سچکھ یربدی قبائل بکثرت آباد ہیں اور پھر ایک تاریخی مقام ہے۔

بیرالانخضر | المعظم سے روانہ ہو کر ہماری ٹرین قریب مغرب کے بیرالانخضر پہنچوئی۔ جہاں سے سڑک بٹھری بڑی بڑی عمدہ سلیں ترکی سفر مینا کاٹ کر کسی اور مقام کو لیجا رہی تھی۔ اس مقام پر دو پانی کے نل جس سے انجن پانی لیتا ہے لگے ہیں۔ میرے دوست رفعت بے نے جس وقت سنا کہ پھر بیرالانخضر ہے پانی لینا چاہا۔ ریل چل پڑی اور پانی نہ لے سکے۔

مدینہ منورہ سے لایا ہوا پانی اب اونکے پاس قریب الاختتام تھا۔ پانی کے نہ ملنے سے آفتدی موصوف کو سخت افسوس ہوا۔ دریافت کر نیسے اونہوں نے کہا کہ یہاں کا پانی

نہایت شیریں سرد اور مزیدار کوسواز و ہنم ہے۔ کہتے ہیں کہ آنحضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ تبوک کو جاتے اور آتے ہوئے اس مقام پر قیام فرمایا تھا۔ اس وقت سے اس پانی میں برکت ہے اور برابر یہ نہر جاری ہے کبھی خشک نہیں ہوتی اسکو قلعتہ الانضر بھی کہتے ہیں۔ پھر مقام سطح سمندر سے ۳۳۳۰ فٹ بلند ہے۔ یہاں سے ریل گاڑی آہستہ آہستہ اُترتی ہے جبکہ دونوں جانب بڑے بڑے پہاڑوں کا سلسلہ قائم ہے۔ وہاں سے گاڑی دارالمنزل کو آئی جسکی بلندی ۳۰۵۰ فٹ ہے۔ پہر ایک وسیع سطح مرتفع پر ہمارا گزر ہوا۔ جہاں پوری غذائی اور وادی اطل کو پہنچے عبور کیا۔ ان دونوں وادیوں میں کسی قدر سبزی کے آثار نمایاں ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑی زمین کھود نیسے ضرور پانی نکال آوے گا۔ الغرض ہماری ٹرین نشیب فراز اور وسیع میدان میں گزرتی ہوئی آج درتج راستہ سے ۹ بجے شبکے اسٹیشن تبوک سے نصف میل جانب جنوب مشرق قرظینہ تبوک کے پاس کٹری ہو گئی۔ مگر ہم تمام شب اپنی اپنی گاڑیوں میں ہی پڑے رہے۔

**قرظینہ تبوک** صبح ۹ بجے تک ہم ریل پر ہی رہے۔ زائرین نے سارا میدان غلط کر دیا۔ اسٹیشن سے دو فرلانگ کے فاصلہ پر جانب شرق کپ قرظینہ کے خیمے استادہ ہیں۔ جملہ کپ کیا مپ ہیں۔ مگر ہمارے داخل قرظینہ کی وقت صرف ۶ کیا مپ باقی رہ گئے تھے اور ہم۔ اوٹھالی گئے تھے۔ مگر اوٹھے احاطے کی آہنی جالین برابر باقی رہتی ہیں۔ فقط ڈیرے توڑ لو جاتی ہیں۔ فی کپ ۵ سے ۹ خیمے تک استادہ ہیں۔ خیموں میں مفت جگہ رہنے کو دیا جاتی ہے۔ چند ٹبرے اور کشادہ ڈیرے بھی ہر ایک کیا مپ میں معزین کیلئے استادہ ہیں۔ اگر کوئی اوٹھیں پہنا چاہے تو کل ایام قرظینہ کیلئے نصف مجیدی یعنی ایک روپیہ ۸ روپیہ ادا کرنا پڑتا ہے جو میر خیاں میں نہایت ارزان کرایہ ہے۔ ان ٹبرے خیموں میں دس آدمی آرام سے رہ سکتے ہیں۔ ہر ایک کیا مپ



چند بڑے بڑے وٹمنگٹن لامپ جلانے جاتے ہیں جنکی روشنی سے سارا کیا مپ جگمگاتا ہو چند  
مین کے پختہ بیت الخلا رہیں۔ مگر یہ بیت الخلا کامران کے بیت الخلاؤں سے اچھے نہیں ہیں  
انتظام باقاعدہ نہیں ہے۔

بعد طبی معائینہ کے مسافرین کیا مپ کے اندر داخل کمرے جاتے ہیں۔ جہاں جی جان جاتا  
ہے ڈیروں میں قبضہ کر لیتے ہیں۔ زور آور اور کمزوروں میں اکثر لڑائی جھگڑا جگمگائیے ہو جاتا ہو کیسے  
گروا گروا آہنی تار کی باڑ لگی ہوئی ہے۔ نقشہ کپ ملاحظہ ہو۔

جب اندر داخل ہو جاتے ہیں تو خلاصی کی وقت تک پہنچ نہیں آسکتے۔ جب ہماری ٹرین کے  
مسافروں کو اتارنیکا وقت آیا تو سب سے پہلے ترکی سپاہیوں کا پہرہ گاڑی کو پاس متین ہو گیا۔  
اول درجہ سویم کے مسافر سہ سامان اور بستر کے اتار دئے گئے۔ زیادہ وزن سامان گاریوں  
میں ہی چھوڑ دیا گیا۔ اونکو ہسپارہ گہر میں لیجا کر اونکے کپڑے اوڑھ کر ہسپارہ میں ڈالے گئے۔ اور  
برائے نام اونہیں غسل دیا گیا۔ لوگ جو کئے دن سے غسل نہیں کئے تھے شوق سے نہالے دوسرے  
راستہ سے باہر آ کر اپنا سامان و بستر الے لئے۔

بعد درجہ اول کے مسافروں کو گاڑی سے اتارا گیا۔ اور ایک مختصر مشین کے ذریعہ گاڑی سے  
پاس ہی جو تینونکو ہسپارہ دیا گیا۔ اور برائے نام کچہ کچہ پانی کی پہنکار میں بدن پر ڈالی گئی۔  
اوسکے بعد گاڑیوں کے اندر سامان کو اوس مشین کے ذریعہ ڈس انفکٹ کیا گیا۔ بعد مسافران  
درجہ اول کو ایک دفتر میں لیجا کر ٹکٹ قرطینہ کے ایک جانب نام اور ملک درج کر کے واپس  
دیدیا۔ اور ہم گاڑی میں سوار ہو گئے تو گاڑی کمپ کے روبرو لا کر کھڑی کر دی گئی۔ بعد ہم قرطینہ  
کے پاس اتر گئے۔ محمد رفعت بے آفندی کی وجہ سے مجھے بہت آرام ملا۔ اونہوں نے ڈاکٹر  
قرطینہ سے کہہ کر ایک بڑا خیمہ لے لیا۔ جسکا کرایہ نصف مجیدی سلیم کیلئے اونہوں نے ہی دیدیا

اور ہم اپنے سامان کیساتھ خیمہ کے اندر داخل ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد درجہ سوم کے مسافر بھی اپنا اپنا سامان لئے ہوئے کمپ میں داخل ہو گئے۔

پانی اور لکڑی مفت ملتی ہے۔ پانی کے ہر کمپ میں دو نل ہیں جو رات اور دن کیلئے ہتھ ہیں جس قدر پانی چاہے لیلو کوئی ممانعت یا کامران کے مانند دقت یا ٹکٹ کی ضرورت نہیں ہے۔ پانی نہایت عمدہ اور شیرین ہے۔ لکڑی بھی ضرورت سے زیادہ ملتی رہی۔ کوئی شکایت پانی اور لکڑی کی یہاں نہیں رہی۔

جب کل مسافر کمپ کے اندر داخل ہو گئے تو دروازہ پر ترکی سپاہی کا سنگین پہرہ مقرر ہو گیا۔ اور دروازہ مقفل کر دیا گیا۔ نہ کوئی باہر جاسکتا اور نہ باہر کا آدمی اندر آسکتا تھا۔ یہاں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی۔ نہ قطار کی پکار نہ کسی نے آکر دیکھا کہ تم کون ہو اور کیسے ہو۔ فقط ۳ دن کی قید محض تھی جو ایک باغ تماشہ کے مانند بڑی راحت اور آرام سے گزر گئی۔ ہر کمپ میں ایک بڑے خیمہ کے اندر دوکان ہے جس میں اشیاء ضروری معہ گوشت دنبہ وغیرہ ملتا ہے۔ ہر چیز کی قیمت بربان ترکی اور عربی دوکان کو روبرو ایک تختہ پر لکھ کر آویزاں ہے۔ دوکاندار وہ کہ نہیں دے سکتا۔

محمد رفعت بے | میرے معزز دوست رفعت بے کی حالت بہت بگڑی ہوئی تھی۔ اور وہ  
کی بے چینی | غصہ میں بہرے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ اونکا ایک صندوق مدینہ منورہ سے  
بریک میں گارڈ کے حوالہ کیا گیا تھا۔ اونکے پاس کچھ مختصر سامان اور پانی کی بڑی بوتلیں بھی  
تھیں۔ گارڈ اپنا کمرہ بند کر کے چلا گیا۔ آفندی موصوف کا سامان نہیں ملا۔ کوشش بہت کی  
مگر بے سود۔ اس درمیان میں ٹرین اسٹیشن کو روانہ ہو گئی تو اونکا مزاج اور بگڑا غصہ سے بہرگزن  
اندر سے باہر جا ہی نہیں سکتے تھے، اور کہتے تھے کہ عثمان گورنٹ فنانس انتظام ندارد۔ انگریز

فرنیچ کا انتظام نہایت معقول۔ جو دلیں آتا تھا وہ کہے جاتے تھے۔ گواؤنہوں نے غصہ کی حالت میں یہ الفاظ کہہ دیا تھا جو اس وقت کے لحاظ کرتے ہوئے ایک حد تک صحیح تھے۔ آخر اؤنہوں نے بہت کچھ زور مارا۔ ایک گھنٹے کے بعد اونکا صندوق ایک ٹرالی پر ڈال کر کمپین لایا گیا جسکو دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئی۔ اس کوشش اور سامان کر لانے کیلئے اونکے ۳ مجیدی یعنی ساڑھے سات روپے خرچ ہوئے۔

آفندی موصوف یہ بھی کہتے تھے کہ ایک باریوروپین ٹرکی میں اؤنہیں ریل پر سفر کرنے کا اتفاق ہوا اور اونکے صندوق میں ۳ سو پونڈ کا مال تھا اور وہ ہضم ہو گیا۔ بہت کچھ تلاش اور کوشش کی گئی مگر اوسکا پتہ نہ چلا۔ نہ کوئی معاوضہ ہی ریلوے سے اؤنہیں ملا۔ اس وقت بہی نہیں یہی فکر تھی کہ ایسا نہ ہو کہ اگلے صندوق کی سی حالت پیش آئے۔ اس وقت بہی صندوق میں تقریباً سو پونڈ کا مال موجود ہے۔

اور یہ بھی کہا کہ میرے چھوٹے بہائی اسماعیل حقی پے باش کاتب اعلیٰ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسلمین سلطان محمد رشاد خان خامس نے بہت سامان اور زرد جواہرات کیسے یورپ کی سیاحت کی ہے مگر کبھی ایک قرش کا نقصان نہیں ہوا۔ انتظام یورپ کا بہت اچھا ہے۔ آفندی موصوف کی اس تقریر سے یہ پایا گیا کہ یہاں کی ریلوے میں اپنا زائد حساب بریک میں دینا بھی خطرہ سے خالی نہیں ہے۔ ہکو تو زبان ہی نہیں آتی۔ جب اہل زبان و اہل حکومت کا یہ حال ہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ اس کا یہ نہیں خیال کرنا چاہیے کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ یہ ایک اتفاقیہ امر ہے۔ کیا ہندوستان کی ریلوے میں کسی کا اسباب نہیں کھویا جاتا۔ میرا ہی اسباب کئے وقت گم ہو گیا۔ بعض وقت مل گیا اور بعض وقت اوسکا معاوضہ ریلوے نہ ہر دیا۔

آپندہ رائے میں ضرور اس بات کا خیال رکھیں کہ مدینہ منورہ سے اس سفر کا اتفاق ہو تو اپنا

زاید اسباب حتی الامکان اپنے ہمراہ رکھیں۔ یہاں پر حسب قدر سامان ہو جب اسکا کرایہ ادا کر دیا جاتا ہے تو اختیار ہے کہ اپنے ساتھ رکھ سکتے ہیں۔ کوئی ہمانعت نہیں ہے۔ درجہ سوم میں زاید سامان رکھنے کیلئے گنجائش ہے۔ مگر درجہ اول میں نہیں۔

آفندی موصوف کہی کہی مسکا کر کہتے تھے کہ ہمکو بلا وجہ تین ایوم کی قید محض ملی ہے۔ دو ایک بیمار دوسکر کپ سے اور ایک بیمار ہمارے کپے شفا خانہ کو بھیج دئے گئے۔ کپے شفا خانہ دو فرلانگ ہے۔ پختہ ٹین کی عمارت ہے۔ ڈاکٹر کا بڑا خیمہ اس کے متصل لگا ہوا ہے۔ سنا گیا کہ بیشن بیماروں کی جگہ ہے۔ قرظینہ میں جس قدر ڈاکٹر دیکھے گئے پُر اخلاق اور بامروت تھے۔ انہیں آرمینین کی تعداد زاید تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت عثمانیہ کے صیغہ ڈاکٹری میں گریک اور آرمینین ڈاکٹر زاید ہیں۔ یہ لوگ کسی قدر انگریزی اور بعض تو بخوبی بول لیتے ہیں۔ ایک انہیں بہت ہی صاف اور اچھی انگریزی بولتا تھا اور اکثر میرے پاس آکر بیٹھا کرتا تھا۔ اس قرظینہ کے کل ملازم چھوٹے سے بڑے تک بامروت دیکھے گئے۔ اگر کسی نے آفسر قرظینہ سے کہتا کہ تبوک سے اوس مبارک چشمہ کا پانی منگا دو جو آنحضرت رسول خدا کے منجرہ کا پانی ہے تو ضرور منگا دیا کرتے تھے۔ حامد آفندی۔ رفعت بے اور چند بخاریونکو وہی پانی اتار رہا۔ رفعت بے کی طفیل مجھے بھی وہی مبارک پانی نصیب ہوا۔ مسٹر اسروز حامد بھی ہمارے خیمہ کے متصل ایک بڑے خیمہ میں فروکش تھا۔ اوسکی والدہ اور ہمیشہ بالکل یورپین لباس میں ملبوس تھیں۔ چہرہ پر متنع پڑا ہوا تھا۔ جسکے اندر سے اونکا چہرہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ کل کام خود کرتی اور نماز کی بڑی پابند تھیں۔ موزہ پر سج کر لیا کرتی تھیں۔ کہا نا پکانا اپنے بہائی کو کہلانا سب انکا کام تھا۔

ترک، عرب، مصری و شامی و مغربی عورات چہرہ کی ملاحت سے مسلمان معلوم ہوتی ہیں ورنہ کچھ لوگ ٹھیٹ یورپین لیڈیز کے مانند ہوتی ہیں۔ بعض تو اسوقت لباس بھی فرنج عورت



کا سا پہنتی ہیں۔ اگر یہ ہمارے کیا سپ میں نہ ہو تو میں ہرگز انکو انکی وضع و قطع سے مسلمان نہیں سمجھتا تھا۔

قرنطینہ کاہران اور کامران کے قرنطینہ میں کل ہندی تھے۔ گو آسین مدراسی، پنجابی، بنگالی، تہوک کاموا ز نہ اور شمالی ہند کے باشندے شامل تھے مگر سب کے سب ہندوستان کو ہی باشندے رہے۔ برخلاف اسکے قرنطینہ تہوک میں مختلف ملک مختلف قوم کے افراد مثلاً ہندی، بخاری، روسی، چرکسی، جاوی، برہمی، چینی، بوسینیوی، ترکی، مصری، عربی، مغربی اور بغدادی اور خداجاں کہان کہان کے لوگ سب ایک کیا سپ میں موجود تھے۔

ایک بزرگ خاندان حضرت شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد مسوفاں بغداد کے رہنے والے موجود تھے۔ اونکے خیمہ پر ہر ایک چھوٹا بٹرا فیض باطنی حاصل کرنے کیلئے حاضر ہوتا رہا۔ رفعت بے دو چار وقت گئے اور ایک وقت مجھے بھی اپنے ہمراہ لگئے۔ نورانی چہرہ کو بزرگ بین چہرے پر بزرگی کے آثار نمایاں ہیں۔ اونکے ہمراہ ۲۵ خدام خاص موجود ہیں جو اونکے اشارے پر مستعد رہتے ہیں۔ وہ بزرگ بیان کر رہے تھے کہ حلب ہوتے ہوئے براہِ فرات یا موصل بغداد کو جاویں گے۔ افسوس ہو کہ میں اونکا نام نہ دریافت کیا۔

کامران میں پانی کی قلت قطار کی رحمت اشیاء خوردنی کی کمی تھی۔ یہاں اسکے برخلاف سب باتسے راحت ملی۔

یوروپین کا قرنطینہ میں ۱۴ جنوری ۱۹۱۲ء ۶ روز اتوار مطابق ۲۳ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ نہ اترنا۔ اور اسپر لے کی شام کو ایک ٹرین مدائن صالح سے آئی جس میں درجہ اول کے

زیادہ مسافر تھے۔ اونہیں فریج، بحرین اور اٹالین کے علاوہ حجاج و زائرین بکثرت تھے۔

قرنطینہ کیلئے صرف حجاج ہی اُتار لئے گئے۔ دوسروں کو اون اونکی گاڑیوں میں ہی رکھا گیا۔

جب زائرین و حجاج کو کمپ میں اتار دیا گیا۔ اور کل عیسائیوں کو اونکی گاڑیوں میں ہی رکھا گیا تو میری دوست رفعت بے کو بہت بُرا معلوم ہوا۔ اور کہنے لگے کہ حریت میں کہاں درجہ مساویت رہا انتظام و انضاف ندارد۔ مجھ کو اونکی باتوں سے بخوبی معلوم ہو گیا۔ کہ آفندی موصوف سلطان عبدالحمید خان آحسن اللہ خلاصہ کے طرفداروں میں سے ہیں۔ سلطان معزول کو بوقت کو بہت یاد کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ایک وقت سلطان موصوف نے انکے والد بزرگوار کو ۷۷ ہزار پونڈ انعام دیا تھا۔  
(ایسی حالت میں کیوں نہ یاد کرتے)

میرے خیال میں ترکیوں نے اخلاق کا بڑا وکیا۔ کہ نصار و نکو اہل اسلام کے ساتھ ملا کر قسطنطنیہ نہ دیا۔ اور اونکو گاڑیوں میں ہی رکھا گیا۔ شاید ایسا نہ کر کے۔ سب کو ملا کر رکھتے تو غالباً لڑائی و جھگڑا ہونیکا احتمال تھا۔ چونکہ اوسمیں چند اطالین ریلوئی ملازم اور انجینیر بھی تھے۔ اور اوسوقت لڑائی بڑے زور پر تھی۔ میں تو یہ ہرگز نہیں کھونگا کہ اونہوں نے کوئی خاص عایت کی ہو۔ یا دباؤ ہو ایسا کیا ہو۔ ہرگز نہیں مصلحت وقت کو مد نظر رکھ کر ایسا کیا گیا ہے۔ جو کچھ اونہوں نے کیا خوب کیا۔ یا وہ لوگ قواعد قسطنطنیہ سے بری سمجھے گئے ہوں۔ ممکن ہو کہ جہان سے وہ آئے ہوں جگہ و بانی امراض سے پاک ہو۔ حجاج و زائرین مدینہ طیبہ سے آتے ہیں جہان پر اسوقت مرض چھپ رہا ہوا تھا۔

آج ایک شخص ہمارے کمپ سے راہی ملک بقا ہوا۔ اوسکو دو ملازم جو صفائی پر مہمور تھے اوسوقت ہلنگ پر ڈال کر شفا خانہ لیکے۔ ساتھ ہی ایک شخص کدال لیکر قبر کوہود نے کیلئے چلا گیا۔ ایک بخاری جو اس کا رشتہ دار معلوم ہوتا تھا کفن لیکر اونکے ہمراہ گیا۔ غسل میت کے بعد چند بخاریوں نے نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا۔

یہاں سے آجکل دو ٹرین دمشق کی جانب جاتی ہیں ایک صبح کو اور ایک شام کو۔ دو ایک

بخاریون نے جنگے پاس سردی کا کافی انتظام نہ تھا اپنے کو بیمار نظامہ کر کے شفا خانہ جانا چاہا جب ڈاکٹر بیماری دریافت کیا تو کہہ دیا کہ سردی زیادہ ہے اور درجہ شکم۔ ڈاکٹر نے اونکو مہربانی سے شفا خانہ روانہ کر دیا۔ وہ لوگ دو رات آرام سے گزار کر تیسرے روز جب چلنے کا وقت آیا تو آگئے۔

**زیارت تبوک و موضع** | ۱۶ جنوری روز شنبہ مطابق ۲۶ محرم الحرام۔ میں نے رخصت ہو کر تبوک کا مفصل حال سے کہا کہ زیارت تبوک کو چلنا چاہئے اونہوں نے ڈاکٹر سے اجازت حاصل کر کے مجھے اپنے ساتھ لیکر قصبہ تبوک کو گئے۔ تبوک مدینہ منورہ سے تیسواں سٹیشن ہے اور دمشق سے ۴۶ وان۔ موضع تبوک ریلوے سٹیشن سے نصف میل جانب غرب واقع ہے۔ ریلوے تقسیمیں بیشتر معان اور العدار کے درمیان سنگلاخ پہاڑ و صحرائی ریگ سنگ ریزہ کو ۳۳ میل کے فاصلہ میں فقط تبوک ہی ایک آباد قصبہ تھا۔ ریلوے تعمیرات کے لحاظ سے تبوک کو چھوٹا معان سمجھنا چاہئے۔ یہاں ریلوے کو متعلق ایک گودام گہر مرمت کا کارخانہ جسکے اندر ایک میل لائنی لائین بھی ہیں۔ ایک انجن شٹیل۔ ایک چکرا انجنوں کے رخ پھیرنے کا (حجاز ریلوے میں انجنوں کے رخ پھیرنے کا چکرا ایسا نہیں ہے جس طرح ہندوستان میں پھیرا جاتا ہے۔ یہاں فقط ریل کی ٹری کے ذریعہ ہی رخ کو پھیر دیتے ہیں یعنی لاکھ کی شکل کا خوب گول دائرہ نما جسمیں آسانی سے انجن پھیر سکے ٹری بھی ہے دومنٹ کے اندر اندر انجن کا رخ پھیر جاتا ہے) اور کئی پختہ عمارتیں ہاسپٹل وغیرہ ہیں۔ شفا خانہ سٹیشن سے ذرا فاصلہ پر ہے۔ عمارت ہوا دار اور اچھی ہے۔ ٹرے کمرے میں ۵۰ مریض اور دوسری کمرے میں ۱۰ سے ۲۰ مریض تک بٹھاسکتے ہیں۔ انہیں روشنی اور ہوا کی آمد و رفت کا خوب انتظام کیا گیا ہے۔ اور طرز تعمیر بھی قابل تعریف اور ترقی صنعت کا ایک اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔ متعدد امیٹر کیلئے کچھ فاصلہ پر جدا گانہ عمارت ہے۔ اور ضرورت پر بھیجے بھی استادہ کردی جاتی ہیں۔ آبپاشی کا

بندوبست نہایت عمدہ ہر پانی کی ۳ نلین موجود ہیں۔

**معجزہ کا کنواں** | موضع میں اگرچہ ایک ہی قدیم کنواں جو بطور حوض یا چھوٹا تالاب کے ہے مگر اوس میں پانی بافراط موجود ہے۔ باشندوں کی ضروریات خانگی کے علاوہ ۳ سو ایکڑ رقبہ کے گلستان باغات اور کہیتوں کی آب پاشی بھی اسی سے ہوتی ہے۔ اسکی نسبت مشہور ہے کہ چچہ چشمہ معجزہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ جب آپ یہاں غزوہ تبوک کیلئے تشریف لائے تھے تو پانی کی قلت تھی اسوقت آپ نے اپنا دست مبارک زمین پر مار کر اس چشمہ کو جاری کیا تھا۔ ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ جسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نزول اس چشمہ پر ہوا تو آپ نے اوس سے وضو فرمایا تو یہ چشمہ آب شیرین کا زیادہ جاری ہو گیا۔ اور اسوقت تک بدستور جاری ہے۔ واللہ اعلم۔ مگر اسوقت بھی پانی کو جہرے چار یا پانچ مقام پر زمین سے اوجھتے ہوئے صاف دکھائی دیتے ہیں۔ پانی اس کوئین کا نہایت ہلکا۔ زود ہضم۔ صاف و شفاف کے علاوہ شیرین اور مزیدار ہے۔ مگر اس پانی میں کسی قدر گرمی ہے۔ باوجود اس قدر سردی کے یہ پانی نیم گرم تھا اور لوگ غسل کر رہے تھے اس پانی سے اکثر لوگ تبرکاً غسل یا کم از کم وضو کر لیتے ہیں۔ جب تک میں قرظینہ تبوک میں رہا رفعت بے کی وجہ سے یہی پانی مجھ کو ملتا رہا۔ افسر قرظینہ اپنے ملازموں کے ہاتھ سے منگا دیا کرتا رہا۔ تبوک کا منظر کچھ خوبصورت نہیں ہے۔ وسیع میدان میں دور دور پر سیاہ پہاڑوں کی چوٹیاں دکھائی دیتی ہیں۔ قصبہ کے اندر اور شمالی سمت پر کچھ بکھور کے درخت بکثرت ہیں۔ ایک مختصر مگر نہایت خوشنما مسجد سلطان عبدالحمید خان غازی کی یادگار سے ہے۔

قصبہ میں قبیلہ بنی ہمدان آباد ہے جسکی آبادی تقریباً ۲ ہزار بتائی جاتی ہے۔ امید ہے کہ آئندہ اس میں بہت کچھ ترقی ہوگی۔ چونکہ قرب و جوار کے بدوی قبائل تائید اور جبل لغود سے یہاں آکر آباد ہو رہے ہیں۔ بنی ہمدان کو لوگوں کی شکل و وضع سے ہی پایا جاتا ہے کہ وہ غلامانہ حسب و نسب کے



ہیں۔ جو دراصل حبشی اور سوڈانی النسل سے ہیں۔ اسوقت انہیں عربی خون کی آمیزش ہو گئی ہے مگر چہرے اور بال کا نقشہ اسوقت تک صاف ظاہر کر رہا ہے کہ یہ لوگ حبشی النسل ہیں۔

ترکون نے اسٹیشن کے نزدیک اسوقت پانی کے متعدد کنوئیں طیار کر لئے ہیں جنہیں باراً یا چودہ فیٹ کی گہرائی پر ہی پانی مل گیا ہے۔ اسوقت تہوک میں پانی بافراط ہے۔ انہیں کنوؤں کے ذریعہ قرظینہ کپ کو پانی کی ٹلین لے گئے ہیں جنکا ذکر کپ کی سرخی میں کیا گیا ہے۔

جب چند سال لگے جب عملہ ریلوی پہلے پہل تہوک پہنچا تو اسے یہاں ساٹھ گھروں میں سے صرف سات یا آٹھ گھر آباد ملے۔ مگر اسوقت دوسو گھر آباد ہیں۔ اور روز افزون ترقی ہو رہی ہے۔ مفروین ہی واپس نہیں آئے بلکہ قبائل حرب و بنی عطیہ کے سرداروں نے آکر قصبہ کے نزدیک اپنا اپنا مکان بنا لیا ہے۔

**تہوک کی مسجد** | عمارتیں یہاں کی مٹی کی ہیں۔ جیسے ملک میسور و بنگلور میں مٹی کے دہا بے ہوتے

ہیں بعینہ اسہی قسم کی عمارت ہیں۔ یہاں کی سب سے بڑی اور بچتہ عمارت مسجد حمید یہ ہے۔ یہ مسجد تھوکی ہے جسپر ایک چوٹی مینار ہے۔ اور سلطانی اوقاف سے ایک مدرس کے گزارہ کیلئے کچھ مائے ملتا ہے۔ یہ مدرس گاؤں کو بچوں کو ابتدائی تعلیم دیتا ہے۔ مسجد کی اندرونی اور بیرونی عمارت بالکل سادہ ہے

محراب اسکا نہایت خوبصورت اور مضبوط بنایا گیا ہے۔ محراب پر چونہ کا پلستر کیا گیا ہے جسے معمار نے سنگ مرمر کے مشابہ بنائیکی کوشش کی ہے۔ یہ محراب محض اس عمارتی خصوصیت کی وجہ سے ممتاز نہیں ہے۔ اسے ایک اور امتیاز بھی حاصل ہے جو مجار سے باہر بہت کم مواقع

کو نصیب ہوا ہے۔ اس امتیاز کی لحاظ سے یہ محراب ہماری نگاہوں میں از حد مقدس و محترم ہے۔ وہ امتیاز

یہ ہے کہ محراب مذکور عین اس موقع پر ہے جہاں بسند روایات سلسلہ ۶۲۹ ع میں جنگ عطا کے بعد

جسمین ملک شام میں داخل ہوئے والا اولین لشکر اسلام پہنچا ہوا تھا تو سال آئندہ خود سرور کا نشانہ

علیہ فضل التحیتہ والتسلیمات سپاہ سالار بکر جمین ۳۰ ہزار لشکر جبار تھا عازم ہوا تو آپ نے  
اسہی مقام پر نماز ادا فرمائی تھی۔ اور یہ پیشگوئی کی تھی کہ اس لق و وق خطہ میں ایک وقت  
بارونق قصبہ آباد ہوگا

غزوہ تبوک ۱۰ ہجری ماہ رجب کی تاریخ کو غزوہ تبوک قوع میں آیا۔ اسکا قصہ یوں  
ہے کہ ایک قافلہ شام سے آیا اوس سے معلوم ہوا کہ قیصر کی فوجیں مدینہ پر حملہ آور ہونے کیلئے  
طیار اور فراہم ہو رہی ہیں۔ یہ سنکر رسول خدا نے یہ فیصلہ کیا کہ حملہ آور فوج کی مدافعت عرب کی  
سرزمین میں داخل ہونے سے پہلے کر نامناسب ہو تاکہ اندرون ملک امن میں خلل واقع نہ ہو۔ یہ مقابلہ  
ایسی سلطنت سے تھا جو اندون نصف دنیا پر حکمران تھی اور جسکی فوج حال ہی میں سلطنت فارس  
کو نیچا دکھا چکی تھی۔ اونکے مقابلہ میں مسلمان بے سروسامان تھے سفر دور و دراز کا تھا۔  
عرب کی مشہور گرمی زور وں پر تھی۔ مدینہ میں میوی پک گئے تھے۔ میوہ کھانے اور سایہ  
میں بیٹھنے کے دن تھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی تیاری کیلئے عام فہرست  
چندہ کی کھولی۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ۹ سواونٹ ایک سو گھوڑے اور ایک ہزار  
دینا چندہ میں دی اور انکو اسکے صلہ میں مجہز حبش الحشر کا خطاب ملا۔ عبدالرحمن بن عوف نے ۳۰  
ہزار درہم دئے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تمام اثاث البیت کا نصف پیش کیا جو کئے ہزار روپیہ تھا  
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو کچھ لائے اگرچہ وہ قیمت میں کم تھا مگر معلوم ہوا کہ وہ گہرین اللہ اور رسول کی  
محبت کی سوا اور کچھ بھی باقی نہ چھوڑی۔ غرض ہر ایک صحابی نے اس موقع پر فرائض کی تکمیل کیا  
آنحضرت معہ ۳۰ ہزار لشکر جبار کیساتھ جانب تبوک روانہ ہوئے۔ تبوک پہنچ کر آپ نے ایک ماہ  
قیام فرمایا۔ اہل شام پر اس دیرانہ حرکت کا پورا اثر ہوا جس سے انہوں نے عرب پر حملہ آور  
ہونیکا خیال چھوڑ دیا۔

عبداللہ ٹبرے کبار صحابی کا انتقال بعارضہ بخاریہان ہو گیا حضرت رسول خدا قبر میں اتر کر اپنے ماتھے سے مٹی اور انٹین رکھتے تھے۔ اسوقت کوئی نشان قبر کا وہاں نہیں ہے۔ اہل سیر نے ایسا لکھا ہے۔ ایک روایت سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ تبوک کی قدیم آبادی مقام عریش میں تھی جو تبوک سے اسوقت چند میل کے فاصلہ پر جانب جنوب واقع ہو۔ جہان پانی اور کھجور کے درخت بکثرت موجود ہیں۔ تبوک کے معنی دغا دہی اور غداری کہیں۔ اس مقام کا یہ نام اسلئے ہوا کہ بدیون نے آنحضرت سرور کائنات منخر موجودات علیہ افضل التحیتہ والتسلیمات کے لشکر پر جسے وہ عربؔ باز نطینی (حکومت قسطنطنیہ جو اسوقت شام و مصر پر حکومت کرتی تھی) کے حملہ و فوج کشی کی خبر سن کر شام کی طرف لیجا رہے تھے۔ اسجگہ شہنخون مار کر اسے تباہ کر نیکی کوشش کی تھی۔

ایک اور روایت یہ ہے کہ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کا موزن معجزانہ طور پر جبل شرورہ کی چوٹی پر پہنچا دئے گئے تھے۔ اور وہاں آنحضرت رسولؐ خدا نے یا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مومنین کو نماز جماعت میں آکر شریک ہونے کیلئے بلایا تھا۔

معجزہ کے حصہ کو الگ کہہ کر یہی اگر دیکھا جائے تو علاقہ کی موجودہ طبعی حالت بلحاظ موجودگی ذخیرہ آب سے مستنبط ہو سکتا ہے کہ اسلامی شکر کا جبل شرورہ کے قریب خمیرہ زن ہو نیکی روایت ہرگز غلط نہیں۔

مجھے تبوک میں معلوم ہوا کہ اس علاقہ کی وادی کلان جو دارالحجر سے شمال رو یہ وادی عاقل وادی الاخصر اور وادی الاذن کے نام سے بہتی ہو اور نیز دوسرے وادیاں اور چشمے جو ذات الحج سے مشرقی جانب کرپاڑوں اور بطن الغول کی چٹانی دیوار سے نکلتے ہیں۔ ان سب کا پانی کبھی کبھی جبل شرورہ تک پہنچ کر اس کو دامن کے ایک نشیب میں جمع ہو جاتا ہے۔ اور اس نہی کی وجہ سے جب کبھی بارش ہو تو اس موقع پر بڑی بڑی گڑھوں میں بہت دن تک فی موجود رہتا ہے۔



ریگستانی علاقوں میں فوجی نقل و حرکت لازمی طور پر وسائلِ آب کی موجودگی کو تابع ہوتی ہے بنا بریں یہ قیاس غلط نہیں ہو سکتا کہ حضرت سرور کائنات علیہ افضل التحیتہ والتسلیمات کا ۱۰ ہزار لشکر کا کل حصہ نہ بھی مگر اوسکا کچھ حصہ باغلب وجوہ پانی کی موجودگی کی وجہ سے جبلِ شرورہ کو دامن میں ضرور خیمہ زن ہوا ہو گا۔ جہاں پانی جمع ہونیکا خیال ہے۔ اوس وادی کو وادی اہل اصبجات کہتے ہیں۔ جبلِ شرورہ تہوکے جانب جنوب مشرق ۴ یا ۵ میل کے فاصلہ پر ہے۔ جو تہوک سے صاف طور پر دکھائی دیتا ہے۔ سطح سمندر سے یہ جگہ ۶۰۰ فٹ بلند ہے۔ اور ممکن ہے کہ خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اوس پہاڑ پر گئے ہوں۔ بہر حال روایت خواہ کونسی ہی صحیح ہو اس امر کے یقین کرنے کی وجہ کافی طور پر موجود ہے کہ تہوک میں جس جگہ پر آپ نے نماز پڑھی اوسکا موقعہ ابتدای زمانہ اسلام میں اوس جگہ پر مسجد بنادینے سے مینز کر دیا گیا۔ اور جب وہ مسجد منہدم ہو گئی تو مقامی باشندوں نے نسلاً بعد نسل اس مقام کے موقع کو فراموش نہ ہونے دیا۔ اور اس وقت سے اسے برابر یاد رکھا۔ جبکہ اوس پر سلطان عبدالحمید خان غازی کو حکم سے ایک مسجد تعمیر ہو گئی۔

صحنِ مسجد میں کسی چلبی بزرگ کا مزار پختہ سنگ مرمر کا بنا ہے جس پر تاریخ وفات ۱۲۸۶ھ ۲۸ محرم الحرام کندہ ہے۔ اوسکے پہلو میں ایک کچی قبر ہے۔ پانی کا نل بھی ہے۔ اندرون مسجد دو ستون عمدہ پتھر کے ہیں۔ اور فرش نہایت بیش قیمت استنبولی قالینوں کا جو کارخانہ ہر کے بنے ہیں پڑا ہے۔ اندر متعدد طخری آویزان ہیں۔ محراب کے اندر کسی جامع کا فوٹو ہے۔ منبر نہایت خوشنما بنا ہے۔ جس پر دو ائدے شتر مرغ کے دونوں طرف لگے ہیں۔

مدرسہ تہوک | پانی کے چشمون کے نزدیک ایک قدیم عمارت ہے۔ جو سلطان محمد خان کو حکم سے بنائی گئی ہے جسکی تاریخِ بنائے ۱۰۶۴ھ ہجری کندہ ہے۔ عمارت دو منزلہ ہے لڑکے اور لڑکیاں دونوں تعلیم پاتے ہیں۔ فی الحال روزانہ حاضری سو سے زائد ہے۔ مدرس اعلیٰ اسکا ایک شامی عربی



جس نے رفعت بے سے خوب باتیں کیا۔ اور مدرسہ کی تاریخ اور حاضری کی کتاب بتایا۔ نصابِ تعلیم وہی قدیم طرز کا ہے۔ کچھ کچھ حساب بھی سکھایا جاتا ہے۔ مجھ کو رفعت بے کی وجہ سے زیارتِ بتوک میسر ہوئی ورنہ قرطینہ سے رہائی مشکل۔ ترک وقت مقررہ پر جب ٹرین طیارہ ہو کر آتی ہے تو مسافر و نکل چھوڑتے ہیں۔

**بتوک سے روانگی** | ۱۶ جنوری روزِ شنبہ مطابق ۲۶ محرم الحرام۔ صبح ہی سے روانگی کی تیاری شروع ہو گئی۔ مگر گاڑی کا پتہ ۲ بجے تک نہ تھا۔ ۲ بجے کے بعد اسٹیشن سے گاڑی قرطینہ کے روبرو آئی۔ کپ دروازہ کھلتے ہی لوگ اس قدر بے تابی سے سوار ہونے لگے کہ ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ سب سے اول میں ہی سوار ہو کر کل جگہ پر قبضہ کر لوں۔ حکم ملتے ہی سب اپنا اپنا سامان لے کر گاڑی میں سوار ہو گئے۔ ۳ بجے ۵ منٹ پر ہماری ٹرین کمپے اسٹیشن بتوک پر آ گئی۔ اور وہاں سوا گھنٹہ کہڑی رک کر جانبِ دمشق روانہ ہو گئی اسٹیشن سے ۷ میل تک برابر میدان ہوا و سکو بعد پہاڑی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ پہاڑ چھوٹے چھوٹے چٹے اور صاف ہیں اور پورے تخت کاہن نام و نشان نہیں ہے۔

یہاں سے ٹرین کی رفتار فی کیلو میٹر ۳ منٹ رہی۔ اور فی گھنٹہ ۲۰ کیلو میٹر کے حساب سے چلتی تھی۔ مگر کہیں کہیں کم و زیادہ بھی ہو جاتی تھی۔ اوسط رفتار فی گھنٹہ ۲۰ کیلو میٹر ہی شمار کرنی چاہیے۔ سردی زور و ن پر تھی۔ سخت جاڑا ہو رہا تھا۔ درجہ اول کے گاڑی کو درتے بند کر دینے سے ہوا بالکل نہیں آتی جس سے موسمِ سرمایہ بہت آرام ملتا ہے۔ شیشے کے کھڑکیاں بند کر دینے سے سردی کا گذر اندر نہیں ہوتا۔ بین شہر کو بغرض ضرورت باہر نکلا تو بہت سخت جاڑا معلوم ہوا۔ دو منٹ نہ ٹھہر سکا۔ جب کمرے کے اندر آ گیا تو جسم پہ گرم ہو گیا۔ موسمِ سرمایہ صاحبِ ثروت ضرور درجہ اول میں سفر کریں۔

**زمین کی جغرافیائی حالت** المخطب و بیہر حرماس کو درمیان جسکا فاصلہ تقریباً ۳۰ میل ہے۔ اس

وسیع میدان میں صحرائی روئیدگی کی مقدار جسمیں کچھ کچھ درخت بھی دکھائی دیتے ہیں بڑھتی لگتی ہے۔ اور وہ لائن کے متوازی سبز اور زرد یا بھوری رنگت کی قطاروں میں چلے گئی ہے۔

ذات الحج میں جب ٹرین پونجی تو میں بڑی غور سے دور تک نظر کیا۔ یہ ایک ریگستان معلوم ہوتا ہے۔ ہمیں کہیں آبادی کا نام و نشان نہیں ہے۔ اسٹیشن مدورہ سے زمین کچھ بلند ہوتی چلے گئی ہے۔ جہاں ریل پہاڑی سلسلہ میں سے گذرتی ہے۔ جسکے مشرق اور مغرب پر غیر مسلسل پہاڑ

قائم ہیں۔

مشرقی سلسلہ ذات الحج سے ۵ میل جانب جنوب مقام بیہر حرماس کو قریب ہو کر خنڈ پیل تک اوسکے متوازی چلا گیا ہے۔ پہر جنوب مشرق کی طرف ذرا دور ہٹ کر متصل اور سیدھی پہاڑیوں کی قطار میں تبوک کے مشرق میں جبل شرورہ سے مل گیا ہے۔

یہ پہاڑ تمام پہاڑوں میں جو مدینہ منورہ اور معان کے درمیان واقع ہیں بہت بڑا اور عجیب شکل کا دکھائی دیتا ہے۔ اور سطح میدان سے تقریباً ۲ ہزار فٹ کی بلندی تک چلا گیا ہے۔ اوپر جا کر بالکل سطح مرتفع یعنی پلاٹیو بن گیا ہے۔ جو سطح سمندر سے ۳ ہزار فٹ بلند

قلعۃ المدورہ بطن الغول اور عقبۃ الشامیہ کو درمیان زمین اونچی ہے اور ویران سطح مرتفع پر سے گذرتی ہے۔ یہ بلند میدان سیاہ اور بھوے چٹانوں سے پٹا ہوا ہے۔ اور جانب

غرب وہ پہاڑیاں چلی گئی ہیں۔ جنکی پرلی طرف عربیۃ العقبہ اور جانب شرق وادی العناب واقع ہے۔ ان وادیوں میں پانی کا نام نہیں ہے۔ اور چند ایک وادیوں کو سوا کہیں سبزگی نشان

نہیں ہے۔

مقام عقبۃ الحجاز یہ جسکو عقبۃ الشامیہ بھی کہتے ہیں۔ اوس سے کچھ ہی پہلے معان ہوا ۶۰ میل

کے فاصلہ پر ٹرین ایسے موقع پر پہنچتی ہے۔ جسکی بلندی سطح سمندر سے ۷۰۰، ۳ فیٹ بلند ہے۔  
 اوسکے پہونچنے سے پہلے وادی بطن الغول یعنی شکم شیطان میں سے گذرتی ہے۔ اس وادی کا  
 نام بالکل اوسکے حسب حال ہے۔ اس موقع پر ایک بہت بڑا نشیب آجاتا ہے۔ اور میدان کی  
 چٹانی سطح جسکے چٹان چوٹے اور ریت سے بنے ہیں تقریباً دیوار کی سی سیدھائی میں ختم ہو جاتی ہے۔  
 مگر ساتھ ہی صرف اسہی جگہ ایک ایسا نشیب اس وادی میں موجود ہے جسپر ریل اور درجنہاں  
 دونوں گذرتی ہیں۔ نہ ریل کو اس میں سے گزرے بغیر چارہ تہا نہ سڑک کو۔ چونکہ یہی چٹانی سطح مرتفع  
 ایسی دیوار نما شکل میں وادی سے جانب مشرق ۳۰ میل تک اور جانب مغرب ۱۰ میل تک پھیلائی ہو  
 سڑک یا ریلوے کو استفادہ دینا کہ وہ ایک طرف سے یا دوسری جانب سے اس چٹان دیوار کو پہونچ  
 چھوڑ کر گزرے قریب قریب ناممکن تھا۔ دوسری طرف اس ۷۰۰ فیٹ کی سیدھی اترائی کو عبور کر کے  
 لائین کو بطن الغول کے اسٹیشن سے اوسی نام کی وادی میں نیچے کی طرف لیجانا ایک نہایت کٹھن  
 کام تھا۔ مگر جرمنی اور ترکی انجینروں نے آخر ان تمام مشکلات کو حل کر کے لائین کو ایک بہت بڑے  
 گہیرے کاخم دیکر فی ہزار فیٹ کیلئے ۱۶ سے ۱۸ فیٹ تک نشیب دیتے ہوئے اس پہاڑی دیوار  
 کے ساتھ ساتھ نشیبی قطع کو لیکئے۔ اس خم اور گہیرے کا اقل ترین نیم قطر صرف ۱۱۲ گز ہے۔  
 اوپر کو لائین متواتر چکر کھاتی ہوئی وادی کے مشرقی سمت پر چمپٹی ہوئی چلی گئی ہے۔ جہت تک یہ  
 چکر اسے بالآخر وادی کے نیچے تک نہیں پہونچا دیتی یہاں سے اطراف کا منظر ہی ایک عجیب  
 ڈراؤنی صورت کا دکھائی دیتا ہے۔

آج ہوا بھی بہت زور سے چل رہی تھی۔ کسی جاندار یا روئیدگی کا کوئی نشان ہوا یہ نہیں  
 پہاڑیاں تو مسلسل ہیں مگر اونکی شکستہ اور سرفلک چوٹیاں دیواروں کی شکل میں آسمان سے باتیں  
 کر رہی ہیں۔ اونکی چوٹیوں پر سیاہ پتھروں کو ڈھیر اور بھی مہیب بنا رہے ہیں۔ مگر یہ منظر بھی

ایک خاص دلچسپی سے خالی نہیں۔

پہاڑیوں کے اطراف کے پتھر جہاں کہیں بارش کے زور سے گہس گئے ہیں۔ وہاں مختلف رنگوں کا ایک عجیب گلزار کہلا ہوا ہے۔ اور ہر پتھر ایک نئی شان دکھا رہا ہے۔ کوئی نہایت سُرخ کوئی گلابی، کوئی زعفرانی، کوئی سفید، کوئی سبز اور کوئی نیلگون الغرض کوئی رنگ ایسا نہیں ہے جو وہاں نہ دکھائی دے۔ خاص کر طلوع و غروب آفتاب کے وقت جب سورج کی کرنیں ان شوخ رنگ پتھروں کی سطح پر پڑتی ہوں گی تو ایک عجیب و غریب نظارہ معلوم ہوگا۔

انجن کاریل سے قریب ۲ بجے شب کے ہماری ٹرین ۴۷۶ کیلو میٹر کے پاس منظر الجسٹیشن نیچے اتر جانا کے متصل اکدم ٹہر گئی۔ ٹرین کا ٹھہرنا تھا کہ مختصر سامان جو اوپر رکھا ہوا تھا نیچے گر گیا۔ مین اور آفندی صاحب گہرا گئے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ انجن ریل کی پٹی سے نیچے اتر گیا ہے۔ فوراً تار معان کو دیا گیا۔ وہاں سے چند آفسر معہ دستہ فوج و ضروری سامان و مشن وغیرہ کے موقعہ واردات پر پہنچ گئے۔

اب ہمیں ایک نئی مصیبت تھی۔ سردی کی یہ حالت تھی کہ آلمان۔ سارا بدن سکڑ گیا تھا۔ او ہوا اس قدر جل ہی تھی کہ گاڑی سے باہر نکلنا مشکل تھا۔ نہ وہاں لکڑی کا نشان تھا کہ جلا کر بیٹھے رہتے۔ یہ ساری باتیں مسافر و نکو پریشان کر رہی تھیں۔ اور جبکہ پانس سردی کا کافی سامان نہ تھا وہ تو بہت ہی حیران تھے۔

ریل سے انجن کے نیچے اترنیکا باعث یہ ہوا کہ پائنٹ برن "اپنی جگہ پر موجود نہ تھا۔ انجن ڈرائیور انجن کو بڑا لگیا۔ گاڑی غلطی سے دوسری لائن پر چلا گئی۔ یہاں ایک مختصر اسٹیشن منظر الجسٹیشن ہے۔ اس کے نزدیک کوئی آبادی نہیں ہے۔ البتہ سال گزشتہ یہاں پر بدوی قبائل کے اشرار اور ترکی لشکر جبار کیسا تھ بڑا سخت مقابلہ ہوا تھا۔ جسمین بدوی لوگ بہت



ضائع ہوئے۔ اسٹیشن پر دو لائین ہیں۔ ایک خالی تھی۔ دوسری پر ایک گاڑی کھڑی تھی۔ جو شام سے مدینہ طیبہ کو جانے والی تھی۔

اس لائین پر کوئی علامات سگنل نہیں ہیں جو دور سے دیکھ کر ڈرائیور کا کم کرے۔ رات کی قوت زیادہ ہوشیاری ہی نہیں کرتے ہیں۔ پہلے فقط دنگو ہی گاڑی چلا کرتی تھی۔ جہاں شام ہوئی تمام شب کھڑے رہ جاتی تھی۔ مگر اب رات اور دن چلا کرتی ہے۔ اگر ہمارا انجن دوسری گاڑی کے انجن سے ٹکرا جاتا تو خدا معلوم کس قدر نقصان ہوتا۔ کئے گاڑیاں سب انجن کے اوندھے ہو جاتی تھیں۔ شکر خدا کا کہ ایسا نہ ہوا۔ جیسے انجن پٹی سے اتر گیا تو دو سکر گاڑیوں کو چھوڑ کر الگ ہو گیا۔ بڑی تعجب کی بات ہے۔ ورنہ ضرور اور چند گاڑیاں ریل سے نیچے آ جاتی تھیں۔ اب کم دن ۱۷ جنوری کو ہم اس منظر الجج کے وسیع میدان میں پہرتے ہوئے قرب جوار کا منظر دیکھ رہے۔ تمام دن ترکی سفر میں انجن کو پٹی پر چڑھانے کی کوشش کرتا رہا۔ آخر مغرب کے قریب انجن ریل پر چڑھ گیا۔ دو ایک میل کی پٹیاں جو دنگے سے خراب اور تیرھی ہو گئی تھیں اونکو بدلیا گیا۔ بخاری اور مغربی بڑے بچھا ہیں۔ ٹرین کھڑی ہے۔ میدان وسیع ہے۔ بہت دور تک نظر جاسکتی ہے۔ نہ کسی کا ڈر ہے نہ خوف مگر یہ لوگ دو قدم بھی نہیں جاتی ہیں۔ بس نیچے اترے اور رفع حاجت کو بیٹھ گئے۔ نہ اونکو اپنے ستر کا خیال ہے نہ اپنی مستورات کا پاس و لحاظ ہے میرے خیال میں اگر حیا ہو تو خاص ہندوستان کو ہی خدا نے یہ شرف عطا کیا ہے۔ دیگر بلاد کے لوگ اس نعمت سے محروم ہیں۔ برہما، چٹن، جاوا اور سیام وغیرہ میں نے دیکھا ہے۔ وہاں بھی لوگ برہنہ غسل کرتے تھے بالکل بے حیا ہیں۔

منظر الجج سے معان تک کف دست میدان ہے۔ اس درمیان میں کوئی آبادی نظر نہیں آئی۔ زمین ریتیلی و پتھریلی ہے۔ پانی اور درخت کا نام و نشان نہیں۔ اس حصہ پر ریل کے بنانے میں

زیادہ لاگت نہیں آئی ہوگی۔

ریلوے پر پہلے لکڑی کے سلیپز بچائے گئے تھے۔ جنکو بدولگ آگ لگا کر تماشہ دیکھا کرتے رہے۔ اس سبب سے اب کل حجاز ریلوے پر لوہے کے سلیپز بچا دئے گئے ہیں۔

**معان** | مغرب کے بعد ہماری ٹرین روانہ ہو کر ۹ بجے شب کے معان میں داخل ہو گئی۔ اور وہاں ۱۲ بجے شب تک ٹھیرے رہی۔ ہر ایک ٹرین یہاں پر ۳ گھنٹے ٹہرتی ہے۔ خواہ گاڑی اپنی وقت مقررہ پر آئے یا بدیر۔ مگر یہاں ضرور ۳ گھنٹے ٹہرتی ہے۔ اسٹیشن معان کا بڑا ہے۔ چند انجن اور فالتو گاڑیاں ضرورت کیلئے یہاں کھڑی رہتی ہیں۔ یہ مقام سطح سمندر سے ۵۰۵۰ فٹ بلند ہے۔ یہاں پر ریل گھوم کہاتی ہے۔ یعنی ساری حجاز ریلوے میں اس جگہ انکر ریل کا رخ ذرا بدلتا ہے۔ یہاں سے ایک راستہ قلعۃ العقبہ کی طرف جاتا ہے۔ جو خلیج عقبہ کے سکر پر واقع ہے۔ جہاں سے مصری اور ترکی حدود جدا ہوتے ہیں۔ امید ہے کہ آئندہ کسی زمانہ میں گورنمنٹ عثمانیہ حجاز ریلوے کی ایک شاخ ضرور العقبہ تک لیجاوے گی۔

معان کے دونوں جانب بڑے بڑے وادئیں ہیں۔ جانب مشرق وادی الغناجب وادی کراہی میں گذر کنز کھروط میں گرتی ہے۔ اور جانب غرب وادی الغرب ہے جو بحرِ لوط میں ملتی ہے۔ معان مدینہ منورہ سے ۴۸ وان اور قدم شریف سے ۲۸ وان اسٹیشن ہے۔ اور بہت بڑا مقام ہے۔ اسٹیشن پر گاڑی پہنچتی ہی چند ترکی آفسروں نے آکر رفعت بے کو اپنے مکان پر لے گئے۔ میں بھی اونکی وجہ سے ہمراہ چلا گیا۔ آفسران ریلوے کو مکانات دیکھے۔ جس تہذیب اور خوبصورتی کو ساتھ انھوں نے اپنے مکانات کو فرش و دیگر مکلف چیزوں سے آراستہ کیا ہے وہ نہایت قابلِ تعریف ہے۔ ان مکانوں کو دیکھ کر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ لوگ جنگل میں جب اسطرح رہتے ہیں تو اپنے اصلی وطن میں مکانوں کو کس قدر آراستہ نہ رکھتے ہوں گے۔

یہاں سے قصبہ معان بسواری ۳۰ منٹ کے فاصلہ پر ہے۔ گاڑیاں جاتی ہیں۔ رات کی وجہ سے ہم لوگ وہاں نہیں جاسکے۔ اسٹیشن پر ہی گھوم گھام کر واپس آگئے۔ ترکی آفسروں نے چار اور سگریٹ سے ہماری تواضع کی۔

ریلوے کی متعلق پختہ اور عمدہ مکانات بنے ہیں۔ ہنوز چند مکانات زیر تعمیر ہیں۔ اسٹیشن کے نزدیک ایک لوکندہ دو منزلہ ہے۔ نیچے کی منزل میں قہوہ خانہ اور کھانے کی جگہ ہے۔ اوپر کی منزل میں صرف آرام کرنے کی جگہ ہے۔ ہوٹل نہایت عمدہ ہے یومیہ ۴ قرش یعنی ۱۰ روپے فی کس لیا جاتا ہے۔

اس ہوٹل کے سوا شامی عربوں اور بٹھیا روٹلی دوکانیں جداگانہ ہیں۔ گوشت ترکاری۔ دوڑ دہی، پنیر، کھجور، انگور، انار، سیب اور موسمی میوہ وغیرہ سب ملتا ہے۔ متعدد روٹی فروش وٹیاں اسٹیشن پر فروخت کرتے ہیں۔ اسوقت اسٹیشن کے قرب و جوار میں ۳۰ سے زائد پختہ مکانات گودام گہراورد فربنے ہیں۔ جو نہایت خوش سلیقگی کیساتھ ایک ہی طرز پر بنائے گئے ہیں اور انکی صفائی قابل تعریف ہے۔

ریلوے کے متعلق جو انجن شیدہ ہواؤ میں پانچ انجن کھڑے رہتے ہیں۔ ایک کارخانہ گاڑیوں کی مرست کا ہے۔ ایک مکمل کارخانہ آہنگری اور ایک کارخانہ بخاری بھی موجود ہے۔ پانی کے ذخیرے کے دو آہنی تالاب یعنی ٹاکیاں ہیں جن میں ہر ایک تقریباً ۶ اکر مکعب ہے۔ پچھ دو لون حوض ایک پختہ بلند بنیاد کی چوٹی پر نصب ہیں۔ اور ان میں خرچ کے ذریعہ پانی پہنچایا جاتا ہے۔

اطالیہ کی پیشقدمی پر ایک استقام پر اسوقت ترکی فوج زیادہ رہتی ہے۔ آج ایک خبر سنی ترکی فوجی آفسر کی راجہ اگنی کہ اٹالین عقبہ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اور ۳۶ توپیں بھی لائی ہیں۔ العقبہ میں دولت عثمانیہ کی جانب سے کوئی مدافعت کر رہا نہیں ہے۔ نہ وہاں پر

فوج ہے نہ توپ خانہ۔ ترک ان گنڈ رہی کیوں سے نہیں ڈرتے ہیں۔ رفعت بے کا یہ قول ہے کہ اگر اطالیہ کو اپنی گرفتاری منظوری ہے تو وہ ہمارے ملک کے اندرائے۔ ہم اسکی کل توہین اور سپاہ کو آسانی سے قید کر لینگے۔

معان سے ایک رستہ مدینۃ الخلیل ہوتا ہوا بیت المقدس کو جاتا ہے۔ اور وادی عرابہ سے گذر کر عین الوبیہ۔ کربوب۔ کوہ ارا راٹ (جہان چشت سیدنا فوج علیہ السلام کی کشتی طوفان کو بعد ٹہری تھی)۔ مدینۃ الخلیل و بیت المقدس میں پہنچتا ہے۔ اونٹ۔ گھوڑے اور خچر و نکا سفر ہے۔ راستہ زیادہ اتارا اور چڑھاؤ ہے۔ اسلئے لوگ بہت کم اس رستہ سے سفر کرتے ہیں۔ میں کسی مقام پر اس رستہ کا پورا خاکہ ایک انگریزی سفر نامہ سے ترجمہ کر کے لکھ دیا ہوں۔

۱۷ جنوری کے پہلے گھنٹے میں یعنی شب کے ۱۲ بجے کے بعد ہماری ٹرین معان سے روانہ ہو گئی یہ سبب ہونے رات کے ارد گرد کا منظر مجھے نظر نہ آیا

عنیزہ تک ریل وہی قدیمی دربا لچ کے برابر برابر گذرتی ہے۔ قدیمی راستہ اور ریل کی سڑک میں کوئی فاصلہ نہیں ہے بالکل ساتھ ساتھ گئی ہے۔ عنیزہ سطح سمندر سے ۳۴۰۰ فٹ بلند ہے۔ آگے چل کر جوف الدرویش اسٹیشن ملا۔ جہان ہماری ٹرین وادی کراہی کو پار ہو کر گذری الحسار کا اسٹیشن ۳۸۰ کیلو میٹر (قدم شریف) کے پاس ہے۔ اس مقام پر یوروپین سیاح بہت گذرے ہیں۔ الحسار سے ریل قطرانہ

قطرانہ کی طرف ایک وسیع میدان سے گذرتی ہے۔ دور دور پر علحدہ علحدہ پہاڑ نظر آتے ہیں مگر جانب مغرب قطرانہ کے بڑی اونچی قطار پہاڑوں کی دکھائی دیتی ہے۔ جسکے پرلے طرف بحر لوط (ڈیڈ سی) واقع ہے۔

قطرانہ میں گاڑی صبح کے قریب پہنچی۔ دو ترکی آفسر ہمارے کمرے میں آگئے۔ یہ لوگ فوجی لباس



میں تھے۔ اونھوں نے آتے ہی رفت بے سے مصافحہ کیا۔ اور مہاسے پاس ہی بیٹھ گئے۔ ایک اونین فوجی سرجن میجر۔ اور دوسرا فوجی آفسر تھا۔ اول الذکر کا نام عبدالقادر اور آخر الذکر کا محمود ہے تھا جیسے نماز حنفی کا وقت آیا تو دونوں آفسروں نے اپنا اپنا ٹھلے اوٹھا کر چلتی ہوئی ٹرین کے برآمدے میں نماز صبح پڑھ لیا۔

اوس وقت میرے دلپر ایسا اثر ہوا کہ میں بہت روز تک یاد رکھوں گا۔ ترکی آفسر نماز کے بہت پابند ہیں۔ وہ حالت سفر اور حضر دونوں میں اپنی نماز کو برابر ادا کرتے ہیں۔ خداوند کریم ہر ایک مسلمان کو ایسی ہدایت دے۔

مجھ کو رفت بے نے ان دونوں نووارد آفسروں سے تعارف کروایا۔ ڈاکٹر صاحب کسیدر انگریزی بول لیتے تھے۔ اور فوجی آفسر جو میجر تھا وہ فارسی اعلیٰ درجہ کی بولتا رہا۔ یہاں سے بیروت تک اونکا اور میرا ساتھ رہا۔ بڑی دلچسپی کیساتھ ہمارا سفر طے ہوا۔ مجھ کو بہت سے معلومات ان آفسروں سے حاصل ہوئی جو حسب موقع بیان کئے جائینگے۔

مجھ دونوں آفسر نقشہ کی ماہیت سے خوب واقف تھے۔ جب اونکو معلوم ہوا کہ میں سروی آف انڈیا میں ملازم ہوں تو میری سبب سے سوالات نقشہ کے متعلق کئے۔ جنکا میں نے نہایت معقول طور پر جواب دیکر سمجھایا۔ میجر محمود بے غالباً ترکی انجینس براچی میں بچکے ہیں بہت سی باتیں نیگولیشن اور اسٹرائیکل ایزرویشن کی نسبت مجھے پوچھتے رہے۔ میری جوابات سے وہ بہت خوش اور محظوظ معلوم ہوتے تھے۔ تمام ستاروں کے نام عربی اور ترکی میں مجھ کو سمجھاتے رہے۔

قطرانہ سے ریل نشیب و فراز میں مثل سانپ کی رفتار کے گھوم گھوم کر گئی ہے۔ میدان وسیع ہے درخت کا نام و نشان نہیں۔ ریل کی لائن سے دس دس میل تک دونوں جانب پہاڑوں کا نام و نشان نہیں۔ ہموار گندست میدان معلوم ہوتا ہے۔ دس میل سے پرے پہر پہاڑی سلسلہ دونوں

جانب پر نظر آ رہا تھا۔

بنجر زمین میں بدوؤں کا زراعت کرنا

صبح ہوتے ہی گاڑی اسٹیشن خان صبح پر پہنچی۔ بعد کو اسٹیشن واپس ملا۔ یہاں پر ایک چیز میرے دل کو عجیب و لکش معلوم ہوئی

وہ یہ کہ ترک صحرائی بدو اور شامی عربوں کو زراعت کا کام سکھا رہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ بہت سے بدوی لوگ بل جوت رہے تھے۔ اور یہ غالباً پہلا موقع ہو گا کہ سرزمین مقدس میں جہاں ہزار ہا سال سے غیر مزرعہ بنجر زمین پڑی ہو۔ اس کو قابل زراعت بنا رہے ہیں۔ صحرائی بدو زمین کھود رہے تھے۔ ریل کے دو طرفہ میلون تک ہل چل رہے تھے۔ گیسٹون یا چنے یا آلو شاید اول بو ہو جائینگے منی بہت سُرُخ نظر آتے تھے۔ میری خیال میں معان اور مزرب کی درمیان کی کل زمین قابل زراعت ہے۔ یہ سب سردی اور برف باری کے ہمیشہ تر رہا کرتی ہے۔

یہاں پر جابجا بدوی خانہ بدوشوں کے مکانات دیکھے گئے۔ دیواریں مٹی کی تھیں جن پر کبلونکا سایہ تھا۔ اور سلسلہ برابر پہاڑ کے دامن تک پہنچا ہوا تھا۔ میری رائے میں ہزار مکانات سکھ نہوں کو۔

ریل کی وجہ سے اونٹ تو غالباً وسط عرب یا حجاز مقدس میں چلا گئے ہیں۔ اب یہ لوگ دنبہ بھڑ بکری۔ بیل اور گائی پال رہے ہیں۔ بیل یہاں کے بہت ذرا اور مثل ولایتی بیلوں کے نظر آئے۔ دود بکتر اور بہت ارزان ہے۔

عثمان | جیزہ، لبن اور قصیر کے نزدیک ریل پہاڑیوں کے بیچ سے گذرتی ہوئی عمان میں

داخل ہوئی قصیر میں اون ترک آنسوئی زبانی معلوم ہوا کہ حضرت معاذ بن جبل کا مزار ہے

لوگ اکثر زیارت کو آتے ہیں۔ عمان کی اونچائی سطح بحر ۲۵۰ فٹ بلند ہے۔ یہ مقام پہاڑوں کے

درمیان واقع ہے۔ اس کے جانب شرق وسیع میدان اور جانب غرب اونچے اونچے پہاڑ واقع ہیں

جن کا پانی وادی جاؤن میں گرتا ہے۔

مدینہ منورہ سے عمان ۶۴ وان اور دمشق سے ۱۴ وان سٹیشن ہے۔ یہاں سے ایک راستہ بیت المقدس کو پیدل پہاڑ و نین سے گذرتا ہے۔ اکثر یہود و نصاریٰ اونٹ اور بچہ پر یہاں سے حیر ہوتے ہوئے بنی موسیٰ کی زیارت پر سے بحر لوط کی سیر کر کے بیت المقدس کو جاتے ہیں۔ سنا گیا راستہ خوفناک ہے۔ بدوی قبائل بکثرت رہتے ہیں۔ دو یا تین دن میں نہایت آسانی کیساتھ بیت المقدس پہنچ جاتے ہیں۔ راستہ سخت اور پہاڑ و نین جسکی اونچائی ۳ ہزار سے ساڑھے ۳ ہزار فٹ بلند ہے نیچے اوپر ہوتا ہوا جاتا ہے۔ ہندی حاجی آج تک اس راستہ سے کوئی نہیں گیا۔ قصیر اور عمان کے درمیان ریل کو پہاڑ میں نقب لگا کر لایا گیا ہے۔ ایک نقب بہت بڑا ۶۴۱ فٹ لائٹا اور نہایت مضبوط و بختہ بنایا گیا ہے۔ ریل بہت نشیب و فراز سے گھوم گھوم کر عمان کو آتی ہے۔ چاروں سمت اسکے بڑے بڑے پہاڑ ہیں۔ پانی کا نالہ بہ رہا ہے جو دریای حبشہ میں جا کر گرتا ہے۔

**عمان کی سرکیشین آبادی** | عمان کے مشرق طرف ایک پہاڑ اسرا لمرکب نامی ہے جس کی اونچائی سطح سمندر سے ۳۱۵۰ فٹ بلند ہے۔ اسوقت عمان میں سیکڑوں سرکیشین آکر آباد ہو گئے ہیں۔ ۱۸۶۲ء میں جب روسیہ نے ملک ککس (یعنی کوہ قاف) پر قبضہ کر لیا تو سرکیشین اپنا وطن چھوڑ کر یہاں ہجرت کر کے آ گئے تھے۔ انہیں مختلف اقوام ہیں جنکا شمار سپدرہ کے قریب ہے۔ جسوقت یہ لوگ قاف سے یہاں آئے تھے تو انکی تعداد چار ہائی لاکھ کے قریب تھی۔ انکا زیادہ حصہ ایشیائی کوچک کی طرف چلا گیا۔ اور چند ہزار اس مقام پر آکر بس گئے قنطرہ انکا اسوقت صدر مقام ہے۔ اوسکے قریب جو زمین بڑا یا تیرا گاؤں انکے آباد ہیں۔ انکی مجموعی آبادی اسوقت یہاں پر ۱۰ ہزار سے کم نہیں ہے۔

حیر اش اور عمان سے ان گاؤں کو گاڑی کا راستہ جاتا ہے۔ مگر یہ راستہ بالکل ناہموار ہے۔ بارش کے موسم میں گاڑیاں نہیں چلتی ہیں۔ یہاں ایک وادی ہے جسکا نام وادی سیر ہے جو بالکل ناہموار ہے اس میں زمینوں کو درخت بکثرت موجود ہیں۔ اور یہ وادی حدیبہ سے شروع ہو کر بحر لوط تک چلا گئی ہے

اس واوی میں پچیس برس کے آگے سرکشین بہت رہتے تھے۔ مگر بعد کو گورنمنٹ روس نے اس مقام پر ایک نئی کلونی بسانے سے کل سرکشین وہاں چلے گئے۔ یہ واقعہ ۱۹۰۱ء کا ہے۔

**قدیم عمارات عمان** | عمان میں اسوقت ایک قدیم تھٹر گھر ہے۔ جسکی حالت اچھی نہیں ہے۔ اس میں کسیوقت ۶ ہزار آدمی بیٹھ سکتے تھے۔ ۵۰ ستونوں میں اسوقت ۸ ستون باقی رہ گئے ہیں۔ دو قدیم گرجا اور ایک شکستہ مسجد بھی اپنی اگلی حالت کو ظاہر کر رہے ہیں۔ غالباً انہیں آثار قدیمہ سے ضرور کچھ شبہ رہونگے۔ یہاں پر ایک رومیوں کا قدیم حمام بھی ہے۔ جو غالباً پانچویں صدی عیسوی کا بنا ہوا ہے۔ ان کل عمارات مذکورہ کو اب نشان باقی رہ گئے ہیں۔ اگر گورنمنٹ اسکا انتظام نہ کرے تو چند روز کے بعد فقط جگہ باقی رہ جائیگی۔

عمان سے جدیراش کو دریای جبوک کیساتھ ساتھ راستہ جاتا ہے۔ دو روز میں پہونچتے ہی پہلا مقام جہان اپنی طبیعت ہو مسافر پسند کر کے اترتے ہیں۔ جبوک کو عرب نہر زرقہ کہتے ہیں جو واوی زرقہ میں بھتی ہوئی دریائی جارڈون میں مل جاتی ہے۔ جب ہماری ٹرین عمان سے آگے روانہ ہوئی تو یہ نالہ بہائے ساتھ ساتھ بہت دور تک کرپہر جانب شمال چلا گیا۔ سرکشین کے پختہ عمارات اور خوبصورت و دلفریب مکانات پہاڑوں پر ادھر ادھر بکھرے ہوئے دکھائی دیرہے تھے۔

عمان سے ہماری ٹرین کو دو واخن لگائے گئے۔ دونوں ایک ہی جانب پر تھے۔ اب یہاں سے جڑائی کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ پہاڑ کی چوٹی پر اسٹیشن قلعۃ الزرقہ ملا۔ جہاں پر ہم کو وہ رستہ دوبارہ نظر آیا جسکو دربار الحج کہتے ہیں جو قلعۃ بلکا سے علیحدہ ہو کر ریل سے جانب شرق بہت فاصلہ پر چلا گیا تھا اب یہاں پر پہر ریل کیساتھ ساتھ ہو گیا۔

زرقہ میں بہت سے سرکشین سوار ہوئے۔ اسکی بلندی ساڑھے تین ہزار فٹ سے زائد ہے۔ سرکشین اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے اسٹیشن پر آئے۔ اونکا لباس بتارہا تھا کہ یہ روسی ہیں نہ تہا۔



حسین اور خوشو وضع تھے۔ عورت و مرد سیکڑو کی تعداد میں آکر سوار ہوئے۔ موضع زر قہ سٹیشن سے نصف میل کے فاصلہ پر نظر آنا تھا۔ عورتوں کی چہرے بالکل کُلمے تھے۔ زر قہ اور درعا کے درمیان کا منظر بھی عجیب و غریب ہے۔ ریل کے نزدیک متفرق چھوٹے چھوٹے ٹیکریاں ہیں۔ ان پر لوگ اپنی مویشی چرارہے تھے۔ یہاں کی زمین ابھی تک قابل زراعت نہیں بنائی گئی۔ مگر مغرق اور درعا کے درمیان کی زمین قابل زراعت ہے۔ اس کو جوت کر طیار رکھے ہیں۔ میدان بہت وسیع ہے۔ جنمیں پانی کی نہریں بہ رہے ہیں۔ آج تمام دن بادل رہا۔ سرد ہوا جسمیں برف کی آمیزش تہی چلتی رہی۔ اور شام کو تو بارش بھی ہوئی اور ہماری ٹرین درعا جنکشن پر برابر آجکے مغرب کے داخل ہو گئی۔

**درعا جنکشن** | درعا ایک مختصر سا قصبہ ہے جس میں کہجور کے درخت نظر آتے ہیں۔ ایک مسجد بھی بہت دور سے دکھائی دیتی ہے جس کا مینار بہت بلند ہے۔ مکانات نہایت عمدہ اور سنگ سیاہ کے بنے ہیں۔ جنگی جہتیں مارسلینر ٹائیل سے پٹی گئی ہیں۔ میں یہاں کی عمارات دیکھ کر عیش عیش کرنے لگا جو خوشیاں ہونیکے علاوہ ترکی صناعی کا ایک نمونہ ہیں۔

سٹیشن دو منزلہ نہایت عمدہ بنا ہے۔ ہوٹل فرسٹ منٹ روم۔ قہوہ خانہ۔ دوکانیں مثل عمان و عمان کے یہاں پر بھی موجود ہیں۔ جنمیں ضروری اشیاء خوردنی ملکی دواج کے موافق میسر آجاتی ہیں۔ شام کا تازہ میوہ یہاں پر ملتا ہے۔

مدینہ منورہ سے یہ سڑکھوان اور قدم شریف سے دشوان سٹیشن ہے۔ اور سطح سمندر سے ۱۷۵۰ فٹ بلند ہے۔ یہاں سے ایک شاخ حیفہ کو جاتی ہے۔ ڈاک گاڑی پانچ گھنٹے میں حیفہ کو پہنچتی ہے۔ کرایہ درجہ سوم درعا سے حیفہ تک پانچ روپیہ ۷۰ ہے۔ بیت المقدس جانے والے راترین کو لازم ہے کہ یہاں پر اتر کر حیفہ جانے والی گاڑی میں سوار ہولیں۔ یہاں گاڑی زیادہ دیر تک ٹھہرتی ہے۔ اطمینان کیساتھ اتر کر دوسری گاڑی میں سوار ہو سکتی ہیں۔

ہم کو یہ سب بارش کے زیادہ تکلیف ہوئی اور ہماری گاڑی کامل ۲ گھنٹہ تک یہاں ٹھہری ہی  
 سنا گیا کہ یہاں زمین کے نیچے قدیم آبادی کے نشانات ہنوز دکھائی دیتے ہیں۔ یہ بہت قدیم شہر ہے۔  
 ٹرین ہماری شب کے ۸ بجے روانہ ہو کر قریب ایک بجے رات کو شہر دمشق کے اسٹیشن قدم شریف  
 پر پہنچی۔ بارش برابر گرنا تھا زمین کیچڑ سے خراب ہو رہی تھی۔ جدھر پیر رکھتے تھے پھسل جاتا تھا۔  
 میرے معزز ناظرین! قبل اسکے کہ میں کچھ حالات شام و دمشق کو بیان کروں۔ مناسب سمجھتا  
 ہوں کہ جغرافیہ شام و فلسطین کا مختصر ذکر کروں تاکہ آئندہ حالات کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ میں نے  
 اپنے سفر نامہ میں جہاں تک مجھے ہو سکا ملک کے جغرافیائی حالات بیان کر نہیں سکتا ہی نہیں کی ہے  
 اور مجھے اس بات کا زیادہ شوق ہے۔

**مختصر جغرافیہ** | جس میں کابین مختصر جغرافیہ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اوسمین آل داؤد و آل یعقوب  
**شام و فلسطین** | ہزار ہا سال تک ندگی بسر کر چکے ہیں۔ زمانہ قدیم میں اس ملک کو کنعان کہتے تھے  
 جو حام بن نوح کے فرزند کا نام ہے۔ اور بعد میں مختلف نام اسکے ہوتے گئے۔ مگر اس وقت عیسائی ارض  
 مقدس اور مسلمان شام و فلسطین کہتے ہیں۔ مگر خالص ارض مقدس کا وہی ٹکڑا ہے جو دریائے جوزدان  
 کے دونوں جانب پر آباد ہے۔ جسکے شمال پر کوہ لبنان کی سرحد لگ چوٹیاں اور جانب جنوب  
 مشرق صحرائے عرب مصر کا لوق و دوق میدان ہے اور جانب غرب بحر المتوسط کی لہریں موجیں  
 مار رہی ہیں۔ اسکی لبنانی دھڑھ سو میل اور چوڑائی ۶۰ میل قریباً ۱۰ ہزار مربع میل اور آبادی  
 ۳۰ لاکھ کے قریب ہے۔ مردم شماری اس ملک میں باقاعدہ تو نہیں ہوئی ہے۔ مگر مدبران یورپ نے

اپنے ذاتی تجربات و عینی مشاہدات سے یہی اندازہ لگایا گیا ہے۔ واللہ اعلم

**قدیم تاریخ** | جس ملک کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ اوسمین آل کنعان۔ آل ابراہیم۔ آل داؤد و آل یعقوب  
 علیہم السلام ہزار ہا سال تک رہ چکے ہیں۔ آل یعقوب اس وقت تک اس میں رہے جب تک ایک بہت بڑے

قحط نے اونکو مصر کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور نہ کر دیا۔ بنی اسرائیل سینکڑوں برس اس حکومت کرتے رہے۔ اوسکے بعد نخت نصر بادشاہ نے ایک مدت دراز تک حکومت کی۔ ۵۳۶ قبل عیسوی میں اہل فارس نے بابلون پر قبضہ کیا۔ اور یہودیوں کو اپنے ملک میں واپس آنی کی اجازت عطا ہوئی۔ جب سکندر عظیم نے ۳۳۳ قبل عیسوی میں فارس پر قبضہ کر لیا تو یہ ملک بھی مقدونیہ کا ایک صوبہ بن گیا۔ سکندر عظیم کی وفات ۳۲۴ء میں یہ ملک دو حکمرانوں میں تقسیم ہو گیا۔ شام و فلسطین ایک کے قبضہ میں آ گیا مصر وغیرہ دوسرے کے قبضہ میں چلا گیا۔

یثولی اول نے ۳۱۴ قبل عیسوی میں فلسطین پر قبضہ کر لیا۔ اور وہ روزِ شنبہ یعنی سبت تھا جسکو یہود مبارک روز سمجھتے ہیں۔ اوسنے بہت سے یہودیوں کو اسکندریہ لے لیا۔ اور سیرین کی طرف جلا وطن کر دیا۔ اوسوقت مملکت مصر یہودیوں کے قبضہ میں آ گئی ۲۰۵ قبل عیسوی میں یثولی نے جب کی عمر ۵ سال کی تھی تخت مصر پر بٹھایا گیا۔ اوس زمانہ میں سلی سیدیہ نے ملک شام میں ایک علیحدہ حکومت قائم کر لی۔ جو بحرِ اوسط سے شروع ہو کر دریائے اڈس تک چلا گئی تھی۔ جسکے مشہور شہر سلیوکیہ دریائے ٹگرس پر اور انطوکس دریائے فرات پر تھے۔ شاہ انیتوکس نے ۱۹۸ قبل عیسوی میں مصر کو فتح کر کے فلسطین پر قبضہ کر لیا۔ اوسوقت پر یہودیوں کو بار بار یہود مصر سے شام و فلسطین میں آ کر بڑے بڑے شہر آباد کر لئے۔

۱۶۸ قبل عیسوی میں شام و فلسطین پر عموما اور شہر بیت المقدس پر خصوصاً بڑی بہاری حملے ہوئے۔ شاہ انیتوکس چارم نے یہ حملے کئے تھے اوسنے اپولونیوس کو زیرِ کمانڈ بہت بڑا لشکر بیت المقدس کی جانب روانہ کیا تھا جس نے لڑائی میں یہودیوں کو انہزار آدمی قید ہو گئے۔ اور شہر بیت المقدس تباہ و تاراج کر دیا گیا۔ اور اوسکو آگ لگا دی گئی۔ اوسکی عظیم الشان دیواریں جو بنائی سلیمانی کنیا و گار تھیں فنا کر دی گئیں۔ روزانہ قتل عام ہوتا رہا۔ جسکے سبب بیت المقدس بالکل اُڑ گیا۔ اور یہ سلسلہ

ملک گیری کا برابر یون ہی چلتا رہا کئے سلطنتیں اس میں بدلین اور دوسری ہوئیں۔ آخر ۳۳۰ قبل عیسوی میں ہیرودہ اعظم نے اپنی مملکت شام و فلسطین میں قائم کی۔ شیخ بہت جوان و بادشاہ گذرا۔ اس کے خیالات وسیع تھے۔ مگر ساتھ ہی غرور و تند مزاج سنگدل اور بے رحم بھی تھا۔ اس نے یہودیوں کو

**پیدائش حضرت مسیح** | خوش کرنے کیلئے بیت المقدس میں دوبارہ کلیسہ کی تعمیر کیا۔ اس کے تیسویں سال جلوس میں حضرت مسیح بیت اللحم میں پیدا ہوئے۔ اس کے بہت تھوڑے ہی دن بعد ہیرودہ کا انتقال ہو گیا اس کی لاش بیت المقدس میں دفن ہے جس کا ذکر موقعہ پر کیا جائیگا۔

جس وقت حضرت مسیح کی ولادت ہوئی۔ تب بیت اللحم میں ہیرودہ کے حکم سے ایک قتل عام برپا ہو گیا مگر اس میں اس کو سخت ناکامی رہی اس کے بعد اس کے بیٹے ارکیلاس نے جو دا۔ کاریہ۔ اور اڈو لیے پر قبضہ کر لیا۔ اور انٹی پاس نے گالیلی۔ اور پیرا پتر قابض ہو گیا۔ خاندان ہیرودہ کی سلطنت ۴۴ یا ۴۵ سال عیسوی تک گالیلی کی علاقہ میں قائم رہی۔

۳۲۶ء میں شاہزادی ہلینہ فلسطین کو آئی اور وہ بیت لحم اور جبل زیت کی زیارت کی۔ اس کا بیٹا کانٹانٹین نے ان مقامات پر کلیسیا میں بنا دیا۔ ۳۸۴ء میں مقدس بحر مورت لحم کو آیا۔ اس وقت فلسطین میں عیسائی زائد درویش اور گوشہ نشین زائد رہتے تھے۔ شاہزادی ہلینہ کی وقت سے ہی عیسائیوں میں زیارت بیت لحم و ارض مقدس کا خیال پیدا ہو کر اس وقت سے دستور چلا آتا ہے۔

۶۱۴ء میں اہل فارس نے ہما تحت آفران خسرو دوم شاہ فارس۔ ارض مقدس پر حملہ کیا۔ انکی حمایت میں ۲۶ ہزار یہودی بھی شامل تھے۔ آخر کار انھوں نے شہر بیت المقدس کو فتح کر لیا۔ اور وہ زائدہ گوشہ نشین اور عابد درویش انصار و نکو جنکی تعداد ۹۰ ہزار بتائی جاتی ہے بڑی بے رحمی سے یہودیوں نے باہر اہل فارس قتل و غارت کر دیا۔ اور ہر ایک کلیسہ کو اونکے تاخت و تاراج کر کے زمین کے برابر بنا دیا۔



’ کچھ ہی دن بعد شاہر قیوس جو قومِ رومن کا شاہنشاہ تھا دوبارہ بیت المقدس کو فتح کر کے اوس پہلی صلیب جسکو حملہ آوروں نے چھرا کر لے گئے تھے واپس لایا۔ یہ تو قدیم تاریخ ہوئی۔ اب میں تھوڑا جغرافیہ بیان کر کے اسلامی تاریخ کو شروع کروں گا۔

**قدرتی تقسیم** ملک کے درمیان میں جو دریا ہے اوسکے مغربی وائریشیڈ یعنی پانی کا بہاؤ جہان تک ہے اوس ملک کو فلسطین کہتے ہیں۔ اور دریائے جورڈان کے شرقی وائریشیڈ کو شام کہتے ہیں۔ اسکے مغرب طرف بڑے اونچے اونچے پہاڑ ہیں اور شرق کی طرف کسی قدر کم اور چھوٹے ہیں۔ جانب شمال انہزار فیٹ تک کوہ لبنان کی سرحد تک چوٹیاں چلی گئی ہیں۔ اور جنوب مغرب میں ۲ ہزار اور ۳ ہزار فیٹ سطح سمندر سے بلند ہیں۔ اور شرق میں ۲ ہزار فیٹ ہیں۔

**پہاڑ** شام و فلسطین کے مشہور پہاڑ یہ ہیں۔ جبل لبنان ۳ ہزار سے ۱۰ ہزار فیٹ تک سطح سمندر سے بلند ہے۔ جو ملک کے شمال اور بیروت کے مشرق طرف واقع ہے۔ ایام سرما میں اسکی بلند چوٹیاں ہمیشہ برف سے ڈھکی ہوئی رہتی ہیں۔ اسکا سلسلہ شمالاً و جنوباً چلا گیا ہے۔ جبل نبلس ۴ ہزار فیٹ تک بلند ہے۔ یہ پہاڑ بیت المقدس کے شمال میں واقع ہے۔ جبل زیت بیت المقدس میں ہے جسکی اونچائی ۲۶۰۰ فیٹ ہے۔ جبل تبور ۸۰۰ فیٹ بلند ہے۔ اسکا سلسلہ مدنیۃ النخلیل تک چلا گیا ہے۔ بیت المقدس خلیل الرحمن تک سطح مرتفع پر برابر گاڑیاں جاسکتی ہیں۔ مدنیۃ النخلیل کی اونچائی ۳ ہزار فیٹ بلند ہے۔ اور کوہ حمدی کی بلندی ۲ ہزار سے ۳ ہزار فیٹ تک ہے۔ اس پہاڑ میں چونہ کے پتھر بکثرت اور بالکل صاف ہیں۔ جسکی چوٹیوں پر درخت کا نام و نشان نہیں ہے۔

**ندیان** شام و فلسطین کے درمیان فقط یک بڑی ندی ہے جسکو دریائے جاردان کہتے ہیں۔ یہ ندی جبل لبنان سے نکل کر وادی العرب میں ہوتی ہوئی بحرِ لوط میں گرتی ہے۔ اسکی شاخیں زیادہ تر مغربی و جنوبی ڈھوان جبل ہرمون سے نکلتی ہیں۔ شمالی جانب کے کل لالے اول بحیرہ ہولی میں گر کر بعد کو پیرسیدنا

جنوبی رخ پر بہتے ہوئے بحر تباریہ یعنی دریائے گیلیلی میں گرتے ہیں۔ دریائے گیلیلی سطح سمندر سے ۶۸۵ فیٹ نیچی ہے بحر تباریہ سے دریائے جاردان جنوبی سمت میں بہتا ہوا بحر لوط میں شامل ہو جاتا ہے۔ بحر لوط سطح سمندر سے ۱۲۹۲ فیٹ نیچے ہے۔ دریائے جاردان کا طول ۱۵۰ میل کو قریب ہے۔ دوسری ایکٹری نہر الہاسی کے نام سے ہے جو لبنان سے جانب شمال بہتی ہوئی حمص و حما کے قریب سے گذر کر سعیدیہ کے پاس بحر المتوسط یعنی مدیترہ میں مل جاتی ہے۔

**منظر** | شام و فلسطین کا منظر عجیب خوشنما اور دل فریب ہے۔ خصوصاً جبل لبنان کا منظر نہایت دلکش و پُر فضا ہے۔ بعض مقامات پر پہاڑوں کی چوٹیاں ایسی تیز اور خوبصورت معلوم ہوتی ہیں جسکو دیکھ کر کیلئے جی چاہتا ہے۔ جگہ بگھٹت سب رویریکہ منظر نہایت دلچسپ معلوم ہوتا رہا۔ اگر اس ملک کا صحیح نقشہ بڑے پیمانہ پر بنایا جائیگا تو نہایت قابل دید ہوگا۔

ان پہاڑوں پر خود رو، انگوروں کی بیلین اور زیتون کے گنجان درخت اور انجیر کے باغات عجیب بہار دیتے ہیں۔ رملہ اور یافہ کے درمیان نارنگیوں کے باغات جسمیں کڑوڑوں نارنگیان سطح زمین پر زرد چادر کے مانند بکھی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ سرسبز وادیان جنہیں گباس اور چھوڑ چھوڑ درختوں کے جھنڈ پُر فضا نظر آتے ہیں۔ کہیں ہوا سے ریت کا اوڑکھ چھوٹے چھوٹے ٹیلوں کا بن جانا حیرت میں ڈالتا ہے۔ وادی جاردان کے دونوں جانب سخت ڈھلوان پر راستوں کا جانا۔ اور بیت المقدس سے بنی ہوسے کی زیارت کو جاتے وقت اترائی اور اوپر سے آتے ہوئے سخت سیدھی چڑھائی کا ملنا ہی خصوصیت کیسا تھقہ قابل ذکر ہے۔ الغرض شام و فلسطین کا حصہ کوئی ایسا نہیں ہو جسکے ہر ہر جہت کو خصوصیت نہ ہو۔ اور اسکو دلچسپی سے نہ دیکھا جائے۔ جو کبھی ایک وقت اس کو دیکھ لیگا وہ غالباً تمام عمر اس کے منظر کو نہیں بھولے گا۔

**تالاب اور جہیلین** | تالاب اور جہیلین تو اس میں کوئی مشہور نہیں ہیں۔ مگر ایک تالاب موضع

جغرا کے نزدیک حلب اور سکند کے پاس بہت بڑا ہی جسکو سباخہ کہتے ہیں۔ اور اسکا پانی شیریں ہے اسکے علاوہ دو چار چھوٹے چھوٹے تالاب سمندر نما ہیں۔ بحر لوط جسکو ڈیڈ سی کہتے ہیں جسکا پانی روکے زمین پر سب پانیوں سے زیادہ نکلیں ہے۔ اسکی لمبائی ۴۶ میل اور چوڑی ۱۶ ۹ میل اور عین تیارہ کے نزدیک تقریباً ۱۵ میل چوڑی کل تہ ۱۰ میل مربع ہے۔ یہ ہر سال کثرت بارش کی وجہ سے جنوب کی طرف بڑھتا جاتا ہے۔ اسلئے اسکے عرض طول کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔ اسکی اوسط گہرائی ۱۰۸ فٹ ہے۔ مگر جنوب کی طرف ۱۱ فٹ سے زیادہ گہرا نہیں ہے۔ بمقابلہ خزان کے موسم بہار میں ۳ یا ۴ فٹ پانی آسین اور زیادہ ہو جاتا ہے۔ یہی ایک بحر یا سمندر روئے زمین پر ایسا ہے جو سطح سمندر سے ۱۲ سو فٹ نیچے ہے۔ وادی معاب کے نزدیک اسکی ایک شاخ زبان کے مانند نکل گئی ہے۔ جسکی گردن ۶ میل تک لابی چلے گئی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بحر لوط کی زبان وادی معاب اور گردن اور اسکا جنوبی حصہ ہے۔ اس مقام پر سخت گرمی ہوتی ہے۔ بحیرۃ المثلیٰ یا التلیٰ۔ ایک اور مختصر جھیل ہے جو وادی جوڑدان اور بحر تیارہ (دریا گالیالی) اور بحر لوط سے چھوٹی ہے۔ یہ بھی سطح سمندر سے ۷ سو فٹ نیچی ہے۔ اور بھیہ جھیل سماق کے پاس جو حمید یہ حجاز ریلوے کی شاخ حیفاکو جاتی ہوئی ملتا ہے بخوبی نظر آتی ہے۔ ایک اور جھیل سطح براق کے نام سے قصبہ براق (یا براخ) کے جانب شمال مشرق واقع ہے اسکا پانی شیریں ہے۔

بعلبک اور حما کے علاقہ میں بلوڑ لائن کی مغرب طرف جو بڑے اونچے پہاڑ ہیں اونہیں ایک وادی نور ہے اوس وادی میں ۳ یا ۴ بڑے جھیلین بتاتے ہیں۔ جو سطح سمندر سے ۵۔ اور ۷ ہزار فٹ بلندی پر واقع ہیں۔ مینے اونکو نہیں دیکھا ہے۔

بحر شرقیہ و قبیلہ کی جھیلین دمشق سے جانب مشرق و جنوب واقع ہیں۔ جنکا پانی نہایت شیریں و زیادہ ہے۔ نہر بر و اجو و شق میں ہے۔ یہی جھیل سے آتی ہے۔

درندے اور  
چوپائے یا شکار

شام و فلسطین میں وہ جانور اب تک ملتے ہیں جنکا ذکر کتب سماوی میں آیا ہے مگر شیر ببر اور جنگلی بیل یہاں نہیں ہیں۔ درندوں میں ریچھ ہر مون کے نزدیک بہت ہیں۔ اور چلتے وادی جاڑ ڈان میں۔ بھیرے، لائڈ گے، کولے، لومڑی، جنگلی سور لکڑہنگے اور ہرن دریائے گنیالی لی کے پاس بکثرت ہیں۔ جبل تبور پر چیتل بہت ہیں۔ جنگلی چوھے اور خرگوش بھی دیکھے گئے۔ مگر ہینے گھڑیاں کرو کو ڈائل ندی میں بہت ہیں۔ اس نالے کو کرو کو ڈائل اسہی لئے کہتے ہیں کہ اس میں گھڑیاں بکثرت ہیں۔ سانپ، چپکلی، گرگٹ کا کوئی حساب ہی نہیں ہے پرندوں میں قہر کے پرند مثلاً جنگلی بطخ، سناف، کوئیل، بلبل، فاختہ، قمری، پہاڑی کوا، چیل، باز، کبوتر، آلو، شتر، مرغ (جنوب مشرقی صحرائے شام میں بکثرت دیکھے گئے) سارس، بگلا اور ریگ ماہی وغیرہ وغیرہ بہت ہیں۔ انکے علاوہ بہت سے ایسے چھوٹے چھوٹے خوشنما پرند دیکھے گئے جنکے نام بھی ہمیں معلوم نہیں ہیں۔

۶۳۷ء مطابق ۱۱۷۷ھ میں وہ نامور و زندہ قوم کے سپاہیوں کا لشکر بعد خلافت خلیفہ عظیم خلق مجسم حضرت سیدنا عمر فاروق اکرم ملک شام میں داخل ہوا۔ ۶۶۱ء سے ۶۶۹ء تک ملک شام و فلسطین پر خلفائی بنی امیہ کی حکومت رہی۔ جنکا پایہ تخت دمشق میں تھا۔ اوسکے بعد خلفائے عباسیہ ۹۶۹ء تک حکومت کرتے رہے۔ جنکا پایہ تخت بغداد میں تھا۔ پہر بنی فاطمیہ کی حکومت ۱۰۷۵ء تک رہی جنکا پایہ تخت مصر میں تھا۔ اوسکے بعد سلاجوقیہ ترکوں نے ملک شام و فلسطین کو فتح کر لیا۔ مگر بہت جلد ۱۰۹۸ء میں دوباراً مصریوں کے قبضہ میں آگیا۔

چودھویں اور پندرہویں صدی عیسوی میں شاہان یورپ نے ملک فلسطین کو خاص نظروں سے دیکھنے لگے۔ اور اونکی آنکھیں اس مقدس زمین پر پڑنے لگی۔ اس درمیان میں جو صلیبی لڑائیاں ہوئیں



اونکا مختصر ذکر بیت المقدس کی سرخی میں کیا جائیگا۔ پندرہویں صدی عیسوی میں مصریوں نے عیسائیوں کو ارض مقدس میں رہنے اور مکانات و کلیساؤں بنانے کی اجازت دیدی۔ ۱۵۱۷ء میں سلطان سلیم خان اول نے مصر اور شام پر قبضہ کر لیا۔ جو اس وقت سے آج تک کم و بیش مملکت عثمانیہ کا ایک حصہ ہے۔ ۱۷۹۹ء میں فلسطین میں نپولین اعظم (فرانس) نے کئے کئے جسمیں طرفین کا نقصان ہوا۔ نتیجہ یہی نکلا کہ اوسپرلمان ہی قابض رہے۔ ۱۸۳۳ء میں محمد علی پاشا والی مصر کچھ دنوں کیلئے شام و فلسطین پر قابض ہو گیا۔ ۱۸۴۰ء میں انگریزوں کی امداد سے پھر دوبار شام و ارض مقدس پر ترکیوں کا قبضہ ہو گیا۔ جو آج تک وسیط ہے۔ اوس تاریخ سے آج تک جو بڑے بڑے واقعات ہوئے ہیں حسب ذیل ہیں۔

### مشہور واقعات

۱۔ ۱۸۶۰ء میں جبل لبنان میں قتل عام ہوا۔ اور فرانسسوں نے لبنان پر قبضہ کر لینا چاہا۔ ۱۸۶۲ء میں شہنشاہ ایدورڈ ہفتم آجہانی نے بحالت شہزادگی شام و فلسطین کی سیاحت کی۔ ۱۸۶۹ء میں شہنشاہ جوزف والی آسٹریا نے شام و فلسطین کی سیاحت فرمائی۔ ۱۸۶۹ء میں شہنشاہ فریڈرک جرمنی نے بحالت شہزادگی شام و فلسطین کی سیاحت فرمائی۔ ۱۸۹۸ء شہنشاہ ولیم ثانی قیصر جرمنی نے شام و فلسطین کی سیاحت فرمائی۔ اس وقت ملک شام اور فلسطین پر تین وائسرائے یعنی گورنر جنرل حکومت کر رہے ہیں جنکا دار الخلافہ حلب، دمشق، اور بیروت ہے۔

### مذہب

حجاز اور وسط عرب میں صرف اسلام۔ شام و ارض مقدس میں اسلام۔ یہود اور نصاریٰ ہیں۔ ان میں مذاہب کے سوا اور کوئی مذہب یہاں نہیں ہے۔

زبان | عربی تمام ملک میں بولی جاتی ہے۔ مگر یہود عبرانی اور نصارا انگریزی بولتے ہیں۔ نصاریٰ

میں گریک اور یونانی بھی ہیں جو اپنی اپنی زبان کرتے ہیں۔ مگر عموماً سب عربی بولتے اور سمجھتے ہیں شامی نصاریٰ کو مینے جہاز پر دیکھا وہ بالکل عربی ہی بولتے تھے۔ انکی زبان عربی ہی تھی اور

ساب کتاب سب عربی میں لکھتے ہیں۔

**لباس اور وضع** | لباس وضع یہاں کی بالکل عرب جیسی ہے۔ یہاں کے لوگ ترکی ٹوپی زیادہ پہنتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ بھی ترکی ٹوپی پہنتے ہیں۔ پاجامہ یہاں کسی قدر کالیوں کے پاجامے سے ملتا جلتا ہے۔ میانہ زیادہ نیچے تک لٹکٹی رہتی ہے۔ اس میں ایک سوراخ رکھتے ہیں جس سے استنجا کرتے ہیں۔ استنجا کی وقت پاجامہ کو نہیں کھولتے۔ اس سوراخ کے اطراف عمدہ کسٹری لگاتے ہیں۔ ایک پاجامہ گز سے کم کا نہیں ہوتا ہے۔ مسلمان اور پیردی یہی لباس پہنتے ہیں۔ نصارا اپنا لباس ہی کوٹ پٹلون اور ترکی ٹوپی۔ لباس کیلئے اس وقت کوئی خاص خصوصیت نہیں ہے۔ کوئی فراک ٹرکس کوٹ پہنتا ہے۔ کوئی عبا یا شایہ استعمال کرتا ہے۔ بڑے بڑے قمیص ٹخنوں تک لوگ پہنتے ہیں۔

**سیاحت شام** | سیاحان یورپ و ایشیا نے ارض مقدس کی سیاحت کیلئے موسم بہار کیلئے عمدہ موسم یعنی مارچ، اپریل اور مئی موزوں کئے ہیں۔ اکتوبر اور نومبر مہینے بھی اچھے ہیں۔ میرے تجربے سے بھی ثابت ہوا ہے کہ اونکا لکھنا بہت درست ہے۔ چونکہ ایام حج ۱۳۳۰ھ سے ۱۳۳۵ھ تک اکتوبر و نومبر میں آتے ہیں۔ اگر حجاز ریلوے کا سلسلہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تک ملایا گیا تو سیاحت شام کیلئے مجبوراً اگست اور ستمبر کے مہینوں کو اختیار کرنا پڑیگا۔ تاکہ آسانی سے ان مہینوں میں سیاحت مصر و شام و فلسطین سے زائرین فارغ ہو کر بذریعہ حجاز ریلوے مدینہ منورہ کی زیارت سے شرف سعادت حاصل کر کے مکہ معظمہ میں حج کے وقت پر حاضر ہو سکیں۔

۱۳۳۶ھ سے اوپر کی طرف بعد حج و زیارت مدینہ منورہ کے سیاحت شام و فلسطین کا خط اوٹھا سکتے ہیں۔ جو حجاج آئندہ پانچ سال تک سیاحت شام و حرم سوم کی سیاحت کا شوق رکھتے ہوں۔ اونکو چاہئے کہ شعبان میں اپنے وطن سے نکلیں۔ اور ربیعی سے کسی ولایتی جہاز پر سوار ہو کر پورٹ سعید جائیں پھر کی سیر و زیارت سے فارغ ہو کر حرم ثالث کا قصد کریں۔ یا قہ بیت المقدس خلیل الرحمن بحر لوط

ہنی ہوئی وغیرہ کی زیارات اور چند تقریبی مقامات سے تسفیض ہو کر براہ بیروت و دمشق مدینہ منورہ آجائیں  
اگر حلب کی سینہ نظر ہو تو بیروت سے حلب جا کر واپس دمشق ہوتے ہوئے محرم دوم میں داخل ہو جائیں  
کچھ دن دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں رہ کر سعادت حاصل کریں۔ اور قریب ایام حج مکہ معظمہ میں داخل  
ہوں۔ بعد حج بیت اللہ کے طائف وغیرہ کی زیارات سے فائدہ اٹھا کر براہ جدہ سیدہ ہندون چلا آئیں  
اسطرح سے سفر کرنے میں تقریباً ۱۰ ماہ لگیں گے۔ اور کل اماکن مقدسہ کی زیارات اور تاریخی و تقریبی مقامات  
کی سیر بھی ہو جائیگی۔ ایسا کرنے میں ایک متوسط درجہ کے شخص کو (دبلاؤ کر) ایک ہزار اور مئہ نوکر ڈیڑھ ہزار  
روپیہ خرچ ہوگا۔ اور سفر آرام سے گذرے گا۔ غریبا کیلئے پانچ سو روپیہ تنگی سے اور سات سو میں ذرا کشنگی  
سے یہ سفر ہو جائیگا۔ اس سے کم میں جانا درپوزہ گری اختیار کرنا ہے

ملک شام و فلسطین دمشق، جبلیک، حما، حمص، حلب، بیروت، عکہ، حیفا، یافہ اور بیت المقدس  
مدینۃ الخلیل و ہنی موسے ہی بڑے بڑے تہنات ہیں۔ انکے علاوہ اور

بہت سے مقامات ہیں جنکا ذکر کتب تواریخ میں خصوصیت کیساتھ کیا گیا ہے۔ مگر میں ان ہی مقامات کا  
کرونگا۔ جسکو میں نے اپنی سیاحت میں دیکھا ہے۔ یا میرے سفرنامہ کو جس سے کچھ خاص قلم ہے۔

ریت | شام اور فلسطین میں محرابے ریگ اسقدر نہیں ہے جیسے کہ عرب میں ہے۔ تاہم حوران کے  
نزدیک اور مغربی حصہ میں ریگ کا ایک وسیع میدان ہے۔ اور جنوبی حصہ میں بیت اس کثرت سے سال بہ  
سال ترقی کرتی جاتی ہے کہ غزہ اور عسقلان وغیرہ تک اسکے توفے کے توفے جمع ہو گئے ہیں بعض  
مقامات میں تو ہوانے اسکو ایسا جمع کر دیا ہے کہ دوسو اور چار سو فیٹ تک بلند عکیریاں اسکے بنگے  
ہیں۔ دن بدن یہ ریت مزید زمین کو ساحل سمندر کے نزدیک چھپاتی ہوئی چلی آتی ہے۔ غزہ کے  
پاس چار میل تک اسکا ایک وسیع میدان ہو گیا ہے۔ اس میں ایسے داؤدین ہیں جنکی چوڑائی قیصرہ  
کے پاس آٹھ میل یا فہ کے پاس بارہ میل اور غزہ کے پاس بیس میل تک ہو گئی ہے۔ اور یہ داؤدین

کل غیر مزروعہ ہیں۔

**میسوہ جات** شام و فلسطین کے میسوہ نہات مشہور ہیں۔ یادہ کی نارنگیان (پیرلٹس آؤنج) رومی زمین پر مشہور ہیں۔ یہاں کے انگور، انار، انجیر، سیب، تربوز اس قدر لذیذ اور ارزان ہیں کہ شاید ہی ایسے اور کہیں ہوں۔ زیتون یہاں کا مشہور ہے۔ اور اسی جگہ سے کل و گے زمین پر جاتا ہے جنے بہت بڑی ہوتے ہیں۔ الغرض ہر ایک میسوہ کا قابل قدر اور نہایت ارزان ہے۔ لاکھوں صندوق نارنگیوں کے یادہ سے ممالک غیر کو جاتے ہیں۔

**حالات دمشق** میں اپنے ناظرین سے معافی چاہتا ہوں کہ میں ٹینشن دمشق پر پہنچ کر خبر افلائی حالات کے بیان کرنے میں اتنا وقت ضائع کیا۔ میں اپنی عادت سے مجبور ہوں۔ بغیر ان حالات کے بیان کئے ہوئے مجھے خود لطف نہیں ملتا ہے۔

شہر دمشق کی نسبت سیاحان سلف نے بہت کچھ مبالغہ کیا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن بطوطہ یونان تحریر فرماتے ہیں کہ یہ وہ شہر ہے جسکو تمام شہروں پر خوبصورتی میں فضیلت اور دلاویزی میں تفوق حاصل ہے۔ جس قدر اس کے خوبصورتی کی تعریف کی جائے اور جتنا اس کی ثنا و صف میں مبالغہ کیا جائے وہ سب اس کی واقعی خوبیوں کے سامنے بہت کم ہے۔

ابوالحسن ابن جبیر نے شہر دمشق کی نسبت یونان رقم فرماتے ہیں: "دمشق تمام مشرق کی جنت ہے اور وہ مشرق کا مطلع ہے۔ اور بلادِ اسلامیہ کا جہان تک میں نے متلع کیا ہے سب کا خاتمہ ہے۔ یعنی اس بڑے بڑے شہر کوئی شہر تو ہی نہیں سکتا۔ دنیا کے تمام شہروں کے مقابلہ میں جہان جہان ہم پر ہے ہیں۔ زینت اور آسٹگی و یکسپی دلاویزی اور کمال حسن و خوبی میں مثلِ دلہن کے ہے۔ گویا ایک حسین پہولون اور کلیون کی دیور سے سجا ہوا ہے۔ اکثریت بسائیں اور سبزہ زار اس سے گویا ایک معشوق سبز لباس پہنے ہوئے بڑے عالیشان و بلند پایہ گیارہ خوبصورت مکان میں جلوہ گر ہے۔ مکان بھی ایسا پر تکلف کہ نہایت



کی زینت سے آراستہ اور سجا ہوا ہے۔ کثرتِ عیون و انہار سے وہاں کی زمین ایسی آسودہ و سیراب ہو گئی ہو کہ اگر اسکو اشتیاق دریافتِ حقیقت تشنگی پیدا ہو تو عجب نہیں، "بجز جس کسی نے کہا ہے بہت خوب کہا ہے کہ جنت اگر دنیا میں ہے تو بلا شک سوائے دمشق کے اور کوئی جگہ نہیں ہے۔"

علامہ ابن جزی نے کسی شاعر کے مہر کو یوں لکھا ہے کہ یعنی اصلی جنت کہ جسکے واسطے زوال نہیں ہے اگر دنیا میں ہے تو وہ دمشق کے سوائے اور کوئی نہیں یا اگر اصلی جنت آسمان پر ہے تو وہ اسی دمشق کے اوپر ہے۔ یعنی اوسکے مقابل ہوگی۔ تحقیق ظاہر کر دیا کہ اوسکی ہوا اور اسکی خواہش نے۔ یعنی اس دمشق کی ہوا کی تاثیرات ایسے ہیں کہ جو ہوائے جنت کے سوا اور کسی مقام کی ہوا میں ہو ہی نہیں سکتے ہیں۔ اور اس دمشق کی طرف لوگوں کی خواہش اور تمنا ویسی ہی ہو جیسی تمنا اور خواہش جنت کی۔

شرف الدین بن محسن نے اس شہر کی نسبت یوں لکھا ہے کہ "دمشق ایک ایسا دلچسپ شہر ہے کہ اسکے شوق نے ہمکو سوزش میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اگرچہ عیب چین لجاجت کرے اور راحت کنندہ الحاح۔ یعنی چونکہ دمشق اپنی خوب ہوئی وجہ سے ایسا دلاویز شہر ہے کہ قلب خود بخود مضطربانہ اوسکے دیکھنے کا آرزو ہے۔ اور اسکے اشتیاق و فرقت میں سوز ان تپان رہتا ہے۔ کوئی لاکھ عیب قائم کرے۔ یا کتنا ہی ملامت کرے مگر طبیعت کا شوق اسکی جانب سے گہتا ہی نہیں ہے۔ اور ملامت کنندہ کی ملامت کا کچھ بھی اثر نہیں پڑتا۔ دمشق ایک ایسا شہر ہے جہاں کے سنگ ریزے گوبر کا حکم رکھتے ہیں۔ اور خاک وہاں کی صبر ہے۔"

عراقہ دمشقی کلبی نے اسکی نسبت یوں لکھا ہے۔ "ملک شام رخسارہ دنیا کا خال ہے۔ جیسا کہ ربلی آنکھ کی پتلی دمشق ہے۔ یعنی رخسارہ کی خوبصورتی کو خال دو بالا کر دیتا ہے اور باعث اوسکے افزائش حسن کا ہوتا ہے۔ اس طرح سے جلق تمام دنیا کے زینت کا سبب واقع ہوا ہے۔ اور تمام دنیا تکمیلِ زینت میں اسکی محتاج ہے۔ مگر احتیاج تمام دنیا کی دمشق کے جانب بہت زیادہ ہے۔" دوسری جگہ وہی صنف لکھتا ہے کہ "بہر حال طالبین کے حق میں دمشق جناتِ مجملہ کے حکم میں ہے جہاں حور و غلمان سب موجود ہیں

مطلب یہ کہ بہشت آسمانی کے حصول کا موقع بہت دیر کو مآقہ آئیگا۔ لہذا اوس جنت کو جنت موجدہ کہنا چاہئے۔ اور دمشق جب کا سر دست اسی عاملہ میں حاصل ہونا ممکن ہے۔ اسکا ہر ایک طبقہ جنت منعمہ ہے۔ یعنی حصول وسکا طالبین کی واسطے بھجوت ممکن ہے اور دمشق کی جنت ہونیکا ثبوت اسیقدریں ہے کہ زن و مرد و مان کے حور و غلمان ہیں۔

قاضی عبدالرحیم فاضل بیسانی نے چند اشعار میں اسکی تعریف کیا ہے

يَا بَرِّقْ هَلْ لَكَ فِي إِحْتِمَالِ تَحْيِيَةٍ	عَذَبَتْ فَصَارَتْ مِنْكَ مَائِيكَ سُلْسَلًا
بَاكِرٍ دَمِشْقٍ بِمِشْقٍ أَقْلَامِ الْحَيَاءِ	زَهْرًا لِرِّيَاضِ مَرْصَعًا وَمُكَلَّلًا
وَأَجْرٍ بِجَيْرُونَ دُيُولِكَ وَاخْتِصِصْ	مُعْنَى تَأْذَرِيًا لَعْلَةً وَتَسْرِبَلًا
حَيْثُ الْحَيَاءُ التَّرِيحُ تَحْلُولُ الْحَبَا	وَالْوَابِلُ الذَّبِيحُ مُغْرِي الْكَلَا

ابوالحسن علی بن موسیٰ غرناطی نے یوں لکھا ہے کہ دمشق جو بہانے اور ترنے کی جگہ ہے وہیں ظہور جنت تکمیل کیساتھ ہوا ہے۔ یعنی بہت جلد آدمی وہاں پہنچ سکتا ہے۔ اور وہ ایسی عمدہ جگہ ہے کہ وہاں کی خوبیاں اور عمدگیان اسدرجہ کے ہیں کہ اسکو اگر کامل جنت کہا جائے تو بجا ہے۔ وہی عمر اور ایک جگہ لکھتا ہے کہ وہاں کے انبار و باغات سے عجیب و غریب فرحت آگین منظر پیدا ہوتا ہے یعنی نیستان کے درختوں کا ہول کے خوش انداز جو کون سے چکنا ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کوئی شخص باقاعدہ سال و سہم کے ساتھ ناچ رہا ہے۔ اور پھر یونکا چھپانا اور کلیو کا راسہاے شاخ پر بلند ہونا اور جا بجا شہر کے اندر سایہ دار درختوں کے نیچے صاف پانی کا بہنا جنت کا مزہ دیتا ہے۔ غروب آفتاب کے وقت جب آفتاب افق کے نزدیک ہوتا ہے تو اسوقت اسکا عکس وہاں کے سفید شفاف سکانات مرتفع پر جو زمین پر چون اور سنہری کلسون پر پڑتا ہے تو عجب طرح کا سنہرا بن اور چمک دک تمام شہر پر معلوم ہوتی ہے۔ جو شخص دمشق کے لذائذ کی بابت ملامت کرے تو اسکی کہدے تو میرے نزدیک انسان نہیں ہے۔ میرے پاس سے ہٹ جا

کسی شاعر نے اسکی نسبت صرف اسقدر لکھا ہے :-

اگر فردوس بر روی زمین است      زمین بہت دہریں بہت ہمدیں بہت

یہ تو سیاحانِ سلف کے اقوال ہیں۔ ممکن ہے شہرِ دمشق اسوقت اسلامی سلطنت کا دار الخلافہ ہونے کی وجہ سے ایسا ہی ہو چکیا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ اسوقت اون لوگوں کے پاس ایسے ذرائع نہ تھے جو اسوقت ہمارے پاس موجود ہیں۔ یعنی ریل، جہاز، تاریکیات، اخبارات وغیرہ جس سے ایک مقام میں بیٹھے ہوئے دوسرے مقامات کی سیر کر لیا کرتے ہیں۔ مجھے اذکی تحریرات پر کسی شکم اعتراضات کہ نبیکا حق نہیں ہے اور نہ میں اس لایق ہوں کہ ایسے بڑے بڑے مشہور و معروف لوگوں پر اعتراض کروں۔ مگر میں اسوقت اپنے ناظرین کے آگے دمشق کی موجودہ حالت جو واقعی ہے۔ بیان کرتا ہوں خود توجہ بحال نہیں۔ جب ہماری ٹرین ریل سٹیشن پر ٹہری تو درویش صالح ایک نوجوان سہم باستانی میری لینے کیلئے سٹیشن پر حاضر تھا۔ چند میرے دوستوں نے جو مجھے قبل وہاں پہنچ چکے تھے میرے آئینے اطلاع دیدی تھی۔ بارش دور سے پڑ رہی تھی۔ اور بچلیا خوب کڑا کے کیسا چمک رہی تھیں۔ اند میرا بہت تھا۔ بجلی کی روشنی کہیں کہیں شہر میں ہو رہی تھی۔

ہم ایک گاڑی سواری کیلئے اور دوسری سباب کی واسطے مقرر کر کے سیدنا لوکنڈہ قدس شریف میں آکر اتر گئے۔

رات جو باقی تھی یوں تیوں گزار کر صبح ہوتے ہی اس مشہور و معروف دنیا کی جنت کے سیر کو روانہ ہو گئے۔ حسن اتفاق سے روز جمعہ تھا۔ اور تاریخ ۲۹ محرم الحرام تھی۔ سب سے پہلے ہم نے اپنے رہبر سے کہا کہ کسی حمام میں چلکر غسل کریں۔ اور نماز جمعہ جامع امیہ میں ادا کر لیں۔ اس خیال سے ایک مشہور و معروف حمام کی طرف روانہ ہوئے۔

برسات کی وجہ سے شہر کی رونق میں بہت تبدیلی آگئی تھی۔ تمام شریکین کچھ سے پڑتھیں۔ راستہ

چلنا دشوار تھا۔ بیان اگر ایک گنہ گار بھی بارش زور سے گرتی ہے تو پھر رستہ کی حالت ابھی نہیں بہتی  
 پیدل چلنے والوں کے تمام کپڑے کچڑ کے چھینٹوں سے سُرخ ہو جاتے ہیں۔ میرے خیال میں اس وقت  
 دمشق دنیاوی حیثیت سے ایک معمولی شہر ہے۔ جسے کوئی اور شہر ہی نہ دیکھا ہو اس کے لئے شاید یہ  
 جنت ہو تو ہو۔ البتہ اسکو دینی پیرایہ میں لیا جائے تو بیشک بعد حرمین شریفین و حرم ثالث کے  
 ایک با عظمت مقام ہو سکتا ہے۔ چونکہ بیان پر آنحضرت رسول خدا تشریف فرما ہوئے ہیں۔

**دمشق کی نہرین** | شہر کے اندر اس وقت سات نہرین جاری ہیں جنکے نام یہ ہیں۔ بردہ، قنوط  
 بان، یاس، مور، یزید، الانایہ، الاثیرانی۔ ان نہروں کے دونوں جانب پختہ دیواریں ہیں۔ ایک  
 گرمایں ان نہروں کا پانی نہایت صاف سرد و شیرین ہونیکے علاوہ زود ہضم بھی ہوتا ہے۔ آجکل  
 بسبب بارش کے بالکل سُرخ ہو رہا تھا۔ بلکہ اسکو پی نہیں سکتے تھے۔ موسم سرما میں جو اطراف الکاف  
 کے پہاڑوں میں برف پڑتا ہے وہ موسم گرمایں بجل کر ان نہروں میں شامل ہوتا ہے۔ جسکے سبب پانی  
 صاف و مزیدار کے علاوہ سرد بھی ہو جاتا ہے۔

**دمشق کے رہبر** | مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے مانند دمشق میں بھی بہت ایسے لوگ موجود ہیں جو رہبر  
**یا گاسٹ** | کام کرتے ہیں۔ زائرین کی تاک میں لگے رہتے ہیں جیسے کوئی نووارد آیا بس کھینچے

توٹ پڑتے ہیں۔ مگر ہر کو قسمت سے درویش صالح کے لوکنڈے میں ایک نہایت نیک ہندی شخص جو  
 عبداللہ ہندی کے نام سے مشہور ہے۔ ملگیا اس شخص سے مجھ کو بہت کچھ حالات اور معلومات دہان کے  
 معلوم ہوئے۔ یہ شخص نیک نیت کے علاوہ نہایت امین ہے۔ میں اپنے ناظرین کو اس پر ہر قسم کرنے کی  
 سفارش کرتا ہوں۔ تاہم ہر حالت میں خود بھی ہوشیار رہنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ دھوکا کھا جاوے  
 شخص کا حق الخدمت ایک دن کیلئے نصف مجیدی اور اگر دو چار روز سات رہے تو دو مجیدی دینے سے نہایت  
 خوش ہو جاتا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ یہ غریب الوطن ہے اسکو ضرور کچھ نہ کچھ دینا چاہئے۔ اسکے علاوہ



اور بھی بہت ہونگے مگر مجھ کو اونسے اتفاق نہیں پڑا ہے۔

**حمام دمشق** | ہم دمشق کے گلی کو چون ہیں سے ہوتے ہوئے حمام ملک الناصر میں پہنچے۔ جو دمشق میں بہت مشہور حمام ہے۔ سوائے اسکے حمام الکشان بھی ایک بہت بڑا حمام ہے۔ باہر سے حمام کی صورت کچھ ایسی اچھی نہیں ہے۔ اندر داخل ہوتے ہی دوسری صورت نظر آتی ہے۔ اپنے کپڑے ایک طرف اتار کر ملازم حمام کے حوالہ کرتے ہیں۔ ایک لنگی وہاں سے ملتی ہے اسکو باندھ کر ایک بڑا ٹرکش ڈال اور ڈکرو سکے کمرے میں جاتے ہیں۔ جہاں پر سیدر گرمی ہوتی ہے۔ وہاں چند منٹ کیلئے آرام کر کے تہہ ہچتے ہیں۔ اس کے بعد اور اندر کی طرف جانے سے خلوت خانے بنے ہوئے ہیں جس میں گرم اور سرد بانی کٹل پاس ہی پاس لگے ہیں جس قدر جی چاہے غسل کرو۔ اگر بدن ملوانے کی ضرورت ہو تو ایک ملازم آپ کا سارا بدن ہلکریل دور کر دیگا۔ حمام کا فرش سنگ مرمر کا بچھا ہوا ہے۔ بدن ملنے وقت عجب کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ مردہ بدست زندہ والا معاملہ ہے۔ زمین پر چارون شانے چت سلا کر بدن کو ایسا ملتے ہیں جیسو کسی میت کو غسل دیا جاتا ہے۔ مگر بدن بہت صاف ہو جاتا ہے۔ اور اور نہ معلوم کہاں سے اس قدر میل نکلتا ہے کہ خود دیکھ کر حیران ہونی کا کام پڑتا ہے۔ غسل سے جب فارغ ہوتے ہیں تو اعلیٰ درجہ کا ٹرکش تولیہ اور لنگ دیکر وہاں سے پہراؤں جگہ لاتے ہیں جہاں اول وقع بیٹھ کر قہوہ پیایا گیا تھا۔ کسی قدر دم لینے کے بعد دوسرے تولیوں سے خوب بدن کو پوچھ کر اور دو تین عمدہ قیمتی تولیہ بدن پر ڈال کر باہر لاتے ہیں اس تمام محنت کے عوض۔ ۱۰۰ ریغیر ملوانی کے اور ۴۰۰ ریغیر ملوانی کیساتھ دیا گیا جو میرے نزدیک بہت ارزان معلوم ہوا۔ اس حمام کی خصوصیات اور کل حمام شام و فلسطین کی عموماً جس قدر تعریف کی جائے وہ کم ہے مسیحا کو ضرور ان حمام کی سیر کرنی چاہئے

**جامع اموی** | قبل اسکے کہ میں نماز جمعہ اور مسجد کی موجودہ حالت کا ذکر کروں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ اس مسجد کی نسبت مؤرخین سلف کیا کہتے ہیں علامہ ابن بطوطہ اپنے

**اور نماز جمعہ**

سفر نامہ میں یوں تحریر کرتا ہے کہ ”یہ مسجد تمام روئے زمین کی مسجدوں سے گنجائش و شان میں بڑی ہے۔ اور کاریگری کے اعتبار سے بھی تمام دنیا کی مسجدوں سے جید و پختہ ہے۔ اور خوبصورتی اور ندرت و گفتگی اور جملہ خوبیوں میں بہ نسبت تمام جہان کی مسجدوں کے کامل تر ہے۔ الغرض دنیا میں اس مسجد کا نہ کوئی نظیر ہے اور نہ اوسکا مشابہ کہیں پایا جاتا ہے“ اس ہی قسم اور بہت سی تحریرات و اقوال اس مسجد کی نسبت کتب تواریخ میں موجود ہیں۔ اور زمانہ حال کے سیاحوں نے بھی اپنی تحریرات کو اپنی کتابوں میں نقل کر ڈالا ہے۔ اور اپنی رائے سے کوئی گام نہیں لیا۔ ممکن ہے کہ اس وقت مسجد ایسی ہی ہو جیسی اسکی تعریف کی گئی ہے۔ مگر اس وقت جو اسکی حالت ہے وہ یہ ہے۔

میں نے یہی بہت سادہ دیکھا ہے۔ اگر تفصیل اور شہروں کی کون تو علیحدہ دفتر کی ضرورت ہوگی۔ تاہم چند مشہور شہروں کے نام لکھ دیتا ہوں۔ ملک چین کے بڑے بڑے صوبجات اور اوسکا دارالخلافہ (پکن) مانگ کانگ۔ برہما کے کل بڑے بڑے شہر ہندوستان کے مشہور معروف مقامات مصر و عرب کے شہر و دیہات۔ دیکھنے کے بعد یہ رائے قائم کرتا ہوں کہ جامع اموی اس وقت بھی بعد مسجد نبوی و مسجد حرام و مسجد اقصیٰ کے (روئے زمین کی مساجد میں تو میں نہیں کہہ سکتا) ان مقامات مذکورہ بالا کے کل مساجدوں سے گنجائش و بلندی و وسعت میں بہت بڑی ہے۔ اور کاریگری و صنعت کے اعتبار سے اسکا درجہ اور مشہور مساجدوں سے بہت گرا ہوا ہے جسکو میں نے دیکھا ہے۔ البتہ اس مسجد کو ایک بات کا فخر حاصل ہے جو اور وی زمین کے کل مساجد و نیکو نہیں ہے وہ فخر یہ ہے کہ اہل تواریخ نے لکھا ہے کہ پہلی محراب جو اسلام میں بنائی گئی وہ یہی ہے۔

اس مسجد کی تعمیر امیر المومنین ولید ابن عتبہ بن عبد الملک ابن مروان کے عہد خلافت میں ہوئی تھی۔ جب خلیفہ کو اس کی تعمیر کا خیال ہوا تو اسنے شاہ قسطنطنیہ کو حکم بھیجا کہ اس مسجد کی طیاری

کیواسطے اعلیٰ درجہ کے انجینئرس روانہ کرے۔ چنانچہ خلیفہ کی تعمیل حکم پر شاہ قسطنطنیہ نے بارہ ہزار چیدہ معمار و کاریگر دمشق کو روانہ کیا۔ کاریگروں نے حقیقت میں اپنی صناعتی اور کمال کا حق ادا کر دیا تھا۔ اسلامی مورخ ابن المعلیٰ اسدی نے لکھا ہے کہ اس مسجد کی تعمیر میں سو صندوق صرف ہوئے ہیں۔ ہر صندوق میں دو لاکھ اٹھائیس ہزار دینار تھے اس حساب سے کل رقم سکہ رائج الوقت انگریزی پانچ کڑوڑ روپیہ سے زائد تھی۔ امیر المومنین کا یوروپ سے کاریگروں کو بلا کر مسجد کا بنوانا بھی ثابت کرتا ہے کہ اسوقت بھی یوروپ میں اعلیٰ درجہ کے کاریگر اور صنائع موجود تھے۔ اور اہل ایشیا کو اونکی ضرورت تھی ورنہ ہرگز یوروپ سے کاریگر نہ بلوائے جاتے۔

جہان پر یہ مسجد بنی ہے وہاں نصاروں کا ایک بہت بڑا کلیسہ تھا جب مسلمانوں نے دمشق کو ۶۳۴ء میں فتح کیا تو نصف کلیسہ حسب شرائط صلح مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ اور جس نصف پر مسلمانوں نے بروز شمشیر قبضہ کیا تھا اوسپر اونہوں نے مسجد بنادی۔ اور وہ نصف حصہ جو صلح نامہ کی رو سے ہاتہ آیا تھا اوسپر بدستور کلیسہ ہی قائم رہا۔ جسوقت ولید ابن عبد الملک کا ارادہ اوس نصف حصہ کو بھی شامل مسجد کر لینے کا ہوا تو شاہ روم نے ولید کی اس خواہش کو نامنظور کیا۔

عیسائیوں کو یقین تھا کہ جو شخص اس کلیسہ کو گراویگا وہ دیوانہ ہو جائیگا۔ چنانچہ لوگوں نے اس امر کا تذکرہ ولید سے کیا کہ لوگ اس خوف سے اسکو کہودنے ڈرتے ہیں۔ یہ سنکر ولید نے خود تبرہا تھ میں لیکر کہودنا شروع کیا۔ غرض یہ مسجد ششہ میں بعہد خلافت ولید ابن عبد الملک تعمیر ہوئی۔

ایک یوروپین مورخ اس قصہ کو یوں تحریر کرتا ہے کہ: جسوقت ولید اپنے ہاتھ میں کوہال لیکر ایک بُت کو جو کلیسہ کے اندر تھا توڑنا چاہتا تو اس کے مصاحبوں میں سے ایک نے کہا اگر امیر المومنین تمہاری جان اور صحت و سلامتی کیلئے میں دعا کرتا ہوں ایسا نہ ہو کہ یہ کام آپکی جان کیلئے خطرہ ہو۔ تب ولید نے جواب دیا کہ اے فلان تو میری جان کا کوئی خوف نہ کر۔ میں اپنا تبرہا پہلے اس بُت کے سر پر

لگاتا ہوں۔ بیکہ کھرا پنا تبر روز سے اوٹھا کر اوس بُت کے سر پر ایسا مارا کہ جس سے وہ پرے پرے ہو گیا۔ بیکہ دیکھ کر نصار امان سے خوف و دہشت کے پکارنے لگے۔ مگر اونکی آواز کو مسلمانوں نے اللہ اکبر کی صدا سے دبا دیا۔

ولید نے اپنا وقت اور روپیہ اسکی تعمیر میں دل کھول کر خرچ کیا۔ اور اس مسجد کو بہت اچھی طرح سے آراستہ کیا تھا۔ اوس زمانہ میں یہ مسجد اسلامی سلطنت میں نہایت عظیم الشان اور پُرشوکت تھی۔ اور اسوقت بھی اسلامی دنیا میں بہت کم مساجد اسکا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ یہ مسجد ۱۸۹۲ء میں آگ سے جل گئی تھی۔ بجز اسکے کہ سلطان عبدالحمید کی والدہ نے ۵ سو ترکی اور ایرانی قالین نہایت نفیس اعلیٰ درجہ کی فرش کیلئے روانہ کیں تھیں۔ جسکی مجموعی قیمت ایک لاکھ ۸ ہزار روپیہ بیان کی جاتی ہے اور کل اخراجات عام چندہ سے کئے گئے۔ کہاں ۸ لاکھ اور کہاں قدیم عمارت کی تعمیر میں ۵ کروڑ روپیہ۔ وہ قدیم مسجد کیون نہ قابل دید ہوگی۔ اسوقت اسکی حالت یہ ہے۔ اسکے تین دروازے ہیں۔ شرقی دروازے کو باب جیرون۔ شمالی کو باب الناطفین اور جنوبی دروازے کو باب الزیادہ کہتے ہیں۔

مسجد کا ناپ ۳۵۵ گز شمالاً و جنوباً اور ۷۰۷ گز شرقاً و غرباً ہے۔ اسکے چاروں سمت عمدہ عمدہ محراب بنے ہوئے ہیں۔ اصلی مسجد کے ناپ سے صحن کی وسعت زیادہ ہے۔ اسکے برابر بیچ محراب ہے یعنی ۸۵ گز و جنوباً جانب سے محراب تک ناپ ہے۔ کلیہ نصاریٰ کا اصلی ناپ ہزار فیٹ شمالاً و جنوباً اور تیرہ سو فیٹ شرقاً و غرباً تھا جو حرمِ ثالث سے کسی قدر کم ہے۔ اسوقت کل قیہ مسجد اسی کا صحن وغیرہ کے ۴ لاکھ ۳۳ ہزار مربع گز کے قریب ہے۔ خاص مسجد کو مینے ناپا ہے۔ اور کلیسہ کا ناپ انگریزی کتاب سے لکھا ہوں۔

اسکی مغربی دیوار قدیم ہے جو حضرت عیسیٰ سے پیشتر کی ہو تو تعجب نہیں۔ مگر قبہ اور دیگر دیواریں اسکی عرب صنّاعی کا نمونہ ہیں۔ اب بھی اس مسجد کے اندر بہت سی چیزیں قابل دید ہیں۔ غربی دروازہ



جس کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ اوپر نہایت خوشنما کام کیا ہوا ہے جو اب تک اس قدیم زمانہ کو یاد دلار رہا ہے۔ اور مسجد کا اندرونی حصہ نہایت خوشنما ستونوں پر ستادہ ہے۔ چہت اوسکی قبون سے بنائی گئی ہے۔ اور قبون کے درمیان کی چہت برابر پٹی ہوئی ہے۔ جس کے نیچے بڑے بڑے آہنی ستون کچھ باہر گئے ہیں۔ باہر میں شیشون پر جو نقش نگار کیا ہوا ہے وہ دسویں صدی عیسوی کی وقت کا ہے۔ صحن کے درمیان ایک سنگ مرمر کا حوض وضو کیلئے بنا ہے۔ جس میں پانی بہا رہتا ہے۔ اسکے ساتھ چائے۔ غرب ایک مطالعہ گھر ہے جس میں ۹۰۰ عین ۳ بڑے صندوق کتابوں سے بھرے ہوئے نکلے ہیں نہایت عمدہ اور قیمتی کتابیں بخط کوفی اور عربی موجود ہیں۔ اس میں ۳۰ جلدیں بخط کوفی نہایت خوشنما ہیں۔ بہت ہی چھوٹے قرآن مجید سے لیکر بڑے سے بڑا قرآن مجید جو اس وقت مصر کے عجائب گھر میں رکھا ہوا ہے ملا تھا۔ اور چند ٹکڑے پارچمنٹ کپڑوں پر لکھے ہوئے ملے۔ جو ہزار سال سے کم کے نہیں ہیں۔ ان ٹکڑوں کی عکسی تصاویر کھینچ کر اصلی پارچوں کو قسطنطنیہ کے عجائب خانہ میں روانہ کر دیا گیا۔

اس مسجد کے تین منارے ہیں منارہ عروس۔ منارہ عیسیٰ۔ منارہ العروس پر سے شہر کا منظر بہت اچھا دکھائی دیتا ہے۔ اسکے ۱۶۰ زینے ہیں۔ اگر کوئی اوپر چڑھ کر شہر کی طرف نظر کرے گا تو شہر و منسق مثل آئینہ کے نیچے نظر آویگا۔ اور نہر بردہ اور دیگر نہریں جو شہر کے درمیان میں سے گزرتی ہیں مثل جالے کے نظر آئیں گی۔ اونکا چمکتا ہوا پانی بیچ در بیچ موڑوں میں چاندی کے تار کے مانند نظر آئیگا۔ اور شہر کی آبادی کا گنجان حصہ بھی بخوبی دکھائی دیگا۔ مکانات کی بناوٹ اور سقفوں کی سجاوٹ ایک طرح سے دکھ فرمت پیدا کرتی ہے۔ کوئی مشہور عمارت ایسی نہیں جو یہاں سے نظر نہ آتی ہو۔

منارہ عیسیٰ کی نسبت یہ مشہور ہے کہ قرب تیامت حضرت سیدنا عیسیٰ آسمان سے اسی منارہ پر نازل ہوئے۔ اسکے مغربی منارہ کو نزدیک مقام عبادت امام غزالی واقع ہے۔

۲۹۔ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ روز جمعہ مطابق ۱۹ جنوری ۱۹۱۲ء کو میں غسل وغیرہ سے فارغ ہوا کہ

باین خیال کئے شاید کثرت نمازیوں کی وجہ سے جگہ نہ ملے گی برابر انہی جامع اموی میں داخل ہو گیا۔ اور وقت مسجد میں ۱۲ آدمی موجود تھے۔ خاص مسجد میں ۵ ہزار سے زائد نمازیوں کی جائے ہے۔ میں یہ دیکھ کر نہایت تعجب کیا کہ ایسی ٹبری مسجد اور اس قدر قلیل نمازیوں کی تعداد۔ غرض ایک بجے تک زائرین حجاج اور شہر والوں کی تعداد سب ملا کر دو ہزار کے قریب ہو گئی۔ اور مسجد کا بہت بڑا حصہ خالی پڑا ہوا تھا۔

مظاہر با و از بلس تداوت کر رہے تھے جس سے نمازیوں کی نفل و سنت میں ہرج ہوتا رہا۔ خطبہ اور نماز جمعہ ڈیڑھ بجے تک ختم ہو گئی، اسکے بعد فوراً ہی شافعی امام نے نماز ظہر با جماعت اپنے محراب میں پڑھائی۔ یہ پہلا موقع تھا جو میں نے شافعیوں کو بعد نماز جمعہ امام کیساتھ ظہر کی ہم رکبتیں فرض پڑھتے ہوئے دیکھا۔ میرے شافعی دوست و احباب جماعت سے نماز پڑھنے تک میں مسجد کی زیارت کو چلا گیا۔ مقام باب الحضر کو دیکھا اور اسکی نسبت یہ مشہور ہے کہ اکثر اوقات سیدنا حضر کو لوگوں نے یہاں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ مقام محراب کے جانب شرق نزدیک منارہ شرقیہ کے واقع ہے۔

**زیارت سیدنا یحییٰ** مسجد کے اندرونی حصہ میں محراب کے محاذی قبہ میں حضرت سیدنا یحییٰ کا مبارک دفن ہے۔ قبہ مختصر مگر بہت خوبصورت بنا ہے اطراف برجی جالی لگی ہوئی ہے۔ کہتے ہیں کہ تعمیر بنائے مسجد کی وقت اس جگہ سے جہاں اب قبہ مبارک ہے۔ ایک صندوق میں سر مبارک یحییٰ کا نکلا اور اوپر یہ لکھا ہوا تھا کہ یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کا ہے واللہ اعلم۔ لوگ جوق جوق زیارت کو آتے ہیں اور حضرت یحییٰ پر صلوٰۃ و سلام پڑھ کر جاتے ہیں۔ میت کو اس قبہ کے متصل دیکر نماز جنازہ پڑھ ہی جاتی ہے مرقد پر سبز غلاف اور دروازے پر سبز خوشنما پردہ پڑا ہوا ہے۔ اور اوپر طلائی حروف میں آیات قرآنی بانستہ ہیں۔

**مصلیٰ سیدنا** مسجد کے ایک حصہ میں ایک محراب و مصلیٰ بنا ہے جسکو سیدنا حضرت زین العابدین امام زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا کہتے ہیں۔ اور مشہور ہے کہ یہاں آپ

شب و روز میں یکہزار رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔ ہم بھی تبرکاً دوکانہ نفل اس مقام پر ادا کئے۔

**مقام اس مبارک**  
**سیدنا حسین رضی**

اسی کے متصل دیوار میں ایک طاقہ بنا ہے جس پر پردا پڑا رہتا ہے اور اسکی نسبت یہ مشہور ہے کہ شہید کربلا سیدنا امام حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مبارک جب کربلا سے دمشق کو لایا گیا تو اول اسہی مقام میں رکھا گیا تھا۔ اسکے اندرونی حصہ میں ایک اور سبز غلاف لگا ہے کہتے ہیں کہ اس میں موتی مبارک آنحضرت یا نشان قدم شریف ہے۔ واللہ اعلم۔

جہنے پردا اوٹھا کر نہیں دیکھا۔ اور نہ ایسا دیکھنے کی اجازت ہے غرض ان مقامات کو ایک حسرت بہری نگاہ سے دیکھتا ہوا۔ منارہ عیسیٰ پر دوبارہ حاضر ہوا۔ اوس بن اوس سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا نے۔ "نیزل عیسیٰ ابن مریم عند المنارۃ شرقی دمشق"

ہمارے رہبر نے ہم سے یہ بھی کہا کہ چلو ہوؤ کی زیارت کر لو۔ یہ سنتے ہی میں اوسکے ساتھ ساتھ ہولیا۔ اوسنے مجھ کو ہر جامع اموی کے جنوبی دیوار پر جہاں مصلی شافعی ہے لاکر کھڑا کر دیا اور کہا کہ بروایت مختلفہ یہاں ہوؤ کی قبر ہے۔ میں وہاں بھی سلام پڑھا۔ کہتے ہیں کہ دمشق کی بنا ہوؤ نے ڈالی تھی عثمان بن ابی العاصی روایت کرتے ہیں کہ قبہ مسجد دمشق کے نزدیک ہوؤ کی قبر ہے واللہ اعلم حقیقت حال۔ ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ شہر طقار الہین کے ایک مقام میں جسکو احقاف کہتے ہیں ایک قبر پر یہ لکھا ہوا دیکھا۔ معہذا قبر ہوؤ بن عابر صلی اللہ علیہ وسلم۔

**قبہ عائشہ صدیقہ** | ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی کے نام سے ایک قبہ ہے۔ اور یہ سنگ مرمر کے

ستونوں پر صحن مسجد میں واقع ہے۔ اسکی وجہ معلوم نہ ہوئی کہ کیوں اسکو ام المومنین کی طرف منسوب ہیں۔ مسجد میں باقاعدہ جماعت نہیں ہوتی ہے جو لوگ آتے ہیں وقت پر نماز پڑھ کر چلے جاتے ہیں۔ اگر

جماعت ہوتی بھی تو بہت قلیل ایسے عظیم الشان شہر اور تاریخی مسجد کیلئے کسی طرح زیبا نہیں ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دمشق روئی زمین پر بہت پورا نا شہر ہے۔ جسکی قدامت کو علاوہ اسلامی

مورخوں کے یورپین تاریخ دانوں نے بھی تسلیم کیا ہے۔ یہ ایک صدی تک خلفائے امیہ کا پایہ تخت رہا۔ اسپر سلطان صلاح الدین ایوب فاتح بیت المقدس و شہنشاہ تیمور لنگ کے پہریرے کسی وقت بڑے اڑتے رہے۔ دمشق ایک پورانی وضع کا شہر ہے اسکی وضع جو قدیم زمانہ میں تھی وہی اب تک قائم ہے۔ ہنوز بہت بڑا حصہ تجارت کا بغداد اور وسط عرب سے اونٹوں کے قافلوں کے ذریعہ آیا اور جایا کرتا ہے۔ شہر دمشق کی آبادی قریب ڈھائی لاکھ کے بتائی جاتی ہے۔ جس میں دو لاکھ مسلمان چھ ہزار یہودی اور تیس ہزار یونانی شامی نصارا انگریز اور ارمنی اور باقی کے گریک اور پروٹسٹنٹ ہیں۔ ۱۸۶۰ء جولائی کے بلوے میں بہت سے مسلمان اور نصارا آپس میں لڑکر مر گئے۔ اس غدر کی نسبت ایک انگریزی مورخ کا بیان ہے کہ عیسائیوں کو مسلمان نے نہایت بے رحمی سے ذبح کیا اور انکے مکانات جلادے۔

میرے خیال میں طرفین کو نقصان ضرور ہوا ہوگا۔ اسلامی آبادی کی زیادتی پر خیال کرتے ہوئے البتہ نصارے زیادہ قتل ہوئے ہوں۔ لڑائی میں بے رحمی نہیں تو رحمدلی کہاں سے آوے گی یہ ایک تہمت ہے کہ بے رحمی سے ایسا ہوا۔

اس شہر کی سیر ایک دو روز میں سرگز نہیں ہو سکتی ہے۔ چند ہفتہ یہاں قیام کر کے یہاں کے کل مقامات کو دیکھنا چاہئے۔ اس وقت یہاں کی حالات البتہ معلوم ہونگے۔

ہوٹلین اور یہاں بڑے بڑے انگریزی ہوٹلوں کے علاوہ اسلامی لوگندے بھی بہت ہیں۔  
لوگندے جنکا کرایہ ۱۰ ار سے لیکر عظیم تک یومیہ ہے۔ یہ ایک پلنگ کے لئے ہے اگر پورا کمرہ

لینا ہو تو ایک مجیدی کے اندر نہایت عمدہ آراستہ و پیر تکلف کمرہ مل سکتا ہے۔ جس میں برقی روشنی کو سوا برقی پنچکے بھی لگے ہوتے ہیں۔ میرے خیال میں مسلمانوں کی واسطے لوگندہ مدینہ منورہ اور لوگندہ قدس شریف نہایت موزوں ہیں۔ اسکا مالک نہایت صالح اسم باسمی مرونیکی اور صالح ہے۔



مسافرین حجاج کی خدمت کو اپنا فرض منصبی سمجھتا ہے۔ اسکی میں بہانہ تک تعریف کروں کم ہے۔ جو اس کو کراہیہ میں شہر پہنچا۔ وہ خود میری تحریر کی نائید کرینگے۔ قدس شریف لو کندے کا کراہیہ یومیہ ۱۰ روپے ہے۔ جو میں ایک ہفتے (۷ روز) سا مال ہر روز رہتا ہے۔ سردی کے ایام میں کوئیلہ اور انگیٹی بھیج جاتی ہے۔ جسکی قیمت بالکل مناسب ہے۔ اچھا ہے۔ روشنی کا انتظام مالک کی طرف سے ہے۔ مدینہ منورہ چھوڑنے کے بعد جو لوگ ہوٹل یا لو کندے میں رہنا چاہتے ہیں، اونکے لئے بستر کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لو کندوں میں نہایت عمدہ بستر مع دو چار نفیس انکین کے دیا جاتا ہے۔ پارکھیزین کو کراہیہ لو کندے میں کہا جاتا ہے۔ نہیں ہے۔ اور ہر کمرے میں دو سیلے کمرے یا ۴ پنگون تک ہوتے ہیں۔ تہہ دار رہنا چاہو تو دو پنگ کا کراہیہ دینے سے شاید مالک پورا کمرہ دیدے گا۔

کہانے کی | حریف شریفین کے مانند یہاں بھی کہانے کی دو کائین بکثرت ہیں۔ مگر یہاں اور دو کائین | وہاں میں بہت بڑا فرق ہے۔ یہاں کی دو کائین نہایت نفیس اور انگریزی وضع پر آرہستہ ہیں۔ میز کرسی اور عمدہ پرے وغیرہ لگے ہوتے ہیں۔ اقسام کا کھانا جس میں انگریزی اور ترکی و جمع کے لوازمات شامل ہوتے ہیں۔ مناسب قیمت پر ملتا ہے۔ غریب اور امیر دونوں کے لئے موزوں ہے۔ کھانا مزیدار بھی ہوتا ہے۔ بہر حال ہم ہندوستانیوں کیلئے بد مزہ نہیں ہے۔ اعلیٰ درجہ کا کھانا ایک وقت کیلئے ۲ روپیہ۔ اوسط درجہ کا یکروپیہ۔ ادنیٰ درجہ کا ۱۲ روپیہ۔ اس قسم کے کھانے اس قیمت پر ہندوستان میں ہرگز نہیں مل سکتے۔

ریلوے اسٹیشن | اسوقت شہر دمشق میں تین ریلوے اسٹیشن ہیں۔ ایک میدان۔ دوسرا براکہ اور تیسرا قدم شریف میں آخر الذکر ریلوے اسٹیشن حجاز ریلوے کا ابتدائی اسٹیشن ہے اور براکہ میں بجز مدینہ منورہ کے ہر طرف جانے والے مسافر سوار ہوتے ہیں۔ ایک شاخ فرنچ ریلوے کی حجاز ریلوے کے ساتھ ساتھ مزیب کو جاتی ہے۔ دوسری حلب اور تیروت کو ان شہروں کو جانے والے اسٹیشن

ہر ایک سے سب سے زیادہ تھے ہیں اس کی نسبت مشہور ہے کہ یہی زمانہ میں جعفر براہی کا مسکن تھا۔  
 گاڑی کا کرایہ شہر سے ان اسٹیشنوں تک نصف مجیدی یعنی چھ روپے ہے۔ یہاں ایک کونسل انگریزی  
 ہے۔ جو پش پش رعایا کی حفاظت کرتا ہے۔ ڈاکخانہ اور تار گھر چوک سہرا یا میں ہیں۔

برقی ٹراموے کے | اس ٹراموے کیلئے برقی طاقت نہروا کے گران (یعنی واٹر فال) التقدہ  
 سے جو موضع مشرق وادی پروا میں ہے لائی گئی ہے۔ اور کل شہر کے بڑی بڑی سڑکوں پر برقی  
 ٹراموے جاری ہیں۔ یہ ٹراموے سنہ ۱۹۱۷ء میں جاری ہوئی تھی۔ گورنمنٹ عثمانیہ کے مقبوضات ایشیائی  
 میں شہر و مشرق ہی سب سے پہلا شہر ہے جس میں برقی طاقت بنے کام لیا گیا ہے۔ اور کرایہ بہت ارزان  
 ہے۔ اس اور سڑک کے ٹکٹ ہیں۔ درجہ اول کو درجہ دوم سے دو گنا کرایہ ہے۔

اس ٹراموے میں بڑے بڑے صاف اور شفاف آئینہ لگے ہوئے ہیں۔ بیٹھے وقت ذرا شہر کی  
 سے بیٹھنا چاہئے شہر سے نکلے صالح تک ٹرام جاری ہے۔ جو لوگ شیخ الاکبر ابن عربی کی زیارت کو  
 جائیں تو اس میں جا اور آ سکتے ہیں۔ ورنہ گاڑی والے چہرے لینگے اور پہر بھی راحت نہیں۔ برقی  
 روشنی تمام شہر کے بڑے بڑے سڑکوں اور مشہور دوکانوں اور ہوٹلوں میں ہوتی ہے

بازار اور | ایک شام چونکہ برقی طاقت ہے۔ اور شہر و مشرق اور سکادار الخلافہ ہے۔ یہاں موسم  
 صاف ہوتا ہے | میں بکثرت برف پڑتا ہے۔ اس لئے یہاں کے اکثر بازار مسقف بنائے گئے ہیں۔ اور خوش

وضع و خوشنما اونچی اور گول چتین بنائی گئی ہیں جن میں ہر جگہ جگہ روشنندان اور کٹرکیان کہلی  
 ہوتی ہیں یہیں بازار میں اندھیرا نہیں ہوتا۔ صاف روشنی پڑتی ہے۔ چہت چونکہ گول ہے اس لئے  
 برف اور دھیرا دھیرا ہیکر گر جاتا ہے۔ اگر اس قسم کی گول چت نہ بنائی جاتی تو ایام سرما میں بازاروں کے  
 کپڑے رہنے کی ہرگز امید نہ تھی۔ دوکانیں ایک منزل ہیں۔ البتہ بازار سے الگ کوچہ میں بڑی بڑی  
 سڑکوں پر دو منزلہ اور ستہ منزلہ نچتہ عمارات ہیں۔

بازار میں ایسی بڑی دوکانیں بیسیوں نظر آتی ہیں جنکو کوئی کبنا چاہئے جنہیں ہزار ہا اور بعض بعض میں لکھو کھارو سپہ کا مال بہرا پڑا ہے۔ ان کو ٹھیون میں سوداگری کا طرز بالکل انگریزی دوکانوں کا سا ہے۔ اسکے ساتھ ہی دوکانداروں کی شیریں کلامی اور چرب زبانی ایسی ہے کہ اونکے جال میں اجنبی کا بھینسا کوئی بڑی بات نہیں۔ اسلئے خرید و فروخت میں نہایت ہوشیاری چاہئے۔ ان بڑی دوکانوں کے مالک عموماً یہودی یا نصاریٰ ہیں۔ اندر نہایت پُر تکلف کریں ان بھی رہتی ہیں۔ اونکے ملازم گاہک کو اندر بلا کر مال کا ملاحظہ کراتے ہیں۔ ایسی حالت میں نہایت ہوشیاری سے کام لینا چاہئے۔ اسلئے جہاں تک ہو سکے مسلمانوں سے سودا خریدنا چاہئے۔ یاد رکھئے کہ یہاں کے دوکاندار خواہ کسی مذہب ملت کا کیوں نہ ہو قیمت پہلے دو گنی اور چو گنی ضرور کہیگا۔ لیکن مسلمان دوکاندار کو قسم وغیرہ دیکر اجنبی اپنی دلجمعی کر سکتا ہے۔ ان دوکانوں کی کواڑ میں بھی زالی ٹہنگ کی ہوتی ہیں۔ جنکو آپ سوائے شام کے کہیں نہیں دیکھو گے۔ لکڑی کے کواڑ کے اندر باہر کی جانب بڑے بڑے چلبی آئینے لگے ہوتے ہیں جو اندر کی طرف سے بند ہو جاتے ہیں۔

۸ مئی ۱۹۱۲ء کے ٹیمس آف انڈیا سے خبر ملی کہ دمشق کا بڑا بازار جو مستقف ہے اسکو آگ لگ گئی ۲۰ لاکھ پونڈ یعنی ساڑھے نو روپیہ کا نقصان ہوا۔ افسوس کہ زیادہ حصہ مسلمانوں کا تھا جنہیں حلب کا ریشمی کپڑا فروخت ہوتا تھا۔

بڑی سڑک جو میدان فوقانی سے سید ہی سرا یا تک چلی گئی ہے۔ شہر کا بڑا بازار ہے۔ اسکو درب مستقیم کہتے ہیں۔ اس بازار کے شرقی جانب کل بازار مستقف ہیں۔ جنہیں سوق الحمیدیہ اور سوق حدت پاشا قابل دید ہیں۔ باقی بازار یوں ہی معمولی سے ہیں۔ سوق حمیدیہ میں اگر آدمی تمام دن پہرے رہیگا۔ تب بھی اوسکا جی بھی چاہیگا۔ کہ اور تھوڑا پہرے۔ اس کی رونق بہت بڑی ہوتی ہے اس میں ہر قسم کا سامان ملتا ہے۔

میوہ جات کے موسم میں انگور، انار، انجیر، سیب، آڑو، اور نارنگیان وغیرہ بکثرت اور ارزانی  
ہیں۔ جنگلی مثال دوسری جگہ پر نہیں ملتی ہے۔ سبزی ترکاری مولیٰ گاجر وغیرہ بہت عمدہ ملتے ہیں۔  
گرمی بیان کم ہوتی ہے۔ اسلئے مکانوں میں صحن کار واج بالکل نہیں ہے۔ مکانات میں اوپر نیچے  
کئے طبقے ہوتے ہیں۔ اور ہر طبقہ میں متعدد درجے ہوتے ہیں۔ پہلے درجہ میں خادم اور دوسرا درجہ  
مردانہ اور تیسرا زنانہ ہوتا ہے۔ مکانات کی سجاوٹ اور زیبائش بیکھر عقل دنگ ہوتی ہے۔ ترکی  
اور ایرانی قالینیں سریع و ستھیل بچائی جاتی ہیں۔ اور چاروں طرف نہایت نرم گدے اور تکیے  
لگائے جاتے ہیں۔ گدوں میں خوبصورت ہمالیائی ہوائی اور پرے فرش تک لگے رہتے ہیں بیٹھنے  
والے کے دائیں اور بائیں اور پشت پر قسام کے علیحدہ تکیے ہوتے ہیں۔

**دمشق کا پانی** | دمشق میں بکثرت پانی ہے۔ اور یہ قدرتی نعمت گویا اس شہر کیلئے مخصوص ہو گئی  
ہے۔ گلی گلی کو چھ کو چھ گھر گھر میں نہر جاری ہے۔ شہر بھر میں شاید بہت کم مکان ایسے نکلیں گے جنکے  
نیچے یا برابر میں نہر نہ ہو کر نہ نکلی ہو۔ پانی کی اس درجہ فراط و کثرت ہے کہ شاید ایسی نظیر بہت کم نکلیں۔

**دمشق** | میں عیسائیوں کا محلہ علیحدہ ہے۔ اویسی کیساقہ ملا ہوا۔ یہودیوں کا محلہ ہے۔ اب ایک نئی آبادی  
اسی محلہ میں امریکن کلونی کے نام سے بس گئی ہے۔ جس میں امریکن مشن کے لوگ رہتے ہیں۔ مسلمانوں کا

محلہ بالکل علیحدہ ہے۔

**دمشق کو مساجد** | شہر دمشق میں تقریباً ۲۵۰ مساجد اور مدرسہ ہیں۔ انہیں خصوصیت کے ساتھ  
جامع اموی ہے۔ جس کا ذکر ہو چکا۔ اس کے بعد جامع صحنانیہ ہے جس کو صحنان پاشا والی دمشق ۱۵۸۱ء  
میں تعمیر کیا تھا۔ اس کے سوائے میدان میں بکثرت مساجد ہیں جنکو کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ جتنے زیارات یا

مزارات ہیں اتنے مساجد بھی ہیں۔ کوئی قبر ایسی نہیں ہے جسکے نام کی مسجد نہ ہو۔

**شہر دمشق کو دروازی** | یہ تمام دروازوں کو اگر پیر کر دیکھا جائیگا تو برابر آوار و زلگیاں۔ باب الشترقیہ



یہ دروازہ نہایت عمدہ اور روشن صناعی کا نمونہ ہے۔ باب کیسان - یہ دروازہ سات سو سال سے بند کرویا گیا ہے۔ اس سے آدھا میل جانب شرق جانے سے عیسائیوں کا قبرستان ملتا ہے۔ جو قابل دید ہے۔ بڑی عمدہ طرح سے قبروں کو بنایا گیا ہے۔ باب الصغیر جہان مسلمانوں کا قبرستان ہے۔ جس کا ذکر علیحدہ کیا جائیگا۔ باب الحدید - باب الفراج - اس کے نزدیک ایک بہت قدیم درخت ہے جسکی جڑ کے پاس بہمنیٹ کا گہیرا ہے۔ اور قابل دید درخت ہے۔ اسکی قد امت کا حال دریافت نہ ہو سکا کہتے ہیں کہ ہزار برس سے زیادہ کا ہے۔ باب السلام - باب تومہ جہان سے رستہ حلب کو جاتا ہے۔ اس راستہ سے نصف میل کے فاصلہ پر وکٹوریہ ہاسپٹل ہے۔ جو ایڈنبرگ کے طبی جماعت کے طرف سے بنایا گیا ہے۔

مین اس شفا خانہ کو دیکھ کر واپس آ رہا تھا کہ ایک باغ رستہ کے دہنے جانب ملا جو نہایت خوبصورت تھا۔ جس میں انجیر، نارنگی، انار، اور آڑو کے درخت با ترتیب لگائے ہوئے تھے۔ پختہ نہریں اور روشین نہایت قرینہ کیساتھ سجائی ہوئی تھیں جسکو دیکھ کر شامیوں کا مذاق عربوں کے مذاق سے بالاتر معلوم ہوتا ہے۔ اس کے بعد ہم نے باب الشرقیہ کے پاس آگئے۔ جہاں ہم کو انا نیاز اور لقمان کے قدیمی مکانات بتائے گئے جو ایک مسجد کے پہلو میں واقع ہیں۔ اس وقت یہاں پر خدایوں کیلئے شفا خانہ بنایا گیا

**زیارات دمشق** | شام کا مقدس خطہ زیارت گاہ عالم میں مشہور ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو گروہ

سے تقریباً ربع حصہ یہاں رہا۔ اور اب تک اس پاک زمین میں آرام کر رہے ہیں۔ امام احمد نے لکھا ہے کہ ابدال کا سکن ملک شام ہے۔ اور اسکی جماعت کا اکثر حصہ شہر دمشق میں رہتا ہے۔ اس مقدس زمین کو ایسے لاکھوں پاک قدموں نے روندنا ہے۔ جسکی مٹی خاک شفا کہیں کو بجا ہے۔ مسلمانوں کی بہترین جماعت صحابی کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں بھی اکثر حضرات اس مٹی کے نیچے پڑے سوتے ہیں۔ ایک مدت مدید اور زمانہ دراز تک شہر محل صلیح اور مسکن اولیاء اللہ رہ چکا ہے۔ اس لئے اس شہر کی شاید بالشت برابر زمین بھی ایسی نہ ہو۔ جہاں کوئی ولی یا نبی کے قدم نہ پڑے ہوں۔ مگر میں یہاں

اون ہی زیارات کا ذکر کرونگا۔ جنکی مینے زیارت کی ہے۔ اور جو مشہور زیارت گاہ ہیں۔

باب الحجابیہ کے نزدیک سجد ابی عبیدہ بن الجراح امین الامت واقع ہے۔ جہاں پر امین اللہ عبادت کیا کرتے تھے۔ دمشق کے غربی جانب ایک قبرستان ہے۔ جو مقابر صوفیہ کرام کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں بکثرت علماء و صلحا راہل اللہ و اولیاء اللہ مدفون ہیں۔ مقبرہ باب الصغیر۔ اس مقبرے میں صحابی کرام و تابعین عظام و دیگر بزرگان فحام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اس قدر مزارات ہیں جن کا شمار کرنا غیر ممکن نہیں تو محال ضرور ہے۔ مگر مینے صرف مندرجہ ذیل مزارات پر فاتحہ و سلام پڑھا ہے۔ جنکو وہاں کے لوگ خوب جانتے ہیں۔ حضرت اوس بن اوس ثقفی جو اہل صفہ میں سے ایک جلیل القدر صحابی ہیں آپکا وصال بعد خلافت حضرت عثمان ہوا تھا۔ اسکے دینے جانب ایک بڑا قبہ ہے جس میں عاشق رسولؐ سیدنا بلالؓ دفن ہیں۔ اسی قبہ میں سعیدؓ ابن خالد بن ولیدؓ کا مزار بھی ہے۔ اور سیدنا ابو دردا عمویر خراجیؓ کا مزار بھی اسی جگہ ہے جو انصار میں جلیل القدر صحابی مشہور ہیں۔ یہیں سیدنا معاویہؓ ابن صخر ابن مضیانؓ کا مزار ہے۔ یہ چالیس برس تک دمشق کے گورنر جنرل رہ چکے ہیں۔

ام المومنین ستنام حبیبہ اور ستنام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مزارات بھی یہیں ہیں۔ کہتے ہیں کہ ازواج مطہرات سرور کائنات میں ان دو بیبیوں نے دمشق میں وفات پائی اور یہیں دفن ہوئیں۔ ولید بن الملک ابن مروان کی قبر بھی حضرت معاویہؓ کے مرقد کے نزدیک ہے۔ یزید بن معاویہؓ کی قبر اس مقبرہ کے باہر ایک دیوار کے نزدیک واقع ہے۔ لوگ پتھر مارتے ہیں۔ قبر کا نشان نہیں ہے ہزاروں پتھر پڑے ہوئے ہیں۔

ایک قبہ اہل بیت ہے جس میں حمزہ بن جعفر صادقؑ اور صاحبزادی حضرت ام الحسنؑ اور سیدنا ابن عباسؑ کی صاحبزادے علیؑ۔ اور پوتے سلیمان ابن ولیدؑ اور اونکی بی بی جعفر ابن حسنؑ بن حسینؑ کی صاحبزادی ام الحسنؑ اور سیدنا زین العابدینؑ کی صاحبزادی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین مدفون ہیں۔ سیدنا حسینؑ

صاحبزادی ستنا سکینہ اور علی ابن ابی طالب کے پوتے محمد ابن عمر کے مزارات بھی یہیں ہیں۔ حرا بن یزید ریاحی شہید کربلا کا سر بھی یہاں دفن ہے۔

**محلہ صالحیہ** | صالحیہ دمشق کا ایک مشہور اور بہت بڑا محلہ ہے جو شہر سے تقریباً ۱۰ میل جانب شرق واقع ہے۔ اسکی آبادی ۷ ہزار کے قریب ہے۔ گاڑی پر جانے سے نصف مجیدی اور ٹرام پر ازلگتا ہے۔ یہاں کے بازار بہت بارونق ہیں۔

شیخ الاکبر شیخ محی الدین ابن محمد ابن العربی کا مزار بھی اسی محلہ میں ہے۔ آپ ۶۲۸ھ میں وفات پائی تھی۔ جہاں پر ایک مختصر مگر نہایت خوبصورت مسجد ہے۔ شیخ کے پہلو میں آپ کے دونوں صاحبزادے عماد الدین اور سعد الدین کے مزارات ہیں۔ اونکی پائین والی شام کی قبر ہے۔

**مزار بابا کردی** | اسی میں ایک محلہ حارۃ الکرد کے نام سے مشہور ہے۔ جس میں ایک مختصر قبہ کے اندر شیخ محمد المشہور بابا کردی اور اونکے بیٹے صالح محمد کے دو قبرین ہیں۔ جنکی نسبت بہت سی

روایات باطلہ مشہور ہیں۔ اکثر اہل مہم پرست اور قبر پرستوں نے ایسے جلیل القدر بزرگ کی شان میں قبر سے پاؤں باہر نکال دیا ہے کر کے بدنام کر رکھا ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ اگر خدا چاہتا تو پاؤں کیا چیز ہے۔ اونکو صحیح و سالم قبر سے زندہ کر دیتا۔ مگر یہ سب مجاوروں کی بنائی ہوئی باتیں معلوم ہوتی ہیں جن میں قبر پرست لوگ گرفتار ہو کر اپنے اعتقاد کو خراب کر لیتے ہیں۔

حیف تو اون لوگوں پر ہے جو روضہ مطہرہ سرور عالم شفیع الامم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے سعادت حاصل کر کے پہر اولیاء اللہ کی درگاہوں میں جا کر مزید منتیں مانگتے ہیں۔ اور دوسروں کو ترغیب دیتے ہیں کہ ان بزرگوں سے بھی اپنی مراد مانگو۔ جب انکی دعا بوسیلتہ بیت اللہ و بطریق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درجہ اجابت کو نہ پہنچی تو پہر بابا کردی یا شیخ محی الدین ابن عربی کے ذریعہ کیسے بارگاہ خداوندی میں پہنچ سکتی ہے۔

کسی ولی یا پیغمبر کا بعد مرنے کے قسبے پر یا ماتہ کا نکال دینا اس کے کرامت یا معجزہ کی دلیل نہیں ہو سکتی  
برخلاف اسکے ایسے شخص کیلئے قیامت تک اس بات کی بین دلیل ہے کہ وہ عذابِ قبر میں مبتلا ہوا کہ اس کا  
ایک پیر یا ماتہ باہر نکل آیا۔

میری اس تحریر سے لوگ نتیجہ نہ نکالیں کہ میں اولیاءِ اللہ کی کرامت کا منکر ہوں۔ ہرگز نہیں  
اب میں اپنے ناظرین کو بابا کردی کے پاؤں کے نکلنے کی کیفیت اچھی طرح سے سمجھائے دیتا ہوں خود  
ناظرین نتیجہ نکال لیں۔ مجھے مکہ معظمہ میں دو چار مدرسوں نے کہا کہ دمشق میں ایسی قبر ہے۔ جب میں دمشق  
پہونچا اور زیارات مختلفہ پر گیا تو بابا کردی کی زیارت کرتے وقت خاص کر اس سلسلہ کو جانچا۔ میری ہمراہ  
میرے معزز ہمسفر محمد رفعت بے بھی تھے۔ جب میں اونٹنے اس کا ذکر کیا تو وہ خوب قہقہہ لگا کر منہ سے او  
یہ سوال کیا کہ ”کیا اب بھی ہندوستان میں اوہام باطلہ اور قبر پرستی وغیرہ جاری ہے؟“ غرض مہم  
دونوں جب مزار بابا کردی پر پہونچے تو مجاور فوراً ایک بتی لایا۔ اس کو جلا کر ایک منٹ بھی نہیں  
رکھا کہ باہر کی طرف واپس لایا۔ قبر کے سرٹانے دائرین کھڑے رہتے ہیں اور پائینتی ایک گڑھا ہے  
جو کسی قدر ڈہلوان ہے۔ میں نے اس مجاور کو ۴ قرش انعام دیکر بتی اپنے ماتہ میں لے لیا اور اچھی  
طرح سے جلا کر دیکھا تو مجھے ایک لکڑی کا تیر جس کے نیچے ایک آہنی سلاخ لگی ہے صاف طور سے دکھائی  
دیا۔ اوپر کچھ عبیر یا کوئی خوشبو لگا دی گئی ہے۔ فقط پیسے وصول کرنے کا ڈھنگ ہے موجودہ حالت تو اس کی  
یہی ہے۔ اس میں سر مو خلاف نہیں۔ حقیقت حالِ خدا ہی جانتا ہے۔

قبر اس وقت ۴ فیٹ بلند ہے۔ جو ترہ جس پر قبر کی تعویذ ہے وہ ایک فیٹ اونچا ہے۔ زمین کو نیچے  
حضرت بابا کردی ۴ فیٹ دفن کئے گئے ہونگے۔ سب ملا کر ۹ فیٹ ہوئے۔ اس وقت نقلی پیر و فیٹ باہر  
نکلا ہے۔ اوسط انسان کی اونچائی ۶ فیٹ رکھ لیجئے۔ ۲ فیٹ باہر نکلنے سے ۴ فیٹ بچے۔ ۹ فیٹ  
میں سے ۴ فیٹ وضع کئے تو حضرت بابا کردی کو ۵ فیٹ اونچے قبر میں لٹکنا پڑتا ہے۔ جو ایک ولی اللہ



کے لئے قیامت تک ایسا لٹکتے رہنا بالعرض کرامت کے باعث مصیبت ہے۔ اور دوسرا پیر غالباً اپنے ہی جگہ پر ہو تو ایسی صورت میں نقشہ جو میت کا ہو گا خود ناظرین سمجھ لیں۔

**جبل قاسیون** | جبل قاسیون دمشق سے جانب شمال واقع ہے اور صالحیہ سے ایک گھنٹہ کے رستہ پر

ہے۔ لوگ گھوڑے پر سوار ہو کر یا پیدل جاتے ہیں۔ اس جگہ شہر دمشق کا اور اسکے قرب و جوار کا منظر نہایت عمدہ طرح سے دکھائی دیتا ہے۔ جبکہ دمشق دیکھا اور جبل قاسیون پر نہ چڑھا تو گویا اوس نے

کچھ بھی نہیں دیکھا۔ سیاح کو لازم ہے کہ ضرور جبل قاسیون کی سیر کرے۔ ایک یورپین سیاح لکھتا ہے:

”کہ یہاں کا منظر اپنی طرح پر ایسا دلچسپ اور دلکش ہے کہ روئی زمین پر اسکا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔“

قاسیون کا پانی جو بارش یا برف پگھلنے کی وقت بہتا ہے اوسکے بہاؤ کیلئے خاص انتظام کر کے مکانات تعمیر

کئے گئے ہیں۔ اور یہ پانی نہر بروا اور یرید میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس پہاڑ میں متعدد غار ہیں اور

یہاں بہت سے انبیاء علیہم السلام مدفون ہیں۔ اور اکثر انبیاء علیہم السلام کا عبادت گاہ رہا ہے۔ ایک غار

مغارة الدم ہے جسکی نسبت مشہور ہے کہ حضرت ہابیل اپنے حاسد بہائی قابیل کے آؤن قتل ہوئے تھے۔

یہاں ایک مختصر مسجد ہے۔ غار کے اوپر ایک بڑا پتھر ہے جہاں سے پانی قطرہ قطرہ ہمیشہ ٹپکتا رہتا ہے۔

اسکو بہت سے لوگ پتھر کے آنسو کہتے ہیں جو ہابیل کے مقتول ہونے کی وقت سے برابر بہہ رہے ہیں۔“

مگر یہ ان لوگوں کی عقل کا فتور ہے۔ میں نے ایسے بہت سے غار سیر کرے ہیں اور برہما میں دیکھے

ہیں جس بک پانی قطرہ قطرہ ہمیشہ ٹپکتا ہے۔ اور شاید قیامت تک ٹپکتے رہیگا۔ مانا کہ جبل قاسیون

غم ہابیل میں آنسو بہا رہا ہے تو چین میں اون پہاڑوں کو کس کا غم ہے۔ جو قاسیون سے زیادہ رونے

ہیں۔ دونوں جگہ کو میں نے دیکھا ہے۔ میری رائے میں غم ہابیل میں در ہے ہیں نہ کسی اور کے غم میں آنسو

بہا رہے ہیں۔ برف باری کے سبب زمین ہمیشہ تر رہتی ہے اور غار کے نیچے چٹروں سے پانی قطرات

کی صورت میں ٹپکتا رہتا ہے۔ اور غار کو اوپر کا پتھر بالکل نرم ہو اور ایسا سرور رہتا ہے کہ جیسے سنگ مرمر۔

مغارة الدم میں حضرت سیدنا یحییٰ اور اُنکی والدہ علیہم السلام عرضہ دراز تک مقیم تھے۔ حضرت عیسیٰ اور اُنکے حواریوں نے یہاں نماز پڑھی ہے۔ اس غار کے نزدیک اور ایک غار مغارة الجوع کے نام سے ہے۔ یہاں پیر چالیس پینچیس قرن نے بہوک سے تڑپ کر جانیں دیدی اور فاقہ کی حالت میں وصال فرمایا۔ ایک تیسرا غار جسکو غار اربعین کہتے ہیں۔ جسمین چالیس نشان محرابوں کے موجود ہیں۔ اسکی نسبت کہتے ہیں کہ یہ مقام چالیس ابدالوں کا ہے۔ ان غاروں کے نزدیک ایک مستقف حوض بچتہ بنا ہے جسمین برف موسم گرما میں پگھل کر جمع ہو جاتا ہے۔ جسکے سبب نی نہایت سرد اور مزیدار رہتا ہے۔ لوگ وضو وغیرہ کرتے ہیں۔ اس مقام سے سارا شہر دمشق سے اطراف و اکناف سبزہ زاروں اور باغات و کشتواروں کے نہایت صاف نظر آتا ہے واقعی ایسا دلکش منظر بقول یور وپین سیاح کے دوسری جگہ میں نہیں آسکتا۔

یہاں ایک مسجد ابراہیمی ہے۔ جسکی نسبت روایت ہے کہ یہاں پر سیدنا ابراہیمؑ نے نماز پڑھی اسکو مقام برزہ کہتے ہیں۔ یہی مقام ہے جہاں پر حضرت ابراہیمؑ نے ستارے چاند اور سورج کو یکے بعد دیگرے دیکھ کر ہذا ربی فرمایا تھا۔ اور جب و نکو غروب ہوتے دیکھا تو بے ساختہ انکی ربوبیت سے انکار کر دیا۔ اس مقام پر حضرت سیدنا لوطؑ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا عبادت کرنا اور اپنی اپنے زمانہ میں یہاں ٹھہر کر نماز پڑھنا بھی ثابت ہے۔ اسی کے نزدیک ایک اور مقام ہے جسکو جائز و لوات سیدنا ابراہیمؑ کہتے ہیں واللہ اعلم بحقیقت الحال۔

**جبل الربوة** دمشق سے تھوڑی دور کے فاصلہ پر ہے مین او سپر نہیں چڑھا ہوں۔ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ اور مریم علیہما السلام کا ٹھکانا جسکو قرآن پاک میں واویناھا الی ربوة ذات قراو و معین ۵ بیان کیا گیا وہ بھی یہاں ہے۔

**منبرہ** شہر سے جانب غرب تقریباً دو میل کی مسافت پر یہ مقام ہے۔ جہاں پر سیدنا حضرت

وحیۃ الکلبی کا مزار ہے۔ جنگی شبیہ میں جبریل امین اکثر وحی لایا کرتے تھے۔ بڑے بزرگ صحابی ہیں۔  
 میں اس مقام پر بھی نہ جاسکا۔

**قصبہ راویہ** | اس میں سیدہ زینب بن علی کا مزار ہے۔ جو بعد شہادت امام حسینؑ شہید دشت  
 کربلا کے آپکا دمشق میں انتقال ہوا۔ جنکا نکاح حضرت عمرؓ کے ساتھ ہوا تھا۔ مگر میں نے سیدہ زینبؓ  
 کا مزار قاہرہ مصر میں بھی دیکھا ہے واللہ اعلم کونسا مزار صحیح ہے۔

**دار الکبریٰ** | موضع دار الکبریٰ میں مشہور بزرگ ابوسلم الخولانی کا مزار ہے۔ جوتا بھی ہیں جنکو  
 اسود بن غنہ نے کذابہ آگ میں ڈلوادیا تھا۔ تو مطلق آنچ نہ آئی۔ اوسکے بعد آپ مدینہ منورہ آگئے  
 اور حضرت عمرؓ کے دریافت کرنے پر اپنا سارا قصہ سنایا تو حضرت عمرؓ آپ سے لیٹ گئے اور گلے لگا کر حضرت  
 امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے پاس لائے اور فرمایا کہ شکریہ اوس ذات پاک کا کہ جس نے اپنے  
 حقیر بندہ عمر بن خطاب کو وہ شخص دکھایا جسکے ساتھ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ حبیباً برتاؤ کیا گیا۔

بہر حال ہمیں شک نہیں کہ دمشق کی اگر کل زیارتیں یا قبریں کوئی لکھنا چاہے تو ایک ضخیم کتاب  
 کی ضرورت ہوگی۔ کہانتک کوئی بیان کرے۔ میرے خیال میں جو کچھ کہ لکھا گیا ہے زائرین کی دلچسپی  
 کیلئے کافی ہے۔ اور بقول مصنف زیارة الشام والقدس۔ جسمانی اور روحانی ہر دو لذتوں کی  
 تحصیل کے شائق کو حرمین شریفین زاد اللہ شرفاً وقسطاً (و حرم ثالث یعنی بیت المقدس) کے بعد  
 دمشق سے بہتر پرفضا مقام کاملنا مشکل ہے۔ جناب سالتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا  
 اللہم بارک فی شامنا کی برکت سے جو کچھ بھی دیتی و دنیاوی برکات یہاں نازل ہوں وہ کم ہیں  
 جس قدر بھی افراط و ازرائی اور راحت جسمانی و روحانی کے سامان یہاں مہیا ہوں تھوڑے ہیں۔  
 میں یہاں پر سلطان صلاح الدین ایوب فاتح بیت المقدس کے مختصر حالات لکھ کر دمشق  
 سے رخصت لیتا ہوں۔

سلطان صلاح الدینؒ ۵۲۲ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ملک مصر میں ۲۴ سال شام میں ۹ سال سلطنت کی آپ کے کارنامے جو جنگ صلیبی میں ہوئے ہیں وہ کسی پر پوشیدہ نہیں۔ ضخیم کتابیں ان کے کارموں کی مختلف زبانوں میں شائع ہو چکی ہیں۔ ایسا شجیع اور بہادر ایماندار بادشاہ زمانہ میں بہت کم ہوا ہے۔ مرتے وقت آپ کے ۷ بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ لیکن کوئی جائداد وغیرہ نہ تھی آپ کے خزانہ میں ۷۴۷ درہم اور ایک دینار کے سوا اور کچھ نہ نکلا۔

باوجود اس کمی بضاعت پر وہ یورپ کے زبردست سلاطین اور متمول اقوام کا ہر سون تگ مقابلہ کرتا رہا۔ اور ہر مقابلہ میں خداوند کریم نے اوسکو کامیاب ہی کرتا گیا۔ اسکی اصلی وجہ یہ تھی کہ اپنے اشار نفس اور سچی ہمدردی سے مسلمانوں کو اخوت کے مضبوط سلسلے میں جکڑ دیا تھا۔ اور اوندکو سلف پلپ یعنی اپنی مدد آپ کرنیکا سبق پڑھا دیا تھا۔ اور اپنے مقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید میں اپنی امتی کی جگہ قومی قومی کے سہانے الفاظ اوسکے منہ سے نکلتے تھے اسلئے کہ جس طرح آنحضرتؐ کو غزوات میں اصحاب رسول اللہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اپنا تمام مال دولت تک پیش کر دیتے تھے۔

اسی طرح صلاح الدین پر سلمان جان مال فدا کرنے پر دروغ نہیں کرتے تھے۔ سلطان نے اپنی عادات و اطوار سے ادنیٰ بخوبی ظاہر کر دیا تھا۔ کہ میں تمہارا سلطان نہیں بلکہ خادم قوم ہوں سلطنت کے لذا ید اور حکومت کے فوائد سے اوسنے صرف کچھ لیا ہے کہ سخت جائے اور برف و باران گرم موسم میں ایک مختصر خیمہ میں بسر کروں۔ چتر سلطانی کے بجائے نیزوں کے پہرے اور ڈھالوں کے سایہ میں دن گزار دوں تخت شاہی کی جگہ گھوٹے کی پشت اور بزم کی جگہ رزم مجھے مرغوب ہے۔ بیت المال اور خزانہ شاہی میرے لئے نہیں بلکہ مساکین و عاملین کا حق ہے میں صرف ایمن ہوں۔

سلطان بہت بڑا عالم شافعی مذہب کا تھا۔ اوسکی مجلس میں علماء و فضلاء و صوفیائے کرام اور صالحین عظام اکثر جمع رہتے تھے۔ اور اکثر اوسکی مجلس میں عالمانہ بحثیں ہوتی تھیں اور وہ خود بھی اس میں حصہ



لیتا تھا۔ وہ نماز کا سخت پابند تھا۔ اس کے کوئی نماز قضا نہیں ہوتی تھی اور نہ بغیر جماعت کبھی نماز پڑھا۔ وہ غلو تقصیرات میں بے نظیر تھا۔ اس نے کبھی کسی کو گالی نہیں دی۔ اس کی مجلس میں سوا ذکر جہاد یا سماع حدیث قرآن یا عدل و ایمان کے اور کوئی ذکر نہ ہوتا تھا۔ حیا و شرم میں لاثانی تھا۔ سخاوت میں بے عدیل تھا۔ اس نے کبھی کسی سائل کے سوال کو رد نہیں کیا۔ وہ کبھی کسی اہل نجوم و رمل کے قول پر یقین نہیں کرتا تھا۔ وہ ذات باری تعالیٰ کو ہی عالم الغیب جانتا اور اسی پر ہر سہ کرتا رہا۔ باوجود ایسی رحم دلی اخلاق و عادات کے وہ دنیا میں نہ رہا۔ ۱۶ صفر ۵۸۹ھ ہجری کو سلطان کو بخارا آیا۔ اور مرض و بدن پڑھتا گیا۔ شہر میں ہوم بچگئی۔ تیرانی اور پریشانی چھا گئی ہر ایک اپنے پیارے سلطان کیلئے اپنی جان قربان کر نیکو طیار تھا۔ اگر اس کے عوض صحت یا بی ہو سکتی۔ مگر خدائی کارخانوں میں کس کو دخل نہیں اور سوائے ذات ایزد متعال کے کسی کو ثبات نہیں۔ آخر کار ۲۷ صفر ۵۸۹ھ ہجری ۳ روز چار شنبہ نماز صبح کی وقت سلطان کا روح نفس عنصری سے پرواز کر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون سلطان کے پہلو میں اس کے وزیر عماد الدین کی قبر بھی ہے۔ دونوں قبریں سنگ مرمر سے نہایت عمدہ بنی ہیں۔ نیچے زمین پر اعلیٰ درجہ کا فرش ترکی قالینوں سے مزیں ہے۔

ہزار اسپہیل مجبشی قیصر جرجس شہنشاہ ولیم دوم نے اپنی سیاحت شام و فلسطین کی یادگار میں اس نامور بہادر کو نشانِ ہجرتی کا معزز تمغہ عطا فرمایا تھا۔ جو اس وقت قبر کے سرہانے ایک خاص محراب میں رکھا ہوا ہے۔ جو بطورِ ڈال کے نظر آتا ہے۔ او سپر بخط عربی و انگریزی قیصر جرجس کا نام VAV اس طرح پر کندہ ہے۔ تاریخ وفات ۵۸۹ھ قبر پر کندہ ہے۔

سلطان کی قبر پر جانے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بھی قبر پر شجاعت برس رہی ہے ہم سلام اور فاتحہ پڑھ کر بازار کی سیر کو چلے آئے۔

سلطان صلاح الدین رحمۃ اللہ علیہ کی تصویر ایک ٹالین سے شیخ مصطفیٰ قبانیہ کو ایک قلمی

الملك الناصر سلطان الدين المظفر يوسف

ابن ايوب رحمه الله عليه فاجادوم بيت المقدس



کتاب کے اندر ملی۔ وہ تصویر بہت چھوٹی اور دستی تھی۔ آفندی موصوف نے اسکو آلہ فوٹو گرافی سے بڑی کیا۔ اور سلطان ممدوح کے حالات بخط کوفی لکھ کر بطور حاشیہ کے تصویر کے چاروں طرف لگا دیا ہو کہتے ہیں کہ یہی تصویر حرمی اور روسی کتابوں میں مختلف لباس کیساتھ دیکھی گئی۔ محکوم سیاحت مصر کی وقت شیخ مصطفیٰ قبا نیہ نے یہ تصویر بطور تحفہ کے مرحمت فرمایا تھا۔ جسکو میں نے ناظرین کے ملاحظہ کے لئے کتاب میں لگا دیا ہے۔

**دمشق سے** | دمشق اور بیروت کے درمیان فریج کمپنی کی ریلوے ہے۔ اور ریمانی سے حلب تک  
**روانگی** | بھی یہی کمپنی کی ریل گئی ہے۔ اس میں تین درجہ ہیں اول دوم و سوم اوقات آمد و

رفت نہایت منضبط ہیں اور انتظام بہت معقول ہے دمشق سے بیروت تک ۵۳۰ کیلو میٹر یعنی ۹۶ میل بحساب انگریزی ہے۔ کرایہ از دمشق تا بیروت درجہ سوم دو مجیدی درجہ دوم چار مجیدی اور درجہ اول چھ مجیدی ہے۔ بیت الخلا اور پانی کسی درجہ میں نہیں ہے۔

میں ۲۲ جنوری ۱۹۱۲ء کو اسٹیشن برائے روانہ ہوا۔ مالک لوکندہ قدس شریف صالح البکری نے ہمارا سامان وغیرہ ہوٹل سے اسٹیشن تک پہنچا دیا اور کرایہ دینے پر ریل کا ٹکٹ وغیرہ بھی خرید کر کے ہمکو سوار کرا دیا۔ گاڑی برابر چلنے لگے صبح کے برائے روانہ ہو گئی

اس لائن پر اسٹیشن بہت قریب قریب ہیں برائے بیروت تک مندرجہ ذیل اسٹیشن ملتے ہیں۔  
دمشق میدان، برائے، دمشق، الحامہ، جدیدہ، عین فیجہ، ویرٹاؤن، سوداوشی بردہ، التکیہ،  
زبدان، سرغایا، یحفوزہ، جنکشن ریمانی، معلقہ، سعدناہیل، جدیدہ شتورا، فریجات، صوفر  
بحدون، علی، عادیہ، جہور، بعدا، حدث، بیروت، بیروت پورٹ۔

سولے ریمانی کے درمیان اسٹیشنوں میں کوئی مسافر چڑھتا ہے اور اترتے دکھائی نہیں دے۔ نہرہ

جو دمشق میں جاری ہے۔ اس ریل کی لائن کیساتھ ساتھ التکیہ تک برابر نظر آتی ہے۔ پہاڑوں پر

استدار کثرت سے گرا ہے کہ بالکل ایک سفید چادر دکھائی دیتا ہے۔ پہاڑوں پر قریہ جات بکثرت دکھائی دیتے ہیں ہر ہر قریہ میں ایک ایک مسجد بھی نظر آتی ہے۔ درمیان میں وہ جنگل ملاح کے لکڑیاں عمارات دمشق میں لگائی جاتی ہیں۔ ہزار ہا درخت اوس لکڑی کے جو گھروں میں لگائے جاتے ہیں۔ پہاڑوں پر لگے ہیں۔ التکیہ میں بیروت اور دمشق کی گاڑیوں کا کراس ہوتا ہے۔ سرغایا اسٹیشن پر گاڑی منیج پہونچی۔ یہ مقام دمشق اور ریاق کے درمیان سب سے بلند ہے۔ تمام اسٹیشن برف سے ڈھکا ہوا تھا میر خیال میں اس تمام پرتین فیٹ سے زائد برف گرا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری ٹرین برف کے سمندر میں گذر رہی ہے۔ میری تمام عمر میں جہان کہیں مجھے جانے کا اتفاق ہوا۔ ایسا عجیب منظر کہیں نہیں دکھائی دیا۔ کیا بلحاظ خوبصورتی کیا بلحاظ تاریخی واقعات کے جبل لبنان عجب پُر فضا اور مسرت بخش مقام ہے۔ اس کے سرفلک چوٹیاں جو سفید برف سے ڈھکی ہوئی ہیں نظر آ رہی تھیں۔ ادھر ادھر سرسبز باغات اور گنجان آبادی کے پختہ مکانات لاکھوں کی تعداد میں دو منزلہ بلکہ تین منزلہ جسکی سقفین ماسینز ٹائیل سے پٹی ہوئی ہیں۔ بہت ہی خوشنما معلوم ہوتی تھیں۔

**ریاق جنکشن** | ریاق جنکشن پر ہماری گاڑی برابر انجے پہونچی۔ اور قریب نصف گھنٹہ ٹھہری رہی۔ یہاں ایک رفرشمنٹ روم ہے۔ نصف مجیدی یعنی ایکروپیم میں معمولی کھانا ملتا ہے۔ جو انگریزی وضع کا ہوتا ہے۔

ریاق کا اسٹیشن بڑا ہے۔ اور یہ ایک وسیع مرتفع سطح میدان میں جو جبل لبنان کے مشرقی ڈھلوان پر آباد ہے۔ اسٹیشن کے متصل ہی گاؤں ہے جس میں بڑے بڑے مکانات دو منزلہ و سہ منزلہ دیکھے گئے۔

**حلب ریلوے** | حلب، حما، حمص، و بعلبک وغیرہ کو جانے والے مسافر یہاں اتر کر دوسری اور اوسکا حال | گاڑی میں سوار ہونے ہیں۔ ریاق سے حلب تک چوڑی ٹری کی لائن ہے



اور سٹیشن ہیں۔ بعلبک، بلوئیہ، راس بعلبک، قصر، قطین، حمص، تبیشیا، کفر شہم، حاما، قنصہ، سوکب، امرجنہ، ابو الظہر، تلہ جین، حمیدہ، و ضیجی، حلب۔ حلب ریاق کے مابین صرف ایک گاڑی آتی جاتی ہے۔ فاصلہ تقریباً ۲ سو میل اور ۱۲ گھنٹے کا راستہ ہے۔ اس وقت آمد و روانگی کے دونوں وقت عمدہ ہیں اور تمام راستہ دن ہی دن میں گزر جاتا ہے۔

**بعلبک** | یہ بہت قدیم شہر ہے۔ یہاں پر ایک کلیسہ ہے جس میں گریک اور رومن لوگ سورج کی پرستش کرتے تھے جو دنیا کی عمارات میں ایک عجیب عمارت ہے۔ اس کلیسہ کو شہنشاہ ایلاگا بلوس ابن جولیانے تقریباً ۳۱۸ء یا ۳۲۵ء میں تعمیر کیا تھا۔ جو میلپولیس آف بعلبک کے نام سے مشہور ہے۔ اسکے دیکھنے والوں پر گورنمنٹ عثمانیہ ایک خفیف ٹیکس لگاتی ہے جو مسافر پر ہیر کے لیا جاتا ہے۔ اور یہاں تین قدیم کلیسیا میں ہیں جنکو دیکھنے کیلئے دور دور سے نصارا آتے ہیں۔ اور بہت سے شایق عمارات قدیمہ بھی اسکو جا کر دیکھتے ہیں۔

انہیں بڑے بڑے پتھر کے ستون ہیں اور دیواروں میں ایسے بڑے پتھر نصب ہیں جنکو دیو بیکر عقل حیران ہوتی ہے۔ مسافر و نکوٹھرنے کیلئے ایک یورپین گراؤنڈ ہوٹل موجود ہے جہاں عمدہ انتظام ہے۔ شہر میں ایک جامع مسجد اور بہت سے مختصر مساجد ہیں۔ گلیاں صاف اور خوشنما ہیں۔ کسی زمانہ میں یہ شہر دمشق کی ہمسری کرتا تھا مگر اب گردش زمانہ نے اسکو بھی تباہ و تاراج کر دیا ہے۔ اب بھی اسکے چاروں طرف عمدہ عمدہ باغات اور نخلستان موجود ہیں۔ جا بجا پانی کے چشمے جاری ہیں۔ جسکی وجہ سے ایک خاص رونق شہر میں معلوم ہوتی ہے۔ یہاں پر دیسی کپڑوں کا کارخانہ ہے جس میں عمدہ رنگین بنیتے ہیں۔ اور لکڑی کے صندوق اور چمچے و پیالے وغیرہ یہاں کے مشہور ہیں۔ حضرت سعدی علیہ الرحمۃ یہاں کی جامع مسجد میں اعتکاف کئے تھے۔ لوگ اس جگہ کی زیارت کرتے ہیں۔

**حمص** | ریاق سے ساتواں سٹیشن ہے اور آبادی زیادہ نظر آتی ہے۔ متعدد نوکندے اور ہونٹلین

موجود ہیں کرایہ وہی روزانہ ۱۰ روپیہ خوراک ہے۔ آبادی کا اندازہ یورپین سیاحوں نے ۶۵ ہزار نفوس کا لگایا ہو۔ جسمین دو تہائی مسلمان اور ایک تہائی نصاریٰ ہیں۔

۱۰۹۹ء میں مجاہدین صوبہ حلبیہ نے اس پر قبضہ کیا تھا۔ یہاں پر اس وقت ایک سب سے بڑا اور مضبوط کلیسہ ہے جس کے مقابلہ کا شام میں کوئی نہیں۔ یہاں کی کل عمارات سیاہ پتھر ونگی ہیں اور بازار یہاں کے مثل و مشق کے مسقف ہیں۔

آبادی کا زیادہ حصہ ریشم کے کپڑوں کے کارخانے میں لگا ہوا ہے۔ یہاں کارشیمی کا کام بہت دور دور تک جاتا ہے۔ یہ شہر درمیان ریگستان کے واقع ہے۔ یہاں پر باوجود کثرت ریگ کی زمینوں انجیر، سیب، اور دیگر جات کے عمدہ باغات بکثرت موجود ہیں۔

میرے ایک دوست شیخ عبدالقادر مدظلہ اسی شہید کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ یہاں یہودی اور نصاریٰ ٹہر نہیں سکتے یعنی ہمیشہ کیلئے اونکا مسکن نہیں ہوگا۔ مگر اوپر کے بیان سے ثابت ہے کہ تیسرا حصہ نصاریٰ ہیں۔ ممکن ہے کہ یہودی بھی رہ سکتے ہوں۔

**سیدنا خالد** جامع سیدنا خالد بن ولید ایک نہایت خوبصورت مسجد ہے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ

جنکا مقدس نام فتوحات شام و عراق و غزوات روم و فارس میں گویا آب زر سے لکھا ہوا ہے۔ اسی جامع کے ایک طرف مدفون ہیں۔ شرافت و شجاعت میں آپ دنیا میں عموماً اور مسلمانوں میں خصوصاً مشہور ہیں۔ آپ قابل قدر کارنامے اسلامی دنیا سے ہرگز مٹ نہیں سکتے جو کتب تواریخ میں ستاروں کے مانند چمک رہے ہیں۔ آپ کو سیف اللہ کا خطاب تھا۔ آپ غزوہ حدیبیہ کے بعد شرف باسلام ہو کر غزوہ موتہ، خیبر، فتح مکہ اور جنگ حنین میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ شریک تھے کہتے ہیں کہ آپ کی کلاہ میں سوے مبارک سرور کائنات افضل المخلوقات علی تحیۃ و التسلیمات تھا جسکی برکت سے آپ ہمیشہ منظر و منصور رہا کرتے تھے۔ آپ شہادت کے بڑے صریح تھے۔ اسی میں

شوق پر بڑے بڑے معرکوں میں شیرِ غرآن کی طرح گھنٹس کر چلے جایا کرتے تھے۔ مگر یہ اسید آبکی پوری نہ ہوئی اور آپ آخر شہرِ حمص میں سکونت پذیر ہو گئے۔ اور بزمانہ خلافت فاروقِ عظیم میں وصال فرمایا آپکی قبر پر سلطانِ خلافت پڑا ہے۔ جس پر زردوزی حروفِ نون میں آپکا نام و خطاب بافتہ ہے۔

یہیں پر آپکی بی بی اور صاحبزادے عبدالرحمن مدفون ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما سیدنا جعفر طیار ہر اور علی حیدر کراچی اولاد اور کعب، احبار صحابی رسول اللہ سیدنا نعمان بن بشیر جو باہ ذی الحجۃ ہجرتی میں شہید ہوئے تھے۔ یہیں مدفون ہیں اسکے علاوہ اور بہت سے مزارات تابعین اور تبع تابعین کے موجود ہیں۔ کہانتک ذکر کیا جائیگا۔ خلفائے بنی امیہ کا مشہور سلطان عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا مزار بھی اسی شہر میں ہے۔

**حاما** | حمص سے تینواں سٹیشن ہے یہ نہایت خوشنما شہر ملک شام کا ہے، اسکی آبادی ۸۰ ہزار کے قریب بتائی جاتی ہے۔ اور یہ وادی اور دنش میں واقع ہے۔ دریا سی اور دنش میں متعدد جھڑن پانی نکالنے کی لگی ہوئی ہیں۔ جس سے تمام دن اور رات آواز آیا کرتی ہے۔

اسٹیشن پر دو اسپہ عمدہ فلن ہمیشہ موجود رہتے ہیں۔ یہاں کا بازار بہت اچھا ہے۔ مختلف ہٹولین اور لوکنڈے ہیں۔ مساجد اور اونکی بلند مینارین سیاح کا دل اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ سنتے ہیں کہ یہاں ہرسم کا کھانا پکا ہوا نسبتہ دمشق سے بہتر اور ارزان ملتا ہے۔ شہر کے اندر سے دریاے عاصی روان ہے۔ یہاں حمام بھی عمدہ عمدہ ہیں۔ اور شہر میں میوہ جات بکثرت ہوتی ہیں۔ ابن بطوطہ نے ایک مشہور شاعر کے اشعار اپنی کتاب میں نقل کیا ہے حما کے متعلق ہے۔

حَمَى اللّٰهُ مِنْ شَيْطَانٍ حَمَاءَ مَنْظَرًا	وَقَفْتُ عَلَيْهَا السَّيْعَ وَالْفَيْكَةَ وَالطَّرْفَا
تُعْجِي حَمَامًا أَوْ تَمِيكُ خَمَائِلًا	وَتُرْجِي قَبَائِلِي تَمْنَعُ الْوَاصِفَ الْوَصْفَا
تَلَوْنِي نَحْنُ أَنْ أَعْصِيَ الْغُيُورَ وَالنَّهْ	وَاطِيعَ الْكَاسِ وَاللَّهْوَ وَالْقَصْفَا

اِذَا كَانَ فِيهَا النُّرْعَانِي فَكَيْفَ لَا  
وَأَشَدُّ وَكَدِي تِلْكَ النَّوَاغِرُ شِدْهَا  
أَحَالِيَةِ عَفِيًّا يَا وَأَشْرَبُهَا صِرْفًا  
وَأَخْلَبُهَا رَقْصًا وَأَشْهَهَا غَرْفًا

اور حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی اولاد کے مزارات بھی ہیں۔ اسوقت موجودہ سجادہ نشین سید عبد الجبار آفندی ہیں انکی عمر اسوقت ۳۴ سال کی ہے۔ نہایت متشعخ بزرگ ہیں۔ یہاں کی چھینٹ مشہور ہے جسکے دو یا تین کارخانے ہیں۔

**حلب** ریاق سے اٹھا روان سٹیشن اور اس ریلوے کا منہتی ہے۔ سٹیشن بہت بڑا ہے اسوقت حلب کے آگے بغداد کی جانب بھی کام شروع ہے یہاں سا سامان ریلوے کے متعلق آچکا ہے۔ شہر بہت گنجان ہے آبادی ایک لاکھ تیس ہزار کے قریب ہے۔ یہاں یورپین نو آبادی بھی ہے عیسائیوں کا ایک بڑا کلیسیہ شہر کے درمیان واقع ہے۔ اور جامع سیدنا ذکر یا بھی اس کے قریب ہے اسکے اطراف خندق ہے۔ مسجد کے منارے بہت بلند ہیں۔ اور یہ مسجد ۱۳۱۳ھ میں بنائی گئی تھی مسجد کی وسعت جامع امویہ سے کسی قدر کم ہے۔ جامع عادلہ۔ جامع بہرامیہ اور جامع عثمانیہ بھی قابل دید مساجد ہیں۔ ابن بطوطہ جب اس شہر کی سیر کیا تو اسوقت اسکی یہ حالت تھی حلب میں ایک قلعہ بہت بلند ہے جو مضبوطی اور دشمن کے روکنے میں بہت مشہور ہے اس قلعہ کی عمارت سنگین ہے۔ پتھر ایک دو سکر کے ساتھ جڑے ہیں۔ باوصف مضبوطی اور استحکام کے بہت ہی خوبصورت ہے۔ کوئی عجز اسکا بے ربط اور بدنام نہیں ہے (اسوقت اس میں ترکی فوج رہتی ہے) افسوس کہان ہیں وہ امرائے حلب جو آسمین بود و باش رکھتے تھے، اور کہان ہیں وہ شعرائے نامدار جنکی سکونت آسمین تھی۔ وہ سب کے سب فنا ہو گئے مگر شہر حلب بدستور باقی ہے اس قلعہ کے نسبت ابن بطوطہ نے بہت سے اشعار عربی لکھے ہیں میں بخوف طوالت ان کو نظر انداز کر دیا ہوں۔



حلب کی وجہ تسمیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابراہیمؑ اس شہر میں سکونت فرماتے تھے۔ آپ کے پاس بہت سی بکریاں تھیں جن کا دودھ فقراء و مساکین کو پلایا کرتے تھے۔ اسکی شہرت بہت دور تک ہو گئی اور لوگ اس شہر کو حلب ابراہیم کہنے لگے یہ شہر دنیا کے نامی گرامی شہروں میں ہے۔ اسکے بازار اسقف اور پاک و صاف ہیں۔ ریشمی کپڑا یہاں بکثرت بنتا ہے۔ اور یہاں کا حلبی کپڑا بہت دور دور تک جانا ہے۔ اور ریشمی عبا اور چوخہ و ڈوٹہ پر کام بیل بوٹیدار نہایت صفائی سے کیا جاتا ہے۔ بازار کا چوک بہت وسیع اور بڑا ہے۔ جامع سیدنا ذکر یا جس کا ذکر اوپر کیا ہوں وہ چوک کے قریب ہے۔ اسکے صحن میں ایک بڑا حوض پختہ ہے۔ جس پر ایک قبة بنا ہے۔ وضو کیلئے چاروں طرف نل لگے ہیں اور اس مسجد کے چاروں طرف سنگین فرش ہے۔ اسکا منبر نہایت اعلیٰ درجہ کی گارگیری سے بنایا گیا ہے۔ جس پر انبوس اور ہاتھی دانت کا کام کیا ہے۔ اس منبر کے بائیں جانب مزار سیدنا ذکر یا علیہ السلام ہے۔ جس پر غلاف پڑا ہے۔ اندرون مسجد رنگ مرمر کا فرش اور اوسپر ترکی اور ایرانی قیمتی قالین بچھی ہیں۔ حضرت ذکر یا کی زیارت کی جگہ سے بہت لوگ آتے ہیں۔ مسجد اور صحن میں دنل ہزار آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں۔

مسجد کے متصل ایک مدرسہ ہے جو اُمراء بنی حمدان کا بنایا ہوا ہے۔ جسکا نام مدرسۃ الخلوہ ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ پہلے عیسائیوں کا گرجا تھا۔ بعد اسلام کے مدرسہ بنایا گیا۔ اسکے علاوہ شہر میں اور بہت سے مدارس ہیں۔

شہر کے اطراف باغات و سبزہ زار زراعتیں اور عناق کے درخت بکثرت ہیں۔ دریای عاصی جو حماس سے آتی ہے وہ اس شہر میں ہو کر گذرتی ہے۔ الغرض شہر حلب بہت خوبی عمدہ اور قابل دید ہے متعدد لوگ تہذیب اور ہونٹلین ہیں جن کا کرایہ وہی ۱۳ اور ۶ قرش روزانہ ہے۔ تقریباً کل سلطین یورپ کے کونسل یہاں موجود ہیں۔

یہاں پیرسودی بکثرت ہوتی ہے۔ اور برف باری بھی بہت ہوتی ہے۔ اسلئے شترکون پر اکثر بٹھرنے لگتے ہیں۔ سرکاری محکمت کو جانے کی شترک کے سوا اور باقی کل شترکین چھوٹی ہیں۔ شام کے رواج کے موافق یہاں قہوہ خانے اور کھانے کی دوکانیں بکثرت ہیں۔ عمدہ اور نفیس کھانا دمشق سے ارزان ملتا ہے۔ دمشق سے ریاق کا کرایہ درجہ سوم کا ۲ روپیہ ۱۲۔ حصہ ۶ روپیہ ۱۲۔ حتما کا آٹھ روپیہ بارہ آنے۔ اور حلب کا ۱۲ روپیہ ۱۲۔ درجہ دوم کا اس دوگنا اور درجہ اول کا تگنا ہے۔ اسوقت حلب کے جانب بغداد اور جانب فرات یل ورتک جاری ہو گئی ہے۔ جو لوگ یہاں سے بغداد جانا چاہیں اونکے لئے براہ تسکنہ اور متصل راستہ ہے۔ یہاں سے دیار بکر اور آفہ کو بیکی شترکین گئی ہیں۔ جنکا ذکر کسی اور مقام پر کرونگا۔ بیروت کو جانے والے سیاح پھر ریاق کو واپس آکر بیروت جانے والی گاڑی پر سوار ہونا چاہئے۔

**جبل لبنان** | ریاق سے گاڑی چلی تو پونے بارانچے دنکے ایک ٹرا اسٹیشن ملا جسکو مکاذ کا منظر کہتے ہیں۔ یہاں پر لوگ حلوا اور میوہ وغیرہ فروخت کر رہے تھے۔ یہاں سے ہماری ٹرین کو ایک اور خاص انجن لگایا گیا۔ چونکہ یہاں سے کوہ لبنان کی چڑھائی شروع ہوتی ہے۔ یہاں پر بہت ترکی آفسر نظر آئے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہاں پر ترکی فوج کا زیادہ حصہ ہوتا ہے۔ اور بہت سے بدو بھی دیکھے گئے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کہیں قرب و جوار میں رہتے ہیں۔ اسٹیشن دو منزلہ ہے

۱۲ بجے گاڑی سعدنایل پر پہنچی یہاں کل ارمنی اور بھودی آباد ہیں۔ یہاں کی عورتوں کا لباس بالکل یورپین وضع کا ہے۔ مگر بہت سی عورت ننکے پیر دیکھے گئے۔ مکانات کل مٹی کے ہیں چہت بھی مٹی ہی کی ہے۔ مکانون پر برف نہیں تھا۔ اور دور دور کی بلند چوٹیاں بالکل برف سے ڈھکی ہوئی تھیں۔

ریل کی سڑک کو بہت گہوم دیکر اوپر لایا گیا ہے۔ اخراجات سڑک کو خیال کرتے ہوئے کرایہ دمشق سے بیروت تک کوئی زیادہ نہیں۔ خود روانگور کی سیلین اور زیتون کے درخت ہزار ہا لگے ہیں۔ دو چار سال کے بعد یہاں پر بہت بڑا جنگل ہو جائیگا۔

یہاں دو بڑے پہاڑ ہیں۔ ایک انٹی لبنوس (جبل شرقی) اور دوسرا لبنان (جبل غربی) اول الذکر حلب کو جاتے ہوئے وینے طرف نظر آتا ہے اور آخر الذکر بھی ہے اب جس پر چڑھ رہے ہیں۔ یہ دونوں پہاڑوں کا سلسلہ شمال مغرب سے جنوب مشرق کی طرف چلا گیا ہے۔ ان دونوں کے درمیان دریای عاصی روان ہے۔

لبنان زبان لائن میں سفید کو کہتے ہیں۔ اور عربی میں لبن دودھ کو یعنی اس سے بھی مراد سفید ہی ہے۔ اس کے دو سبب ہیں اول یہ کہ ان پہاڑوں پر چونے کے سفید پتھر بکثرت ہیں۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ اس کی بلند چوٹیاں اکثر تمام سال برف میں ڈھکی ہوتی ہیں۔ اس ہی لئے اس کو لبنان کہتے ہیں۔

جبل لبنان کے بڑے بڑے چوٹیاں یہ ہیں۔ سنین ۹ ہزار فیٹ۔ جبل مکمل دش ہزار ۲۰۰۰۔ دو سو فیٹ سطح سمندر سے بلند ہے اور بھی پہاڑ ساکے ملک شام میں سب سے زیادہ اونچا ہے۔ اوسط اونچائی سلسلہ کی ۶ ہزار سے ۸ ہزار فیٹ تک بلند ہے۔

جبل شرقی کی بلندی ۹ ہزار ۲۰۰۰ سو فیٹ بلند ہے۔ جو سب سے اونچی چوٹی ہرمون کی ہے۔ باقی سلسلہ کی اوسط بلندی ۵ ہزار فیٹ ہے۔ جبل لبنان کا مغربی حصہ یا سلوپ (رڈ ہلوان) نہایت خوشنما ہے۔ جس پر ساگوں، جیتیر، انجیر، انگور، شہتوت اور زیتون کے درخت بکثرت نظر آتے ہیں جس سے پہاڑ کا منظر نہایت خوشنما دکھائی دیتا ہے۔

اس پر زندے بھی ہیں جو زیادہ تر پہاڑوں کے درون میں ہوتے ہیں۔ جبل لبنان کی عیسائی

آبادی فقط ڈیڑھ لاکھ بتائی جاتی ہے اور کل آبادی یہود و مسلمان ملا کر کم لاکھ کے قریب ہے۔ نصارا زیادہ تر ریشمی کیڑوں کی پرورش کرتے ہیں۔ اور اکثر دن کے گھروں میں انکی پرورش ہوتی ہے۔ جن سے سالانہ نہاروں روپیہ کی منفعت حاصل ہوتی ہے۔ اسہی لئے یہاں پشہوت کے درخت بکثرت ہیں جو ریشم کے کیڑوں کی خوراک ہے۔

۱۸۶۰ء میں ایک غدر ہوا تھا جس میں مسلمان اور یہود و نصاریٰ آپس میں لڑ جھگڑ کر مرنے لگے اور سوت سے سلاطین یورپ اور سلطنت علیہ عثمانیہ میں معاہدہ ہو کر ایک عیسائی گورنر جو عثمانی رعایا ہوتا ہے سلطان کی طرف سے نامزد کیا جاتا ہے۔ اور کل سلاطین اسکو منظور کرتے ہیں۔ مگر یہ علیحدہ صوبہ خود مختار بنا دیا گیا ہے۔

جبل لبنان پر مکانات بکثرت اور ہر دہر بکھرے نظر آتے ہیں اونکی مٹخ چتہیں جنہر بار سیلینر ٹائیل یعنی ولایتی کہیڑیل پٹی ہوئی ہے بہت ہی خوشنما معلوم ہوتی ہیں۔ غربا کے مکان وہی مٹی کے معمولی وضع پر ہیں۔ ہمکو یہاں پر ایک بہت لاناٹل ملا۔ پہاڑ کو نقب لگا کر ریل نکالی گئی ہے۔ مینے آج دیکھا کہ بعض برف کے کہتے بنے ہوئے ہیں۔ انہیں برف کھو کر دبا دیا جاتا ہے۔ خدا کی شان ہے کہ کچھ دنوں کے بعد وہ ایسا منجمد ہو جاتا ہے کہ اسکے اجزاء میں اتصال کامل پیدا ہو کر سختی آجاتی ہے۔ ایک سال کے بعد جبوقت دوسرا برف دبانے کو یہ کہتے کہو لے جاتے ہیں تو سال گذشتہ کا دبا ہوا برف شیشہ بنا ہوا ہوتا ہے۔ ایسا دبیز و شفاف آئینہ ہوتا ہے کہ دنیا بہر میں جلہی شیشہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ قدرتی ساخت یہیں سے چاروں طرف ممالک غیر میں جاتی ہے۔

لبنان کی اترانی میں بھی ایک ٹل ملا اور سکوپا رہتے ہی ٹل میں سی یعنی بحر المتوسط کا پانی اور شہر بیروت کے مکانات دکھائی دئے۔ ہماری ٹل میں برابر دو بجے دن کے عین صوفریہ پہونچی۔ اس جگہ پر ایک بہت بڑا پختہ مندر مکان ہے۔ اس مکان سے چاروں طرف



عجیب و دلکش منظر دکھائی دیتا ہے۔ یہاں سے نصارا اور یہودیوں کی آمد و رفت ریل میں زیادہ نظر آئی۔ عین صوفر سے اترائی شروع ہوتی ہے۔ دمشق جانے والوں کو جانب ریاق اترائی ملتی ہے عین صوفر لبنان کی چوٹی پر ہے جہاں سے ریل گذرتی ہے۔ جبکی اونچائی سطح سمندر سے ۵ ہزار فٹ سے کچھ زائد ہو ریل کے رستہ کے درمیان ہیں ایک ارہ کے مثال دندان ناٹری پٹری ہے۔ جو اوپر چڑھتے اور نیچے اترتے وقت ہر ایک کے ذریعہ سے گاڑی رُک سکتی ہے۔ جانب غرب ہر جگہ باغات اور چائے نظر آتے ہیں۔ اس پہاڑ میں بڑے بڑے غار ہیں جنکو بچا بچا کر لائین نکالی گئی ہے۔ کہیں دو نوں چاب غار ہیں درمیان سے ریل گذرتی ہے۔

پہاڑ کی چڑھائی اور اترائی میں اسٹیشن بہت قریب قریب ہیں۔ ہر گاڑی میں تبریک ہے۔ ایسی سخت چڑھائی میں انجن اسے تکلفی سے جاتا ہے کہ جیسے مہوار زمین پر چل رہا ہے۔ اس چڑھائی اور اترائی کو کئے حصوں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ جسوقت گاڑی ایک حصہ کو ختم کر لیتی ہے۔ تو انجن کو نکال کر دوسری جانب لگا دیا جاتا ہے۔ تو گاڑی پچھلے رُخ چلنے لگتی ہے۔ اور اسقدر اونچی جاتی ہے کہ پہلی پٹری جیسرا بھی ہم گزرے تھے برابر میں نیچے کی طرف صاف دکھائی دیتی ہے۔ اوسکے بعد دوسرا حصہ ختم ہونے پر انجن پھر سیدھے رُخ پر لگا دیا جاتا ہے۔ اس قسم کی عجیب حکمت سے گاڑی اوپر چڑھتی اور نیچے اترتی ہے۔ جسکا لطف دیکھنے ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ ہر پہاڑ میں ماڈلہ سے میٹرو کو گاڑی دوسری ترکیب سے چڑھتی ہے اور یہاں اور ترکیب لے گئے ہیں۔

اس پہاڑ کے نشیبی حصہ میں جو آبادی ہے اس میں دو سپر فٹن چلتے ہوئے دیکھے گئے۔

معلوم ہوتا ہے کہ گاڑی کا راستہ بنایا گیا ہے۔ شادابی میں قیطعہ ملک شام کا خلاصہ ہے۔ اور جس بھی یہاں اس درجہ بڑا ہوا ہے کہ اہل شام اسکو پرستان کہتے ہیں اسٹیشن بعد ا پر جبل لبنان کی اترائی ختم ہو جاتی ہے۔ اور اسٹیشن حد (یاعدیں) پرنک مسافرون سے لے لئے جاتے ہیں۔ یہاں سے

گاڑی بیروت کے اسٹیشن پر ٹہرتی ہے۔

**بیروت اور اسکے** بیروت کے دو اسٹیشن ہیں پہلا اسٹیشن شہر کے ابتدائی آبادی میں واقع  
**مجموعی حالات** ہے۔ دوسرا ساحل سمندر پر جسکو پورٹ بیروت کہتے ہیں حقیقت میں یہ

کوئی اسٹیشن نہیں ہے۔ صرف مسافروں کی راحت اور جہاز پر مال چڑھانے اور اتارنے کی واسطے  
ریل یہاں تک لائی گئی ہے جسوقت یہاں گاڑی پہنچتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ شہر میں ٹراموے  
جا رہی ہے۔ سیدھے جانب یعنی شمال و مغرب پر سمندر لہریں مار رہا ہے۔ ریل کی سڑک سے ریل  
بہوی گودی میں بیسیوں کشتیاں کھڑی ہیں۔ اور گودی کے اندر ہر ملک کے جہاز لنگرین ہیں۔

بائیں جانب کی قطار میں دوکانیں چلی گئی ہیں جنکے بالائی حصہ پر ہوٹل و لوکندے اور حصہ  
زیرین میں تجارت گاہیں۔ قہوہ خانے یا آفسین ہیں۔ بیروت کا بندر گاہ ملک شام کا بڑا بندر گاہ  
ہے۔ روزانہ بیسیوں جہاز ہر طرف سے آیا اور جایا کرتے ہیں۔ بحری سفر کے جانے والے کو یہاں بہت  
کم ٹھہرنا پڑتا ہے۔ چونکہ جہاز روزمرہ آتے اور جاتے ہیں۔ اس سبب سے مسافر زیادہ نہیں ٹھہر سکتے۔

**ہوٹل اور** ہوٹل اور لوکندے کے مالک ریل ہی پر آکر مسافر و نکوشتاتے ہیں۔ ذرا سوچ سمجھکر  
**لوکندے** اونکے قبضے میں آنا چاہئے۔ ہوٹل ڈی اور ٹیل اور انگلینڈ ہوٹل نہایت عمدہ اور

صاف و ہوادار ہیں۔ انکے علاوہ اور بہت سے چوڑے چوڑے یورپین ہوٹل ہیں۔ اور لوکندوں میں

کوکب الصباح و عثمانی مشہور ہیں۔ مین کوکب الصباح میں ٹھہراتا۔ یہاں سے سمندر کا منظر بخوبی

دیکھائی دیتا ہے۔ اور جانب شرق جبل لبنان کی برفانی چوٹیاں نظر آتی ہیں۔ کوکب الصباح کی طاہری

صورت بہت اچھی ہے اور کرایہ بھی زاید نہیں وہی ۱۰ روپے روزانہ ایک بنگ کیلئے ہے۔ دو یا تین

بنگ والا کمرہ پورا لینے سے بہت آرام رہتا ہے۔ کہانا یہاں نہیں ملتا ہے۔ دوسری جگہ جا کر

کہانا چاہئے۔ پاخانہ اور غسل خانہ سائے ہوٹل کے اوپر کے درجے کیلئے ایک اور نیچے کے درجہ کو

ایک ہے۔ جس سے زیادہ مسافر رہنے سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ مکان عالیشان، کمرے صاف ستھرے، میز و کرسی وغیرہ سب موجود ہیں۔ پانی کانل بھی لگا ہوا ہے۔ جو رات اور دن کھلا رہتا ہے۔ ان لوگوں میں اکثر ہیریا گائیڈ جو شہر کی سیر کراتے ہیں آکر سیاحوں کو دہنڈتے رہتے ہیں۔ اور بغیر انکے شہر کی سیر اچھی طرح سے نہیں ہو سکتی۔ مینے حاجی احمد کو اپنا گائیڈ مقرر کیا تھا۔ بہت لائق اور سچا و فادار آدمی ہے۔ اس شخص پر ایک حد تک اعتبار کیا جاسکتا ہے۔ باقی سیاح اپنی رائے سے کام لے۔ مجھے تو اس شخص سے بہت آرام ملا مینے چلتے وقت ایک مجیدی یعنی ۲ روپیہ ۸ دیا بڑی خوشی سے قبول کر کے خوش ہوا۔ میرے ہمراہ وہ صرف ایک روز رہا تھا۔ دو چار روز کے لئے دو مجیدی دیدینے سے بہت خوش ہوگا۔

شہر بیروت کی گلیاں آباد اور وسیع ہیں۔ بعض جگہ ٹیرسیوں پر چڑھ کر شہر میں پہنچتے ہیں۔ ہماری اقامت میں برف باری کی وجہ سے کسی قدر کیچڑ ہو رہا تھا۔ اکثر سڑکوں پر بڑے بڑے تھہرن کیے ہوئے ہیں۔

کشتیوں کے ملاح بھی جنگو بکری کہتے ہیں۔ جہاز کا ٹکٹ لانے اور جہاز پر سوار کر دینے کا انتظام کرتے ہیں۔ اور کوک کینی کے لوگ بھی اپنے مسافروں کو سوار کرنے میں مدد کرتے ہیں۔ کوک کی معرفت کرایہ کشتی کا بہت زیادہ دینا پڑتا ہے۔ اور ان بھولوں کے ذریعہ کم کرایہ پر مسافر جہاز پر آوا جاسکتا ہے۔ مینے حاجی ابرہیم سعید بکری کی معرفت اپنا کام کیا۔ بہت آرام ملا اور کرایہ فی کس مع سامان گودی سے جہاز پر چڑھانے اور لیجانے کیلئے ایک شلنگ یا گیا جو زیادہ نہ تھا۔ لوکنڈ عثمانی اور کوکب الصباح ایک نشیبی حصہ میں واقع ہے۔ اسکے جنوبی سمت میں شہر ہے

اور جگہ جگہ ٹیرسیوں پر چڑھ کر شہر کے بڑے بازار میں پہنچتے ہیں۔

ڈاک اور تار گھر | تار آفس تو انٹرنیشنل آفس ہے۔ اور ڈاک خانہ فقط ترکی ہے۔ جو کسٹم ہوز

کے قریبے۔ اور دیگر یورپین سلاطین کے ڈاک خانے مارہر یعنی گودی کے نزدیک خان آنتون بے میں واقع ہے۔

**آبادی** | شہر کی آبادی تین میل تک پہنچی ہوئی ہے۔ سنہ ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق آبادی ۸۰ لاکھ تیس ہزار نفوس کی آبادی

ہے۔ آج ہوا خوشگوار۔ مگر آگسٹ اور ستمبر میں بہت گرم ہوتی ہے۔ اس وقت آدہ تقیاس الحرات ۸۰ درجہ

تک پہنچ جاتا ہے۔ اس وقت متول امر و تجارت و مسلمان جبل لبنان میں موسم گرما گزارتے ہیں۔

جس میں اکثریت میری، برم مانا، آریہ، اور ایسے ہی دوسرے پرفضا مقامات میں جا کر رہتے ہیں۔

**قدیم تاریخ** | اسکی قدیم تاریخ پندرہویں صدی قبل عیسوی سے ملتی ہے۔ اس وقت گریک اور رومن

لوگ اسکو بری ٹوس کہتے تھے جو کثرت استعمال سے بیروت ہو گیا۔ یہاں پر بہت بڑے بڑے نامور

سلاطین رہ چکے ہیں۔ اور گردش زمانہ نے اسکو بہتوں کے ہاتھوں میں دیا اور اس وقت مسلمانوں کے

قبضہ میں ہے۔ اسکو شاہ بالڈمرین اول نے ۱۲۷۷ء اپریل سنہ ۱۸۵۷ء کو قبضہ کیا اس کے بعد سلطان

صلاح الدین ایوبی نے کچھ دنوں کیلئے قابض رہا۔ اس طرح کبھی نصارا اور کبھی مسلمانوں کے قبضہ میں رہا

۱۵۱۷ء میں سلطان سلیم اول نے فتح کیا۔ اور شاہزادہ فخر الدین دروسی نے ۱۵۹۵ء میں سکونت گاہ

بنائی۔ ۱۸۳۰ء میں انگریزوں نے اسپر گولہ باری کی پہر ترکوں نے دوبار فتح کر لیا۔ ۱۸۶۰ء کے غدر

کے بعد بہت سے نصارا یہاں آکر بس گئے۔ اس وقت سے آج تک بیروت برابر ترقی کر رہا ہے اور اس کی

موجودہ حالت بحیثیت مجموعی کل زمانہ گذشتہ پر فوقیت رکھتی ہے۔

**بازار و دوکانیں** | یہاں کے بازار ایسے خوشنما نہیں ہیں جیسے کہ دمشق یا حلب کے۔ مگر مختلف اشیاء کی دوکانیں

ہیں۔ جن میں قہرسم کا مال لکھو کہا رویہ کا بہر ہوا ہے۔ درمیان میں برقی ٹراموے

دوہری لائین کی جاری ہے جس کا کرایہ بہت ارزان ہے۔ شب کے وقت بازاروں میں برقی روشنی

ہوتی ہے۔ راستہ کے دونوں جانب پیدل چلنے والوں کیلئے ایک چوڑی پٹری چھوڑی گئی ہے۔ پٹرکون



ہر وقت صفائی ہوا کرتی ہے۔ مکانات کل پختہ مثل بسی اور کلکتہ کے بنے ہیں۔ خصوصاً یورپین تجارت کی کوٹھیاں اور عمارتیں چار منزلہ تک کی گئے۔ اندرون قلعہ ترکی فوجی بارکین ہیں جو بہت عمدہ بنی ہیں۔

**گاڑیان** | بیروت میں نہایت عمدہ ڈوسپہ و سہپہ گاڑیاں کرایہ پر ملتی ہیں۔ گاڑی اور گھڑوں کی حیثیت پر خیال کرتے ہوئے گاڑی کا کرایہ بہت کم ہے۔ اگر گھنٹوں کے حساب سے لیا جائے تو فی گھنٹہ نصف مجیدی لیتے ہیں۔ اگر رہبر یا گائیڈ کے ذریعہ ۱۲ فی گھنٹہ پر بھی مل جاتی ہیں۔ محکوم احمد الحلوانی کی معرفت ایک عمدہ سہپہ فٹن ۱۲ فی گھنٹہ پر مل گئی تھی۔ بیروت کی مشرکین و مشرقی لشکروں سے بدرجہا اچھی ہیں۔

**ٹراموے** | تمام شہر میں بجز چند مختصر گلیوں کے دوہری اور اکہری ٹراموے لائنیں جاری ہیں ایک آنہ میں بہت دور تک جاسکتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ کرایہ ۴۴ متک یعنی ۲ روپے اوسٹریٹر ہر نہیں سیاح کو اس پر ہرنے سے بہت لطف آتا ہے اور سستے دامن کل شہر کی سیر ہو جاتی ہے۔

**کالج و مدارس** | یہاں پر تین کالج ہیں۔ ایک فرنج اور دو امریکن۔ گورنمنٹ عثمانیہ کی طرف سے کوئی کالج نہیں ہے۔ البتہ ماسی اسکول قائم ہیں۔ مولوی عبد الجبار اور مولوی عبد الستار صاحبان کنان دہلی مد سے یہاں بود و باش رکھتے ہیں۔ اونکا ایک مدرسہ الگ ہے۔ لیکن اوس میں پرائمری تک تعلیم ہوتی ہے۔ علم جغرافیہ سکھایا جاتا ہے۔ مگر زیادہ کوشش علم انگریزی کی طرف ہے۔ انکی کوشش سے اب ترک اور عرب بچے انگریزی بول لیتے ہیں۔ مین اس مدرسہ میں گیا ہوں۔ ترکی لشکروں سے انگریزی میں بات چیت کیا۔ میرے خیال میں آئندہ دس سال کے اندر یہ مدرسہ بہت ترقی پزیر آئیگا۔

ایک طبی مدرسہ بھی ہے جس میں زمانہ حال کے اصول پر طبی تعلیم دی جاتی ہے۔ اور یہ امریکن مشن کی جانب سے بنا ہے۔ اسکے متعلق ایک چھاپہ خانہ بھی ہے۔ جس سے ایک ہفتہ وار اخبار نکالتا ہے۔ مدرسہ طبیہ میں بہت سے لڑکے داخل ہوتے ہیں۔ ۴ سال تک اس میں تعلیم حاصل کرنا ہوتا ہے اور بعد حاصل



اس کے متعلق ایک طبی کالج بھی ہے۔ جہاں انسان کے ایک ایک عضو کی تصویر موم کی اس خوبی و صفائی سے بنائی گئی ہے کہ نقلی ہونی کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ پہرون دیکھنے سے بھی سنائی کا جی نہیں بہرتا۔ میں اس کالج کی خوب سیر کیا ہوں۔ پروفیسر اور سائنس دان نہایت پُر خلق اور مہمان شناس دیکھے گئے۔

**کتب خانے** بیروت میں بہت سے کتب خانے ہیں جنکی تعداد معلوم کرنا ایک مشکل امر ہے مگر اس میں انجیلیہ۔ دائرہ علمیہ مشہور ہیں۔

**اخبارات** البشیر، بیروت، ثمرات الفنون، لسان الحال، تقدم، المصباح بہت مشہور  
**ورسالہ** اخبار ہیں۔ دو ایک فریج اخبار روزانہ شائع ہوتے ہیں

**تہذیب** شام و فلسطین کے لوگ نہایت پُر اخلاق ہیں کیا نصارا و کیا مسلمان ہر دونوں کا  
**اخلاق** نیر اخلاق میں ایک دوسرے سے بڑا ہوا ہے۔ ایک وقت میں بیروت کی گود میں

جولب سمندر نیچے پشتون سے بڑے بڑے تھرون سے قائم ہے۔ اسپر جانا چاہا۔ اسپر جانے کے لئے فقط ایک ہی تنگ راستہ ہے۔ جسکے اوپر پٹر بکر جانا ہوتا ہے۔ چند اسکول کے لڑکے جا رہے تھے جو سب کے سب عیسائی تھے۔ میں نے لڑکوں کا خیال کر کے اپنے کو پہلے پٹر بننے سے روک لیا۔ تو ایک

لڑکا جسکی عمر ۲۰ یا ۲۲ سال کی ہوگی بڑی متانت و شیرین زبانی سے میری طرف مخاطب ہو کر کہتا ہے ”تفضل یا شیخ“ یہ کہہ کر فوراً جگہ چھوڑ دیا۔ میں اوسکی اس تہذیب اخلاق پر ششدر ہو کر اوسکے حق میں دعائے کلمات کہے۔ اگر ہمارے ملکی اسکول کے لڑکے ہوتے تو جگہ چھوڑنا تو کجا پہلے ہم کو دھمکا کر آپ روانہ ہو جاتے۔ مسلمانوں کیساتھ رہ کر عیسائیوں میں ایسے اخلاق پیدا ہو گئے ہیں۔

**نماز جمعہ جامع** حسن اتفاق سے مجھ کو بیروت میں بھی ایک جمعہ ملا۔ میں نے نماز جمعہ جامع سیدنا  
**سیدنا یحییٰ مین** یحییٰ علیہ السلام میں پڑھی۔ گو مسجد مختصر ہے لیکن بہت خوبصورت ہے۔



کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ کا دست مبارک متصل منبر دیا اور کیسا تمہ دفن ہے۔ سبز غلاف پڑا ہوا ہے۔ لوگ زیارت کو دور دور سے آتے ہیں جمعہ میں تقریباً ایک ہزار نمازی تھے۔ میں ۱۲ بجے مسجد میں داخل ہوا اور وقت تقریباً کل مسجد بھری ہوئی تھی۔ ۷ سو آدمی نیچے اور ۳ سو آدمی اوپر کے پچھلے حصہ میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔ ملک کے دستور کے موافق حفاظ زور زور سے آواز بلند قرآن شریف تلاوت کر رہے تھے جس سے احتمال تھا کہ لوگوں کی نفل اور سنت نمازوں میں کچھ خلل آتا ہو۔ مگر یہاں ایسا کونیکام عام رواج ہی۔ ساڑھے ۱۲ بجے موذن نہایت خوش الحانی سے اذان دیا اور برابر ایک بجتے ہی خطیب منبر پر چڑھا۔ سبحان اللہ یہاں کے خطیب نہایت خوش وضع اور خوبصورت بزرگ ہیں۔ اونکے سفید جسم پر سیاہ عبا اور سرخ ترکی ٹوپی پر سبز عمامہ بہت پیارا معلوم ہوتا تھا۔ اونھوں نے خطبہ زبانی پڑھا۔ اویہان کے کل خطیب جہاں کہیں سینے دیکھا ہے خطبہ زبانی ہی پڑھتے ہیں۔ نہایت خوش آواز سے خطبہ اولیٰ کو پڑھا۔ اوسکے بعد کسی قدر وہی آواز میں خطبہ ثانی پڑھا گیا۔ خطبہ ثانی میں سلطان المعظم محمد رشاد خان خامس خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ اور عساکر عثمانیہ کی واسطے نہایت خشوع و خضوع سے دعا مانگی گئی کہ کل حاضرین اللہم آمین اللہم آمین کہتے تھے۔ نماز جمعہ بالکل مختصر قرات کیسا تمہ پڑھی گئی۔ تین جنائے آئے ہوئے تھے سب کو ملا کر ایک ہی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ جنازہ نکوتبرگ کا حضرت سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے مزار کے پاس رکھا گیا۔ اندرون مسجد ترکی و ایرانی قالین اور چٹائیں۔ یکجہی ہوئی ہیں مسجد کے دو دروازے ہیں ایک بڑا اور ایک مختصر۔ ایک حوض وضو کیلئے ہے۔ دروازوں پر بواب جو تیونکی حفاظت کیلئے بیٹھے ہیں۔ مجھے اس مسجد میں نماز پڑھکر بہت فرحت حاصل ہوئی۔ مسجد بھری ہوئی تھی سیاح و زائرین سے عمائدین شہر بکثرت تھے۔ نماز جمعہ کے بعد شافعی امام نے چار رکعت فرض جماعت سے پڑھایا۔ احناف اور ہمین شریک نہ ہوئے۔

حاجیونکی مشکلات | ایچ بی شین گزٹ مورخہ ۱ جنوری ۱۹۱۲ء میں جو اسکندریہ سے نکلتا ہے



یہ مضمون شایع ہوا تھا۔ کہ جہازی کسپیونکو اطلاع دیتا ہے کہ کسی حاجی کو ساحل شام سے مصر کو نہ لائے۔ خواہ وہ کتنے ہی اور کسی درجے میں سفر کر نیوالے کیوں نہ ہوں۔ کسی اجنبی حاجی کو کسی صورت سے مصر میں اترنے کی اجازت نہیں ہے اور نہ ہوگی۔ یہ تھا اسلامی گورنمنٹ کا اعلان حاجیوں کے حق میں جس کا حکمران بھی خود حاجی ہے۔ اور وہ حاجیوں کی فضیلت اور ان مشکلات سے بخوبی واقف ہے جو انکو عربین شریفین میں اوٹھانی پڑتی ہیں۔ بیروت میں اسوقت ۵۰ ہندی اور سیکڑوں مغربی اور بخاری حجاج موجود تھے۔ بخاری اور مغربیوں کو اس اعلان سے کوئی صدمہ نہ ہوا چونکہ ان کا راستہ دوسرا تھا اور وہ مصر سے گزر نیوالے نہ تھے۔

ہندوستانی اس اعلان کو دیکھ کر بہت متفکر ہوئے۔ میں تھا مس کوک اینڈ سنز کے دفتر میں ٹکٹ کیلئے روپیہ ادا کر چکا تھا۔ اور اس روز ایک فریج جہاز یا فہ جانے کیلئے طیار تھا۔ مالکان جہاز نے اجرائے ٹکٹ سے قطعی انکار کر دیا۔ اور یہ کہا کہ اگر اپنے قونصل سے یہ سند لاؤ گے تم حاجی نہیں ہو تب تمکو ٹکٹ جہاز کا ملے گا۔ میں نے کہا کہ لفظ حاجی کو ہمارے نام سے اڑا دو اور ہمیں ٹکٹ دیدو تو کہا کہ یہ ہرگز نہ ہوگا۔

۲۵ جنوری ۱۹۱۲ء کو میں قونصل جنرل بیروت کی ملاقات کو گیا۔ آفس میں ایک ترجمان بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے قبل ہی سے ہندی حجاج اوسکے پاس جا کر تنگ کر چکے تھے۔ جس میں زیادہ بنگالی مسلمان تھے۔ کلرک مجکو ٹالنا چاہا۔ میں نے اپنا کارڈ پیش کیا جسکو وہ فوراً کونسل جنرل کے پاس پہنچا آیا۔

دو چار منٹ کی انتظار کے بعد مجکو اندر بلا کر کونسل جنرل صاحب بہت اچھی طرح سے پیش آئے۔ خیر و عافیت دریافت کر کے میرے حج پر مبارکباد دی۔ اور حاجیوں کی مشکلات کو میری زبانی سن کر بھیہ کہا کہ میں فوراً تمہارے اچھی حکم سن گواتا ہوں۔

حسن اتفاق سے انکے چچا جونستون ۱۹۰۰ء میں بیکن دار الخلافہ چین میں انگریزی سفیر بھیجے ہیں۔  
 اور ۱۹۰۱ء میں جاپان کے امپراطر ہو کر لوکیو گئے تھے اونکو میں جانتا تھا۔ اور بیکن میں دیکھاتا  
 یہ حال سنکر وہ بہت خوش ہوئے۔ مجھے چین کی نسبت کچھ دریافت کئے جب میں نے کہا کہ بہت روز  
 ہوئے کوئی انگریزی اخبارات مجھے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تو خود بہت سے اخبارات کو تاریخوار  
 جاکر مجھے دیا۔ جس میں ایک دربار آئرس لسٹ کا اخبار بھی تھا۔

دربار آئرس لسٹ میں دیکھ کر کہ سرویر جنرل آف انڈیا کرنل یس جی برار ڈ صاحب بہادر  
 رائل انجینیر کو اور میرے عنایت فرما کرنل ٹی۔ یف۔ بی ریننی ٹیلر رائل انجینیر صاحب بہادر کو خطاب  
 سی۔ ایس۔ ائی ملا مجھے بھی خوشی معلوم ہوئی۔ میری چہرہ کی طرف کونسل جنرل صاحب نے دیکھ کر دقت  
 کیا تو میں نے اپنی خوشی کا اظہار کیا وہ بھی بڑے خوش ہوئے۔

دوسرے ہی دن خدیویل میل کمپنی کے نام مصر سے تارا آیا کہ حاجیونکو ٹکٹ دیدو۔ یہ سننے ہی کل  
 حجاج بہت خوش ہوئے۔ مجھے فوراً تہامس کو کمپنی کے ایجنٹ نے اطلاع دی اور کہا کہ ٹکٹ لیجئے  
 بیروت سے پورٹ سعید تک درجہ دوم کا کرایہ معہ خوراک ۲ گنی یعنی ۳۰ روپیہ۔ اور ٹکٹ  
 یعنی درجہ سوم کا کرایہ ساڑھے سات روپیہ لیا گیا۔ اس کیساتھ خاص رعایت رکھی گئی کہ زائرین  
 حجاج یا فہمین اتر کر ایک ہفتہ قیام کر سکتے ہیں۔ اور دوسرے ہفتہ کے خدیویل میل میں مصر جاسکتے  
 ہیں۔ یہ رعایت بھی ابھی تھی یا فہمین ٹکٹ خرید کرنے کی زحمت سے بچے۔ ورنہ حجاج بیت المقدس  
 کی زیارت سے محروم رہ جاتے۔ ٹکٹ وغیرہ خرید کر کے میں حمام کو گیا۔

**بیروت کے حمام** | شہر بیروت میں تین حمام ہیں مگر اس میں کوئی اچھا نہیں ہے۔  
 سب معمولی ہیں۔ رجب مجیدی یعنی ۱۰ رنی کس حمام کی اجرت ہے۔ نلوت خانہ علیحدہ علیحدہ بھی ہیں۔ مشرق  
 جیسے حمام یہاں نہیں اور نہ اس طرح کا انتظام ہے۔ تاہم مسافروں کیلئے اچھے ہیں۔

## بیروت کا ناج گھر

حمام سے فارغ ہو کر مجھے یہاں کا ناچ گھر دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جس کا ذکر شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی صاحب نے بھی اپنے سفر نامہ میں کیا ہے۔ احمد الحلوانی نے مجھ کو وہ گھر بتایا یہاں کے لوگ ادس کو معنی کہتے ہیں۔ یہ کلکتہ کے میٹھی ہوز کے مانند ہے۔ نہایت نامناسب چیز ہے۔ گورنمنٹ عثمانیہ نے ایسی کارروائی کو کیونکر جاری رکھا۔ عین سڑک پر ایک نہایت عالیشان دو منزلہ مکان ہے۔ اوپر کے کمرے میں بہت سی کرسیاں بچی ہیں۔ اس میں ایک شہ نشین ہے جہاں پر بہت سی یورپین اور شامی عورات بیٹھ کر گاتی اور بجاتی ہیں۔ کچھ گا کر سب کے سب چوتھے سے نیچے اوڑھ کر کمرے میں ٹہلتی ہیں۔ نہایت معشوقانہ انداز کیساتھ لوگوں کے پاس سے گذرتی ہیں اگر کوئی چاہے تو اونکو اشائے سے بلاتا ہے تو وہ بڑے ناز و انداز سے اس کے پہلو میں آکر بیٹھ جاتی ہیں۔ نہایت بھجائی اور بے شرمی کیساتھ اختلاط شروع ہوتا ہے۔ اقسام کی چیزیں یہاں فروخت ہوتی ہیں۔ لوگ خرید کر اونکو کہلاتے پلاتے ہیں۔ ایک دوسرے کے گلے میں علانیہ باہین ڈال کر معافہ اور بوس کنار کرتے ہیں۔ غرض بھجائی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے۔ انھوں بالند میں شرور انفساؤں میں سیات اعمالنا۔

بیروت سے ۲۷ جنوری کو میں بیروت کی سیر خوب دل بہر کر گیا۔ کوئی گلی و کوچہ شہور و معروف نہیں چھوڑا۔ احمد حلوانی میرے ہمراہ رہبر ہی کا کام دیا۔ بڑا ہی نیک شخص ہے۔ اوڑھانگی پورا دیانت دار۔ روز کیشنبہ تاریخ ۹ صفر المظفر ۱۳۳۳ھ مطابق ۲۸ جنوری ۱۹۱۲ء کی صبح ۸ بجے اسباب لوکندہ کو کباب الصباح سے اٹھا کر گودی کے پاس لایا وہاں احمد حلوانی نے حاجی ابراہیم سعید کی معرفت کشتی میں چڑھا کر جہاز پر سوار کر دیا۔ گرا کیشنبہ کافی کس اسباب کے ۱۲ روپے جو کوک کمپنی کے مقابلہ میں کچھ بھی نہ تھا۔

جہاز اصوان قواعد خدیوہ کمپنی | خدیوہ کمپنی کا جہاز اصوان میں ہم سب ۹ بجے تک سوار

ہو گئے۔ درجہ دوم میں ۲۵ مسافروں کی جگہ تھی برابر ۱۰ بچے جہاز ساحل بیروت سے روانہ ہو گیا۔ درجہ دوم میں سب کمرے پُر تھے۔ ترک، عرب اور عیسائی معستورات کے سوار تھے۔ جس وقت جہاز گودی سے نکل کر سمندر میں آیا تو اس وقت بیروت اور جبل لبنان کا منظر ایسا خوشنما و دلکش معلوم ہوتا رہا کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ مکانات عالی شان سُرخ و سفید رنگ کے دور تک کہائی دیتے رہے۔

جہاز بیروت سے یافہ تک کنارہ کنارہ پر بھی جاتا ہے۔ مشرقی کنارہ برابر نظر آتا ہے جبل لبنان کے مغربی ڈھلوان یعنی سلوپ پر ہزار ہا مکانات دکھائی دیتے ہیں۔ اگر حساب کیا جائے تو سارے لبنان میں ڈیڑھ لاکھ بچہ مکان نکلیں گے نصف سے زیادہ ارمنی اور نصارا باقی نصف میں ترک یہود عرب ہیں۔ مکانات اس قسم بنے ہیں جیسے صوبہ مدراس کے ضلع سوتھہ کنارہ میں چار کے باغیچہ والے ٹکڑے مکانات ہیں۔ جبل لبنان کا صحیح جغرافیائی نقشہ بالکل سوتھہ کنارہ اور ملیبار کے نقشون کے مانند نظر آویگا۔ مکانات ایسے ہیں جیسے آسمان پر ستارے اسی طرح لبنان پر رنگ برنگ کے مکانات ہیں۔ جہاز رسوان ۲۸۰۰ سوٹن وزنی ہے۔ فی گھنٹہ ۱۲ ناٹ کی رفتار رکھتا ہے۔ آئین درجہ اول کے ۲۳ مسافر اور درجہ دوم کے ۲۵ مسافر سوار ہو سکتے ہیں

**بریک جہزی** | خدیویل میل کے کسی جہاز میں بھی ہو اگر درجہ اول دوم کے مسافر درمیانی سٹیشن پر سفر کو توڑ کر اترنا چاہتے ہیں تو ایسا کر سکتے ہیں۔ یہ ٹکٹ کمپنی کے قواعد کے رو سے ۳ ماہ تک چل سکتا ہے مگر جہان ایسے قیام کا ارادہ ہو تو وہاں کل کے ایجنٹ یا جہاز کے ہیڈ اسٹوارڈ سے تاج لکھو الینی چاہئے۔ اگر ایک گھریا خاندان کے ۳ آدمی یا اس سے زیادہ ملکر سفر کر نیسے دس فیصدی کمیشن (یعنی ڈسکونٹ) پر ٹکٹ مل سکتا ہے۔ اگر واپسی کیساتھ لیا جائیگا تو ۲۵ فیصدی رعایت کی جائیگی خور و سال بچے ۲ سال کی عمر کے مفت اور دس برس سے چھوٹے بچے اگر ماں باپ کے ہمراہ ہوں تو نصف کرایہ۔ مگر دو بچوں کیلئے ایک پلنگ دیا جائیگا۔



جہاز سوار ہونے کے بعد اگر مسافر اپنے ٹکٹ کو اس سے بڑھ کر درجہ میں بدلوانا چاہے تو اس درجہ اور چل کر وہ ٹکٹ کا جو فرق ہے وہ کتپان جہاز کو ادا کرنے پر اعلیٰ درجہ کا ٹکٹ مل سکتا ہے۔ سوائے درجہ سوم کے اول و دوم درجہ کے ٹکٹ معہ خوراک ہی دئے جاتے ہیں بلا خوراک نہیں۔ جہاز میں درجہ اول کے مسافر و نکو ۱۰۰ درجہ دوم کو ۵۰۔ اور درجہ سوم کو ۵۰ کیلو س ماں مفت باقی کے اسباب کو کرایہ دینا پڑیگا۔ سوداگری اسباب کو سوداگرانہ نرخ سے کرایہ لیا جائیگا۔

درجہ اول و دوم کے مسافر و نکو جہاز کے میز پر کھانا ملتا ہے۔ ہندوستانی برادر و نکو لازم ہے کہ اپنے ملک کی عزت قائم رکھنے کیلئے ذرا اچھے لباس میں ٹیبل پر آنا چاہئے ورنہ ہٹوارڈ فوراً روک دیتا ہو اور کہتا ہے کہ اچھے کپڑے پہن کر آؤ۔ اچھے لباس سے بھی مراد ہے کہ عمدہ صاف ڈوپیٹہ یا ترکی ٹوپی سر پر ایک سیاہ کوٹ جسم پر اور سفید یا سیاہ تیلون یا پاجامہ یہ کافی ہے۔ بعض لوگ لنگی یا دھوتی سے اور بعض بغیر کوٹ کے ٹیبل پر چلے جاتے ہیں جس سے وہاں کے ملازم اور نکو روکتے ہیں۔ ہر کمرے میں نوکروں کو بلانے کی گھنٹی لگی ہوتی ہے۔ اوسکا بٹن دبانے سے دو منٹ کے اندر جہاز کا ملازم حاضر ہو کر جو آپ کہو گے حاضر کریگا۔

فقط ایک گھنٹہ قبل روانگی جہاز کے مسافروں کو جہاز پر سوار کرتے ہیں۔ اگر کہیں جہاز قرنطینہ میں ٹھہر لیا جائیگا تو مسافران درجہ اول و دوم کو جہاز پر ہی قرنطینہ ہوگا اس صورت میں درجہ اول کے مسافر سے ۵۰ قرش اور درجہ دوم سے ۳۰ قرش یومیہ علاوہ فیس قرنطینہ کے اور لیا جائیگا۔ آرام کر سبیاں جو اوپر ڈک کے بچھائی جاتی ہیں۔ مسافروں کی سہولیت کے لئے کپنی کے جانب سے ملتی ہیں۔

مسافت بحری	بیروت سے قسطنطنیہ ۱۲۴ میل - بیروت سے حیفا ۵۵ میل - حیفا سے جاذ
بحساب انگریزی میل	۶۰ میل - جاذ سے پورٹ سعید ۱۳۳ میل - پورٹ سعید سے اسکندریہ ۱۵۳ میل

## کرایہ خرید و بیل میل کمپنی کے جہازات کا

از	تا	درجہ اول	درجہ دوم	درجہ سوم
اسکندریہ سے	پورٹ سعید تک	۱۲۵ قرش	۹۰ قرش	۳۵ قرش
"	جافہ (یافہ)	" ۲۵۰	" ۱۸۰	" ۷۰
"	حیفا	" ۳۵۰	" ۲۶۰	" ۹۰
"	بیروت	" ۳۸۵	" ۲۹۰	" ۱۰۰
پورٹ سعید سے	جافہ	" ۱۳۵	" ۱۰۰	" ۳۵
"	حیفا	" ۲۲۵	" ۱۷۰	" ۵۵
"	بیروت	" ۲۶۰	" ۲۰۰	" ۶۵
بیروت	جافہ	" ۱۰۰	" ۸۰	" ۲۰
"	حیفا	" ۸۰	" ۵۰	" ۱۶
"	قسطنطنیہ	" ۹۲۵	" ۶۵۰	" ۱۸۰
اسکندریہ	کوستانک وائیکٹ	" ۱۲۷۵ ۸۰۰	" ۹۰۰ ۵۰۰	{ ۲۵۰ ۱۲۰
پورٹ سعید	"	" ۱۱۷۵	" ۸۲۵	" ۲۲۰
جافہ	"	" ۱۰۷۵	" ۷۵۰	" ۲۰۰
حیفا	"	" ۱۰۰۰	" ۷۰۰	" ۱۹۰

ایک قرش ۲۰ ریامہری سکے سے ۱۰ ملیم کا ہوتا ہے یعنی دس ملیم ہی ایک قرش کے لئے لگایا ہے اگر اسکو ملیم بنانا ہو تو فی قرش کو ۱۰ سے ضرب دید و تو ملیم ہو جائینگے۔ انگریزی پونڈ کے سو قرش لگائے گئے ہیں مثل جہان نیرا قرش ہیں او سکودش انگریزی پونڈ سمجھنا چاہئے (از خرید و بیل میل سٹیم شپ کمپنی لمیٹڈ)

## ٹائیم ٹیبل جہاز کا

بندر	آمد	روانگی
اسکندریہ قسطنطنیہ کی جانب	"	ہفتہ ۴ بجے شام
پورٹ سعید	اتوار ۹ بجے صبح	اتوار ۵ بجے شام
حافہ	پیر ۷ بجے صبح	پیر ۱ بجے دوپہر
حیفا	پیر ۶ بجے شام	پیر ۱۰ بجے رات
از قسطنطنیہ تاجیفا	اتوار ۵ بجے صبح	اتوار ۱۰ بجے رات
پورٹ سعید	منگل ۷ بجے صبح	منگل ۳ بجے شام
بیروت	منگل ۶ بجے صبح	چهار شنبہ ۱۰ بجے صبح
قسطنطنیہ	چهار شنبہ ۷ بجے صبح	یعنی برابر آٹھ روز
از قسطنطنیہ جانب اسکندریہ	"	ہفتہ ۴ بجے شام
بیروت	ہفتہ ۲ بجے دوپہر	اتوار ۱۰ بجے صبح
حافہ	پیر ۶ بجے صبح	پیر ۳ بجے شام
اسکندریہ	چهار شنبہ ۷ بجے صبح	"

جہاز اصوان میں کہانی کا انتظام عمدہ ہے۔ برابر وقت مقررہ پر کہانا۔ یا چار وغیرہ مل جاتی ہے۔ چار وقت میں سجا یا جاتا ہے (۱) صبح کو چار (۲) بار ۱ بجے کہانا (۳) چار بجے پیر چار اور ساڑھے چھ بجے شب کا کہانا دیا جاتا ہے

نکھ | جیسا میں اوپر لکھ آیا ہوں کہ جہاز اصوان ۱۰ بجے بیروت سے روانہ ہوا۔ ۳ بجے دوپہر کے بعد اوس مشہور و معروف مقام کے قریب آیا جو روئے زمین کے مسلمانوں کے نزدیک عموماً اور ارض

مقدس میں خصوصاً بڑی شہرت حاصل کیا ہو۔ جہاں پر اسلامی ہیرو و فاتح بیت المقدس سلطان صلاح الدین ایوب رحمۃ اللہ علیہ کے کارنامے ہنوز نجم آسمان کی طرح صفحہ قرطاس پر چمک رہے ہیں۔ عکہ کے ارد گرد ۶ میل تک میدان وسیع اور کسرت ہے جس میں ایک لاکھ سے زائد فوج زمانہ حال کی ضروریات جنگ کھسیاتہ اور ہر اور دہر پہلے کر سہا سکتی ہے۔ اس سے زائد جو تاریخ میں لکھا ہے وہ مبالغہ سے خالی نہیں ممکن ہے کہ وہ زائد فوج کا حصہ کسی اور مقام پر خمیہ زن ہوا ہو گا۔ اس میدان میں سے نہر نعمان آتی ہے۔ اسوقت عکہ میں عمارات بہت بلند و پختہ نظر آتے ہیں۔ ایک پہوے رنگ کا قلعہ دور سے دکھائی دیتا ہے۔ اور ایک سفید رنگ کا قلعہ بھی اسی کے متصل ہے یہ دونوں عکہ کی مسجدین ہیں۔ ایک قلعہ ترکی وضع کا شہر کے شمالی حصہ پر نظر آ رہا تھا جس میں بکھرا ترک فوج مقیم ہے۔ یہ بھی سنا گیا کہ ترکیوں کا بندوبست یہاں بہت اچھا ہے توپ خانہ کیا ولری، فیلڈ باٹری وغیرہ سب نئے سامان سے مسلح ہیں۔

ایک گرجا کا بلند کلیسہ بھی نظر آ رہا تھا۔ شہر کے ارد گرد مسر و صنوبر کے درخت بکثرت دکھائی دیے تھے۔ شہر کے اندر بھی درخت ہیں جبل کا رمل کا منظر جانب شرق نہایت خوشنما دکھائی دیتا ہے۔ شہر کی آبادی اسوقت ۵ ہزار کے قریب ہے جس میں ۷ سو نضارا اور باقی مسلمان ہیں عکہ بارہویں اور تیرہویں صدی عیسوی میں بہت مشہور تھا۔ ۱۱۷۲ء میں عیسائیوں کے قبضہ میں آکر ۱۱۸۷ء تک ان کے ہی تصرف میں رہا۔ اسوقت یہ شاہان بیت المقدس کا شاہی سکونت گاہ اور بندر تھا۔ ۱۱۸۷ء میں سلطان صلاح الدین فاتح اعظم نے اسکو لے لیا مگر ۱۱۹۱ء میں سلطان صلاح الدین سے پہر عیسائیوں نے لے لیا جو ۱۲۹۱ء تک ان ہی کے قبضہ میں رہا۔ اسوقت شہر کے شمالی حصہ پر زیادہ آبادی ہو گئی۔ پہر سلماؤن کے قبضہ میں جو شاہان مصر تھے آگیا۔ سلطان ابن کلاؤن کے زمانہ میں ۶۰ ہزار نضار و نکو بطور غلاموں کے بیچا گیا ۱۷۹۹ء میں نپولین بونا پارٹ نے عکہ کا محاصرہ کر لیا تب انگریزوں نے سرولیم سنڈنی کے زیر کماند بہت سی فوج سے نپولین کو روکا ۱۸۴۳ء میں چارلس



ناپیر نے ترکیوں کی حمایت میں اس شہر کو فتح کر کے مصریوں سے ہمیشہ کیلئے آزاد کر دیا۔ اسوقت سے اب تک شہر پر ترکی قبضہ ہے۔

موجودہ مسجد جو شہر کے درمیان نظر آتی ہے وہ قدیم کلیسہ سینٹ جان کا ہے۔ اس پر ہمیشہ سلاطین یورپ کی نظروں لگی تھیں۔ ابن بطوطہ اپنے سفر نامہ میں ایک اور بات لکھتا ہے کہ عکہ کے جانب شرق ایک چشمہ جس کا نام عین البقر ہے۔ مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو اسلئے اس چشمہ سے گائے نکالی تھی۔ اس چشمہ میں سٹرمیان بنی ہوئی ہیں۔ ایک قدیم مسجد بھی اب صرف اس کا محراب باقی ہے۔ اگرچہ عکہ خود بھی ساحل بحر پر واقع ہے۔ مگر کچھ عرصہ سے گورنمنٹ عثمانیہ نے کسی خاص بنا پر یہ انتظام کر رکھا ہے کہ عکہ جانے والے مسافر بھی حیفاہی میں اتر کر وہاں سے بذریعہ گاڑیوں کے جائیں جو پانچ یا چھ میل کے فاصلہ پر جانب شمال واقع ہے۔ سمندر کے کنارے نہایت عمدہ ٹرک بنی ہے جس پر دن بھر گاڑیوں کی آمد و رفت لگی رہتی ہے۔

اسوقت گورنمنٹ عثمانیہ نے اپنے جلاوطن مجرموں کو یہاں رکھتی ہے۔ اور اس شہر میں فرقہ بابیہ کے لوگ بکثرت آباد ہیں۔ ان کا پیشوا بھی اسی مقام میں رہتا ہے۔

**حیفہ** | جہاز اصوان برابر سوا چار بجے عصر کے وقت بندر گاہ حیفہ پر لنگر زن ہوا۔ حیفہ ایک ایسا مقام ہے جہاں قدرت نے ساحل پر ایک قدرتی گودی بنا رکھی ہے۔ جیل کارمل کے شمالی ڈھلوان کے نیچے شہر آباد ہے اور اوپر پہاڑ کی چوٹیوں پر ترکی قلعے اور باٹریاں ہیں۔ شہر اوسط درجہ کا دکھائی دیتا ہے۔ حجاز ریلوے کا ہیڈ کوارٹر ہونیکی وجہ سے اسکی رونق اور دو بالا ہو گئی ہے۔ ایک معمولی مسجد بھی ہے۔ اس شہر کے غربی حصہ میں عیسائی اور شرقی حصہ میں ترک و عرب رہتے ہیں۔ کشتی کا کرایہ آمد و رفت کیلئے یکرو پیہم رہتے ہیں۔ چار گھنٹے جہاز یہاں ٹہرتا ہے۔ حجازی ریلوے اسٹیشن دریا کے کنارے ہے۔ بوجہ آخری ہونے کے بڑا ہے۔ چند گاڑیاں اور انجن ہمیشہ ریزرو رکھتے ہیں۔ حیفہ کا بندر تلام

میں مشہور اور خشکی تک کا حصہ خطرناک ہونے میں زبان زد ہے۔ اگر ہوا تند ہو تو سمندر میں موجوں کی تہیٹروں سے مسافر پریشان ہو جاتا ہے اور خود ملاح گھبرا جاتے ہیں اور بعض وقت جہاز بھی لنگر نہیں دیتا ہے۔ اور یہی حال یافہ بندر کا ہے۔ حیفہ کی آبادی ۶۱ ہزار کے قریب ہے۔ جس میں زیادہ تر نصاریٰ ہیں۔ آجکل جرمنوں کی آبادی بھی روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ ہوٹل اور لوکنڈے یہاں بھی ہیں ہوٹل کا ریل ٹیو ہوٹل۔ بہت مصفا ہوٹل ہیں ان میں خوراک بھی ملتی ہے۔ یہاں پر تجارت زیادہ تر روغن زیتون۔ تل اور انگور کی ہے۔ اور دو صابون بنانے کے کارخانہ موجود ہیں۔

نصف گنٹھ کی راہ پر پہاڑ کی چوٹی پر ایک مقام کارمیل اسٹ مونا سٹری کے نام سے مشہور اور قابل دید ہے۔ اس مقام کو نیپولین غصے نے ۱۷۹۹ء میں شفا خانہ بنایا تھا جسکو ترکوں نے ۱۸۲۱ء میں مسمار کر دیا۔ مگر اب دوبارہ تعمیر کیا گیا۔

پہاڑ سے قرب وجوار کا منظر نہایت دل فریب نظر آتا ہے۔ اور اس کے سبزہ زار رات دکھو ہا لیتے ہیں۔ بیروت و دمشق کو نہیں جانے والے حجاج جو براہ سویز حیفہ و بیت المقدس ہوتے ہوئے یہاں آکر اور جاتے ہیں۔ یہاں سے حجاز ریلوے کے ذریعہ درعا پہنچ کر وہاں سے مدینہ منورہ داخل ہو سکتے ہیں راستہ میں ایک روز کا قرنطینہ تبوک میں ہوتا ہے۔

اس مقام سے یورپین سیاح نظارہ کو ۶ گھنٹوں میں اور جبل تبور کو ۳ گھنٹوں میں جاتی ہیں دونوں جگہ پر یورپین ہوٹل موجود ہیں۔ گاڑی کا کرایہ نظارہ تک ۲۰ سے ۳۰ فرانک اور عکہ کو آمد و رفت کیلئے ۵ فرانک تک لیتے ہیں۔

حیفہ و درعا کی حجاز ریلوے کی شاخ

حیفہ سے درعا ۶۲ کیلو میٹر یا ۱۰۹ میل انگریزی ہے۔ کل چھوٹے بڑے ۱۵ اسٹیشن ہیں۔ حیفہ۔ تل الشام۔ عفولہ۔ شطہ۔ بیسان۔ جسر ساخ۔ الحامی۔ وادی کلیہ۔ شجرہ۔ التارن۔ زیزون۔ تل الشہاب۔ مزیرب۔ درعا۔

اس رستہ میں نہایت عمدہ منظر دکھائی دیتا ہے۔ الحامہ یا الحتمی میں رومیوں کا قدیم گرم حمام اور تماشہ گھوڑا  
قدیم قبور و نشانات ابھی تک دکھائی دیتے ہیں۔ اس کا چشمہ دریاے یارموک کے شمالی پار ہونے کی بنا پر  
ہے۔ اور پانی کی حرارت ۱۲۰ درجہ فارن ہیت ہے۔ آئین گندگ بہرا ہوا ہے۔ اس چشمہ پر ہزار ہا  
بیمار آکر غسل کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس پانی کو غسل کر نیسے امراض جلد کو بہت فائدہ ہوتا ہے۔ یہ مقام  
ام فیس سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ الحامہ سے جوندی جوڑوان والی میں ایک تنگ دے  
سے گزر کر جاتی ہے۔ اور دریاے گیالی لی کو آسمان پر ملتی ہے۔ ریل کی لائن دریاے یارموک کو دو  
وقت پار ہو کر وادی جوڑوان میں جبر الحجام کے نزدیک چلے جاتی ہے۔ جہاں ایک مختصر اسٹیشن ہے  
وہاں سے سرسبز و شاداب میدان میں سے گزرتی ہوئی بیسان کو آتی ہے۔ بیسان سو وادی  
جوڑوان کا منظر بخوبی دکھائی دیتا ہے۔ بیسان قدیم زمانہ میں بہت آباد تھا اب اُجڑ گیا اسکے کھنڈرات  
اس وقت بھی دو میل تک پہلے ہوئے ہیں۔ اس وقت ۶۰ یا ۷۰ گھر کے قریب ہیں۔ کھنڈرات میں بھی  
ایک قدیم رومیوں کا گرجا اور تماشہ گھر کے نشان پائے جاتے ہیں۔

بیسان سے ریل پہاڑ پر چڑھتی ہوئی اسٹیشن عقولہ پر پہنچتی ہے۔ جہاں چاہ پھروڈ  
ہے۔ عقولہ مجاہدین بیت المقدس کا جامی پناہ تھا۔ یہاں پر نپولین نے ۱۷۹۹ء میں جنگ تہور  
میں عربوں کیساتھ لڑائی کی تھی۔ اس مقام سے جیسے ریل گزرتی ہے۔ جانب شمال نہایت خوشنما  
منظر دریاے گیالی لی اور اوسکے ارد گرد کے پہاڑوں کا۔ جانب شمال مشرق تہور کا۔ اور جبل کاریہ کا  
جانب جنوب دکھائی دیتا ہے۔ بعد میں جبل کاریہ پر نظر آتی ہے۔ بعد عبور کرنے دریاے کشن کے  
شمالی رخ پہاڑ کے دامن سے دو ترک گزر کر حیفاد داخل ہوتی ہے۔ اس لائن کے نہونے سے حرمِ ثلاثہ  
کے زائرین کو فقط چند گھنٹوں کا بھری سفر طے کرنے کے بعد زیارت قدس شریف میسر ہو سکتی ہو۔  
حیفاد سے روانگی [جہاز اصوان حیفاد سے ۱۰ بجے شب کے لنگر اوٹھا کر اپنی معمولی سے رفتار

سے یافذ کے نزدیک ۴ بجے صبح کے آگیا۔ اندھیرا ہونے کی وجہ سے۔

**بندر یافذ** | آہستہ آہستہ نازک خرامی سے سمندر میں گشت کرتا ہوا برابر صبح کے ۶ بجے بندر یافذ میں داخل ہو گیا۔ یافذ کا بندر دور سے دکھائی دیتا ہے۔ سب سے پہلی عمارت جو نظر آتی ہے وہ جامع مسجد کا مینار ہے۔ اور دو ایک مینار بھی دکھائی دیتے ہیں۔

جہاز کے لنگر انداز ہوتے ہی کشتی بان متعدد کشتیان لئے ہوئے جہاز کے نزدیک آپہونچے حاجی درویش کی معرفت میں نے اپنا سامان وغیرہ کشتی میں اتار کر شہر یافذ میں داخل ہو گیا۔ کرایہ کشتی سامان آمد و رفت کیلئے ۲ روپیہ ۸ مقرر ہے۔ اس محنت اور تکلیف کو خیال کرتے ہوئے کچھ بھی نہیں اسی وقت آمد و رفت کیلئے تہا مس کوک اینڈ کمپنی ۹ روپیہ لیتی ہے۔ اگر حجاج بنظر انصاف دیکھیں گے تو آمد و رفت کا کرایہ ایسے سمندر میں جہان طلاطم کا اس قدر زور و شور ہے اگر ایک اشرفی بھی دین تو بہت کم ہے ۲ روپیہ ۸ میں جہاز سے سامان کو اتار کر پہر کشتی سے جنگلی خانہ کو لیجانا۔ اور وہاں سے جہان آپکا مقام ہو پہونچانا پہر وہاں سے ریل اسٹیشن تک لیجا کر ریل پر چڑھنا اور جب آپ بیت المقدس سے واپس ہونے پر پہر یہ سب مقامات میں طے کر کر جہاز پر سوار کرنا کچھ آسان کام نہیں ہے اس قدر محنت پر غریب مہمان نواز حاجی درویش فقط ایک مجیدی یعنی ۲ روپیہ ۸ لیتا ہے بہتی یار لگون این اس قدر محنت کو دس روپیہ کم ہرگز نہیں لینگے۔ دور کیوں جاتے ہو اسی مقام میں دو سکرٹیکہ دار ۹ روپیہ لیتے ہیں۔ اگر اسکا نصف بھی حاجی درویش کو دیدیا جاوے گا تو ایک مسلمان کی بہتری ہوگی۔ حاجی درویش بہت نیک نیت اور مہمان نواز شخص ہے۔ اگر اپنا کوئی فالتو اسباب جب کو بیت المقدس لیجانا ہو اس کے پاس رکھ دو تو نہایت خبرداری سے رکھتا ہے حاجی درویش کی امداد ہر ایک ہندوستانی کیلئے ضروری ہے۔ اگر اور زیادہ آرام کی ضرورت ہو تو حاجی ابراہیم عبدالقادر انصاری دلیل القدس کو تار کر کے بلا سکتے ہیں۔ افسوس کہ ہمارا



ہیوٹن دوست شیخ عبدالقادر مداحی کو کسی ہندوستانی ظالم نے شہید کر ڈالا۔ ورنہ وہ اسکام کو انجام دیتا رہے۔ میری راجیو مین حاجی درویش ہی یہ سب کام کر لیا کریگا۔

**یافہ اور اسکی مجموعی حالت** | یافہ مین ہوٹل اور لوکنڈے بکثرت ہین۔ یورپین ہوٹلون مین ہوٹل ہیرو سلم بندر سے ۱۰ منٹ کے راستہ پر واقع ہے نہایت مصفا اور اعلیٰ درجہ کا انتظام ہے

کمرے ہوا دار فرش وغیرہ عمدہ ہے۔ علاوہ اسکے لوکنڈے بھی عمدہ ہین لوکنڈو نکا کرایہ ۱۰ سے ۱۲ ترک یومیہ ہے جنمیں خوراک شامل نہیں۔ گزارے کیلئے بہت عمدہ ہین۔ بستر وغیرہ کی ضرورت نہیں مالک ہوٹل یا لوکنڈہ عمدہ بستر و تکیہ وغیرہ دیتے ہین۔ کبانانگریزی طریقہ کا کسی رستورنٹ مین کبانے سے نصف مجیدی سے ایک مجیدی تک بہت عمدہ ملتا ہے۔ اگر اسلامی کبانے کی دوکانون مین کبانے و گے تو ۱۰ سے یکروپیہ تک عمدہ کئے قسّم کبانے ملجاتے ہین۔

یافہ مین انگریزی، روسی، جرمنی، آسٹروی فرنج ڈاکخانجات گودی کے نزدیک اور ترکی ڈاکخانہ بوسٹرس گلی مین واقع ہین۔ تیار براہ مصر یا براہ ترکی جاسکتا ہے۔ براہ ترکی محصول ارزان اور براہ مصر محصول زیادہ ہے۔ ریلوے سٹیشن شہر سے باہر جرمن نوآبادی کے متصل ہے۔ روزانہ ایک گاڑی جاتی اور ایک گاڑی آتی ہے۔ فاصلہ بیت المقدس تک ۵۴ میل انگریزی ہے۔ شہر پندرہ صدی عیسوی سے قبل کابنا ہے۔ جو اسوقت کنعانیون کا بندر کہلاتا تھا۔ سلیمان کی وقت شاہ ہیرام نے صنوبر چمپیر کے درخت بیت المقدس کی عمارت کیلئے اسہی مقام کے ذریعہ روانہ کئے تھے۔ یہ درخت بعلبک کے نزدیک سے طرابلس شام کو گئے اور وہاں سے ہمندر کے کنائے کنائے بانی مین یافہ تک لاکرا سنی شہر سے آگے بیت المقدس کو روانہ کئے گئے۔

آخری یہودیونکی جنگ مین ۸۰ ہزار باشندے یہان کے قربان کئے گئے۔ اور مجاہدین بیت المقدس کی صلیبی لڑائیون کو وقت تو یافہ بالکل اُٹھ گیا تھا کوئی گھر باقی نہ تھا ڈیرون مین لوگ گزارا کر رہے تھے

۱۷۹۹ء میں فرانسیسیوں نے اسپر قبضہ کر لیا۔ اس وقت ۴۴ ہزار البانیوں کو جنھوں نے اطاعت قبول کر لی تھی عام راہ پر قتل کر دیا گیا۔

نیپولین جب اسکو چھوڑ کر پہاگنے پر مجبور ہوا تو وہ سو بیارونکو جو طاعونی شفا خانہ میں تھے حکماً زہر دیدیا گیا جس طرح یہ شہر یا ہر سے خوبصورت معلوم ہوتا ہوا اسکے برخلاف شہر کے اندر بہت غلیظ اور بالکل تنگ گلیاں ہیں۔ کچرا کوڑا جا بجا پڑا ہے۔ مکانات بے قاعدہ بنے ہیں۔ گودور سے اچھے معلوم ہوتے ہیں مگر نزدیک سے وہ بات نہیں پائی جاتی ہے۔ گدھے، بچر اور اونٹ ان تنگ گلیوں میں بہت ملتے ہیں۔ مگر کوئی موٹر کار یا موٹر سائیکل نہیں دکھائی دیتی ہے۔

موجودہ آبادی ۴۴ ہزار کے قریب ہے اور روز بروز ترقی ہوتی جاتی ہے۔ ۶ ہزار یہودی۔

۴ ہزار عیسائی اور باقی کل مسلمان ہیں

**خانقاہیں** | شہر یافتہ میں تین خانقاہ ہیں۔ پہلا اگرگ، دوسرا لائن اور تیسرا ارمنین۔ ارمنین

خانقاہ اس وقت جہاں ہے اسی پر نیپولین کے حکم سے پانچ سو طاعونی مریضوں کو زہر دیدیا گیا تھا۔

بازار یہاں کے گوشتخانہ ہیں۔ تاہم ہر ایک چیز ان میں میسر آجاتی ہے۔ میں خوب ان بازاروں کی

سیر کیا ہوں۔ ان بازاروں میں ہر ایک چیز کی علاحدہ علاحدہ دوکانیں ہیں۔ مکھن، بٹنا چا ہوا ایک ہی

دوکان سے مل سکتا ہے۔ چنے، انگور، انار، سنترہ، لیون، انجیر غرض ہر قسم کا میوہ۔ اور سبزی

میں گاجر، مولی، شلغم، بند کوئی، اور پھول کوئی، بیگن وغیرہ وغیرہ سب نہایت عمدہ اور ارزان ملتے ہیں

ملک مدرس میں بنگلہ ایک ایسی جگہ ہے کہ جہاں پر عمدہ ترکاریاں انگریزی ملتے ہیں۔ مگر میں

بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ یافتہ کی معمولی ترکاری کیسا تنگ بنگلہ کی کرشمہ شو کی (جو سال تک عمدہ طرح سے بنا کر

لاتے ہیں)، ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتے ایسی عمدہ ترکاری۔ میں نے اپنی تمام ملازمت میں کہیں نہیں دیکھا۔ البتہ

مولیان بیکین کی یافتہ سے اچھی اور بڑی ہوتی ہیں۔

یہاں ایک دروازہ ہے جو سلطان عبدالحمید خان کی جیوبلی کی یادگار میں بنایا گیا ہے اور سپر ایک کلاک ٹاور ہے جس پر ایک بہت بڑی گھڑی لگی ہے۔ روپیہ پہنانے والے ساہوکار اور میوزیشن کی دوکانیں اسہی جگہ پر ہیں۔ ایک کنواں بھی ہے جس سے پانی یہاں کی عورت لیکر جاتی ہیں۔ پہلے شہر کے اطراف شہر پناہ کی دیوار تھی۔ مگر گورنمنٹ عثمانیہ کے حکم سے اسکو توڑ کر اس کے پتھر مکانوں کی تعمیر کیلئے فروخت کر دئے گئے۔

**مساجد یافتہ** | یافتہ میں تین مسجدیں ہیں۔ مگر کوئی اونہیں ایسی عمدہ نہیں ہے جسکا خصوصیت کہتا

ذکر کیا جائے۔ مگر جامع مسجد یہاں کی کسی قدر وسیع ہے اوسی میں ایک مدرسہ جہان لڑکے تعلیم پاتے ہیں۔ دو سکرو مسجد و نکو میں نے نہیں دیکھا ہے۔ جامع مسجد میں وضو کرنے کیلئے بڑا حوض ہے جسکے چاروں طرف پانی کی ٹوٹیاں لگی ہیں۔ مسجد محمد مغربی میں کنوین کے نزدیک جوزیتوں کا درخت ہے اوسکی نسبت یہاں کے لوگوں کا بیان ہے کہ اسکو سیدنا عیسیٰ نے لگایا تھا۔

**زیارات یافتہ** | حاجی درویش کے مکان کے متصل ایک زیارت ہے جو اولاد ابو بکر صدیق میں

سے شیخ اسلان البکری کے نام سے مشہور ہے۔ مزار حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ اور سید علمیؓ بھی

یہیں ہے۔ ایک مختصر مسجد کے صحن میں حاجی درویش نے محکوا ایک مقام بتایا اور کہا کہ یہ جانی نزول

مائدہ کی ہے جسکا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ مینے عصر کی نماز اوسی مسجد میں پڑھی۔ قبروں اور زیارتوں کا

کوئی صحیح پتہ نہیں لگتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مجاورین نے اپنی نفع کیلئے بہت سی منگھڑت زیارات بنائی ہیں

**یافتہ کی نارنگیاں** | یافتہ میں سب سے زیادہ سیاح کی نظر کشش کرنے والی چیز نارنگیوں کے

**اور میوہ جات** | باغات ہیں۔ جو بہت دور دور تک پہلے ہوئی ہیں۔ بعض رختوں میں

سینکڑوں نارنگیاں پختہ لگی رہتی ہیں۔ بعض انہیں ۱۰ سے ۱۵ انچ تک گول ہیں۔ سیاح ضرور

ان باغات کو دیکھیں۔ دو سکرو و نمین، سنترہ، انار، تربوز، انجیر اور انگور یہاں کی بہت مشہور

ہیں۔ سنا گیا کہ یافہ کے ارد گرد ان میوؤں کے ۵ سو سے زائد باغ ہیں۔ جن کا رقبہ ۴۴ سے لیکر ۱۱۰ ایکڑ تک ایک ایک باغ کا ہے۔ سو باغوں میں دو کنوئیں اور باقی سب میں ایک ایک کنواں موجود ہے۔ جس کے ذریعہ باغ میں آب رسانی کی جاتی ہے۔ نارنگیان ایک آنہ میں آٹھ یا دس ملتے ہیں اور سالانہ ممالک غیر کو بندر یافہ سے تقریباً ایک کڑوڑ بیس لاکھ سے اوپر بیچے جاتے ہیں۔

**کانسلیٹ** | یہاں ہر ایک ملک کی طرف سے کانسل یا وائس کونسل مقرر ہے۔ جو اپنی اپنی رعایا کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے۔

**مدرسہ زراعت** | یہاں ایک مدرسہ زراعت بھی ہے جس میں ۲۵۰ بڑے اسوقت مفت تعلیم پڑھ رہے ہیں۔ یہ شہر کچا نب مشرق واقع ہے۔ سیاح اس کو ضرور جا کر دیکھے اس کو بنی اسرائیلوں نے عام چندہ سے قائم کیا ہے۔ قابل دید ہے اس کا پروفیسر دیکھنے والوں کو خوشی سے ہر ایک شے سمجھاتا ہے۔

یافہ کا بندر | یافہ اور حیفہ کے بندر گاہیں طلاطم میں مشہور ہیں۔ بعض اوقات جہازات بہ سبب اور طلاطم | طوفان اور طلاطم کے ان دونوں مقامات پر لنگر نہیں دیکر بیروت یا پورٹ سعید کو چلے جاتے ہیں۔ اور بعض وقت بڑی مشکل سے لوگ اترتے ہیں۔ اسوقت اگر فی کس سہ ماہ کے ایک اشرفی تک دی جائے تو بھی بہت کم ہے۔ ایسی حالت میں بھی حاجی درویش وہی ایک مجیدی آمدور کیلئے لیتا ہے۔ دوسرا آرام اس سے کچھ بھی ملتا ہے کہ وہ افسران جنگی سے ملکر رہتا ہے جس کو باعث سامان کو بغیر کھلوائے کے بھی بسا اوقات پاس کر دیتا ہے۔ گویا کراخلاف قانون تو ضرور ہو مگر وقت کے لحاظ کرتے ہوئے ہر کوئی آرام چاہتا ہے۔ اس قدر آرام ملکر بھی ہم اس کی قدر نہ کریں تو کچھ ہماری نا تجربہ کاری کا بین ثبوت ہے۔

حاجی درویش اور حاجی عبد الحمید صاحب افغانی جو اردو اچھی طرح جانتے ہیں معہ ہرادر سلیم کے ملکر کام کرتے ہیں۔ حاجی عبد الحمید افغانی کی دوکان یافہ میں ہے وہ تہ تیغ اور دیگر چیزوں کی



تجارت کرتے ہیں۔ بہت نیک نیت اور شریف الطبع آدمی ہیں۔ مجھے انہوں نے دعوت دیکر اپنے گھر بلا یا تھا۔ اچھی حیثیت سے رہتے ہیں۔ عربی عورت سے نکاح کر لیا ہے دو ایک بچے بھی ہیں۔ انگلش وائس کونسل اور کوہربانی سے ہندوستانیوں کی آرام و امداد کیلئے مقرر کر دیا ہے۔ ورنہ زائرین کو ضرورت کی تکلیف ہوتی تھی

**یافہ میں ہندوستانی**  
**تجارت کی ضرورت**

عبد الحمید اور عبدالقادر (مقتول) کی راسی میں یافہ اور بیت المقدس میں ہندوستانیوں کی دوکانیں ضرور ہونی چاہئے۔ اس سے زائرین کی نہیں بلکہ جو تاجرون کو بہت فائدہ ہوگا۔ ان مقامات پر ضروری اسباب و ملکی تجارت کے علاوہ اگر کوئی شخص ٹھہرا رہی ہو یا لوگ کھانے کے عہدہ انتظام کیساتھ کہہ لے تو اس کو سال میں بہت فائدہ ہوگا۔ تجربہ کرنے سے پتہ لگیگا۔ مینے فقط اونکی رائے ظاہر کر دیا ہے۔ اونکی راسی میں دو ہزار گنی یعنی ۳۰ ہزار روپیہ سے اگر کام چلایا جائیگا۔ تو بہت منافع ہوگا۔ اس کیلئے پہلے دو جا کر دو چار مہینے بود و باش اختیار کر کے انتظام کر نیسے اچھا ہوگا۔ لوگ سردی اور آب و ہوا سے ڈرتے ہیں۔ کوئی خوف کی بات نہیں ہے یافہ اور حیفافہ تو گرم مقام ہیں البتہ جلنے کے موسم میں بیت المقدس سرد ہے۔ وہ بھی معمولی سردی سے زائد نہیں ہوتی۔

یافہ سے روانگی | روز شنبہ تاریخ ۱۱ صفر المنظر ۱۳۳۳ مطابق ۳۰ جنوری ۱۹۱۲ء علی الصباح

حاجی درویش کی معرفت اپنا اسباب وغیرہ یافہ اسٹیشن پر پہنچا دیا۔ فالتوسا مان حاجی درویش کے مکان پر چھوڑ دیا۔ یافہ سے دو گاڑیاں جانب قدس شریف جاتی ہیں ایک صبح ۸ بجے اور دوسری دن کو ۲ بجے۔ صبح جو گاڑی روانہ ہوتی ہے وہ ۱۲ بجے کے قریب اور ۲ بجے والی مغرب کے وقت پہنچ جاتی ہے۔ دو دن گاڑیوں میں راستہ کی سیر اچھی طرح سے ہو سکتی ہے۔ میری ہمراہ حسن اتفاق سے جناب شیخ عبدالقادر صاحب مددوسی شیخ الزاویہ ہندی تھے جن سے مجھ کو راستہ کا مفصل حال معلوم ہوا

شیخ موصوف ۸ سال سے اس ملک میں رہتے ہیں۔ اور چپہ چپہ زمین سے یہاں کے بخوبی واقف ہیں۔  
یافہ سے چلتے ہی جنوبی آبادی ملتی ہے وہ ۵ سال قبل کی ہے۔ اور جو جانب شرق نئی آبادی نظر آتی  
ہے وہ دس سال آگے کی ہے۔ عبد الحمید صاحب افغانی نے مجھے کہا کہ جو زمین آج سے دس سال  
پیشتر دو روپیہ کو ملتی تھی وہ اس وقت دو سو روپیہ کو نہیں مل سکتی ہے۔

یافہ سے گاڑی چھوڑتے ہی وہ قدرتی دلفریب منظر دکھائی دیکھا جسکو زائرین بہت غور اور  
دلچسپی سے دیکھتے جائینگے۔ وہ انگور، انجیر اور مشہور نارنگی کے باغات ہیں۔ چپہ زمین بھی ان درختوں  
سے خالی نہیں ہے۔ جہاں زمین خالی ہے وہاں گندم کی زراعت ہوتی ہے۔ کہیں سرو صنوبر کے  
درخت نظر آتے ہیں کہیں مالکان اراضی کے مکانات اپنے اپنے باغوں کے اندر بہت خوشنما دکھائی  
دیتے ہیں

**ہل جوتنے کا طریقہ** | یہاں ہل چلانے کا طریقہ ہی نرالا ہے۔ کوئی جانور اس محنت سے محروم نہیں رکھا  
جاتا۔ سینے دیکھا کہ ایک گھوڑوں کے کہیت میں ہل چل رہا تھا سب سے پہلے اونٹ

باندھا گیا۔ اوسکے بعد دو گدھے اوسکے بعد دو بیل یعنی پانچ جانوروں سے ایک ہل چلا رہے تھے  
کہیں فقط ایک اونٹ ہی سے اس خدمت کو انجام دیرا تھا۔ اور کہیں گدھا۔ اور بچر۔ یا بیل عجیب

لطف اس فرمیں آ رہا تھا جو میرا دل ہی جانتا ہے یا وہ لوگ جنکو اس مبارک سفر کا شرف حاصل ہوا ہو

**عثمانی قدس** | یہ لائن چوٹی ٹپری کی ہے۔ اور اس میں سات اسٹیشن ہیں فاصلہ ۳۵ میل  
**شریف ریلوے** | انگریزی یافہ، لہ، رملہ، مسجد، دیرابان، بیئر، قدس شریف۔ اس

لائن میں دو ہی درجہ ہیں۔ اول دوم، یافہ سے بیت المقدس تک درجہ دوم کا کرایہ تھے اور درجہ  
اول کا تھے۔ مگر زائرین کو عموماً واپسی کا ٹکٹ ملتا ہے جسکے ڈھائی مجیدی یعنی چار ہوتی ہیں  
واپسی کی مدت ۶ ماہ ہے۔ اس لائن پر انجن کو ملا کر ۵ گاڑیاں ہوتی ہیں۔ حجاز ریلوے کو نمونہ پر

گاڑیان ہیں۔ درجہ دوم کی گاڑیوں میں نصف حصہ زنانہ اور نصف مردانہ ہوتا ہے۔ یہاں اوقاف کی پابندی اور انتظام بہت اچھا ہے۔ بیروت لائین کی طرح یہاں بھی انگریزی وقت رکھا گیا ہے۔

**مقام علی** | یاد سے تھوڑی دو چکر ایک مقام ملا جسکو بزور کہتے ہیں۔ یہ گاؤں بہت قدیم ہے۔ ۱۲۰ سال قبل عیسوی تک اسکا پتہ کتب تواریخ میں ملتا ہے۔ یہاں ایک قبہ بنا ہوا ہے کہتے ہیں کہ یہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کسبی قتل پر قیام کئے تھے اسلئے بطور تبرک وہاں قبہ بنا کر قبہ علی سے موسوم کیا گیا ہے۔

زمین یاد اور لد کے مابین بالکل سہوار ہے۔ مگر کہیں کہیں ریت کے ٹیلے نظر آتے ہیں آبادی کا کوئی شمار ہی نہیں بہت سے گاؤں قریب قریب ایک دوسرے کے آباد ہیں۔

ایک اور عجیب بات یہ دیکھی گئی کہ ٹماٹر کے کہیت بوؤ گئے ہیں اور سپر چینل سینڈ (یعنی تہوہر) کے پتے جسپر کانٹے ہوتے ہیں ڈھانکے ہوئے تھے۔ میں تو اسکو توہر ہی سمجھا مگر مولوی عبدالقادر صاحب نے اسکو مصبر بتایا جسکا پھل بہت لذیذ ہوتا ہے واللہ اعلم۔ ڈکنے کا باعث یہ ہے کہ یہاں اولے بہت گرتے ہیں جس سے ٹماٹر کا درخت اور بیج خراب ہو جاتا ہے۔ اسکی حفاظت کیلئے یہ پتے ڈھانک دئے گئے ہیں۔ تین پتوں کو تین جانب سے ملا کر زمین سے ذرا اونچا کر کے رکھ دیتے ہیں۔

**مقام لڈ** | لڈ کے قریب تین مینار بڑے بڑے نظر آتے ہیں۔ اس میں ایک چوگوشہ مینارہ جو نظر آتا ہے

وہ رملہ میں ہے۔ وہی صالح پیغمبر کا مزار ہے۔ اور درمیان مینارہ عیسائیوں کے گرجا کا ہے۔ اور تیسرا جو سب سے چھوٹا ہے وہ رملہ کی مسجد کا ہے۔ لڈ کے قریب جو جنگل نظر آتا ہے وہ سب زیتون کا ہے جس درخت کی تعریف اللہ پاک نے دو یا تین جگہ اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے۔ لڈ کی مسجد نصف گرجا اور نصف مسجد ہے جو بعد فتح رملہ کے مسلمانوں نے بنایا۔ لڈ میں اسوقت بھی بہت سے نصرانی آباد ہیں۔

**بیرو جبال** | لڈ اور رملہ کے درمیان قدس شریف کو جاتے وقت دہنی طرف ایک مختصر قبہ نظر آتا ہے جو گولہ

کے درخت کے نزدیک ہے۔ اسکی نسبت یہاں کے لوگوں کا بیان ہے کہ اس کنوئین پر قرب قیامت حضرت عیسیٰ و خال لعین کو اس پر پانی پتیا ہوا یا کرا اسی مقام پر بارینگے۔ اسکو بنیر الزبیر کہتے ہیں۔ یعنی پارہ کا کنوان۔ واللہ اعلم حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کا مزار یہاں بتاتے ہیں۔ حضرت یونسؓ کی نہ تک اسی شہر لدھین رہتے تھے۔ یہ مقام یافہ سے ۷۳ منٹ کی راہ پر ہے۔

**رملہ** | لدھ سے آٹھ منٹ کے راستہ پر رملہ اسٹیشن ملتا ہے۔ یہ وہ مشہور مقام ہے جو کسی وقت شاہانِ فلسطین کا دار الخلافہ تھا۔ اسوقت یہاں پر حضرت سیدنا صالح، سیدنا روبیل علیہما السلام آرام فرما رہے تھے اکثر لوگ ان کی زیارت کو اترتے ہیں۔ مجھ کو فرصت نہ ملی افسوس رہا کہ اتر نہ سکا۔ یہاں اور بہت سے مزارات ہیں۔ ایک گنج شہید رکھی ہے۔ ابو الفضل بن ابوبکرؓ سیدنا خالد کے فرزند جنکا نام معلوم نہ ہوا۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس و عبادہ بن صامتؓ کے مزارات بھی بتاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

اسٹیشن کے قریب ایک قبرستان ہے جسکے قبور بچتے اور دو دو پتھر سرمانے اور پائنتی لگے ہیں۔ گنج شہیدان میں بکثرت قبور ہیں۔ مگر نام کسی پر نہیں ہے۔ تمام قبریں صف در صف بنے ہیں۔ اسوقت بھی رملہ ایک مختصر سا شہر ہے جس میں بچتے مکانات نظر آتے ہیں۔ اولیاء اللہ سے حضرت ابوالحسن علی بن علیؓ، ابوسعید عبدالرحمان و حیمؓ، امام نسائیؒ، ابوعبداللہ محمد البطارخیؒ، ابوالعباس احمد شہمونیؒ مدفون ہیں۔

**رملہ کا ہوٹل** | ایک انگریزی اینٹن ٹارڈس ہوٹل نہایت صاف اور ہوا دار ہے۔ ایک یاد و لوگ بھی ہیں۔ اس شہر پر مجاہدین بیت المقدس کے بہت حملے ہوئے تھے بہت دن تک شاہ فرانس اور سلطان صلاح الدین کا آماجگاہ رہا ہے

۱۷۹۹ء میں نابولین غلطی کے حملہ کی وقت اسنے اسکو اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا تھا۔ شہر کی حالت



نہایت غلیظ ہے اور یہاں کی گلیوں میں پہرنے کو جی نہیں چاہتا۔ یہاں پر امراض چشم کی بیماری زیادہ ہوتی ہے۔ جس مسجد کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ جہاں صالح علیہ السلام کی قبر ہے وہ وقت آنچری ہوئی ہے۔ یہ بارہویں صدی عیسوی میں سینٹ پیری کا کلیسہ تھا۔ جسکو بعد فتح مسلمانوں نے مسجد بنالیا۔ اس میں نصاروں کو بہت کم جانے دیتے ہیں۔ اسکا مینار چھ گوشہ مگر نہایت خوبصورت ہے۔ ہر ایک سیاح کو اسپر چرچر دیکھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ۱۲۰ زمینوں کو چڑھنے سے اوپر پہنچ سکتے ہیں۔ پٹریمیان اسوقت تک اچھی حالت میں ہیں۔ اور اوپر سے جو منظر زمین اور اوسکے ارد گرد کا دکھائی دیتا ہے وہ ایسا دلکش اور خوشنما ہے جسکا بیان نہیں ہو سکتا۔ زمین سیاح کے آگے ایسی نظر آتی ہے جیسا کوئی نقشہ کچا کر دیکھتا ہے۔ چاروں طرف دور دور تک کا منظر بخوبی دکھائی دیتا ہے۔ مجھے بیت المقدس سے واپس ہوتے ہوئے اسپر چرچر ہنسنے کا اتفاق ہوا تھا۔ یہاں کی سنیری کو میں کسی صورت سے ناظرین کے آگے پیش نہیں کر سکتا ہوں۔

**مسجد**

رہ سے ریل جانب جنوب جاتی ہے اور ۱۲ منٹ کے بعد ایک قریہ فحانہ ملتا ہے۔ ۳۳ منٹ کے بعد ریل سے چلکر اسٹیشن مسجد ملا جہاں سے ریل جانب شرق گہوم گئی۔ جہاں سے گاڑی عین شام میں گذرتی ہے۔ یہاں پہاڑ پر ایک قہ نظر آتا ہے جسکو شیخ ابو منیر ارکامرا بتاتی ہیں۔ اسٹیشن دیرآبان ۳ میل کے فاصلہ پر اسی نام کے گاؤں سے واقع ہے۔ ۲۵ منٹ کا راستہ مسجد سے ریل کا ہے۔ یہ وادی متلک پر واقع ہے۔

دیرآبان سے گاڑی جانب شرق پھرون کے پہاڑ اور ڈرون میں ہوتی جاتی ہے اور یہاں سے پہاڑ کی چڑھائی بھی شروع ہو جاتی ہے۔ ایک پہاڑ پر جو بہت اونچا اور تپھر بلا ہے کسی بزرگ کا مزار نظر آتا ہے۔ یہاں ریل بہت گہوم گہوم کر جاتی ہے۔ یہاں تپھر جگہ جگہ کاٹے گئے ہیں اور لائنیں دونوں جانب پہاڑ پر بطور دیوار کڑپتہ لگا دیا گیا ہے۔ تاکہ تپھر پہاڑ سے گر کر ریل اور ٹپری کو

نقصان نہ پہونچے۔ یہاں ریل گویا پہاڑ کے درمیان سے نکلتی ہے اور دونوں طرف دیوارِ نمائشہ اتنا قریب ہے کہ ریل کی کھڑکی سے مس کیا جاسکتا ہے۔ جگہ جگہ پر پانی کے گزرنے کیلئے پختہ نالیان بنے ہیں جس سے پانی پہاڑوں پر بہ کر گزرتا ہے۔ یہاں ریل کو بڑی حکمت سے لائے ہیں کہیں ایک بڑا غار سیدھے طرف اور کہیں بڑا پہاڑ دائیں جانب اور کہیں اسکے برعکس ملتا ہے۔ ان غاروں پر دلو ہے کے پل ہیں جس پر سے ریل گذرتی ہے۔ دیر شینج کے نزدیک ایک کسی اور ولی اللہ کا فرار ہے۔ اسکو پار ہو کر ۳۷ وین کیلوٹر کے پاس ریل کچھ پانی لینے کیلئے ٹہرتی ہے۔ اوسکے بعد ۵۸ منٹ کے گاڑی اسٹیشن بتیر پر پہونچتی ہے۔ یہ گاؤں ایک پہاڑ کی پتھر ملی جو ٹی پر واقع ہے اس میں اب کل مسلمان آباد ہیں۔

بتیر سے آگے بھی ریل کو بہت چڑھائی ملتی ہے اور یہ سلسلہ کئے فرلانگ تک قائم رہتا ہے۔ بہت آہستہ آہستہ ریل پہاڑ پر چڑھتی ہے۔ یہ پہاڑ عموماً سرسبز و شاداب ہیں۔ دور سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بہتر مخملی فرش اور پز بچھا دیا گیا ہے۔ انگو کی ہزار ہا خود رو بیلین چاروں طرف بکھری پڑی ہیں۔ اور انجیر، زیتون و شہتوت کے درخت بکثرت نظر آتے ہیں۔ یہ خطہ قدس شریف کا وہ گرد و نواح ہے جسکی شان میں اللہ جل شانہ نے اپنی برکتوں کا خزانہ بیان فرمایا ہے۔ فسیحان من بارک فی الارض لیرینا من آیاتہ ۵ بتیر سے ۳۲ منٹ کے بعد ہماری ٹرین اوس مشہور و معروف مقام پر پہونچ گئی جو اہل کتب کا مقدس منہ مقام ہے جسکو اہل اسلام بھی بعد حرمین شریفین کے اور دنیا کے مقامات سے بزرگ و برتر سمجھتے ہیں۔ اور ہمارے رہبر کامل نے ہمکو شرف بیت المقدس کا حرمین شریفین سے ایک ہی درجہ کم ہونیکا سبق دیا ہے۔ تمام دنیا میں اسلام بیت المقدس کو عزت پہری نگاہوں سے ہمیشہ اور ہر وقت دیکھتی چلی آئی ہے اور یوں ہی اسوقت تک دیکھتی چلی جائیگی جب تک مسلمانوں کے

دولن میں ایمان باقی ہے۔

گاڑی سٹیشن بیت المقدس پر پہنچتے ہی متعدد ہوٹلون اور لوکنڈون کے ملازم اپنے اپنے گاڑوں لئے ہوئے موجود رہتے ہیں۔ اگر انگریزی یا یہودی ہوٹل میں رہنا پسند کرتے ہو تو ان کے ہمراہ چلے جاؤ۔ یا نہیں تو حرم شریف کے نزدیک ایک ہندی زاویہ۔ زاویہ شیخ فرید شکر گنج کے نام سے موسوم ہے وہاں چلے جانا۔ میں اپنی اقامت قدس شریف میں زاویہ ہندی میں ہی رہا تھا جس کا ذکر علیحدہ مرقع سے کرونگا۔

جیسے ہمارا سامان وغیرہ گاڑی سے نکال کر سٹیشن کے باہر ہو تو مجھے باب الخلیل جسکو یافہ گیت کہتے ہیں نظر پڑا جسکی عمارت بلند ہے۔ تو فوراً میری دل نے مجھے کہا کہ آج ہم کہاں ہیں جہان سالہا سال انبیاء علیہا السلام کا اور اہل ایمان کا قبرستان ہے۔

جہان کلینک برون کا چوتھائی حصہ دفن ہے۔

جہان جیل ابدال کا مقام ہے۔

جہان پر وہ جنتی پتھر صخرہ شریفہ جسکی شان میں صخرہ بیت المقدس میں صخرہ الخبتہ حدیث آئی ہے جسکو وہاں کے لوگ تخت رب العالمین کہتے ہیں موجود ہے۔

جہان پر مسلمانوں کے خلیفہ دوم حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم کے ہاتھ عیسائیوں نے بشارت کے بموجب بیت المقدس کی کنجی بغیر کسی کشت و خون کے حوالہ کر دی۔

جہان آنحضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ تک آن و اذان تشریف لائے تھے۔ سبحن الذی اسری عبیدہ لیلًا من الحرام احو المسجد الاقصیٰ

الذی بادکنا حوالہ قرآن پاک کی بین دلیل ہے۔

جہان حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم علیہما السلام پیدا ہوئیں جو اب تک زیارت گاہ خلایق ہے۔

جہان کی ایک نمائندہ ایک خیرات ۲۵ ہزار نماز و خیرات کا درجہ رکھتی ہے۔

جہان کا حرم - حرمین الشریفین سے وسعت میں بڑا اور عظمت میں ایک ہی درجہ کم ہے جسکی بنا حضرت سیدنا داؤدؑ نے ڈالی جسکو اونکے نامور فرزند سلیمان علیہ السلام نے اپنے ماتحت قوی ہیکل جنان کے ذریعہ پوری کیا۔

جہان و جال العین کو حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ماریشے۔

جہان پر اکثر اوقات خضر علیہ السلام کو عبادت کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ اور آپ کے مقامات عبادت زیارت گاہ خلایق ہیں۔

جہان ابوالانبیاء حضرت سیدنا ابراہیم خلیلؑ، سیدنا اسحاق و سیدنا یعقوب و سیدنا یوسف علیہم السلام معہ اونکی حرمون کے تشریف فرما ہیں۔

جہان حضرت سیدنا داؤد حضرت سیدنا سلیمان علیہما السلام کا پائی تخت تھا۔ جہان پر مدون اونہوں نے حکومت کی تھی۔

جہان باوجود متواتر حملے واپسی بیت المقدس کیلئے عیسائیوں، یہودیوں، اور مسلمانوں کیساتھ ہوئی۔ مگر فتنائی ایزوی سے مسلمان ہی اوپر قابض ہیں اور انشاء اللہ قرب قیامت تک ایسا ہی ہوگا۔

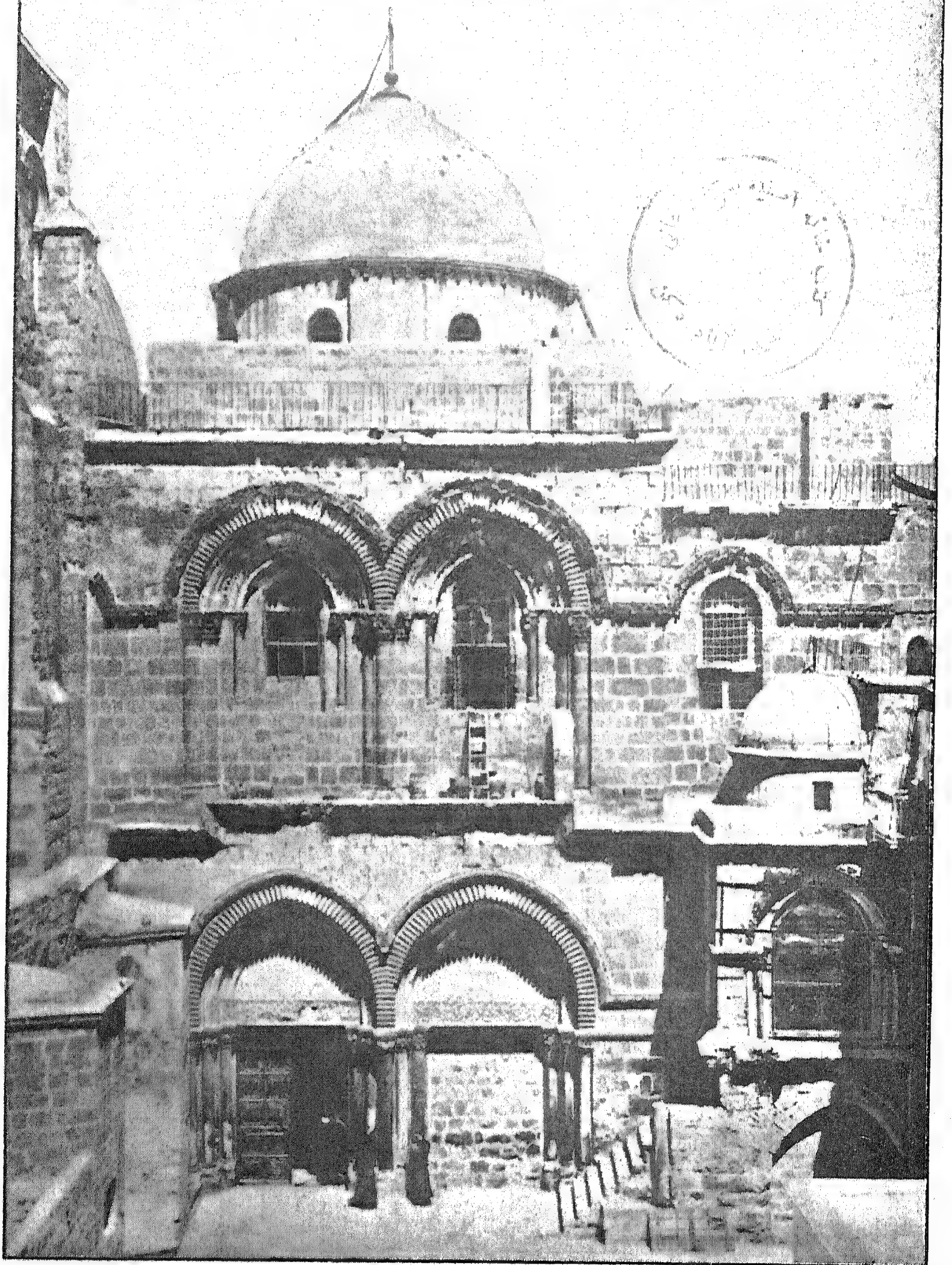
جہان کے میوہ جات کل دنی زمین پر عمدہ اور ارزان ہیں۔ جہان کا ریتون ساری دنیا میں جاتا ہے جہان ہر طرح کی دینی و دنیوی لذتیں موجود ہیں۔ جہان کا حسن اطراف عالم میں مشہور ہے۔

جہان کے حرم کے اندر وہ مقامات اب تک موجود ہیں۔ جنکی شان میں قرآن مجید کی یہ آیتیں اللہ پاک نے نازل فرمائی ہے۔ زائرین ان مقامات کی زیارت سے مستفید ہوتے ہیں۔ فضرہ بنہم

بسم اللہ باب باطنہ فیہ الرحمۃ غایہ من قبلہ الخذاب و اذ خلوا الباب سجدا و قولوا طمۃ مغفر لکم خطایکم و تنزیلہم



# بیت المقدس میں عیسائیوں کا مقدس گرجا



بیت المقدس

جیروشلم

یا قدس شریف

اس وقت روئی زمین پر از روئی عقاید اسلام صرف تین حرم ہیں پہلا حرم

محترم مکہ معظمہ کا۔ دوسرا حرم مدینہ منورہ کا اور یہ حرم سوم بیت المقدس

کا ہے۔ مسلمانوں کے علاوہ دنیا کی دو بڑی قومیں یہود و نصارا بھی اسکو

عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور اب تک یہ مقام اونکا جامی حج ہے۔

بُت پرست اقوام کے سوا کل اہل کتاب آسمانی اس مقدس مقام کی تعظیم کرتے ہیں اور دور

دور سے اسکی زیارت کیلئے اخراجات کثیر و تکالیف سفر کو برداشت کر کے آتے ہیں۔ عیسائی اسکو

ہولی لیاڈ رارض مقدس اور مسلمان قدس شریف یا بیت المقدس کہتے ہیں۔

جب سے نامور سلطان عبدالحمید خان ثانی نے حجاز ریلوے بنا کر حرم دوم کو حرم سوم سے صرف

چند گھنٹے کی بحری مسافت طے کرنے کے بعد ملا دیا ہے۔ بہت سے زائرین ہندی، بنگالی،

ترکی، شامی، روسی، پھر کسی، مصری اور مراکوی وغیرہ وغیرہ حج بیت اللہ و زیارت

روضہ رسول اللہ سے مستفید ہو کر حرم سوم اور ابوالانبیاء حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ

علیہ السلام کی زیارت کی سعادت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ اور اہل کتاب اسکی واوی بہشت

میں دفن ہونا موجب نجات خیال کرتے ہیں۔

قبل حجاز ریلوے کے اگر فی صدی پانچ حاجی اس مقدس شہر کی زیارت کو آتے تھے تو

اس وقت کم از کم فی صدی دس ضرور آتے ہیں۔ اگر گورنمنٹ عثمانیہ معان سے قدس شریف تک حجازی

ریلوے کو ملا دیگی تو اغلباً نصف حصہ حجاج کا اسہی رستہ سے اپنے وطن کو واپس ہوا کریگا۔ اگر

خدا کی مرضی سے حلب ریلوے بغداد تک پوری ہو جانے سے اور مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ

تک ریلوے کا سلسلہ مل جانے سے تقریباً دو تہائی سے زیادہ حجاج ہندی، ایرانی، افغانی،

روسی و چینی اسہی رستہ سے آیا اور جایا کریں گے۔

اہلِ اسلام اس پاک زمین کو صرف سیاحت و سیر کی نگاہ سے ندیکہین۔ بلکہ چپہ چپہ زمین پر اسکے خشوع و خضوع سے قدم ڈالتے ہوئے ادب کیساتھ سر جھکائی عاجزانہ و مستمندانہ طور پر حاضر ہوں۔

اسپر حضرت سیدنا داؤد و سیدنا سلیمان علیہما السلام جیسے جلیل القدر پیغمبروں نے و سیدنا موسیٰ و سیدنا عیسیٰ علیہما السلام جیسے محترم و برگزیدہ رسولوں نے سجدے کئے ہیں۔ ہزار ہا اہل اللہ نے اپنے اپنے زمانہ میں اس مقام کو زیارت گاہ سمجھ کر عبادات و طاعات میں اپنی عمریں گزار دیں اور اس ہی زمین میں آرام کی نیند لے رہے ہیں۔ اس پر آلِ ابراہیم کے سینکڑوں نبیوں اور سیدنا اسحاق و سیدنا یعقوب و سیدنا یوسف علیہما السلام جیسے قدسی صفات بنڈن نے سہر جھکائے اور ماتھے ٹیکے ہیں۔ سالہا سال تک خدا کی پاکباز مخلوق فقیرانہ و محتاجانہ وضع پر اس دربار میں جوق جوق حاضر ہو کر اپنی مغفرت چاہتی رہی اور صدیوں تک خداوند کریم کے نام پاک پر اپنا جان و مال قربان کرنے والے مقدس گروہ اولیاء و صلحاء و شہدائے اسکو اپنی زندگی میں بسکے بعد مرنے کے مدفن بنا کر آخرت کے ہمیشہ قائم رہنے والی نعمتوں کا بہرہ ور خزانہ بارگاہِ احدیت سے اسکے صلہ میں حاصل کیا۔

خاتم الانبیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خب معراج میں یہاں تشریف فرما کر حمد انبیاء علیہما السلام کی امامت فرمائی اور براق برق و نقار پر بہین سے عروج آسمان ہوا جبکا ذکر احادیث صحیحہ میں وارد ہے

یہ شہر مذہبی حیثیت سے دو بڑی قوموں کا قبلہ اور مدت تک معرکہ نامی سخت کا ہشتاک منظر بنا رہا تھا۔ متواتر خونریزی و سخت قتل و غارت کے بعد یکے بعد دیگرے سلطنتیں بدلتی رہیں۔ ۱۳۱۷ء میں خسرو دوم شاہ عجم نے ۲۶ ہزار یہودیوں کی مدد اور اپنی افواج قاہرہ کے زور سے



ارض مقدس پر حملہ کر کے ۹۰ ہزار باشندوں کو تہ تیغ بیدریغ کر ڈالا اور جبکہ کلیسائی نصارا کو تاخت و تاراج کر دیا۔ آخر جسوقت آفتاب اسلام نے اپنی عالمگیر روشن شمع اجلیع دنیا میں یہیلا میں پہلے حرمین شریفین کو بت پرستی سے بچا کر وحدانیت کا جلوہ دکھایا تو وہ چمکدار کرنیں آگے بڑھیں اور اس تیسرے محرم محترم کو مامون بنا کر زائرین و مطیعین کیلئے قابل اطمینان عبادت خانہ بنانے کی نیت سے بیت المقدس پر قابض ہو گئیں۔

گروہ انبیاء علیہما السلام کا آخری پیغمبر و مملکت رسالت کا آخری شہنشاہ جسکو دنیا بہر کا حاکم اور رسول مطلق بنا کر اسلئے بھیجا گیا تھا کہ ہولناک جنگ سے لرزتی اور کپکپاتی زمین کو سنبھالے بت خانوں کو عبادت خانے بنائے۔ عام خونریزی کو امن کیساتھ تبدیل کرے۔ جلالت گاہ خداوندی کو زائرین کیلئے جائے پناہ گردانے اور تمام اون مقدس مقامات کو جنہیں دینی حیثیت سے کچھ بھی شرف حاصل ہے اپنے سایہ عاطفت میں لیکر اون برکات و تجلیات سے نوازے جنکی وہ مستحق ہیں۔

**بیت المقدس** | بیت المقدس کی زیارت قدیم زمانہ میں یہود و نصارا دونوں کے عقیدے پر حملے میں واجبات سے تھی۔ چنانچہ ہر سال لکھو کہا زائرین حصول برکت کیلئے

دور و دراز کے ملکوں سے آیا کرتے تھے۔

جسوقت قسطنطین کی والدہ نے یہاں عالیشان کلیسا تعمیر کرایا یہ یہودی شہر ہونیکی بجائے خاصہ عیسائی شہر بن گیا۔ اب یہودی اپنے محترم عبادت گاہ کو یاد کر کے روتے تھے اور عیسائی اوسکے اندر کمال آزادی اور جوش و خروش کیساتھ اپنی مذہبی رسمیں بجالاتے تھے یہودیوں پر ہر طرح کا ظلم و جور ہوتا رہا۔ اوس خانہ خدا میں جہان وحدانیت کی روشنی چمکتی ہی تھی وہاں ہزار ہا مورتیں اور تصویریں پوجی جا رہی تھیں۔ اور یہودی کی حالت تھی



کہ اپنی جہت میں پروتے اور اون شرکانہ خیالات کو یاد کر کے کانپ جاتے تھے۔

آخر یہود کو اپنے صبر کی دادیوں ملی کہ:-

حضرت عمر فاروقؓ اعظم عدل حکم عہد حکومت میں جب صحابہ کالشکر جبار اکثر بلا و شام کو فتح کر چکا تو۔ امین الائمہ ابو عبیدہؓ بن الجراح سپہ سالار لشکر اسلام نے اپنے ماتحت خبر لون کو جمع کر کے شوریٰ کیا کہ آیا اب لشکر اسلام ساحل بحر المتوسط کی طرف بڑھنے یا بیت المقدس پر حملہ کرنا معاذ بن جبلؓ نے جنکا مزار مبارک اسی ملک شام کو قصبہ قیسریہ میں ہے کہا کہ بہتر ہوگا کہ آپ اس بات سے ہمیں دربار فاروقی سے حکم حاصل کریں چنانچہ امین الائمہ نے حضرت عمرؓ کو خط لکھ کر دریافت کیا عرفج بن ناصح نخعیؓ انکا خط لیکے مدینہ طیبہ میں آئے۔ اور بارگاہ خلافت میں امین الائمہ کا خط پیش کیا حضرت سیدنا عمر فاروقؓ اعظمؓ نے اپنے خاص مشیروں کو جمع کر کے وہ خط سنایا اور انکی رائے طلب کی (اسکی یہ ثابت ہے کہ اسلام نے سب سے پہلے پارلیمنٹ کی بنا ڈالی تھی اور بغیر میران پارلیمنٹ کی صلاح اور مشورہ سے کوئی ملکی معاملات فقط امیر المؤمنین ہی کے ارادے پر طے نہیں ہوتے تھے) تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا یا امیر المؤمنین آپ حکم دیجئے کہ ابو عبیدہ بیت المقدس پر حملہ کریں۔ اور بعد فتح بیت المقدس قیساریہ کا رخ کریں جو ساحل پر واقع ہے۔ میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے کہ پہلے بیت المقدس مسلمان فتح کریں گے اور قیساریہ اس کے بعد فتح ہوگا۔ اس رائی کو حضرت عمرؓ نے پسند فرمایا اور قلم دوات منگا کر ابو عبیدہؓ کو یہ خط لکھا:-

امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروقؓ	بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بندہ خدا عمر کی جانب سے بنام عامل
کاخط امین الائمہ کے نام	شام ابو عبیدہ۔ میں خدای وحدہ لا شریک کی حمد کرتا ہوں

اور اس کے نبی پر درود بھیجتا ہوں مجھے تمہارا خط ملا جس میں تم دریافت کرتے ہو کہ اب تمہیں کدھر کا رخ

کرنا چاہئے۔ رسول اللہ کے چچا زاد بھائی (علیؑ) کا انتشار یہ ہے کہ تم بیت المقدس کا ارادہ کرو جسے خدا  
تمہارے ہاتھوں سے فتح کرے گا۔ والسلام جب یہ خط ابو عبیدہ کو پہنچا تو وہ اور تمام مسلمان اس حکم پر بے انتہا  
خوش ہوئے صحابہ کو بیت المقدس کے فتح کرنے کی بڑی آرزو تھی۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ عموماً  
شہر بیت المقدس اور اس کے پُرانے معبد توحید کی قریب قریب ویسی ہی عزت کرتے تھے جیسی کہ  
حرمین شریفین کی۔ ان کا عقیدہ تھا کہ خدا کا برحق دین اور طریقہ توحید جو حضرت سیدنا آدمؑ  
کی وقت سے چلا آتا تھا۔ اور جسکی تلقین و تجدید حضرت سیدنا ابراہیمؑ، سیدنا موسیٰؑ، و سیدنا عیسیٰؑ دیگر  
انبیاء علیہم السلام نے کی تھی بھی ہمارا دین اسلام ہے۔ اور اسی کامرکزیت مای دراز تک  
بیت المقدس رہ چکا ہے۔ اور کعبہ کے قبلہ قرار پانے سے پہلے وہ اُسی کی طرف رخ کر کے تقریباً  
۷۰۰ سال پہلے نماز پڑھتے رہے۔

اس خوشی میں لشکر اسلام جانب بیت المقدس بڑھا۔ جب مجاہدین اسلام بیت المقدس کے  
دروازوں پر پہنچ گئے تو شہر والوں نے جنہیں ایک بروست رومی لٹ کر تھا۔ اور اسقفون اور  
راہبوں کی ایک کثیر جماعت موجود تھی۔ نہایت خوف کے ساتھ شہر کے دروازے بند کر دیے۔ اور شہر  
پناہ پر سے محاصرین پر تھجھک برسائے گئے۔ اس مسلسل لڑائی کو ابھی دس روز گزرے تھے کہ گیا رہوین  
دن خود ابو عبیدہؓ باقی ماندہ لٹ کر سب آگیا تھا آپہنچے۔ جنکو دیکھتے ہی مسلمانوں نے اس نور و شور  
سے نعرۃ اللہ اکبر بلند کیا کہ دشت یوشفات اور جبل موریہ و جبل زیت سے صدای بازگشت آنے  
لگی جس سے شہر بیت المقدس کے عالیشان گرجوں اور کلیساؤں میں صدائیں توحید و یرتک نہ اٹھی  
حضرت سیدنا ابو عبیدہؓ جب یہاں پہنچے ہیں تو ان کے میسرہ پر سیف اللہ خالد بن ولیدؓ  
اور سمینہ پر عبد الرحمن بن ابوبکرؓ تھے۔ عیسائیوں کا بطریق اعظم بھیہ شور و سنکر گہرا اٹھا۔ اور یہی حالت کل  
اہل شہر کی تھی۔ آخر کل مغر زین شہر اور بڑے بڑے راہب اہل رکنیہ قمامہ میں جمع ہوئے بطریق اعظم

نے لوگوں سے کہا کہ یہاں کتب قدیمہ میں لکھا ہوا موجود ہے کہ اس شہر کو مسلمان فتح کریں گے۔ اور فاتح کی علامت ٹھلیہ یہاں تختہ میں موجود ہے۔ میں شہرِ پناہ کے برج پر سے اُنکے سردار کو دیکھتا ہوں اگر وہ ہوا تو پھر لڑنا بیکار ہے ورنہ تمہارے لئے کوئی اندیشہ کی بات نہیں ہے۔ بطریق اعظم نے صاف طور پر یہ کہہ دیا تھا جو شخص اس شہر کو فتح کریگا اُسکو میں فوراً پہچان لوں گا۔ یہ کہہ کر سفرونیوس (اسقفِ عظم) ہولی سپلکس (بقولِ نصارا مقدس) سے اٹھ کر شہرِ پناہ کی برج پر آیا۔ اُسکے ہمراہ بہت بڑا مجمع تھا عیسوی راہب اُسکو حلقہ کئے ہوئے تھے۔ بڑی بڑی صلیبیں اُسکے سر پر بلند تھیں۔ ایک مترجم نے پکار کے کہا اے مسلمان لڑائی کو روکو! ہم تم سے کچھ دریافت کرنا چاہتے ہیں اور کہا کہ ہم تمہارے سردار کو دیکھنا چاہتے ہیں فوراً ابو عبیدہ سامنے آئے اور کہا کہ مسلمانوں کا سردار میں ہوں۔ سفرونیوس نے اُنکی صورت دیکھتے ہی کہا یہ وہ شخص نہیں ہے اور تم برابر لڑو۔ یہ لڑائی مسلسل چار مہینہ تک جاری رہی۔ اسی اثنا میں ایک قاصد مدینہ منورہ کو آکر حضرت امین الائمہ سیدنا ابو عبیدہ کا خط امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو دیا جس میں آپ کو بیت المقدس میں طلب کیا گیا تھا۔ آپ یہ خط دیکھتے ہی مبشورہ صحابہ کے کرام مدینہ منورہ سے جانب بیت المقدس روانہ ہوئے۔

آپ کی روانگی بالکل سیدھی سادھی تھی آپ ایک اونٹ پر سوار تھے اوس اونٹ پر آپکا مشکیزہ پانی کا اور ایک مختصر سامان بندھا ہوا تھا۔ جب آپ اس حالت سے شہرِ بیت المقدس میں داخل ہوئے تو حضرت امین الائمہ نے آپ کی آمد کی خبر عیسائیوں کے بطریق اعظم کو پہونچایا تو اوسنے آپ کو دیکھ کر فوراً

بیت المقدس | چار مہینے کے محاصرہ کے بعد بغیر کسی کان خون ظلماً بہایا جائی باسانی شہر کو  
پر حملے | ۶۳۷ء مطابق ۱۱ھ میں حوالہ کر دیا۔ اسلام کی اس ابتدائی فتح کی قوت

سے ۱۳ سو برس تک عیسائیوں کی طرف سے واپسی بیت المقدس پر متعدد حملے ہوئے۔ مگر اسلامی جہنڈا بفضل خدا اسپر لہراتا ہی رہا۔ اور انشا اللہ قرب قیامت تک ایسا ہی رہیگا۔

اسپر مختلف خاندان کے سلاطین حکومت کئے ۶۶۱ء سے ۶۳۹ء تک خلفای اُمیہ کی سلطنت رہی۔ اوسکے بعد ۹۶۹ء تک خلفای عباسیہ کے سرپرستی میں رہا۔ اوسکے بعد بنی فاطمہ کی حکومت اسپر رہی جسکا پایہ تخت شہر قاہرہ تھا۔ ۱۰۷۱ء میں ترکی سلجوقیوں نے اسپر قبضہ کر لیا۔ ۱۰۹۸ء میں دوبارہ مصریوں نے اسکو فتح کر لیا۔ اور اول جنگ صلیبی تک اونکی رہی قبضہ میں رہا۔

محاربات صلیبیں شہر بیت المقدس کی واپسی کیلئے عیسائی سلاطین یورپ کے بالاتفاق اسپر بیت سے حملے کئے۔ کبھی شیشہ برائی نام کچھ دنوں یا سالوں کیلئے عیسائیوں کے قبضہ میں بھی چلا گیا۔ مگر آخر کار خداوند تعالیٰ کی عنایت و افضال سے اسپر اسلامی پہریرا ہی لہرا رہا ہے۔ میں یہاں پر میرے معزز ناظرین کیلئے مختصر حالات و تاریخ اون صلیبی لڑائیوں کی لکھتا ہوں۔ جسکو زیادہ حالات دیکھنا ہو وہ تاریخ بیت المقدس وغیرہ میں دیکھ سکتے ہیں۔ اس شہر کی واپسی کیلئے عیسائیوں نے دس بار سخت حملے کئے۔

پہلا حملہ کل عیسائیوں نے اتفاق کر کے پیر اعظم کے ماتحت ایک لاکھ سے زائد فوج کیساتھ کیا۔ ہنوز یہ شکر ملک شام میں پہونچنے نہ پایا تھا کہ سلطان سلیمان شاہ روم نے مارکراؤ کو جیسیرے اڑا دئے۔ انسانی ہڈیوں کا انبار اس جنگ کی یادگار میں لگا دیا۔ یہ واقعہ ۱۰۹۵ء کا ہے۔ اسکے بعد ایک دوسرا لشکر گاؤ فری بوالوں کے زیر کمانڈ جمع ہو کر شہر کا محاصرہ کیا۔ اور عیسائی شہر میں گہس آئے بہت خوریزی ہوئی۔ علاوہ قتل عام کے مسجد اقصیٰ میں کئے ہزار مسلمان جو پناہ گزین تھے قتل کئے گئے۔ اس واقعہ میں تخمیناً ۷۰ ہزار مسلمان شہید ہوئے۔



اوسکے ۹۰ برس بعد تک اس شہر پر عیسائیوں کا قبضہ رہا۔ ایک مورخ لکھتا ہے کہ اس جنگ میں ایسی خونریزی ہوئی کہ مجاہدین کے گہوڑے گھٹنوں تک خون میں ڈوب گئے یہ واقعہ ۱۰۹۷ء سے ۱۰۹۹ء تک ہر دوسرا حملہ ۱۱۳۸ء میں عیسائیوں کو ملک، شام میں ہزیمت ملی مگر شہر بیت المقدس اونہی کے قبضہ میں رہا۔

تیسرا حملہ ۱۱۸۷ء مطابق ۵۸۱ھ ہجری میں امیر المومنین سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوب عیسائیوں کے مقابلہ پر آمادہ ہوا تو بیت سالشکر جمع ہو گیا۔ سلطان مدوح عکہ، بیروت، قیسیاریہ، صفوریہ اور رملہ فتح کرتا ہوا بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا۔ عیسائیوں نے امن چاہا اونہیں اس شرط پر امن دیا گیا کہ فی کس دس دینار اور فی عورت پانچ دینار اور بچوں کیلئے دو دینار جزیہ دے۔ محصورین نے فوراً اس شرط کو قبول کر کے جزیہ ادا کرنے لگے جس سے اشرفیوں کو انبار لگ گئے۔ اسوقت قبة الصخرہ پر ایک سونے کی صلیب تھی اوسکو اتار کر اسلامی نشان لگایا گیا۔ جس سے سلطان کا لقب فاتح بیت المقدس شہور ہوا۔

سلطان نے مسجد اقصیٰ کی دوبارہ تعمیر کی عیسائیوں نے جانب غرب ایک کمرہ بنایا تھا۔ اوسکو گرا دیا۔ نور الدین محمود بن زنگی نے ایک ممبر حلب میں اس نیریت سے بنوایا تھا۔ اسکو بیت المقدس میں رکھونگا۔ ممبر حلب سے سنگو اکری کہا گیا جو اب تک قائم اور موجود ہے۔

اس خبر کے سنتے ہی سلاطین یورپ نے پہرہ جہاد کے جوش میں شاہ انگلستان پیرڈاول اور شاہ فرانس فلپ گسٹس، جرمن کافر ٹیڈرک اعظم بالاتفاق بڑے لشکر جہاد کیساتھ بیت المقدس پر آئے۔ مگر اونہیں یہاں تک آنا نہ ملا عکہ ہی سے طرفین کی سخت و خوار لڑائی کے بعد سلاطین یورپ کی فوجیں مجبوراً پسپا ہو گئیں۔

اس جنگ میں سلطان صلاح الدین نے وہ فیاضی کی ہے کہ آج تک کوئی دشمن کیساتھ نکلیا

ہوگا۔ وہ یہ ہے کہ شانان یورپ اور اونکے سپاہی جو بیمار ہو گئے تھے۔ اونکے لئے برف اور انار اور دیگر سامان ضروری پہنچا اور یہ کہا کہ تندرست ہو کر مجھے لڑو تاکہ تمہارے دلون میں امان باقی نہ رہ جائے۔ آخر شکست کہا کر واپس ہو گئے۔

جو تہما حملہ ۱۱۹۵ء سے ۱۱۹۶ء میں اسکا خاتمہ ہوا۔ اسکا نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ مسلمان ہی یہاں <sup>مقتدر</sup> بر قابض رہے۔

پانچواں حملہ ۱۱۹۸ء سے ۱۲۰۲ء تک ہوتا رہا۔ نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ مسلمان ہی شہر مقدس بر قابض ہوئے۔ چھٹواں حملہ ۱۲۱۶ء میں جرمن اور ہنگریوں نے ملکر کیا اس میں عیسائی کچھ کامیاب رہے۔ شام کا کچھ حصہ اور مصر کا زیادہ حصہ عیسائیوں کے قبضہ میں آ گیا۔ مگر شہر بیت المقدس مسلمان ہی قابض رہا۔ ساتواں حملہ۔ فریڈرک دوم صیہونہ جرمینی کے ماتحت ۱۲۲۸ء میں ہوا۔ اس وقت سلطان مصر سے یہ عہد نامہ ہوا کہ عیسائیوں کو بیت المقدس میں کلیسیائیں اور نئی آبادی بنانے کیلئے اجازت عطا ہوگی۔ آٹھواں حملہ ۱۲۲۱-۲۲ء چنگیز خان بہت خونریزی کے بعد قابض ہو گیا۔ مگر تھوڑی ہی مدت بعد ۱۲۳۶ء میں مصری اور شامیوں کی مجموعی طاقت سے پہر نکال دیا گیا۔

نواں حملہ ۱۲۲۹ء میں لوئیس نہم مصر پر کیا۔ مگر اسکا نتیجہ کچھ نہ نکلا آخر کار ۱۲۵۰ء میں مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہو کر ۴ لاکھ سکے طلائی دیکر اپنی جان بچا یا۔ اور چار سال عاقربین پڑا رہنے کے بعد فرانس کو واپس ہو گیا۔

دسواں حملہ ۱۲۷۱ء میں وہی شاہ فرانس لوئیس نہم اور شاہ ایڈورڈ اول نے مصر و فلسطین پر حملہ آور ہوئے۔ کامیاب کچھ کرنے کے بعد لوئیس تو لوئس ہی میں مر گیا۔ اور شاہ ایڈورڈ ایک سال تک فلسطین میں رہ کر اپنی تجربہ کاری سے کچھ فتوحات حاصل کئے اور آپس میں عارضی صلح ہو گئی ۱۲۷۳ء میں اگر گری وہم نے جہاد کیلئے آیا مگر ناکامیاب واپس ہونا پڑا۔

اوسکے بعد اسی طرح چھوٹے چھوٹے حملے ہوتے رہے۔ ۱۲۹۱ء میں طرابلس الشام کو عیسائیوں نے لے لیا۔ اور عکہ کو اپنا جائز پناہ پکڑا۔ تقریباً سو سال تک لاطینی ملک فلسطین پر حکومت کرتے رہے۔ چودھویں اور پندرہویں صدی عیسوی میں سلاطین یورپ کی آنکھیں پھر فلسطین پر پڑنے لگیں۔ پندرہویں صدی میں مصریوں نے اور مزید رعایتیں عیسائیوں کو فلسطین میں دیدیاں ۱۵۷۷ء میں سلطان سلیم نے شام اور مصر پر قبضہ کر لیا۔ اوس تاریخ سے اب تک یہ مقدس زمین براہ رست سلطنت عثمانیہ کے زیر فرمان ہے۔

۱۷۹۹ء میں نپولین بونا پارٹ صحرائی مصر سے گزرتا ہوا۔ شام میں داخل ہو گیا۔ اوسکے ہمراہ دس ہزار لشکر جبار تھا۔ اوسنے آسانی سے العریش و غزہ پر قابض ہو گیا۔ مگر یافہ میں اوسکو سخت مقابلہ کرنا پڑا۔ ایک خوفناک انتقام لیا گیا۔ فقط شہر ہی کو نہیں چھوڑنا پڑا اوسنے مجبوراً قتل عام کرنے کے علاوہ ۴۷ ہزار قیدیوں کو جنکو امن و بچکا تھا قتل کر نیکاحم دیدیا۔ اوسکے بعد نپولین نے عکہ پر چڑھائی کی جسکا نتیجہ کچھ نہ نکلا دو مہینے تک محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ آخر مجبوراً اوسکو محاصرہ اٹھا کر واپس ہونا پڑا۔ جسوقت سرٹنی اسمتہ اپنے جہازی بیڑے کو لے کر پہنچ گیا۔

۱۸۳۲ء میں شام مصر کا ایک صوبہ بن گیا۔ ۱۸۴۰ء میں انگریزوں نے ترکیوں کی حمایت میں لڑکر دوبار عکہ اور شام و فیرہ کو ترکیوں کے قبضہ میں دلادیا۔

اسوقت سے آج تک وہاں پر مسلسل درجہ ذیل مشہور واقعات ظہور میں آئے ہیں۔

۱۸۶۰ء میں جبل لبنان کا غدر ہو کر لبنان پر فریخ قبضہ ہو گیا۔

۱۸۶۲ء میں شہنشاہ ایدورڈ ہفتم آنگھانی نے بحالت شہزادگی اس ملک کی سیاحت فرمائی۔

۱۸۶۹ء میں شہنشاہ فرانسس جوزف والی آسٹریہ نے سیاحت کی۔ اسی سال شہنشاہ فریڈرک

اول جرمنی نے بحالت شہزادگی سیاحت کی۔

۱۸۹۸ء میں قیصر جرمن ولیم دوم نے شام و فلسطین کی سیاحت فرمائی۔ اور سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس کو اپنی سیاحت کی یادگار میں نشان جرمن پیش کیا جو اسوقت مرحوم فاتح کے سرٹانے ایک طاقچہ میں رکھا ہوا ہے۔ اسوقت شام میں صوبوں پر تقسیم ہے۔ جو تین والی یعنی گوزر خزل کے زیر حکومت ہے۔ جنکا صدر مقام بیروت دمشق اور حلب ہے۔

میں اس تاریخی حالات کے بیان کرنے میں ناظرین کا بہت سا وقت لیچکا ہوں۔ اب میں اپنے سفر کے حالات بیان کرتا ہوں۔

جب ہماری ٹرین اسٹیشن بیت المقدس پر پہنچ گئی اور سامان وغیرہ باہر لا کر خیال ہوا کہ کہاں جاؤں اور کس مقام پر ٹہروں۔ آخر میں یہ فیصلہ کیا کہ کسی عیسائی ہوٹل میں ٹہرنے سے ایک اسلامی زاویہ میں ٹہرنا اس مقام پر بہت فضل ہے۔ فوراً اپنا اساتذہ شیخ عبدالقادر صاحب مدرسی کے ہمراہ زاویۃ الہند میں لیکر آگیا۔

زاویۃ الہند یہ یا تکیہ بابا	یہ زاویہ حرم شریف کے متصل واقع ہے۔ زاویہ کی مجموعی حیثیت
شیخ فرید شکر گنج کا زاویہ	ایک متوسط شخص کیلئے بہت اچھی ہے۔ شیخ الزاویہ اسوقت

شیخ عبدالقادر صاحب مدرسی تھے (افسوس کے انکو بعد میں کسی نے شہید کر دیا) خدا بخشنے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔ اب میں انکی تعریف سوائے اسکے کیا کروں کہ خداوند کریم اپنی الطاف عظیم سے انکو بخش دے بھی مری دلی دعا اور انکی تعریف ہے۔ اگر وہ زندہ رہتے تو میں برابر ایک صفحہ انکی تعریف میں لکھتا۔ واقعی وہ ایسی تعریف کے مستحق تھے۔

انہوں نے مجکو اوپر کا کمرہ جو نہایت مکلف اور سجایا ہوا ہے رہنے کو دیدیا۔ مجکو یہاں پر ہوٹل اور لوکندون سے ہزار درجہ بڑا آرام ملا۔ دو ملازم زاویہ کے اور امام مسجد ہمیشہ زائرین



کی خدمات کو موجود ہیں۔

زاویہ کی آمدنی اس وقت محدود ہے۔ اُمراء اور متوسط حجاج وزائرین کو لازم ہے کہ ضرور چلتے وقت شیخ الزاویہ کی خدمت کرے۔ اس قلیل آمدنی میں عمارت کی مرمت، قالین، پردے جو کپان، روشنی، اور پانی کا سارا بندوبست۔ دو ملازموں کی تنخواہ امام مسجد کا ماہوار اور شیخ الزاویہ کا گزارا۔ یہ سب سبھی پر موقوف ہے۔

سینکڑوں آدمی آتے اور جاتے رہتے ہیں۔ جنکو شیخ الزاویہ سے بہت آرام ملتا ہے۔ اب سنا گیا کہ ایک ہندوستانی مسافر سے آکر ہے۔ وہ بھی بہت نیک اور لائق شیخ ہیں۔ میری ایک دوست نے مجھے اونکا ذکر کیا میں اونسے بالکل ناواقف ہوں۔ خیر کچھ بھی ہو آخر ہمارا ہموطن ہی ہے یعنی ہندوستانی۔

اس زاویہ میں لوگوں سے کچھ کرایہ وغیرہ نہیں لیا جاتا ہے۔ یوں لوگ خوشی سے دیجاتے ہیں جسکا دینا ضروریات سے ہے۔

**شہر بیت المقدس** | شہر بیت المقدس کے آٹھ دروازے ہیں جنکے نام یہ ہیں۔ باب الخلیل  
کے دروازے | جسکو عیسائی یا ذکیٹ کہتے ہیں یہ جانب غربی ہے۔ باب عبد الحمید

یا باب البجدیہ شمال مغرب پر ہے۔ باب بنی داؤد جانب جنوب۔ باب المغارہ جنوب مشرق کی طرف  
باب الطہیری یعنی گولڈن گیٹ یہ بند ہے۔ باب سیدتنا مریم جانب مشرق اور باب الساحرہ و  
باب العمود (مشرق گیٹ) جانب شمال واقع ہے۔

**حرم شریف کی زیارت** | شنبہ ۱۳۳۳ھ مطابق ۳۰ جنوری ۱۹۱۲ء کو عصر کے  
اور اوسکا مفصل حال | قریب ہم اپنا اسباب وغیرہ زاویہ میں رکھ کر حرم شریف کی زیارت  
کو گئے میں اپنی ہمراہ محمد ابراہیم عبدالقادر انصاری دلیل القدس کو لیکر زیارت کیلئے گیا۔

ہزار ہزار شکر اوس پاک بے نیاز کا کہ جس نے محکومِ ثالث کی زیارت سے شرف کیا۔ عرمِ شریف کا احاطہ عرمِ اللہ اور عرمِ رسول اللہ سے بہت وسیع اور کشادہ ہے۔ اسکی دیوار کی بنا حضرت سلیمانؑ نے کی تھی۔ موجودہ دیوار کو سلطان سلیمانؑ نے ۵۴۲ھ میں بنوایا تھا۔ جسکا طول ۶۰۱ فٹ جانبِ غرب۔ اور ۵۳۰ فٹ جانبِ شرق۔ اور عرض ۱۰۲۳ فٹ جانبِ شمال۔ اور ۹۲۲ فٹ جانبِ جنوب ہے۔ جسکا رقبہ تقریباً ۳۵ مربع ایکڑ ہے۔ اسکے دس دروازے ہیں۔ بڑا دروازہ جسکو باب السلسلہ کہتے ہیں اوس سے زائرین پہلے داخل ہوتے ہیں۔ باب المغارہ، باب السکینہ یا باب السلسلہ باب الموضا، باب القطنین، باب الجدید، باب لاباصیری، باب الفوانع، غیبی دروازہ ہیں۔ باب الشرف الانبیاء یہ وہ دروازہ ہے جس سے فاتحِ عظم سیدنا عمر فاروقؓ داخل ہوئے تھے بابِ حطہ۔ باب الاسباط جسکو باب الرحمتہ بھی کہتے ہیں۔ یہ تینوں جانبِ شمال واقع ہیں۔

شرقی دروازہ کو سلطان سلیمان خان ترکی نے بند کرادیا۔ یہ دروازے ہیں۔ ایک نام باب التوبہ اور دوسرے کا باب الرحمتہ تھا۔ باب المغارہ کے پاس ایک دروازہ اور بند ہے جسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ شبِ معراج آنحضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اسہی دروازے سے عرمِ شریف میں داخل ہوئے تھے۔ واللہ اعلم

حسن اتفاق سے بانیانِ دیوارِ عرمِ شریف کا نام سلیمان ہیں۔ اول اسکی بنا حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے کی ہے جو ابھی تک باب المغارہ کے نزدیک جانبِ جنوب مشرق بناؤ سلیمانی میں بہت بڑا پتھر ۷۷ فٹ زمین سے اونچی جگہ پر نصب ہے۔ پتھر کا طول ۳۸ فٹ اور عرض ۱۱ فٹ اور موٹائی ۱۳ فٹ ہے جسکو جنوں نے دیوار میں لگایا ہے قابلِ دید ہے۔

اوسکے بعد سلطان سلیمان خان ترکی نے پوری دیوار کو تعمیر کروایا تھا۔ موجودہ دیوار سلطان

سلیمان کی بنائی ہوئی ہے نہ کہ سلیمان علیہ السلام کی۔

انسوس ہے کہ حرمِ کافرش بالکل شکستہ حالت میں ہے۔ جگہ جگہ گہاں سرا و گاہاں ہوا ہوا  
زائرین بجز قبة الصخرہ و مسجد الاقصیٰ کے کل حرم شریف کے اندر بے تکلف جوتیان پہننے چلا جاتا  
ہیں۔ یہ وہ پاک اور مقدس زمین ہے جس پر ہزاروں انبیاء علیہا السلام چلے پہرے اور اپنے مبارک  
پیشانیوں کو خدا کی عبادت میں ٹیکے ہیں۔ اگر زائرین اسکا احترام کریں تو بہت مناسب ہے۔  
کم از کم یہاں جو تون پر سلیپر لگا لینا بھی کافی ہوگا۔ یا برہنہ پیر خند قدم پتھروں پر چلکر جانے سے  
بیرون میں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔

حرم شریف کے اندر متعدد قبے ہیں جنکے نام یہ ہیں۔ قبة الصخرہ، قبة الارواح، قبة الخضر  
قبة نجم، قبة العراج، قبة السلسلہ، قبة مریم و قبة داؤد جنین ۳ مسجد کے غریب جانب ایک صف  
میں اور چوتھا جانب شمال باب الاسباط پر اور قبة الصخرہ درمیان میں اور دوسرے اور دوسرے  
صحین میں واقع ہیں۔

مزدین بیت المقدس زائرین کو اس پاک مسجد میں بابِ حطہ سے داخل کراتے ہیں۔ باب  
وہ دروازہ ہے جسکی تعریف خداوند تعالیٰ نے قرآن باری میں فرمایا ہے۔ وادخلوا الباب  
سجداً وقلوا حطة مغفر لکم خطایا کم و سنزید المحسنین۔ یہاں پر مقررہ دعا  
پڑھا کر بابِ الجنۃ سے قبة الصخرہ میں داخل کراتے ہیں۔ وہاں اگر وقت مکروہ نہ ہو تو دو رکعت تحیۃ المسجد  
ادا کریں۔ پھر کچھ دعا ضرور پڑھا دیگا۔ بابِ حطہ میں داخل ہونے کی وقت آپکو وہنی طرف ایک قبة  
دیکھائی دیگا جو قبة سلیمان کے نام سے مشہور ہے۔ جہاں حضرت سلیمانؑ کی وقت قربانی کیجاتی  
تھی تو قربانی کے جانوروں کو اس جگہ رکھ دیا جاتا تھا جسکی قربانی درگاہِ صمدیت میں قبول ہوتی  
تھی تو ایک آگ کا شعلہ آکر اوسکو اڑا لیا جاتا تھا جسکی قربانی قبول نہ ہوتی تو وہ جانور ایسا پتی پڑتا تھا۔  
باب الجنۃ کے پاس قبة الصخرہ کے اندر ایک چو گوشہ پتھر آہنی کیلون سے نصب ہے۔ ان

کیلون کی تعداد چھپیس بتائی جاتی ہے۔ مگر اس وقت تین کیلین موجود ہیں۔ اور باقی نہیں ہیں۔ مگر اونکے نشاطت نظر آرہے ہیں۔ یہاں کے مزدورون کا بیان ہے کہ جب یہ تین کیلین بھی اڑ جاوینگے تو قیامت آجائیگی۔ یہ سب اونکی بنائی ہوئی باتیں ہیں۔ قیامت کو ان کیلون سے کیا نسبت۔ غرض کچھ ہی ہوا اونکا بھی بیان ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ غار انبیاء علیہما السلام کا مونیہ ہے اسی میں حضرت سلیمان کے زمانہ میں قربانی کے جانور ذبح ہوتے رہے اور خون اس غار کے اندر چلا جاتا تھا۔ اس میں سینکڑوں انبیاء علیہما السلام دفن ہیں۔

**آبادی اور رقبہ** آبادی بیت المقدس کی تقریباً ۶۰ ہزار کے ہے۔ جس میں ۹ ہزار عیسائی

۱۳ ہزار مسلمان اور باقی یہودی ہیں، یونانی، شامی، لاطینی، آرمینین اور پروٹسٹنٹ فرقہ ہاؤ عیسائیہ کے علاوہ علیہ کلیسائیں ہیں۔ اونکے علاوہ بشپ اور پادری اپنے اپنے مذہب و جماعت کی پیشوائی کرتے ہیں۔ انکے قیام کیلئے نہایت عمدہ مکانات اونکی کلیساؤن کے نزدیک ہی ہیں۔

موجودہ شہر کا رقبہ دوسو سو ایکڑ ہے جس میں ۳۵ ایکڑ زمین حرم شریف واقع ہے۔ باقی جگہ مختلف حصوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ دو حصے عیسائیوں کے ہیں ایک میں آرمینین اور دوسرے میں کل یورپ کے عیسائی رہتے ہیں۔ نقشہ سے پورا پتہ لگے گا۔ مسلمان شمال مشرقی حصہ میں رہتے ہیں اور یہودی جنوب مشرق میں۔ اور شہر بنیہ کی دیوار کا طول چارون طرف سے تقریباً ۱۲ میل کے ہوگا۔ سارا شہر ایک پہاڑ پر بسا ہوا ہے۔ اور جس کے چارون طرف بھی پہاڑ گھیرا ہوا ہے جو چوٹی کے پہرون سے ملا ہوا ہے۔ دیوار کی اوسط بلندی ۳۵ فٹ کے قریب ہے۔ کل دیوار پر ۳۴ برجین ہیں اور آٹھ دروازے ہیں جن میں ایک بند اور سات کھلے ہیں۔

**قبة الصخرہ** حرم شریف کے احاطہ کے درمیان ایک پختہ سنگ مرمر کا جو ترہ تقریباً ۴۵ فٹ

مربع اور ۱۲ فٹ اونچا ہے۔ اوپر چڑھنے کی واسطے چارون طرف اچھی اور کشادہ پتھریاں



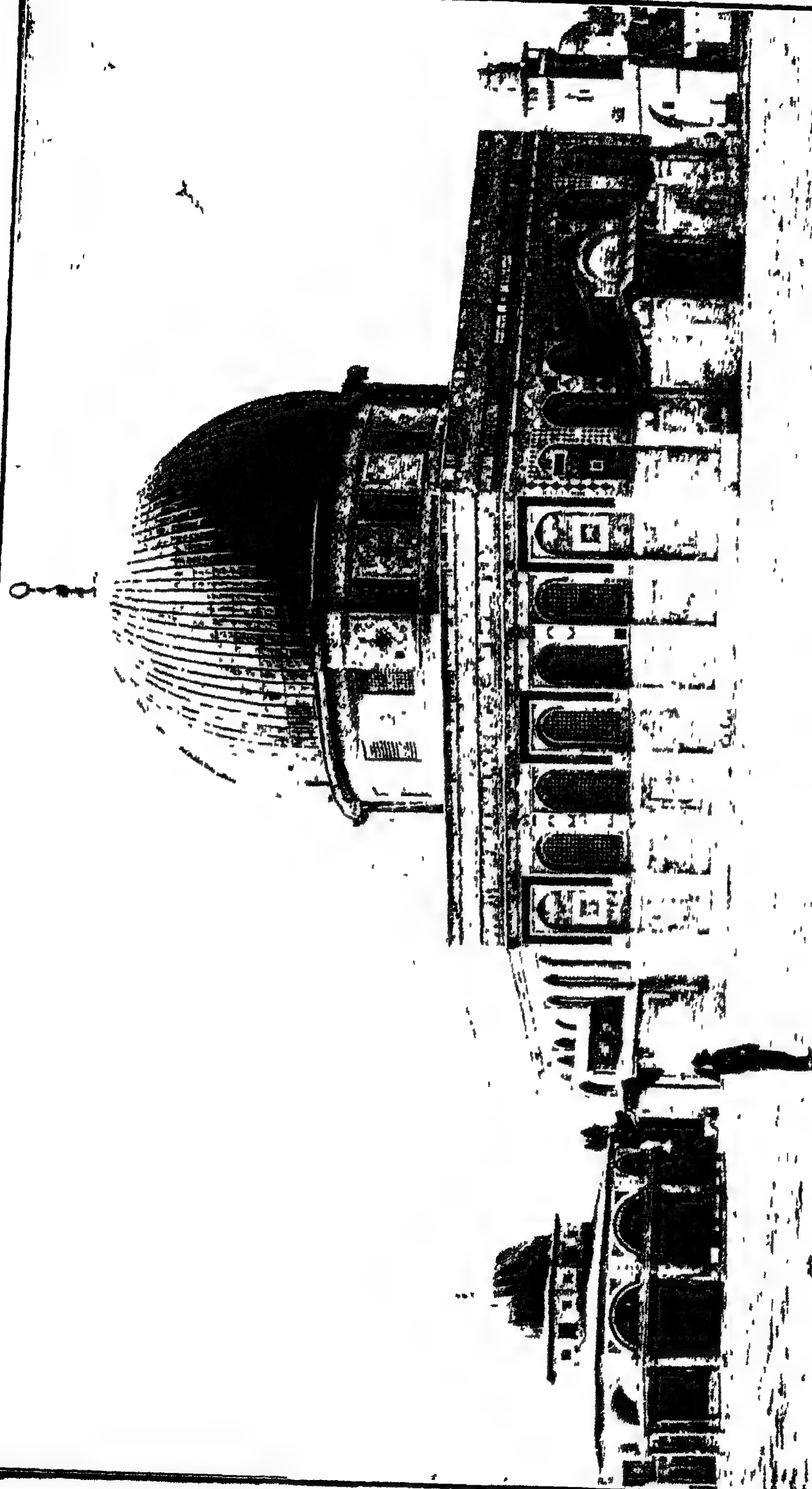
جانب مغرب تین۔ جانب شمال دو۔ جانب شرق ایک اور جانب جنوب یعنی مسجد الاقصیٰ کی طرف دو بنی ہیں۔ ہر ایک میں دس سے بارہ تک زینہ لگے ہیں۔ مینے انکو گنا نہیں۔

اسکے درمیان میں قبة الصخرہ کی مشہور و معروف عمارت بنی ہوئی ہے۔ جسکو اہل کتاب ہیکل سلیمانی کہتے ہیں۔ پہلے میں مختصر طور پر قدیم ہیکل سلیمانی کے حالات بیان کر کے بعد کو موجودہ قبة الصخرہ کا حال لکھوں گا۔

**ہیکل کی تعمیر** حضرت داؤد علیہ السلام نے منشاۃ ایزدی کو پورا کرنے کی غرض سے جبل صیون پر ایک پختہ عمارت بنانی چاہی مگر اونکو دشمنوں کے قتال و جدال سے مہلت نہ ملی مرتے وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کو وصیت کی اور وہ سب ساز و سامان جو اسکے لئے مہیا تھا اونکے حوالہ کیا۔ اور ہیکل کا نقشہ کا بھی دیا جسکے مطابق سلیمانؑ نے ہیکل بنائی۔ سلیمان نے اپنی تخت نشینی کے چوتھے سال سے ہیکل کو بنانا شروع کیا۔ بڑی گہری زمین کھدوا کر ہیکل کی بنیاد رکھی اور یہ عمارت سنگ مرمر سے تیار ہوئی تھی۔ اسکا عرض ساٹھ فٹ، طول ساٹھ فٹ، اور ساٹھ فٹ بلند تھی۔ اوسکے اوپر ایک اور مکان بطور بالاخانہ کے بنا تھا اسطرح ہیکل کی بلندی ۱۲۰ فٹ ہو گئی۔ چہت اور دیواروں کو سونے کی چادروں سے طردیا جس سے تمام ہیکل روشن ہو گئی۔ یہ ہیکل معہ ساز و سامان و نقش و نگار کے سات برس میں بن کر تیار ہوئی۔ ۳۰ ہزار آدمی جبل لبنان سے لکڑی لانے پر، ۷۰ ہزار آدمی باربرداری کے کام پر اور ۸۰ ہزار سنگ تراشی پر اور ۳۰ ہزار ان سب پر محافظ تھے۔

جب یہ ہیکل اور اوسکا سب ساز و سامان تیار ہو چکا تو حضرت سلیمانؑ نے دور و دراز سے کل بنی اسرائیل کو دعوت دیکر جمع کیا۔ اور بڑی دھوم دھام سے صندوق شہادت (تابوت کینہ) اوسکے اندر رکھا۔

مكتبة خزانة بيت المقدس



سلیمان نے چالیس برس سلطنت کر کے چورانوسے برس کی عمر میں انتقال کیا۔ اونکے بعد زمانہ زوال شروع ہو گیا۔ یعنی چند سال کے بعد سیساق شاہ مصر و سورتہ۔ ساٹھ ہزار سوار اور چار لاکھ پیادہ لیکر بیت المقدس پر چڑھ آیا۔ جس قدر سونے اور چاندی کا حساب تھا وہ لیکر لیا۔ جسکے عوض رجام بن سلیمان نے بتیل کا سامان بنا کر لگایا۔ یہ پہلی مصیبت تھی جو حضرت سلیمان کے بعد ہیکل اور حیر و سلم پر آئی۔

اوسکے بعد چار سو برس تک متعدد بادشاہ گزے جنگی بے التفاتی سے ہیکل خراب و خستہ اور بے مرست ہو گئی۔ اس عرصہ میں توریت اور تبرکات صندوق شہادت (تابوت کینہ) بھی جاتے رہے۔ مگر بادشاہ وقت یوحیا نے ہیکل کی مرست میں بہت سارے روپیہ صرف کیا۔

ہیکل کی کچھ زمانہ کے بعد یعنی ۵۸۶ قبل عیسوی میں شاہ بابل یعنی نبخت نصر نے ایک بربادی شکر جبرالیکر بیت المقدس پر چڑھ آیا شہر کو فتح کرنے کے بعد شاہ ہی خزانہ اور ہیکل کے سب سونے کے برتن و دیگر سامان کو لوٹ کر لیکر لیا۔ پہر کچھ دن بعد آکر کل شہر کو تباہ و تاراج کر کے ہیکل میں آگ لگا کر خاک کر دیا اور اوسکی بنیادوں کو اکھاڑ کر میدان بنا دیا۔ اور وہ ہیکل سلیمانی جسکا دنیا میں نظیر نہ تھا منہدم ہو گئی۔ اور کل شہر کے بازار و مکانات مسمار کر دی گئے۔ اس حساب سے ہیکل سلیمانی چار سو پندرہ برس تک قائم رہی۔

ہیکل کی دوبارہ تعمیر اس حادثہ کے سو برس بعد پہر بنی اسرائیل یہاں آباد ہوئی۔ اور دوبارہ ہیکل اور شہر کو تعمیر کیا۔ اور یہ تعمیر شاہ دارا کے حکم سے شروع ہو کر ۶ سال کے عرصے میں اسی جگہ اور اسی نمونہ پر پوری ہوئی۔ شاہ ایران کی جانب سے لکڑی اور تھوڑا کچھ ملتا تھا حضرت زکریا اور عزیر علیہما السلام بھی بہت سے ساز و سامان کیساتھ آکر اسکی تعمیر میں شریک ہوئے۔ اسکے بعد بنی اسرائیل کچھ مدت تک آرام سے رہے۔

سنت قبل عیسوی میں شاہ انیتوکس (شاہانِ انطاکیہ کا لقب) نے بہت بڑی شکر جوار کیساتھ بیت المقدس پر حملہ کر کے ہیکل کا اسبابِ تخمیناً ۴ کڑوڑاؤنٹھ لاکھ ساٹھ ہزار کی مالیت کا تہا لوٹ کر ایگیا اور ہیکل کی نہایت بے حرمتی کی۔

اسکے بعد اسی طرح سے اس شہر پر حملہ پے در پے ہوتے رہے آخر کار شاہ گونس نے سنت قبل عیسوی میں ہیکل کی تہ بارہ تعمیر کی اور پچھ تعمیر ۳۶ء میں ختم ہوئی۔ یعنی اسوقت حضرت مسیح کی عمر تیس برس کی تھی کہ یہ تعمیر مکمل ہوئی۔ اٹھارہ ہزار آدمی ۹ برس تک اس میں برابر کام کرتے رہے۔ اور جبکہ جیل موریکی چوٹی اسکی وسعت کیلئے کافی نہ ہوئی تو پہاڑی کے چاروں طرف بڑا سنگین پشتہ باندھا گیا۔ یہ بہت بلند تھا۔ خصوصاً جانب جنوب ۶ سو فٹ بلند تھا۔ احاطہ کی باہر والی دیوار اسی پشتہ پر بنی تھی۔ جسکی بلندی ۲۵ فٹ اور نصف میل کا گھیرا ہوا تھا۔

جو ہیکل کہ حضرت مسیح کے عہد میں تھی وہ بھی تھی اسی کو کسی مکرری میں حضرت مرثم ذکر کیا علیہ السلام کے پاس پرورش پائی تھی۔ اسی ہیکل میں حضرت مسیح اور انکے حواری عبادت کے لئے تشریف لایا کرتے تھے۔

اسوقت ہیرودیس اپنے باپ کا جانشین تھا۔ اسیکے حکم سے حضرت یحییٰ کا مبارک کانکر ایک طشت میں اسکے سامنے لایا گیا۔ سنت ۳۶ء میں حضرت مسیح کے بعد شہزادہ فلسطین نے بیت المقدس کا محاصرہ کر کے شہر اور ہیکل کو تباہ و تاراج کرویا۔ شہر میں خون کی دھاریں بہنے لگیں۔ شہر کی بنیادیں اوکھاڑ کر ہیکل کی بھی اینٹ سے اینٹ بکا دی گئی۔

اسوقت سے ہزاروں خلافت سیدنا عمرؓ تک کسی نے بھی ہیکل کی تعمیر نہ کیا۔ تخمیناً ۶ سو سال تک ہیکل ویسی ہی اُجاڑ پڑی رہی کچھ بنیادوں کے نشان باقی تھے۔



جب حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے شہر بیت المقدس پر قبضہ کر لیا تو عیسائیوں کے بطریق یعنی امام سے مسجد کیلئے بہتر جگہ دریافت کی تو اس نے جیل مور یہ کو دکھا کر مسجد اقصیٰ سلیمانی کو دکھایا اور کہا کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں حضرت سلیمانؑ نے ہیکل بنائی تھی۔ یہ سن کر حضرت سیدنا عمرؓ نے اقصیٰ سلیمانی کے اوپر اپنی مسجد کی بنا ڈالی جو اب تک مسجد عمرؓ کے نام سے مسجد اقصیٰ کے پاس موجود ہے۔

اب میں ناظرین کو موجودہ قبة الصخرة کی سیر کرانا چاہتا ہوں۔ یہ وہ عالیشان عمارت ہے کہ جسکو امیر المومنین خلیفہ عبد الملک ابن مروان نے اپنے عہد خلافت میں تعمیر کرایا۔ یہ عمارت ۹۲-۹۸ء میں تعمیر ہوئی۔ اسکی تعمیر میں کامل چھ سال لگے۔ یہ عمارت ہشت پہلو ہے۔ اس قبة کا ہر پہلو ۶۸ فیٹ ہے اور اس کے چار دروازے ہیں جن کے نام یہ ہیں۔ باب الجنۃ، باب الاقصیٰ، باب داؤد اور باب قربان۔ قبة کے اوپر کی جانب عمدہ قطعات عربی نہایت خوشخط سنہری حروف سے لکھے ہوئے ہیں۔ عجیب صنعت اور دستکاری سے قبة شریف رنگا گیا ہے۔

جب اسکے اندر کوئی اچانک چلا جاتا ہے تو آنکھوں میں جکا چوندا کر دو منٹ تک اندھیرا معلوم ہوتا ہے لیکن تھوڑی دیر کے بعد اس قدر روشنی معلوم ہوتی ہے کہ انسان حیران ہو جاتا ہے۔ اسکے اوپر کے دور میں ۳۶ کھڑکیاں آئینہ کی نہایت خوبصورت رنگارنگ کے شیشوں سے مزین و چمکدار ہیں۔ جنکو پندرہویں صدی عیسوی میں لگایا گیا ہے۔ موجودہ قبة ۹۸ فیٹ بلند ہے۔ اور یہ بلندی سطح چوتھرہ سے ہے۔ اس قبة کے سب سے اوپر کا دورہ ۷۵ فیٹ ہے۔ اور یہ لکڑیوں سے بنایا گیا ہے۔

سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس ۱۱۸۹ء میں اسکی تجدید کی۔ مقدس تہجر جسکی شان میں صخرة القدس من صخور الجنۃ وارد ہے۔ اس قبة کے نیچے رکھا ہوا ہے۔ وہ ایک ہی تہجر

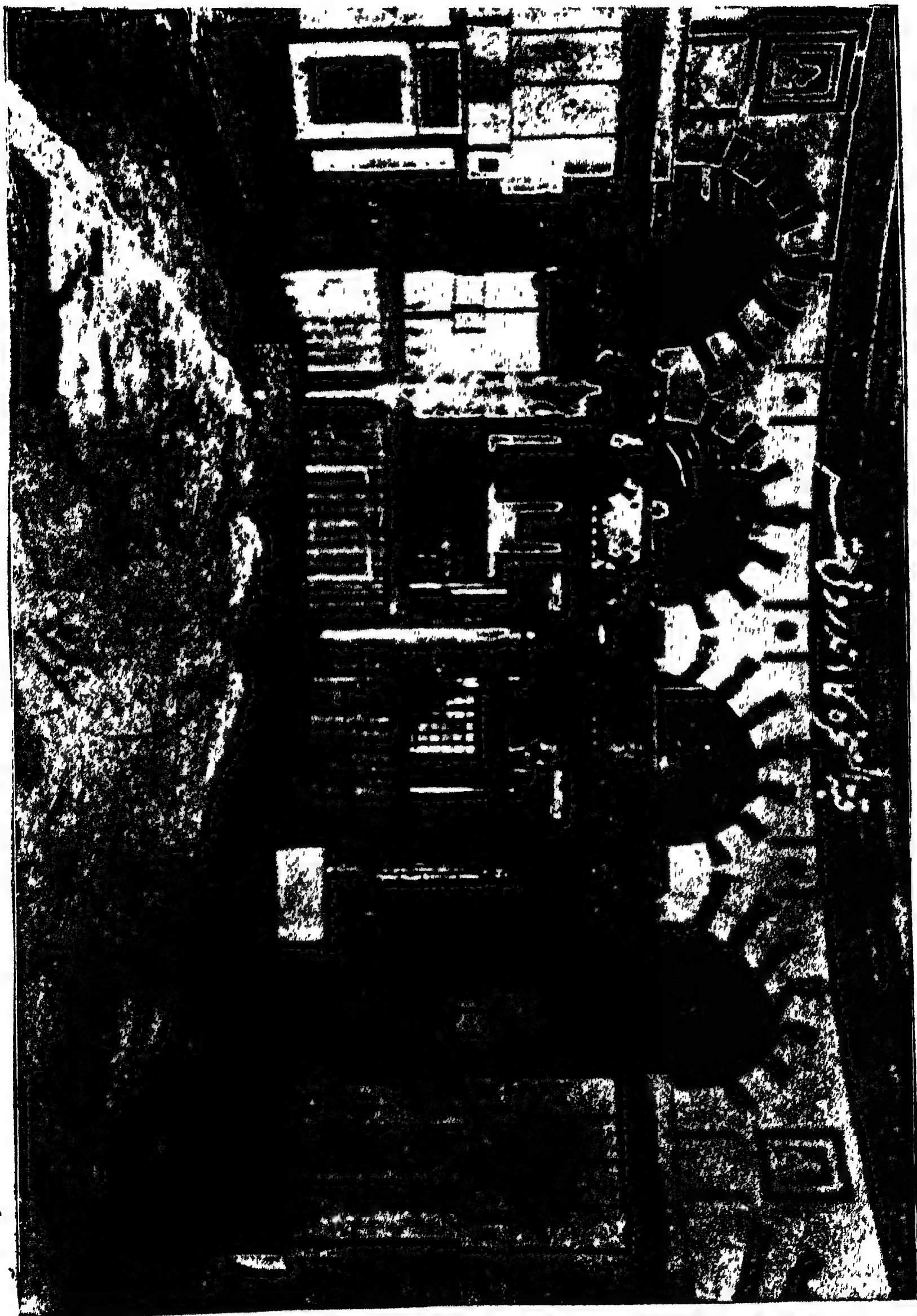
جو تقریباً ۶ فٹ لائبا۔ اور ۴ فٹ چوڑا اور ۴ فٹ ۱۰ انچ اونچا (یعنی موٹا) ہے۔ یہ  
 پیمائش سب سے بلند حصوں کی ہے۔ پتھر صاف ہین کھدرا ہے۔ اس کے اوپر سخت چھینوں کے  
 نشانات ہیں۔ اور جانب غربتین زینوں کے موافق کھدرا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اور جانب شمالی  
 ہموار ہے۔ اس کا سبب کسی کتب تاریخ میں لکھا نہیں ہے۔ تاریخ بیت المقدس میں تو اس کا ذکر  
 ہی نہیں آیا ہے۔ اس قبہ کے ستون چوتھی صدی عیسوی کو کسی مشہور کلیسا سے اکٹڑ کر لگائے گئے  
 ہیں۔ چہت اوپر سیسہ کی معلوم ہوتی ہے۔ ایسا نظر آتا ہے کہ سیسہ لگھا کر ڈالا گیا ہے۔ اس قبہ  
 کی نسبت جہدلت ثلاثہ کا اعتقاد اچھا ہے۔ کسی کو اس کے تقدس میں کلام نہیں۔ اس وقت یہ قبہ  
 ۱۶ بیش قیمت اعلیٰ سنگ مرمر کے ستونوں پر قائم ہے۔ قدرتی طور پر ستونوں میں سُرخ و سفید پیل  
 بوٹے ہیں۔ فرش اس کا بہت بیش قیمت ترکی اور ایرانی قالینوں کا ہے۔ نیچے چٹایان بچھی ہیں۔  
 اسپر قالینیں ڈالے گئے ہیں۔ جس کو سلطان عبد الحمید خان غازی کی والدہ نے بدیہ ارسال کیا تھا۔  
 ایک ایک قالین کی قیمت سنی گئی کہ ۵۰ عثمانی پونڈ کے قریب ہے۔ ایسی ۵۷ قالینیں ہیں جنکی  
 مجموعی قیمت تقریباً ایک لاکھ ۵ ہزار روپیہ ہوتی ہے

اس کے ایک جانب نشان قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور موٹی مبارک رکھے ہوئے ہیں۔ اسکو  
 شرقی جانب ایک محراب ہے جسکو محراب ادریس کہتے ہیں۔ یہاں ایک قدم کا نشان ہے اور نشان  
 پنجہ جبریل بھی موجود ہے۔

**تبرکات سلیمانی کا راز** | صخرہ کا حصار برنجی جالی سے کیا گیا ہے جس میں ایک دروازہ ہے۔

جب سے کسی جبریون نے سُرنگ لگایا ہے۔ یہ دروازہ ہمیشہ بند رکھا جاتا ہے۔ باب الجنۃ میں داخل  
 ہوتے ہی ذرا اونچے ہو کر دیکھنے سے وہ سُرنگ نظر آئیگا۔ سنا گیا کہ قدیم ایام میں یہاں کوئی راستہ  
 تھا اسی راستہ کو کتب تاریخ سے پتہ لگا کر کسی جاننے والوں نے کھودا۔ جتنی سُرنگ کھود گئی ہو وہ

# حجره شریف



مكة المكرمة

اس وقت تک کہلی پڑی ہے۔ یہ نقب تقریباً ۲۳ فیٹ لائن اور تین فیٹ چوڑی لگائی گئی تھی نقب زون کو یہاں سے کیا ملا وہ کسی کو خبر نہیں۔ زیادہ تر گمان یہی ہے کہ نقب غیر مکمل ہے۔ چورو کو جب خبر مل گئی کہ اب راز فاش ہو نیوالا ہے اور کوئی دم میں ہم پکڑے جائینگے تو جو کچھ ملایا نہ ملا لیکر فرار ہو گئے۔ لوگوں کا گمان یہی گمان ہے کہ کچھ وہاں سے ملا ہو گا۔ مگر چونکہ اس معاملہ میں تفتیش کیا گیا یہی جواب تھا کہ اس کا علم سوائی خدا کے یا اون لوگوں کے جنہوں نے کہو دا اور کسی کو معلوم نہیں ہے۔ اول تو یہی ثابت نہیں کہ اسکی اندر کیا تھا اور کیا نہ تھا پہر کیونکر قیاسی گہوڑی ڈوڑا کر جو زبان میں آیا کہ دنیا کوئی آسان بات نہیں ہے۔ تبرکات سلیمانی کی کوئی فہرست ہوتی اور پہر اوسکو دیکھا جاتا تو ضرور یہ کہنے کی جرأت تھی کہ فلاں چیز کم ہو گئی۔

اگر اوسمیں کچھ تھا جسکے کم ہونے یا نہ ہونے کا ہنوز احتمال باقی ہے تو جسکا اوسپر اس وقت مالک کا قبضہ ہے وہ اور دور تک کہو دکر علانیہ دیکھ لیتے اور اس خیالی گمان کو مہذب دنیا کے دلون سر پہلے اپنا اطمینان کر لیکر دور کر دیتے۔ جب غیروں نے ہزار ہا پونڈ خرچ کر کے اسکی جستجو کی تو جسکی ہلاکت اوسکو اپنی چیز کے دیکھنے میں کوئی مشکلات حائل ہیں۔

یہ نقب تین جگہ پر لگائی گئی ہے۔ ایک قدیم صطبل سلیمانی کے اندر۔ دوسری باہر کی جانب تیسری نقب صفحہ شریف پر۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ان نقبون کے لگانے میں ۶۰ ہزار پونڈ اؤنک صرف ہوئے۔ اوائل ۱۹۱۱ء میں ہندوستانی اخبارات میں تبرکات قدس شریف کی چوری جانے کا حال چھپا تھا۔ بعض اخباروں نے تو نہ معلوم کس بنا پر فہرست اشیاء بھی جو چوری گئی شائع کروا دیا تھا۔ اور قسم قسم کی افواہیں اسکی نسبت منسٹر ہوئی تھیں۔ مجھے ایک معتبر شخص جو اسکی حقیقت کو اچھی طرح سے جانتا ہے۔ جو اٹھارہ سال سے وہاں بود و باش اختیار کر رہا ہے اس کی نسبت اس طرح بیان کیا ہے۔



کہ چند افراد کسی یورپین سوسائٹی کے کسی طرح سے یہ معلوم کر کے کہ قدس شریف میں انبیاء علیہا السلام کا خزانہ خصوصاً حضرت داؤد اور سیدنا سلیمان علیہما السلام کے تبرکات دفن ہیں انکو کی تدبیر سے سلطان عبدالحمید خان معزول کو درخواست دی تھی۔ کہ وہ زمین جو محرم شریف کے پاس شالی اور بنجر پڑی ہے فروخت کر دیجائے۔ مگر دورانِ دیش و مسالہ فہم سلطان نے کسی مصلحت کو مد نظر رکھ کر زمین کے بیچنے سے انکار کر دیا۔ سلطان کے عزل کے بعد موقع پا کر اون لوگوں نے اس مطلوبہ زمین کو خرید لیا۔ اور کہو دنیکا کام علانیہ شروع کر دیا گیا۔

جسے مجھے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ خود وہ ہر ایک سڑنگ کے اندر گیا تھا۔ اوسکا گمان ہے کہ بجز پتھروں کے جو نقب سے نکلے ہیں اور کسی شے کا بھی اوس کے اندر سے نکلنا یا ایسا خیال کرنا کہ کچھ ملا ہوگا محض خیال ہی خیال ہے۔ کہو نے والون نے ۲۵ صندوق پتھروں سے برائے نام ہرے جس سے لوگوں کے گمان کو اور ترقی ہو گئی۔ جب انہیں وہاں کچھ نہ ملا۔ تو شیخ الحرم اور دفنی لوگوں سے ملکر آٹھ روز تک اندرونِ محرم بعد نماز عشا کے کہو واکئے۔ مگر ایسی باتیں کب تک چہی ہو سکتی ہیں پاشائی قدس شریف کو اسکی خبر لگ گئی اور یہ خبر بجلی کی طرح اس سے اس سے اس سے ہرے تک پہنچ گئی۔

نقب زون کو جب پتہ اس کا لگا تو وہ ایک اسپیشل ٹرین کے ذریعہ یافہ جا کر وہاں سوا ایک خاص جہاز میں سوار ہو کر روانہ ہو گئے جنکا پتہ اب تک نہ لگا۔ خدا مانِ محرم معافسروں کے قید کر کر بیروت کو روانہ کر دیئے گئے۔ تین پاشا ایک قسطنطنیہ دوسرا طرابلس الشام اور تیسرا دمشق سے آکر اسکی تحقیقات کر کے چلا گئے۔ سنا گیا کہ مقدمہ ابھی تک (یعنی ۲۰ جنوری ۱۹۱۲ء) بیروت کی عدالت میں چل رہا ہے۔ کچھ دنوں کے بعد وہ سرنگین بند کر دی گئیں۔ اس میں پُرانے کتبے جو پتھروں پر لکھے ہوئے تھے وہ شکستہ حالت میں ملے نہ معلوم اوس میں کیا لکھا تھا۔

سید الاقصیٰ



## مسجد الاقصیٰ

یہ وہ مقدس و متبرک مقام ہے جسکی شان میں پندرہ ہزار بارہ شروع ہوتا ہے۔ یہ مسجد جبل مور یہ پر بنی ہوئی ہے۔ جسکو خلیفہ عبدالملک نے ساتویں صدی عیسوی میں تعمیر کیا تھا اور آٹھویں صدی میں کچھ اور اضافہ کیا گیا۔ مسجد اقصیٰ تمام محرم شریف کا نام ہے مگر عرف عام میں وہ مسجد کبلا تا ہے جو صخرہ کے مقابل عالی شان مسجد کی عورت میں تعمیر ہوا ہے جو بان پر جملہ مسلمانان قدس شریف ایک امام کی اقتدار سے جمعہ پڑھتے ہیں۔ اس مسجد کے نو دروازے ہیں۔ جن میں سات قبة الصخرہ کے مقابل میں ہیں۔ ایک دروازہ جانب شرق کو اور ایک جانب غرب واقع ہے۔ مشرقی دروازے کا نام باب النخضر ہے۔

یہ مسجد ۴۵ سنگ مرمر کے ستونوں پر قائم چھت بہت اونچی اور عجیب صنعت کے ساتھ بنائی گئی ہے۔ دروازے سے محراب تک ۵۰ فٹ شرقی دروازے سے غربی دروازے تک عرض ۱۰۵ فٹ ہے۔ منبر نہایت مضبوط آنبوس کا بنا ہوا ہے۔ اسکو ۱۱۶۸ء میں ایک حلبی صنایع نے بنایا تھا جسکو سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس نے ۱۱۸۲ء میں یہاں لاکر رکھا۔ آٹھویں آنبوس اور فاتحی دانت کا کام کیا ہوا ہے۔ صنوبر کی لکڑی جبل لبنان سے لیکر اسکی سیڑھیاں وغیرہ بنائی گئی ہیں۔ یہ منبر سلطان نور الدین محمود بن زنگی کے حکم سے حلب میں تیار ہوا تھا۔ بنانے والی کا نام محمد بن طافر حلبی لکھا ہوا ہے۔

مسجد الاقصیٰ کی کھڑکیاں بہت اچھی اور رنگ برنگ کے شیشوں سے بنائی گئی ہیں۔ مگر صخرہ کی کھڑکیاں اس سے بہت اعلیٰ اور خوشنما ہیں۔ منبر کے بائیں جانب محراب شامی اور دہنے جانب دو محرابیں ایک سیدنا موسیٰ دوسری سیدنا عیسیٰ علیہما السلام کی جانب منسوب ہے۔ محراب کے بائیں جانب دیوار پر ذرا بلندی سے سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت خوشخط حلبی حرفوں میں لکھی ہوئی ہے اوسیکے نیچے وہی آیت بخط کوفی منقش ہے۔

منبر کے متصل دو سنگ مرمر کے سلین دیوار میں نصب ہیں۔ جسمین قدرتی طور سے سُرخ و سپید و نیلگون ہیل بوٹے دوڑے ہوئے ہیں۔ انکی نسبت ہمارا ضرور یہ کہتا تھا کہ عیسائی اسکی برابر وزن کر کے سونا دیتے ہیں لیکن سلطان المعظم ان سلونکو نہیں دیتے۔ منبر سے بائیں جانب شرق جامع سیدنا عمرؓ ہے جسکی محراب پر حضرت داؤد علیہ السلام کے ماتہ کا بنا ہوا مرمر کا منقش ستون جسمین موزین ہیں لگا ہوا ہے۔ مورت کے سر کو توڑ دیا گیا ہے۔ لیکن جسم موجود ہے۔

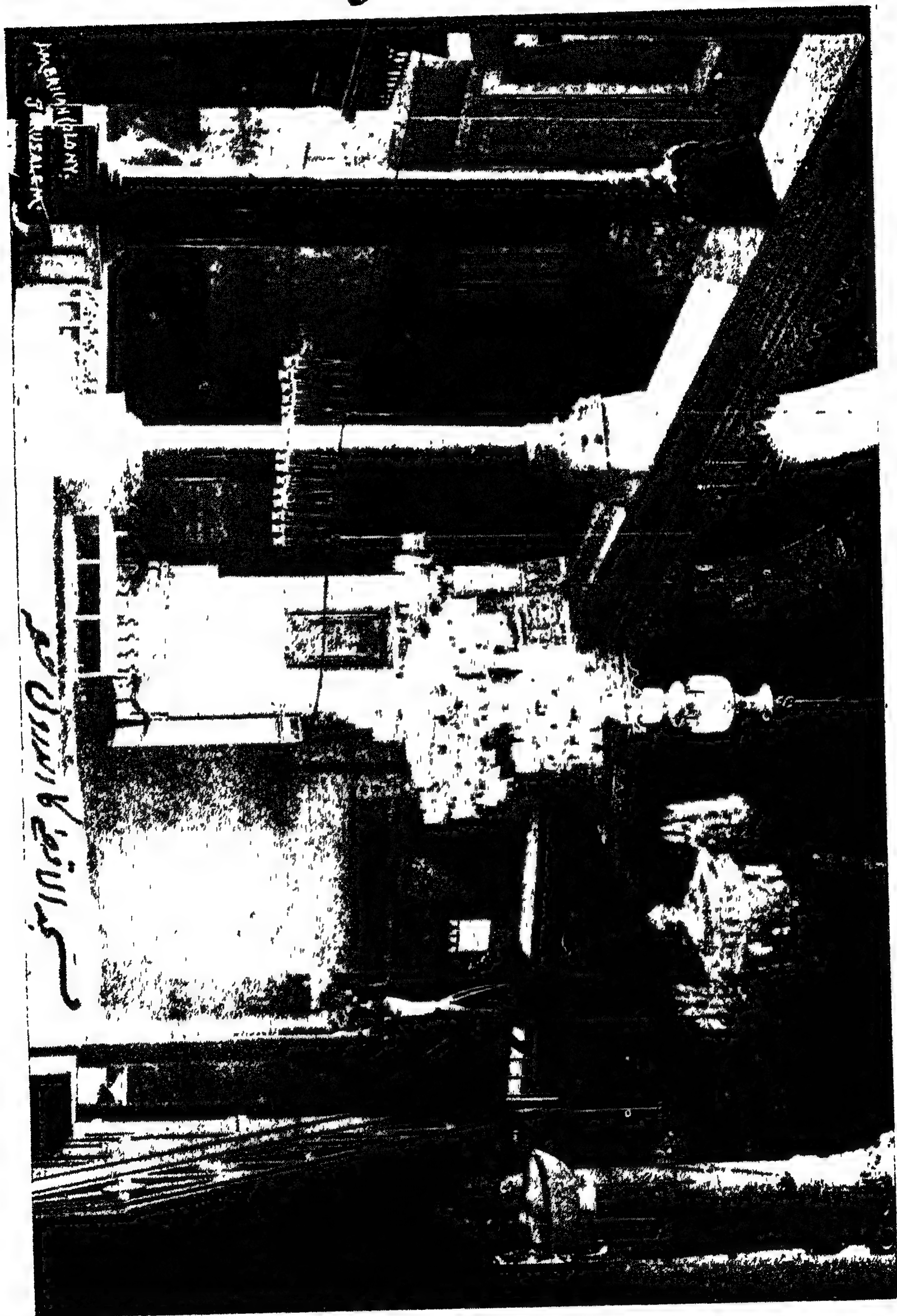
**نماز جمعہ مسجد اقصیٰ میں** | میں روز جمعہ ۱۴ صفر مطابق دوم فروری ۱۹۱۲ء کو نماز جمعہ مسجد اقصیٰ میں پڑھا مسجد کی عظمت و شہر کی وسعت کو خیال کرتے ہوئے افسوس کیسا کہ مجھے کہنا پڑتا ہے کہ سوائے زائرین و حجاج کے بہت کم باشندہ شہر کے نماز جمعہ میں شامل ہوئے تھے۔ یہاں فقط ایک ہی خفی امام کے پیچھے نماز جمعہ ہوتی ہے۔

شافعیوں کی جماعت اور مقامات شام و غیرہ کے مانند یہاں بعد جمعہ الگ نہیں ہوتی۔ میر خیال اور گنتی میں ایک ہزار آدمی سے کم ہی شریک نماز تھے جسمین سے ۷ سوزائرین و حجاج اور باقی باشندگان شہر تھے۔

یہاں کے مسلمانوں کو نماز کا شوق کم معلوم ہوتا ہے یا اور کسی مسجد میں پڑھتے ہوں۔ مگر میں مسجد الاقصیٰ کا ذکر کر رہا ہوں یہاں دو ہی جماعت ہوتے ہیں خفی اور شافعی۔ دونوں جماعتوں میں بخوبی اوقات نماز میں زیادہ سے زیادہ تعداد ۵۰ نمازیوں کی ہوتی ہے۔ ۲۰ یا ۲۵ آدمیوں سے زائد میرے رہے تک جماعت نہ ہوتی۔ ایک بچے کو خطبہ شروع ہوا۔ مابین خطبتین کسی نے ہاتھ اوٹھا کر دعا نہیں مانگی خطبہ ثانیہ میں سلطان المعظم کا نام پڑے زور زور سے لیکر دعا مانگی گئی۔ جسکے شور سے ساری مسجد گونج گئی۔ یہاں پر خطبہ ثانیہ میں حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانیؒ اور سید احمد البدویؒ کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ نماز جمعہ مسجد الاقصیٰ میں ہوتی ہے۔ صخرہ شریفہ میں نہیں ہوتی۔



# مسجد الاقصیٰ کا اندرونی صحنہ



Jerusalem  
Al-Aqsa Mosque

مسجد الاقصیٰ کا اندرونی صحنہ

## درختِ زیتون

اسی کے صحن میں حوض کے نزدیک ایک درخت سے جسکی نسبت وہاں کے مزدوروں کا یہ بیان ہے کہ رسول خدا شبِ معراج میں اسی درخت کے نیچے دو رکعت نماز پڑھے تھے زائرین بطور تبرک یہاں دو گناہ ادا کرتے ہیں۔ ظاہری حیثیت سے درخت نہرِ رسال سے زائد کا دکھائی دیتا ہے۔ ممکن ہے کہ صحیح ہو جیسے وہ کہتے ہیں واللہ اعلم بحقیقت حال۔

## مقامِ چہلِ ابدال

مسجد کے شرقی حصہ میں مقامِ چہلِ ابدال ہے۔ لوگ یہاں تبرکاً دو گناہ ادا کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضراتِ چہلِ ابدال اس مقام پر نماز پڑھتے ہیں۔ اسی کے متصل ایک گوشہ میں مقامِ عبادتِ سیدنا ذکرِ یا و یحییٰ علیہما السلام ہے۔ جس کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے وہ بھی محراب بتاؤ ہیں فناوتہ الملائکتہ وهو قائم فی صلی فی المحراب ۵ سیدنا ذکرِ یا نے اپنے لئے فرزند پیدا ہونے کی دعا یہیں مانگی تھی تو آپ کو اسی مقام پر سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے تولد کی بشارت ملی تھی استجابت دعا میں یہ مقدس جگہ اب تک مشہور ہے۔ زائرین اکثر اس مقام میں دعا مانگتے ہیں مسجد کے اندر نہایت بیش قیمت ترکی اور ایرانی قالینیں بچھی ہوئی ہیں۔

منبر کے دونوں جانب دو ستون ہیں جنکے اندر سے پہلے لوگ گذرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ چھوٹا شخص اس میں نہیں گذر سکتا تھا۔ لیکن اب گورنٹ ترکی نے اونکے درمیانی فاصلہ کو آہنی تاروں سے مسدود کر دیا ہے اور یہ ۱۸۸۱ء میں بند کیا گیا۔ ایک درخت آہنی حضرت شہداء و علیہ السلام کے ماتھے کا بنا ہوا ہے۔ جنکے ماتھے میں لوہا موم کے مانند نرم ہو جاتا تھا۔ بڑے صنعت کا درخت ہے۔

بئیرلورقہ | اس مسجد میں بڑے دروازے سے داخل ہوتے وقت بائیں طرف ایک کنواں ہے جسکو بئیرلورقہ کہتے ہیں اسکے متعلق عجیب حکایات مشہور ہیں۔

مرقدِ سیدتنا مریم | اور اسی جانب بیرون باب الاسباط قسطنطین کی والدہ ہیلنہ کا تعمیر کردہ مشہور و قدیم کلیسہ ہے جس میں حضرت سیدہ بی بی مریم علیہا السلام کا مرقد مبارک ہے۔ باب الاسباط

ستہ باہر ہوتے ہی ایک فلانگ تک اُترائی ملیگی۔ اس کے بعد ایک نہایت خوشنما کلیسہ کا سنہری گنبد دکھائی دے گا۔ یہ عمارت کل عمارات بیت المقدس میں چھٹی سب سے بڑی شان و شوکت میں بہت خوشنما معلوم ہوتی ہے۔ کہتے ہیں شاہ ہنشاه روسیہ کے کسی رشتہ دار کی قبر ہے جس پر سنہری گنبد بنا ہے۔ اسی کے نزدیک مریم کا کلیسا ہے جس کا کلید بردار عیسائی ہے۔

صبح آٹھ بجے سے ۱۰ بجے تک مسلمانوں کیلئے اچھا وقت ہے عصر اور مغرب کے درمیان بھی دیکھ سکتے ہیں۔ اس کے سوا یہ کلیسہ بند رہتا ہے۔ ترک سے اٹھارہ میٹر بیان اوترنے کے بعد مختصر سا صحن پار ہو کر کلیسہ کے دروازہ پر پہنچے ہیں۔ اس کا دروازہ بہت پورا ناہر کہتے ہیں کہ اس وقت کا ہے جب یہ کلیسہ بنایا گیا تھا۔ دروازے میں داخل ہو کر ۴ میٹر بیان نیچے اُترنے سے کلیسہ کی تہ ملیگی۔ جہاں نہایت خوبصورت اور بیش بہا سونے اور چاندی کی قندیلز آویزاں ہیں۔ جنکو شاہانِ یورپ نے ہدیہ روانہ کیا ہے۔

جب نیچے داخل ہوتے ہی وہاں کا مجاور ایک موسمِ بتی لاکر دیگا اسکو لیکر جہاں چاہیں جاسکتے ہیں۔ بغیر بتی یا روشنی کے یہاں جا نہیں سکتے اندھیرا بہت ہے۔

ایک طرف اس کے سنگ مرمر کا ایک قہر ہے جو ایک ہی پتھر کا بنا ہوا ہے۔ جس کے نزدیک طرح طرح کے اشیاء رکھے ہوئے ہیں۔ جانب جنوب وہ محراب ہے جس کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے۔ جہاں غیر موسم کے میوے خداوند کریم سیدہ مریم پر نازل فرمایا کرتا تھا۔ مریم علیہا السلام کا مزار ایک مربع اور مستطیل سنگ مرمر کا ذرا بلند دیوار کے ساتھ نظر آویگا وہی مزار سیدہ مریم ہے کلید بردار یہاں کا بڑی خوشی سے ساری چیزیں بتاتا ہے اور برابر ساتھ ساتھ پہرا کرتا ہے۔ چلتے وقت ضرور آپ کو کچھ نہ کچھ دینا چاہئے۔ جو کچھ دیا جائیگا۔ اس کو وہ بخوشی قبول کر کے شکریہ ادا کرے گا۔





AMERICAN  
JURY



**قبر سیدنا عکاشہ** یہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار ہے جنہوں نے مہر نبوت کو مار کھانے کی بہانہ سے دیکھا تھا۔ جرمنی اور انگریزی قونصلات کے نزدیک ایک مسجد میں یہ قبر ہے۔  
اوسکے متصل شیخ قیمر اور اونکی اولاد کی قبریں ہیں۔

**روضہ سیدنا** اس محلہ کا نام ہی حضرت داؤد علیہ السلام کے نام پر رکھا گیا ہے۔ آئین  
**داؤد علیہ السلام** ایک مختصر مسجد ہے جسکی دیوار کے ساتھ حضرت داؤدؑ کی قبر دریں ٹھہرائی  
ہے۔ اوسپر سبز غلاف پڑا ہوا ہے۔ اسی میں حضرت سلیمان کی قبر بھی بتائی ہیں۔ یہاں کی کل زیارت  
میں بجز قبر سیدنا ابراہیم و سیدنا یعقوب و سیدنا اسحاق علیہم السلام کے اور کسی کی قبر کا صحیح پتہ  
نہیں ہے۔ حضرت داؤدؑ کی قبر کا یون پتہ لگا کہ سال ۱۶۰۰ء میں جبل زیون کے کلیسہ کی دیوار  
گر پڑی کلیسہ کے بطریق نے اوسکی تعمیر کا حکم دیا۔ دو آدمی اس دیوار کو کھودنے لگے جب اگلی دیوار  
کی نئے کھودنی شروع کی تو اونکو ایک غار کا مونہہ دکھائی دیا۔ دونوں نے باہم مشورہ کر کے اوسکے  
اندر تہ کو چلا گئے۔ وہاں اونکو ایک سنگ مرمر کا تابوت نظر آیا جسپر چاندی اور سونے کے پتھر  
جڑے ہوئے تھے۔ آئین حضرت داؤدؑ کی نقش مبارک تھی۔ اور اوسکے بازو میں حضرت سلیمانؑ  
کی قبر تھی۔ ان دونوں کے علاوہ بہت سے بادشاہ بنی اسرائیل کی قبریں نظر آئیں۔

اونہوں نے وہاں پر ایک اور مقفل صندوق دیکھا جسکو وہ کھولنا چاہے۔ اوسوقت اسقدر  
زور سے طوفانی ہوا شروع ہوئی کہ جس سے سارا غار اندھیرا ہو گیا۔ اور یہ دونوں بے دم و بچس  
ہو کر گر پڑے۔ اور یہ حالت اونکی شام تک رہی۔ اوسکے بعد اونہیں ایک آواز سنائی دی کہ  
کوئی کھٹا تھا کہ اوٹھو اور فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔ اس واقعہ کو اونہوں نے بطریق سے بیان  
کیا جس نے اونکو حکم وقت کے رو برو لجا کر اونہی کی زبانی سارا قصہ سنا دیا۔ اور وہاں پیروارین  
اوٹھا دی گئیں جب سے یہ زیارت حضرت سیدنا داؤدؑ کے نام سے موسوم ہے۔

جائی وفات

سیدہ شامہ

قبر سیدنا داؤد کے متصل ایک نیا خانقاہ تعمیر ہوا۔ یہ زمین سلطان عبدالحمید

خان غازی نے اپنے دوست قیصر جرنی کو ۱۸۹۸ء میں جبکہ وہ سیاحت

شام و فلسطین کو آئے تھے مرحمت فرمایا تھا۔ کہتے ہیں کہ اسہی مقام پر سیدہ مریم علیہا السلام وفات

پائی تھی۔ مگر محکوم بیان کے بھروسہ پادری نے کہا تھا کہ یہ پروٹسٹنٹ مذہب کے ۱۲ حواریوں کو

چلنے کی جگہ ہے۔ جہاں پر خداوند کریم نے اونکے لئے ماندہ نازل فرمایا تھا۔ یہ خانقاہ نہایت

عمدہ اور خوبصورت بنی ہے سب کچھ کاری کا کام کیا گیا ہے۔ تین سال کے عرصہ میں یہ طیار ہوا

اس میں ایسی ایسی عمدہ تصاویر ہیں جنکو دیکھ کر عقل حیران ہو جاتی ہے۔

بیر ایوٹ | مقام کڈون میں یہ کنواں واقع ہے اسکو بارہویں صدی عیسوی میں فرنگس

نامی شخص نے دریافت کیا تھا۔ اسکی گہرائی ۲۵ فٹ ہے۔ بارش کے موسم میں یا برف کے ایام میں

یہ کنواں اسقدر بہر جاتا ہے کہ پانی اوپر سے بہنے لگتا ہے۔ اسوقت بہت دور دور سے لوگ اسکو دیکھنے

کیلئے آتے ہیں۔ اور برابر چار روز تک سہلج بہتا ہے۔ اسکو حضرت ایوب علیہ السلام نے کہہ دیا تھا۔

اونکے بعد بہت سے انبیاء کرام نے اسکا پانی پیا ہے۔

عین سلوان | موضع سلوان میں ایک کنواں ہے سیدہ مریم ایام گل میں اس مقام پر چند

روز اقامت فرما کر اسکا پانی پیتی رہیں۔ اور بہت سے انبیاء علیہا السلام نے اسکا پانی پیا ہے۔ مکہ

میں چاہہ زمزم اور یہاں پر پیر سلوان کو لوگ بہت عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ ۵۳

فیٹ لانا اور ۸ فیٹ چوڑا۔ اور ۹ فیٹ گہرا ہے۔ اصل یہ ایک حوض کے طور پر ہے۔ اسکے

نزدیک ایک قدیم کلیسا کے آثار نمایاں ہیں جو چوتھی صدی عیسوی میں تعمیر کیا گیا تھا۔ یہ ہی

مقام پر بنا ہے۔ جہاں سیدہ مریم تشریف فرما تھیں۔

صطبل سلیمانی | موجودہ مسجد الاقصیٰ کے نیچے ایک اور حصہ ہے۔ جسکو صطبل سلیمانی کہتے ہیں

جنوب و مشرق کی طرف سے اسکے اندر تہہ ہیں۔ ۳۲ میٹر عیان اتر کر جانے سے تہ خانے میں پہنچتے ہیں۔ جہاں پر انبیا سلف علیہ السلام کا قبلہ اور محراب ملے گا۔ اور ذرا جانب جنوب جانے سے گہوارہ کی شکل کا بنا ہوا۔ ایک سنگین مہر رکھا ہوا ہے جسکو جانے سر رسید ناعیسی کہتے ہیں۔ جسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ حضرت مریم نے جب عیسیٰ تولد ہوئے تو اسی جگہ پر رکھا تھا۔ اور اسی مقام پر آپ نے اپنے نبی ہونیکے صداقت دی تھی۔ اس پر ایک مختصر مگر خوشنما قبلہ بنا ہوا ہے۔ دہنے جانب قبلہ روح راب مریم اور بائیں جانب محراب عیسیٰ اور سامنے محراب نوح بنے ہوئے ہیں اسکے نیچے اور چند میٹر بیان طے کرنے سے اصطبل سلیمانی میں پہنچتے ہیں۔ اس جگہ بڑے بڑے سنگین ستونوں میں لوہے کے حلقے لگے ہوئے ہیں جسکی نسبت مشہور ہے کہ سزایاب جن یا گھوٹے اس جگہ باندھے جاتے تھے۔ واعلم اس تہ خانے کے اوپر چڑھنے سے دائیں ہاتھ پر مسجد کی فصیل ہے اسکے ایک حصہ کو صراط کہتے ہیں اور قیامت کیدان بصراط اسی مقام پر قائم کجائیگی۔ اوسے ذرا آگے جائی میزان ہے۔ اور اسکے پیچھے کوہیت بڑا جنگل وادی یہوشفات کا نظر آتا ہے جسکو بیان وادی جہنم کہتے ہیں۔ مشہور یوں ہے کہ وہ صور جسکا قرآن پاک میں ذکر آیا ہے کہ ضرب بینہم بسور لہ باب باطنہ فیہ الرحمہ وظاہرہ من قبلہ العذاب اسی جگہ قائم کجائیگی۔ اوسکے بعد باب التوبہ اور باب الرحمہ ملینگے جو مسجد ہیں۔ اسکے پاس ایک قبہ میں بہت بڑی اور اونچی قبر بنی ہوئی ہے۔ جس پر سبز غلاف پڑا ہے جسکو کمری سلیمان یا قبر سلیمان علیہ السلام کہتے ہیں۔

صحن مسجد اہی میں دو بڑے قبہ ہیں جنکے نیچے پانی کی دو بڑی ٹانکیاں ہیں جنکو صریح کہتے ہیں اوسکے چاروں طرف راس کاگ لگے ہیں۔ جمعہ کے روز اسکو بہر دیا جاتا ہے۔ دو سکر دون میں اس میں پانی کم رہتا ہے۔

بیرون شہر مسجد اقصیٰ کی شرقی فصیل کی محاذی سیدنا ابودرداء ابن اوس انصاری اور سیدنا

عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فرارات ہیں۔

**لسان الصخرہ** | معلقہ ہے اور سارا قبۃ صخرہ کو گھیرا ہوا ہے۔ بیڑ حیان اوترتے ہوئے وہ مقام ملیگا

جسکو لسان الصخرہ کہتے ہیں۔ اوسکی نسبت مشہور ہے کہ وقت معراج آنحضرت رسول خدا نے سلام کیا تو بکلم الہی صخرہ نے جواب دیا۔ وہاں اگر غور سے دیکھا جائیگا تو ایک تصویرِ ماشے نظر آئے گی۔ لوگوں کے مس کرنے سے یہ مقام بالکل چکنا اور سفید ہو گیا ہے۔

**بیر الارواح** | مزار صخرہ کے نیچے لیجا کر مقررہ دعائیں پڑھاتا ہے۔ نیچے اترتے ہی بائیں جانب پر

محراب سیدنا داؤدؑ سنگ مرمر کا نہایت خوبصورت بنا ہے۔ اور دہنے جانب محراب سیدنا سلیمانؑ ہے ان محرابوں کی نسبت یہ مشہور ہے کہ یہ کسی اور مقام پر تھے وہاں سے لاکر یہاں رکھے گئے ہیں۔

محراب سلیمانی کی جانب سے نیچے جائیں تو پہلے وہ مقام ملیگا۔ جہاں پر آنحضرت رسول خداؐ شب معراج میں دو رکعت نماز پڑھے تھے۔ یہاں پر تبرکاتِ زائرین بھی دو گانہ ادا کرتے ہیں۔ اس مقام سے چند قدم آگے محراب خضر علیہ السلام ہے جسکی نسبت مشہور ہے کہ اونکو لوگوں نے اس مقام پر عبادت کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اوسکے بعد چند قدم اور جانے سے دیوار میں ایک چوگوشہ مقام نظر

آئیگا۔ جسکو محراب ابراہیمؑ کہتے ہیں۔ اس جگہ پر حضرت ابراہیمؑ عبادت کرتے رہے واللہ اعلم درمیان صخرہ کے اسوقت ایک بوباخ ہے اوسکی نسبت یہ مشہور ہے کہ آنحضرت رسول خداؐ شب

معراج میں اسی مقام سے عروج آسمانی ہوا تھا۔ اور نشانِ قدم شریف کے نمایاں ہو گئے تھے۔ ہزار ہا خلق اوسکی زیارت کو اوپر چڑھتے تھے۔ سلطان عبدالمجید خان خلد آشیان کے زمانہ میں اسپر چڑھنا بے ادبی سمجھا اور اس نشانِ الہی پتھر کو تراش کر الٹ کر لیا گیا۔ اور اسجگہ رکھ دیا گیا جسکا ذکر اوپر ہو چکا ہے اسوقت

یہاں پر ایک چراغ آویزاں ہے۔ اوسی کو برابر زمین میں ایک سنگ مرمر کا چونکی نما غار نظر آتا ہے جسکو بیر الارواح کہتے ہیں۔ اسکے متعلق عجیب عجیب حکایات مشہور ہیں۔ بخدا اسکے یہ بھی ہے کہ



پہلے صخرہ شریفہ معلق تھا۔ اتفاق سے کسی حاملہ عورت کا جو قریب المولادۃ تھی گزر ہوا تو طبعاً اس کو خوف لاحق ہوا تو وضع حمل ہو کر بچہ اس کنوئین میں جا پڑا اور مان بھی ساتھ ہی کو دپڑی۔ اتفاق سے شیخ الاکبر وہاں موجود تھے اس واقعہ کو سن کر صخرہ کی جو طرف دیوار کہنچوادی۔ ایک روایت سے ستر ہزار پیغمبر جن کو یہودیوں نے قتل کیا تھا یہاں دفن ہیں۔ واللہ اعلم بحقیقت حال۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو اس بات کا ضرور پتہ لگتا ہے کہ یہ پتھر جو اس قدر وزنی اور بڑا ہے ہرگز یہ کمزور دیوار اس کا بوجہ نہیں اٹھا سکتی۔ تا وقتیکہ اس کا کوئی کونہ زمین میں نہ ہوتا نہ ہو جو ہم کو نظر نہیں آتا۔ ابن بطوطہ اور دیگر یورپین سیاحوں نے اس کی نسبت کچھ نہیں لکھا ہے۔

**غار سلیمان** | غار سلیمان بہت بڑا غار ہے۔ کل شہر بیت المقدس اسی غار کے اوپر آباد ہے۔ دیوار شمالی کی سمت غار کا منہ ہے۔ میں اس غار کے اندر گیا ہوں۔ ایک قرش کا ٹکٹ لیکر اندر جانا چاہئے۔ بغیر روشنی کا انتظام پہلے سے کئے۔ ہرگز اندر نہیں جاسکتے۔ بعض سیاح و شنگٹن لیا مپ کی روشنی لیکر اندر جاتے ہیں۔ غار کا سقف گویا کچھ حصہ بیت المقدس کی آبادی ہو۔ دو راستہ اس کے اندر گئے ہیں مگر کہیں نصف میل تک دونوں علیحدہ علیحدہ جا کر بعد مل گئے ہیں۔ میں وہاں تک نہیں گیا اس میں بھی پانی کی بوندیں ٹپکتی ہیں۔

**جبل طور** | یہ وہ طور نہیں ہے جس پر سیدنا موسیٰ کلیم اللہ نے حق تعالیٰ سے باتیں کی تھیں۔ اس کا نام جبل زیتے عیسائی مونٹ الیو کہتے ہیں۔ یہاں پر مختصر آبادی ہے۔ اس کو بیت المقدس کا ایک محلہ شمار کرنا چاہئے۔

باجبیل سے باہر ہوتے ہی یادہ کی سڑک پر فریج ہاسپٹل تک جانا پڑیگا۔ اس کے بعد روسی سینٹ پال گرجا تک جا کر شامی قبرستان سے گزر کر دہنے جانب وادی کدرون کو پار ہو کر جانب شرق ایک مختصر پہاڑی پر چڑھنا پڑتا ہے۔ جہاں سے دہنے جانب شہر کا منظر نہایت خوبصورت نظر آتا ہے۔

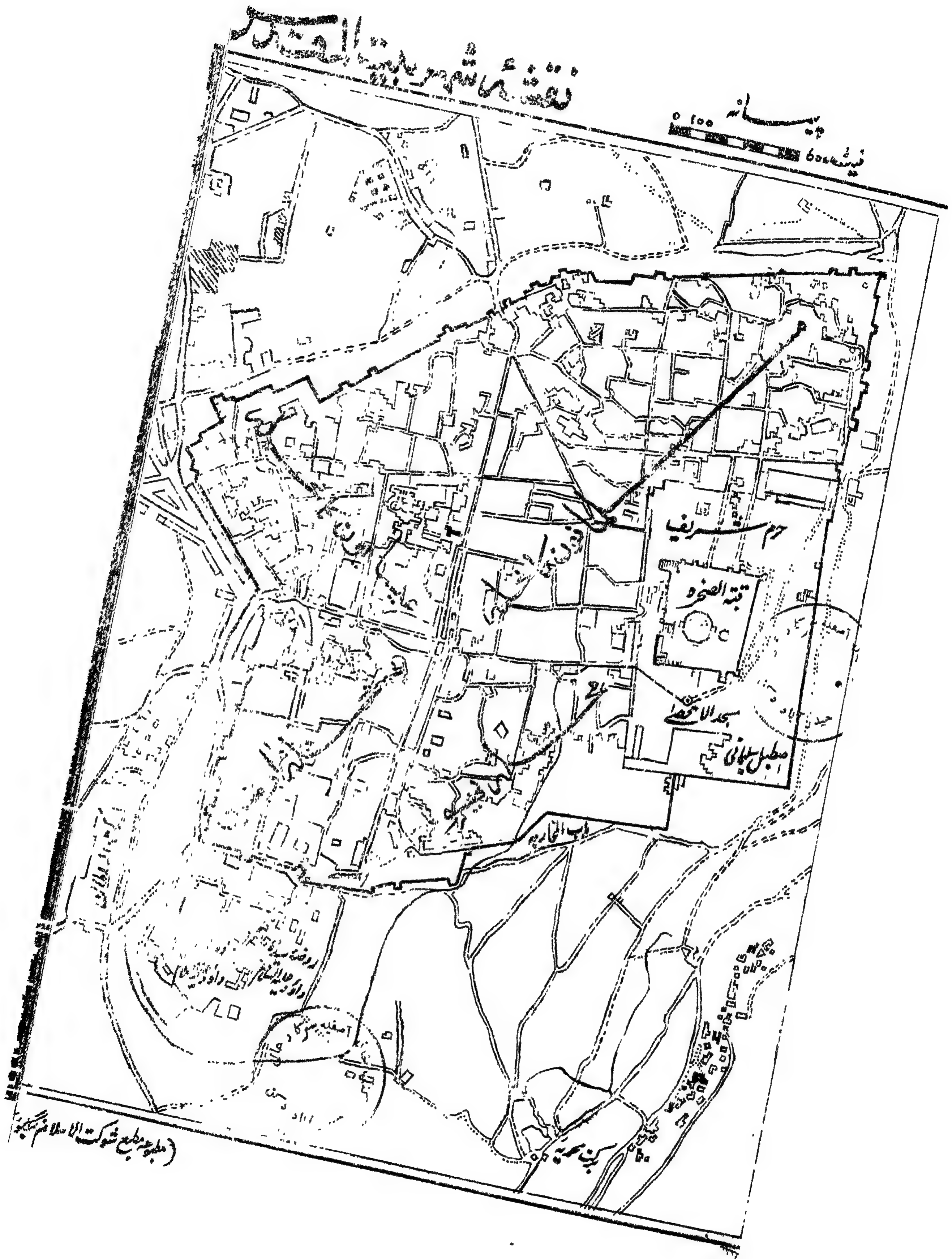
اور دریای جاژدان اور بحر لوط کا منظر بہاے بائیں جانب دکھائی دیتا ہے۔ آدھے گھنٹے کے بعد ایک مختصر گاؤں پہاڑ کی چوٹی پر ملیگا۔ جہاں ایک عمارت عالیشان ہے جو چوتھی صدی عیسوی کی بنی ہوئی ہے۔ یہ مقام کو صعود عیسیٰ کہتے ہیں۔ یہاں ایک وسیع صحن ہے جس کے درمیان ایک مختصر عبادت گاہ ہے۔ سپر حنت عیسیٰ کے قدم کا نشان ہے۔ اسکے مینار کے ارد گرد کا منظر نہایت عمدہ دکھائی دیتا ہے جس کو دیکھنے سے سیاح کا دل ہی نہیں ہرتا اور اسکو بار بار بھی خیال ہوتا ہے کہ یہ ایک بار دیکھ لوں۔ اس پہاڑ کی چوٹی پر نصف میل کے قریب ہے۔ مگر گاڑی بہت دور گھوم کر آتی ہے۔ گاڑی کا کرایہ جنہیں دو عمدہ عربی گھوڑے جتے ہوتے ہیں۔ دو مجیدی لیتے ہیں۔ باہمت زائرین اگر زیارات کو پیدل چل کر دیکھنے سے زیادہ لطف اٹھائینگے۔ گاڑی پر ہر مقام کو اچھی طرح سے نہیں دیکھ سکتے۔ سوائے اسکے جبل نہایت سرواہر ہوتے ہوئے اوڑھ کر آنا پڑیگا گاڑی پر سوار ہو کر نہیں اتر سکتے ہیں۔ چڑھتے ہوئے گاڑی سے سواری کے چڑھ جاتی ہے۔

اس پہاڑ سے شہر بیت المقدس رو برو ایک نقشہ کے مانند نظر آتا ہے۔ مشرق پر قبة الصخرہ اور حرم شریف کے منار نظر آتے ہیں۔ کوئی چیز یا مشہور عمارت ایسی نہیں ہے جو یہاں سے نظر نہ آتی ہو۔ بحر لوط گو ۱۵ میل فاصلہ پر ہے مگر ایسی معلوم ہوتی ہے کہ بالکل قریب اور بہاے بیرون کے نیچے ہے۔ یہاں ایک مقام ہے جہاں حنت عیسیٰ نے اپنے حواریوں کو عبادت کا طریقہ بتایا تھا۔ اسکے صحن میں ایک دیوار پر تختیوں میں ۳۲ کتبے آویزاں ہیں جو ۳۲ مختلف زبانوں میں لکھے ہوئے ہیں۔ اس ذرا فاصلہ پر ایک پتھر بڑا ہوا ہے۔ اسکی نسبت عیسائیوں کا خیال ہے کہ عیسیٰ اپنے گدھے پر چڑھتے وقت اس پتھر کے سہاے سے سوار ہوتے تھے۔ واللہ اعلم

اسی پہاڑ پر چند صلحا اور علماء اور اولیاء اللہ کے مزارات ہیں سید محمد علی جنکا انتقال ۱۰۴۳ھ میں ہوا اور انکی بی بی خواں لاد سیدنا حسن سے ہیں انکے مزار اسی مقام پر ہیں۔ ۱۵ ستمبر صیان نیچے اوڑھ کر

نقشه شهر مشهد

مقیاس ۰ ۱۰۰  
۶۰۰



(مطبعه مطبع شریعت الاسلامی)



جانا پڑتا ہے۔ اونکا فراز نشیب میں واقع ہے۔ جانب غرب حفرة رابعہ عدویہ کا قرار ہے۔ اور شرقی جانب حضرت سلمان فارسی کا قرار ہے۔ مگر سلمان فارسی کا قرار عراق میں بتاتے ہیں۔ قبة الشہداء میں چند شہیدوں کے مزارات ہیں۔ اس قبہ کے متصل وہ قبہ ہے۔ جسکا ذکر اوپر کر آیا ہوں جو عیسیٰ کی صعود کی جگہ ہے۔ یہاں پر سیدنا موسیٰ کے عصا کا نشان بنا ہوا ہے۔

**زاویہ ادہم** | شہر سپاہ کی باہر جانب شمال تکیہ ادہم کے نام سے ایک زاویہ ہے جس میں حضرت ابراہیم بن ادہم چلے گئے تھے۔ یہ ایک فارسی جس میں بانی ہجرت رہتا ہے۔ زاویہ میں سوائی ترکوں کے اور کسی کو رہنے کی اجازت نہیں ہے۔ اندر سلطان حسن بن ابراہیم بن ادہم کا قرار ہے اور سپر سبز غلاف پڑا ہوا۔ جس پر موٹے موٹے دانوں کی غیر معمولی تسبیح رکھی ہو۔ اسہی زاویہ میں وہ مقدس و متبرک مقام ہے جسکا ذکر قرآن پاک میں آیا ہو۔ جہاں پر حضرت عزیر اور اونکا گدھا سو سال تک فر کر پڑے رہے بعد اللہ پاک نے اونکو زندہ کیا اس مقام پر ایک محراب بنا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہو و حضرت عزیر کو جب وہ دوبار زندہ ہوئے تو اونکو خدا کا بیٹا کہنے لگے۔

**مریم حمام** | زائرین قدس شریف ضرور اس میں غسل کریں بہت عمدہ حمام ہے۔ کلیسای سینٹ ایلی کے قریب باب الاسباط کے متصل واقع ہے۔ یہاں کے حماموں میں ہی ایک حمام قابل تعریف ہے بے بیحدی اسکی اُچھوت ہے۔ ایسا حمام بنے فلسطین میں بہت کم دیکھا ہے۔

**بیت المقدس کے بازار** | مصر اور دمشق کو جانے والے یا وہاں کے بازار دیکھے ہوئے سیاحوں کو یہاں کے بازار کو خصوصیت سے دیکھنا ضروری نہیں ہے۔ یہاں سوائی صدقے کے کام

یا زیوٹوں کی لکڑی کا کام البم، تسبیح، کراس وغیرہ کے اور کوئی شے یہاں کی صنعت سے نہیں ہوا۔ بازار بھی یہاں کے ایسے کوئی قابل ذکر نہیں ہیں تاہم دیکھ لینا چاہئے تاکہ حسرت نہ رہے۔ یہاں کے بیپاری زائرین کو دیکھ کر قیمت چوگنی یا دس گنی کہنے میں دریغ نہیں کرتے لہذا اپنی عقل سے کام لینا چاہئے۔



## کتاب خانہ خالدیہ

بیت المقدس میں یہ کتب خانہ نہایت مشہور ہے اسکے مالک موسیٰ شفیق الخالدی

ہیں جو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے اولاد سے ہیں۔ چار ہزار کتاب اس میں ہیں۔ جس میں زیادہ حصہ قلمی کتابوں کا موجود ہے۔ موسیٰ شفیق آفندی بڑے خلیق بزرگ ہیں۔ گو ۶۰ سالہ بزرگ ہیں مگر چہرہ پر شجاعت بڑی ہے۔ مجھے آفندی موصوف نے کہا کہ اس کتاب خانہ کو ایک معزز ہندوستانی حسن نظامی آفندی نے بھی دیکھا ہے۔ کیا تم اونکو جانتے ہو؟ میں نے نفی میں جواب دیا

## مدرسہ روضۃ المعارف

یہ مدرسہ تکیہ بابا فرید یعنی زاویۃ الہندی کے قریب ہے جسکو جناب شیخ محمد

صالح آفندی نے قائم کیا ہے۔ بہت سے چھوٹے بڑے لڑکے ترکی لباس میں دیکھے گئے۔ دینیات اور علوم جدیدہ کی تعلیم ہوتی ہے۔ مدرسہ میں کم سن لڑکے بہت ہیں نصاب تعلیم اچھا ہے۔ شام کی وقت جمنائیم کے کھیل بھی لڑکوں کو بتائے جاتے ہیں۔ محمد صالح آفندی میری ساتھ عبدالقادر مدراسی کی وساطت سے بہت وقت تک گفتگو کرتے رہے۔ حالات چین کو شوق سے سنا۔

## محکمہ قضا

پہرے پہرے شیخ عبدالقادر محکمہ قضا میں بھی لگے۔ قاضی صاحب جنکو ضلع کا جج سمجھا جاسکے۔ کرسی عدالت پر رونق افروز تھے۔ اونکی عمر تقریباً ۵۵ برس تھی۔ مشائخانہ صورت ہو۔ چہرہ سے رعب و داب برستا ہے۔ بڑے تپاک سے ملے اور ہمکو بیٹھنے کی اجازت دی۔ وطن دریافت کیا جب اونہوں نے سنا کہ میں بیکین دار الخلافہ چین دیکھا ہوں تو بڑی دیوار چین کی نسبت چند سوالات کرو میرے جوابوں کو سنکر بڑی مسرت ظاہر کی قہوہ منگو کر ہمارے پیش کیا۔ مجھے یہاں ایک بات بہت پسند آئی کہ قاضی صاحب کی عدالت میں چاروں طرف ایسی آیات قرآنی آویزاں ہیں جن سے ہمیشہ قاضی صاحب کے دل پر خدا کا خوف رہتا ہوگا۔ مثلاً ایک طرف لکھا ہے فاسئلواہل الذکر ان کندمہ تعلمون اگر تمکو معاملات کی حقیقت معلوم نہ ہو تو جانتے والوں سے دریافت کرو دوسری طرف ما حکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھوی یعنی لوگوں کا فیصلہ حق اور انصاف کیساتھ کر

جسین ذاتی کدورت و خواہشات کا دخل نہ ہو۔ غرض اس قسم کی آیات چاروں طرف لکھی ہوئی ہیں۔  
عبدالقادر مدراسی کی زبانی معلوم ہوا کہ قاضی صاحب کچھ دنوں آکٹنگ گورنر بھی رہ چکے ہیں قوم  
سے ترک ہیں مگر عربی اور فارسی بہت اچھی طرح بولتے ہیں۔

**حوض سلیمان** | یہ مقام بیت المقدس سے ایک گھنٹے کی راہ پر بیت جلال کو جاتے ہوئے ملتا ہے  
بائیں جانب بیت لحم اور دہنے طرف حوض سلیمان کو راستہ جاتا ہو۔ ایک روز زمین زلزلہ کا ٹریڑ  
جا کر آسکتے ہیں۔ یہاں ایک خان یعنی سرائے ہے جس میں زائرین رہتے ہیں۔ بالائی حوض پر ایک  
نہایت خوشنما عمارت بنی ہے۔ جو زمانہ حال کی صنعت کا نمونہ ہے۔

یہاں سے تھوڑے ہی فاصلہ پر جانب غرب ایک بند مقام ہے جو جہان پربانی کا منبع رہا کرتا  
تھا جس سے پانی شہر بیت المقدس کو جاتا تھا۔ اسکو اگر دیکھنا ہو تو موسمی تبیان ہمراہ لیجانا چاہئے چونکہ  
یہ مقام بیش زینے نیچے اتر کر جانے سے ایک اندھیری جائی میں ملتا ہے۔ یہ جملہ تین حوضیں ہیں۔ جو  
اسوقت بھی بچتہ بنی ہوئی ہیں جبکہ عرض و طول حسب ذیل ہے :-

سب سے نیچے حوض کی لمبائی ۵۸۲ فیٹ جوڑائی شرقی کنارے کی ۲۰۷ فیٹ اور غربی کنارے  
کی ۱۳۸ فیٹ اور گہرائی شرقی کنارے کی ۵۰ فیٹ ہے۔

درمیانی حوض کا فاصلہ بالائی حوض سے اوپر کی طرف ۲۳۸ فیٹ لمبائی ۲۲۳ فیٹ جوڑائی  
شرقی کنارے کی ۲۵۰ فیٹ غربی کنارے کی ۱۶۰ فیٹ اور عمق شرقی کنارے کا ۳۹ فیٹ ہے۔

بالائی حوض کا فاصلہ وسطی حوض سے اوپر کی طرف ۱۶۰ فیٹ طول ۳۸۰ فیٹ عرض شرقی  
کنارے کا ۲۳۶ فیٹ اور غربی کنارے کا ۲۲۹ فیٹ اور عمق غربی کنارے کا ۲۵ فیٹ ہے۔

اسوقت بھی پانی انہی حوضوں سے بیت المقدس کو جاتا ہے جو بیت لحم ہو کر گزرتا ہے جسکا  
فاصلہ ۱۲- اور ۱۳ میل کے قریب ہے۔ یہ پانی ۴- انچی آہنی ٹلون کے ذریعہ جاتا ہے۔

## کلیسا کے سینٹ انینی

یہ بھی ایک قابل دید مقام بیت المقدس میں باب الاسباط کی متصل

واقع ہے۔ زمانہ داؤد میں یہ حوض پتیسویہ کہلاتا تھا۔ چہنویں صدی عیسوی میں اسکا پتہ لگا۔ اور اسکو امرائے بیت المقدس نے اپنی دریا دلی سے بارہویں صدی عیسوی میں دوبارہ تعمیر کیا۔ یہاں مسکن والدہ حضرت سیدہ مریم ہے۔ سلطان صلاح الدین نے اسکو مدرسہ بنادیا تھا۔ ابھی تک کلیسا کی دیوار پر یہ لکھا ہوا ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ہذا المدرسہ المبارکۃ وقف ملک الناصر صلاح الدینا والدین سلطان الاسلام والمسلمین ابو النضر یوسف بن ایوب محی دولۃ امیر المؤمنین اعز اللہ انصارہ وجمع لہ من صہب الدینا والاخرۃ علی الفقہاء من اصحاب الامام عبداللہ بن محمد بن ادیس الشافعی ستہ ثمان خمین وخمسائہ اسی مدرسہ کے ایک گوشہ میں حضرت سیدہ مریم کا جائے مولد ہے۔ پادری صاحب نے مجکو اور میری ہمراہی عبدالقادر صاحب کو نیچے غار کے لیجا کر وہ جگہ دکھائی جہاں پر مریم ایک بچہ کی صورت میں سنہری گہوارہ میں لیٹی ہوئی ہیں۔

۱۸۵۶ء میں بزمانہ سلطان عبدالعزیز خان خلد آشیان یہ مدرسہ شہنشاہ نپولین سوم کو جنگ کریمیا کے اختتام پر ہدیہ دیدیا گیا۔ اور اسی مقام میں غار کے اندر والد مریم کی مزار بھی بتاتے ہیں۔ میں کمی وقت کے باعث اسکو نہ دیکھ سکا۔ اسوقت یہ گرجا جسکی باہر کی طرف بڑا مدرسہ بھی ہے الجیرین مشن کے فرانسیسیوں کے قبضہ میں ہے۔ پادری بڑا لائق اور پُر اخلاق و مہنسا شخص ہے۔

اسکی دوسری جانب ۶۳ مختلف زبانوں میں تیار گرجا لکھی ہوئی ہے۔ خوشنویسوں سے لکھا کہ فریم میں لگا دیا گیا ہے ۶۳ فریم علیحدہ علیحدہ ہیں۔ پادری بڑے زعم سے کہا کہ یہ دنیا کی مشہور و معروف زبانیں ہیں۔ میں نے اس سے کہا کہ میرے دیکھے ۵ زبانیں آسمین موجود نہیں ہیں تب وہ مجھے دریافت کیا۔ میں نے تلگو، ٹامل، ملیالم، کنڑی، برہمی بتایا جو اس نے بڑے شوق سے نوٹ کر لیا غالباً زائرین علوم بالاسے اگر موقع ملا تو وہ لکھوا کر رکھ لیگا۔ مجھے فرصت نہ تھی ورنہ میں سوالے ملیالم کے باقی چار زبانیں

# پنج سوره دار الفکر مسجد گرجا





خود لکھ دیتا یا دوسروں سے جو میرے ہمراہ تھے لکھوا دیتا تھا۔

**ہولی سبکدیا** | نصارا اسکو چرچ آف ہولی سبکدیا کہتے ہیں یہ عیسائی محلہ میں واقع ہے۔ آئین عیسائیوں کا متفقہ جا جنوب کی طرف سے داخل ہوتے ہیں۔ اگلے وقت میں اسکے دو دروازے

تھے۔ ایک کو حضرت سیدنا عمرؓ کے حکم سے بند کر دیا گیا۔ اس کے متصل ہی دوسرا دروازہ کھلا رہتا ہے اسکا کلید بردار ایک ترک مسلمان ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کلید برداری کا فیصلہ بھی فاتح اعظم عمرو قمعظمؓ کے صلحنامہ کی شرائط سے طے شدہ امر ہے۔ اسکا کلید بردار ہمیشہ کیلئے مسلمان اور سیدہ مریمؑ کے مزار مبارکہ کا عیسائی رہیگا۔ باوجود اسقدر متواتر حملوں کے اس نامور و دور اندیش خلیفہ عادل کے حکم کی تعمیل ہو رہی ہے۔

تاریخ میں چوتھی صدی عیسوی تک اسکا کوئی پتہ نہ تھا۔ شہنشاہ قسطنطین نے ۳۳۵ء میں ایک گرجا تعمیر کروادیا۔ جسکو افواج خسرو دوم شاہ فارس نے ۶۱۳ء میں مسمار کر دیا۔ پہر بھگے گرجا اور وسیع عمارت کیسا تھ ۶۳۰ء میں دوبارہ تعمیر ہوا۔ ۹۶۹ء میں اسکا کچھ حصہ آگ سے جل گیا۔ اور کچھ حصہ کو مجاہدین بیت المقدس نے ۱۰۳۰ء میں مسمار کر دیا۔ موجودہ کلیسا کی عمارت کو عیسائی مجاہدین نے ۱۱۰۳ء میں تعمیر کیا تھا۔ اسکی تعمیر میں ۹ سال کا عرصہ لگا۔ اسکے اندر جملہ مذاہب عیسوی کی عبادت گاہیں علیحدہ علیحدہ بنے ہیں۔ اسکی ایک ایک چیز قابل دید ہے۔ آئین ہزاروں تصاویر رکھے ہوئے ہیں۔ چاندی اور سونے کی سینکڑوں شمعدان آویزاں ہیں حضرت سیدہ مریمؑ کی ایک فیضی مورت بنا کر انگلیوں میں لاو جو ہر کی بیش بہا انگشتر میں پنائی گئی ہیں جنکے دیکھنے سے عقل حیران رہ جاتی ہے۔ زائرین بیت المقدس ضرور اس گرجا کو دیکھیں آئین فاتح اعظم حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ و دیگر خلفاء کرامؓ چلے پہرے ہیں۔ آج بگہ پر حضرت عیسیٰ اور سیدہ مریم علیہما السلام عبادت کئے ہیں۔ آئین اور بہت سے مذہب عیسوی کے جلیل القدر راہبوں نے نمازین پڑھی ہیں۔ آئین فاتح دوم سلطان صلاح الدین

ایوبؑ نے جا کر دیکھا ہے۔ گو اس وقت یہ پورا بُت خانہ بنا ہوا ہے۔ لیکن کسی وقت اس میں حدانیت کی روشنی کی شعاعیں بھی اپنا جھلک دکھا گئی تھیں۔ اسکے دیکھنے کیلئے صبح کی اٹھتی ہوئی روشنی کا وقت ۸ اور ۱۰ بجے کے درمیان نہایت موزون ہے۔ اور شام کو ۳ کے بعد گھلا رہتا ہے۔ اس درمیان میں بند رہتا ہے۔

اگر اسکو بنظر تقدس یا مذہبی حیثیت سے نہ دیکھا جائے تو کم از کم بطور تماشا ہی کے جا کر اسکی سیر کر لیجئے۔ اس کلیسہ میں ہر وقت کوئی نہ کوئی مذہبی جلوس عیسائیوں کا ہوا کرتا ہے جو جسمیں ہرلٹ مذہب کے عیسائی تقریباً جمع رہتے ہیں۔

**عرقِ مسیح** | اس گرجا کے ایک گوشہ میں سنگ مرمر کا ایک چھوٹا سا تاریک حجرہ ہے جسکے دروازے میں آدمی کھڑا ہو کر اندر داخل نہیں ہو سکتا۔ ذرا جھک کر جانا پڑتا ہے اس کے اندر بقول نصار حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر موجود ہے۔ قبر پر تعویذ نہیں ہے سنگ مرمر کے مستطیل چبوترے پر دو ٹبری سلین سنگ مرمر کی رکھی ہوئی ہیں انکا عقیدہ ہے کہ مسیح یہاں تین دن دفن ہے اور یہیں آسمان پر اٹھائے گئے۔ یہ بھی پورا بُت خانہ بنا ہوا ہے۔ دروازے پر پادری نے تبر کا چند قطرے عرق کیڑہ کے ہمالے ماتھے پر چڑکا عبدالقادر دہلوی کے اشارہ پر مینے دو قرش اس کے کاسہ میں ڈال دئے۔ اس گرجا کے نصف حصہ کو فاتح اعظم سید عمر فاروقؓ نے توڑ کر مسجد بنا دیا تھا۔ جو اب تک موجود ہے۔

**روسی گرجا** | اس میں ایک روسی گرجا بہت عالیشان اور نہایت خوشنما ہے۔ جہاں ایک شفا خانہ اور مسافر خانہ بھی ہے۔ جسمیں عیسائی زائرین روسیہ رہ سکتے ہیں۔

**قید خانہ مسیح** | یہ ایک عالیشان عمارت حرم شریف کی شمالی دیوار کے نزدیک ہے۔ جہاں عقاید عیسوی کے موجب یہودیوں نے حضرت مسیح کو اس مقام پر قید کیا تھا۔ جہاں حضرت مسیح گرفتار ہوئے ایک مکان بنا دیا گیا ہے۔ جسکے اندر اس واقعہ کی ایک عجم تصویر بنی ہوئی ہے حضرت مسیح بحالت گرفتاری کھڑے

ہوے ہیں۔ یہودیوں کے سپاہی اونکو گھیرے ہوئے۔ حضرت کو گرفتار کرنے کی فکر کرتے ہیں۔ ایک جگہ آپ کے کندھے پر صلیب رکھ رکھتے دیکر چلا رہے ہیں اور آپ اوس صلیب کے ناقابل برداشت ہوجہ کے سبب گرے پڑتے ہیں۔ ایک جگہ حضرت مریم تشریف فرما ہیں اور حضرت مسیح کو اونکے سامنے اسطرح پایہ زنجیر کندھے پر صلیب رکھ کر پیش کیا گیا ہے جسکو دیکھنے سے رونا آتا ہے۔ حضرت سیدتنا مریم اپنے نور نظر تحت جگر کی یہ حالت دیکھ کر رنج و غم سے رو رہی ہیں اور حضرت مسیح کے چہرے پر بھی خون کی بوندیں سر ٹپک رہی ہیں۔ کیونکہ ظالم یہودیوں نے اونکو کانٹوں کا تاج پہنایا تھا۔ الغرض اسی طرح کے متعدد مکانات بنے ہیں جنہر نمبر لگے ہیں اسی طرح ہر مقام کو طے کرتے ہوئے صلیب گاہ تک چلے جاتے ہیں۔ اسکے بعد شیخ عبدالقادر مدرا سی نے بمعیت شیخ ابراہیم عبدالقادر انصاری مجھ کو اوس جگہ پر لگے جہان حضرت مسیح کو واقعی قید کر رکھا گیا تھا یہ مقام زاویہ کے بالکل قریب اسوقت کبدائی اور صفائی کا کام ہو رہا تھا۔ پہاڑ کے نیچے عجیب و غریب طریقوں سے کہود کر مکان بنائے گئے ہیں۔ بہت سے گہوم گہام کے بعد ہم اوس مقام پر پہنچے۔ جہان حضرت مسیح مقید تھے۔ اس مقام پر ایک بنج ہے جس میں دو سوراخیں ہیں قیدی کو اوس بنج پر بٹھا کر دونوں پیراؤں سوراخوں میں ڈال کر نیچے قلابہ میں بٹیریاں مفضل کر دیتے تھے۔ ابھی تک سوراخوں کے نیچے آہنی قلابہ بٹکان شان موجود ہے اسکی نسبت بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ یہ جگہ عیسائی یادگاروں میں ایک ایسی یادگار ہے جسکی اصلی صورت موجود ہے۔ میں نے اوس جگہ کو بہت دیر تک دیکھتا رہا عقاید عیسوی کے مطابق اس بتھر حضرت مسیح تشریف رکھتے تھے۔ یہ غار بہت چھوٹا ہے۔ اس میں بمشکل چھ آدمی سما سکتے ہیں ۱۳ ازیئے او تکر اور نیچے جانے سے وہاں بہت سی انسانی ہڈیاں اور کہو پیریاں نظر آئیں اسکی نسبت سنا گیا کہ زمانہ قدیم میں قیدیوں کو یہاں بند کر دیا جاتا تھا اور وہ مالے بہوک اور پیاس کے گھٹ گھٹ کر مر جاتے تھے۔ کس کے کس لوگ تھے اونکا کیسا قانون تھا۔ خدا ہی جانتا ہے۔

## برکت السلاطان

یہ ایک حوض ہے جسکی لمبائی ۷۰ گز اور عرض فقط ۷۰ گز ہے۔ گہرائی اسکی ۳۵ سے ۴۰ فیٹ تک بتاتے ہیں۔ یہ مشہور حوض بارہویں صدی عیسوی میں بنایا گیا ہے۔ اسکی متعلق بہت سی روایات ہیں منجملہ اونکے اس پر ایک کتبہ ہے اوسکے یہ پایا جاتا ہے کہ حضرت سیدنا داؤد اس میں غسل فرمایا کرتے تھے اسکا پتہ بھی پندرہویں صدی عیسوی میں عیسائیوں نے لگایا ہے جو کسی قدیم کتبہ میں لکھا ہوا اسی مقام پر ملا ہے۔ واللہ اعلم

اس قسم بیان پر بہت سے مقامات ہیں۔ یہودیوں کی قبرستان کے قریب ایک باغ ہے۔ آٹھ درخت زیتون کے اسوقت تک موجود ہیں جنکی نسبت عیسائیوں کا خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ کثرت میں یہ درخت موجود تھے۔ اسکے گرد ایک دیوار بنادی گئی ہے۔ درختوں کی صورت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ غالباً اوس زمانہ کے ہونگے

**قبر ہیروڈ** | باب الخلیل سے یہ قبرستان دس منٹ کے راستہ پر ہے۔ اگر اسکو دیکھنا ہو تو پہلے شہر میں اوسکے محافظ سے بندوبست کر کے جانا چاہئے ورنہ یہ قبرستان بند رہتا ہے۔ اس میں چار قبریں ہیں ایک تو ہیروڈ عظیم کی دوسری اوسکی بیوی کی اور تیسری کسی ایک آرمینین سینٹ کی یہ قبریں بہت قدیم ہیں بطور سیر کے اگر کوئی دیکھ لے تو کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے۔ ہیروڈ عظیم بہت بڑا بادشاہ گذرا ہے۔

**شفا خانہ** | یہاں ایک امراض چشم کیلئے شفا خانہ بیت لحم کی شکر پرستہ ۱۸۸۲ء میں قائم کیا گیا ہے

**امراض چشم** | جو قابل دید ہے۔ زائرین ضرور اسکو بھی اک نظر دیکھ لیں۔ یہ ہمارے شہنشاہ خارج

بنجم خلد اللہ ملکہ کی سرپرستی میں قائم ہے۔ اس شفا خانہ کے اراکین امرائے سینٹ جارج آف حیرولم کے شرکار ہیں۔ ارض مقدس سے کل امراض چشم کے مریض بلا امتیاز مذہب ملت اس میں وارد ہوتے ہیں۔ اگر علاج مفت کرتے ہیں۔ گو اس سے پہلے بھی ارض مقدس میں بہت سے شفا خانے سلاطین



یورپ کی جانب سے تھے مگر کوئی خاص شفاخانہ مرصیان چشم کیلئے نہیں تھا۔ اس شفاخانہ میں دمشق، غزہ اور عسقلان تک کے مریض آکر علاج کراتے ہیں۔ رحمدل سلطان عبدالحمید خان ثانی نے ۵۱ ہزار روپیہ اس شفاخانہ کی عمارت و خریداری زمین کیلئے اپنے گورنر خیرل ہزارکلسنی رؤف پاشا کی معرفت عطا فرمایا تھا۔ اس وقت شفاخانہ کے مہتمم و اعلیٰ ڈاکٹر کانٹ صاحب ہیں۔ اونکی بیوی نہایت خوش اخلاقی سے انگریزی یا دیگر سیاحوں کو شفاخانہ کے دکھلانے میں مدد کرتی ہیں۔ بہترین وقت اسکے دیکھنے کا دوپہر کے بعد ہے۔

**بیت لحم** | موضع بیت لحم ۶ میل کے فاصلہ پر بیت المقدس سے ایک پہاڑی پر آباد ہے اس کے چاروں طرف آبادی اور باغات و بہرہ زار موجود ہیں۔ جسمین زیادہ انجیر اور انگور کے درخت ہیں مگر یہاں کے انگور کوئی عمدہ نہیں ہوتے۔ شہر میں تقریباً ۲ ہزار گھر آباد ہیں۔ دو چار گرجے اور سرائیں عمدہ اور قابل دید موجود ہیں۔

گلیان یہاں کی بہت تنگ اونچی اور ذرا سی بارش میں کچھڑ ہو کر خراب ہو جاتی ہیں دو چار روز تک بغیر پیلے کے آدمی گذر نہیں سکتا۔

آبادی ۸ یا ۹ ہزار کے قریب ہے۔ یہاں کے لوگ پیدائشی جنگ جو نہایت خوبصورت اور مضبوط معلوم ہوتے ہیں۔ اور ہمیشہ مذہبی معاملات میں ایک دوسرے سے لڑتے رہتے ہیں۔ یہاں بالکل عیسائی آباد ہیں ۱۸۳۳ء کے غدر میں اسماعیل پاشا نے مسلمانوں کے محلہ کو تباہ و تاراج کر دیا تھا۔ لوگ زیادہ ترکہیتی و زراعت صدف وغیرہ کا کام کرتے ہیں۔

بیت لحم کا گرجا اندر سے بہت شاندار و پیرانا شہنشاہ قسطنطین کا بنایا ہوا ہے۔ چہت نہایت عالیشان ایک ڈال کے سنگین ہفت گزی ستونوں پر قائم ہے۔ دیواروں پر سنہری بیلونے بنے ہیں۔ جنہیں رنگ برنگ کے نفیس گلکاریاں ہیں۔ مگر اب وہ خراب ہوتے آگئے ہیں۔ تاہم اوکی

اگلی شان و شوکت اس بات کا پتہ دے رہی ہے کہ کسی زمانہ میں یہ کچھ تھا اسکو دیکھنے سے اب بھی  
 یہی معلوم ہوتا ہے کہ سونے کے طشت میں موتی چڑے ہوئے ہیں۔ جس جگہ حضرت سیدنا عیسیٰؑ پیدا ہوئے  
 وہاں ایک محراب پہاڑ میں ہے جسکو زردوزی کپڑوں سے چھپا رکھا ہے۔ درمیان میں حضرت سیدنا  
 مریمؑ کی مورت ہے جو حضرت شیخ کو گود میں لئے ہوئے ہے۔ یہاں سے چند زینے اور نیچے اترنے سے  
 وہ مقام ملتا ہے جہاں حضرت سیدنا مریمؑ کو دروزہ شروع ہوا تھا۔ کہتے ہیں کہ یہاں پر ایک کھجور کا  
 درخت تھا مگر اسوقت نہیں ہے۔ البتہ سنگ مرمر کے فرش میں ایک سوراخ اسکی یادگار میں باقی  
 رکھا گیا ہے۔ اس کلیسہ میں بھی بیت المقدس کے موافق مختلف اقوام و مختلف عقاید عیسوی کے  
 کلیساؤں میں پاس پاس موجود ہیں۔ ان سب میں رومیوں کا گرجا جو بی نقش و نگار و صناعی کے اعتبار سے  
 بہت ہی نفیس ہے۔

شیخ عبدالقادر مدد راسی کی زبانی معلوم ہوا کہ یہاں بھی مذہبی اختلاف کے سبب ہر وقت  
 لڑائی دنگے ہوتے رہتے ہیں۔ جسکے لئے گورنمنٹ عثمانیہ کو ایک بردست فوجی دستہ یہاں کھنا پڑتا ہے۔  
 یہاں پر ایک کنواں ہے جو داؤد علیہ السلام کا معجزہ بتاتے ہیں۔ ایک اور مقام ہے جہاں  
 عیسائی عورات بکثرت آتے ہیں اسکی نسبت یہ روایت مشہور ہے کہ حفرة سیدنا مریمؑ کے دودھ  
 کی بوندیں یہاں گر پڑیں تھیں۔ وہ جگہ بالکل سفید ہو گئی ہے۔ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ جو عورت  
 وہاں جا کر دودھ کی زیادتی کا خیال کرے گی اسکو بکثرت دودھ ہو جاتا ہے۔ وہاں پر ایک قسم بسکوت  
 ملتے ہیں جس میں وہاں کی گرد ملائی جاتی ہے اسکو کھانے سے بھی دودھ زیادہ ہو جاتا ہے۔ لہذا  
 بدین خیال عیسائی زائرین بکثرت یہ بسکوت خرید کر تبرکاً لیجاتے ہیں۔

**خلیل الرحمان** | یہ ایک مختصر مگر نہایت خوشنما موضع شہر بیت المقدس سے جانب جنوب تقریباً  
 ۳۶ کیلو میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس کے مختلف نام ہیں شامی خلیل الرحمن یا مدنیۃ الخلیل نصاریٰ پورن

کہتے ہیں۔ بیت المقدس سے گاڑی کا کرایہ ۶ مجیدی یعنی ایک پونڈ لیتے ہیں۔ نصاریٰ و یہود کے ایام حج میں کرایہ کچھ زیادہ ہو جاتا ہے حتیٰ کہ تین پونڈ یعنی ۴۵ روپیہ تک لیتے ہیں۔ ایک گاڑی میں چار شخص اندر اور ایک باہر جملہ ۵ ذرا تکلیف سے اور ۴ نہایت آرام سے بیٹھ سکتے ہیں۔ مینے سید ابراہیم عبدالقادر نصاریٰ دلیل القدس کی معرفت گاڑی کرایہ پر لیا۔ نہایت عمدہ اور اعلیٰ درجے کے دو عربی گھوڑے کی فتن ایک پونڈ کرایہ سے صبح ۵ بجے کے قریب لا کر ہمارے زاویہ کے پاس کھڑا کر دیا۔ مینے نماز صبح کے آگے اپنی اپنی گاڑیوں میں سوار ہو کر بیت المقدس سے روانہ ہو گئے۔ شہر سے باہر ایک مقام پر نماز صبح پڑھی۔ پونے ۹ بجے ہماری گاڑی ایک قبوہ خانہ پر پونجی جو ۲۳ کیلوٹر پر واقع ہے۔ یہاں پر چار اور کچھ معمولی بسکٹ مل جاتے ہیں۔

پونے دس بجے ہمارے دینے جانب کچھ آٹا و قدیمہ کے اُترے ہوئے نشانات دکھائی دئے جسکی بنیادین ٹوٹی ہوئی حالت میں ہنوز نظر آرہی ہیں۔ ایک ٹیکری پر ایک بہت بڑی عالیشان ٹوٹی عمارت اسبات کا پتہ دے رہی ہے کہ کسی زمانہ میں یہاں پر کوئی نامور مکین رہا کرتا تھا اوسکے متصل دو ایک مکان ایسے نظر آئے کہ بڑے بڑے پتھروں کو تراش کر بنائے گئے تھے جنکے دروازے بھی ایک ہی پتھر کے ہیں۔ اور وہ مکان اسوقت تک موجود ہیں مگر کسی قدر زمین کے اندر ہو گئے ہیں۔ ان میں ۵ آدمی بخوبی سو سکتے ہیں۔ اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ زمانہ سلف کے لوگ ایسے پتھروں کو تراش کر مکان بنایا کرتے تھے۔ ان پر بعض بعض میں نقش و نگا بھی کیا ہوا ہے میرے فرورنے کہا کہ اگلے زمانہ میں اسی مقام پر بدینہ تحلیل آباد تھا۔ اور حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس مقام پر بہت دن تک رہے ہیں۔ واللہ اعلم۔

راستہ میں ایک مقام پر دینے جانب بیت المقدس سے جاتے ہوئے ایک قبہ نظر آویگا اوسکو قبہ الخضر کہتے ہیں۔ یہاں مختصر مسجد ہے۔ اور چند مکانات عیسائیوں اور شامی مسلمانوں کے

آباد ہیں کہتے ہیں کہ یہاں پر سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لوگوں نے عبادت کرتے ہوئے دیکھا ہے اسلئے یہ قبہ بنا دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

۲۴ کیلو میٹر پر راستہ کے دہنے جانب ذرا فاصلہ پر ایک اور قبہ نظر آتا ہے اس قبہ کے نزدیک اور بہت سی قبریں ہیں جنکو شہدائے حروبِ صلیبیہ بتاتے ہیں۔ قبہ میں کسی بنی اسرائیل کے بزرگ کا مزار ہے۔ اگر گاڑی تیزی سے اویگی تو مدنیۃ الخلیل سے آتے ہوئے یہ مقام برابر اگھنٹے کی راہ پر ملیگا۔ اس مقام پر بھی بہت سے مکانات زمین دوز اس بات کا پتہ دے رہے ہیں کہ کس وقت یہ بہت آباد موضع تھا۔ یہود اس مقام کو حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا مسکن کہتے ہیں۔ ۱۵ مکانا سے زائد مینے دیکھا سب پتھر میں کہوئے ہوئے ہیں۔ اسوقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موضع کا موضع کس وقت غضبِ الہی سے الٹ دیا گیا ہے۔ ان مکانوں میں کوٹھریاں بھی نظر آتی ہیں۔ زائرین اس مقام پر ضرور گاڑی سے اتر کر دیکھنے کی تکلیف گوارا کریں تو یہ کل حالات پر چشم خود ملاحظہ کر لینگے اسکا انتظام پہلے سے کرنا چاہئے ورنہ گاڑی ایک روز میں مدنیۃ الخلیل کو جا کر واپس نہیں آسکتی ہے۔ میرے خیال میں ایک روز مدنیۃ الخلیل میں رہ کر دو سکر دن واپس آنے سے یہہ کل مقامات کی سیر ہو سکتی ہے۔

تبوڑی دور آگے چل کر راستہ سے بائیں جانب ٹیکری پر ایک قبہ نظر آوے گا جسکو روضہ سیدنا یونس کہتے ہیں۔ گاڑی کو راستہ پر کھڑا کر کے زائرین مرقدِ پاک پر جا کر سلام و دعا پڑھتے ہیں۔ کلیدِ دروازہ یہاں کا ایک نوجوان شامی درجے جو اسہی کے نزدیک قریہ ہلہل میں رہتا ہے۔ یہاں چند مکانات ہیں جنہیں کل مسلمان ہی آباد ہیں۔ ایک مسجد اور مدرسہ بھی یہاں ہے۔

خلیل الرحمن اور قدس شریف کے مابین شُرک گو نچتہ ہے۔ مگر اسوقت قابلِ مرمت ہے۔ کہیں کہیں مرمت ہو رہی تھی۔ بیت المقدس سے بیت الحج تک شُرک کی حالت نہایت عمدہ ہے



جسپر سائیکل اور موٹرین چلتے ہیں۔ اس سڑک کی مرمت میں سرکار کا روپیہ زیادہ صرف نہیں ہوتا ہے۔ قدرت نے اول ہی سے ترکی گونیٹ کی بے توجہی پر نظر کر کے قدمی سنگ ریزوں کا انبار سڑک کے نزدیک دور دور تک لگا دیا ہے۔ اور یہ سنگ ریزے بہت سخت اور سیاہ رنگ کے ہیں فقط مزدور کو ہتھراؤ ٹھاکر سڑک پر ڈالنے کی ضرورت پڑھتی ہے۔ اور یہاں سڑک خراب ہوتی ہے وہاں کہو دکر یہ سنگ ریزے بہرے جاتے ہیں۔

قدس شریف سے مدینہ انخلیل تک کل ریتوں کا جنگل ہے۔ یہاں سے بکثرت روغن ریتوں دور دور تک جاتا ہے۔ سالانہ ہزاروں روپیہ کی تجارت ہوتی ہے۔ اس وقت انگور کے پودے جا بجا لگا دئے گئے ہیں جو عرصہ دو یا تین سال میں ایک گہنا جنگل ہو جائیگا۔ یہاں پر گاڑی کی سڑک ہوتے پر بھی لوگ سباب کی نقل و حرکت اونٹ گدھے اور خجروں پر کرتے ہیں۔ سوائے سواری کی گاڑیوں کے آؤکسی قسم کی گاڑیاں اسباب وغیرہ لادنے کی یہاں نہیں دیکھی گئیں۔ چار گھنٹے کے عرصہ میں ہماری فٹن مدینہ انخلیل میں داخل ہو گئی۔

گاڑیوں کے کہڑے رہنے کی جائے مقرر ہے۔ اس مقررہ جگہ میں گاڑیوں کو چھوڑ کر اوسکے قریب ایک دو منزلہ مکان ہے جس میں چند بلیک اور کرسیاں بچھے ہیں۔ یہاں پر زائرین کچھ آرام کر کے ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر ابوالانبیاء حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کو جاتے ہیں۔

یہاں لوکنڈے اور ہوٹل بھی ہیں۔ کہانے کی دوکانیں و دیگر شیشی ضروری بازار میں ملتی ہیں۔ موضع خلیل الرحمان وادی افحاح میں آباد ہے۔ افحاح کے معنی متیب کے ہیں۔ کسی زمانہ میں یہاں کے سبب بہت مشہور تھے۔ شہر دور سے نظر نہیں آتا۔ بالکل نزدیک آنے پر ہی دکھائی دیتا ہے۔ اوس کے اور تھوڑی دور پر ایک پہاڑ کی جانب عین مرام موجود ہے۔ جس سے خاندان خلیل اللہ کے

لوگ پانی لیا کرتے تھے۔ اسمین کوئی کلام نہیں کہ یہہ کوئین اور درخت بہت قدیمی ہیں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے زمانہ میں اس موضع کو نمرا کہتے تھے۔ اس وقت شاید اس شہر کے چاروں طرف شہر سیاہ کی دیوار تھی۔

یہی مقام سے حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بہائیوں کے ہمراہ شکار کو گئے تھے۔ اسی مقام کے کسی جنگل سے فرزدان یعقوب نے اپنے پیارے بہائی یوسف علیہ السلام کو کوئین میں ڈال کر آپ کی قمیص کو خون میں تر کر کے دکھایا تھا کہ یوسف کو بہتر سے نے کہا لیا ہے

حضرت داؤد علیہ السلام اس مقام پر ساڑھے سات سال تک حکومت کرتے رہے۔ اس وقت شہر کے اطراف دیوار نہیں ہے۔ گلیاں نہایت تنگ اور غلیظ ہیں۔ مکانات تقریباً سب پتھر کے بنے ہیں۔ زیادہ تر قبے نامکان ہیں آبادی ۵۱ ہزار کے قریب ہے۔ جس میں زیادہ تر لوگ صدف اور لکڑی کا کام کرتے ہیں۔ اور چمڑے کی بوتلین پانی رکھنے کی یہاں زیادہ بناتے ہیں۔ عیسائی بہت ہی کم اور یہودی دیرھہ ہزار کے قریب ہیں۔ باقی کل مسلمان آباد ہیں۔

وادی میں دو پانی کے کُند ہیں جہاں سے پانی شہر کو آتا ہے۔ یہ حوض بھی بہت قدیم ہیں حضرت داؤد علیہ السلام کی وقت میں بھی یہ کُند موجود تھے۔

روضہ سیدنا | اس مبارک مقام کو حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے حین حیات ہی میں اپنے خاندان کیلئے مقرر کر لیا تھا۔ اس میں عیسائیوں کو جانے کی سخت

ممانعت ہے۔ حرم کے اطراف عیسائی جاسکتے ہیں۔ مگر اندر قدم نہیں رکھ سکتے۔ ترکی سپاہ سخت

نگہ رانی کرتی ہے۔ البتہ اگر سلطان العظم کی گورنمنٹ سے کوئی مغربی روپین سیاح اجازت حاصل کر

آویگا تو اس کو اندر جانے دیتے ہیں۔ چنانچہ شاہان یورپ کے مرحوم قیصر ہند شاہ ایدورڈ ہفتم

بحالت شہزادگی ۱۸۶۲ء میں اور مارکویس بوٹی ۱۸۶۶ء میں اور ولیعہد جرمن (یعنی موجودہ قیصر جرمن)



روضه شيدنا ساره عليها السلام

روضه شيدنا ساره عليها السلام

هذا قبر سيدتنا ساره عليها السلام  
وكانت من خلائع ائمه عليهم السلام

۱۸۶۹ء میں جنرل لیل والیس سفیر امریکہ متعینہ آستانہ ۱۸۸۲ء میں اور ہمالیہ قیصر ہند شہنشاہ جارج پنجم سے اپنے برادر شہزادہ البرٹ وکٹر کے ۱۸۸۲ء میں اور مسٹر کوک ہمراہی شہنشاہ جارج کی باجائے سلطان المعظم خادم حرمین شریفین و حرم ثالث کے اس مسجد مبارک کی زیارت کئے تھے۔ ورنہ کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ اوسکے بعد بھی بہت سے ناسور سیاحان یورپ باجائے سلطان المعظم اندر گئے ہیں۔ اس مسجد کے دو عالیشان منائے ہیں۔ مسجد میں داخل ہونیسے پہلے دروازہ کے پاس حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کی بنائی ہوئی دیوار منور موجود ہے۔ جسکی نسبت مشہور ہے کہ جناتوں نے بنایا ہے۔ دیوار بہت استحکم ہے۔ ایک ایک پتھر پانچ یا چھ گز کا لٹا اور اتنا ہی چوڑا دیوار میں لگایا گیا ہے۔ عقل حیران ہوتی ہے کہ یہ پتھر کیونکر اوٹھا کر لگائے گئے اوسوقت آلہ جبر نقیل کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ پتھر اس قسم چپان کئے گئے ہیں کہ باوجود اس قدر زمانہ دراز گزرنے کے اب تک کھین جوڑ نظر نہیں آتا ہے۔ مسجد کے اندر چند سیڑھیوں کو چڑھ کر جانا ہوتا ہے۔ یہاں کا انتظام نہایت معقول ہے۔ ہر جگہ ترکی مسلح سپاہی پہرہ پر مقرر ہے۔ زائرین کو کسی مزدور یا رہبر کی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی ہوتا بھی ہے تو ترکی سپاہی اوسکو رہنے نہیں دیتا ہے۔ سپاہی خود ساتھ ساتھ پہرہ زائرین کو کل مقامات کی زیارت کراتے ہیں۔

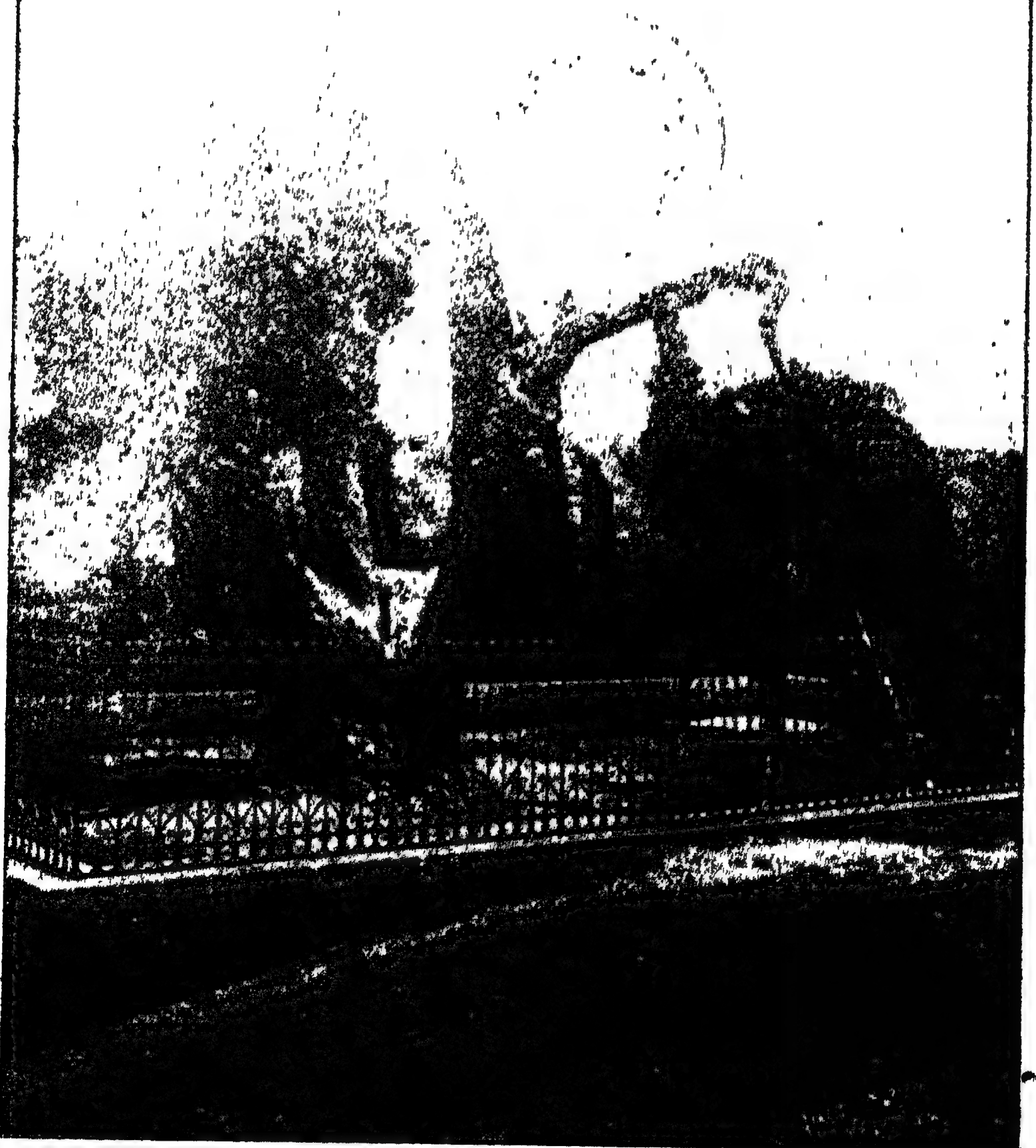
سب سے پہلے ایک غار دکھایا جاتا ہے جسکو غار انبیاء کہتے ہیں۔ جہاں پر ستر خیر الانبیاء علیہم السلام بنی اسرائیل کے ماتون قتل ہوئے اور یہیں مدفون ہیں۔

ایک قبہ میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا مزار مبارک بہت بلند اور شاندار ہے۔ ۹ فٹ بلند اور اتنا ہی طول و عرض ہوگا۔ اور سامنے دوسرے قبہ میں آپ کی پیاری بی بی ام الانبیاء سیدتنا سارہ علیہا السلام کا مزار پاک ہے۔ جانب جنوب وسط مسجد میں ایک قبہ کے اندر آپ کے صاحبزادے حضرت سیدنا اسحاق اور انکی بی بی حضرت سیدتنا رفقہ رضی اللہ عنہما آرام فرما رہی ہیں۔ گوشہ شمال مغرب میں حضرت



سیدنا یعقوب اور اونکی بی بی سیدتنا لایقہ کی قبرین ہیں۔ اوسکے متصل ایک قبہ میں حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کی قبر مبارک ہے۔ کل مزارین برنجی جالیوں سے گہرے ہوئے ہیں۔ سب پر سبز غلاف پڑے ہیں۔ غلاف سبز ریشم کا ہے جس پر کلمہ ابراہیمی بافتہ ہے یعنی لا الہ الا اللہ ابراہیم خلیل الرحمن صاف طور سے بخط نسخ نظر آتا ہے۔ غلاف بہت پُرانے ہیں۔ ۷۰ برس سے کم کے نہ ہونگے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب مدینہ منورہ میں آنحضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کا غلاف جب بدلا گیا۔ تو ان غلافوں کے بدلنے کی نوبت نہیں آئی۔ ان مزارات کے قریب زائرین نہیں جاسکتے فقط برنجی جالی تک پہنچ کر صلوٰۃ و سلام پڑھ کر دعا کرتے ہیں۔ اسی قبہ کے ایک گوشہ میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا نشان بتاتے ہیں۔ جب سب زیارات سے فارغ ہوں گے۔ تب ترکی سپاہی شیخ الحرم کیلئے کچھ طلب کر گیا۔ جو دلیں آتا ہے۔ دید و وہ بخوشی لے لگا کوئی جبر یا تعزیر نہیں ہے۔ جبر و خیرات یہاں پر نہیں ہے۔ یہاں کے انتظام سے میں بہت خوش ہوں۔ یہ سپاہی آپ کے ہمراہ آپکی گاڑی تک آکر آپکو سوار کر کے سلام کر کے واپس جاویگا۔ اگر آپ اوسکو کچھ دینا چاہتے ہو تو دید و وہ بخوشی لیکر دوبارہ سلام کر کے تھمت لیگا۔ اگر یہ انتظام یہاں نہ ہوتا تو مجاور وغیرہ دو یا تین محیدی غرابوں سے پونڈ آدھ پونڈ کے قریب متوسط الحال زائرین سے اور جو کچھ ملے امرؤن سے وصول کرتے تھے۔ اس انتظام سے زیادہ سے زیادہ ایک روپیہ میں کل کام نکلتا ہے۔ اگر اسی قلم بند و بست کل زیارات مقدسہ میں ہو جائے تو گورنمنٹ عثمانیہ کا نہایت احسان ہوگا۔ اور زائرین کو ایک گونہ راحت نصیب ہوگی۔ اور ہرقائے سلطنت کیلئے ہر ایک کے دل سے اون مقدس مقامات پر بھی دعا کھلیگی۔ روضہ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت مسلمانوں کے سوا ہر دنیا کی دو بڑی قومیں یہود و نصارا بھی محقق ماننے ہیں۔ اس قبرستان کو دنیا کا سب سے قدیم اور بزرگ و برتر زیارت گاہ سمجھتے ہیں۔ ایک انگریز سیاح اپنے سفر نامہ میں اس مقدس قبرستان کا ذکر کرتے ہوئے یوں رقم کرتا

حضرت سیدنا ابوالحسن علی بن ابی طالب  
کما درخت کا گونہ جس سے سایہ پڑے  
آپ اکثر آدم کیسے



ہے کہ یعقوبؑ نے جب مصر میں وفات پائی تو بھی وصیت کی کہ مجھے میرے آبا و اجداد کے قبرستان میں جو موضع ہیرون میں غار مکفیدہ کے پاس ہے دفن کرنا۔ چنانچہ آپکی وصیت کے موافق آپکی نعش مبارک مصر سے یہاں لا کر دفن کی گئی

اس میں کوئی کلام نہیں کہ ان چار پیغمبروں کے سوا کسی انبیاء کی مزار کا صحیح پتہ نہیں ہے مگر ان چاروں کے مدفن میں کسی کو شک شبہ نہیں۔

اول۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار پاک مدینہ منورہ میں۔ دوم سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا خلیل الرحمن میں۔ تیسرا۔ سیدنا یعقوبؑ اور چوتھا سیدنا اسحاقؑ کا بھی اسی غار مکفیدہ میں موجود ہے۔

**درخت ابراہیمؑ** | روئے سیدنا ابراہیمؑ سے نصف گینٹے کی راہ پر ایک پہاڑ کے دامن میں ایک

محفوظ سا گوان کا درخت ہے۔ جسکی تصویر ناظرین کے ملاحظہ کیلئے دید گئی ہے۔ جسکی نسبت یورپین سیاحوں کا اتفاق ہے کہ یہ روئے زمین پر سب سے پرانا اور قدیم درخت ہے۔ ۴ ہزار سال کے آگے اسی درخت کے سایہ میں حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنا ڈیرہ لگا کر بیٹھا کرتے تھے۔ جسکا ذکر غالباً سعدی علیہ الرحمہ نے بھی اپنی گلستان میں کیا ہے۔ اسوقت اسکی چڑ ۳۰ فیٹ موٹی ہے ۲۰ فیٹ تک سیدھا اوپر کی جانب جا کر وہاں سے اسکی چار شاخیں ہو گئی ہیں۔ اسکو یہودی تری بنتے اور نصارا ابراہیم اوکس (یعنی ابراہیم کا سا گوان کا درخت) کہتے ہیں۔ اسکے متصل ایک کنواں ہے جسکو عین سارہ کہتے ہیں۔ یہ کنواں حضرة سیدتنا سارہ علیہا السلام کے نام سے موسوم ہے۔ درخت اسوقت ایک روسی کے قبضہ میں ہے اسکے چاروں طرف ایک آہنی سلاخوں کا کڑا بنا دیا گیا ہے درخت اسوقت آدھا سوکھ گیا ہے۔ اور اوپر کی شاخیں گر پڑی ہیں۔

**عین کریم** | بیت المقدس سے باب الخلیل کے باہر جانب شمال مغرب طرف چالیسے دو تون جانب رستہ کے کانسلٹ کے مکانات اور یہودیوں کی بڑی بڑی عمارتیں ملتی ہیں۔ جب گاڑی ایک

پہاڑی کے اوپر پہونچ جاتی ہے۔ جہاں پر شیخ بدر کا مقبرہ ہے اوسکے پاس سے راستہ بائیں جانب کو علیحدہ ہوتا ہے۔ اس راستہ پر جانے سے چھوٹے چھوٹے ٹیکریوں پر سے گزرتے ہوئے عینِ کریم کو پہونچتے ہیں۔ پہاڑ کی چوٹی سے بحرِ المتوسط کا منظر اور قدسِ شریف کے قرب و جوار کا نظارہ بھی قابلِ دید ہے۔ سیاح ضرور یہاں چند منٹ ٹہر کر دیکھے۔ چوٹی سے گاڑی ذرا سخت اور ترائی اُتر کر عینِ کریم کو آتی ہے۔ خدا ہوشیاری سے یہاں بیٹھنا چاہئے۔ بیت المقدس سے کل ایک گھنٹہ کی مسافت ہے۔ ہم لوگ ۷ بجے دن کے روانہ ہوئے ۸ بجے کو عینِ کریم میں داخل ہو گئے۔

کہتے ہیں کہ مجھ مقامِ حضرت سیدنا زکریا کا مسکن تھا۔ اور اسی مقام پر حضرت سیدنا یحییٰ پیدا ہوئے۔ جہاں پر اسوقت آپ کی یادگار میں ایک کلیسہ بنا دیا گیا ہے۔ اور یہ کلیسہ ایک نہایت خوبصورت اور زمانہ حال کی کاریگری کا بہترین نمونہ ہے۔ اس کو ضرور دیکھنا چاہئے۔ قابلِ دید ہے۔ اس کا نام جرج آف سینٹ جان دی باپٹسٹ ہے۔

**مقبرہ سلطان حسن** اسکے بعد میں شیخ عبدالقادر مدنی کے ہمراہ مقبرہ سلطان حسن بن

حضرت سلطان ادہم طحی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف گیا۔ آپ کا مزار ایک پہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔ قبر پر ایک تسبیح بہت بڑے بڑے داؤن کی رکھی ہوئی ہے۔ مینے ایسے موٹے داؤن کی تسبیح کہیں نہیں دیکھا تھا۔ یہ پہاڑ بھی ایک عجیب سیرگاہ ہے۔ دکنفرحت حاصل ہوتی ہے۔ اس پہاڑ کے نیچے بہت بڑا غار ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً ربع حصہ شہر بیت المقدس کا اسی پہاڑ کے اوپر آباد ہے۔ اس غار کے اندر قدس شریف کی مینوسنپائی کے روشنی کا کل سبب یعنی تیل گودام وغیرہ رکھا ہوا ہے۔

**روضہ ام یوسف** حضرت راحلہ ام یوسف علیہا السلام کا مزار بھی بابِ تحلیل سے نکل کر تھوڑی دُور

بیت لحم کے راستہ پر غلیل الرحمن کو جاتے ہوئے دہنے جانب ملتا ہے۔ ایک مختصر مسجد بھی ہے۔ مینے اومی مسجد میں نماز عصر پڑھی۔ محلِ ملت ثلاثہ کے لوگ اسکی زیارت کرتے ہیں۔ مزار پر ایک مہرِ غلاف



پڑتا ہے۔ باہر ایک زیتون کا درخت ہے۔

**روضہ سیدنا موسیٰ** | قدس شریف سے عمدہ گہوڑے کی گاڑیاں سات مجیدی مین ذرا معمولی گہوڑوں

کی چھ مجیدی مین آنے اور جانے کے لئے مل جاتی ہیں۔ اگر عبدالقادر ابراہیم انصاری دلیل القدس کی معرفت گاڑی لیجائے تو نہایت عمدہ گاڑی۔ مجیدی پر جس مین نہایت بیش قیمت عربی سا گہوڑے جتے ہونگے مل جاویں گی۔ مرقد سیدنا مریم کے رو برو سے گاڑی جاویں گی۔ اور راستہ میں عزیز کی زیارت بھی کر سکتے ہیں۔ گاڑی والیکو کہنے سے حضرت عزیز کے روضہ کے پاس کھڑا کر دیا گیا۔ ۳۴ میل پر ایک قبوہ کی دوکان ملیگی اوس دوکان سے ذرا آگے چل کر بڑی سخت اُترائی ملتی ہے۔ پہاڑ کی شکل اور قرب جوار کا منظر بھی یہاں کا کچھ عجیب ہے۔ قدس شریف سے گاڑی پانچ یا چھ گھنٹے کے عرصہ میں بنی موسیٰ کو پہنچتی ہے۔ قبہ بہت بڑا ہے زائرین کے قیام کیلئے سرائے اور مکانات بھی موجود ہیں۔

قبہ کے باہر ایک تبرستان ہے۔ دور دور سے مردون کو لا کر بخیاں تقدس یہاں دفن کرتے ہیں۔ مصلیٰ عائشہ کے نام سے ایک مقام ہے جسکی نسبت لوگوں کی روایت ہے کہ حضرت سیدتنا ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہاں پر دو رکعت نقل پڑھی تھیں۔ اس مقام پر بھی ایک قبہ بنایا گیا ہے۔ قبہ کے نزدیک ایک اور قبہ ہے جو کسی راعی کی بتاتے ہیں۔ جو نہایت بزرگ اور تقدس مآب گذرا ہے ایک مختصر مسجد بھی ہے۔ یہاں کے پتھر سیاہی مائل سفید ہیں۔ جلانے سے جلتے ہیں۔ لوگ بطور تبرک اس پتھر کو اپنے ملکوں کو لیجاتے ہیں۔ موسیٰ کی قبر پر سبز غلاف پڑا ہے۔ قبر لابی ہے ایک کنواں اور ایک دوکان بھی پاس ہے۔ زیارت سیدنا موسیٰ مین اختلاف ہے۔ بیت المقدس کے لوگ کہتے ہیں۔ کہ سلطان صلاح الدین بن ایوب فاتح بیت المقدس نے ملک کی سیاسی حالت پر نظر کر کے اس حدیث کے موافق **وَمَوْصِلِي مُوسَى وَهُوَ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ عِنْدَ الْكَلْبِ لَا تَحْزُرْ** اس حدیث کو صاحب جوامع البحار نے روایت کیا ہے دیکھو صفحہ ۱۱۸۶۔ بس اسی حدیث کی بنا پر ایک قبر بنا کر روضہ بنا دیا گیا۔ اسکے لئے اوقاف مقرر

کردے گئے ہیں۔ اسکی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ایام ایسٹرن جو مولد عیسیٰ کا جشن ہوتا ہے اور وہی دنوں میں نصارا حج کیلئے بیت المقدس کو آتے ہیں۔ اس مقام پر مسلمانوں کی آبادی بہت کم اور نصارا کی زیادہ ہے۔ یون بھی ایسٹرن کی وجہ سے بکثرت عیسائی جمع ہو جاتے ہیں۔ اکثر اوقات مسلمان اور عیسائیوں میں لڑائی جھگڑا ہو کر نوبت کشت و خون تک آ جاتی تھی۔ بس دشمن سلطان نے اسی موقعہ اور اونہی ایام میں عرس سیدنا موسیٰ مقرر کر دیا تھا جس کیلئے دور دور سے لاکھوں مسلمان آکر جمع ہو جاتے ہیں۔ آٹھ روز تک زائرین کو مفت خوراک ملتی ہے۔ بازاریں لگ جلتے ہیں۔ اور نصارا بھی جمع ہوتے ہیں مگر تعاداد اب مساوی رہتی ہے لڑائی جھگڑے کا اندیشہ نہیں۔ ان اخراجات کیلئے سلطان معصوف نے بہت بڑی جاگیر وقف کر دی تھی جو اب تک برابر چلی آتی ہے۔

یہودی یہاں پر نہیں آتے ہیں اور نہ وہ اسکو مقدس سمجھتے خیال کرتے ہیں۔ اس گنبد سے تھوڑی ہی دور ایک ٹیکری پر چڑھ کر دیکھنے سے بحر لوط کا منظر نہایت دلفریب نظر آتا ہے۔ اور وادی جاڑدان بھی بخوبی بہت دور تک دکھائی دیتا ہے۔ زیارت یا قبر کی اصلیت کو چھوڑ کر بھی اس قطعہ زمین کی سیر ایک سیاح کے دلکو بہا لیتی ہے اور اسکا منظر بہت روز تک انسان کے دل اور آنکھوں میں پرتا رہتا ہے۔ میں ان تمام مقامات کی زیارت جسکا کرنا از روی عقائد اسلام فرض یا سنت نہیں بلکہ فقط بنظر سیاحت کیا ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ سیاح کیلئے اس بڑے دلفریب مقام اور خوشنما منظر روئی زمین پر کچھیں نہیں ملیگا۔ اور اس زمین کے پاک ہونے میں بھی کسی کو کلام نہیں اسیر ایک جو میں سزا را نبیوں کا کل نہ بھی تو نصف حصہ تو ضرور چلا پہرا ہوگا۔ اور یہ ملک کل انبیاء علیہا السلام کا مسکن اور قبلہ رہا ہے۔

بنی موسیٰ سے واپس قدس لفشہ کو آتے ہوئے بڑی سخت چڑھائی ملتی ہے آنے اور جانے میں ایک دن سے زیادہ صرف ہوتا ہے۔ تاہم ضرور سیاح اس مقام کی زیارت کر لے ورنہ حسرت رہ جاوے گی۔

## بیت المقدس کے اجمالی حالات

صاحب ثروت مسلمان اگر ایام گرامین شملہ، نیلگری، یا کاشمیر کے بجائے  
دمشق یا بیت المقدس میں جا کر رہیں تو اونکو بہت ہی لطف حاصل ہوگا جیسا

کا کرایہ بھی ارزان ہے۔ روزمرہ کے اشیاء خوردنی بھی مناسب قیمت پر مل جاتی ہیں۔ ایک معمولی کنہ کیلئے  
جسمین پانچ سے دس آدمی تک ہون ماسوار دوسو روپیہ رہائش و خوراک کیلئے کفایت کر سکتے ہیں۔  
امراؤ نکا تو ذکر ہی نہیں جتنا چاہیں خرچ کر سکتے ہیں۔ گہی بیت المقدس میں نہایت عمدہ ملتا ہے۔ یا فہ  
میں مسکہ جب قدر چاہو لیلو ایک رطل جو سواد و ادگہ کے قریب ہوتا ہے چہے روپیہ کو مل جاتا ہے۔ اوگہ  
سور روپیہ وزن کے قریب ہوتا ہے۔ جب مدینہ سے حجاج شام کا قصد کرتے ہیں تو مزور مدینہ یا اہل  
مدینہ کہتے ہیں کہ شام میں گہی نہیں ملتا ہے۔ یہیں سے لجاؤ یہ محض اونکا دہوکہ ہے۔ البتہ مصر کو جاؤ  
تو بیت المقدس سے گہی خرید کر لو۔ علاوہ عمدہ ہونے کے ارزان بھی رہیگا۔

حلب سے بہت گہی یہاں آتا ہے۔ روغن زیتون یہاں پر نہایت عمدہ اور اصل ملتا ہے او  
یہیں سے کل ممالک کو جاتا ہے۔ انگریزی ہوٹل میں رہنے والے اصحاب کیلئے گراڈ نیو ہوٹل کو ک  
کپنی کے دفتر کے پاس بہت عمدہ ہے۔ ڈاک خانہ یہاں پر باب الخلیل میں آسٹریہ کا اور باہر کی  
طرف جرمنی، فرانس، روسیہ اور ترکی کا علیحدہ علیحدہ ہے۔ اس سفر میں خطوط کو کپنی کی معرفت  
منگوانے سے بہت اچھا ہے گم ہونیکا اندیشہ نہیں۔ ہر ایک یورپین سلطنت کی طرف سے ایک ایک  
شفا خانہ یہاں موجود ہے خصوصاً امراض چشم کیلئے بہت ہی عمدہ شفا خانہ ہے۔

شہر کی مشہور گلیاں یہ ہیں۔ درب داؤد جو باب الخلیل سے حرم شریف تک سیدھی چلے گئی ہے۔  
درب عمودیہ جو باب دمشق سے بہت دور تک سیدھی جا کر درب داؤد میں مل گئی ہے۔ اس کے علاوہ

اور بہت سی گلیاں ہیں جنکے نام مختلف ہیں

امریکی کلونی یہ نماز جمعہ میں امریکیوں کو چلا گیا۔ اسکے جتنے رکن ہیں کل دن و مردیکے وغیرہ

سب ایک ہی جگہ رہتے ہیں جو کچھ کھاتے ہیں وہ سب ایک ہی جگہ خرچ کرتے ہیں۔ انکا عقیدہ اچھا ہے انکی باتوں سے وحدانیت کی بڑبائی جاتی ہے۔ آپس میں سگے بہائیوں سے زیادہ اخلاص کیساتھ ملتے ہیں۔ تجارت انکا پیشہ ہے۔ مصوری اور نقشہ کشی اور تصاویر کی کام بھی کرتے ہیں۔ میری درخواست پر انکے سکریٹری نے چند فوٹو خاصیت المقدس کے بنادے تھے جو اس کتاب میں لگائے گئے ہیں۔ اور یہ بوٹانی یعنی درخت و پھول وغیرہ کو کاغذوں میں رکھ کر چھاتے ہیں۔ بعد اوسکو امریکہ یا یورپ کو روانہ کر دیا کرتے ہیں۔ انکی ایک خاص بیکری یعنی روٹی پکانے کی ولایتی مشین ہے جس میں اعلیٰ درجہ کے کیک اور ہام کی روٹیاں تیار ہوتی ہیں۔ سکریٹری کے اشائے ہر ایک عورت ہمارے لئے عمدہ چار اور چند قسم کے بسکٹ اور مٹھائیاں لائی اور ہمارے ساتھ شریک ہو کر کھائی۔

سال گذشتہ کے میوہ جات جو اس موسم میں میسر نہیں آسکتے وہ محفوظ رکھے گئے تھے انکو بھی لاکر ہمارے روبرو رکھا گیا۔ ان میوؤں میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں آیا تھا۔ اسکی فروخت سے ہزاروں روپیہ کا سالانہ منافع اونکو ملتا ہے۔ انکی اخلاق ایسی ہے کہ جب کوئی ہمیشہ کیلئے یاد رکھو گا۔ وہی تعظیم و تکریم وہی اٹھنا بیٹھنا وہی مزاج پریمی کا طریقہ جیسے شامی یا مصری عربوں میں ہے۔ بالکل اختیار کر لیا گیا ہے۔

انکی مادری زبان انگریزی کے علاوہ یہ لوگ عربی ایسی صاف بولتے ہیں جیسے مادری زبان۔ جب میں اور شیخ عبدالقادر انصاری انکے گہرین داخل ہوئے تو تمام زن و مرد جو وہاں موجود تھے۔ تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ اور ہمکو ایک پرتکلف کمرے میں لجا کر بٹھایا۔ میں ان سے انگریزی میں گفتگو کرتا رہا اور عبدالقادر عربی میں۔ ایک شخص اون میں ابھی کارہنہ والا خاصی اُردو بولتا ہے۔ اوسکی ملاقات میرے سے ایک دکان پر ہو گئی تھی اوسکی ترغیب سے میں نے وہاں جا کر ملاقات کی۔ میں نے سکریٹری سے کہا کہ میں فلسطین کی پولیٹیشن سوسائٹی کے سکریٹری سے ملنا چاہتا ہوں



نصرانی میں سے سلمانوں کا کوئی ہوٹل یا لوکندہ یا فہ میں نہیں ہے۔ میں اسی سکر میں تھا کہ حاجی درویش نے مجھے کہا کہ میرے مکان میں ٹہرنا۔ میں اوسکے ہمراہ اوسکے مکان کو گیا وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ دو چار کمرے معمولی سے ہیں اور اوس میں ایک کوٹنے اس خیال سے پسند کر لیا کہ ایک روز تو رہنا ہو اگر تکلیف ہی سے گزارہ کر کے جو کچھ دینا ہے اس سلمان کو دیدیا جائیگا تو اچھا ہے۔ میں نے اپنی پسندیدگی ظاہر کر کے حاجی درویش کیساتھ بازار کی سیر کو چلا گیا۔ میرے واپس آنے پر میں اوس کمرے کو دیکھ کر سخت حیران ہو گیا کہ حاجی درویش کی بی بی یا ملازموں نے اوس کو اس درجہ جادیا تھا کہ اوس کمرے کے مقابلہ میں دمشق یا مصر کا اعلیٰ درجہ کا لوکندہ یا ہوٹل بھی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ عمدہ پبلنگ پر صاف و سفید تکیہ اور متعدد کرسیاں لگاؤ تکیہ لگے ہوئے تھے۔ درمیان میں ایک سنگ مرمر کا میز عمدہ موم بتیاں لیا مپ وغیرہ غرض ہر ایک ضروری چیز مہیا تھی۔ چادرین بریکے مانند سفید اور اونکی جہال میں نہایت خوشنما تھیں۔

میں ایک شب کے لئے ایسے سجے ہوئے کمرے کا کرایہ نصف مجیدی دیتے ہوئے شرایا۔ یا فہ میں کنارہ سے جہاز تک کوئی کشتی وغیرہ کا کرایہ فی کس ایک مجیدی ہے۔

اگر ناظرین سے کسی کو اس مبارک سفر کا اتفاق ہو تو وہ ضرور حاجی درویش کے ذریعہ اپنا بندوبست کوں نہایت آرام پاویں گے۔ اس شخص کی جتنی تعریف کجائو وہ کم ہے۔ تاہم ناظرین اپنے خیال سے کام کوں۔

یافہ سے جہاز ہر دو شنبہ کو کبھی عصر اور کبھی مغرب کے بعد جانب پورٹ سعید روانہ ہوتا ہے۔ اور شنبہ کی صبح کو پورٹ سعید میں داخل ہو جاتا ہے۔ صبح ہوتے ہی پورٹ سعید کی عالیشان عمارت اور کارخانوں کی چیمبیاں دور سے ہی دکھائی دینے لگتی ہیں۔ مگر کسی طرف کنارہ نظر نہیں آتا۔

**پورٹ سعید** ہم یافہ سے خدیویل میل اسٹیمر کے قصیر نامی جہاز میں سوار ہو کر مغرب کے نکلے ہوئے

علی الصباح ۸ بجے کے قریب بندر سعید میں داخل ہو گئے۔ چار کناڑے آتے ہی کشتی بانوں نے آنکر گہیر لیا۔ مگر ابھی تک مسافروں کو اترنے کی اجازت نہیں ملی تھی۔ ایک طرف کل ہندوستانیوں کو اور دوسری جانب بخاری، جاوی اور ترکی مسافروں کو کھڑا کیا گیا۔ سب کی دیکھ بھال یعنی طبیعائے ہوا پہلے درجہ اول کے مسافروں کو انکے بعد دو سکر درجہ والوں کا معائنہ ہوا۔ یہ معائنہ برائے نام تھا۔ ڈاکٹر نے کسی کو چھو نہ نبض نہ کیا فقط مسافروں کے سامنے سے گزر گیا۔ طبی معائنہ کے بعد ڈاکر اتار گیا۔ اس کارروائی کے ختم ہوئے تک ۱۰ بج گئے مگر ابھی تک مسافروں کو اترنے کی اجازت نہ تھی۔ بندر سعید پر سینکڑوں جہاز مختلف یورپین کمپنیوں کے اس وقت یہاں موجود تھے۔ ایک نہایت عالیشان عمارت تین منزلہ زرد رنگ کسی جہازی کمپنی کی۔ اور ایک گول قبة نما بلند عمارت بہورے رنگ کی ساحل کے قریب واقع ہے۔

بہت سے چھوٹے جہاز مٹی سمندر سے نکالنے والے ہر وقت یہاں مٹی نکالا کرتے ہیں۔ خود بخود مٹی کل کے ذریعہ نکل کشتی میں گر جایا کرتی ہے۔

اب جہاز والوں نے کہہ دیا کہ ہم پورٹ سعید پہنچا دے اگر کوئی مسافر جہاز میں کہا نا کہا ایگا تو دو مجیدی روزانہ لئے جاوینگے کشتیاں جو صبح آئی ہوئیں دوپہر تک مسافروں کے انتظار میں ہیں سو اگر یہی مال جہاز کا سب اتار دیا گیا۔ مگر مسافروں کے اترنے کی نوبت نہیں آئی۔

یہاں کی کشتیوں میں اسٹیم پاور لگا دیا گیا ہے۔ آدمی اسکو کہیتے نہیں ہیں خود بخود اس مختصر اسٹیم کے ذریعہ بہت جلد پانی پر دوڑتی پھرتی ہیں۔ دھواں نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے بغیر دھوئیں کے یہ اسٹیم کے زور سے پانی پر چلا کرتی ہیں۔

۱۲ بجے کے بعد حکم ہوا کہ مسافروں کو اتار دیا جائے کل مسافر اتار دے گئے۔ ساحل پر کل ہندوستانیوں کو ٹھہرایا گیا اور یہ کہا کہ اسکندریہ سے حکم آئے تک اسی مقام پر رہنا چاہئے۔

کنائے پرایک باشندہ سیلون حال مقیم پورٹ سعید عبدالحمید سلطان بابا وکیل الحجاج ملا۔ اوسنے  
ذرا تسلی دی۔ اور ہم ۱۲ بجے تک گودی پر بیٹھے رہے۔ کشتی کا کرایہ جہاز سے گودی تک ۲ قرش دے  
سامان جہاز کے اندر سے نکال کر کشتیوں میں ڈالنا اور وہاں سے گودی تک لاکر پہرہ پر بلاٹ فارم  
کے چڑھانا ایسی محنت محنت کیلئے ۵ روزہ کی کچھ بھی نہیں۔ ایک بجے کے قریب اسکندریہ سے  
تار آنے پر ڈاکٹر نے ہم کو کہا کہ جاؤ اجازت مل چکی ہے۔ اپنا نام اور ٹھکانا ٹھہرنے کا لکھا کر شہر کی طرف  
روانہ ہو گئے۔ وہاں سے جنگی خانہ کی طرف کل سامان لایا گیا۔ جنگی والوں نے جسکو دیکھا چاہا  
وہ سامان کہلو کر دیکھا۔ غرض سب مرحلے طے کر کے مین الگزنڈرا ہوٹل میں آکر اتر گیا۔ یہ  
ہوٹل مجموعی حیثیت سے ایک متوسط درجہ کے مسافر کیلئے بہت اچھا ہے۔ اس میں خوراک نہیں  
ملتی۔ مکان، بستر، پاخانے اور غسل خانے صاف اور نہایت عمدہ ہیں۔

کرایہ فی کس روزانہ ایک فرانک اور ۲ فرانک تک ہے۔ مین ایک فرانک والے کمرے میں  
اوپر کے حصہ میں ٹہر گیا۔ اوسمیں کل ضروری سامان مہیا تھا۔ باورچی خانہ ساتھ ہی کمرے کے لگا  
ہوا ہے۔ اسقدر رازان اور عمدہ ہوٹل مجھے دمشق اور بیت المقدس میں بھی نہیں ملا۔ یہاں تک  
بہت ہوٹل اور لوکنڈے ہیں کرایہ ۱۰ ار سے پانچ روپیہ روزانہ مقرر ہے۔ آخر الذکر میں ہمہ خوراک  
شامل ہے۔ پورٹ سعید میں فخر و ن کی ٹراموے ہے۔ جو ایک پٹری پر چلتی ہے۔ دونوں جانب  
دونچرین کہیں کر لیجاتے ہیں۔ پورٹ سعید بالکل یورپین وضع کا بندر ہے۔ دوکانیں لٹرن  
جیسی ہیں۔ گوشت مچھلی وغیرہ سب چیزیں یہاں پر مناسب اور موزون قیمت پر مل جاتی ہیں۔

یہاں دلالوں کا رواج بہت ہے دیکھ سہجہ کران دلالوں کے پندے میں پہنسا چاہئے۔  
میں نے یہاں پر بہت غور کیا آخر مجھے سلطان بابا ہی ایک ایسا شخص معلوم ہوا کہ جس سے حجاج و  
زائرین کو تریا وہ خسارہ نہیں ہوتا ہے۔ بہ نسبت دوسرے دلالوں کے یہ شخص متدین اور ذی شعاع

اور لاجی بھی زیادہ نہیں۔ ٹوشس کونسل کے پاس اسکی رسائی و قدر و منزلت ہے۔ ایک حد تک  
تُجّاج وزائون کی خدمت کرنا اپنا فخر سمجھتا ہے۔

**قاہرہ** | روز چہار شنبہ ۷ فروری ۱۹۱۲ء کو علی الصباح ۸ بجے ریل سوار ہو کر جانب قاہرہ روانہ

ہو گیا۔ میرا فالتو اور وزنی سامان اسی ہوٹل الگزنڈرا میں چھوڑ دیا۔ کرایہ درجہ اول ۹۶ پیاسٹر  
درجہ دوم ۴۸ پیاسٹر اور درجہ سوم ۲۴ پیاسٹر ہے۔ پیاسٹر ۲ رکا ہوتا ہے۔ ریل گاڑی نہر سوئز کے  
ساتھ ساتھ اسماعیلیہ تک جا کر ومان سے گھوم جاتی ہے۔ راستہ میں بجز اسٹیشنوں کے اور کوئی  
آبادی کا نشان نظر نہیں آیا۔ زمین کا بہت بڑا حصہ ریت سے بہرا ہوا ہے۔ پورٹ سعید سے جب  
ریل چلی تو کچھ چٹیر کے درخت دکھائی دئے بعد میں بالکل ایک ایران ریگستان سے ریل  
گذر کر آئی۔ ہوانے ریت کو ایک جامع کر کے مثل پہاڑیوں کے بنادیا ہے۔ اگر انکو ریت کے  
چھوٹی پہاڑیاں کہیں تو درست ہے۔ ریل کی رفتار کی وقت اگر ہوا زور سے چلتی ہے تو مسافروں  
کو اندر بیٹھنا دشوار معلوم ہوتا ہے۔ اسی سبب یہاں کی ریل میں بڑے بڑے چلبی شیشے کی  
کھڑکیاں لگی ہیں جو وقت ضرورت بند کر دی جاتی ہیں۔

نہر سوئز میں مٹی نکالنے والے دخانی کشتیاں اور طرح کی ہیں اور سمندر میں مٹی نکالنے  
والے اور طرح کے تھے۔ ہمیشہ اس نہر میں ان دخانی کشتیوں کے ذریعہ مٹی اور کیچر نہر کا نکالا  
جاتا ہے۔ تاکہ جہازوں کی آمد و رفت میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ ہو۔ مٹی خود بخود ایک بڑے پیمپ کے  
ذریعہ جو کشتی میں لگا رہتا ہے باہر کنا سے برگرجاتی ہے۔ اسماعیلیہ کے نزدیک ریت ہوا سے  
اوپر بکریسا اوقات ریل کی سڑک کو ڈھانپ لیتی ہے تو اسکو بھی صاف کر کے ریل چلاتے ہیں۔  
اس کے بچاؤ کے لئے ریل کی سڑک کے دونوں جانب ایک باڑ بانسوں کی بنا دی گئی ہے تاکہ  
ہوا سے اڑ بکرنے والی ریت اس دیوار کو الگ کر باہر ہی رہ جائے۔ اندر آنے نہ پائے۔



یہ بار چند سال کے بعد خراب ہو جاتی ہے تو دوبارہ تعمیر کرتے ہیں۔ چنانچہ اس وقت نئی بار بن رہی تھی۔  
جنکشن اسماعیلیہ بڑا جنکشن ہے۔ درخت سرو صنوبر کے شہر میں بکثرت دکھائی دے۔ نہرو  
ریل کی سڑک کے درمیان شہر آباد ہے۔ دو ایک ہوٹل بھی نظر آئے۔ اس ریگستان میں کہیں کہیں  
جوسرو صنوبر کے باغات ہیں نہایت خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔ اس ریل کے ہر ایک درجہ میں شادہ  
بیت اخلا ہے۔ درجہ ثلاثہ یہاں کا بعض ہندوستانی ریلوے کے درجہ دوم سے اچھا ہے۔

یہاں درجہ سوم میں بھی اگر سفر کیا جائے تو کوئی تکلیف نہیں ہوتی ہے۔ گاڑیاں تعداد میں  
زیادہ لگائی جاتی ہیں۔ اور نہ کوئی بین فرق یہاں کے درجہ دوم و سوم کے گاڑیوں میں رکھا گیا ہے  
البتہ دوم درجہ کی گاڑیوں میں اندے لگے ہیں۔ اسٹیشن ابو صغیر کے پاس اینڈون کا کارخانہ ہے جو  
مشین کے ذریعہ طیارہ ہوتی ہیں۔ نہایت مضبوط ۲ انچ اونچی ۳ انچ چوڑی اور ۶ انچ لمبی  
بالکل سُرخ رنگ کی ہوتی ہیں۔ بکثرت یہاں سے ایشین طیارہ ہو کر کل مملکت مصر کو جاتی ہیں۔ ابو صغیر  
سے آگے زمین میں کچھ سنہری اور باغات کے نشان دکھائی دے مگر وہی لوق ووق ریگستان دونوں  
جانب پر موجود ہے۔ بعض جگہ ریل کے دونوں جانب اس قدر ریت بلند ہو گئی ہے کہ کوئی چیز نظر  
نہیں آتی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ریت کے پہاڑ ہیں ریل گزر رہی ہے۔ عجیب قدر ترقی منظر ہو۔  
یہاں دیہات میں کل مٹی کے مکانات جیسے ملک تیسور میں ہیں بعینہ اسی موافق بنے ہیں۔  
دیواریں اور چتیں سب مٹی کے ہیں۔ ٹنگراف لائین پر اتارین لگی ہیں۔ ٹکٹ کلکٹر ریل پر  
کئے وقت ٹکٹ چک کیا کرتا ہے۔ سہ اسٹیشن پر عموماً اور ہر جنکشن پر خصوصاً ٹکٹ دیکھتے ہیں۔  
تل ابکیر اور قاہرہ کے درمیان زمین کی حیثیت میں بہت فرق آگیا ہے۔ بالکل زمین  
مزرعہ اور بکثرت آباد ہے۔ جا بجا نہریں اور روشیں نظر آتی ہیں۔ چاہات و باغات بکثرت  
دکھائی دیتے ہیں۔ اس زمین کو دیکھ کر مجھے تو ایسا معلوم ہوا کہ میں اس وقت ناڈلہ اور چوگے

درمیان برہما کا سفر کوڑا ہوں۔ بعینہ وہی حالت زمین کی سرسبزی کی یہاں بھی دکھائی دی۔

یہاں کے باشندوں کا لباس سفید یا جامہ پر بڑا لالہ کرتا اور اس پر ایک سیاہ چادر اوڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔ سر پر ایک سفید مختصر ٹیڑھی موٹو پی کے نہایت خوشنما معلوم ہوتی ہے۔

یہاں بھی مثل بیت المقدس کے اونٹ۔ بہینس۔ بیل۔ گائی۔ گھوڑے اور بچروں سے ہل جوتے ہیں یہ نظارہ بھی ایک عجیب دلکش اور دل فریب معلوم ہوتا ہے۔

ابوالانصر اسٹیشن کے نزدیک ایک مختصر مگر نہایت خوبصورت مسجد نظر آتی ہے۔ یہاں سے ایک نہر کسی دور مقام پر لگئے ہیں۔ مسجد کے نزدیک جو قبہ نظر آتا ہے اوسمین شیخ محمد ابو ہاشم کا مزار ہے۔ زبان کی عدم واقفیت کی وجہ سے اوس بزرگ کے حالات میں دریافت نہ کر سکا۔ گاؤں سے باہر شیخ الاعزازئی کا مزار بھی ہے۔ یہ دونوں بہت بڑے شیخ گذرے ہیں۔ زیارین جنگشن پر گاڑی تھوڑا وقت ٹہرتی ہے گاؤں میں چھ عالیشان مساجد اور متعدد مدارس ہیں جن میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں تعلیم پاتے ہیں۔ شہر اچھا معلوم ہوتا ہے بچتہ عمارات بہت دکھائی دے۔

کپڑے بنانے کی دو کلیں یہاں موجود ہیں۔ جن میں اعلیٰ درجہ کا سوتی واونی کپڑا تیار ہوتا ہے۔ الموید کی روزانہ کا بیان یہاں پر بچہ بچہ فروخت کرتا ہوا پہرتا ہے۔ دو کلیساؤں میں بھی نظر آئے قہرہ خانہ اور بڑی بڑی دوکانیں جس میں ہر قسم کا یورپین اسباب موجود ہے بکثرت ہیں۔

حنسہ القمع بھی اچھا اسٹیشن ہے۔ آبادی بکثرت معلوم ہوتی ہے۔ یہاں پر ٹانڈی اور اسیان مٹی کے نہایت عمدہ تہتی ہیں۔ اور دوردور تک مملکت مصر میں جا کر فروخت ہوتی ہیں۔

تنبہ جنگشن بہت بڑا جنگشن ہے دو پلاٹ فارم ہیں ریل یہاں سے سکندریہ کو جاتی ہے مسافر بکثرت اترتے اور چڑھتے ہیں۔ دونوں پلاٹ فارم کے درمیان نہایت عمدہ سائبان لکڑی کا بنا ہے یہاں بھی دو چار کارخانے رونی اور سوتی کپڑے بننے کے ہیں۔ ہماری ٹرین ۵۵۔۱۲ ٹھیک وقت

مقررہ پریکٹیشن مصر یعنی قاہرہ میں پہنچ گئی۔

سیر مصر کیلئے عمدہ موسم | مصر کی سیر کیلئے عموماً اور قاہرہ کو دیکھنے کیلئے خصوصاً عمدہ موسم یکم دسمبر

سے آخر اپریل تک ہے۔ اور بعض اوقات ۵ نومبر سے ۵ اربے تک بھی مناسب ہے۔

دسمبر اور جنوری میں بعض اوقات بارش کے سبب قاہرہ کی گلیوں میں کثرت کیچڑ کے باعث پیدل

چلنا پہرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

مصر کی آٹھ ہوا | جنوری میں آلہ مقیاس الحرارة کا اوسط ۵۴° فہرن ہٹ

فہرن ہٹ	۵۴°	جنوری میں
"	۵۵°	فروری میں
"	۶۱°	مارچ میں
"	۶۹°	اپریل میں
"	۷۶°	مے میں
"	۸۲°	جون میں
"	۸۵°	جولائی میں
"	۸۲°	اگست میں
"	۷۹°	ستمبر میں
"	۷۹°	اکتوبر میں
"	۶۴°	نومبر میں
"	۵۹°	دسمبر میں

۱۸۸۸ء میں ایک وقت ماہ جنوری میں آلہ مقیاس الحرارة ۳۲° درجہ تک کم ہو گیا اور ۱۸۸۱ء اگست میں ۱۱۶° تک بڑھ گیا تھا۔





بنے ہیں۔ پانی لوٹا وغیرہ بیت الخلاء میں موجود ہے۔

ہر کمرے میں دو یا تین آہنی اسپرنگ دار عمدہ پلنگ لگے ہیں۔ ہر کمرے میں عمدہ قد آدم جلی آنیہ ٹیبل اور دو کرسیاں بستر نہایت پاک صاف مع سفید چادروں کے طیار ہے۔ تو شک اور تنگی عمدہ توال و رومال صاف موجود ہیں۔ ایک مختصر سنگار دان یعنی آئینہ کنگھی برش صابون وغیرہ موجود است قدر آرام کے کمرے کیلئے فقط ۲ افراد تک یعنی تقریباً سواروپہ فی کس روزانہ مقرر ہے۔ خوراک کا انتظام یہاں نہیں ہے۔ علاوہ اسکے ہر کمرے میں ایک گہنٹی بجانی کا بٹن لگا ہوا ہے۔ اگر نوکرو وغیرہ کو بلانے کی ضرورت ہو تو بٹن دباتے ہی دو منت کراندر اندر اگر آپ پانچویں منزل پر بھی ہونگے تو ایک نوکر آکر موجود ہوگا۔ جو آپ کہو گے وہ کرنے کو مستعد یہاں تک کہ اگر بازار سے کھانا منگواؤ تو بھی لا کر موجود کر دیگا۔ میرے نزدیک مصر جیسے عروس البلاد میں جہاں پر کل شے یورپ کے موافق مہنگی ملتی ہے عہد روزانہ کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا۔ اسکا مالک ایک فریج ہے۔

**اسلامی لوکنڈہ** | خان خلیل میں چند لوکنڈے مسلمانوں کو ہیں میں ایک کو جا کر دیکھا جو روضہ سیدنا حسینؑ کے پاس ہی کرایہ فی کس ۵ قریش روزانہ۔ کمرے ذرا چوٹے ہیں فی کمرہ تین پلنگ ہیں۔ گزار کیلئے یہ بھی بُرا نہیں ہے مگر نفاس پسند طبیعتوں کیلئے عموماً اور بغیر ملازم کے جانے والوں کو خصوصاً ان لوکنڈوں سے وہ ہوٹل اچھے ہیں جہاں انگریزی وضع پر سب مان مہیا رہتا ہے۔

اسلامی لوکنڈوں میں رہنے سے جو خان خلیل میں ہیں نماز باجماعت مل سکتی ہے جو جامع مشہد سیدنا حسینؑ کے متصل ہیں۔ اور جامع ازہر بھی قریب ہے۔ ہوٹل دی پرسیس عیسائیوں کو محلہ میں ایک بڑی روڈ میں واقع ہے مسجد یہاں سے بہت دور ہے۔ جماعت سے نماز یہاں نہیں مل سکتی۔

**کھانسی دوکانیں** | جب سلاج کو رہنے کا ٹھکانہ ہو جاتا ہے۔ تو کھانے کی فکر پیدا ہوتی ہے۔ شہر مصر میں قہوہ اور کھانے کی اس قدر دوکانیں موجود ہیں جسکا کوئی شمار نہیں ہے۔ یہاں کے قہوہ خانے شاید

دنیا کے بڑے سے بڑے شہروں سے بھی بہت اچھے ہیں۔ عموماً ان دوکانوں کے مالک عیسائی یا یہودی ہوتے ہیں۔ جو اپنی خوش خلقی سے گاہک کو اپنا گرویدہ کر لیتے ہیں۔ یہاں عام طور پر بازار میں امیرو غریب سب کوئی کہاتے ہیں۔ بازار میں کہانا یہاں معیوب نہیں ہے۔ ہوٹل کی پرسس کے پاس قہوہ اور کہانے کی دوکانیں ہیں جنکے مالک کلمہ یہود و نصارا ہیں فقط ایک دوکان مسلمان کی ہے جہاں پر روٹی اور کباب نہایت عمدہ ملتا ہے۔ دوسری چیز اس دوکان میں نہیں ملتی۔ اگر کوئی روٹی اور کباب پر ہی کفایت کر سکتا ہو تو ۶ میں ایک وقت اچھی طور سے سیر ہو کر کہا سکتا ہے۔ دوسری ٹیجی چین جیسے فیرنی، حلوا۔ دودھ یا دہی کی شیا کسی عیسائی کی دوکان سے بھی کہا سکتے ہیں۔ جنگی قیمت معمولی ہے۔ خان خلیل میں دو چار دوکانیں مسلمانوں کی ہیں جنکے مالک ایرانی شیعی ہیں۔ عمدہ کہانا طرح طرح کے سالن اور لوازمات کیساتھ ملتا ہے جو زیادہ ترکی یا عربی مذاق کا ہوتا ہے۔ ہم ہندوستانیوں کو شاید زیادہ مرغوب نہ ہو۔ ایک فرانک یا ایک روپیہ میں ایک آدمی بخوبی سیر ہو کر کہا سکتا ہے۔

سیر مقرر کیلئے پاسپورٹ کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر کسی ایک معقول آفسر کی دستخطی چٹھی ہونے سے عند الضرورت بہت کام آتی ہے۔ یہاں پر جنگی کے محصول کا زیادہ زور ہے ہر جگہ چنگی خانی موجود ہیں۔ رسترو وغیرہ کے سواں تبا کو پر زیادہ محصول لگایا جاتا ہے اور دیگر شیاں پروس فی صدی محصول لیا جاتا ہے۔

**سکہ** مصری گنی سو پیاسٹر کی ہوتی ہے۔ پیاسٹر ۲۰ کا ہوتا ہے۔ ترکی گنی ۱۰۰ پیاسٹر انگریزی گنی ۱۰۰ پیاسٹر۔ ریال ۲۰ پیاسٹر۔ نصف ریال ۱۰ پیاسٹر۔ ریال ۵ اور کرن ۲ پیاسٹر کا ہوتا ہے۔ اور سکجات نکل پیاسٹر۔ آدھا پیاسٹر کے ہوتے ہیں۔

**ٹرَاموے** قاہرہ کی ہر بڑی مشہور و معروف سڑکوں پر برقی ٹراموے جاری ہے جو ۱۸۹۶ء میں بنائی گئی۔ کرایہ بہت ارزان ہے۔ گوشہ کی سیر اس پر سے ہو نہیں سکتی تاہم تفریح کیلئے ساری

ٹرکون پر اس ٹراموے کے ذریعہ پہرنا مناسبت معلوم ہوتا ہے۔ مشہور گلیاں یہ ہیں۔ صفتہ الحذرہ مصر قدیمہ ٹیکنکل سکول، سیٹاؤل، عباسیہ، گہمرہ، ناصرہ، ریلوے اسٹیشن، سیدہ زینب، او غزہ یعنی پرامیڈ جہان ابول الہول کو دیکھنے جاتے ہیں۔ کبرایہ درجہ اول، ۱۰ ملیم اور درجہ دوم کا ۵ ملیم ہے۔ اس کے کم نہیں۔ سواری کی گاڑیاں جنہیں عمدہ گہوٹے ہوتے ہیں قاہرہ میں بکثرت موجود ہیں۔ کبرایہ پہلے کیلو میٹر کیلئے ۳ پیاسٹر اور ایک سے زائد کیلئے فی کیلو میٹر ۴ پیاسٹر لیتے ہیں۔ اور معمولی ذرا ذرا سے فاصلہ کیلئے ۲ پیاسٹر کو بھی آجاتی ہیں۔ پہلے اسکا بندوبست کر لینا چاہئے ورنہ گاڑی والے بہت تکرار کرتے ہیں۔ اگر وقت کے حساب سے لیا جائے تو پہلے گہنٹے یا اوٹس کم کیلئے ۸ پیاسٹر اور ہر ۵ منٹ کیلئے ۲ پیاسٹر اور پورے دن کیلئے ۶۰ پیاسٹر لیتے ہیں۔ یہ معاملہ بھی پہلے طے کر لینا چاہئے۔

**مردم شماری** | قاہرہ کی آبادی ۶ لاکھ کے قریب ہے۔ جس میں ساڑھے پانچ لاکھ مسلمان اور بچا پھرا عیسائی ہیں۔

**مساجد** | تقریباً ۳۰ مسجدیں۔ ۶ یونانی کلیسیائیں۔ اور ۷ آرمین گرجائیں۔ اور چند آرتھو ڈکس کے مسجد بھی ہیں۔

شہر قاہرہ میں مینو سپالٹی نہیں ہے۔ جیسے اسکندریہ میں ہے۔ اور شہر کی حکومت ایک گورنر کے ماتحت ہے۔ جو مندرجہ ذیل اضلاع پر منقسم ہے۔

۱۔ عابدین۔ ۲۔ خلیفہ۔ ۳۔ درب الامر۔ ۴۔ گمالیہ (یا جمالیہ) ۵۔ باب الشارح۔ ۶۔ سید زینب ۷۔ ازبکیہ۔ ۸۔ کیسون۔ ۹۔ ہلاک۔ ۱۰۔ اشبرا۔ ۱۱۔ مصر عتیقہ (اولڈ قاہرہ) اور ۱۲۔ اوائلی۔ قاہرہ اور اسکے قرب و جوار میں بہت سے ایسے مقامات قابل دید ہیں جو سیاح کے دل کو بہا لیتے ہیں۔ مقامات قابل دید کے علاوہ بہت سی زیارات بھی مصر میں فرضی یا اصلی موجود ہیں جنکا دیکھنا یا نہ دیکھنا۔ سیاح کی مرضی پر موقوف ہے۔ میں یہاں پر اون تمام قابل دید مقامات و زیارات کا ذکر کرتا

ہوں جنکو میں نے چشم خود دیکھا ہوں اور جنکو یہاں کا بچہ بچہ جانتا ہے۔

**ازبکیہ** | یہ نہایت مشہور مقام ہے جو تقریباً ۲۰- ایکڑ زمین پر نہایت عمدہ عمدہ درخت اور پودوں

سے جو سوڈان عرب اور ہندوستان سے بہت روپیہ خرچ کر کے لائے گئے ہیں سجایا گیا ہے۔ یہاں ایک پانی کی نہر ہے جو سات فیٹ گہری عمده طور پر بنائی گئی ہے۔ جس ہمیشہ باغ ازبکیہ تہڈا رہتا ہے اسی کے ذریعہ آب پاشی کل پودوں کی ہوتی ہے۔

شام کی وقت یہ باغ قابل سیر ہے۔ ہزاروں عورت و مردوں کا اثر دھام رہتا ہے۔ اس کی روشین عمدہ راستہ صاف اور درخت قابل دید ہیں سیاح ضرور اسکو دیکھے اسکو دیکھنے کیلئے عصر بعد چار وقت

**العلقہ** | منومنٹ آفس عربین آرٹس (عرب کی صنعت و حرفت کا نمونہ) سیٹا ول۔ اسکے جانے

کیلئے دو دروازے ہیں ایک باب العذاب جو جانب شرق ہی جہاں یکم پانچ ۱۸۱۱ء کو محمد علی والی مصر کے حکم سے مملو کیونکا قتل عام ہوا تھا یہ دروازہ اکثر بند رہا کرتا ہے اسوقت ایک عیسائی کی ملکیت ہے۔ دوسرا دروازہ جو کہلا ہے اسکو باب الجدید کہتے ہیں۔ اسکے اندر وہ مشہور و معروف جامع

محمد علی قابل دید ہے۔ جسکا ثانی اسوقت مصر میں نہیں ہے۔ یہ مسجد قلعہ میں پہاڑ کی چوٹی پر بنی ہوئی ترکوں کے تسلط کے بعد جو مساجد تعمیر ہوئیں ان میں سب سے بڑی اور وسیع ہی جامع محمد علی پاشا ہی مصر

میں ہر ایک مسجد کو جامع کہتے ہیں کوئی خصوصیت نماز جمعہ کی نہیں ہے۔ اسکے دو مینار بہت بلند اور دور سے دکھائی دیتے ہیں۔ مسجد کے ایک کونہ میں بانی مسجد محمد علی پاشا کی قبر ہے۔ اسکا فرش

نہایت قیمتی ترکی اور ایرانی قالینوں سے سجایا گیا ہے۔ درمیان میں بہت بڑا قباہ اور چاروں طرف چار چھوٹے چھوٹے قبے ہیں۔ نیچے کا حصہ بالکل سنگ مرمر کا اور اوپر کا پتھر سے بنایا گیا ہے۔ منبر کی

کا نہایت اعلیٰ درجہ کے کام سے مزین ہے۔ اسپر ہمیشہ پردہ لگا رہتا ہے۔ کوئی دیکھنا چاہتا ہو تو پردہ اٹھا کر دکھاتے ہیں۔ جمعہ کے روز پردہ اٹھا دیا جاتا ہے۔ اگر قالینوں کا حساب لگایا جائیگا تو



فقط اسکی قیمت ہی دو لاکھ روپیہ سے زائد ہوگی۔ آیات قرآنی اندر قبہ کی طرف نہایت جلی حروف میں سنہری رنگ سے لکھی ہوئی ہیں مسجد بلند مثل جامع امویہ کے ہے۔ اس مسجد کو دیکھنے کیلئے دور دور سے یورپین سیاح آتے ہیں۔ اس مسجد کے نیچے کی طرف سے جا کر دیکھنے سے سارا شہر مصر نیچے اچھی طور سے مثل نقشے کے دکھائی دیتا ہے۔

**بیر یوسف** | مسجد کے قریب وہ عجیب و غریب کنواں ہے جسکو عوام نے چاہ یوسف اور زندان یوسف مشہور کر رکھا ہے حقیقت میں یہ کنواں سلطان صلاح الدین یوسف ابن ایوب فاتح بیت المقدس غازی حروبِ لیبیہ کے نام سے مشہور تھا۔ اسکی گہرائی تقریباً ۳ سو فٹ ہے۔ یہ دو حصوں پر منقسم ہے جو کشادہ شیریںون کے ذریعہ نیچے کو چلا گیا ہے۔ حصہ زیرین اسکا تقریباً ۳۰ فٹ گہرا۔ ۱۰ فٹ چوڑا اور ۱۳ فٹ لانا ہے۔ اور بالائی حصہ ۵۵ فٹ اونچا ۱۶ فٹ چوڑا اور ۲۴ فٹ لانا ہے۔ اس میں پینچ درہنچ شیریںون کے ذریعہ اترتے ہیں۔ نیچے بہت اندھیرا رہتا ہے شمع لیکر لوگ جلتے ہیں میں اسکے اندر نہیں گیا ہوں۔

**جامع ابن طولون** | مسجد احمد بن طولون کے عہد حکومت میں ۸۹۶ھ میں شکر بیٹہ می پرنسپل بنی گئی ہے یہ بھی قابل دید اور قدیم عرب کے صناعی کا نمونہ ہے اسکی بناوٹ اینٹ کی ہے ممبر محراب سنگ مرمر کا جامع ازہر | محلہ ازہر میں واقع ہے اسکا رقبہ تقریباً ۹ ہزار مربع گز ہے۔ اسکے پانچ مینار اور چھ دروازے ہیں۔ اس میں ۷۷ سو کے قریب سنگ مرمر کے ستون ہیں جو قدیم عمارات مصر سے لاکر یہاں لگائے گئے ہیں۔ اسکے چاروں طرف عمارات بنی ہیں۔ سوائے میناروں کے اسکی اور کوئی شے باہر سے نظر نہیں آتی ہے۔ اسکے شرقی دروازے کو باب المزنین کہتے ہیں۔ مورخون کا اتفاق ہے کہ ازہر سے زیادہ قدیم دنیا میں کوئی دارالعلوم نہیں ہے۔ صدیوں سے جامع ازہر کی یونیورسٹی چلی آتی ہے حقیقت یہ ایک مسجد ہے جسکو دولتِ فاطمیہ کے سپہ سالار جوہر نے ۳۵۹ھ

میں تعمیر کرایا تھا۔ مختلف سلاطین اپنے اپنے عہد میں اسکی آمد و کیلئے جائدادیں وقف کرتے رہے۔ اسکے اوقاف اب تک موجود ہیں۔ اور ایسی آمدنی سے جملہ مصارف ادا ہوتے ہیں۔ اسکے لئے ایک خاص محکمہ اوقاف مقرر ہے جس میں آمد و خرچ کی پوری نگرانی ہوتی ہے۔

لحاظ امداد طلباء جامع ازہر روی زمین کی تعلیم گاہوں پر شرف رکھتی ہے۔ یورپ کی کوئی یونیورسٹی اسکا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ازہر میں اسوقت قریباً ۹ ہزار طالب علم اور ۳ سو مدرس ہیں۔ ابتدائی تعلیم سے لیکر انتہائی تعلیم تک عربی میں دیکھائی ہے۔ پانچ سال کے کم سن بچوں سے ۸۰ برس تک کے بوڑھے یہاں نظر آتے ہیں۔ یہاں کے مدرس کو شیخ بولتے ہیں تو انہیں لکل قلیل ہیں البتہ پرنسپل یعنی شیخ الازہر کی ماہوار تنخواہ تقریباً دو ہزار روپیہ ہے۔ شیخ الازہر کا منصب مصر میں ایسا ہے جیسا شیخ الاسلام کا آستانہ میں۔ سالانہ مصارف اسوقت ۶ لاکھ پیا سٹر کے قریب ہے۔

ہر ملک کے طالب العلم کیلئے علیحدہ علیحدہ رواق بنے ہیں جو اسی ملک سے موسوم کئے گئے ہیں مثلاً رواق شام، رواق مغاربہ، رواق ہند وغیرہ ایک ملک کے طالب العلم کو دوسرے ملک کی رواق میں بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے۔ چاہے اوسکا رواق بالکل بھرا اور دوسرے ملک کا ضرورت سے زیادہ خالی ہو۔ بہت سے طلباء قلت جگہ کی وجہ سے مکان کرایہ پر لیکر شہر میں رہتے ہیں۔ اسوقت نصاب تعلیم میں زیادہ ترقی ہو گئی ہے۔ علم جغرافیہ پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ بہر حال کچھ ہی ہو مصر میں جامع ازہر کا وجود مسلمانانِ روئے زمین کیلئے عموماً اور مصریوں کیلئے خصوصاً باعث فخر ہے۔ ساڑھے نو سو سال سے ایک یونیورسٹی کا قائم رہنا اور اسکی حالت کا زمانہ کی رفتار کے لحاظ سے نہ بدلتا یہ بھی فخر کی بات ہے۔ سیاح ضرور اس جامع کو دیکھے۔

جامع الحاکم | یہ مسجد اسوقت شکست ہو گئی ہے تاہم اسکے آثار بخوبی نمایاں ہیں شہر کے جانب شمال مشرق درمیان باب الفتوح اور باب النصر کے واقع ہے۔ یہ مسجد ۳۹۳ھ مطابق ۱۰۰۳ء

میں بنی فاطمیہ کے تیسرے فرمانروا خلیفہ الحاکم کی تعمیر کردہ ہے۔ تیاج جو مسجد کے دروازے پر کندہ ہے اوس سے بھی پتہ لگتا ہے کہ باہر <sup>۳۹۳</sup>رجب ۴۹۳ھ میں یہ تعمیر ہوئی۔

**جامع سلطان حسن** | یہ مسجد باعتبار وسعت محراب دنیا میں بہت بڑی ہے۔ اسکی بڑی محراب

جہان منبر رکھا ہوا ہے ۶۰ فیٹ لابی اور ۴۴ فیٹ چوڑی تابوتی ساخت اور بہت بلند ہے۔ اسکی حالت اسوقت بہت اچھی ہے قلعہ سے نیچے اترتے ہی مسجد ملتی ہے صحن میں ایک حوض معقبہ کے بنا ہے۔ جس سے لوگ وضو کرتے ہیں۔ اسوقت یہ زیر مرمت تھا۔ لکڑی کے تختیوں میں اندرون مسجد بڑے بڑے موٹے حرفون سے آیت الکرسی کندہ ہے۔ جہان حروف ٹوٹ گئے تھے دوبار لگانا پڑا۔ ۱۳۵۶ھ میں تعمیر کی گئی۔ ۱۷۹۹ء کی بغاوت مصر اور حملہ نپولین کیوقت عرب باشندگان مصر نے اسہی مسجد میں پناہ لی تھی۔ اسوقت جو گولہ باری ہوئی ہے اوسکے آثار اسوقت تک دیوار مسجد پر نمایاں ہیں۔ اسکا ایک مینار ۲۸۰ فیٹ بلند ہے جو کل مساجد قاہرہ سے اونچا اور خوبصورت ہے۔ بانی مسجد کی قبر بھی ایک گوشہ میں ہے۔

**جامع رفاعیہ** | موجودہ خدیو کی پرداوی صاحبہ کی طرف سے یہ مسجد بنائی گئی ہے۔ اسمعیل پاشا

کیوقت یہ مسجد بالکل جامع سلطان حسن سے ملا کر بنائی گئی ہے۔ فقط راستہ کے درمیان کا فاصلہ ہے راستہ کے ایک طرف جامع سلطان حسن اور دوسری جانب جامع رفاعیہ واقع ہے۔ اس میں ایک طرف اسمعیل پاشا کی قبر اور دوسری جانب بانی مسجد کا مزار ہے۔ کہتے ہیں کہ اس عمارت پر اب تک سوا سات لاکھ اشرفیاں صرف ہو چکی ہیں یہ بھی قابل دید ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ایسی عمدہ اور پاکیزہ عمارت مصر میں اور کوئی نہ ہوگی۔

**جامع سیدہ زینب رضی اللہ عنہا** | یہ مسجد نہایت عالیشان ہے منبر لکڑی کا بنا ہوا ہے۔ اعلیٰ درجہ شمع دان

اور بلوری فانوسین آویزان ہیں فرشِ ترکی اور ایرانی قالینوں سے مُزین ہے۔ اسکو محمد توفیق پاشا خدیو المکرم نے ۱۳۰۲ھ میں بتایا تھا محراب کے اوپر نہایت خوشخط طغراوی حروفِ ہین نام لکھا ہوا ہے اندر گیس کی روشنی ہوتی ہے۔ مسجد کل سنگ مرمر کی بنی ہے۔ جانب جنوب سیدہ زینب بنت علی المرتضیٰ کا مزار مبارک ہے۔ جسپر عمدہ جالی لگی ہے اور سبز غلاف پڑا ہے۔ یہ محلہ ہی سیدہ زینبؓ کے نام پر موسوم ہے۔ حفاظ اور مساکین بکثرت ہیں۔ مسجد کے دو حصے ہیں۔ جہاں سیدہ زینبؓ کا مزار ہے اسکو لکڑی کے جالی سے علاحدہ کر دیا گیا ہے۔ اس میں اور دو قبور ہیں ایک سید محمد اور دوسری سید عبدالرحمن ایدریس۔ زائرین یہاں بھی سلام پڑھتے ہیں۔ آپ کے نام کی مصرعین بڑی شہرت پر ڈاک خانہ، محلہ، ٹراموے آپ کے نام سے ہی موسوم ہے۔ متعدد گائیاں پر سیدہ زینبؓ لکھا ہوا دیکھا گیا

**جامع سیدہ سکینہؓ** یہ مسجد ۱۳۲۲ھ میں موجودہ فرمانروای مصر ہرٹائیس عباس حلی پاشا خدیو المکرم نے تعمیر کرائی ہے۔ سفید سنگ مرمر کے ستون نہایت عمدہ لگے ہیں۔ مسجد کے ایک حصہ میں سیدہ سکینہ بنت احسین رضی اللہ عنہ کا مزار ہے۔ جو عمدہ برجی جالیوں سے گہرا ہوا ہے۔

**جامع سیدہ رقیہؓ** اسہی گلی میں تھوڑی دور اور آگے جانے سے جانب شرق ایک قدیم مسجد ہے جو ۱۱۳۳ھ میں تعمیر ہوئی تھی اوسی میں مزار سیدہ رقیہؓ ہے اور باہر کی طرف کسی اور شیخ کا مزار ہے۔ دوسری جانب دو قبے ہیں ایک میں سیدہ عاتکہؓ نعمۃ النبیؐ اور دوسرے میں حضرت جعفر صادقؑ کی اولاد کی قبریں ہیں۔

**جامع سیدہ نفیسہؓ** اس مسجد کو ہرٹائیس خدیو المکرم محمد عباس حلی پاشا طیار کروا رہے ہیں جو عنقریب پوری ہو جائیگی اس مسجد کے ایک پہلو میں حضرت سیدہ نفیسہ بنت حسینؓ کا مزار پڑا ہوا ہے۔ ایک بڑی تختی پر بخط نسخ عربی طغرہ سلطان محمود خان ۱۲۲۶ھ لکھا ہوا ہے اس گلی کا نام بھی شاعر سیدہ نفیسہؓ ہے۔



## جامع امام شافعی

شارع امام الشافعی میں آخر کنارہ پر ایک بہت عمدہ نفیس جامع ہے جسکے

ایک گوشہ میں حضرت امام المذہب امام الشافعی کا مزار ہے جسکی تعمیر ۲۱۳ھ ہجری مطابق ۸۶۸ء میں

ہوئی ہے اسوقت زیر مرمت ہے جسکو مہر بنیائیں عباسی یا شاکیوار ہے ہیں۔ اندر دو یا تین

مقامات مسجد کی شکل میں علحدہ علحدہ بنے ہیں۔ امام صاحب کی قبر کے متصل اور دو قبریں ہیں۔ ایک

ملکہ شمسہ کی دوسری سلطان ترکی عبدالحکیم اور تیسری سلطان کامل کی اسوقت مسجد کو رنگ روغن

کر رہے ہیں۔ بعد مکمل ہونے اس رنگ روغن کے یہ مسجد نہایت خوبصورت عالیشان قابل دید

ہوگی۔ اکثر مزارات پر قدیم عربی وضع کے عمامے نصب ہیں امام صاحب کے سر ہانے سبز رنگ کا عمامہ کہا

ہوا ہے۔ اسکو جانے کیلئے قلعہ کے اندر سے راستہ جاتا ہے۔ قلعہ کے اندر داخل ہوتے وقت

دروائے پر بڑے موٹے حروف سے یا مفتوح الابواب لکھا ہوا ہے اور اندر کی جانب مفتوح لٹا خیر البنا

کندہ ہے۔ قلعہ کے اندر گورون کا پہرہ معقوب خانہ کے موجود ہے۔ ایک چبوترے پر ہنی

جانب ۸ توہین جن کا موٹھ شہر کی جانب ہے رکھی ہوئی ہیں۔ علاوہ اسکے تکیہ سلطان محمود

جامع محمد بے ابوداؤد بھی قابل دید عمارات ہیں۔

## شہر مصر کی

## مجموعی حالت

شہر میں دو بڑے بازار مشہور ہیں ایک خان خلیل۔ دوسرا سوق الغوریہ

ان بازاروں میں علاوہ کل اشیاء کے جو روزمرہ مل سکتی ہیں ہر دو شنبہ اور

جمعہ کو بازار بہتر ہے جہاں بذریعہ نیلام ہر قسم کی اشیاء مناسب قیمت پر بجاتی ہیں۔ خان خلیل

میں زیادہ تر ترکی اور ایرانی تاجر ہیں۔ انکے علاوہ سوق الصنع، سوق البجوسریہ، حارث الیہوی

سوق الخیاطین، سوق الحلوانی، سوق الحمزاوی، سوق العطارین، سوق السرامیہ، سوق العکاز

سوق السروگبہ، سوق اسلام وغیرہ وغیرہ موجود ہیں۔ جہاں پر وہی اشیاء دستیاب ہوتی ہیں جسکے

نام سے وہ بازار موسوم کیا گیا ہے۔ مثلاً سوق الخیاطین میں کل درزی کی دوکانیں ہیں۔ اور

## جامع امام شافعی

شارع امام الشافعی میں آخر کنارہ پر ایک بہت عمدہ نفیس جامع ہے جس کے ایک گوشہ میں حضرت امام المذہب امام الشافعی کا مزار ہے جس کی تعمیر ۲۰۱۳ھ بمطابق ۱۸۶۸ء ہوئی ہے اس وقت زیر مرمت ہے جس کو مہرٹاؤنس عباس حلی پاشا کروا رہے ہیں۔ اندر دو یا تین مقامات مسجد کی شکل میں علاحدہ علاحدہ بنے ہیں۔ امام صاحب کی قبر کے متصل اور دو قبریں ہیں۔ ایک ملکہ شمسہ کی دوسری سلطان ترکی عبدالحمید اور تیسری سلطان کامل کی اس وقت مسجد کو رنگ روغن کر رہے ہیں۔ بعد مکمل ہونے اس رنگ روغن کے یہ مسجد نہایت خوبصورت عالیشان قابل دید ہوگی۔ اکثر مزارات پر قدیم عربی وضع کے علمے نصب ہیں امام صاحب کے سر ہانے سبز رنگ کا علمہ لکھا ہوا ہے۔ اس کو جانے کیلئے قلعہ کے اندر سے راستہ جاتا ہے۔ قلعہ کے اندر داخل ہوتے وقت دروازے پر بڑے موٹے حروف سے یا مفتح الابواب لکھا ہوا ہے اور اندر کی جانب مفتح لنا خیر البائ کندہ ہے۔ قلعہ کے اندر گورون کا پہرہ معقوب خانہ کے موجود ہے۔ ایک چبوترے پر دہنی جانب ۸ توہین جنگا موٹھ شہر کی جانب ہے رکھی ہوئی ہیں۔ علاوہ اسکے تکیہ سلطان محمود جامع محمد بے ابودھاب بھی قابل دید عمارات ہیں۔

## شہر مصر کی

## مجموعی حالت

شہر میں دو بڑے بازار مشہور ہیں ایک خان خلیلی۔ دوسرا سوق الغوریہ ان بازاروں میں علاوہ کل اشیاء کے جو روزمرہ مل سکتی ہیں ہر دو شنبہ اور جمعہ کو بازار بہتر ہے جہاں بذریعہ نیلام ہر قسم کی اشیاء مناسب قیمت پر بجاتی ہیں۔ خان خلیلی میں زیادہ تر ترکی اور ایرانی تاجر ہیں۔ ان کے علاوہ سوق الصنع، سوق البجوہریہ، حارث الیہوی، سوق النخاطین، سوق الحلوانی، سوق الخمرادی، سوق العطارین، سوق السرامیہ، سوق الحکایہ، سوق السروگبہ، سوق اسلام وغیرہ موجود ہیں۔ جہاں پر وہی اشیاء دستیاب ہوتی ہیں جس کے نام سے وہ بازار موسوم کیا گیا ہے۔ مثلاً سوق النخاطین میں کل درزی کی دوکانیں ہیں۔ اور

سیاح اسکی کسی چیز کی فوٹو دستی چھوٹے سیز فوٹو گرافی کمرے سے بلا اجازت لے سکتے ہیں مگر بڑے آلہ فوٹو گرافی سے جسکو تباہی پر لگاتے ہیں بلا اجازت دائر کٹر میوزیم فوٹو نہیں لے سکتے درخواست کرنے پر فوراً اجازت مل جاتی ہے۔ قبل اندر داخل ہونے کے ایک کتاب جو بصورت فہرست انگریزی فریج اور عربی زبان میں ملتی ہے ضرور لے لینی چاہئے۔ ورنہ سیر کا لطف نہیں آوے گا۔ یہ مقام مصر سے کچھ فاصلہ پر ایک پُر فضا باغ میں واقع ہے۔ برقی ٹراموے جاتی ہے اور یوں بھی سواری کے لئے اعلیٰ درجہ کی فٹن جسمیں نہایت عمدہ گھوڑے جتے رہتے ہیں مل جاتی ہیں میری سمجھ میں ٹراموے پر جانا بہت اچھا ہے۔

پہلے نیچے کے درجہ میں جو زمین کے برابر ہے اوسکو دیکھتے ہیں۔ یہاں سب قبر کی سلین اور بڑے بڑے پتھر پڑے ہیں جو بہت قدیم ہیں۔ یہاں پر متعدد کمرے ہیں جنہیں نمبر انگریزی حرف میں A سے شروع کر کے X تک لگا ہے۔ اور اوس کتاب میں پورا حال درج ہے جسکو آپ اندر داخل ہوتے وقت خرید کر نیچے گویا وہ کتاب رہنما ہے انٹیک خانہ ہے۔

P نمبر کے کمرے میں کل قدیم ہواہرات مصر کیے ہوئے ہیں۔ جو روئے زمین میں زیادہ قیمتی مانے گئے ہیں۔ انہیں شاہان سلف کے تاج و ملبوسات رکھے ہوئے ہیں۔

اگر آپ کو حسن اتفاق سے مجانب خانہ مصر کو دیکھنے کا موقع ملے تو آپ ضرور نمبر N کے کمرے میں درمیانی کھلی ہوئی جگہ کو دیکھنا جہاں پر سب زمانوں کی چیزیں رکھی ہوئی ہیں۔ جن میں قہر میں یہاں پر حکومت کی ادون سب کے بُت اکثر کی لاشیں اور تمدن و معاشرت کے اسباب موجود ہیں۔

مصر کے قدیم باشندے بد مذہب قوم سے مشابہ معلوم ہوتے ہیں۔ انکے پیرانے بُت برہما اور چینی بتون سے ملتے جلتے ہیں اور ویسی ہی مراقبون کی صورتیں ہیں برہما اور مصری بتون میں کوئی بین فبق ہرگز نہیں معلوم ہوا۔

قدیم مصری ایک سالہ جانتے تھے جس کے ذریعہ مردہ لاشوں کو نہارون برس لکھتے تھے۔ وہ اول مرے کے شکم سے اندرونی آلائش نکال ڈالتے تھے۔ اوسکے بعد سالہ لگا کر ریشمی کپڑوں سے لاش کو خوب کرباندہ دیتے تھے اوسکے اوپر ریشمی کفن پہنا کر لاش کو طلائی نقش و نگار کے چوبی صندوق میں رکھتے تھے جس پر مرے کی شکل بعینہ بناتے تھے۔ پہراوس صندوق کو ایک بڑے سنگین بکس میں بند کر کے اوس عظیم الشان قبرستان میں رکھ دیا کرتے تھے جو اہرام مصری کے نزدیک واقع ہے جس میں سے نہوز لاشیں برآمد ہو رہی ہیں۔

عجائب خانہ میں جو لاشیں رکھی ہوئی ہیں ان میں بعض سیاہ اور بعض سوکھ گئی ہیں۔ رئیس دوم کا سنگین بت دیگ پر ہم سمجھتے تھے کہ وہ بڑی شان و شوکت ذیل ڈول کا انسان ہوگا۔ جب لاش دیکھی تو افسوس ہوا۔ بیچارہ معمولی قد کا آدمی بتیلی کلاسیان بالشت بہر سینہ دہلی گردن ۵ فیٹ ۵ انچ کا جوان ہے۔ سیتی اول کا چہرہ بالکل سیاہ ہو گیا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی سورما ہی ہال اور ناخن باقی ہیں۔ سیتی دوم کا بدن سفید معلوم ہوتا ہے۔ انکی لاشوں کے نزدیک انکے چوبی صندوق بھی رکھے ہوئے ہیں اور سنگین صندوق ذرا فاصلہ پر رکھے ہیں۔

ایک ساحرہ کا بدن نہایت چمکدار ہے۔ مگر چہرہ اوسکا بہت ہی مہینا ک ہے مرتے وقت کہل گیا تھا اویسی طرح اب بھی کہلا ہوا ہے۔ کیسا ہی سنگدل انسان کیون نہ ہو اسکو دیکھ کر خوفِ خدا سے ڈر جائیگا۔

**فرعون کی لاش** | قرآن پاک میں متعدد جگہ فرعون کا ذکر آیا ہے۔ اسکا تکبر اسکی عظمت چہرے

کے قصوں سے قریب قریب کل مسلمان خواہ غور پڑھتے ہوں یا دوسروں سے سنتے ہوں واقف ہیں۔ جس بن اتفاق سے اوسکو مصر جانا نصیب ہوتا ہے اور وہ سنتا ہے کہ مصر میں فرعون کی لاش بعینہ موجود ہے تو اوسکے دیکھنے کا شوق اوسکو کس قدر نہ ہوگا۔ میں بھی جب عجائب خانہ میں گیا تو پہلے نیچے



کے درجے میں ادھر ادھر پہرہ کر دیکھا اوس میں سولے سنگین بتون اور قدیم کبتون کے اور کچھ نہیں ہے  
میں چند منٹ میں اسکو دیکھ کر اوپر آگیا۔ وہاں بھی سسری نظر ہی سے ادھر ادھر دیکھتا رہا وہیں  
بھی خیال بار بار آتا تھا کہ فرعون کی لاش کہاں ہے۔ آخر ایک سپاہی سے جو پہرہ پر کھڑا تھا دریافت  
کیا تو اوسنے لیجا کر بتایا۔ میں سمجھتا تھا کہ فرعون بہت بڑے لائے قد کا انسان ہو گا جو حضرت موسیٰ سے  
مقابلہ کیا تھا جسکا ذکر بار بار قرآن پاک میں آیا ہے۔ مجھے اوسکی لاش کو دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ وہ  
آجکل کے انسان کے مانند قد و قامت رکھتا ہے۔ اسوقت آنکھیں بند کئے پاؤں پہیلے کسج سی  
کی حالت میں بچھر پڑا ہے بیچارہ کو قبر کیلئے چند قدم جگہ ملی تھی سو وہ بھی اوس سے جہین لی گئی اوسکے  
چہرہ پر غم کے آثار ابھی تک اوسکی ہریون سے نمایاں ہیں۔ ڈاڑھی موچھ تو ان تمام لاشون میں کسی  
کے بھی نہیں ہے شاید اسی بنا پر آج تک مصری ڈاڑھی سے نفرت کرتے ہیں۔ اب بھی کسی مصری کے  
چہرے پر بچھر علماؤن کے ڈاڑھی رکھنا فرعون کی قسم۔

دوسری لاشون سے مقابلہ کرتے ہوئے فرعون کی لاش کی قدر موٹی تازی معلوم ہوتی ہو  
اسکی وجہ شاید بھی ہو کہ وہ پہلا جنگا ہٹا کٹا قہر الہی سے دریا میں ڈوب مرا اور دیگر فراعنہ مصریہ چونکہ  
امراض مختلفہ میں مبتلا ہو کر گہل گہل کر مرے اسلئے ناتوان اور دبے پتلے ہیں۔

میں یہاں پر فرعون کی نسبت مولانا سلوی خواجہ حسن نظامی صاحب مجدم کے الفاظ لکھ دینا  
مناسب سمجھتا ہوں۔ ”فرعون کے ہونٹوں کو بار بار دیکھتا ہوں اور خیال کرتا ہوں کہ یہی (ہونٹ)  
حضرت موسیٰ (علیہ السلام) القدرِ پیغمبر کے سامنے بولنے کیلئے حرکت کرتے تھے۔ انہی سے وزیرِ بامان کو  
حکم دیا گیا تھا کہ ایک ونچا سینا رہنا تاکہ موسیٰ کے خدا کو جہانکون کہ وہ کیسا اور کتنا بڑا ہے۔ او!  
سرکش آدم زاد آج تو نے دیکھا کہ موسیٰ کا خدا کیسا اور کتنا بڑا ہے۔

کیا فرعون! تو یہ خیال کرتا ہے کہ موسیٰ کے خدا نے دریا میں ڈبو کے تیرا نام و نشان

مٹا دیا۔ نہیں نہیں۔ اوسنے قیامت تک تیرے نام کو زندگی بخشی۔ لوگ ادن کتاب کو آنکھوں سے لگاتے اور سر پر رکھتے ہیں جنہیں تیرا ذکر ہے۔ تو کہتا ہوگا کہ موسیٰ کا خدا تیرا دشمن تھا۔ نہیں تجھ کو خبر نہیں کہ تجھے کیا محبت ہے۔ کہ قرآن شریف میں جہان دیکھو تیرا ذکر۔ عربی مثل ہے من احب شیئاً اکثر ذکرہ جو چیز سے محبت رکھتا ہے اسکا ذکر بار بار کرتا ہے۔ سو یہی کیفیت موسیٰ کے خدا کی ہے جہان دس پانچ باتیں بیان کیں کہ فرعون و موسیٰ کا قصہ شروع ہو گیا۔ کوئی مقام ایسا نہیں جہاں تیرا ذکر نہ آیا ہو۔ یورپ والے ہر تحقیق کا سہرا اپنے سر پر باندھ لینا چاہتے ہیں۔ اسلئے مشہور کیا جاتا ہے کہ ان مصری لاشوں کو اہل یورپ نے دریافت کیا۔ اور باہر نکالا ورنہ پہلے کوئی قوم جانتی بھی نہ تھی کہ ہزاروں برس کی لاش سلامت و محفوظ رہ سکتی ہے۔

انہیں کیا خبر کہ مسلمانوں کے قرآن شریف نے تیرے سو برس پہلے اسکی خبر دیدی تھی اور سمجھنے والے سمجھ گئے تھے۔ مگر ہر چیز کا کچھ وقت ہوتا ہے۔ جب وہ آتا ہے تو قدرت اپنا راز کھول دیتی ہے۔ فرعون کی لاش کی نسبت صاف لفظوں میں خبر دی گئی ہے کہ اسکا بدن محفوظ رکھا گیا ہے تاکہ آنی والی نسلوں کیلئے عبرت ہو چنانچہ قرآن شریف کے الفاظ یہ ہیں فَالْيَوْمَ نَخِيٓطُ بَبۡدَہٗ لَتَكُوۡنَ لِمَنۡ خَلَفَکَ پَسَآجِدً مَّجۡلُوۡۡۢہٗ آج ہم تجھ کو تیرے بدن کیساتھ محفوظ رکھ دیتے ہیں تاکہ تو ادن لوگوں کیلئے جو تیری بعد دنیا میں آئینگے (عبرت کی) نشانی ہو۔

یہاں ایک بڑا باریک نکتہ ہے۔ ہزاروں برس تک فرعون کی لاش کا مخفی رہنا اور یہاں زمانہ میں ظاہر ہونا۔ علامت ہو اس امر کی کہ ہم سے پہلے زمانہ والوں کو عبرت کی اس قدر حاجت نہ تھی جتنی ہم کو ہے۔ اس واسطے اس زمانہ میں اسکا انکشاف ہوا۔ تاکہ وہ قومیں جو آجکل تمام دنیا پر قبضہ کرنے کی ہوس میں ہیں اور فرعون کی طرح خدا کی ذات کا انکار کرتی ہیں فرعون کی لاش سے نصیحت اور عبرت حاصل کریں۔

قدرتِ خدا

کا تماشہ

چونکہ خداوند کریم کو فرعون کی لاش کا بجنہ موجود رکھنا منظور تھا اس واسطے اُسے

عجیب و غریب طریقوں سے اسکی حفاظت کی عجائب خانہ مصر کی گائیڈ بوک کے صفحہ

۵۹۳ میں لکھا ہے کہ پہلے یہ لاشیں جنگل میں ایک مکان بنا کر رکھی گئی تھیں۔ ایک رات قریب کے

گاؤں والوں کو خیال ہوا کہ ان لاشوں میں سونا اور جواہرات کثرت سے ملیگا اسلئے چوری کے ارادہ

سے رات کو مکان میں گہس آئے جب سونا اور جواہرات نہ پایا تو اوپری چیزوں کو نوچ گھسٹ کر چلا گئے

سب لاشوں کی وسط میں فرعون کی لاش بھی تھی۔ اسکو مطلق ضرر نہ پہونچا۔ صبح جب لوگوں نے دیکھا

تو تعجب ہوا۔ مگر جب فرعون کی لاش کو قریب دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس میں ایک قسم کی رطوبت ہے

جس سے شدت کی حرارت آرہی ہے۔ چور غالباً اسی حرارت کی وجہ سے ڈر گئے۔

اسکا کیا ثبوت کہ بھی

فرعون کی لاش ہے

ابتداء میں فرعون کی لاش کا صحیح حال معلوم نہ ہو سکا تھا۔ مسٹر بورا

نے حروفِ تابوت کو پڑھ کر قیاس لگایا تھا کہ پھر لاش خونیا تنو بادشاہ

کی ہے مگر مسٹر جروف کو اس بیان میں شک تھا آخر پانچ چبے یوروپین فاضلوں کی موجودگی میں یہ

تابوت کہلا گیا تو کفن کی عبارت سے ثابت ہوا کہ وہ منفصل ابنِ رسیس ثانی بادشاہ کی لاش

ہے جو موسیٰ اور انکی قوم کے خروج کے ایام میں بحرِ قلزم کے اندر ڈوب کر مر گیا۔

قدیم مصری تحریر

اگلے زمانہ میں اہل مصر کی رسم تحریر ساری دنیا سے نرالی تھی وہ جانوروں

کی شکل کے حروف بناتے تھے جیسے طوطا مینا گھوڑا اونٹ وغیرہ پڑھنے والے اوتس سے اپنا

مطلب نکال لیا کرتے تھے اس قسم کے حروف صندوق پر جمیں لاشیں رکھی ہیں موجود ہیں۔

عجائباتِ عرب و

کتب غنائہ خدیو یہ

یہ عجائب خانہ سوائے جموعہ کے ہر روز یکم نومبر سے ۳۰ اپریل تک

۹ بجے صبح سے ساڑھے چار بجے شام تک کھلا رہتا ہے۔ فیس داخلہ

۵ پیاسٹر۔ اور یکم سے ۳۱ اکتوبر تک صبح کے آٹھ بجے سے دن کے ایک بجے تک کھلا رہتا ہے

فیس داخل ایک پیاسٹر (پیاسٹر ۲۰ کا ہوتا ہے) اس عجائب گھر کو سنہ ۱۸۸۰ء میں ایجاد کیا گیا۔ اس میں ۱۶ بڑے بڑے کمرے ہیں جنہیں نمبر لگا ہوا ہے۔ نمبر ۱ کمرے میں قبور شہدائے اسلام کی سلیں جو سڑانے لگی رہتی ہیں رکھی ہوئی ہیں۔ اس میں ایک سب سے قدیم پتھر ۱۸۲۵ء کا اور ۳۸ کتبے ۱۸۳۱ء کو خط کوئی میں ہیں۔ اور ۵۶ پتھر عہدِ ابو بید (جو ۵۶۶ء) کے ہیں اور دیگر بہت سی پتھر جنکا شمار کرنا مشکل ہے مختلف سالوں کے علحدہ علحدہ رکھے ہوئے ہیں۔ کسی پر کوئی خط اور کسی پر عربی خط لکھا یا کندہ کیا ہوا ہے۔ نمبر ۲ کمرے میں کل لکڑی کا کام جو اگلے وقت میں کیا ہوا ہے۔ عربوں کی صناعی کی شہادت دے رہا ہے۔ اسمین عہدِ فاطمیہ۔ ابو بیہ۔ مملوکیہ اور ترکی کے وقت کے بہت سی چیزیں مسجد کے محرابین مزارات کے نشانات وغیرہ رکھے ہوئے ہیں یہ کمرہ قابلِ دید ہے۔ نمبر ۷ کمرے میں بھی نہایت اعلیٰ درجہ کی اشیاء رکھی ہوئی ہیں۔ غرض یہاں کا کوئی کمرہ ایسا نہیں ہے جسکو خصوصیت کیساتھ نہ دیکھا جائے۔ اگر کوئی سیاح پورا ایک دن بھی اسکو بہرہ بردیکھیں گاتو تو بھی کل کو انکی اچھی طرح حالت بیان نہیں کر سکتا ہے۔

جتنی مساجد اور سبیلین تکیے، زائے، قبرستان وغیرہ قدیم اور بہت پورانی مصر میں اسوقت موجود ہیں انکی کل قدیم اشیاء جو عربی صنعت کی ہیں وہ یہاں رکھی ہوئی ہیں۔ کتب خانہ خدیوہ میں بڑے بڑے شیشون کی الماریاں رکھی ہوئی ہیں جنہیں فرنیچر اور کتابیں دھری ہیں۔ ان الماریوں میں بھی نمبر دیا ہوا ہے۔

نمبر ۲۔ الماری میں علاوہ اور بڑے بڑے دستی قرآن مجید کے حضرت سیدنا امام جعفر صادق کے ہاتھ کا لکھا ہوا۔ ایک قرآن مجید چرمی رکھا ہوا ہے۔

مشرقی علوم کا ذخیرہ جو اسلامی دنیا کے علاوہ یورپ میں بھی ایک خاص وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے یہاں موجود ہے۔ لغت، ادب، تاریخ، ریاضی، طب، حکمت، فلسفہ، تفسیر، حدیث



فقہ، عقائد اور تصوف وغیرہ مختلف علوم و فنون کی بینظیر و نایاب علمی کتابیں یہاں موجود ہیں۔ علمایِ اُندلس و اسپین کی تصانیف جو اس وقت دنیا میں ناپید ہو رہی ہیں انکا پتہ بھی کم و بیش اسی کتب خانہ سے چلتا ہے۔ اس وقت اس کتب خانہ میں ۵۰ ہزار سے زائد جلدیں ہر فن کی موجود ہیں۔ کچھ تو ان مختلف خاندان کے امراء و سلاطین کی علمی توجہ کو یاد دلاتی ہیں جنہوں نے ۱۳ سو برس تک مصر میں فرمانروائی کی ہے۔ اور کچھ سلاطین یورپ کی ہدیہ ارسال کی ہوئی ہیں جسکی فہرست آٹھ ضخیم جلدوں میں تیار ہو کر شائع ہو چکی ہے اور بغرض رفاہ عام ارزان قیمت پر فروخت ہوتی ہے۔

**مصر القدیمہ** | اسکو مصری مصر العتیقہ اور یوروپین اولڈ قایرو کہتے ہیں۔ یہ مقام منجملہ مضافات قاہرہ اور دریائے نیل کے مشرقی ساحل پر واقع ہے۔ خلفائے فاطمیہ کی فتوحات سے پہلے اسکو فسطاط کہتے تھے۔ یہ شہر عمرو بن عاص فاتح مصر کی یادگار ہے جسکو عربوں نے ۲۰ھ میں مہیا کیا تھا۔ امراء مصر ایام طغیانِ نیل میں یہاں آکر ٹہرتے ہیں۔ شاہی محلات شہر سے کچھ فاصلہ پر ہیں انبروٹوری (یعنی رصد خانہ) اور فوجی بارکین بہت عمدہ بنی ہیں۔ یہ مقام ازبکیہ سے ۲ یا ۲½ میل کی فاصلہ پر ہے۔ برقی ٹراموے اور عمدہ گہوڑے کی گاڑیاں ہر وقت یہاں جاتی اور آتی رہتی ہیں ٹراموے شارع عبدالعزیز و الکبریٰ سے گذرتی ہوئی الازہر کو آتی ہے۔ وہاں سے فوجی بارکون سے جو قصر النیل پر ہیں گذر کر شاہی محلات اسماعیلیہ پر پہنچتی ہے۔ جہاں پر ترکی ہائی کشنز رہتا ہے۔ وہاں سے ڈراموڑ کہا کر مصر العتیقہ میں داخل ہو جاتی ہے۔ جہاں قصر الشمہ کا اسٹیشن ملتا ہے۔ یہاں کے قابل دید مقامات یہ ہیں قصر الشمہ، المعلقہ، کلیسائی باربرا۔ اور جامع عمرو بن العاص۔

**جامع عمرو** | یہ شہر کے مشرقی حصہ میں واقع ہے۔ سب سے پہلی مسجد جو مصر میں تعمیر ہوئی وہ جامع عمرو بن العاص ہے جسکو فاتح مصر حضرت عمرو بن عاصؓ نے ۲۱ھ میں تعمیر کرایا تھا۔ یہ مسجد عربوں کی

قدیم صناعی کا نمونہ ہے۔ اس کا نقشہ بہت سادہ ہے۔ خلفائی راشدین کے عہد سے بنی اُمیہ کے اخیر زمانہ تک تمام مصر میں یہی ایک مسجد تھی۔ جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا اسکی وسعت میں بھی ترقی ہوتی گئی۔ آخری تعمیر اسکی بنیادیں صدی عیسوی میں ایک منیر و متول مصری ابراہیم الحلی نے کی تھی۔ مگر اسکی مرمت اٹھارویں صدی عیسوی تک برابر ہوتی رہی۔ کہتے ہیں کہ اصل بنائے عمرو بن العاص ۸۸ فیٹ عرض اور ۵۳ فیٹ طول تھی۔ واللہ اعلم۔ موجودہ حالت میں اس مسجد کا ناپ ۳۹۰ فیٹ طول اور ۳۶۰ فیٹ عرض ہے۔ اسکے ۳ دروازے جانبِ غرب ہیں۔

یہاں نماز باجماعت اسوقت نہیں ہوتی ہے اور نہ یہاں کا انتظام ہی اچھا ہے۔ سنا گیا کہ جمعۃ الوداع میں ایک وقت خدیو معظم یہاں نماز پڑھتے ہیں اسوقت بہت رونق رہتی ہے۔

**جامع ابن طولون** | یہ مسجد جامع عمر کے مقابلہ میں زیادہ شاندار ہے۔ سنا گیا کہ اسکی تعمیر میں

۱۵ لاکھ روپیہ کے قریب صرف ہوئے ہیں۔ اسکو احمد بن طولون فرمانروائے مصر نے ۲۴۳ھ میں بنوایا تھا۔ یہ مسجد بھی سادی ہے زیادہ نقش و نگار نہیں ہے اسوقت اسکی حالت اچھی نہیں ہے۔ حاجبِ شکستہ ہو گئی ہے۔ اگر گورنمنٹ مصر کی توجہ انکی جانب نہ ہو تو بہت جلد یا بدیر زمانہ کی دستبرد سے اس کی جگہ صرف ایک تودہ خاک نظر آئیگا۔

**المقیاس** | یہ دریائے نیل کی طغیانی کو ناپنے کا آلہ ہے جسکو خلیفہ الموید سلیمان نے ۱۵۷۷ء

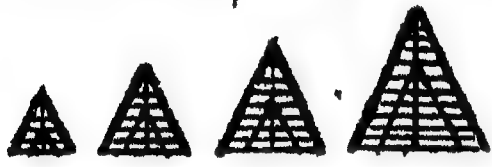
میں بنوایا تھا۔ بعد اسکی تعمیر خلیفہ الماسون اور امتوکل باللہ نے کی تھی۔ یہ مقام بھی قابلِ دید ہے خصوصاً سائینس دانوں کیلئے زیادہ توجہ کا باعث ہے۔ اس مقام کی نسبت ایک عجیب قصہ مشہور ہے کہ اگلے زمانہ میں یہ دستور تھا کہ ایک کنواری لڑکی کو اسکے والدین کی رضامندی سے عمدہ لباس زیبودن کر کے دریائے نیل میں ڈال دیتے تھے جب حضرت عمرو بن العاصؓ وہاں تشریف لائے تو اتفاق سے اسدن وہی رسم ہونیوالی تھی۔ آپ نے فرمایا ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ ناچار وہ لوگ خاموش ہو گئے

اور دریائے نیل بہنے سے رک گیا۔ یہاں تک کہ لوگ ترک وطن پر آمادہ ہو گئے عمرو بن عاصؓ نے یہ حال دیکھ کر حضرت سیدنا عمرؓ خلیفہ دوم کی خدمت میں ایک یضہ لکھا۔ تو آپ نے ایک خط لکھ کر روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا:۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خدا کے بندے اور مسلمانوں کے امیر عمرؓ بن خطاب کی طرف سے دریائے نیل کے نام۔ اگر تو اپنی مرضی سے بہتا ہے تو رک جا۔ اور اگر خدا تج کو بہاتا ہے تو میں خدائی واحد سے درخواست کروں گا کہ تج کو بہائے۔ یہ پرچہ آپ کے حکم سے دریا میں ڈالا گیا اس سال دریا کی طغیانی پورے مقدار سے آئی اور اس کے بعد بھی حسب معمول طغیانی برابراتی رہی۔ خلیفہ عادل کی دینی حمیت و رائے صائب سے یہ وحشیانہ حرکت ہمیشہ کی واسطے زائل ہو گئی۔

**قبۃ عباسیہ** | یہ ایک بہت بڑی لاٹ مثل دہلی کی قطب صاحب کی لاٹ کے مانند ہے۔ مصر سے برقی ٹراموے پر ۳ منٹ پر ایک وقت عتبۃ الخدرا سے عباسیہ کو جاتی ہے سیاح اس کو ضرور دیکھے۔ اہر جانوروں کی شکلیں بنی ہین جو پہلے زمانہ کے لوگوں کا علم تھا۔ ان جانوروں سے وہ اپنا مطلب نکال لیا کرتے تھے۔

**اہرام مصری** | مصر سے ہر گزشتہ میں ایک وقت برقی ٹراموے اہرام کی طرف جاتی ہے ۳۸ منٹ کا راستہ ہے۔ قہر النيل کے پل کے نزدیک والے اسٹیشن سے چھوٹی ہے۔ فاصلہ ۱۱ یا ۱۱ میل پر ٹراموے ہر جگہ ٹہرتی ہوئی جاتی ہے اسی سبب سے ۳۸ منٹ لگتے ہیں۔ میں بہراہی محمد علی ہندی جو مصر میں رہنمائی کا کام کرتے ہیں اسی اسٹیشن سے اہرام کی طرف بذریعہ ٹرام روانہ ہوا۔ تھوڑی ہی عرصہ میں ٹرام نے بالکل قریب لجا کر پہنچا دیا۔ یہاں سے اہرام مصری بہت قریب ہی اس مقام پر بہت ہوٹلین ہیں نرخ بہت گران ہے۔ ٹرام سے اترتے ہی تر جانوں نے اگر گھبرا کر میرے مکرم دوست محمد علی ہندی نے اون سب کو دھتکار بتا دی اور خود میرے ہمراہ ہو کر پیدل چلنے پر آمادہ ہو گئے۔ ٹرام سے اوپر تک نہایت کشادہ اور عمدہ سڑک بنی ہے۔ پانچ منٹ کا بھی راستہ

نہیں ہے ہم تو پیدل ہی اوپر تک گئے۔ عورتیں جب پیدل جاتی ہیں تو اک ذرا سی مسافت کیلئے اونٹ یا گدھوں پر سوار ہونا اور اونکو دو گنا تگنا کرایہ دینا مصلحت نہیں۔ یہاں ہر وقت اونٹ و گدھے سجے سجائے کسے کسے تیار کھڑے رہتے ہیں۔ اک اشارہ کرنے سے فوراً دس بیس آکر حاضر ہو جاتے ہیں۔ بہنے چند گھنٹوں کے اندر اندر سارے عجائبات کی سیر کر لی۔ پھر مقامات عجائبات دنیا کے پہلے نمبر میں شمار کیا گیا ہے۔ ان میناروں کو عرب اہرام۔ یوروپین پیرامیڈ آف غزا کہتے ہیں۔ یہ بہت قدیم مینار ہیں انکی تعمیر کا اب تک کسی کو صحیح پتہ نہیں لگا۔ اس مقام پر ۳ مثلث مینار



ہیں سب سے بڑے مینار کی بلندی ۴۵۰ فیٹ ہے نمونہ اس طرح ہے۔  
تایخ میں لکھا ہے کہ ایک لاکھ آدمی روزانہ اس میں کام کرتے تھے اور ہر سال مابھی کو انکی بدلی ہوا کرتی تھی۔ اسکے تبصرہ طور اور معاشرہ پہاڑوں سے لائے جاتے تھے۔ اور یہ ۲۰ سال کے عرصہ میں بنکر طیار ہوئے تھے۔ اسکے بنانے والے کو خيوف یا خيوفرن کے نام سے مصر کی گائیڈ میں لکھا ہے شاید قارون نہ ہو! مگر ایک ہندوستانی سیاح نے اسکو چیو پس لکھا ہے۔ واللہ اعلم

خلیفہ المامون نے اسکا پتہ لگا کر اسکو مختلف جگہ سے کہو لکرو دیکھا تھا اس خیال سے کہ شاید اس میں کوئی خزانہ پوشیدہ رکھا گیا ہو۔ آخر اسکو اس میں ایک صندوق ملا جس میں ایک لاش تھی۔

سب سے بڑے مینار کا ناپ حسب ذیل ہے۔

بلندی ۴۵۰ فیٹ۔ نیچے کا دور ۵۰۰ فیٹ۔ سب سے اوپر کی چوٹی کا دور ۳۵ فیٹ۔ جسکا کل رقبہ ۱۰۰۰۰۰ ۸۰ ۲ مربع گز ہے۔ اسکو مصری اخوت خوفو کہتے ہیں۔ اسکے اندر بھی لوگ جا کر ڈیکھتے ہیں۔ مگر سخت دل اور جو افراد آدمیوں کا کام ہے۔ مجھے وقت نے اجازت نہ دیا اور نہ میں نے اس کے اندر جانے کی کوشش کی۔

ہزار ہا قبریں اسطرح کے کہو ذکر لاشوں کو عجائب خانہ مصر میں لاکر رکھتے ہیں۔



مصری لوگ اگلے زمانہ میں ایک قسم کا مصالحہ جانتے تھے جسکو وہ لوگ ممی کہتے ہیں اس مصالحہ سے لاش کو جنوب کر کے رکھنے سے سالہا سال تک لاش حفاظت سے رہتی ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ دراصل چمپو پس بادشاہ مصر کا مقبرہ ہے۔ جو اسکی زندگی میں بنایا گیا تھا۔ اس مینار کو دیکھنے کیلئے بہت دور دور کے ممالک سے لوگ آیا کرتے ہیں۔ روزانہ بیسیوں عورت و مرد کا جگمگنا لگا ہوا رہتا ہے۔ جو لوگ اوپر چوٹی تک جانا چاہیں مصری لوگ انہیں سمھارا دیکر اوپر تک لجاتے ہیں۔ میں اسکے اوپر چڑھا ہوں مگر چوٹی تک نہ پہنچ سکا دوسو فٹ سے ذرا بلندی تک جا کر واپس آگیا۔ اس پر سے تمام قرب و جوار کا منظر عجیب و غریب خوبصورت دکھائی دیتا ہے۔ جانب جنوب دریاے نیل کا پانی لہریں مارتا ہوا نظر آتا ہے جس میں سینکڑوں بادبان اور کشتیاں۔ چھوٹے چھوٹے اسٹیم لائنج اور دوسرے چلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ او دریاے نیل کے ہر دو کناروں پر سبزہ زار عجیب کیفیت سے لہلہاتا معلوم ہوتا ہے۔ اور جانب شمال ریگستان و جبال کنی بھی عجیب کیفیت دکھائی دیتی ہے۔ جانب مشرق مقام غزہ اور غزہ کے برجوں اور قاہرہ کے عالیشان مسجدوں کی میناریں اور سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس کے قلعہ کا نظارہ بھی عجیب لطف دیتا ہے۔ اور جانب غرب فیون کا جنگل جو اپنی سبزی اور طرح طرح کے پہولوں کے سبب مشہور و معروف ہے دکھائی دیتا ہے۔ غرض کوئی سمت ایسی نہیں ہے کہ ان میناروں پر سے دکھائی نہ دیتی ہو۔

ان میناروں کے پتھر کھدے ہیں بظاہر کوئی نفاست انہیں نظر نہیں آتی مگر اصول ہند کے لحاظ سے یہ مینار تمام روئے زمین پر بنیظیر مانے گئے ہیں۔ اسکے دیکھنے سے ثابت ہو جاتا ہے کہ زمانہ سلف میں مصری فن انجینیری میں یدِ طولیٰ کہتے تھے۔ علمِ جبرِ ثقیل کو انہوں نے ثابت کر دکھایا کہ اتنے بڑے بڑے پتھر میناروں کی چوٹیوں تک پہنچا دیا جسکو زمانہ حال کے

لائق یوروپین انجینئرس بھی دیکھ کر حیران ہو جاتے ہیں۔

**ابوالہول** تقریباً سو گرجاں شرقِ اہرامِ دوم سے ہے۔ یہ ایک بہت بڑا پتھر کا تراشا ہوا بُت

ہے۔ اسکی شکل عجیب غریبے نیچے کا ڈیڑھ شیشیر بیکر اور سر عورت کا ہے۔ اس سے ناظرین اندازہ کر لیں کہ

وہ بُت کس قدر بڑا ہوگا۔ یعنی اس کے نیچے سے دم کی جڑ تک ۱۸۷ فٹ ہے۔ فقط سر کی بلندی

۶۶ فٹ۔ اور چہرے کی چوڑائی ۱۶ فٹ کان ۵۴ فٹ ناک ۶۷ فٹ ہے۔

اسکے نزدیک ایک زمین دوز بُت خانہ ہے جسکو کرنل وینری نے ۱۸۳۷ء میں دریافت کیا ہے

اسکی گہرائی ۵۳ فٹ اور عرض ایک طرف ۳۰ اور دوسری جانب ۲۶ فٹ ہے۔ یہ بُت خانہ کچھ

مستف و کچھ غیر مستف ہے اسکا دروازہ ہر وقت مقفل رہتا ہے۔ اہرام و ابوالہول کی اس قدر

شہرت اور وقعت ہے کہ ان دونوں کی تصویر کو گورنمنٹ مصر اپنی ڈاک کے ٹکٹوں پر بطور ملکی خصوصیت

کے چھاپتی ہے۔

حضرت فقیہ ابواللیث سمرقندی کا مزار سیدہ درگاہ کے جامع امام شافعی

سے تھوڑی ہی دور پر واقع ہے۔ مختصر قصبہ بنا ہے۔ بڑے کامل بزرگ

ہیں۔ اکثر بخاری اور سمرقندی لوگ خصوصیت کیساتھ آپ کی زیارت کرتے ہیں۔ مینے بھی چلتے چلتے آپ کی

مزار پر سلام و دعا پڑھا۔

**اسکندریہ** افسوس کہ محکو اسکندریہ کے دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا۔ سنا گیا کہ وہاں بھی چند

تبرک مقامات و زیارات قابل دید ہیں منجملہ ان کے مزار حضرت دانیالؑ پیغمبر و مزار حضرت لقمانؑ اور

بوخیریؑ مصنف قصیدہ بردہ و عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جہاں ایک مدرسہ دینیات کا ہے۔

جس میں ۲ ہزار لڑکے اسوقت تعلیم پاتے ہیں روضہ کے اندر شہری حروف میں قصیدہ بردہ لکھا ہوا ہے

اور سکندر ذوالقرنین کا مزار بھی بتاتے ہیں جو بہت کہنہ اور بوسیدہ ایک فار کے نیچے بڑی تاریک جگہ

میں واقع ہے

مشہور ہوٹل اسکندریہ میں سوای پالیس ہوٹل - ونڈسٹر ہوٹل - اکسٹر ہوٹل اور سنیکٹرون دیگر ہوٹلین ہیں۔ کرایہ مذکورہ بالا ہوٹلون کا زیادہ ہے انہیں خوراک بھی ملتی ہے۔ اور دوسری ہوٹلون کا کرایہ وہی قافہ جیسے ہے۔ عاصمہ چار منزلہ ہوٹل ہے اس میں کرایہ یومیہ ۶ پاسٹر۔ یہ ہوٹل مقام منشیہ کے نزدیک جہان محمد علی پاشا کابٹ نصب ہے شہر میں ایک ٹی سی جی جامعہ دانیال سے موسوم ہو۔ جینیہ پٹریا گھرا نیتک خانہ مینارہ عمود سواری جو ۸۷ قدم بلند ہے۔ محکمہ سرکاری کی عمارت بیلک ڈیگر بڑی بڑی تجارتی کوٹھیاں واقعی قابل دید ہیں۔

راستہ میں مقام طنطنہ میں حضرت سید احمد البدوی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار درود ملتا ہے۔ جنکا رتبہ ملک مصر میں ایسا ہی ہے۔ جیسے ہند میں خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی ثم الامیری کا۔ لکھو کہا شخص خاص آپکی زیارت کو مصر و افریقہ بلکہ عرب سے آتے ہیں۔ سالانہ پڑا شاندار عرس ہوتا ہے۔


**ازبکیہ** | مصر میں بازار ازبکیہ بھی قابل دید ہے۔ سیاح کو ضرور چاہئے کہ اس بازار کو دیکھے۔ میں نے محمد علی ہندی کے ہمراہ بازار ازبکیہ کی سیر کی جہاں ستر کین کشادہ اور عمارتیں عالیشان دو منزلہ منزلہ ہیں۔ اہل یورپ کی قیام گاہ بھی بازار ہے۔ بڑے بڑے ہوٹلون کے علاوہ حسن فروشوں کا بازار بھی اسی جگہ ہے۔ اقسام کے کہیل - ٹھیلے اور تماشے اسی بازار میں ہوتے رہتے ہیں۔ تمام دن اور ساری رات یہ بازار جگمگاتا رہتا ہے۔ صبح کے ۵ بجے سے رات کے ۱۲ بجے تک پڑامے چلتی رہتی ہے۔ میں محمد علی ہندی کے ہمراہ ایک ہوٹل کے اندر گیا۔ یہاں بھی وہی رنگ و ہنگ ہے۔ ہوٹل کا مالک ایک یونانی عیسائی ہے جو انگریزی اچھی طرح سے بولتا ہے۔ کسی قدر سن رسیدہ مگر مہذب شخص ہے عمارت کے لحاظ سے یہ ہوٹل بھی نہایت خوبصورت ہے۔ اندر تمام سنگ مرمر کا فرش بچھا یا گیا ہے کمرے وسیع اور فراخ ہیں۔ فی کمرہ ۲ بنگ اعلیٰ درجے کے اسپرنگدار جنیر خوشنما مسہر یاں لگی ہیں۔

چھوٹے کمرے میں صرف ایک بنگلہ ہے۔ سامانِ پرتکلف، پاخانہ اور غسل خانہ نہایت پاک و صاف  
 نل میں پانی ہر وقت موجود و غرض ہر چیز اس ہوٹل کی بھی نہایت عمدہ دیکھی گئی۔ باوجود اس قدر تکلف کے  
 کرایہ یومیہ صرف دو فرانک یعنی پچیس روپے۔ راسخ الاعتقاد مسلمان شاید اس خیال سے بہانہ ٹھہریں کہ  
 یہ عیسائی ہوٹل ہیں یا انکے مالک یہود و نصاریٰ ہیں۔ حالانکہ یہاں انجیل و زبور کا درس نہیں دیا  
 جاتا مذہبی روک ٹوک ہے۔ یہ تو مسافروں کی قیام گاہ ہے۔ مالک ہوٹل کے اخلاق ایسے ہیں کہ خواہ  
 خواہ اس کی تعریف کرنے کو جی چاہتا ہے جب کوئی مسافر کسی کام کو اُسکے پاس سے گذرتا ہے وہ اپنی  
 کرسی سے سر و قد کھڑے ہو کر اس کی تعظیم دیتا اور سلام کرتا ہے۔ اور نہایت توجہ سے اگر کوئی ہماری  
 درخواست ہے تو سنتا ہے اور اپنے ملازموں کو تاکید خدمت گزاری کی کرتا ہے۔ مصر کے بڑے بڑے  
 شہروں میں کرایہ یہ مکان ماہواری ۳ یا ۴ لیرہ عثمانی پر بہت عمدہ ملتا ہے۔ یعنی تقریباً ۴ سے ۵  
 روپیہ میں۔ وہاں سے ہم لوگ ایک قہوہ خانہ پر گئے۔ فوراً ایک لڑکا آیا اور چائے کا حکم لیکر واپس  
 گیا۔ جب لوگ اس کو کوئی حکم دیتے ہیں تو نہایت دلفریب انداز سے تبسم خیز مشرہ میں گردن جھکا کر  
 کہتا ہے "طیب" یعنی بہت اچھا اور اس طرح جسم کو جنبش دیتا ہوا لچک کر چلتا ہے گویا اس کو ٹھیکر کی سی  
 تعلیم دی گئی ہے۔ یہ ارمنی، یونانی اور عیسائی انہی حرکات سے روپیہ کھاتے ہیں اور ایسے جن جن کو خوبصورت  
 لڑکے رکھتے ہیں جن کو دیکھ کر گاہک کثرت سے آئیں۔

**مصری عورات** | مصری عورات اکثر بے باک اور آزاد ہیں۔ نقاب کا رواج جو پہلے تھا وہ

اب اوٹھنا چلا ہے صرف منہ پر ایک سیاہ جالی کا ٹکڑا باندھ لیتی ہیں وہ بھی اس طرح پر کہ تھوڑی  
 سی ناک ڈھنپی رہتی ہے باقی آنکھیں اور رخسارے وغیرہ سب کھلے رہتے ہیں۔ عورتیں عموماً باہر ہررتی  
 بازار کا سودا سلف خرید کرتی ہیں۔ بالکل لورویں طرز پر یہاں کی عورات ہیں۔ ٹھیکر اور تماشہ میں  
 جانا کوئی معیوب کہیں سمجھتی ہیں۔ لباس انکا بہت پاکیزہ اور صاف رہتا ہے۔ بعض عورات اپنی ناک پر



ایک سو فٹ کی لائبریری  اس شکل کی بنا کر لگائی تھی ہیں جو ہر کو بہت بُری نظر آتی ہے۔ مگر اونکو لئے ایک نہایت خوشنما زیور ہے۔ اور اوسکے نیچے ذرا سا ٹکڑا سیاہ لگا رہتا ہے جسکا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

**ہیلسٹوپولس** | یہ ایک نئی آبادی کسی قدر فاصلہ پر قاہرہ سے بسائی گئی ہے۔ جہاں پر کل عمارات یورپین طرز کے بنے ہیں۔ قاہرہ سے برقی ریل یہاں تک جاتی ہے۔ یہ عمارات بھی قابل دید ہیں منجملہ انکے ایک مسجد نہایت خوبصورت بنی ہے جسکا فرش بلورین ہے۔ جی چاہتا ہے کہ یہاں بیٹھے رہے اور دیکھا کرے۔ مگر یہ مسجد نیو سپالٹی کی جانب سے عیسائیوں کی بنائی ہوئی ہے۔ اس میں نماز درست ہے یا نہیں واللہ اعلم۔

**جامع سیدنا حسین** ۹ فروری روز جمعہ بجو نماز جمعہ جامع سیدنا حسین میں پُرنے کا موقع ملا۔ نماز ایک بجے ختم ہو گئی آدمی اس کثرت سے شریک نماز تھے کہ تل دھرنیکو جا رہا نہ تھی۔

صحن مسجد میں وضو کیلئے نہایت عمدہ پختہ وضو خوبصورت حوض ہے جسکے چاروں طرف برنجی ٹوٹیاں لگی ہوئی ہیں جنکو کہولنے سے پانی آتا ہے لوگ صرف وضو کرتے ہیں۔ بیٹھنے کیلئے کرسی نما سنگ مرمر کی جو کی۔ ہر ایک برنجی کاکس کروکے نزدیک بنی ہے۔ ایسے تقریباً ۴۰ چوکیاں ہیں۔ بیت الخلاء بہت سے بنے ہیں اونہیں بھی پانی بکثرت رہتا ہے۔

مسجد کے اندر جہاں پر اس مبارک سیدنا حسین بن علیؑ روایت مختلف دفن ہے ایک مختصر قبة بنا ہے۔ جسکے چاروں طرف برنجی خوشنما جالی لگی ہے۔ ایک صندوق خیرات کیلئے رکھا ہوا ہے۔ اور بہت سے چراغ چاندی اور دیگر برنجی دہات کے رکھے ہوئے ہیں جنکو مسلمانانِ عالم نے وقفاً وقفاً وقف کیا ہے۔ یہ مسجد نہایت خوبصورت سنگ مرمر کے ۴۳ ستونوں پر استادہ ہے جو اپنی حیثیت سے بڑا ہر چمک ہے ہیں۔ محراب منبر نہایت خوشنما بنا ہے۔ عرض یہ مسجد بہت سی مساجد مصر کی بحیثیت مجموعی نہایت خوشنما اور قابل دید ہے۔

عرس مصطفیٰ

کامل پاشا

مازجمہ سے جب میں واپس آ رہا تھا تو ہزاروں آدمیوں کا جم غفیر ایک جا جمع ہوا دکھائی دیا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ فدائے قوم مصطفیٰ کامل پاشا کا آج عرس

ہے۔ جسکے کارنامے ہم ہندوستان میں بیٹھے سنا کرتے تھے۔ ہر گلی اور کوچے میں اس فدائے قوم کی یادگار کا بڑی شان و شوکت سے ظہور ہو رہا تھا۔ ہزاروں آدمی جنہیں عورت مرد بچے بوڑھے سب

طرح کے لوگ شریک جلوس تھے جامع ازہر کے ۱۲ ہزار طلباء مدرسین پروفیسرس اپنے ہاتھ میں سرخ و سبز جھنڈیاں لئے ہوئے جلوس کے آگے آگے جا رہے تھے۔ میرے خیال میں ایک لاکھ آدمیوں

سے مجمع کم نہ تھا۔ یہ عرس سالانہ ہوا کرتا ہے۔ مذہباً اس عرس کا کرنا جائز ہو یا غیر جائز۔ مگر ایک فدائے قوم کی یادگار خصوصاً مصریوں کیلئے قابلِ عبرت ہے۔ جلوس کے آگے مصطفیٰ کامل کی ایک نقلی مورت

بھی تھی جسکو طلباء ازہر اپنے کندھوں پر اوٹھائے ہوئے لیجا رہے تھے۔ یہ مورت کسی یورپین کاریگر کی بنائی ہوئی بعینہ مصطفیٰ کامل کے مانند ہی نظر آرہی تھی۔ اسکے رکھنے کیلئے ایک جگہ بنی ہوئی جہان

سال بہ مورت رکھی ہوئی رہتی ہے اور اس عرس کے روز اسکو باہر نکالتے ہیں۔ کل ساکنان مصر عیسائی، یہودی، ارمنی وغیرہ وغیرہ اس جلوس کو بہت گہری نگاہ سے دیکھا کرتے ہیں۔ افسوس

کہ علمائے ازہر نے کیونکر ایسی تصویر کا جلوس کیسا تھکا لانا جائز رکھا !

مصر میں اخبار

بینی کا شوق

میرے تجربہ سے اگر یورپ کے بعد اگر کوئی اور ملک میں اخبار بینی کا شوق

ہے تو وہ شرف مصر ہی کو حاصل ہے۔ مصر کا بچہ بچہ جب صبح ہوتا ہے تو بغیر

اخبار کو دیکھے جا، تک نہیں پتیا۔ کوئی ٹرام، کوئی ریل، کوئی چوراہہ، کوئی ہوٹل اخبار بیچنے والوں

سے خالی نہیں۔ جہاں دیکھو وہاں سینکڑوں لڑکے اپنے ہاتھ میں روزانہ اخبار کی کاپیاں لئے

ہوئے کہڑے رہتے ہیں۔ ہر خواندہ شخص کے ہاتھ میں اس روز کا اخبار ہوتا ہے۔ التوید والا ہر ام

کی ہزاروں کاپیاں روزانہ فروخت ہوتی ہیں آجکل محاربہ ترکی و اطالیہ کی وجہ سے تو اور شوق

زیادہ ہو گیا ہے۔

**سکہ مصر** | نہایت تعجب ہے کہ جو برنجی سکے پورٹ سعید میں رائج ہیں وہ قاہرہ میں نہیں چلتا۔ اور قاہرہ کا برنجی سکے پورٹ سعید میں نہیں کام آتا۔ آئندہ سیاحوں کو ضرور اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ کوئی برنجی سکے پورٹ سعید سے مصر یا قاہرہ سے پورٹ سعید کو نہ لاوین

پورٹ سعید میں اجنبی کو بہت دقت خرید و فروخت میں ہوتی ہے۔ کوئی دوکاندار فرانک کہتا ہے۔ کوئی شلنگ بولتا ہے۔ خوردہ بہنایا جائے تو قسام کے سکے ملے جلتے ہیں قشر تعریفہ اور قروش صلغ کا علیحدہ جگڑا ہے۔ اور یہاں کے دوکاندار اجنبی کو دھوکا دینے میں کوتاہی بھی نہیں کرتے ہیں۔ ذرا ہوشیاری سے کام کرنا چاہئے۔

**مصر سے روانگی** | ۱۲ فروری ۱۹۱۲ء روزِ دو شنبہ کو میں پورٹ سعید سے جانبِ ہندوستان

روانہ ہونے کی غرض سے جہاز پر سوار ہو گیا۔ جہاز کا نام اربنڈ بیگ تھا جو مساجری مارٹیم کیلینی کا ہوا۔ وزن ۱۰ ہزار ٹن۔ کرایہ درجہ اول پورٹ سعید سے بمبئی تک ۲۹ پونڈ (یعنی ۴۳۵ روپیہ) معہ خوراک۔ درجہ دوم ۱۳ پونڈ (۱۹۵ روپیہ) معہ خوراک اور درجہ سوم کیلئے ۵ پونڈ یعنی ۷۵ روپیہ بغیر خوراک ہے۔ جہاز میں متوسط درجے کے مسافر کیلئے درجہ دوم بغیر خوراک لے لیا جائے تو بہت آرام ہے۔ کوئی تکلیف درجہ سوم میں بھی نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ جائے ضلالت اور ہوا دار ملتی ہے۔ البتہ بارش میں کسی قدر تکلیف ہو تو ہو۔ پانی جہاز پر کثرت ملتا رہا۔ جا بجا ٹاکیاں پانی کی بہری ہوئی دھری تھیں۔ جتنا جی چاہے پانی لیلو کوئی پرسان نہیں۔ جہاز کے کل ملازم فرسیسی تھے۔ جو کسی قدر سخت اور بے رحم نظر آئے۔ خصوصاً ہندوستانیوں کیساتھ اونکا برتاؤ اچھا نہ تھا۔ کچھ عدن کے عرب بھی جہاز پر ملازم ہیں اونکو کچھ دے دلا کر اگر ملازم ہمراہ ہو تو اونکے چوہوں کے نزدیک کہا نا طیار کر لینا بد جہاز جہاز کے میسر پر کہانے سے اچھا ہے۔ درجہ سوم میں بھی کمرے ہیں فی کمرہ ۵ سے ۱۳ پلنگ تک

بچے ہیں۔ موٹھ دھونیکا برتن اور آئینہ بھی رکھا ہوا ہے۔ معمولی کبل اور بستر ابھی بیٹے ہیں مگر نہایت غلیظ نظر آتا ہے۔ جہاز کی رفتار پی ایڈ او کمپنی کے جہازوں سے کسی قدر کم ہے۔ چوتھا درجہ بھی بڑا نہیں ہے بلکہ درجہ سوم سے اچھا اور ہوا دار ہے۔ ۱۳ تاریخ فروری روزِ شنبہ صبح کے ۴ بجے ہم پورٹ سعید سے روانہ ہو کر رات کے ۱۰ بجے بندر سوئیز پر داخل ہو گئے۔ راستہ میں اجماعیلیہ پر دو درجہ اول کے مسافر چلتے ہوئے جہاز پر بذریعہ سیڑھیوں کے سوار ہو گئے۔ اس وقت جہاز کی رفتار بہت دہی کر دی گئی تھی۔ درجہ سوم و چارم میں اٹالین و آسٹریں (قلی) جو تلاش معاش میں ہیں و آسٹریلیہ کو جا رہے تھے۔ جیسے ہمارے ہندوستانی بہائی آسٹریلیہ وغیرہ کو جایا کرتے ہیں اسی طرح سے یہ بھی جاتے ہیں۔ بد قسمتی سے ہندوستانی قلی کہلاتے ہیں اور یہ لوگ صاحب بہادر بنجاتے ہیں حقیقت میں دونوں کی حالت ایک ہی سی ہے۔

اس وقت ان آسٹریں و اٹالین کی حالت اور ہندوستانی قلیوں سے بہت بدتر تھی جو کچھ دنوں بعد صاحب بہادر بننے والے ہیں۔ بندر سوئیز پر جہاز بہت کم ٹہرا۔ چند مسافر بیان بھی سوار ہوئے ۲ بجے شب کے جہاز بکرا حمزہ میں روانہ ہو گیا۔ ہوا آج کم تھی مگر سمندر جوش میں تھا۔ جہاز بڑا اور ۱۰ ہزار ٹن وزنی ہرنیکے باعث چکر و غیرہ نہیں آئی اور نہ جہاز غیر معمولی طور سے ہلا۔ آج تمام دن ہمارے دہنی جانب افریقہ کے پہاڑ اور بائیں جانب پریشیا کا وہ مقدس جہان پر حضرت موسیٰ خدا سے بات کئے تھے۔ (جبل طور) دور پر نظر آ رہا تھا۔ بکرا حمزہ پریشیا اور افریقہ کو جدا کرتا ہے۔ ایشیائی حصہ میں بہت بلند پہاڑ نظر آتے ہیں اور کئی شکل و صورت بھی دور سے نہایت خوبصورت کہیں تیز اور کہیں گول چوٹی دکھائی دیتی ہے۔ بکرا حمزہ میں جہاز کی رفتار ۱۲ اور ۱۵ میل کے درمیان فی گھنٹہ رہی۔ بکرا حمزہ میں جہاز جب داخل ہوا تو بہت جنبش ہوئی لوگوں نے قے پر قے کرنا شروع کیا۔ کوئی بستر پر پڑا قے کر رہا تھا کوئی کچھ کھڑا تھا۔ عورتوں کا بہت بُرا حال تھا۔



خصوصاً یورپین عورت اپنی نازک بدنی و نازک مزاجی کی وجہ سے بالکل گرہیں۔

۷۔ افروری کی صبح میں ہمارے جہاز کو ایک اٹالین کروڑ نے آگہیرا۔ بعد ضروری باز پرس و دیکھ بھال کے ہمارے ساتھ ساتھ اٹالین وار شپ (یعنی جنگی جہاز) بھی چلنے لگا۔ اوسکو گمان تھا کہ اس جہاز میں کوئی ترکی آفیسر سوار ہے جو ترکی افواج متعینہ افریقہ (یعنی میدان جنگ) کی طرف جارہا ہے۔ حقیقت میں ایک ترکی جنرل افواجِ حدیدہ کی کمانڈ کھیلے اس جہاز میں سوار ہو کر جا رہا تھا۔ گورنمنٹ ترکی اور فرانس کے درمیان اس ترکی جنرل کو حدیدہ پر صحیح و مسلم پہنچا دینے کا عہد و پیمان ہو چکا تھا۔ ہمارا جہاز عدن جانے والا تھا مگر صرف اوس ترکی جنرل کو حدیدہ اتارنے کی غرض سے ساحلِ حدیدہ پر آیا۔ اٹالین جہاز نے بہت سی رد و کد کے بعد جہاز کو ٹولنگرڈ الہی کی اجازت دیدی۔ یہاں پر دو ایک اٹالین جنگی جہاز کھڑے ہوئے تھے۔ بعد رد و قلع کے یہی طے پایا کہ ترکی جنرل کو یہاں اتارنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اٹالین کہتے رہے کہ اوسکو ہمارے حوالہ کر دو۔ فرانسسوں نے ایک بھی اونکی نہ سنی آخر کار اپنی ایک مختصر و خانی کشتی پر اوسکو سوار کر کے اپنی حفاظت میں فرامیسی پہرے کے نیچے اٹالین جنگی جہازوں کے درمیان سے لے کر گزر گئے۔ مجھے ساحلِ حدیدہ پر یہ دیکھ کر کہ گورنمنٹ عثمانیہ کا کوئی جنگی جہاز تو کجا سوداگری جہاز بھی ساحل کی حفاظت کھیلے نہیں ہے۔ ایسے بڑے اور اہم مقام پر جب کو باب الہین کہنا بجا ہے جنگی جہاز کا اپنی حقوق کی حفاظت کھیلے موجود نہ ہونا قابلِ افسوس و عبرت ہے۔ نہ اور کوئی کشتی یا لالچ ہی دیکھا گیا کہ رسل و رسائل میں مدد دیکے شہرِ حدیدہ مع ساحل کے اٹالین کی رحم پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ جامع مسجد کا عالیشان منارہ دور سے ہمیں دکھائی دے رہا تھا سنا گیا کہ ۶۵ گولے اٹالین جنگی جہازوں نے اس شہر پر مارے تھے جس سے کچھ حصہ شہر کا معہ مسجد کے منہدم ہو گیا۔ واللہ اعلم۔

اسوقتِ حدیدہ کی حالت بہت نازک تھی لوگ اٹالیہ سے خوف کر رہے تھے اور گولہ باری کا بھی اندیشہ تھا۔ بہت سے فرانسیسی جو حدیدہ اور صنعا کی ریل پر کام کر رہے تھے بسبب موقوف ہو جانے اس کام کے عدن کو واپس ہونے کی غرض سے اسہی جہاز پر سوار ہو گئے۔ انکے چڑھانے کیلئے ہمارا جہاز دور و نزدیک ساحلِ حدیدہ پر ہی سگر انداز رہا۔

حدیدہ کی عالیشان عمارات اور اسکے قرب و جوار کا منظر ہر کو اچھی طرح نظر آتا رہا۔ سنایا گیا کہ اسوقتِ حدیدہ میں ۲۷ مساجد ہیں اور ۵۰ ہزار ترکی فوج کا لشکر جہازِ حدیدہ اور اسکے قرب و جوار میں موجود ہے۔ حدیدہ میں ہر ملک کے کونسل اپنی اپنی رعایا کی حقوق کی حفاظت کیلئے موجود رہتے ہیں یہاں پر اسوقت زیادہ تر فرانسیسی رہتے ہیں جو ریل بنارہے ہیں۔ چند دہلی کے بنیابھی جو دوکان کھاتے ہیں حدیدہ سے ہمارے جہاز پر سوار ہوئے قریب ۵ بجے شام کے ۱۸ فروری کو ہم ساحلِ حدیدہ سے روانہ ہو گئے۔ جہاز اپنی معمولی تیز رفتاری سے ۱۹ فروری کے ۱۲ بجے ساحلِ عدن پر داخل ہو گیا اور عربوں کی زبانی جو حدیدہ سے ہمارے ہمراہ آئے تھے یہہ بتہ لگا کہ حدیدہ پر اطالیہ نے گولہ باری نہیں کی مگر جہانہ پر ہوائی جہاز کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ جہان سے ریل تین کے دارالخلافہ صنعا تک بنارہے ہیں۔ جہانہ کا پانی بہت عمدہ اور شیرین ہے۔ انہی کی زبانی معلوم ہوا کہ ریل کا کام بڑی سرعت سے جاری تھا اور ۵ اکیلو میٹر تک ریل بن چکی ہے مگر اسوقت جنگ کے باعث کام قف ہو چکا۔ ورنہ دو سال کے اندر اندر ریل صنعا تک پہنچ سکتی تھی۔ اسکا ٹھیکہ ایک فرینچ کمپنی کو دیا گیا ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسکا سلسلہ جلد یا بدیر صنعا سے طائف شریف ہوتا ہوا کہ مدظلہ تک ملاوایا جائیگا۔ اسوقت حجاج وزائرنِ اجوضِ جدہ کے حدیدہ ہی سے صنعا اور طائف شریف ہوتے ہوئے صحرائیں شریفین کو جاسکتے ہیں۔ گو موجودہ حالت میں اسکا خیال کرنا ایک خواب کے مانند ہے۔ مگر خدا چاہا تو کوئی بڑی بات نہیں ہے اور بہت جلد اس خواب کی تعبیر ظہور میں آجائیگی

اب ترکی گورنٹ اپنی کمزوری اور جنگی جہازوں کی کمی کو محسوس کر کے اسکا معاوضہ اس کیلئے پورا کر دیا۔  
**جہاز میں ایک عجیب واقعہ** ناظرین کو یاد ہو گا کہ میں ایسا ہی ایک واقعہ شروع سفر میں بھی سچلتے وقت پر لکھ آیا ہوں اور اتفاق سے واپسی پر بھی وسیط کا ایک اور واقعہ لکھتا ہوں

جب ہمارا جہاز پورٹ سعید سے روانہ ہوا تو ۴ یوروپین جو تلاش معاش میں آسٹریلیہ یا فجی وغیرہ کو جانا چاہتے تھے۔ اس جہاز کے لائف بوٹ (خپد کشتیان) ہر جہاز میں دو ذون جانب کہی ہتی ہیں تاکہ وقت پر مسافر و نین سوار ہو کر اپنی جانیں بچاتے ہیں) سوار ہو کر چپہ گئے۔ چار روز تک وہ چاروں ہی کشتی میں بے آب دانہ پڑے رہے اور نکا بیان ہے کہ ۴ روز تک وہ برابر ایسا ہی پڑے تھے جب حدیدہ کو جہاز آیا اور اتفاق سے وہی کشتی کہولی گئی جس میں یہ لوگ سوار تھے تو ان میں ۲- آسٹریں ایک جرمنی اور ایک انگلش میں تھا۔ فریج جہاز والوں نے بطور ہمدردی یا بلحاظ قومی اونکو چھوڑ دیا اور کہہ دیا کہ یہی پہونچ کر جہاز سے اتر جانا۔ اونکو کہا نے کیلئے بھی دیا گیا۔ اگر کوئی ہندوستانی ایسی حرارت کرتا تو اس سے بہیک منگو کر روپیہ کرایہ کا وھول کرتے اور سخت سے سخت مشکل کام جہاز پر اوسے جا ایسے سینکڑوں واقعات میں برہما کو جاز اور آتے ہوئے دیکھے ہیں۔ اگر بہیک سے پورا روپیہ کرایہ کا وھول نہ تو بعض اوقات اس شخص کو جہان سے سوار ہوا تھا اسی جگہ واپس لا کر پہونچا دیتے ہیں۔ ان میں دو آسٹریں انجینئرس تھے جرمنی کوئی اور پیشہ جانتا تھا انگلش میں پورا تجارت تھا۔ ۱۹ فروری کی شام کو ۶ بجے کے قریب جہاز اربنڈ بہیک عدن سے روانہ ہو کر ۲۴ کی صبح کو ساحل مہی میں داخل ہو گیا۔ میں جہاز سے اتر کر وہی شاہ جہان ہوٹل میں ایک یا دو روز کیلئے قیام کر کے ۲۵ کی شام کو میل گاڑی میں سوار ہو کر اپنے وطن دیور میں داخل ہو گیا۔ خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ مجھے جیسے عاصی پر عاصی اور فریضہ حج و زیارات مقامات مقدسہ کی ہدایت دی اور میں اب کہنے کہ لائق ہو گیا کہ میں حج کر آیا۔ اس مختصر و مبارک سفر میں جو کچھ کہہ دیکھا اور سنا۔ بلا رو و رعایت قلم بند کر دیا گیا۔ مغر ز ناظرین کو خدا کی عنایت سے اگر سفر عزیز نصیب ہوا اور اس ناچیز سفر نامہ سے کسی ایک بات کا بھی فائدہ حاصل ہو تو میں اسکو اپنی اپنی محنت کا ثمرہ سمجھوں گا۔

# فہرست الفاظ عربیہ سروریہ

مرسلہ جناب مولانا مولوی حاجی محمد اسماعیل صاحب خطیب امام مسجد سر ضلع حصار (پنجاب)

معنی	معنی	سکجات کے شمار
۱۰ متک یا ہر	بشک	جنی فرنجی
اسما و اشیا، مختلف		جنی عثمانی
پانی	مویا	جنی فرساوی
دغیف - خبز - گرہن قوس - روٹ	اکمال	مجیدی
روسی یا بخاری روٹ	اکمال	قرش صاغ استنبولی سلطانی دونی
کھجور	تمر	نصف مجیدی
زیتون	زیت	ربع مجیدی
گوشت	اللحم - لحم	قرش صاغ مصری
پکا ہوا گوشت	لحم مطبوخ	شلنگ یا شلنج
بہنا ہوا گوشت	لحم المشوی	فرانک
شودہ	مرق مرقہ	قرش مصری
چائے	شای	تقریقہ
قہوہ خانہ	گھوہ	ملیمہ
مالک وکان قہوہ خانہ	گھوہ جی	ریال مصری
سبزبان		ہلیلہ متلاک
		انگریزی گنی مشمر کی
		ترکی گنی یا پونڈ لوسٹہ کی
		فرنج پونڈ عیسیٰ
		ترکی تقری سکہ - عیسیٰ
		۱۰ گطہ
		۱۵ گطہ
		مصری تقری سکہ ایک ساورن مبلغ
		۱۰ گطہ کی برابر ۱۵۰ سکہ ہذا کو
		انگریزی تقری سکہ مساوی ۱۰۰
		فرساوی تقری سکہ سائی ۱۰۰ اکلا
		تقری سکہ مصری مساوی ۱۰۰
		نصف قرش
		مصری سکہ ۲ پائی
		مصری تقری سکہ ۳۰
		استنبولی مسی سکہ - نصف آنہ



بامیاء	بھنڈی	اَمَل	جر
بادِ نجان	بینگن	بذر	بیج
بقل	پیاز	جذع	تنہ
بطاطہ	آلو	حَشِيش	سوکھی گہاس
بقلة الحقاء	خرفہ کاساگ	سَاق	ڈٹھل
ثوم	لسن	سُنْبِلَة	خوشہ
سِلَق	چقندر	رَمَان	انار
کھاطم	ٹماخروہ ولایتی بینگن	سَبِيب	منقہ
فَجْد	مولی	کَثْرَى	امروہ
قِثَاء	ککڑی	لَوْن	بادام
قِثَاء الحماي	کریلا	شَجَرَة	درخت
تَلْقَاس	اروی	عُشْب	گہاس
میوہ جات		عُضُن	ٹہنی
ابنِج	آم	قِشْر	چھلکا
نَفَاح	سیب	وَرَقَة	پتہ
تَمْر ہندی	اٹلی	کہانے پینے کے الفاظ	
تَوْت	شہتوت	اِدَام	سالن - ترکاری
جونہ	اخروٹ	بَيْضَة	انڈا
خَوخ	اڑو	بَيْض مَقْلِيَّ	تلا ہوا انڈا

بیرہ مستوف	أَبْلَاهُوا إِذَا	مرئی	مترہ
تَبَخَّ	تَبَاكُو	مِلَح	نمک
تَمْرُ شَمْرُ	پھل	نُخَالَه	بھوسی
حَلِيبٌ	دودھ	حَامِضٌ	کھٹا
حَلَوٰی	حلو	مَسِيخٌ	پھیکا
خَیْرٌ	خیر	رشتہ داروں کے نام	
خَضِرٌ	سبزی	أَبٌ - وَالِدٌ	باپ
دَتِيقٌ	آٹا	أُمٌّ - وَالِدَةٌ	مان
زَبَلَاءَ	کھن	أَخٌ	بھائی
سُكَّرٌ	شکر	بَكْرٌ	کنوارہ
مَنْعٌ	گہی	عَمَّةٌ - عَمٌّ	چچا
حُلُوٌ	میٹھا	عَمَّةٌ	پھوپھی
مُرٌّ	کڑوا - تلخ	خَالٌ	ماموں
عَسَلٌ	شہد	خَالَةٌ	خالہ
عَجِينٌ	گنداپھواٹا	عَرْنٌ	دولہا
فَاكِهَةٌ	میوہ	عَرُوسٌ	دلہن
فَطِيرٌ	پتیل	وَحَاتَنٌ	داماد
لَحْمٌ مَفْرُومٌ	قیمہ	جَدٌّ	دادا
مُخِلِّلٌ	آچار	جَدَّةٌ	دادی

جَدُّ فَاسِدَةٍ	نانا	ضَانٌ	بھیٹر
جِدَّةٌ فَاسِدَةٌ	نانی	حَلٌّ	بھیٹر کا بچہ
حِمْرٌ	خُمر	تَوْرٌ	بیل
حِمَاةٌ	ساس	بَقَرَةٌ	گائے
عَزَبٌ	رندوا	عَجَلٌ	بچھڑا
عَائِلَةٌ	خاندان	حِصَانٌ	گھوڑا
ابْنُ نَجَلٍ	بیٹا	فَرَسٌ	گھوڑی
بِنْتُ كَرِيمَةٍ	بیٹی	مُحَرَّرٌ	بچھیرا
خِطْبَةٌ	منگنی۔ سگانی	حِمَارٌ	گدھا
زَوْاجٌ - اِقْتِرَانٌ	مکاح	أَنَانٌ - حِمَارَةٌ	گدھی
طَلَاقٌ	طلاق	جَحْشٌ	گدھے کا بچہ
وَلَادَةٌ	پیدائش	بَغْلٌ	خمر
حَيَاةٌ	زندگی۔ حیات	جَسَدٌ	اونٹ
مَوْتٌ	موت	نَاقَةٌ	اونٹنی
حیوانات کا بیان		حَوَارٌ	اونٹ کا بچہ
نَتِيسٌ	نر بکرا	نِزَاقَةٌ	شتر گاؤں لنگ
مَاعِزٌ	بکرا	بَقَرٌ وَخَشِيٌّ	نیل گائے
جَدِيٌّ	بکری کا بچہ	جَامُوسٌ	بھینسا
كُتْبٌ	بیٹھا	كَلْبٌ	گتا

کلبہ	کتیا	ابن آوی	گیڈر
قارۃ	چوہا	قرد	بندر
اسد	شیر	حیوانات برتہ کے نام	
لبوہ	شیرنی	نسّاس	بن مانس
شبل	شیر کا بچہ	جرّہ	چوہا
فیل	ہاتھی	خلد	چھچھوند
قبیلہ	ہتھنی	ابن العرس	نیولا
دغفل	ہاتھی کا بچہ	فرقدان	گلہری
ذئب	بھیربا	قنقن	سیہ
فہد	چتیا	یتسن	اژدہا
نمیر نمیر	تیندوا	مرمیس	گینڈا
خنزیر	جنگلی سور	حاضر	شم
رَبّ	رہجھ	خرطومہ	سوٹ
ضبع	بجڑ	ذئب	دُم
ظبی غزال	ہرن	رؤث	لید
ظبیۃ غزالہ	ہرنی	ظلف	کھر
ارنب	خروش	عرف	ایال
ایل وعل	بارہ سنگا	قطیع	گلہ
تعلب	لامری	قرن	سینگ



مَاشِیَّةٌ نَابٌ	چوپاہ رانت	زُرُ زُور ریش	مِنا پر
پرندوں کے نام		عُرْفُ الدِّیَکِ سُمانِ یَمَنَسَر	کلغی میٹر
اَوَزٌ	راج ہنس	شُحرور	کستورا
بَازِیٌّ	باز	صفر	جُہرہ
بَاشِقٌ	باشہ	صَعْوَةٌ	مولا
بَبْغَاءٌ	طوطا	طَاوُسٌ	مور
بَطٌ	بطخ	عُصْفُورٌ	چڑیا
بُومٌ	اُلو	عَقَّعَقٌ	ویسی کوا
حَمَلٌ	چکور	عَنْدَلِیبٌ	ٹیل
حِدَاءٌ	جیل	غَرَابٌ	پھاڑی کوا
حَمَامٌ	کبوتر	قُرْیٌ	قری
قَامَةٌ	فاختہ	قُبْرَةٌ	چنڈول
خَطَّافٌ	ابابیل	کُرْکِی	کوئچ
خَفَّاشٌ - وَطَاطٌ	جمکاڈر	لَقْلَقٌ	سارس
دَّرَاجٌ	تیتہ	لَسَرٌ	عقاب
دِیْکٌ	مغ	نَعَامَةٌ	شتر مرغ
دَجَاجَةٌ	مرغی	هَذْهَذٌ	ہڈ ہڈ
زَاغٌ	گڑا		

جَنَاح	بازو	سیراج اللیل	جگنو
مِنْقَار	جو پنج	سَرطَان	کیڑا
حشرات الارض		تَمَنک	بجھلی
اَفْعٰی	سانپ	سوسا لقہ	سُرُشری
رَغُوْث	پسو	ضِفْدَع	مینڈک
بَقْ	مچھر	عَقْرَب	بجھو
لَبُوْضَه		عَلَقَة	جونک
تِنَتِیْن	اژدہا	عَنْکَبُوْث	مکڑی
تَشِیَان		فَرَاشَه	تیزی
مِمْشَاح	مگرچہ	قَسِیْخ	نکین چلی
جَرَادٌ	ٹڈی	قَدِید	کاڈ
حِرْبَاء	گرگٹ	مُہَل	جون
حِرْزُوْن	جھبکلی	کَلْبِ الْمَاءِ	اود بلاڈ
حَوْت	ویل چلی	نَحْلَة	شہد کی بھئی
حَیَّه	سانپ	نَمْلَة	چیونٹی
خَفْسَاء	گبریلا	معدنیات اور رنگون کے اسماء	
دُوْد	کیڑا	تَنَک	ٹین
دُوْدَالْقَز	ریشم کا کیڑا	حَدِید	لوہا
ذُبَابٌ	بھئی	ذَهَبٌ	سونا
زَلَقْطَه	"	ذَهَبٌ بَیْضٌ	پلاٹینم
زَنْبُورٌ	بھڑ	رَصَاصٌ	سیسہ

فَضَّة	چاندی	آرَوْشِ سَمَوِی	آسمانی رنگ
فُولَاد	فولاد	كَائِلٌ لِّلْبَیاضِ	سفیدی مائل
مُخَاسِ احْمَر	مانبا	ضَارِبٌ لِّلْاَسْوَدِ	سیاہی مائل
مُخَاسِ اصْفَر	بیتیل	اَخْضَر	ہرا
الْمَاسُ	سیرا	اَثْمَر	بھورا
بَلَّور	بلور	رَمَادِی	خاکی
تَوْتِیَا	جست	لَوْنٌ غَامِقٌ	گہرا رنگ
تَوْتِیَا	سُرمہ	لَوْنٌ فَاتِحٌ	ہلکا رنگ
زُشْد	پنا	لَوْنٌ مُعْتَم	شوخی رنگ
زَبَنَقِی	پارہ	غلی اور سبز یان	
عَقِیق	عقیق	جَاوِزِ	باجرو
یَكْبَرِیَّت	گندہک	مَحْصُ	چنا
یَا قُوت	یا قوت	حِطَّه قَح	گیہون
وَرْدِی	گللابی	خَرْدَل	راہی
مُحَطَّط	دھاریدار	دَحْن	چنیا
مُذَّهَب	سَنہرا	ذَرَّة	مکی
اَبِیض	اَجلا سفید	رُز	عاجول
اَسْوَد	کالا	مِمْسِیْم	تل
اَصْفَر	پیلا	شَعِیْر	جَو
اَحْمَر	لال	عَدَس	مسور
اَزْرَقِی	نیلا	قَوْل	سیم

بدن انسانی کے حصے	سین	دانت
اَبْطَر	شَعْر	بال
اُذُن	شَفَاة	ہونٹ
اِسْمَع	صَدْر	چہانی سینہ
اَنْف	صَبَاح	کان کا سوراخ
بَطْن	ضَرْس	ڈاڑھ
تَرْقُوۃ	ضِلَع	بیلی
جَھَنۃ	طَحَال	تلی
تَبَعَن	ظَفَر	ناخن
حَاجِب	ظَهْر	پیشہ
خَلَق	عَیْن	آنکھ
خَنَك	فَاک	جبرا
وَمَآغ	فَم فَم	منہ
يَد رَاغ	قَلْب	دل
وَقَن	كَتِف	گندھا
رَاس	كَتِف	ٹخنہ
رَجُل	كَتِف	بہتیلی
رُسْغ	كَلْبۃ	سگرہ
رَبۃ	لِشۃ	منسورہ
عُنُق	لَحِیۃ	ڈاڑھی
مَاعِدۃ	لِسَان	زبان
بغل		
کان		
اُنکلی		
ناک		
پیٹ		
مٹلی یا گلے کی پڑی		
ماٹھا		
پہوٹا		
بھون		
گلا: حلق		
تالو		
بہجا: دماغ		
مانھ		
ٹھوڑی		
—		
پاؤں		
پونجا		
گروں		
بازو		



سونا	نَفَمَ	چہرہ	وَجْهَہٗ
خواب	حُلُمٌ	جسم انسانی کے متعلقات	
جاگنا	نَهَضَ	خون	دَمٌ - دَمٌ
جسم کی خاصیات		بلغم	بَلْغَمٌ
خوبصورتی	جَمَالَ	صفرا	صَفْرَاءُ
بدصورتی	بَشَاعَةٌ	سودا	سَوْدَاءُ
تندرستی	صِحَّةٌ	تھوک	رَيْقٌ
بیماری	مَرَضٌ	آنسو	دَمْعٌ
موٹا ہونا	تَمَنَّنَ	پسینہ	عَرَقٌ
دُبلاپن	خَافَةٌ	جسم کے افعال	
رفتار	مِشْيَةٌ	سانس	نَفْسٌ
حرکت	حَرَكَةٌ	آواز	صَوْتُ
حواس		گفتگو	كَلَامٌ
دیکھنا	النَّظَرُ	بولنا	نُطِقَ
سننا	السَّمْعُ	چلانا	صَرَّاحٌ
سونگھنا	الْشَّمُّ	رونا	أَنِينٌ
چکنا	الذَّوْقُ	جھانی لینا	تَشَاوَبٌ
چھونا	الْلَّمْسُ	اوٹھنا	لَحْسٌ



## نظم خاتمہ از مولف سفرنامہ

ہزاران شکر افضال و عنایتہا سی رہائی  
 بصد کاوش ہوا کامل میرا اب پچھ سفرنامہ  
 مکمل ہو گیا ہر چند نسیم زعم میں میرے  
 کمال اس وقت حاصل ہو کہ ارباب بصیرت سے  
 ہر امید اس خدائی پاک کے افضال سے جس نے  
 قبول عام کی توفیق کا دیگا صد مجھ کو  
 سفرنامہ کے لکھنے سے نہیں خواہش شہر کی  
 میری تحریر سے اہل بصیرت خود ہی سمجھینگے  
 جو کچھ دیکھا نہایت غور و خوض و فکر سے دیکھا  
 گزاری میں نے یک عمر گراں مایہ سیاحت میں  
 بہت سی مشکلیں جہیلین سے برآ اور تھوہر  
 طبیعت بنگنی عادی سفر سے اس قدر میری  
 ہوئے مجھ سے جو کچھ کار نمایاں اتنی مدت میں  
 بیابان لقی و دوق اور جبال آسمان پیوند  
 کہیں دشمن کا تھا کہیں چور و نکاہا خدشہ

طفیل سید الکونین اور محبوب سبحانی  
 لگی محنت ٹہکانے باہمہ فکر و پریشانی  
 ولیکن فی الحقیقت زعم یہ میرا ہے نادانی  
 ملے حسن قبولیت کا اگر انعام و شانی  
 میرا حسن سم خاکی میں ہر بخشا نور ایمانی  
 میری تالیف کو بخشید گا وہ رونق فراوانی  
 تنہا ہے نہ ہرگز عزت و عظمت کی جستجانی  
 کہ یک خدمت ادا کی قوم کی یا فرض انسانی  
 جو کچھ لکھا صحیح لکھا تصحیح ہو نہ کٹا گئی  
 کیا سرے میں پیمائش بہ کہسار و بیابانی  
 سیام و چین شاون ہند و داوی اراکالی  
 حضر سے بھی زیادہ ہو سفر میں مجھ کو آسانی  
 محض فضل الہی تھا اسی کی تھی نگہبانی  
 زمین تا سطح اور دریا مائے طولانی  
 کہیں پہیوں کا تھا ریلہ کہیں شہرستانی

۱۔ صد کبیر اول دفع دوم معنی انعام و عطا ۲۔ خوض بفکر و چیزے رفتن ۳۔ تصنیع خوشامد بناوٹ  
 ۴۔ کتمان کسی چیز کا چھپانا پوشیدہ کرنا ۵۔ سیاحت سفر و مسافرت ملکوں کی سیر کرنا ۶۔ عادی  
 عادت کردہ ہو کر ۷۔ حضر وطن میں رہنا ۸۔ منہ

مگر سرکار انگریزی نے سبھا میری محنت کو  
 ولیکن اسی مجھ کو دل سے مین بھی سمجھتا ہوں  
 سعادت آخرت کی بھی جو کچھ حاصل ہو بہتر ہے  
 غرض باعزم راسخ مین ہوا راہی بیت اللہ  
 زیارت حضرت خوا کی جدہ مین ہوئی حاصل  
 بعد فرح و بشارت وہاں سے پہر کہ مین جا پہنچا  
 زبہ قسمت مشرف ہو گیا مین حج اکبر سے  
 وہاں سے پہر ہوا راہی دربار رسول اللہ  
 قسم حق کی مدینہ جنت الفردوس سے بیشک  
 فزون ہو عرش عظم سے رسول خدا کا روضہ  
 حبث پیدا ہوا جس نے مدینہ کو نہیں دکھیا  
 غرض حج زیارت ہو فارغ پہر ہوا عازم  
 مدینہ چوٹنے کا جو اہم دل پر سے گزرا  
 جو گزری حضرت آدم پر جنت سے نکلنے پر  
 حجازی ریل پر عازم ہوا بیت المقدس کا  
 مقامات مقدس کی یہاں مین نے زیارت کی  
 صحابہ انبیاء اور اولیاء اللہ کے قبروں پر  
 شہنشاہان اسلامی کے قبروں پر ہوا حاضر  
 عجب عبرت کا منظر تھا عجب ت کا تھا نقشہ

بنایا خان بہادر اور دیا عہدہ بھی شایان  
 مین ساری تین دنیا کی بیشک آتی و فانی  
 و گزرتہ شان دنیاوی ہو عقبی مین پشیمانی  
 کہ تاج و زیارت کے ہو حاصل نور ایمانی  
 کہ جنگی مرقد اقدس کی دریا تک طولانی  
 طواف کعبہ اقدس کیا باجمہ ارکانی  
 میسر نعمت عظمی ہوئی مجھ کو آسانی  
 زیارت کے شرف حاصل کیا اور نور ایمانی  
 چھوٹے قبۃ اقدس پہ مین انوار ربانی  
 صریح پاک فضل ترزیت رب حمانی  
 پس از حج جو نہ یان آیا ہو وضع ایمانی  
 سوئے بیت المقدس با ہمہ شوق فراوان  
 خدا ہی جانتا ہے میری اہدم کی پریشانی  
 وہی نقشہ وہی تہی سورت اندوہ و اضرانی  
 ملے رہ مین نے منزل نیا دانہ نیاپانی  
 براہیمی و داؤدئی کلیسی و سلیمانی  
 کی مین باہر صدق عقیدت فاختہ خوانی  
 کہ جنگی ترک تازی ہو فلک کو بھی تھی سیلانی  
 ادا سی چہا رہی تھی رور تا ہوا فرسلطانی



پڑے خاموش سوتے ہیں وہ شوکت و جہمت  
 بہت دیکھے معابد اور آثارِ قدیمہ بھی  
 مناظرِ روح پرورد لکشا فرحت فراویکھے  
 وہ کہاں میوہ طاقِ بر صلاوت ذائقہ افزا  
 بہشتی نعمتیں کہاں مقامات مقدس ہیں  
 و مشرق و شام کی جگہ سیر سیری ہو سی دل کو  
 کیا بیروت کے بحری سفر میں مصر کافی الوقت  
 عجائب تو بہت دیکھے مگر جب مصر میں پہنچا  
 عجب حیرت فزا ہے طرزِ طراحي صنّاعی  
 سوا اسکے بہت دیکھے عجائباتِ زمانے کے  
 عمر بن عباسؓ کی مسجد میں دو رکعت پڑھی میں نے  
 صحابہ اولیاء اللہ امیہ اور سلاطین کی  
 بہت آثارِ قدسیہ کی میں نے وان زیارت کی  
 ہوئی حاصل فراغت سیر سے جب کمرِ دل کو  
 غرض پہنچا وطن کو اور یارانِ طریق نے  
 بہت اسبابِ بنگلوری بہت احبابِ مسوری  
 میں ہوں نمونِ احسان اپنے یارانِ طریقت کا  
 خدا رکھے سلامت ان محسبانِ مکرم کو  
 مگر ای دوستو! جو لطفِ حاصل تھا مدینہ میں

نہ وہ دارالامان نہ مستوفی نہ درباری  
 عبادت گاہ اسلامی یا صفت گاہ نصرانی  
 بساتین طرب انگیز رشک باغِ رضوانی  
 بین وہ شربتیں جان بخش سببِ ورتانی  
 کئے ہم نوش گو یا کو شرو تسنیم کا پانی  
 ہوائے مصر کی سرزمین ہوئی پیرِ سیلانی  
 سویز اسکندریہ راہ میں دیکھا آسانی  
 ہوئی اہرامِ مصری دیکھنے سے مجھ کو حیرانی  
 مہندس کو زمانے کے ہر بیانِ قرار نادانی  
 زبانِ حال سے بان کی کرتے ہیں سخاوانی  
 صحابی سرورِ عالم کے اور مسجد کے تھے بانی  
 زیارت سے شرفِ حاصل کیا بنسرا بانی  
 ہی دیکھا جامعِ ادبِ وجودِ دنیا میں ہے لاثانی  
 وطن کی دہریں سجائی سرزمینِ ہندوستان کی ٹہانی  
 بڑی ہی سیری عزت کی بالطفِ فراوانی  
 کئے درہ نوازی از رہ اشفاق و حسانی  
 طفیلِ مرشدی تھا بہائیوں کی جو مہمانی  
 طفیلِ سرور کون و مکان محبوبِ ربّانی  
 نپایا میں بہشتِ شام میں وہ فرجِ روحانی



بریک ہفتہ دہانکا شام کرسال فیصل  
خدا ہی جانتا ہوا حالت دل جب مدینہ سے  
سلام نصستی کو روضہ اقدس پہ جب پہنچے  
لمپان تبا آتش غم سے جگر اور دل تڑپتا تھا  
مدینہ کی جدائی پر نہوجس دل میں درد و غم  
دو روزہ عمر گر حاصل شود در طیبہ اقدس  
آلہی روضہ اقدس تیرے محبوب اکرم کا

بریک لفظ دہانکار شک عیش باغ رضوانی  
لگے ہونیکو نصت ہم بہ مجبوری و حیرانی  
عجب بے وقت تھی طاری خارج از تحریر و بیان  
تہی سر و چشم بکرا شک کشتی طوفانی  
یقیناً وہ سیدل ہے دلیل ضعف ایمانی  
بود فضل تراز عمر ابد بانسیر طانی  
دکھا یکبار پہر مجھ کو بافضال فراوانی

رحیم مستہ جان کی یہ دعا مقبول ہو یا رب  
طفیل خواجہ عالم نبی انسی و جانی

ف

چون سفر نامہ عرب خد طبع  
باتغم ہر سال عبد الرحیم

گفت ہر کہ دید گوہر ہفت  
رہبر راہ خاک کہہ گفت

قطعہ تاج طبع فرا و جناب منشی محمد انصر الدین صاحب بنحو واو میر المصنوع مدرا

خان بہادر مین جو حاجی مولوی عبد الرحیم  
آپ نے تصنیف اک ایسا سفر نامہ کیا  
الغرض جسے کت الاسلام طبع میں چھپا  
نوشنا تقطیع نستعلیق خط کاغذ گلین  
طبع بنحو سے یہ ہے کیا خوب سال انطباع

شہر ہے جگہ کمال و سلم و عز و جاہ کا  
کام لین حجاج و زائر جس سے خضر راہ کا  
ایسی خوبی سے کہ ہر سو شور و تھا و آہ کا  
اور فوٹو جا بجا ہر قریب و درگاہ کا  
واہ دلکش ہے سفر نامہ یہ بہت اشد کا

## نظم خاتمہ از مولف

ہزاران شکر انضال و عنایتی ربانی  
 بعد کاوش ہوا کامل میرا اب یہ سفر نامہ  
 مکمل ہو گیا ہر چند نسیم زعم میں میرے  
 کمال اس وقت حاصل ہو کہ ارباب بصیرت سے  
 ہوا امید اس خدائی پاک کے انضال سے جس نے  
 قبول عام کی توقیر کا دیگا صد مجھ کو  
 سفر نامہ کے لکھنے سے نہیں خواہش ہوتی تھی  
 میری تحریر سے اہل بصیرت خود ہی سمجھینگے  
 جو کچھ دیکھا نہایت خود و خوض فکر سے دیکھا  
 گزارے میں نے یک عمر گراں مایہ سیاحت میں  
 بہت سی مشکلیں جہیلین سے برہا اور حد پر  
 طبیعت تنگی عادی سفر سے اس قدر میری  
 ہو سے مجھ سے جو کچھ کار نمایاں اتنی مدت میں  
 بیابان لوق و دوق اور جبال آسمان پیوند  
 کہیں دشمن کا تھا کہیں چور و نکا تھا خدشہ

طفیل سید الکونین اور محبوب سبحانی  
 لگی محنت تھکانے باہمہ فکر و پریشانی  
 ولکن فی الحقیقت زعم مجھ میرا ہے نادانی  
 ملے حسن قبولیت کا گرا انعام ذی شانی  
 میرا حسن جسم خاکی میں ہی بخشا پورا یمانی  
 میری تالیف کو بخشید گا وہ رونق فراوانی  
 تنہا ہے نہ ہرگز عزت و عظمت کی جستجانی  
 کہ یک خدمت ادا کی قوم کی یا نظر انسانی  
 جو کچھ لکھا صحیح لکھا تصنع ہی نہ لکھا  
 کیا سرے میں بیابان بہ کہسار و بیابانی  
 سیام و چین ٹاون ہند و داؤدی اراکانی  
 حضر سے بھی زیادہ ہر سفر میں مجھ کو آسانی  
 محض فضل الہی تھا اسی کی تھی نگہبانی  
 زمین ہا سطح اور دریا مائے طولانی  
 کہیں بیابان کا تھا ریلہ کہیں شیرستانی

۱۔ صد کہسار اول دفع دوم یعنی انعام و عطا ۲۔ خوض بفکر و چیزے رفتن ۳۔ تصنع خوشامد بناوٹ  
 ۴۔ نگہ گمان کسی چیز کا چہا پنا پوشیدہ کرنا ۵۔ سیاحت سفر و مسافت ملکوں کی سیر کرنا ۶۔ عادی  
 عادت کردہ ہو کر ۷۔ حضر وطن میں رہنا ۸۔ منہ

مگر سرکار انگریزی نے سچا میری محنت کو  
 ولیکن اسی مجھ کو دل سے سبق بھی سمجھتا ہوں  
 سعادت آخرت کی بھی جو کچھ حاصل ہو بہتر ہے  
 غرض باعزم راسخ میں ہوا راہی بیت اللہ  
 زیارت حضرت خوا کی جدہ میں ہوئی حاصل  
 بعد فرح و نشاط وہاں سے پہر مکہ میں جا پہنچا  
 زبے قسمت مشرف ہو گیا میں حج اکبر سے  
 وہاں سے پہر ہوا راہی دربار رسول اللہ  
 قسم حق کی مدینہ جنت الفردوس میں بیشک  
 فزون ہو عرش عظم سے رسول اللہ کا روضہ  
 حبث پیدا ہوا جس نے مدینہ کو نہیں دکھیا  
 غرض حج زیارت ہو فارغ پہر ہوا عازم  
 مدینہ چھوٹنے کا جو اہم دل پر سے گزرا  
 جو گزری حضرت آدمؑ چہ جنت سے نکلنے پر  
 حجازی ریل پر عازم ہوا بیت المقدس کا  
 مقامات مقدس کی یہاں میں نے زیارت کی  
 صحابہ انبیاء اور اولیاء اللہ کے قبروں پر  
 شہنشاہان اسلامی کے قبروں پر ہوا حاضر  
 عجب عبرت کا منظر تھا عجبت کا تھا نقشہ

بنایا خان بہادر اور دیا عہدہ بھی شایان  
 ہیں ساری عین تین دنیا کی بیشک آنی وفائی  
 وگرنہ شانِ نیاوی ہر عقبی میں پشیمانی  
 کہ تاج وزیارت کے ہو حاصل نور ایمانی  
 کہ جنگی مرقد اقدس کی دریا تک طولانی  
 طواف کعبہ اقدس کیا باجمہدارکانی  
 میسر نعمت عظمی ہوئی مجھ کو باسانی  
 زیارت کے شرف حاصل کیا اور نور ایمانی  
 برستے قبة اقدس پہ ہیں انوار ربانی  
 ضریح پاک فضل ترزبت رب حمان  
 پس از حج جو نہ یان آیا ہر وضع ایمانی  
 سوئے بیت المقدس باہمہ شوق فراوان  
 خدا ہی جانتا ہے میری ہدم کی پریشانی  
 وہی نقشہ وہی تہی صورت اندو واخرانی  
 ملے رہ میں نے منزل نیا دانہ نیا پانی  
 براہیمی و داودی کلیمی و سلیمانی  
 کی میں نے باہمہ صدق عقیدت فاتحہ خوانی  
 کہ جنگی ترک تازی ہو فلک کو بھی تھی حیرانی  
 او اسی چہا رہی تھی رور تا ہر سلطان



پڑے خاموش سوتے ہیں وہ شوکت و حشمت  
 بہت دیکھے معابد اور آثارِ قدیمہ بھی  
 مناظرِ روح پرورد لکشا فرحت فرا دیکھے  
 وہ کہاں میوہ عالمی برصلاوت ذائقہ افزا  
 بہشتی نعمتیں کہاں مقامات مقدس میں  
 دمشق و شام کی جستجیر سیری ہوئی دل کو  
 کیا بیروت کے بحری سفر میں مصر کا فی الوقت  
 عجائب تو بہت دیکھے مگر حب مصر میں پہنچا  
 عجب حیرت فرا ہے طرزِ طراحِ صنّاعی  
 سوا اسکے بہت دیکھے عجائباتِ زمانے کے  
 عربِ عارض کی مسجد میں دو رکعت پڑھی میں نے  
 صحابہ اولیاء اللہ امیہ اور سلاطین کی  
 بہت آثارِ قدسیہ کی میں نے وان زیارت کی  
 ہوئی حاصل فراغت سیر سے جب کمرِ دل کو  
 غرض پہنچا وطن کو اور یارانِ طریقت نے  
 بہت اصحاب بنگلوری بہت حبابِ مسوری  
 میں ہوں تمنوں احسان اپنے یارانِ طریقت کا  
 خدا رکھے سلامت ان محسبانِ مکرم کو  
 گمراہی و ہتہرجانہ جو لطفِ حاصل تھا مدینہ میں

نہ وہ دارالامان ہونے مستوفی نہ درباری  
 عبادت گاہِ اسلامی یا صفت گاہِ نصرانی  
 بسا تین طرب انگیز رشک باغ رضوانی  
 بین وہ شریعتیں جان بخش سینے و رمانی  
 کئے ہم نوش گو یا کوثر و تسنیم کا پانی  
 ہوائے مصر کی سرزمین ہوئی پیرِ سیامانی  
 سویز اسکندریہ راہ میں دیکھا باسانی  
 ہوئی اہرامِ مصری دیکھنے سے مجھ کو حیرانی  
 مہندس کو زمانے کے ہر بیانِ قرار نادانی  
 زبانِ حال سے بانی کی کرتے ہیں سخاوانی  
 صحابی سرورِ عالم کے اور سجد کے تھے بانی  
 زیارت سے شرفِ حاصل کیا ہنسِ اربانی  
 ہی دیکھا جامعِ ازمیر جو دنیا میں ہے لاثانی  
 وطن کی دہن بھائی سرزمینِ ہندوستان کی بھانی  
 بڑی ہی میری عزت کی بالطفِ فراوانی  
 کئے فدہ نوازی از رہِ اشفاق و حسانی  
 طفیلِ مرشدی تھا بہائیوں کی جو بھانی  
 طفیلِ سرور کون و مکان محبوبِ ربّانی  
 نپایا میں بہشتِ شام میں وہ فرحِ روحانی



ہر یک ہفتہ وہاں کا شام کرسال سے اسل  
خدا ہی جانتا ہو حالت دل جب مدینہ سے  
سلام رخصتی کو روضہ اقدس پہ جب پہنچے  
لمپان تھا آتش غم سے جگر اور دل تڑپاتا تھا  
مدینہ کی جدائی پر نہو جس دل میں درد و غم  
دو روزہ عمر گر حاصل شود و طیبہ اقدس  
آلہی و ضہ اقدس تیرے محبوب اکرم کا

ہر یک لمحہ وہاں کا رشک عیش باغ و ضوانی  
لگے ہونی کو رخصت ہم بہ مجبوری و حیرانی  
عجب بے وقت تھی طاری خارج از تحریر و بیان  
تہی سر و چشم بھرا شک کے کشتی طوفانی  
یقیناً وہ سید دل ہے دلیل ضعف ایمانی  
بو فضل تراز عمر ابد بانسیر طانی  
دکھا یکبار پہر مجھ کو بافضال فراوانی

رحیم مستہ جان کی یہ دعا مقبول ہو یا رب  
طفیل خواجہ عالم نبی انسی و جانی

و ل

چون سفر نامہ عرب شد طبع  
باتقم ہر سال عبد الرحیم

گفت ہر کہ دید گوہر ہفت  
رہبر راہ خاک کہ گشت

قطعہ تاریخ طبع از جناب منشی محمد انصاری حصہ بنجو داؤد شیر المصنوع

خان بہادر مین جو حاجی مولوی عبد الرحیم  
آپ نے تصنیف اک ایسا سفر نامہ کیا  
الغرض جسے کہ الاسلام طبع میں چھپا  
خوشنما تقطیع نستعلیق خط کاغذ گلین  
طبع بنجو دے یہ ہے کیا خوب حال لطیف

شہرہ ہے جس کے کمال و سلم و عز و جاہ کا  
کام لین مجتاج و زائر جس نے خسر راہ کا  
ایسی خوبی سے کہ ہر سو شور اوٹھا واہ کا  
اور فوٹو جا بجا ہر شہر و درگاہ کا  
واہ دیکھش ہے سفر نامہ یہ بیت اللہ کا







طبعزاد جناب مولانا مولوی غلام محمود صاحب

صنعتی نقشبندی ساکن سیر رنگ پٹن

جوج کرو عبد الرحیم از عقیدت زیارت او اشد بغیہ قریبہ

ہمایون بود این سفر بارک اللہ خدا وستان را و ہذا تر

سفر نامہ نوشت و طاہر نموده بدید آنچه از واروات غریبہ

چو مطبع شد این کتاب الصیفی جو سنہ ہجری و عیسوی بسجیدہ

نیک مادہ گرد و تارخ خواہی

بگو مرآت نشان حرمین و طیبہ  
۱۳۲۲ھ ۱۹۱۳ء

بجہ سے سنہ ۱۳۲۲ ہجری اور از بر وقت سے سنہ ۱۹۱۳ عیسوی مختار ہے

پیشکش

1087

پیشکش  
ہوئی ہے اس کے لئے اس طرح اور اس طرح  
کی خدمت میں اس کے لئے اس طرح اور اس طرح  
خاص ہے اس کے لئے اس طرح اور اس طرح  
بہت کم قیمت پر اس کے لئے اس طرح اور اس طرح  
و قیمت پر اس کے لئے اس طرح اور اس طرح  
الطبع اس کے لئے اس طرح اور اس طرح  
شکریہ اس کے لئے اس طرح اور اس طرح

علامہ